بحار الانوار

۹/۱۰

در حالات

حضرت امام حسن علیہ السلام

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام

حضرت امام علی نقی علیہ السلام

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام

محفوظ بک ایجنسی
مارٹن روڈ کراچی
فون: ۴۲۳۲۸۶

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

حصہ نہم ۹

حصہ دہم ۱۰

بحار الانوار

ملا محمد باقر مجلسی رحمۃ اللہ

ترجمہ

مولانا سید حسن امداد ممتاز الافاضل

در حالات

حضرت امام حسن علیہ السلام

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام

حضرت امام علی نقی علیہ السلام

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام

محفوظ بک ایجنسی
امام بارگاہ مارٹن روڈ کراچی ۵
فون: ۴۲۴۲۸۶

اس کتاب "بحار الانوار" جلد نہم کے ترجمے کے
جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ ہیں۔
نیز اس ترجمے کا کوئی جز یا کل کتاب کا بلا اجازت
شائع کرنا خلافِ قانون متصور ہو گا۔

مصنف ——— مُلّا باقر مجلسی علیہ الرّحمہ

مترجم ——— سیّد حسن امداد صاحب (ممتاز الافاضل)

طابع ——— سندھ آفسٹ پریس۔ کراچی

کتابت ——— جعفر زیدی

ناشر ——— محفوظ بک ایجنسی۔ مارٹن روڈ کراچی

MASOOD FAISAL JHANDIR LIBRARY
Acc No: 098138
★ MAILSI ★

TECHNICAL SUPPORT BY
CHUGHTAI
PUBLIC LIBRARY

باسمہٖ سُبحانہٗ

عرضِ مترجم

"بِحارُالاَنوار" طبع جدید طہران جلد نمبر ۵۰ مشتمل بر حالاتِ

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام، حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام ہے

اس میں بحار الانوار کی مضمون وار روایات کو پوری طرح ملحوظ رکھا گیا ہے تاکہ اگر کوئی اصل کو سامنے

رکھ کر دیکھنا چاہیے تو کوئی دقّت پیش نہ آئے۔ پھر ہر روایت پر ضمنی سرخیاں بھی قائم کردی گئی ہیں

تاکہ ناظرین کے لیے نفسِ مضمون کی تلاش آسان ہوجائے۔

ترجمہ کیسا ہے، اس کا فیصلہ خود ناظرین کریں گے، اپنی طرف سے صرف یہ عرض ہے کہ

ایک زبان کا ترجمہ دوسری زبان میں بالکل ایسا ہی ہے جیسے ایک شیشی کا عطر دوسری شیشی میں اُنڈیلنے

کی کتنی ہی کوشش کی جائے پھر بھی پہلی شیشی میں کچھ نہ کچھ لگا ہوا رہ جاتا ہے اور انڈیلنے والا معذور ہے

والسّلام

"مترجم"

سید حسن امداد (ممتاز الافاضل)

بحار الانوار جلد نہم

حصہ اوّل در حالات حضرت امام محمد تقی علیہ السلام

باب اوّل
ولادت، وفات، اسماء والقاب

	صفحہ نمبر
ولادت و وفات	۱۵
سنِ ولادت و وفات کی تحقیق	۱۷
نقشِ خاتم، القاب، کنیت	۱۹
وقتِ ولادت کلمۂ شہادتین	۱۹
اخبار العلوم	۲۱
وجہِ انتقال	۲۲
شبیہِ موسیٰ و عیسیٰ	۲۳
کم سنی میں خطبۂ اوّل	۲۴

باب دوم
آپؑ کی امامت کے متعلق نصوص

	صفحہ نمبر
نصوص امام رضا علیہ السلام	۲۸
مولودِ مسعود	۲۹
نبوّت اور امامت کیلئے عمر کی قید نہیں	۳۱
نصِ امام موسیٰ بن امام جعفر صادقؑ	۳۲
ایک وقت میں دو امام	۳۳
تفویضِ امامت	۳۴
ثِقلِ زبان	۳۸
علی بن جعفر بن محمدؑ کی عقیدت	۳۸

باب سوم
معجزاتِ امام علیہ السلام

	صفحہ نمبر
علمِ قیافہ سے ثبوتِ امامت	۴۰
عصا کی گواہی	۴۲
ازالۂ شکوک	۴۲
افترا پردازی کی سزا	۴۳
ناکردہ گناہ کی سزا	۴۳
صدقے کا صلہ	۴۴
علم الافکار	۴۴
شارع العلوم	۴۵
امامؑ کی رسوائی کے لیے......!	۴۸
بدکردار باپ کی خدمت	۴۹
معجزۂ طی الارض	۴۹
بصارت پلٹ آئی	۵۰
گھٹنوں کا درد دور ہو گیا	۵۱
مسیحا	۵۱
ایک اعجاز	۵۱
علمِ مافی الضمیر	۵۳
مسیحائی	۵۵
یہ فطرس والے ہیں	۵۷
اکلوتے فرزند	۵۸
اخبار بالغیب	۵۹

کنیز کی خریداری	۶۰	برادرِ ایمانی سے سلوک	۹۶
لہو و لعب سے نفرت	۶۱	روافض کی پختہ اعتقادی	۹۷
علم منایا	۶۲	اسنادِ حرزِ جواد	۹۸
حُسن و رباب سے نفرت	۶۳	علماء و فقہاء عصر اور آپؑ کے علم کی آزمائش	۱۰۱
شُکر اَلحمدُ لِلّٰہ	۶۴	دریائے دجلہ کے پانی کا علم	۱۰۳
اخبار العلوم	۶۵	کھجور کا شربت	۱۰۳
سامان کس سے خریدا جائے	۶۶	فضا میں دریا اور دریا میں مچھلیاں	۱۰۴
علم الاخبار	۶۶	زلزلوں سے نجات کا عمل	۱۰۵
غُسلِ امامؑ بدستِ امامؑ	۶۷	ائمہ طاہرینؑ کی طرف سے طوافِ کعبہ بجالانا	۱۰۵
تدفینِ امامؑ کے لیے	۷۱	گھر سے نکلو تو بڑے دروازے سے	۱۰۶
قتلِ امامؑ پر مامون کی ندامت	۷۲	ہدیہ کسی کا بھی واپس نہیں کرنا چاہیے	۱۰۷
باب چہارم		منبرِ رسولؐ سے تعارف	۱۰۷
اُمّ الفضل بنتِ مامون سے عقد اور احتجاج و مناظرے		**آپؑ کے اصحاب**	
		زکریا بن آدم	۱۰۸
مامون اور خطبۂ نکاح	۷۶	محمدؐ بن عبد العزیز	۱۰۹
اُمّ الفضل کا مہر	۷۶	علی بن مہزیار	۱۰۹
اختلاف و احتجاج	۷۷	صالح بن محمدؐ بن سہیل	۱۱۰
فقہی مسائل کا جواب	۸۱	خیران بن قراطیسی	۱۱۰
بابرکت دن	۸۳	ابراہیم بن محمدؐ ہمدانی	۱۱۱
اُمّ الفضل کا شکایتی خط	۸۴		
یحییٰ بن اکثم سے مناظرے	۸۴		
رُعبِ امامت	۸۷		
باب پنجم			
فضائل و مکارم الاخلاق			
کم سنی میں بیس ہزار مسائل کا جواب	۹۰		
چند سوالات	۹۳		
اعجازِ امامؑ	۹۵		

حصّہ دوم امامِ دھم

حضرت ابوالحسن ثالث امام علی النّقی ابنِ امام محمدّ تقی علیہما السّلام

باب اوّل

القاب، کُنیت، ولادت وشہادت

جائے سکونت ۱۱۶
اسمِ گرامی ۱۱۶
والدۂ محترمہ ۱۱۶
تاریخِ ولادت ۱۱۶
نقشِ خاتم ۱۱۹
تاریخِ وفات، جائے دفن، خلفاءِ وقت ۱۱۹

باب دوم

امامت کیلئے اقوال ونصوصِ امامؑ

قوم کا اجتماع ۱۲۲
حضرت امام محمدّ تقی علیہ السّلام کی نص ۱۲۴
ابوالحسنؑ مجھ سے مشابہ ہے ۱۲۴

باب سوم

اخبار ومعجزات

ملکیتِ امامؑ ۱۲۶
ایک معجزہ ۱۲۶
سنگریزوں کا سونے میں تبدیل ہونا۔ ۱۲۶
ہَوا نے امامؑ کا احترام کس طرح کیا۔ ۱۲۷
اللہ ج۱ کی طرف سے میرے لیے یہ انتظام ہے ۱۲۸
ایک مبروص کی صحت ۱۲۹
ایک ہندی شعبدہ باز کی ہلاکت ۱۲۹
ایک اور معجزہ ۱۳۰
ترکی سردار کے بچپن کا نام ۱۳۱
اخبار العلوم ۱۳۱
ایک ظالم حاکم سے نجات ۱۳۲
منجانب اللہ ج۱ گرم پانی کا انتظام ۱۳۳
تم اللہ کی کون کونسی نعمتوں کا شکر ادا کروگے ۱۳۴
سُرّ من رائے اُجڑنے کی پیش گوئی ۱۳۵
حق بحقدار رسید ۱۳۵
علم الاخبار ۱۳۶
ایک اور اعجاز ۱۳۸
علمِ ما فی الضمیر ۱۴۱
علم ما فی الارحام ۱۴۲
علمِ منایا ۱۴۳
زیرِ مصلّٰے جوابِ مسئلہ ۱۴۸
دعاء قبولِ حاجات ۱۴۹
استجابتِ دعاء ۱۵۱
سخاوت ۱۵۳
احیائے موتٰی ۱۵۳
سال کے چار دن جن میں روزے رکھے جائیں ۱۵۴
مردِ مومن کے قرض کی ادائیگی ۱۵۵
تارک التقیہ تارک الصّلوٰة کے برابر ہے ۱۵۶

محمدؐ میرے جد ہیں یا آپ کے ؟ ۱۵۷
فارسی زبان کا علم ۱۵۷
سقلانی زبان میں گفتگو ۱۵۹
عطائے محمدؐ عطائے علیؑ ۱۶۰
امامؑ اور اسپ کا مکالمہ ۱۶۱
پرندوں کی نظر میں امامؑ کا احترام ۱۶۳
امامؑ کی فوج کی شان ۱۶۴
متوکّل نے امامؑ کی زیارت پر پابندی لگادی ۱۶۵
رُعبِ امامؑ ۱۶۷
میں اَمامت کا کیوں قائل ہُوا ؟ ۱۶۸
زمین کے ہر خطّے میں قبریں ہیں ۱۶۹
طیَ الارض ۱۷۰
زینب بنتِ فاطمہؑ ہونے کی دعویدار ۱۷۲
مالِ کثیر کا مفہوم ۱۷۴
یحییٰ بن اکثم کے مسائل اور اُن کے جوابات ۱۷۵
سزا کے خوف سے اسلام لانے کی سزا ۱۸۰
معرفت پر ایک تفصیلی گفتگو ۱۸۱
یزداد طبیب ۱۸۵

باب چہارم
خلفائے وقت

متوکّل کا ارادۂ قتل ۱۸۸
ارادۂ گرفتاری ۱۹۰
اسیری اور پھر ارادۂ قتل ۱۹۱
مدینہ سے روانگی ۱۹۳
بنی ہاشم کا پاپیادہ جلوس ۱۹۸
متوکّل کے قتل کی پیش گوئی ۱۹۹
متوکّل کے لیے بددعا ۲۰۰
شرکارِ قتل ۲۰۲
صلۂ رحمی ۲۰۲
محمدؐ بن حنفیہ کی اولاد کی جرأت و دلیری ۲۰۳
یومَ یعض الظالم ۲۰۵
گریبان چاک کرنے کا جواز ۲۰۵

باب پنجم
اولادِ امامؑ اور حالاتِ جعفر کذّاب

اولادِ امام علی النقی علیہ السّلام ۲۰۸
جعفر کا کردار برادرانِ یوسفؑ جیسا ۲۰۸
جعفر کا امامؑ کی تفتیش پر مقرّر ہونا ۲۰۹
جعفر کذّاب کے متعلق توقیعِ امامِ عصرؑ ۲۰۹
بے ننگِ خاندان ہے ۔ ۲۱۳
جعفر کذّاب کا حضرت جعفر طیّارؑ کے
خاندان کی لڑکی کا فروخت کرنا ۲۱۳

باب ششم
احوالِ اصحابِ امام علیہ السّلام

سہل بن یعقوب ابو نواس ۲۱۶
اختیاراتِ امامؑ ۲۱۶
دربان و وکیل ۲۱۷
ابو الغوث شاعرِ آلِ محمدؐ ۲۱۷
بغاءِ غلام ترکی کے بارے میں رسولؐ کی دعا ۲۱۸
اصحاب امامؑ ۲۲۰
فارس ایک قابلِ مذمّت شخص تھا ۲۲۱
ابو الہاشم جعفری ۲۲۲
ابو علی کو حسین بن عبدربہ کا قائم مقام بنانا ۲۲۲
ابو علی بن راشد کے متعلق امامؑ کا خط ۲۲۳
الیسع بن حمزہ قمی کو دعا کی تعلیم ۲۲۴
میرے لیے حائرِ حسینی میں دعا کی جائے ۲۲۵

حصّہ سوم امام یازدھم
حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السّلام

باب اوّل
سکونت، ولادت، القاب اور نقشِ خاتم

جائے سکونت	۲۳۰
تاریخہائے ولادت اور شہادتِ امامؑ	۲۳۰
القاب و کُنیت	۲۳۲
نقشِ خاتم	۲۳۲

باب دوم
نصوص در امامت

امام محمد تقی علیہ السّلام کا ارشاد	۲۳۶
امام علی النقی علیہ السّلام کی نص	۲۳۶
نصوصِ اواخر	۲۳۷

باب سوم
مکارم الاخلاق و دیگر اُمور

سرِ اقدس کا نور	۲۴۴
اطّلاع آمدِ امام مہدی علیہ السّلام عج	۲۴۴
ظہورِ امامؑ عصر علیہ السّلام اور انہدام منائر	۲۴۵
اسحاق کندی کی تناقض قرآن	۲۴۵
دشمن سے درس کا طریقہ	۲۴۷
شاعرِ متوکل سے سلوک	۲۴۷
علمِ امامت اعمالِ بندگان	۲۴۷
رعبِ امامت	۲۴۹
آلِ محمدؐ اللہ کے مکرم بندے ہیں	۲۵۱
قید خانے میں ؟	۲۵۲
زمین کے خزانوں کی کنجیاں	۲۵۳
تمام ائمہؑ برابر ہیں	۲۵۳
حجتہ اللہ اور دوسروں میں فرق	۲۵۴
ایک زائر کے ساتھ سلوک	۲۵۴
حضرت علیؑ کا نوف بکالی سے خطاب	۲۵۵
امامؑ مستجاب الدّعوات ہوتا ہے	۲۵۶
خواب اور بیداری میں کوئی فرق نہیں	۲۵۶
بدکار عورتوں سے متعہ کی ممانعت	۲۵۷
فرش پر انبیاء کے قدموں کے نشان	۲۵۸
صاعد نصرانی کا ایمان لانا۔	۲۶۰

باب چہارم
معجزات و کرامات

سنگریزے پر ائمہ طاہرین کی مہریں	۲۶۴
معجزہ نما سُرمہ سلائی	۲۶۵
فصد میں خون کے بدلے دودھ نکلا	۲۶۶
طیَ الارض	۲۷۰
کنوئیں کے پانی کا بلند ہونا	۲۷۱
عسکریین کے روضہ کی کرامت	۲۷۲
درندے بھی معرفتِ امامؑ رکھتے ہیں	۲۷۲
زمین نے حسبِ ضرورت سونا چاندی اُگل دیا	۲۷۲
قلم کاغذ پر خود بخود چلنے لگا	۲۷۳

قیدخانہ بھی آپؑ کو پابند نہ کر سکا	۲۷۵	مہتدی کی مدّتِ عمر کا خاتمہ	۲۹۶
سرکش گھوڑا آپؑ کا مطیع ہو گیا۔	۲۷۵	مہتدی کے قتل کی پیش گوئی	۲۹۶
باب پنجم		تین دن کے بعد خوشخبری کی اطلاع	۲۹۷
اخبار النجوم بحار العلوم		گمشدہ غلام کی نشاندہی	۲۹۸
نبیؐ کی ہڈی اور راہب	۲۷۸	علم منایا	۲۹۸
جاسوس کی نشاندہی	۲۷۹	اللہ فضل پر رحم کرے	۲۹۹
معتمد کی قید سے رہائی کا علم	۲۸۱	مستقبل کا علم	۳۰۳
دشمن تو ہماری نسل قطع کرنا چاہتا ہے۔	۲۸۲	مشکوٰۃ سے مراد	۳۰۳
ٹڈیوں کا خطرہ	۲۸۲	کنیز کی موت کا علم	۳۰۴
علمِ اصلاب و ارحام	۲۸۳	عروہ بن یحییٰ کے لیے بد دُعا	۳۰۴
علمِ ارحام	۲۸۳	زبیری کے لیے بد دُعا	۳۰۵
بغیر روشنائی کی تحریر کی شناخت	۲۸۳	ابنِ ہلال سے برأت کا اعلان	۳۰۵
حج کو جاؤ، پیاس کا کوئی خطرہ نہیں	۲۸۴	**باب ششم**	
مستقبل کا علم	۲۸۴	تفاسیرِ آیاتِ قرآنی و اقوالِ زرّیں	
گھوڑے کی فروخت کا حکم	۲۸۵	اپنے کام سے کام رکھو	۳۰۸
علمِ بلایا	۲۸۶	واقفیوں سے ترکِ موالات کرو	۳۰۹
کس نے کونسا مال چرایا	۲۸۷	اُنگلی کے اشارے سے ہدایت	۳۰۹
تیری جائیداد واپس مل جائے گی	۲۸۸	ایک دوستدار کو دُعا کی تعلیم	۳۱۰
بغیرِ طلب خاتم بخشی	۲۸۸	حزب اللہ کا شمار	۳۱۰
قرآن کا مخلوقِ خدا ہونا	۲۸۹	فقر سے گناہ معاف ہوتے ہیں	۳۱۱
ٹوپی، دلیلِ امامت	۲۸۹	شرکِ خفی	۳۱۱
دعا، دلیلِ امامت	۲۹۰	حکمِ تقیہ	۳۱۲
علمِ ما فی الضمیر	۲۹۰	جائز نفع	۳۱۲
علم الانساب	۲۹۳	تعویذ برائے نوبتی بخار	۳۱۲
علمِ مستقبل	۲۹۵	تم لوگ ہمت کرو، دشمن کیلئے کافی ہو	۳۱۳
معتز کی معزولی	۲۹۵	لوگوں کے تین طبقے	۳۱۳
مستعین کی گرفتاری بعذاب	۲۹۶	مَن کُنتُ مَولاہُ کا مطلب	۳۱۵

آیت قرآنی میں ولیجۃ سے مراد	۳۱۵		
"ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ" کی تفسیر	۳۱۵		
اللہ کی عفو و بخشش کا مطلب	۳۱۶		
لِلّٰہِ الْاَمْرُ کی تفسیر	۳۱۷		
یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَاءُ کی تفسیر	۳۱۸		
قرآن مجید مخلوق ہے	۳۱۸		

آپؑ کے خطوط

اہلِ قُم و اہلِ آبہ کے نام	۳۱۹
علی بن حسین بن بابویہ قُمی کے نام	۳۱۹
قاسم بن علاء کے نام	۳۲۰
اسحاق بن اسمٰعیل کے نام	۳۲۱
سادات کا احترام ضروری ہے۔	۳۲۶

باب ہفتم

آپؑ کی وفات اور حکومت کا ردِ عمل

تاریخِ وفات	۳۳۰
والدۂ گرامی کو موت کی اطّلاع	۳۳۱
جعفر کی عہدۂ امامت کیلئے بے سود سعی	۳۳۱
امامِ عصرؑ نے آپؑ کی نمازِ جنازہ پڑھائی	۳۳۳
آپؑ کی وفات پر حکومت کا ردِ عمل	۳۳۵
حکومتِ وقت کو آپؑ کے فرزند کی تلاش	۳۳۷
شیعوں میں افتراق	۳۳۹
ایک شُبہے کا ازالہ	۳۴۳

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

حصہ ۹ نہم

بحار الانوار

ملا محمد باقر مجلسی رحمۃ اللہ

ترجمہ

مولانا سید حسن امداد ممتاز الافاضل

در حالات

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام

رياض الادب

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

بحار الانوار

باب ۱

ولادت ، وفات

اسماء و القاب

① ولادت و وفات

اصول کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام محمد تقی جواد علیہ السلام کی ولادت باسعادت ماہ رمضان ۱۹۵ھ میں ہوئی اور وفات آخر ماہ ذی القعدہ ۲۲۰ھ میں اُس وقت آپ کی عمر پچیس سال دو ماہ اور اٹھارہ دن تھی۔ بغداد میں مقابر قریش کے اندر اپنے جد نامدار حضرت موسیٰ بن جعفر کے پہلو میں دفن ہوئے۔ جس سال آپ کی وفات ہوئی اسی سال کے اوائل میں معتصم نے آپ کو اسیر کرا کے بغداد بلا لیا تھا۔

آپ کی والدہ گرامی ام ولد تھیں۔ جن کا نام سبیکہ نوبیہ تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کی والدہ کا نام خیزران تھا۔ روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ کی والدہ بھی ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماریہ قبطیہ کے خاندان سے تھیں۔

روضۃ الواعظین میں ہے کہ آپ ۲۰ رمضان بروز جمعہ مدینہ میں پیدا ہوئے اور یہ بھی کہا جاتا ہے نیمہ ماہ رمضان ۱۹۵ھ میں آپ کی ولادت ہوئی اور ماہ ذی القعدہ کی آخری تاریخوں میں بغداد کے اندر زہر سے شہید ہوئے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کی وفات ۶ ذی الحجہ بروز شنبہ ۲۲۰ھ میں واقع ہوئی۔

کتاب الدروس میں ہے کہ حضرت امام تقی علیہ السلام مدینہ میں ماہ رمضان ۱۹۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۲۰ھ آخر ذی القعدہ میں وفات پائی۔

تاریخ بغدادی میں ہے کہ آپ کی ولادت شب جمعہ ۱۵ ر رمضان میں ہوئی۔

کتاب الارشاد میں ہے کہ حضرت امام محمد تقی جواد علیہ السلام کی ولادت ماہ رمضان ۱۹۵ھ میں ہوئی اور بغداد کے اندر ماہ ذی القعدہ ۲۲۰ھ میں انتقال ہوا اس وقت آپ کی عمر صرف پچیس سال تھی اور اپنے والد کے انتقال کے بعد آپ کی مدت خلافت و امامت سترہ سال رہی آپ کی والدہ ام ولد تھیں جن کا اسم گرامی سبیکہ تھا یہ نوبیہ تھیں۔ آپ کا انتقال بغداد میں ہوا اور اس کا سبب یہ ہوا کہ معتصم نے آپ کو مدینہ سے گرفتار کر کے بغداد بلا لیا تھا آپ بغداد میں ماہ محرم کی اٹھائیسویں تاریخ کو پہنچے تھے اور اسی سال ماہ ذی القعدہ میں آپ نے زہر سے شہادت پائی۔ اور مقابر قریش کے اندر اپنے جد بزرگوار کی قبر کی پشت کی جانب دفن ہوئے۔ وقت وفات آپ کی عمر پچیس سال چند ماہ تھی آپ کا لقب منتخب اور مرتضیٰ تھا آپ نے اپنے بعد دو فرزند اور دو دختر چھوڑی۔ فرزندوں میں سے ایک امام علی النقی علیہ السلام جو آپ

کے بعد امام ہوئے اور دوسرے موسیٰ۔ دختران میں سے ایک کا نام فاطمہ اور دوسری کا نام امامہ تھا۔ ان کے علاوہ آپ کے کوئی اور اولاد نہ تھی۔

مناقب ابن شہر آشوب میں مرقوم ہے کہ حضرت امام محمدؑ تقی جواد علیہ السلام کی ولادت مدینہ میں شب جمعہ ۱۹ ر رمضان المبارک کو ہوئی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نیمہ ماہ رمضان میں ہوئی۔ ابن عیاش کا قول ہے کہ آپ کی ولادت ۱۰ ر رجب ۱۹۵ھ میں ہوئی اور بغداد میں آخر ذی القعدہ کی تاریخوں میں زہر سے شہید ہوئے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ یوم شنبہ ٦ ر ذی الحجہ ۲۲۰ھ میں شہید ہوئے اور مقابر قریش میں حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے پہلو میں دفن ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر ۲۵ ر سال تھی۔ اور لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس وقت آپ کی عمر پچیس سال تین ماہ بائیس دن تھی۔

آپ کی والدہ گرامی ام ولد تھیں۔ جن کو دُرّہ کے نام سے پکارا جاتا تھا یہ مریسیہ تھیں پھر حضرت امام رضا علیہ السلام نے اُن کا نام خیزران رکھا۔ یہ حضرت ماریہ قبطیہ کے خاندان سے تھیں۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کا نام سبیکہ تھا اور نوبیہ قبیلہ سے تھیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کا اسم گرامی ریحانہ اور کنیت ام الحسن تھی

حضرت امام محمد تقی جواد علیہ السلام کا عہد امامت و ولایت سترہ سال تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ سات سال چار ماہ اور دو دن رہے۔ پھر ان کے بعد بیس دن کم اٹھارہ سال رہے۔ اس طرح آپ کے عہد امامت میں مامون کا بقیہ عہد حکومت پھر خلیفہ معتصم اور واثق کی حکومت کا زمانہ اور واثق ہی کے زمانہ حکومت میں آپ شہید کر دیئے گئے۔

ابن بابویہ کہتے ہیں کہ معتصم نے حضرت امام محمد تقی جواد علیہ السلام کو زہر سے شہید کیا۔ آپ کے فرزندوں میں ایک حضرت امام علی النقی علیہ السلام اور دوسرے موسیٰ تھے۔ دختران میں حکیمہ و خدیجہ اور ام کلثوم تھیں۔

ابو عبداللہ حارثی کا بیان ہے کہ دختران میں آپ نے فقط فاطمہ اور امامہ کو چھوڑا مامون نے اپنی دختر سے آپ کا عقد کر دیا تھا۔ مگر اس سے کوئی اولاد نہیں ہوئی اور آپ کے بغداد تشریف لانے کا سبب یہ ہوا کہ معتصم نے آپ کو مدینہ سے شہر بدر کر دیا تھا اس لئے آپ ۲۸ محرم ۲۲۰ھ کو بغداد پہنچے اور وہیں قیام فرمایا اور پھر اسی سال آپ نے وفات پائی۔

دلائل حمیری میں محمد بن سنان سے روایت ہے اس کا بیان ہے۔ کہ حضرت ابو جعفر امام محمد تقی علیہ السلام کا سن وفات کے وقت پچیس سال تین ماہ بارہ دن

کا تھا۔ آپ کی وفات بروز سہ شنبہ ۶ ذی الحجہ سن ۲۲۰ھ میں ہوئی۔ اپنے والد کے بعد آپ صرف پچیس دن کم سترہ سال زندہ رہے۔

کشف الغمہ جلد ۲ ص ۲۱۷

سعد اور حمیری دونوں نے محمد بن سنان سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔

۲ سنہ ولادت و وفات کی تحقیق

کشف الغمہ میں محمد بن طلحہ نے تحریر کیا ہے کہ حضرت امام محمد تقی جواد علیہ السلام کی ولادت شب جمعہ ۱۹ رمضان ۱۹۵ھ میں ہوئی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ۱۰ رجب سنہ مذکور میں ہوئی (لیکن جہاں تک آپ کے حسب نسب کا تعلق ہے) تو آپ کے پدر بزرگوار حضرت ابو الحسن علی الرضا علیہ السلام تھے۔ اور آپ کی والدہ گرامی ام ولد تھیں۔ جن کا اسم گرامی سکینہ مریسیہ تھا اور خیزران بھی کہا جاتا ہے۔

آپ کی وفات ماہ ذی الحجہ ۲۲۰ھ میں معتصم باللہ کے دور خلافت میں ہوئی اس حساب سے آپ کی عمر کل پچیس سال ہوتی ہے آپ کی قبر بغداد کے اندر مقابر قریش میں ہے۔

کشف الغمہ جلد ۳ ص ۱۸۶

حافظ عبد العزیز کا قول ہے کہ آپ کی والدہ کا نام ریحانہ تھا اور بعض لوگ خیزران بھی کہتے ہیں۔ آپ کی ولادت سنہ ۱۹۵ میں ہوئی۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کی ولادت مدینہ میں ماہ رمضان سنہ ۱۹۵ھ میں ہوئی اور وفات بغداد کے اندر ماہ ذی الحجہ کی آخری تاریخوں میں سنہ ۲۲۰ھ میں ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر صرف پچیس سال تھی۔ آپ کی والدہ ام ولد تھیں جن کا اسم گرامی خیزران تھا اور یہ حضرت ماریہ قبطیہ کی نسل سے تھیں۔ آپ کی قبر بغداد کے اندر مقابر قریش میں آپ کے جد حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی قبر کی پشت پر ہے۔

محمد بن سعید کا قول ہے کہ سنہ ۲۲۰ھ میں حضرت امام محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد علیہ السلام نے بغداد میں وفات پائی آپ بغداد تشریف لائے تھے اور یہیں یوم سہ شنبہ ۵ ذی الحجہ کو وفات پائی۔

آپ کا سنہ ولادت چونکہ ۱۹۵ھ ہے اس طرح آپ نے پچیس سال کی عمر پائی اور واثق دور خلافت میں شہید ہوئے آپ کی قبر آپ کے جد امجد کی قبر کے پاس ہے ہارون بن اسحاق بھی اپنی سواری پر بغداد پہنچا اور جنازے میں شریک ہوا واثق نے آپ کے جنازے کی نماز پڑھائی پھر وہاں سے آپ کی میت مقابر قریش میں لا کر دفن کی گئی۔ آپ کا لقب جواد ہے۔

احمد بن علی بن ثابت کا بیان ہے کہ محمد بن علی بن موسیٰ ابو جعفر بن رضا مدینہ سے بغداد ابو اسحاق معتصم کے پاس بھیجے گئے آپ کے ساتھ آپ کی زوجہ ام الفضل بنت مامون بھی تھی۔ اور یہیں بغداد میں آپ نے وفات پائی اور مقابر قریش میں اپنے جد موسیٰ بن جعفر کے پاس دفن ہوئے اور آپ کی زوجہ ام الفضل آپ کی وفات کے بعد قصر معتصم میں داخل ہو گئی اور اُس کے حرم کے ساتھ رہنے لگی۔

ابن خشاب کا بیان ہے کہ محمد بن سنان کی روایت ہے کہ حضرت محمد تقی ع ابو جعفر ثانی یعنی محمد بن علی تقی جواد کی وفات کے وقت آپ کی عمر پچیس سال تین ماہ بارہ دن تھی۔ آپ نے ۲۲۰ھ میں وفات پائی اور آپ کا سنہ ولادت ۱۹۵ھ ہے۔ آپ اپنے والد کے عہد امامت میں سات سال تین ماہ رہے اور روز سہ شنبہ ۶ ذی الحجہ ۲۲۰ھ میں وفات پائی۔ ایک دوسری روایت ہے کہ آپ اپنے والد کے عہد امامت میں نو سال چند ماہ رہے۔ آپ کی ولادت شب جمعہ ۱۹ رمضان ۱۹۵ھ میں ہوئی اور روز سہ شنبہ ۵ ذی الحجہ ۲۲۰ھ میں وفات پائی آپ کی والدہ ام ولد تھیں جن کا اسم گرامی سکینہ مریسیہ تھا ان کو خیزران بھی کہتے تھے۔ واللہ اعلم

مسعودی نے اپنی کتاب مروج الذہب میں تحریر کیا ہے کہ محمد بن علی بن موسیٰ علیہم السلام کی وفات ۵ ذی الحجہ کو ہوئی۔ واثق نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔ وقت وفات آپ کی عمر پچیس سال کی تھی۔ جس وقت آپ کا سنہ سات سال آٹھ ماہ کا تھا۔ آپ کے پدر بزرگوار نے رحلت فرمائی۔

کتاب اعلام الوریٰ میں مرقوم ہے کہ حضرت امام محمد تقی جواد علیہ السلام کی ولادت ۱۷ ماہ رمضان ۱۹۵ھ کو ہوئی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ۱۵ رمضان شب جمعہ میں ہوئی اور ابن عیاش کی روایت میں ہے کہ روز جمعہ ۱۰ رجب کو پیدا ہوئے اور بغداد کے اندر ذی القعدہ کی آخری تاریخوں میں ۲۲۰ھ میں وفات پائی۔ اس وقت آپ کی عمر پچیس سال تھی۔ آپ نے اپنے پدر بزرگوار کے عہد امامت میں سات سال گذارے۔ اِس کے بعد خود آپ کے عہد امامت مامون کا بقیہ زمانہ خلافت اور معتصم کا ابتدائی دور خلافت رہا۔ آپ کی والدہ گرامی ام ولد تھیں اسم گرامی سبیکہ تھا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسم گرامی پہلے دُرّہ تھا پھر حضرت امام رضا علیہ السلام نے ان کا نام خیزران رکھا آپ کا تعلق قبیلہ نوبیہ سے تھا۔ آپ کا لقب تقی، منتخب، جواد اور مرتضیٰ ہے۔ آپ کو ابو جعفر ثانی بھی کہا جاتا ہے۔ اور ۲۲۰ھ کی ابتدا میں معتصم نے آپ کو مدینہ سے بغداد بلایا آپ نے وہاں قیام فرمایا اور وہیں اسی سال ذی القعدہ کی آخری تاریخوں میں وفات پائی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ زہر سے شہید ہوئے آپ نے

اپنی اولاد میں دو فرزند حضرت امام علی النقی علیہ السلام اور موسیٰ تھے ان کے علاوہ تین دختران حکیمہ وخدیجہ اور ام کلثوم چھوڑیں۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ نے دختران میں فاطمہ وامامہ دو لڑکیاں چھوڑیں ان کے سوا آپ کے اور کوئی اولاد نہ تھی۔

(۳) نقش خاتم

فصول المہمہ میں ہے کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کا رنگ معتدل گورا تھا۔ آپ کا نقش خاتم "نعم القادر اللہ" تھا۔

(۴) لقب تقی کی وجہ تسمیہ

امام محمد بن علی یعنی تقی جواد کا لقب تقی اس لئے ہوگیا کہ آپ اللہ سے بہت زیادہ ڈرتے تھے۔ علاوہ بریں ایک مرتبہ مامون، رات کے وقت نشہ میں چور آپ کے پاس آیا اور اپنی تلوار سے آپ پر وار کیا اور سمجھ لیا کہ میں نے انکو قتل کر دیا مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مامون کے شر سے بچا لیا۔

(۵) القاب

مناقب میں مذکور ہے کہ آپ کا اصلی نام محمد تھا کنیت ابو جعفر اور کنیت خاص ابو علی تھی۔ آپ کے القاب مختار مرتضیٰ، متوکل، متقی، زکی، تقی، منتخب، قانع جواد اور عالم ہے۔

(مناقب)

(۶) کنیت

محمد بن طلحہ نے کشف الغمہ میں تحریر کیا ہے کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی کنیت ابو جعفر ہے اور آپ کے دو لقب ہیں قانع اور مرتضیٰ حافظ عبد العزیز کا بیان ہے کہ آپ کا لقب جواد بھی ہے۔ (کشف الغمہ جلد ۲ ص ۱۸۶)

(۷) وقت ولادت کلمہ شہادتین

حکیمہ بنت حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کا بیان ہے کہ جب خیزران یعنی حضرت امام ابو جعفر محمد تقی جواد علیہ السلام کی والدہ کے دہاں ولادت قریب ہوئی تو امام رضا علیہ السلام

نے مجھے بلایا اور فرمایا اے حکیمہ تم بچے کی ولادت کے وقت موجود رہو اور خیزران اور قابلہ کو لے کر اس حجرہ میں چلی جاؤ۔ آپ نے وہاں ایک چراغ روشن کر دیا اور ہم لوگوں کو اس حجرے میں داخل کر کے باہر سے دروازہ بند کر دیا۔ جب خیزران کو درد زہ عارض ہوا تو چراغ گل ہو گیا۔ خیزران کے آگے ایک طشت رکھا ہوا تھا۔ مجھے چراغ کے بجھنے کی بڑی فکر ہوئی ابھی ہم لوگ اس فکر میں تھے کہ حضرت ابوجعفر امام تقی علیہ السلام اس طشت میں تولد ہو گئے آپ کے اوپر کپڑے کی طرح ایک چیز لپٹی ہوئی تھی اور اس سے ایسا نور ساطع ہو رہا تھا کہ سارا حجرہ روشن ہو گیا۔ جب ہم نے یہ دیکھا تو انہیں اٹھا کر اپنی آغوش میں لے لیا۔ اور اُن کے اُوپر چڑھا ہوا پردہ ہٹایا۔ اتنے میں حضرت امام رضا علیہ السلام تشریف لائے آپ نے دروازہ کھول دیا ادھر ہم لوگ امور ولادت سے فارغ ہو چکے تھے آپ نے بچے کو اپنی آغوش میں لے لیا اور اُسے گہوارے میں لٹا کر مجھ سے فرمایا اے حکیمہ تم اس گہوارے کے پاس ہی رہنا۔

حکیمہ کا بیان ہے کہ ولادت کے تیسرے دن حضرت امام محمد تقی جواد علیہ السلام نے نظر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا پھر داہنے جانب پھر بائیں جانب پھر بولے اشہدان لا الہ الا اللہ اشہدان محمد رسول اللہ۔ یہ سُن کر میں بہت ڈری اور وہاں سے اُٹھ کر ابوالحسن علیہ السلام کے پاس آئی اور عرض کیا اس بچے سے تو آج عجیب بات دیکھنے میں آئی ہے! آپ نے فرمایا وہ کیا؟ میں نے سارا قصہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا اے حکیمہ لوگ اس بچے کے اس سے بھی زیادہ عجائبات دیکھیں گے۔

مناقب صہ ۳۹۴

ابن ہمدانی فقیہ نے تاریخ ابی شجاع وزیر کے تتمہ میں تحریر کیا ہے کہ جب ان لوگوں نے مقابر قریش کو کھودنا شروع کیا اور حضرت ابوجعفر محمد بن علی تقی جواد علیہ السلام کی قبر کھودنے کی باری آئی تا کہ ان کی لاش قبر سے نکال کر مقابر احمد میں منتقل کر دیا جائے۔ تو کچھ ایسے معجزات ظاہر ہوئے کہ قبر کھودنے کی ہمت نہ ہو سکی

مناقب صہ ۳۹۷

کتاب اقبال الاعمال میں ماہ رمضان کے ہر روز دُعا میں یہ ہے کہ پروردگار تو اپنی رحمت نازل فرما محمد بن علی امام المسلمین پر اور دُہرا عذاب نازل کر اُس شخص پر جو آپ کے قتل اور خون بہانے میں شریک ہوا یعنی معتصم۔

ابن عیاش کا بیان ہے کہ شیخ کبیر حضرت ابوالقاسم رضی اللہ عنہ کے ذریعہ

ایک توقیع برآمد ہوئی جس میں یہ تحریر تھا کہ پروردگار میں تجھ سے ماہِ رجب کے دو مولود محمد بن علی ثانی اور اُن کے فرزند علی بن محمد المنتخب کے واسطہ سے دُعا کرتا ہوں۔

⑧ ═══ اخبار العلوم

ہارون بن فضل سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ جس روز حضرت ابو جعفر امام محمد تقی علیہ السلام نے وفات پائی میں نے حضرت امام علی النقی علیہ السلام کو دیکھا۔ آپ نے فرمایا اِنا للہ وانا الیہ راجعون حضرت امام ابو جعفر علیہ السلام نے وفات پائی۔ دریافت کیا گیا کہ آپ کو کیونکر معلوم ہوا؟ آپ نے فرمایا میرے پاس اسوقت اللہ کی طرف سے ایک نیا فرشتہ آیا تھا اور اس سے پہلے وہ کبھی نہیں آیا تھا۔

اصول کافی جلد ا صہ ۳۸۱

محمد بن عیسیٰ نے حضرت ابو جعفر علیہ السلام کے ایک دودھ شریک بھائی سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ جب کہ حضرت ابو جعفر علیہ السلام بغداد میں تھے۔ حضرت امام ابو الحسن علی التقی علیہ السلام اپنے مودب ابو زکریا کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور لوح پر کچھ لکھا ہوا پڑھ رہے تھے کہ یک بیک رونے لگے۔ ابو زکریا نے رونے کا سبب پوچھا تو آپ نے کوئی جواب نہیں دیا اور کہا میں گھر کے اندر جانا چاہتا ہوں ابو زکریا نے کہا بسم اللہ۔ آپ اندر تشریف لے گئے اور گھر کے اندر سے رونے اور چیخنے کی آواز بلند ہوئی۔

پھر جب آپ باہر تشریف لائے تو ہم لوگوں نے گریہ وزاری کا سبب پوچھا آپ نے فرمایا ابھی میرے پدر بزرگوار نے وفات پائی۔ ہم نے پوچھا آپ کو کیسے معلوم ہوا وہ تو بغداد میں فرمایا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نیا فرشتہ میرے پاس آیا اس سے پہلے میں نے کبھی اس کو دیکھا نہ تھا اس سے معلوم ہوا کہ میرے پدر بزرگوار نے رحلت فرمائی۔ ہم نے وہ وقت وہ دن اور وہ مہینہ یاد رکھا بعد میں معلوم ہوا کہ واقعاً حضرت ابو جعفر علیہ السلام نے اسی وقت اسی دن اور اسی مہینہ میں رحلت فرمائی تھی۔

ابو مسافر نے حضرت ابو جعفر ثانی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جس شب میں آپ کا انتقال ہونے والا تھا آپ نے فرمایا میں آج شب رحلت کر جاؤں گا۔ اس کے بعد فرمایا ہم گروہ اہلبیت میں سے کسی کے لئے جب اللہ کی مرضی نہیں ہوتی کہ اب وہ دنیا میں رہے تو اُسے وہ اپنی طرف منتقل کر لیتا ہے۔

حسن بن علی وشاء کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام ابوالحسن علی نقی علیہ السلام تشریف لائے اور اپنے والد کی پھوپھی کی آغوش میں بیٹھ گئے مگر بہت محزون ومغموم تھے۔ انہوں نے پوچھا بات کیا ہے؟ فرمایا ابھی میرے والد کا انتقال ہو گیا اُن معظمہ نے کہا نہیں ایسا نہ کہو۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم ایسا ہی ہے جیسا میں نے کہا ہے یہ سُن کر دہ وقت اور تاریخ لکھ لی گئی اور بعد میں جب آپ کے انتقال کی خبر آئی تو آپ کے بتائے ہوئے وقت کے بالکل مطابق تھی۔ (عیون المعجزات)

⑨ وجہ انتقال

عیون المعجزات میں مرقوم ہے کہ جب حضرت ابوجعفر امام محمد تقی علیہ السلام اپنی زوجہ ام الفضل بنت مامون کے ساتھ حج کے ارادے سے چلے تو آپ کے فرزند امام ابوالحسن علی النقی علیہ السلام بھی ساتھ تھے وہ ابھی بہت کمسن تھے۔ پھر آپ نے ان کو مدینہ میں ہی چھوڑا بزرگوں کے تبرکات اسلحے وغیرہ ان کے حوالے کیے۔ اور اپنے موثق اصحاب کے سامنے ان کی نیابت وامامت پر نص فرمائی اور پھر اپنی زوجہ اُم الفضل بنت مامون کو ساتھ لئے ہوئے عراق واپس آئے۔ ادھر مامون روم کی طرف گیا ہوا تھا وہاں مقام بدیردن میں ماہ رجب ۲۱۸ھ میں انتقال کر گیا۔ یہ حضرت ابوجعفر امام محمد تقی علیہ السلام کی امامت کا سترہواں سال تھا۔ اور معتصم ابواسحاق محمد بن ہارون کی شعبان ۲۱۸ھ میں بیعت کی گئی۔

پھر معتصم حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے قتل کے لئے مختلف تدبیریں کرنے لگا چنانچہ اُس نے آپ کی زوجہ ام الفضل بنت مامون کو اپنے اعتماد میں لے لیا اور کہا کہ انہیں زہر دے دو اسکی وجہ یہ تھی کہ معتصم جانتا تھا کہ ام الفضل امام محمد تقی علیہ السلام سے خوش نہیں ہے۔ کیونکہ آپ امام علی النقی علیہ السلام کی والدہ کو اس پر فضیلت دیتے تھے۔ اور دوسری وجہ یہ کہ ام الفضل کے کوئی اولاد نہ تھی دیہ بھی اِس کے حسد کا سبب تھا۔ بہر حال اُس نے معتصم کی بات مان لی اور رازقی انگوروں میں زہر پیوست کر کے آپ کے سامنے رکھا جب آپ نے انگور کھا لئے تو اب ام الفضل کو اپنے فعل پر ندامت ہوئی اور رونے لگی۔ آپ نے فرمایا کیوں روتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تجھے ایسے عذاب اور ایسی بلا میں مُبتلا کرے گا کہ جس سے تجھے نجات نہ ملے گی۔ آپ کی بددُعا سے اس کی شرم گاہ کے مقام پر ناسور ہو گیا۔ اس کے علاج میں اِسنے اپنی ساری دولت صرف کر دی یہاں تک کہ دوسروں سے مدد چاہنے لگی۔ مگر اسی

مرض میں اس کا انتقال ہوگیا۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام روز سہ شنبہ ۵ ذی الحجہ ۲۲۰ھ کو رحلت فرمائی۔ اس وقت آپ کی عمر چوبیس سال چند ماہ تھی۔ اس لئے کہ آپ کی ولادت ۱۹۵ھ میں ہے۔

روایت میں ہے کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کو آپ کی زوجہ ام الفضل بنت مامون نے زہر دے دیا تو آپ نے اُسے بددعا دی کہ تو ایسے مرض میں مبتلا ہو کہ جس کی کوئی دوا نہ ہوسکے۔ اس کے نتیجہ میں وہ ایسے مرض میں مبتلا ہوئی کہ مختلف اطباء سے علاج کرایا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا اور وہ اسی مرض میں مرگئی۔

(مناقب آل ابی طالب ص ۳۹۱)

مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ جب معتصم نے عنان حکومت سنبھالا تو حضرت امام محمد تقی جواد علیہ السلام کے حالات کی جستجو میں لگ گیا۔ چنانچہ اس نے عبدالملک کو حکم نامہ بھیجا کہ امام محمد تقی جواد علیہ السلام اور ام الفضل کو میرے پاس روانہ کردو۔ اس کام پر علی بن یقطین کو مامور کیا گیا۔ اس نے آپ کا سامان سفر درست کیا اور آپ نے مدینہ سے بغداد کی طرف کوچ کیا۔ جب آپ بغداد پہنچے اس نے آپ کی بہت تعظیم و تکریم کی پھر اشناس کے ہاتھوں بہت سے تحفے آپ کے لئے اور ام الفضل کے لئے روانہ کئے اس کے بعد اُس نے اشناس کے ہاتھوں چکوترے کا تیار کیا ہوا شربت بھیجا۔ اور اشناس سے کہلایا کہ یہ شربت امیرالمومنین خود بھی نوش فرما چکے ہیں اور ان سے پہلے احمد بن ابی داؤد سعید بن خضیب بلکہ دیگر مشاہیر بھی اس کو استعمال کر کے دیکھ چکے ہیں۔ بہت عمدہ ہے اور آپکے لئے بھی حکم ہے کہ برف کے پانی کے ساتھ ابھی پی لیں۔ آپ نے فرمایا میں رات کو پیوں گا۔ اشناس نے کہا یہ ایسے ٹھنڈا ہی مفید رہے گا۔ آپ اسے شام تک رکھیں گے تو برف پگھل جائے گی اور نفع جاتا رہے گا۔ لہذا اسے ابھی پی لیں۔ جب اشناس نے بہت اصرار کیا تو آپ نے یہ جانتے ہوئے کہ ان کا ارادہ کیا ہے۔ وہ شربت پی لیا۔ جو آپ کے انتقال کا سبب بنا۔

۱۰ شبیہ موسیٰ و عیسیٰ

کلیم بن عمران سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں اللہ سے دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو فرزند عطا فرمائے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مجھے ایک فرزند عطا کرے گا وہی میرا وارث ہوگا۔ پھر جب حضرت

ابو جعفر علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو حضرت امام رضا علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ میرا ایک فرزند پیدا ہوا ہے جو حضرت موسیٰ سے مشابہہ ہے وہ بھی دریا کو شگافتہ کرنے والا ہے وہ حضرت عیسیٰ سے بھی مشابہہ ہے اس کی ماں بھی ویسی ہی پاک و مقدسہ ہے جیسی مادر عیسیٰ وہ بھی حضرت مریم کی طرح طاہرہ و مطہرہ ہے۔ پھر حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا مگر وہ ظلم سے شہید کیا جائے گا۔ اس پر اہل آسماں گریہ کریں گے۔ اس کے دشمن اور اس پر ظلم کرنے والے پر اللہ کا غضب نازل ہوگا۔ اور اس کے دشمن کو چند دنوں ہی میں اللہ تعالیٰ عذاب الیم میں مبتلا کرے گا اس پر سخت عتاب کرے گا۔ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام رات بھر اپنے گھوارہ میں تسبیح و تحلیل میں مشغول رہا کرتے تھے۔

(۱۱) کم سنی میں خطبۂ اوّل

حضرت امام محمد تقی جواد علیہ السلام کا رنگ بے حد گندمی تھا۔ جس وقت آپ کا سن صرف پچیس ماہ کا تھا۔ آپ مکہ میں تھے۔ لوگ پہچان نہ سکے کہ یہ کس خاندان کے ہیں تو قیافہ شناسوں کے پاس لے گئے۔ قیافہ شناس آپ کو دیکھتے ہی سجدہ میں گر پڑے اور بول اٹھے وائے ہو تم لوگوں پر اسے نہیں پہچانتے؟ اس چمکدار ستارے اور نور روشن کو ہم لوگوں کے پاس پہچاننے کے لئے لائے ہو؟ یہ تو خدا کی قسم ایک پاک و طاہر حسب و نسب والا بچہ ہے۔ یہ روشن ستاروں کے صلب اور پاک و طاہر رحم سے پیدا ہوا ہے۔ خدا کی قسم یہ بچہ ذریت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور نسل علی علیہ السلام کے علاوہ کسی دوسری نسل کا ہو ہی نہیں سکتا۔ اگرچہ اس وقت آپ کا سن صرف پچیس ماہ کا تھا مگر آپ کی زبان تلوار سے بھی زیادہ تیز چلنے لگی۔ آپ یوں گویا ہوئے۔

"اس خدا کا شکر جس نے ہمیں اپنے نور سے پیدا کیا۔ اپنی ساری مخلوقات میں سے ہمیں منتخب فرمایا اور ساری مخلوق میں اپنی وحی کا امین بنایا۔ ایہا الناس! سنو میں محمد بن علی الرضا ابن موسیٰ کاظم ابن جعفر صادق ابن محمد باقر بن علی سید العابدین ابن حسین شہید ابن امیر المومنین علی ابن ابی طالب ہوں۔ میں نسل فاطمہ زہرا بنت محمد مصطفےٰ علیہم السلام سے ہوں میرے حسب و نسب کو تم نے نہیں پہچانا اور اللہ تعالیٰ اور میرے جد بزرگوار کے متعلق تم نے شک کیا اور مجھے پہچاننے کے لئے قیافہ شناس کے پاس لائے۔ خدا کی قسم مجھے ان قیافہ شناسوں سے زیادہ ان کے اسرار و رموز کو جانتا ہوں۔ خدا کی قسم میں تمام النسا لوں

میں سب سے زیادہ علم رکھتا ہوں۔ میں حق کہتا اور سچ بولتا ہوں اللہ تعالیٰ نے یہ علم ہم لوگوں کو تمام مخلوقات کی خلقت سے پہلے اور آسمان اور زمینوں کے بنانے سے پہلے ہی عنایت کر دیا ہے۔"

"خدا کی قسم اگر اس بات کا خطرہ نہ ہوتا کہ اہل باطل اور گمراہ نسل کفر ہم پر حملہ آور ہو جائے گی اور اہل شرک و شک و نفاق ہم پر لوٹ پڑے گی تو میں ایسی ایسی باتیں بتاتا جسے سُن کر اوّلین و آخرین حیرت میں پڑ جاتے۔" اس کے بعد خود آپ نے اپنا ہاتھ اپنے مُنہ پر رکھ دیا اور فرمایا اے محمد تم بھی خاموش رہو جس طرح تمہارے آبائے کرام خاموش رہے۔ تم بھی صبر کرو جس طرح رسولان اولی العزم نے صبر کیا۔ جلدی نہ کرو ان لوگوں سے جس چیز کا وعدہ کیا گیا ہے وہ عنقریب دیکھ لیں گے۔ اور اس میں ایک پہر دن سے زیادہ وقت نہیں لگے گا اور اس وقت سوائے فاسق قوم کے کوئی اور ہلاک نہ ہوگا۔"

اس کے بعد آپ کے پہلو میں ایک شخص تھا اس کی طرف بڑھے اس کا ہاتھ پکڑا اور مجمع آپ کو راستہ دینے کے لئے پھٹتا گیا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے اس مجمع میں بڑے بڑے جلیل القدر بزرگوں کو دیکھا کہ وہ آپ کو حیرت سے دیکھ رہے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ "واللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ" خدا خوب جانتا ہے کہ وہ اپنے پیغام کا امین کس کو بنائے، راوی کا بیان ہے کہ میں نے ان بزرگوں کے متعلق پوچھا کہ یہ لوگ کون ہیں تو معلوم ہوا کہ یہ اولاد عبد المطلب اور بنی ہاشم کے اکابر و بزرگ ہیں۔

جب اس واقعہ کی خبر خراسان میں حضرت امام رضا علیہ السلام کو پہنچی تو آپ نے فرمایا "الحمد للہ"، پھر ماریہ قبطیہ کا تذکرہ کیا اور فرمایا اور اللہ کا شکر ہے کہ اسنے میرے فرزند محمد میں محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے فرزند ابراہیم کا اسوہ پیدا کیا۔

(مناقب آل ابی طالب جلد ۳ ص ۳۸۷)

بحار الانوار

باب ۲

آپ کی امامت کے متعلّق نصوص

ANSAR

۱ نصوص امام رضا علیہ السلام

جعفر بن محمد نوفلی سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت امام رضا علیہ السلام قنطرہ ابریق میں تشریف فرما تھے۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں آپ پر قربان لوگوں کا خیال ہے کہ آپ کے پدر بزرگوار زندہ ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ لوگ جھوٹے ہیں۔ اللہ ان پر لعنت کرے اگر وہ زندہ ہوتے تو نہ ان کی میراث تقسیم ہوتی اور نہ اُن کی عورتیں دوسرا نکاح کرتیں خدا کی قسم انہوں نے بھی موت کا ذائقہ اسی طرح چکھا جس طرح حضرت علی ابن ابی طالب نے ذائقہ موت چکھا ہے۔ میں نے عرض کیا اچھا پھر آئندہ کے متعلق میرے لئے کیا حکم ہے؟ فرمایا تم میرے بعد میرے فرزند محمد کے دامن سے متمسک رہنا۔ اب رہ گیا میں تو میں ایسی جگہ جا رہا ہوں جہاں سے واپس نہ آؤں گا۔

محمد بن ابی عباد جس کو فضل بن سہل نے حضرت امام رضا علیہ السلام کا کاتب مقرر کیا تھا اس کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام جب بھی اپنے فرزند محمد کا تذکرہ کرتے تو گریہ فرماتے اور کہتے کہ میرے فرزند ابو جعفر نے مجھے یہ خط لکھا اور میں نے اپنے فرزند ابو جعفر کو یہ خط لکھا جب کہ وہ بالکل کمسن تھے اور مدینہ میں تھے۔ آپ اپنے فرزند کو اپنے خط میں بھی تعظیم کے ساتھ خطاب کرتے اور ابو جعفر امام محمد تقی علیہ السلام کا خط بھی آپ کے نام انتہائی فصیح و بلیغ ہوا کرتا تھا۔ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سُنا کہ ابو جعفر میرے بعد میرے وصی اور میرے اہل خاندان میں میرے نائب و خلیفہ ہیں۔

بزنطی سے روایت ہے کہ ابن نجاشی نے مجھ سے پوچھا بتاؤ تمہارے امام کے بعد پھر کون امام ہوگا؟ یہ سُن کر میں حضرت ابو الحسن رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور ابن نجاشی کا یہ سوال آپ کے سامنے پیش کیا آپ نے فرمایا میرے بعد میرا فرزند امام ہوگا۔ پھر فرمایا کیا کسی میں اتنی جرأت ہے جو یہ کہے کہ میرا فرزند ہوگا جب کہ اُس کے کوئی فرزند نہ ہو۔

(غیبۃ الشیخ ص ۵۲)

مناقب میں بھی بزنطی سے اسی کے مثل روایت ہے۔

(مناقب جلد ۴ ص ۳۳۶)

اعلام الوریٰ میں بھی بزنطی سے اسی کے مثل روایت ہے۔ (کافی جلد ۱ ص ۳۲۰)

زکریا بن یحییٰ بن نعمان بصری سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے علی بن جعفر بن محمد کو حسن بن حسین بن علی بن الحسن سے گفتگو کرتے ہوئے سُنا۔ اثنائے گفتگو میں

انہوں نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت امام ابوالحسن علی رضا علیہ السلام کی اس وقت مدد کی جب ان کے بھائیوں اور چچاؤں نے آپ کی مخالفت کی اور اس کے بعد ایک طویل حدیث بیان کی جس کے آخر میں یہ تھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ میرے ماں باپ قربان ہوں قبیلہ نوبیہ کی اس منتخب اور پاک کنیز کے فرزند پر جس کی نسل سے وہ فرزند پیدا ہوگا جو آوارہ وطن ہونے کے علاوہ دشمنان سے اپنے آباؤ اجداد کے خون کا انتقام لے گا صاحب غیبت ہوگا۔ لوگ یہ سمجھیں گے کہ وہ مرچکا ہے یا اس وادی میں ہلاک ہوگیا ہوگا جہاں وہ وطن چھوڑ کر گیا تھا میں نے عرض کیا آپ نے سچ فرمایا اور یہ سن کر میں اٹھا اور حضرت امام محمد تقی جواد علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ میرے امام ہیں۔ میرے اس جملے پر حضرت امام رضا علیہ السلام کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

(الارشاد ص۲۹۶ کافی جلد ا ص۳۲۲)

معمر بن خلاد سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے سامنے کسی بات کا ذکر آیا تو میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا کہ تمام لوگوں کو اس کی کیا ضرورت ہے۔ یہ ابو جعفر محمد تقی جواد ہیں جن کو میں نے اپنی جگہ بٹھا دیا ہے یا جانشین بنا دیا ہے پھر فرمایا ہم اہل بیت میں چھوٹے بڑوں کی میراث بالکل ہو بہو لیتے ہیں۔

(الارشاد ص۲۹۸)

یحییٰ بن حبیب زیات سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک شخص جو حضرت امام رضا علیہ السلام کے پاس تھا اس نے مجھ سے بیان کیا کہ جب لوگ جانے لگے تو آپ نے لوگوں سے فرمایا تم لوگ جا کر (میرے فرزند) ابو جعفر سے ملاقات کرنا ان کو سلام کرنا اور ان سے تجدید عہد کرنا اور جب لوگ چلے گئے تو آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اللہ رحم کرے مفضل پر بغیر کچھ کہے ہوئے بھی اس کے لئے (اشارہ) کافی تھا۔

(ارشاد ص۲۹۹ کافی جلد ا ص۳۲۲)

محمد بن جریر نے بھی ہمارے بعض اصحاب سے اسی طرح کی روایت ہے۔

(رجال کشی ص۲۷۰ تحت رقم ص۱۵۴)

حمدویہ و ابراہیم نے محمد بن عیسیٰ سے اور انہوں نے مسافر سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے مجھ سے خراسان میں فرمایا کہ جاؤ ابو جعفر محمد تقی جواد سے ملو وہ تمہارے امام ہیں۔

(رجال کشی تحت رقم ص۳۶۰)

(۲) مولود مسعود

بزنطی سے روایت ہے کہ ابن نجاشی نے مجھ سے دریافت کیا کہ تمہارے اس امام

کے بعد کون امام ہوگا۔ (اس لئے کہ اُن کے کوئی فرزند نہیں) میں یہ چاہتا ہوں کہ تم یہ بات اپنے امام سے پوچھ کر مجھے بتاؤ۔ چنانچہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں مطلع کیا۔ آپ نے فرمایا سنو میرے بعد امام میرا فرزند ہوگا اور کیا کسی میں یہ جرأت ہے جو یہ کہے کہ میرا فرزند امام ہوگا۔ جب کہ اسکا کوئی فرزند بھی نہ ہو۔ اور واقعتاً ابھی حضرت ابو جعفر علیہ السلام پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ مگر چند ہی دن گزرے تھے کہ پیدا ہوئے۔

(کافی جلد ۱ صفحہ ۳۲۰ ارشاد صفحہ ۲۹۸)

یحییٰ صنعانی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ مکہ میں ہم لوگ حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ کیلا چھیل کر حضرت ابو جعفر علیہ السلام کو کھلا رہے ہیں میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان یہ ہیں آپ کے مولود مسعود، فرمایا ہاں اے یحییٰ یہ وہ مولود ہے کہ جس کا مثل اسلام میں کوئی پیدا نہیں ہوا۔ یہ ہمارے شیعوں کے لئے بڑا بابرکت مولود ہے۔

محمد بن عمر بن رفات نے ابن قیاما سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت امام محمد تقی علیہ السلام پیدا ہوئے تو میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ فرزند عطا کیا ہے جو میرا بھی وارث ہوگا اور آل داؤد کا بھی وارث ہوگا۔

ابن اسباط و عباد بن اسماعیل دونوں کا بیان ہے کہ ہم لوگ حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ کے فرزند حضرت ابو جعفر امام محمد تقی علیہ السلام تشریف لائے۔ ہم لوگوں نے عرض کیا ماشاء اللہ یہ بچہ بہت مبارک ہے آپ نے فرمایا ہاں یہ وہ مولود ہے کہ اسلام میں اس زیادہ بابرکت کوئی اور بچہ پیدا نہیں ہوا۔

حسین بن یسار کا بیان ہے کہ ابن قیاما واسطی نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو ایک خط لکھا اور اس میں یہ تحریر کیا کہ آپ کیسے امام ہو سکتے ہیں آپ کے تو کوئی فرزند ہی نہیں (جو آگے اس سلسلہ کو بڑھائے) حضرت امام رضا علیہ السلام نے اس کو جواب میں تحریر کیا۔ تجھے کیسے معلوم کہ میرے کوئی فرزند نہ ہوگا؟ خدا کی قسم چند ہی دنوں میں اللہ مجھے ایسا فرزند دینے والا ہے جو حق و باطل میں فرق پیدا کر دے گا۔

(ارشاد صفحہ ۲۹۸ کافی جلد صفحہ ۳۲۰)

ابو یحییٰ صنعانی کا بیان ہے کہ میں حضرت ابوالحسن امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ نے اپنے فرزند ابو جعفر کو بلایا وہ اس وقت بچے تھے۔ آپ نے فرمایا دیکھو یہ وہ بچہ ہے کہ اس سے زیادہ بابرکت کوئی اور بچہ ہمارے شیعوں کے لئے نہیں ہے۔ ارشاد صفحہ ۲۹۸ کافی جلد صفحہ ۳۲۰

۳ نبوت و امامت کیلئے عمر کی قید نہیں

ابن اسباط سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو جعفر محمد تقی جواد علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے تو میں اُن کی طرف اور اُن کے سر اور پاؤں کی طرف دیکھنے لگا تاکہ میں اہل مصر سے آپ کا حلیہ بیان کر سکوں۔ پھر جب بیٹھ گئے تو فرمایا اے علی اللہ تعالیٰ نے جس طرح نبوت کی کچھ علامتیں رکھی ہیں اِس طرح امامت کی بھی کچھ علامتیں رکھی ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ حضرت یحییٰ کے متعلق فرماتا ہے (سورہ مریم نمبر ۱۲) میں نے بچپن میں اُن کو نبوت عطا کی دیگر انبیاء کے لیے ارشاد ہے۔

سورہ الاحقاف آیت ۱۵ جب وہ پختگی کو پہنچے اور سن چالیس سال کا ہو گیا۔ اِن دونوں آیتوں کے پیش نظر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی کو اللہ بچپن میں ہی نبی یا امام بنا دے اور یہ بھی ممکن ہے کہ چالیس سال کے بعد بنائے۔

صفوان بن یحییٰ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا۔ حضرت تقی جواد کی ولادت سے پہلے میں آپ سے پوچھا کرتا تھا اور فرمایا کرتے کہ اللہ مجھے بھی ایک بیٹا دے گا۔ لیجیئے اللہ نے آپ کو فرزند دیا جسے دیکھ کر ہم لوگوں کی آنکھوں کو ٹھنڈک ملی۔ اول تو اللہ آپ ہی کو باقی کوئی بُرا دن نہ دکھاتے لیکن اگر وہ ہونے والی بات ہو ہی جائے تو ہم لوگ کس کیطرف رجوع کریں؟ آپ نے حضرت ابو جعفر محمد تقی جواد کی طرف اشارہ کیا جو آپ کے سامنے کھڑے ہوئے تھے میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان ابھی تو یہ صرف تین سال کے ہیں؟ آپ نے فرمایا اِس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ حضرت عیسیٰ تو تین سال سے بھی کم عمر میں نبی بن گئے تھے۔

(ارشاد صہ ۲۹۷ کافی جلد ا صہ ۳۲۱)

خیرانی سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں خراسان میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے پاس کھڑا تھا کہ ایک شخص نے آپ نے پوچھا۔ مولا! اگر خدانخواستہ آپ کو کچھ ہو گیا تو پھر ہم کس کی طرف رجوع کریں؟ آپ نے فرمایا میرے فرزند ابو جعفر کی طرف، اور پوچھنے والا ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے حضرت ابو جعفر علیہ السلام کو کمسنی کی وجہ سے قابل امامت نہیں سمجھ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو رسول اور صاحب شریعت اِس وقت بنایا جب وہ میرے فرزند ابو جعفر سے بھی زیادہ کمسن تھے۔

(الکافی جلد ا صہ ۳۲۲) (الارشاد صہ ۲۹۹)

ابراہیم بن ابی محمود سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ طوس میں حضرت علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام کے پس پشت کھڑا ہوا تھا کہ ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ اگر آپ کو خدانخواستہ کوئی حادثہ ہو جائے تو پھر کس کی طرف رجوع کیا جائے؟ آپ نے فرمایا میرے فرزند محمد کی طرف سوال کرنے والا حضرت امام محمد تقی جواد کو بہت کمسن سمجھ کر ناقابل امامت سمجھ رہا تھا۔ حضرت ابوالحسن علی بن موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو نبی اور صاحب شریعت بنایا اس وقت ان کا بھی سن نہ تھا جتنا سن میرے فرزند ابوجعفر محمد تقی جواد کا ہے جو اس وقت حافظ شریعت بن رہا ہے۔

(کفایۃ الاثر ص ۲۲۴)

عبداللہ بن جعفر سے روایت ہے کہ ایک بار ہم اور صفوان بن یحییٰ حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ کے سامنے آپ کے فرزند ابوجعفر محمد تقی علیہ السلام کھڑے تھے جن کا سن ابھی تین سال کا تھا۔ ہم لوگوں نے عرض کیا اگر خدانخواستہ آپ کو کوئی حادثہ ہو جائے تو پھر آپ کے بعد امام کون ہو گا؟ آپ نے فرمایا یہ میرا فرزند اور یہ کہہ کر آپ نے حضرت ابوجعفر علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا ہم لوگوں نے عرض کیا۔ اس کمسنی میں امام؟ آپ نے فرمایا ہاں ہاں اسی کمسنی میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو اس وقت مبعوث کیا جب وہ فقط دو سال کے تھے۔ (پھر یہ تو تین سال کے ہیں۔)

(کفایۃ الاثر ص ۲۲۴)

۴ نص امام موسیٰ بن جعفر

ابن سنان سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے عراق جانے سے پہلے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہاں آپ کے فرزند حضرت امام علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام بھی تشریف فرما تھے۔ آپ نے مجھے دیکھا تو فرمایا اے محمد امسال ایک حادثہ رونما ہو گا مگر تم اس سے پریشان نہ ہونا۔ میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان وہ کیا ہو گا یہ کہہ کر تو آپ نے مجھے قلق میں مبتلا کر دیا۔ فرمایا مجھے اس ظالم کے پاس جانا پڑے گا مگر نہ وہ مجھے گزند پہنچا سکے گا نہ اس کے بعد آنے والا۔ میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان پھر کیا ہو گا؟ فرمایا اللہ ظالم کو گمراہی پر چھوڑ دے گا۔ اور اللہ جو چاہے گا کرے گا۔
میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان وہ کیا کرے گا؟ فرمایا کہ جو شخص میرے اس

فرزند کے حق پر ظالمانہ قبضہ کرے گا اور میرے بعد اس کی امامت سے انکار کرے گا وہ اس شخص کے مانند ہوگا جس نے حضرت علی ابن ابی طالب کے حق پر ظالمانہ قبضہ کیا اور اُن کے حق سے انکار کیا بعد وفات رسول۔ میں نے عرض کیا خدا کی قسم اگر میں زندہ رہا تو اس کے حق کو تسلیم کروں گا اور اس کی امامت کا اقرار کروں گا۔ فرمایا اے محمد تم نے سچ کہا اللہ تعالیٰ تمہاری عمر بڑھائے گا اور تم اس کے حق کو تسلیم کروگے۔ میں نے عرض کیا وہ کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا اس کا فرزند محمد ہوگا میں نے عرض کیا میں خوشی خوشی اسے تسلیم کروں گا۔

رجال کشی میں بھی محمد بن سنان سے اسی کے مثل روایت ہے۔

⑤ ایک وقت میں دو امام

ابن قیاما واسطی جو واقفی الاعتقاد شخص تھا اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا کہ کیا ایک وقت میں دو امام ہو سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں مگر ایک زمانہ میں اگر دو رہے تو ایک صامت و خاموش ہوگا دوسرا ناطق میں نے کہا مگر آپ ناطق امام ہیں آپ کے ساتھ کوئی صامت امام نہیں؟ فرمایا ہاں مجھے اللہ فرزند دے گا۔ جو حق و اہل حق کی حقانیت کو ثابت کرے گا اور باطل و اہل باطل کے خیالات کو مٹا دے گا یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ کے کوئی فرزند نہ تھا اور اس کے ایک سال بعد حضرت ابو جعفر محمد تقی جواد علیہ السلام پیدا ہوئے۔

ارشاد ص۲۹۸ کافی جلد ا ص۳۲۱

حمدویہ بن نصیر نے حسن بن موسیٰ سے انہوں نے ابن ابی نجران سے انہوں نے حسین بن یسار سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم اور ابن قیامہ نے مقام صریا پر حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے ملاقات کی اجازت چاہی آپ نے اجازت دی اور کہا تم لوگ بھی اپنی حاجتوں سے فارغ ہو لو۔ تو حسین بن قیاما نے سوال کیا یہ بتائیں کہ زمین کبھی امام سے خالی رہے گی؟ آپ نے فرمایا نہیں ابن قیاما نے پوچھا اچھا یہ بتائیں کہ یک وقت دو امام ہو سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ لیکن اگر دو ہوں گے بھی تو ایک صامت اور خاموش رہے۔ اس نے کہا مجھے معلوم ہو گیا کہ آپ امام نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا تجھے یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں امام نہیں ہوں؟ اس نے کہا اس لئے کہ آپ کے کوئی فرزند نہیں امامت اولاد میں چلتی ہے آپ نے فرمایا خدا کی قسم چند ہی دن بعد میرے صلب سے ایک فرزند پیدا ہوگا۔ وہ میرا قائم مقام ہوگا۔ وہ حق کو ثابت کرے گا اور باطل کو مٹا دے گا۔ رجال کشی ص۴۲۷

(۶) پشت پر مہر امامت

حسن بن جہم کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت ابوالحسن امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا آپ نے اپنے فرزند کو بلایا جو ابھی بچے تھے انہیں اپنی آغوش میں بٹھایا اور مجھ سے فرمایا ذرا اس کی قمیض اتارو میں نے قمیض اتار ی تو فرمایا ذرا اس کے دونوں شانوں کے درمیان پشت پر دیکھنا۔ میں نے دیکھا تو ایک شانے پر مہر کے مانند گوشت کے اندر ایک نشان سا تھا۔ آپ نے فرمایا کیا تم یہ دیکھ رہے ہو ایسا ہی نشان اسی مقام میرے پدر بزرگوار کے شانے پر بھی تھا۔

(کافی جلد ا ص ۳۲۱ ارشاد ص ۲۹۸)

(۷) تفویض امامت

یزید بن سلیط سے روایت ہے کہ ہم لوگ عمرہ کی نیت سے چلے تو راستہ میں حضرت ابوابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی۔ میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان کیا اس مقام کے بارے میں جہاں ہم لوگ اسوقت ہیں کچھ آپ کو یاد ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ کیا تمہیں بھی یہ مقام یاد ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں میں اور میرے والد کی ملاقات آپ سے اسی مقام پر ہوئی تھی آپ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ اور آپکے دیگر برادران بھی آپ کے ساتھ تھے میرے والد نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے عرض کیا تھا میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ سب کے سب آئمہ ہیں اور پاک ہیں۔ لہٰذا آپ کچھ ارشاد فرمادیں تاکہ میں اپنے ورثا سے کہہ جاؤں تاکہ وہ گمراہ نہ ہوں۔ آپ نے فرمایا ہاں ٹھیک ہے۔ اے ابوعمارہ سنو۔ یہ سب میری اولاد ہیں مگر یہ ان سب کا سردار ہے اور یہ کہہ کر انہوں نے آپ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا اس کے پاس حکم و فہم ہے جسکی آپ لوگوں کو ضرورت ہے اس کے پاس سخاوت و معرفت ہے اور ہر وہ شے ہے جس میں ہم لوگ اپنے دینی اور دنیاوی امور میں اختلاف کرتے ہیں اس میں حسن خلق ہے پڑوس کے ساتھ اچھا سلوک ہے یہ اللہ کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ اس میں ہر آخری خیر اور خوبی موجود ہے۔

میرے والد نے عرض کیا وہ کیا ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ اسی کے صلب سے اور اس امت کا غوث، اس کا غیاث، اس کا علم، اس کا نور پیدا کرے گا۔ یہ بہترین مولود ہے اس کی وجہ سے آپس کی خونریزی ختم ہوگی۔ باہم صلح ہوجائے گی افتراق استحاد سے بدل جائیگا

لوگوں کو تن ڈھکنے کے لئے کپڑا اور پیٹ بھرنے کیلئے روٹی ملے گی۔ خوف و ہراس دور ہو گا۔ اِس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بادل کو برسائے گا۔ اپنے بندوں پر رحم کرے گا۔ یہ ہر پیر و جوان سے بہتر ہو گا۔ اس کی گفتگو پر از حکمت اس کی خاموشی پر از علم ہو گی لوگوں کے درمیان جس مسئلہ میں اختلاف ہو گا یہ اس کو واضح کرے گا۔ وہ سن بلوغ تک پہنچنے سے پہلے ہی اپنے قبیلہ و خاندان کا سردار شمار کیا جائے گا۔

میرے والد نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان یہ بتائیں کہ کیا اس کے کوئی فرزند ہو گا کہ جس سے اس کے بعد یہ سلسلہ چلے؟ آپ نے فرمایا ہاں مگر پھر اس کے بعد سلسلہ کلام منقطع ہو گیا تھا

یزید کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان جس طرح آپ کے پدر بزرگوار نے بتایا تھا آپ بھی بتائیں۔ آپ نے فرمایا دراصل بات یہ ہے کہ میرے پدر گوار کا زمانہ اور تھا اور یہ زمانہ اور ہے۔ میں نے عرض کیا جو شخص آپ کی اس بات پر راضی و خوش نہ ہو اس پر اللہ کی لعنت۔ یہ سن کر حضرت ابو ابراہیم علیہ السلام مسکرائے پھر فرمایا اے ابو عمارا چھا اب میں تمہیں بتاتا ہوں۔ لو سنو جب میں اپنے گھر سے نکلا تو میں نے اپنے فلاں فرزند کو اپنا واقعی وصی بنایا مگر بظاہر اس میں اپنی اور اولادوں کو بھی شریک کر دیا۔ مگر بہ باطن میں نے صرف اسی کو وصی بنایا۔ سنو اگر یہ وصی بنانا میرے اختیار میں ہوتا تو میں قاسم کو اپنا وصی بناتا اس لئے کہ مجھے اس سے زیادہ انس و محبت ہے مگر یہ سب حکم خدا سے ہوتا ہے وہ جسے چاہے یہ عہدہ سپرد کرے اور اس حکم خدا کی خبر دینے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (خواب میں) میرے پاس آئے تھے۔ مجھے انہوں نے میرے وصی و جانشین کی نشاندہی کر دی اور یہ بھی بتلا دیا کہ اس کے بعد کون ہو گا۔ در ہم لوگوں کا یہ اصول ہے کہ جب تک خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام تشریف لا کر بتلا نہیں جاتے ہم لوگ کسی کو اپنا وصی یا نائب نہیں بناتے۔

چنانچہ میں نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں آپ کے پاس ایک انگوٹھی۔ ایک تلوار، ایک عصا ایک کتاب اور ایک عمامہ ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ سب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا عمامہ الٰہی سلطنت کی نشانی ہے۔ تلوار اللہ کی طاقت کی پہچان اور کتاب اللہ کے نور کی علامت ہے۔ عصا اللہ کی قوت کا نشان ہے اور انگوٹھی ان سب چیزوں کی جامع ہے۔ پھر فرمایا کہ اب (تمہاری امامت کی مدت ختم ہو رہی ہے) یہ عہدہ تم سے لے کر دوسروں کو دیا جائے گا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے بھی دکھلائیں کہ وہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ عہدہ اگر محبت کی بنا پر تقسیم ہوتا تو تمہارے پدر کو تم سے زیادہ

تمہارے بھائی اسماعیل سے محبت تھی۔ مگر یہ حکم تو اللہ کی طرف سے آتا ہے۔

پھر حضرت ابوابراہیم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے اسی خواب میں اپنی زندہ اور مردہ سبھی اولاد کو دیکھا اور مجھ سے حضرت امیرالمومنین نے میرے فرزند علی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ ہے ان سب کا سردار یہ مجھ سے ہے میں اس سے ہوں اور اللہ تمام محسنین کے ساتھ ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد حضرت ابوابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اے یزید یہ جو کچھ میں تم سے کہہ رہا ہوں یہ ایک امانت ہے یہ کسی کو نہ بتانا ہاں اگر کوئی عقلمند مل جائے۔ یا ایسا کوئی بندہ مل جائے جس کی سچائی و صداقت کو تم خود جانتے ہو تو اسے بیان کر دینا۔ اور اگر میرے اس قول پر تم سے کوئی گواہی چاہے تو تم گواہی دینا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ان اللہ یامرکم ان تودوا الامانات الی اھلھا سورہ النساء آیت نمبر ۵۸

پھر فرماتا ہے۔ ومن اظلم ممن کتم شھادۃ عندہ من اللہ البقرہ آیت نمبر ۱۴۰

راوی کا بیان ہے کہ حضرت ابوابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ پھر میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان مجھے ان تمام میں سے دیکھا دیجئے کہ وہ کون ہے۔ آپ نے فرمایا یہ ہے جو اللہ کے عطا کردہ نور سے دیکھتا ہے اللہ کی دی ہوئی فہم و فراست سے سنتا ہے۔ اللہ کی دی ہوئی حکمت سے بولتا ہے۔ اس کی رائے ہمیشہ صائب ہوگی کبھی غلط نہ ہوگی۔ وہ صاحب علم ہے جہالت سے دور ہے اور لو دیکھو یہ وہ ہے یہ کہہ کر آپ نے میرے فرزند علی کا ہاتھ پکڑا۔ اس کے بعد فرمایا۔ اب بہت کم دن اس کے ساتھ رہو گے۔ لہذا جب تم اپنے سفر سے واپس آؤ تو وصیت کر لینا اپنے معاملات کو درست کر لو جو امور تمہیں انجام دینے ہیں ان سب سے فارغ ہو جاؤ۔ اس لئے کہ اب تم یہاں نکل کر دوسروں کے پڑوس میں جاؤ گے۔ اور جب تم کو دوسرے پر دیس میں جانا ہو تو علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام کو کہہ دینا وہ تمہیں غسل دے گا، کفن پہنائے گا۔ اور یہ امر اس کے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا یہ ہمیشہ سے دستور چلا آرہا ہے کہ معصوم کو معصوم ہی غسل دیتا ہے۔)

پھر حضرت ابوابراہیم علیہ السلام نے فرمایا سنو مجھے اس سال واپس لے لیا جائیگا اور اب یہ امامت میرے فرزند علی کو ملے گی۔ اور اس کا نام علی ہے تو اس میں علی کی خصوصیات بھی ہیں۔ اس لئے کہ علی اول حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں اور علی ثانی حضرت

علی ابن الحسین علیہ السلام ہیں۔ اور میرے اس علی کو علی اوّل کا فہم ان کی حکمت، ان کی نگاہ۔ ان کی دینی محبت ملی ہے اور علی ثانی سے اس کو مصائب پر صبر ملا ہے۔ ہارون کے انتقال کے بعد کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ ان سے چار سال تک کلام کرے (چار سال میں انکو صبر آتا ہے)۔

پھر فرمایا اے یزید اب پھر جب تم یہاں سے گذرو اور اس سے تمہاری ملاقات ہو اور تم سے اس کی یقیناً ملاقات ہوگی تو اسے خوشخبری سُنا دینا اللہ تعالیٰ اس کو ایک فرزند بابرکت وامانت دار اور گناہوں سے محفوظ عطا کرے گا۔ اور وہ تم کو خود بتائے گا کہ تم یہاں مجھ سے مل چکے ہو اور جب ایسا ہو تو پھر انہیں بتا دینا کہ وہ کنیز جس کے بطن سے تمہارا یہ فرزند پیدا ہوگا۔ وہ ماریہ قبطیہ کے خاندان سے ہوگی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیز تھیں۔ اور جب وہ تمہیں ملیں تو انہیں میری طرف سے سلام کہہ دینا۔

یزید کا بیان ہے کہ حضرت ابوابراہیم موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی وفات کے بعد میں حضرت علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام سے ملا۔ آپ نے بغیر میرے کچھ کہے ہوئے خود فرمایا اے یزید عمرہ کے متعلق تمہارا کیا ارادہ ہے؟ میں نے عرض کیا آپ پر میرے ماں باپ قربان جیسی آپ کی مرضی۔ مگر میرے پاس اخراجات سفر نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا سبحان اللہ جب میں تم سے چلنے کو کہہ رہا ہوں تو کیا تمہارے اخراجات نہ دُوں گا۔ یزید کا بیان ہے کہ پھر ہم لوگ عمرہ کی نیت سے نکلے اور اس مقام پر پہنچے تو آپ نے فرمایا اے یزید اس مقام سے تو تم عمرہ کے سفر میں کئی مرتبہ گزرے ہو۔ میں نے عرض کیا جی ہاں اور پھر آپ سے میں نے پورا قصہ بیان کیا۔

آپ نے فرمایا مگر ابھی تک تو وہ کنیز آئی نہیں۔ جب ملے گی تو اسے سلام پہنچا دوں گا۔ اس کے بعد ہم دونوں مکہ پہنچے اور آپ نے وہ کنیز وہاں اسی سال خریدی اور کچھ ہی دن بعد حاملہ ہوئیں اور ان کے بطن سے ایک فرزند پیدا ہوا۔ یزید کا بیان ہے کہ حضرت علی ابن موسیٰ رضا کے دوسرے بھائی یہ چاہتے تھے کہ اپنے باپ کے وارث صرف یہی لوگ رہیں۔ اس لئے وہ لوگ بلا سبب اُس کے دشمن بن گئے اسحاق بن جعفر نے ان لوگوں سے کہا خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مجلس میں اسی جگہ بیٹھتے ہیں کہ جہاں ہم لوگوں کے بیٹھنے کی مجال نہیں۔

(کافی جلد ۱ ص ۲۱۶-۲۱۵)

کتاب الامامۃ والتبصرہ تالیف علی ابن بابویہ میں عبداللہ بن محمد شامی سے بھی اسی کے مثل روایت ہے۔

(عیون اخبار الرضا ص ۲۶-۲۳)

۸ ثقل زبان

معمر بن خلاد سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے اسماعیل بن ابراہیم کو حضرت امام رضا علیہ السلام سے عرض کرتے ہوئے سُنا وہ کہہ رہا تھا کہ میرے لڑکے کی زبان میں کچھ گرانی آگئی ہے کل میں اسے آپ کی خدمت میں بھیجوں گا۔ آپ ذرا اس کے سر پر ہاتھ پھیر دیں گے۔ اور اس کے لئے دُعا کر دیں گے وہ بھی آپ ہی کا غلام ہے آپ نے فرمایا وہ میرے فرزند ابو جعفر کا غلام ہے کل اسے میرے پاس بھیجنے کے بدلے ابو جعفر کے پاس بھیجو۔

(الکافی جلد ا صـ ۳۲۲)

۹ علی بن جعفر بن محمد کی عقیدت

محمد بن حسن بن عمار سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ مدینہ میں علی بن جعفر بن محمد کے پاس بیٹھا ہوا تھا میں ان کے پاس دو سال سے مقیم تھا اور وہ روایات میں ان سے سُن کر لکھ رہا تھا جو انہوں نے اپنے بھائی حضرت ابو الحسن علیہ السلام سے سنی تھیں کہ ناگاہ مسجد میں حضرت ابو جعفر محمد تقی جواد بن امام علی الرضا علیہ السلام تشریف لائے یہ دیکھتے ہی وہ پا برہنہ بغیر دوش پر رداڈالے ہوئے دوڑے اور آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا ان کی بہت تعظیم وتکریم کی۔ حضرت ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا چچا جان اللہ آپ پر رحم فرمائے بیٹھ جائیں انہوں نے کہا مولا و آقا آپ کھڑے ہیں میں کیسے بیٹھوں۔

پھر جب علی بن جعفر بن محمد وہاں سے واپس آکر اپنی جگہ بیٹھے تو اُن کو زجر و توبیخ کرنے لگے اور کہنے لگے آپ ان کے باپ کے چچا ہیں۔ بزرگ ہیں۔ اور اُن کی اتنی تعظیم وتکریم ؟ آپ نے فرمایا خاموش۔ پھر اپنی ریش مبارک پکڑ کر کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے میری بوڑھی داڑھی کو اہل نہ سمجھا اور اس نوجوان کو امامت کا اہل سمجھا اور اپنا عہدہ جس کو دینا تھا دیا تو کیا میں اس کے فضل و شرف سے انکار کر دوں۔ میں ان باتوں سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں بلکہ میں تو اس نوجوان کا ایک خادم و عبد ہوں۔

(الکافی جلد ا صـ ۳۲۲)

بحار الانوار

باب ۳

معجزاتِ امام علیہ السلام

ANSAR

(۱) علم قیافہ سے ثبوت امامت

علی بن اسباط سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوجعفر محمد تقی جواد علیہ السلام میری طرف سے ہوکر گزرے تو میں نے ان کے سر اقدس سے لیکر اُن کے پائے مبارک تک بغور دیکھا تاکہ مصر میں پہنچ کر اپنے اصحاب سے آپ کا پورا حلیہ بیان کروں گا۔ مگر انہیں دیکھتے ہی میں گر پڑا۔ اور دل میں کہا۔ واقعاً اللہ تعالیٰ نے جس طرح نبوت کی علامات مقرر کی ہیں۔ اسی طرح امامت کے لئے بھی کچھ علامات ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت یحییٰ کے لئے ارشاد فرماتا ہے۔ واتیناہ الحکم صبیا سورہ مریم آیت ۱۳ اور عام انبیا کے لئے ارشاد فرماتا فلما بلغ اشدہ وبلغ اربعین سنۃ (سورہ یوسف ۲۴) ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ بچپن میں بھی نبوت و امامت عطا ہوتی ہے اور چالیس برس کے بعد بھی نبوت و امامت ملا کرتی ہے۔

(البصائر الدرجات)

معلی بن محمد نے بھی ابن اسباط سے یہی روایت کی ہے۔

(مناقب جلد ۴ ص ۳۸۹)

خرائج وجرائح میں بھی ابن اسباط کی یہ روایت موجود ہے۔

معلی بن محمد نے بھی ابن اسباط سے یہ روایت کی ہے۔

(ارشاد ص ۳۴۰) (الکافی جلد ا ص ۴۹۴)

اور کتاب "معرفت ترکیب جسد" میں حسین بن احمد تیمی سے روایت کہ حضرت ابوجعفر ثانی امام محمد تقی علیہ السلام نے دور مامون میں ایک فصد کھولنے والے کو بلایا اور اس سے کہا کہ رگِ زاہر میں فصد کھول دے اس نے کہا مولا یہ رگ تو مجھے معلوم نہیں کہ وہ کہاں کون سی ہے اور نہ اس رگ کا کبھی میں نے نام سنا ہے۔ آپ نے اس رگ کی نشاندہی فرمائی اور اس نے فصد کھولی۔ تو اس میں سے زرد رنگ کا پانی نکلا اور اتنا نکلا کہ پورا طشت بھر گیا۔ پھر آپ نے فرمایا اب اس کو بند کردو اور اس طشت کو خالی کردو پھر دوسری رگ سے خون نکلوایا پھر فرمایا اب اس کو بھی باندھ دو جب اس نے اس رگ کو بھی باندھ دیا تو آپ نے اس کو ایک دینار دینے کا حکم دیا۔ اس فصاد نے ایک دینار لے لیا اور یوحنا بختشوع کے پاس آیا اور سارا قصہ بیان کیا اس نے کہا خدا کی قسم جب سے میں نے علم طب حاصل کیا اس رگ کا تو کبھی نام ہی نہیں سنا تھا لیکن یہاں فلاں نام کا اسقف ہے وہ بہت بوڑھا اور رسیدہ ہے چلو اس کے پاس چلتے ہیں۔ شاید اس کو معلوم ہو۔ یہ دونوں اسقف کے پاس گئے اور سارا قصہ بیان کیا وہ تھوڑی دیر گردن جھکا کر پوچھتا رہا اس کے بعد بولا۔

ہو سکتا ہے کہ وہ شخص جس کی فصد تو نے کھولی ہے وہ نبی ہو یا ذریت نبی ہو۔

قاسم بن عبد الرحمٰن جو زیدی مذہب کا تھا اس کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ بغداد گیا اور ابھی وہیں قیام تھا ایک دن دیکھا کہ لوگ کسی کے استقبال کے لئے راستوں پر کھڑے ہوئے ہیں میں نے پوچھا کون آرہا ہے؟ لوگوں نے کہا ابن رضا ابن رضا تشریف لا رہے ہیں۔ میں نے کہا اگر وہ آرہے ہیں تو خدا کی قسم میں بھی انہیں دیکھوں گا۔ (تھوڑی دیر میں) وہ ایک گھوڑے یا گھوڑی پر سوار نمودار ہوئے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ گروہ امامیہ پر اللہ کی لعنت جو یہ کہتا ہے کہ اللہ کی طرف سے ان کی اطاعت فرض ہے۔ ابھی میرے دل میں یہ بات آئی ہی تھی کہ حضرت ابو جعفر علیہ السلام میری جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا اے قاسم بن عبد الرحمٰن ابشرا منا واحدا نتبعہ انا اذا لفی ضلال وسعر (سورہ القمر آیت ۲۴) میں نے کہا بخدا یہ جادوگر معلوم ہوتے ہیں۔ جونہی میرے دل میں یہ خیال آیا آپ پھر متوجہ ہوئے اور فرمایا ءالقی الذکر علیہ من بیننا بل ھو کذاب اشر (سورہ القمر آیت ۲۵)

راوی کا بیان ہے پھر میں بغداد سے نکلا تو اس حالت میں کہ ان کی امامت کا قائل تھا گواہی دیتا تھا کہ واقعاً یہ اللہ کی مخلوق پر اللہ کی طرف سے حجت ہیں اور میں آپ کا معتقد ہو گیا۔

یحییٰ بن عمران سے روایت ہے کہ اہل رے کی ایک جماعت جو ہمارے اصحاب میں سے تھی۔ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس میں ایک شخص زیدیہ فرقہ کا شامل ہو گیا تھا۔ ان لوگوں نے اپنے اپنے مسائل دریافت فرمائے اسی اثنا میں آپ نے اپنے غلام سے فرمایا اس شخص کا ہاتھ پکڑ اور باہر نکال دو۔ اس زیدی نے کہا۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ وانک حجۃ اللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی اللہ کے سوا اس ایک اللہ کے اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور آپ حجت خدا ہیں۔ (الخرائج والجرائح)

نبان بن نافع کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام سے عرض کیا میں آپ پر قربان آپ کے بعد امام اور صاحب امر کون ہوگا؟ فرمایا اے ابن نافع وہ ابھی اس دروازے سے تمہارے پاس آئے گا۔ اور جس طرح میں اپنے بزرگوں کا وارث ہوا تھا اسی طرح وہ بھی ان سب چیزوں کا وارث ہوگا۔ وہی میرے بعد حجت خدا ہوگا۔ ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ حضرت محمد بن علی رحضرت تقی جواد علیہ السلام آئے جب آپ نے مجھ کو دیکھا تو فرمایا اے ابن نافع میں تم سے ایک حدیث کیوں نہ بیان کردوں سنو۔ ہم گروہ ائمہ جب بطن مادر میں رہتے

ہیں۔ تو چالیس دن تک بطن مادر سے ہماری آواز سنائی دیتی ہے اور جب بطن مادر میں چار مہینے ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہمارے سامنے سے روئے زمین کے سارے پردے اٹھا دیتا ہے اور پھر بارش کا ایک قطرہ خواہ مفید ہو خواہ مضر اس کی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہوتا۔ اب تمہارا یہ کہنا کہ اے ابوالحسن آپ کے بعد حجت زمان و حجت عصر کون ہوگا؟ تو سنو جس کے متعلق تمہیں ابوالحسن نے بتایا وہی تم پر امام اور حجت ہوگا۔ میں نے کہا پھر میں سب سے اس کو تسلیم کراؤں گا۔

اس کے بعد حضرت ابوالحسن علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا اے ابن نافع اُن کو سلام کرو۔ ان کا واجب الاطاعت ہونے کا یقین کرو ان کی روح میری روح ہے اور میری روح رسول اللہ صلی اللہ و آلہ وسلم کی روح ہے۔

(۲) عصا کی گواہی

محمد بن ابی العلا سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ جب میں یحییٰ بن اکثم قاضی سامرہ سے علوم آل محمد کے متعلق خوب بحث و مناظرہ اور گفتگو کر چکا تو اسکو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ایک دن میں قبر نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے طواف کے لئے پہنچا تو دیکھا کہ محمد بن علی الرضا بھی قبر نبی کا طواف فرما رہے ہیں میرے ذہن میں چند مسائل تھے میں نے آپ سے اس کے متعلق بحث کی اس کے بعد کہا میں آپ سے صرف ایک بات اور پوچھنا چاہتا ہوں اور اس کے پوچھنے میں مجھے کوئی شرم نہیں ہے آپ نے فرمایا میں تمہارے پوچھنے سے پہلے ہی بتا دوں کہ تم کیا پوچھنا چاہتے ہو۔ تم یہ پوچھنا چاہتے ہو کہ امام زمانہ کون ہے؟ میں نے کہا قسم بخدا میں یہی پوچھنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا وہ امام زمانہ میں ہوں۔ میں نے کہا علامت کیا ہے؟ آپ کے ہاتھ اس وقت ایک عصا تھا۔ وہ عصا بول اٹھا کہ میرا یہ آقا ہی امام زمانہ ہے اور یہی حجۃ اللہ ہے۔

(الکافی جلد ا صـ ۳۵۳)

محمد بن ابی العلا سے اسی کے مثل روایت ہے۔ (مناقب جلد ۴ صـ ۳۹۳)

(۳) ازالۂ شکوک

حضرت ابو جعفر امام محمد تقی علیہ السلام کے غلام عسکر کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے اپنے دل میں کہا سبحان اللہ میرے مولا کا رنگ

کس قدر زیادہ گندمی ہے ان کے جسم سے نور کی شعاعیں پھوٹ رہی ہیں۔ عسکر کا بیان ہے کہ ابھی یہ خیال میرے دل میں آہی رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ آپ کا جسم طول وعرض میں بڑھنے لگا یہاں تک کہ پورا ایوان چھت تک بھر گیا اور چاروں طرف کی دیواروں تک پہنچ گیا۔ پھر دیکھا کہ آپ کے جسم کا رنگ کالی رات کی مانند سیاہ ہوا۔ پھر برف کی طرح سفید ہوگیا پھر سرخ ہوگیا۔ پھر درخت کے پتوں کی طرح سبز ہوگیا۔ اس کے بعد آپ کا جسم گھٹنے لگا اور گھٹتے گھٹتے اپنی اصلی حالت پر آگیا اور آپ کے جسم کا رنگ بھی جیسا پہلے تھا۔ ویسا ہی ہوگیا۔ پھر آپ نے مجھ سے پکار کر کہا اے عسکر تم لوگ شک کرتے ہو میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں۔ تم لوگوں کے اعتقاد میں ضعف آرہا ہے میں اسے قوی کر رہا ہوں۔ قسم بخدا ہم لوگوں کی حقیقی معرفت اسی کی ہوگی جس پر اللہ نے کرم فرمایا ہے۔ اور اس کو ہماری ولایت کے لئے منتخب کرلیا ہے۔

(۴) افترا پردازی کی سزا

ابن ارومیہ سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ معتصم نے اپنے وزرا کی ایک جماعت بلائی اور ان سے کہا کہ تم لوگ محمد بن علی کے خلاف جھوٹی گواہی دو اور لکھ کر دو کہ وہ خروج کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس کے بعد اس نے آپ کو طلب کیا اور کہا تمہارا ارادہ ہم پر خروج کا ہے آپ نے فرمایا واللہ ایسا نہیں ہے معتصم نے کہا مگر فلاں فلاں گواہ ہیں ان لوگوں نے گواہی دی ہے اور کہا ہے کہ یہ تحریریں میں نے آپ کے بعض غلاموں سے حاصل کی ہیں وہ سب لوگ ایک بڑے کمرے میں جمع تھے۔ آپ نے یہ جھوٹی گواہیاں سن کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا پروردگار یہ سب مجھ پر جھوٹ اور افترا پردازی کر رہے ہیں تو ان سے مواخذہ فرما۔ راوی کا بیان ہے کہ ہم نے دیکھا کہ وہ کمرہ زلزلہ میں ہے۔ جھٹکے کھا رہا ہے اور وہاں سے جو اٹھنا چاہتا ہے وہ گر پڑتا ہے۔ معتصم یہ دیکھ کر بہت گھبرایا اور بولا فرزند رسول میں نے جو کچھ کہا ہے اس کی توبہ کرتا ہوں۔ دعا کیجیے کہ زلزلہ ٹھہر جائے۔ آپ نے فرمایا پروردگار اس کمرہ کو ساکن کر دے تو خوب جانتا ہے کہ یہ سب میرے اور تیرے دشمن ہیں۔ اور زلزلہ موقوف ہوگیا۔

(۵) ناکردہ گناہ کی سزا

علی بن جبریر سے روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت ابو جعفر ابن حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ آپ کی کسی کنیز کی بکری گم ہوگئی لوگ اس کے پڑوسی کو پکڑ لائے اور کہنے لگے تم لوگوں نے بکری چرائی تھی۔ ابو جعفر علیہ السلام

نے فرمایا تم پردائے ہو میرے اِس پڑوسی بیچارے کو چھوڑ دو اس نے بکری نہیں چرائی ہے بلکہ بکری فلاں کے گھر میں ہے۔ لوگ اس کے گھر پہنچے اس کے گھر میں بکری مل گئی۔ اب لوگوں نے اِس غریب کو پکڑ لیا اسے مارا پیٹا اور کپڑے پھاڑ دیتے وہ بیچارہ قسمیں کھا رہا تھا کہ میں نے بکری نہیں چرائی ہے۔ مگر وہ لوگ اِس کو پکڑ کر حضرت ابوجعفر کے پاس لائے آپ نے فرمایا تم پروائے ہو تم نے اس بیچارے پر ظلم کیا یہ بکری خود اس کے گھر میں گھس گئی تھی اس کو معلوم نہ تھا۔ اِس کے بعد آپ نے اِس کو اپنے پاس بلایا۔ لوگوں نے اِس کو پیٹا تھا اِس کے کپڑے پھاڑ دیئے تھے اِس کے بدلے میں آپ نے اِسے کچھ رقم دیکر راضی کر لیا۔ (الخرائج والجرائح)

⑥ صدقے کا صلہ

قاسم بن محسن کا بیان ہے کہ میں مکہ اور مدینہ کے درمیان سفر میں تھا کہ ایک اعرابی ضعیف الحال میری طرف سے ہو کر گزرا اور مجھ سے سوال کیا۔ مجھے اِس پر ترس آیا میں نے ایک روٹی نکال کر اُس کو دی۔ وہ چلا گیا تو ایک بگولہ آیا اور میرے سر سے میرا عمامہ اڑا لے گیا۔ مجھے معلوم نہ ہوا کہ وہ کیسے اڑا اور کہاں گیا۔ اب جب میں مدینہ پہنچا تو حضرت ابوجعفر ابن امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا اے ابوالقاسم راستہ میں تمہارا عمامہ اڑ گیا؟ میں نے عرض کیا جی ہاں آپ نے غلام کو آواز دی اے غلام وہ عمامہ نکال لاؤ وہ غلام گیا اور میرا وہ عمامہ نکال لایا۔ میں نے عرض کیا فرزند رسول یہ عمامہ آپ تک کیسے پہنچ گیا؟ آپ نے فرمایا تم نے اِس اعرابی پر تصدق کیا تھا۔ اِس کے شکریہ میں اللہ نے تمہارا عمامہ واپس کر دیا اور اللہ کبھی کسی نیکی کرنے والے کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔ الخرائج والجرائح

⑦ علم الافکار

محمد بن ارومہ نے حسین مسکاری سے روایت کی ہے اِس کا بیان ہے کہ ایک بار بغداد میں حضرت ابوجعفر علیہ السلام کی حالت کو دیکھ کر میں نے دل میں کہا اب یہ اپنے وطن کبھی واپس نہ جائیں گے۔ آپ نے تھوڑی دیر اپنی گردن جھکائی پھر آپ کا رنگ زرد ہو گیا اور فرمایا اے حسین سنو حرم رسول میں جو کی روٹی اور تھوڑا سا نمک بدرجہ بہتر ہے اِس حال سے جو تم دیکھ رہے ہو۔ مختار الخرائج والجرائح ص ۲۰۸

محمد بن علی ہاشمی سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ جس شب میں حضرت ابو جعفر محمد تقی جواد علیہ السلام کا عقد بنت مامون سے ہوا اُسی کی صبح کو میں آپ کی خدمت

میں حاضر ہوا میں نے اس شب کے ابتدائی حصّہ میں ایک دوا کھائی تھی۔ اور صبح کے وقت سب سے پہلے میں آپ کی خدمت میں پہنچا مجھے پیاس لگی ہوئی تھی اور پانی مانگنا مجھے اچھا نہ معلوم ہوا۔ آپ نے ایک نظر میری طرف دیکھا اور فرمایا میرا خیال ہے کہ تم پیاسے ہو؟ میں نے عرض کیا جی ہاں فرمایا اے غلام پانی لاؤ۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ اس وقت پانی میں زہر ڈال کر آپ کو پلائیں۔ اس سے مجھ کو بڑی تشویش لاحق ہوئی ادھر غلام پانی لے کر آیا آپ مسکرائے آپ نے پانی پیا پھر مجھے دیا اور میں نے بھی پیا۔ میں دیر تک آپ کے پاس رہا پھر پیاس محسوس ہوئی آپ نے پھر پانی طلب کیا۔ غلام پھر پانی لایا آپ نے پانی نوش فرمایا پھر مجھے پلایا اور مسکرائے۔

محمد بن حمزہ کا بیان ہے کہ مجھ سے محمد بن علی ہاشمی نے کہا کہ واللہ اس وقت مجھے خیال ہوا کہ رافضیوں کے قول کے مطابق یقیناً حضرت ابو جعفر علیہ السلام لوگوں کے دل کی بات جانتے تھے۔ (ارشاد مفید ص ۳۰۶، ۳۰۵)

اہل مدینہ میں سے ایک شخص نے مطرفی سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ حضرت علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام کا انتقال ہو گیا۔ اور میرے ان پر چار ہزار درہم قرض تھے اور یہ بات میرے اور ان کے علاوہ کسی اور کو معلوم نہ تھی۔ حضرت ابو جعفر علیہ السلام نے میرے پاس آدمی بھیجا کہ کل تم مجھ سے آکر ملو۔ میں حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام نے وفات پائی اور تمہارے ان پر چار ہزار درہم قرض ہیں میں نے کہا جی ہاں آپ نے اپنے مصلے کا گوشہ اٹھایا تو اس کے نیچے بہت سے دینار رکھے ہوئے تھے آپ نے وہ سب مجھے دے دیئے ان سب دیناروں کی قیمت اس وقت چار ہزار درہم تھی۔ (ارشاد مفید ص ۳۱۶)

کتاب الخرائج والجرائح میں بھی مطرفی سے اس طرح کی روایت ہے۔

(۸) شارع العلوم

زرقان جو ابن ابی داؤد کا مصاحب اور اس کا بڑا گہرا دوست تھا اس کا بیان ہے کہ ایک دن ابن ابی داؤد معتصم کے پاس آیا وہ بہت مغموم و محزون تھا میں نے پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے جواب دیا آج تو میرے دل میں یہ بات آئی کہ کاش میں آج سے ۲۰ سال پہلے ہی مر گیا ہوتا۔ میں نے پوچھا کیوں؟ اس نے کہا آج امیر المومنین کے سامنے اس کالے ابو جعفر محمد بن علی بن موسیٰ نے مجھے بہت ذلیل کیا۔ میں نے کہا بات کیا ہوئی؟ اس نے کہا ایک چور نے

اپنی چوری کا اقرار کر لیا اور امیر المومنین سے درخواست کی کہ اس پر حد جاری کر کے اس کی تطہیر کر دی جائے تو اس کے لئے دربار میں تمام فقہا جمع کئے گئے۔ جس میں ابو جعفر محمد بن علی تقی جواد بھی آئے۔ امیر المومنین نے ہم لوگوں سے پوچھا کہ اس چور کا ہاتھ کہاں سے کاٹا جائے؟ میں نے کہا کلائی سے، امیر المومنین نے پوچھا اس کی دلیل کیا ہے؟ میں نے کہا اس لئے کہ ید (ہاتھ) کا اطلاق انگلیوں اور ہتھیلی پر کلائی تک ہوتا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تیمم کے متعلق فرماتا ہے کہ

فامسحوا بوجوھکم وایدیکم

اور ساری امت کا اس پر اتفاق ہے کہ یہاں اس سے مراد کلائی ہے۔

دوسرے فقہا نے کہا نہیں بلکہ اس کا ہاتھ کہنی سے کاٹنا واجب ہے۔ امیر المومنین نے پوچھا اس کی تمہارے پاس کیا دلیل ہے؟ لوگوں نے کہا دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وضو کے متعلق ارشاد فرماتا ہے کہ

وایدیکم الی المرافق

یعنی وضو میں ہاتھ کہنی تک دھوؤ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ ید (ہاتھ) کی حد کہنی تک ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد معتصم حضرت محمد بن علی تقی علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا اور بولا اے ابو جعفر تم اس مسئلہ میں کیا کہتے ہو؟ آپ نے فرمایا اے امیر المومنین فقہاء امت اپنی اپنی رائے تو پیش کر ہی چکے مجھے چھوڑیں ان لوگوں کی گفتگو کے بعد میری کیا ضرورت ہے؟ معتصم نے کہا نہیں یہ بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا یا امیر المومنین مجھے معاف رکھیں تو بہتر ہے۔ معتصم نے کہا نہیں تم کو خدا کی قسم یہ بتاؤ کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا خیر جب آپ نے اللہ کی قسم دے دی تو اب سنیں کہ ان سب نے غلطی کی اور سنت کے خلاف فتوی دیا اس لئے کہ صرف انگلیوں کی جڑ سے قطع کرنا واجب ہے۔ ہتھیلی چھوڑ دی جائے گی۔ معتصم نے کہا اس پر دلیل کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول دلیل ہے۔ آپ نے فرمایا سجدہ سات اعضا سے ہوتا ہے پیشانی دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں کے سرے۔ اب اگر ہاتھ کو کلائی سے کاٹ دیا گیا یا کہنی سے قطع کر دیا گیا تو وہ ہاتھ ہی باقی نہ رہے گا جس سے سجدہ ہو سکے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان المساجد للہ سجدے کی جگہیں اللہ کے لئے ہیں اور اس سے مراد یہی سات اعضا ہیں جس سے سجدہ کیا جاتا ہے فلا تدعوا مع اللہ احداً ان ساتوں اعضا

کے ساتھ اللہ کے سجدے میں کسی اور کو شریک نہ کرو۔ لہذا جو چیز اللہ کے لئے ہے وہ نہیں قطع کی جائے گی۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر معتصم ششدر و حیران رہ گیا اور اس نے ہاتھ کو کلائی سے نہیں بلکہ انگلیوں کی جڑ سے کاٹنے کا حکم دیا ہے۔

ابن ابی داؤد کا بیان ہے کہ یہ دیکھ کر تو مجھ پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ اور دل میں کہا کاش میں اس سے پہلے ہی مر چکا ہوتا (اور یہ ذلت نہ دیکھنی پڑتی) زرقان کا بیان ہے کہ پھر مجھے ابن ابی داؤد نے بتایا کہ اس کے بعد میں تیسرے دن معتصم کے پاس گیا اور عرض کیا یا امیر المومنین آپ کو ایک نصیحت کرنی مجھ پر واجب ہے۔ اور میں جانتا ہوں جو کچھ میں کہوں گا اس کے نتیجہ میں میں جہنم میں جاؤں گا۔

معتصم نے پوچھا وہ کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا جب امیر المومنین کسی دینی مسئلہ کے متعلق اپنے دربار میں علماء و فقہائے امت کو جمع فرماتے اور فتویٰ دریافت کرتے ہیں اور وہ لوگ اپنا فتویٰ دے دیتے ہیں اور دربار میں امیر المومنین کا خاندان، امیر المومنین کے سرداران فوج امیر المومنین کے وزراء امیر المومنین کے کاتبین سب موجود رہتے ہیں اور پس درسے وہ لوگ یہ تمام باتیں سن لیتے ہیں۔ پھر امیر المومنین ان تمام علماء و فقہا کے قول کو ترک کر کے ایک ایسے شخص کے قول کو اختیار کرتے ہیں کہ اس امت کے بہت سے لوگ اس کی امامت کے قائل ہیں اور اس امر کے دعویدار ہیں کہ امیر المومنین سے زیادہ اس خلافت کا مستحق یہ شخص ہے پھر اس کے باوجود امیر المومنین تمام فقہا کے فتوؤں کو چھوڑ کر اس شخص کے فتویٰ پر عمل کرتے ہیں؟

راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر معتصم کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور جس چیز کی طرف میں نے اسے متنبہ کیا تھا وہ متنبہ ہو گیا اور بولا تم نے بڑی اچھی نصیحت کی اللہ تمہیں جزائے خیر دے گا۔

اس کے بعد معتصم نے چوتھے دن اپنے کاتبوں اور وزیروں میں سے فلاں کو حکم دیا کہ تم ابو جعفر محمد علی تقی جواد کی اپنے گھر دعوت دے دو اس نے دعوت دی تو آپ نے اس کے قبول کرنے سے انکار فرمایا اور کہا تمہیں معلوم ہے کہ میں تم لوگوں کی مجلسوں میں شریک نہیں ہوتا اس نے کہا ہمارے یہاں کوئی نشست یا مجلس وغیرہ نہیں ہے ہم نے تو آپ کو کھانے کی دعوت دی ہے۔ اگر آپ زحمت فرما کر ہمارے گھر قدم رنجہ فرمائیں گے تو آپ کا آنا ہمارے لئے باعث برکت ہو گا۔ خلیفہ کے فلاں فلاں وزیر بھی آپ سے ملنا چاہتے

ہیں۔ الغرض آپ تشریف لے گئے جب آپ نے کھانا نوش فرمایا تو فوراً محسوس کرلیا کہ اسمیں زہر ملا ہوا ہے آپ نے حکم دیا کہ میری سواری لائی جائے۔ صاحب خانہ نے کہا جلدی کیا ہے، تھوڑی دیر اور قیام کریں۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارے گھر سے میرا چلا جانا ہی تمہارے لئے بہتر ہے۔ اس کے بعد ایک دن اور ایک رات، آپ کو اس کی شدید تکلیف رہی۔ اور اسی تکلیف میں آپ نے انتقال فرمایا۔

⑨ امام کی رسوائی کیلئے ......!

یعقوب بن یاسر سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ متوکل اکثر کہا کرتا تھا تم لوگوں پر وائے ہو میں ابن رضا (ابو جعفر محمد تقی جواد علیہ السلام) کے معاملہ سے بے حد پریشان ہوں میں نے بہت کوشش کی وہ ہمارے ندیم و مصاحب بن جائیں اور ہمارے ساتھ نا ؤ نوش میں شریک رہیں مگر انہوں نے انکار کردیا۔ میں نے کوشش کی کہ کم از کم ایک ہی مرتبہ ہمیں اس کا موقع ملے مگر ایک مرتبہ بھی اس کا موقع نہیں ملا۔ یہ سُن کر حاضرین مجلس میں سے ایک شخص نے کہا اگر ابن رضا (حضرت امام محمد تقی علیہ السلام) ایک مرتبہ بھی اس کا موقع نہیں دیتے تو فکر کی کیا بات ہے۔ ان کے بھائی موسیٰ کو بلالو

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد متوکل نے حکم دیا کہ لکھ بھیجو کہ موسیٰ کو بہت عزت و احترام کے ساتھ یہاں بھیجا جائے۔ غرض جب وہ آئے تو متوکل نے حکم دیا کہ تمام بنی ہاشم اور سرداران لشکر اور تمام مسلمان اس کا استقبال کریں اور اگر انہوں نے ایسا کر دکھایا تو انہیں ایک جاگیر دے دی جائے گی اور اس جاگیر میں ان کے لئے ایک مکان تعمیر کردیا جائے گا اور ان کے گرد شرابی وغیرہ جمع کردیئے جائیں گے۔ انہیں بہت زیادہ انعام واکرام دیئے جائیں گے نیز ان کے لئے ایک ایسا گھر بھی بنا دیا جائے گا جو اس لائق ہو کہ اس میں جا کر ان سے ملاقات کی جاسکے۔

غرض جب موسیٰ مدینہ سے بغداد پہنچے تو حضرت ابوالحسن (امام محمد تقی علیہ السلام) نے قنطرۂ وصیف کے مقام پر پہنچ کر ان سے ملاقات کی انہیں سلام کیا اور کہا دیکھئے اس شخص نے آپ کو اس لئے بلایا ہے تاکہ آپ کو رسوا اور بدنام کرے۔

موسیٰ نے جواب دیا اب میں کیا کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا دیکھو اپنے رب کی نافرمانی کرکے اپنی قدر و منزلت کو نہ گھٹاؤ اور ایسا کام نہ کرو جو تمہیں رسوا اور بدنام کردے اس لئے کہ اس نے تم کو بلایا ہی اس وجہ سے ہے کہ تمہاری عزت خاک میں ملادے۔ مگر موسیٰ آپ کی

ماننے سے انکار ہی کرتے رہے آپ نے ہر چند نصیحت کی ہر طرح سمجھایا مگر وہ اپنی بات پر اڑے رہے۔ جب آپ نے دیکھا کہ موسیٰ کوئی بات ماننے کے لئے تیار نہیں تو فرمایا اچھا تو پھر سُن لو جس مجلس میں وہ تم سے ملنا چاہتا ہے وہ مجلس تمہیں اور اسے تا ابد نصیب نہ ہوگی۔

راوی کا بیان ہے کہ موسیٰ بغداد میں تین سال مقیم رہے اور ہر روز صبح سویرے وہ متوکل کے دروازے پر پہنچتے تو کبھی کہا جاتا امیر المومنین آج بہت مشغول ہیں۔ کبھی کہا جاتا کہ اس وقت نشہ میں ہیں۔ کبھی کہہ دیا جاتا کہ دوا پی ہے آرام کر رہے ہیں غرض کہ اس طرح تین سال گزر گئے۔ یہاں تک متوکل کو قتل کر دیا گیا اسطرح موسیٰ اور مجلس شراب ایک جا جمع نہ ہو سکے۔

۱۰ بد کردار باپ کی خدمت

بکر بن صالح سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میرے ایک داماد نے حضرت ابو جعفر ثانی امام محمد تقی جواد علیہ السلام کو خط لکھا کہ میرا باپ بہت خبیث اور ناصبی ہے میں اس کی طرف سے بہت سختیاں برداشت کر رہا ہوں میں آپ پر قربان اگر مناسب ہو تو میرے لئے دُعا فرمائیں۔ علاوہ ازیں آپ کی کیا رائے ہے میں اس کے سامنے کُھل جاؤں یا اس کی دلجوئی میں لگا رہوں؟ آپ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ جو کچھ تم نے اپنے خط میں اپنے باپ کے متعلق لکھا اس سے مطلع ہوا۔ میں انشاء اللہ تمہارے حق میں دُعا کرنا نہ چھوڑوں گا اور اس کے سامنے کُھل جانے سے بہتر یہ ہے کہ تم اس کی دلجوئی سے کام لو۔ اس لئے کہ سختی کے بعد آسانی ہوتی ہے۔ صبر کرو پرہیز گاروں کا انجام اچھا ہوتا ہے۔ جس سے تم تولا رکھتے ہو اللہ تمہیں اس پر ثابت قدم رکھے۔ ہم لوگ اور تم لوگ سب کے سب اللہ کی امانت ہیں وہ اس کو ضائع نہیں ہونے گا۔ بکر کا کہنا ہے کہ پھر اللہ نے اس کے باپ کے دل کو نرم کر دیا اب وہ کسی معاملہ میں مخالفت نہیں کرتا۔

۱۱ معجزہ طی الارض

علی بن خالد سے روایت ہے جو زیدیہ فرقہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کا بیان ہے کہ میں مقام عسکر (سامرہ) میں تھا مجھے اطلاع ملی کہ یہاں ایک قیدی ہے۔ جس کو ملک شام سے گرفتار کر کے یہاں لایا گیا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ اس کو دعویٰ نبوت تھا علی بن خالد کا بیان ہے کہ میں وہاں کے پہرہ داروں اور سرداروں کے ذریعہ اس شخص تک پہنچا تو دیکھا کہ وہ شخص کوئی دیوانہ نہیں بلکہ صاحب فہم و عقل ہے۔ میں نے اس سے پوچھا تمہارا قصہ اور معاملہ کیا ہے؟ اس نے بتایا

کہ میں شام کا رہنے والا ہوں اور مقام راس الحسین علیہ السّلام پر عبادت کیا کرتا تھا۔ ایک دن میں مشغول عبادت تھا کہ ایک شخص آیا۔ اُس نے کہا اٹھو اور میرے ساتھ چلو۔ چند ہی قدم چلنے کے بعد ہم مسجد کوفہ میں پہنچ گئے۔ اس شخص نے مجھ سے پوچھا کیا تم اِس جگہ کو پہچانتے ہو۔ میں نے کہا ہاں یہ مسجد کوفہ ہے اس کے بعد ہم دونوں نے وہاں پر نماز ادا کی اور آگے روانہ ہوئے ابھی چند ہی قدم چلے تھے کہ مدینہ میں مسجد نبوی کے اندر پہنچ گئے۔ اِس مقام پر بھی ہم دونوں نے نماز پڑھی اور چند قدم آگے بڑھے تو مکہ پہنچ گئے۔

یہاں پر ہم نے مناسک حج ادا کیے اِس کے بعد دوبارہ روانہ ہوئے تو واپس اپنے مقام پر شام میں راس الحسین علیہ السّلام پر تھے۔ مجھے وہاں پہنچا کر وہ شخص غائب ہو گیا۔

دوسرے سال جب حج کا موسم آیا تو وہ شخص پھر آیا اور مجھے حسب سابق اپنے ہمراہ لے گیا اور تمام زیارات و مناسک حج وغیرہ کرا کے مجھے واپس شام پہنچا گیا جب واپس جانے لگا تو میں نے کہا آپ کو اِس ذات کا واسطہ کہ جس نے آپ کو یہ قدرت و کرامت عطا کی ہے یہ بتائیے کہ آپ کون ہیں؟ یہ سُن کر آپ دیر تک گردن جھکائے کھڑے رہے پھر میری طرف دیکھا اور کہا کہ میں محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفرؑ ہوں۔

(۱۲) بصارت پلٹ آئی

محمد بن میمون کا بیان ہے کہ وہ حضرت امام رضا علیہ السّلام کے ساتھ مکہ میں آپ کے خراسان تشریف لے جانے سے پہلے موجود تھا۔ میں نے آپ سے عرض کیا کہ میرا ارادہ مدینہ جانے کا ہے اگر آپ نے کوئی خط اپنے فرزند حضرت ابو جعفر کو دینا ہو تو مجھے دیں میں پہنچا دوں گا۔ یہ سن کر آپ نے تبسّم فرمایا اور خط لکھا میں اسے لیکر مدینہ پہنچا اور دروازے پر پہنچ کر دستک دی حضرت ابو جعفر علیہ السّلام کا خادم باہر نکلا اور آپ کے گہوارے کے پاس لے گیا میں نے وہ خط آپ کو پیش کیا۔ آپ نے موفق خادم سے کہا لفافہ چاک کرو اور خط نکالو۔ اس نے لفافہ چاک کر کے خط نکالا۔ آپ نے ایک نظر اِس پر ڈالی پھر مجھ سے فرمایا اے محمد تمہاری آنکھ کا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا فرزند رسول میری آنکھ جاتی رہی ہے جیسا کہ آپ بھی دیکھ رہے ہیں راوی کا بیان ہے۔ آپ نے ہاتھ بڑھایا اور میری آنکھوں پر مسح کر دیا اور میری بصارت پلٹ آئی۔ میں نے آپ کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دیا اور واپس ہوا۔

(مختار الخراج والجرائح صـ۲۰۷)

(۱۳) گھٹنوں کا درد دور ہو گیا

ابو بکر بن اسماعیل کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت ابو جعفر ابن امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ میری ایک کنیز ہے جو ریاحی مرض میں مبتلا ہے۔ آپ نے فرمایا اِس کو میرے پاس لاؤ۔ میں اس کو لے کر آپ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے فرمایا اے کنیز تجھے کیا شکایت ہے اِس نے عرض کیا میرے گھٹنوں میں ریاحی درد ہے آپ نے اپنے ہاتھوں سے اس کے گھٹنوں کو کپڑے کے اوپر سے مس کیا وہ کنیز فوراً اچھی ہو گئی۔ پھر اس کے بعد اس کے گھٹنوں میں کبھی درد نہ ہوا۔

(۱۴) مسیحا

محمد بن عمیر بن واقد رازی سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں حضرت ابو جعفر علیہ السلام کی خدمت میں اپنے بھائی کو لے کر گیا اس کو سانس کی شکایت تھی اس نے آپ سے اپنی شکایت بیان کی آپ نے فرمایا جاؤ اللہ تمہاری شکایت دور کر دے گا۔ اب جب ہم لوگ آپ کے پاس سے واپس ہوئے تو وہ صحت یاب ہو چکا تھا پھر اس کے بعد اِس کو یہ شکایت مرتے دم تک نہیں ہوئی۔

محمد بن عمر کا بیان ہے کہ میری کمر میں ہر ہفتہ درد ہو جایا کرتا تھا اور یہ درد کچھ دنوں سے شدت اختیار کر چکا تھا میں نے حضرت ابو جعفر علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ دعا کریں یہ تکلیف دور ہو جائے آپ نے فرمایا جاؤ اللہ نے تمہاری یہ تکلیف دور کر دی۔ اس کے بعد پھر وہ تکلیف مجھے اب تک نہیں ہوئی۔

(۱۵) ایک اعجاز

اسماعیل بن عباس ہاشمی سے روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ عید کے دن حضرت ابو جعفر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے تنگی معاش کی شکایت کی تو آپ نے اپنے مصلیٰ کا ایک گوشہ اٹھایا اور مٹی کے اندر سے سونے کی ایک ڈلی نکالی اور مجھے دی میں اُسے بازار لے کر گیا تو وہ وزن میں سولہ مثقال تھی۔

(مختار الخرائج والجرائح صہ ۲۰۹)

بکر بن صالح نے محمد بن فضیل صیرفی سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے

کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام ابو جعفر محمد تقی علیہ السلام کی بارگاہ میں ایک خط لکھا اور اس کے آخر میں یہ بھی تحریر کیا کہ بتلایئے کیا آپ کے پاس سلاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں؟ خط تو لکھ لیا مگر اس کو بھیجنا بھول گیا (وہ میرے پاس ہی پڑا رہ گیا) تو آپ نے مجھے خط تحریر فرمایا۔ اس میں ضروری امور تحریر فرمائے پھر آخر میں آپ نے تحریر کیا کہ ہاں میرے پاس رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسلحے ہیں اور وہ تبرکات ہم لوگوں میں ایسے ہی ہیں جیسے بنی اسرائیل میں تابوت سکینہ ہم لوگ جدھر جاتے ہیں وہ بھی ہمارے ساتھ جاتا ہے اور یہ تبرکات ہر امام کے پاس رہتے ہیں۔

نیز میں مکّہ میں تھا مگر اپنے دل میں ایک ایسی بات چھپائے ہوئے تھا جسے نے اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا تھا۔ جب میں مدینہ پہنچا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے ایک نظر میری طرف دیکھا اور فرمایا۔ جو کچھ تمہارے دل میں ہے اس سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔ بکر بن صالح نے محمد بن فضیل سے پوچھا وہ کیا بات ہے۔ اس نے کہا میں وہ بات کسی کو نہ بتاؤں گا۔

نیز راوی کا بیان ہے کہ میرے ایک پاؤں میں (عرق مدنی) ایک مرض پیدا ہو گیا اس سے پہلے آپ نے مجھ سے کہا تھا کہ تمہیں یہ مرض ہوگا اسے برداشت کرنا، اگر میرے شیعوں میں سے جس کو یہ مرض پیدا ہوا اور وہ برداشت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے نام ایک ہزار شہیدوں کا ثواب لکھ دے گا۔ جب میں بطن مرہ (ایک مقام) میں پہنچا تو میرے پاؤں میں یہ مرض پیدا ہو گیا اور کئی ماہ اس کی تکلیف رہی دوسرے سال میں نے حج کیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا مولا میں آپ پر قربان میرے پاؤں پر کچھ پڑھ کر دم کر دیجیے اس میں بہت درد ہے آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں مجھے وہ پاؤں دکھاؤ جو صحیح ہے میں نے وہ پاؤں دکھایا آپ نے اس پر دعا دم کر دی جب آپ کے پاس سے اٹھا تو اس صحیح پاؤں میں بھی درد ہو گیا میں نے دل میں کہا آپ نے تو درد سے پہلے اس پر دُعا دم فرمائی تھی۔ مگر بعد میں وہ بھی صحیح ہو گیا۔

ابو سلمہ کا بیان ہے کہ میں حضرت ابو جعفر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا وہ بہت گراں گوش اور بہرہ تھا۔ میں نے آپ سے اپنا حال بیان کیا آپ نے مجھے قریب بلایا اور اپنا دست مبارک میرے کانوں پر مس کر کے فرمایا اب سنو اور اچھی طرح سنو۔ راوی کا بیان ہے کہ جب سے آپ نے دُعا فرمائی میں لوگوں کی خفیف سے خفیف تر آواز بھی سننے لگا۔

روایت کی گئی ہے کہ جب ابو جعفر امام محمد تقی علیہ السلام کوفہ کی گلیوں سے گزرے تو دار مسیب کے قریب اترے اس کے صحن میں جنگلی بیر کا ایک درخت تھا جس میں کبھی پھل نہ آتے تھے آپ نے ایک برتن میں وضو کے لئے پانی منگوایا اور اس بیر کی جڑ کے پاس بیٹھ کر وضو فرمایا اور لوگوں کے ساتھ نماز مغرب و عشاء پڑھی اور دو عدد شکر کا سجدہ بجا لائے۔ پھر وہاں سے اٹھے اور اس بیر کے درخت کے پاس آئے تو لوگوں نے دیکھا کہ اس میں بہترین پھل آ گئے۔ یہ دیکھ کر لوگوں کو بڑا تعجب ہوا اور اسے چکھا تو وہ بہت شیریں تھے اور اس میں بیج نہ تھے۔ بہر حال لوگوں نے آپ کو رخصت کیا اور آپ مدینہ تشریف لائے۔

شیخ مفید علیہ الرحمتہ کا بیان ہے کہ میں نے بھی اس درخت کے پھل کھائے واقعتاً اس میں گٹھلی (بیج) نہ تھی۔

عمارہ بن زید سے روایت ہے کہ میں نے ایک مرتبہ دیکھا کہ حضرت محمد بن علی جواد کے سامنے ایک چینی کا پیالہ رکھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا اے عمارہ میں تمہیں اس سے ایک چیز دکھاؤں؟ میں نے عرض کیا جی ہاں آپ نے اس پیالہ پر اپنا ہاتھ رکھا وہ پگھل کر پانی ہو گیا۔ آپ نے اس کو پھر ایک پیالے میں جمع کیا اور پھر اسے اپنے ہاتھ سے مس کیا پھر وہ پیالہ جیسا پہلے تھا ویسا ہی ہو گیا۔ آپ نے فرمایا دیکھو قدرتِ امام ایسی ہونی چاہیئے۔

زکریا بن آدم سے روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضرت ابو جعفر امام محمد تقی علیہ السلام تشریف لائے۔ اس وقت آپ کا سن مبارک چار سال سے بھی کم تھا۔ آپ نے آکر اپنا ہاتھ زمین پر مارا اور چہرہ آسمان کی طرف بلند فرمایا اور دیر تک کچھ سوچتے رہے۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا اے فرزند کیا سوچ رہے ہو؟ فرمایا میں یہ سوچ رہا ہوں کہ میری جدہ ماجدہ پر کیسے کیسے مظالم ہوئے خدا کی قسم جی چاہتا ہے کہ میں ان ظالم لوگوں کو نکالوں۔ انہیں جلاؤں اور ان کی راکھ سمندر میں بہا دوں۔ حضرت امام رضا علیہ السلام نے ان کو اپنے قریب بلایا ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا میرے ماں باپ تم پر قربان واقعتاً تم ہی امامت کے اہل ہو۔

(۱۶) علم ما فی الضمیر

ہمارے اصحاب میں سے ایک بزرگ جن کا نام عبداللہ بن زرین تھا ان کا بیان ہے

کہ میں قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر مجاور تھا۔ حضرت ابو جعفر علیہ السّلام کا دستور تھا کہ وہ روزانہ زوال کے وقت مسجد رسول میں تشریف لاتے اور مسجد کے باہر چٹان کے پاس سواری سے اُترتے وہاں سے سیدھے قبر رسول تک آتے اور وہاں سے پھر بیت فاطمہ تک جاتے۔ وہاں نعلین مبارک اتارتے اور کھڑے ہو کر نماز پڑھتے۔ ایک دن میرے جی میں آیا کہ جب آپ اپنی سواری سے اتریں گے میں بڑھ کر آپ کے پاؤں کی خاک اٹھالوں گا۔ اِس ارادہ سے میں وہاں جاکر بیٹھ گیا اور آپ کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔

جب زوال کا وقت آیا تو آپ اپنی سواری پر تشریف۔ لائے اور وہاں نہیں اترے جہاں ہر روز اترا کرتے تھے اور آگے بڑھ گئے اِس چٹان پر اُترے جو دروازہ مسجد پر تھی۔ پھر وہاں سے سیدھے مسجد میں داخل ہوئے۔ اور پھر قبر مطہر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کو سلام کیا اور وہاں سے آگے بڑھے۔ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے جب اِس مقام پر پہنچے جہاں روزانہ نماز پڑھتے تھے۔ آپ نے اپنا یہ روزانہ کا معمول بنالیا میں نے دل میں سوچا اچھا جب آپ اپنا نعلین مبارک اتار کر چلیں گے تو وہاں آپ کے پاؤں کے نیچے کے سنگریزے اٹھالوں گا۔

مگر دوسرے دن جب زوال کے وقت تشریف لائے تو اِس چٹان پر سواری سے اُترے قبر رسول پر پہنچے وہاں سلام کیا پھر اِس مقام پر پہنچے جہاں نماز پڑھا کرتے تھے۔ آپ نے نعلین مبارک نہیں اُتاری اور اس کے بعد چند دنوں تک آپ کا یہی معمول رہا۔ میں نے اپنے دل میں کہا یہاں مجھے اِس کا موقع نہیں ملے گا۔ اب حمام جاؤں گا جب آپ حمام میں تشریف لے جائیں گے تو آپ کے پاؤں کی خاک اٹھالوں گا۔ مگر جب آپ حمام تشریف لائے تو مع سواری کے سیدھے کپڑے اتارنے کی جگہ پہنچے اور چٹائی پر سواری سے اُترے۔ میں نے حمام والے سے پوچھا تو اس نے کہا۔ بخدا وہ ایسا تو کبھی نہیں کرتے تھے آج یہ نئی بات ہے۔ میں انتظار میں بیٹھا رہا کہ حمام سے نکلیں گے تو سواری تک جائیں گے میں پاؤں کی خاک اٹھالوں گا۔ مگر آپ نے سواری اندر منگوالی لباس تبدیل کرنے کی جگہ چٹائی پر کھڑے رہے اور وہاں سے سوار ہو کر تشریف لے گئے۔ میں نے دل میں کہا قسم بخدا میں نے مولا کو بہت اذیت پہنچائی۔ اب میں کبھی بھی آپ کے پاؤں کی خاک اٹھانے کا ارادہ نہ کروں گا۔ اِس کے بعد آپ جب وقت زوال تشریف لائے تو پھر اِسی مقام پر سواری سے اترے جس مقام پر ہمیشہ اترا کرتے تھے۔

(۱۷) مسیحائی

محمد بن سنان سے روایت ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام رضا علیہ السلام سے آنکھ کی تکلیف کی شکایت کی آپ نے ایک کاغذ لیا اور حضرت امام محمد تقی ابو جعفر علیہ السلام کے نام ایک چھوٹا سا پرچہ لکھا۔ خادم کو دیا اور مجھ سے کہا کہ اس کے ساتھ چلے جاؤ مگر یہ بات کسی سے نہ کہنا۔ میں خادم کے ساتھ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے پاس آیا خادم نے وہ خط آپ کے سامنے کھول کر پیش کیا۔ آپ نے ایک نظر اس خط پر ڈالی اور آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور کئی مرتبہ فرمایا تم اچھے ہو گئے تم اچھے ہو گئے اور آپ کے فرماتے ہی ساری تکلیف جاتی رہی اور اب مجھے اتنا نظر آنے لگا جتنا کسی کو نظر نہ آتا تھا۔

محمد بن سنان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو جعفر علیہ السلام سے عرض کیا اے صاحب فطرس کے شبیہ آپ کو واقعتاً اللہ تعالیٰ نے اس امت میں ایسا ہی بزرگ بنایا ہے جیسا بزرگ اللہ نے حضرت عیسیٰ کو بنی اسرائیل میں بنایا تھا۔ میں وہاں سے واپس ہوا۔ اور میری نگاہ ایک عرصہ تک بالکل درست رہی مگر جب میں نے لوگوں سے اس راز کو افشا کر دیا کہ حضرت ابو جعفر علیہ السلام نے میری آنکھ کے لئے دُعا کر دی تھی۔ تو میری آنکھ میں وہی تکلیف پھر شروع ہو گئی۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے محمد بن سنان سے پوچھا تم جو شبیہ صاحب فطرس کہا اس کا کیا مطلب تھا؟ اس نے کہا ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ فرشتوں میں سے ایک فرشتے پر جس کا نام فطرس تھا ناراض ہوا اور اسکے پر و بال توڑ دیئے اور اسے ایک جزیرے میں ڈال دیا۔ جب امام حسین علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبریل کو مبارک بادی کا پیغام دے کر بھیجا جبریل فطرس کے دوست تھے۔ اس جزیرے کی طرف سے گزرے اور اسے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چھوٹا نواسہ حسین پیدا ہوا ہے۔ اللہ نے مجھے مبارکباد دے کر بھیجا ہے اگر کہو تو میں تمہیں اپنے بازوں پر اٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے چلوں وہ تمہاری سفارش کر دیں گے؟ فطرس نے کہا بہت بہتر جبریل نے اسے اپنے بازوں پر اٹھایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا۔ پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبارک باد کا پیغام پہنچایا۔ پھر فطرس کا واقعہ بیان کیا۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فطرس سے کہا جاؤ میرے نواسے حسین کے گہوارے سے اپنے بازوں کو مسح کر لو۔ فطرس

نے ایسا ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بازوں کو پھر جوڑ دیا اور اسے دوبارہ ملائکہ کے ساتھ اس کی منزل پر پہنچا دیا۔ رجال کشی صد ۴۸۷

شاذویہ بن حسن بن داؤد قمی راوی ہے اس کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت ابو جعفر محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت میری عورت حاملہ تھی میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے فرزند نرینہ عطا فرمائے یہ سُن کر آپ تھوڑی دیر گردن جھکائے رہے۔ پھر فرمایا جاؤ اللہ تم کو فرزند نرینہ عطا فرمائے گا یہ آپ نے تین بار فرمایا۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں مکہ آیا اور خانہ کعبہ کی طرف گیا تو محمد بن حسن بن صباح میرے پاس چند آدمیوں کی طرف سے ایک بلاوے کا خط لے کر آیا۔ جن میں صفوان بن یحییٰ و محمد بن سنان اور ابن عمیر وغیرہ تھے۔ میں ان لوگوں کے پاس پہنچا تو ان لوگوں نے مجھ سے واقعہ دریافت کیا میں نے ان لوگوں نے بتایا کہ حضرت محمد تقی علیہ السلام نے یہ فرمایا ہے۔ ان لوگوں نے کہا تم کو خوب یاد ہے آنجناب نے فرزند ذکر فرمایا تھا۔ یا فرزند ذکی؟ میں نے کہا مجھے تو ذکر یاد آتا ہے۔ ابن سنان نے کہا خیر تمہارے ہاں لڑکا ضرور پیدا ہوگا مگر یا مرا ہوا پیدا ہوگا یا فوراً پیدا ہوتے ہی مر جائے گا لوگوں نے محمد بن سنان سے کہا ہم لوگ بھی وہی سمجھے جو تم سمجھے ہو ہم نے دل میں سوچا کہ ہم نے اس بیچارے کو ناحق دکھ پہنچایا۔ ابھی میں خانہ کعبہ کے پاس ہی تھا کہ ایک شخص دوڑا ہوا آیا اور بولا جلدی چلیں آپ کی زوجہ قریب بہ مرگ ہے میں فوراً بھاگا اور دیکھا کہ وہ واقعاً مرنے کے قریب ہے مگر تھوڑی ہی دیر میں اس کے ایک مردہ لڑکا پیدا ہوا۔

رجال کشی صد ۴۸۶

ابو ہاشم سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ مقام سنان پر حضرت امام محمد تقی جواد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں آپ پر قربان مجھے مٹی کھانے کی عادت پڑ گئی ہے آپ دُعا فرمائیں یہ سُن کر آپ خاموش رہے پھر کچھ دنوں کے بعد آپ نے فرمایا اے ابو ہاشم اللہ نے تمہاری مٹی کھانے کی عادت چھڑا دی میں نے عرض کیا جی ہاں اب تو سب سے زیادہ مجھے اس سے نفرت ہے۔

مختار خرائج والجرائح

کتاب ارشاد میں بھی ابو ہاشم کی یہ روایت مرقوم ہے۔ کافی جلد ۱ صد ۴۹۵

اعلام الوریٰ میں بھی ابو ہاشم کی یہ روایت مذکور ہے۔ ارشاد صد ۳۰

ابو ہاشم سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک شخص حضرت امام محمد تقی جواد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا فرزند رسول میرے باپ کا انتقال ہو گیا ہے اس کے پاس بہت رقم تھی مگر مجھے معلوم نہیں کہ وہ یہ رقم کہاں رکھ کر مرا ہے اور میں کثیر العیال ہوں اور آپ لوگوں کا دوست دار ہوں میری مدد فرمائیں۔ حضرت ابو جعفر محمد تقی جواد علیہ السلام نے فرمایا جب تم نماز عشاء سے فارغ ہو تو محمد و آل محمد پر درود بھیجو تمہارا باپ خواب میں آکر تمہیں بتا جائے گا کہ رقم کہاں رکھی ہے۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا اور اپنے باپ کو خواب میں دیکھا۔ باپ نے کہا بیٹے وہ رقم فلاں جگہ رکھی ہوئی ہے اسے لے لو اور فرزند رسول سے جاکر بتا دو کہ میں نے خواب میں اس رقم کی نشاندہی کر دی ہے۔ باپ کی نشاندہی پر اس شخص نے وہ رقم لی اور حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں آکر اس نے بتایا کہ میرے باپ نے خواب میں مجھے اس رقم کی نشاندہی کر دی اور کہا ہے کہ اس خدا کا شکر جس نے آپ کو اتنا مکرم بنایا اور آپ کو امامت کے لئے منتخب فرمایا۔

مختار الخرائج والجرائح ص ۲۳۷

(۱۸) یہ فطرس والے ہیں

احمد بن محمد بن ابی نصر اور محمد بن سنان ان دونوں کا بیان ہے کہ ہم لوگ مکہ میں تھے اور حضرت ابو الحسن امام رضا علیہ السلام بھی وہیں تھے۔ ہم لوگوں نے آپ سے عرض کیا ہم آپ پر قربان اب ہم لوگ یہاں سے نکلنے والے ہیں اور آپ کا قیام ابھی یہاں رہے گا لہٰذا اگر مناسب ہو تو حضرت ابو جعفر امام محمد تقی علیہ السلام کو ایک خط تحریر فرما دیں تاکہ ان کے پاس قیام کریں آپ نے خط لکھ دیا ہم لوگ وہ خط لے کر مدینہ پہنچے اور موفق (خادم) سے کہا ذرا حضرت ابو جعفر کو باہر لاؤ وہ انہیں باہر لایا۔ آپ موفق کی آغوش میں سینے سے لگے ہوئے تھے۔ آپ اس خط کو پڑھتے کبھی اس کو تہہ کرتے اور کبھی مسکراتے یہاں تک کہ آپ نے اس خط کو آخر تک اس طرح پڑھا کہ اوپری حصہ کو تہہ کرتے اور نچلے حصّے کو کھولتے جاتے۔

محمد بن سنان کا بیان ہے کہ جب پورا خط پڑھ چکے تو آپ نے فرمایا "نجات یافتہ نجات یافتہ" احمد کا بیان ہے کہ ابن سنان نے کہا واقعاً یہ فطرس والے ہیں۔ یہ فطرس والے ہیں۔

(رجال کشی ص ۴۷۸)

(۱۹) اکلوتے فرزند

احمد بن محمد بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو جعفر علیہ السلام نے میرے پاس اپنے ایک غلام کو خط دے کر بھیجا جس میں حکم تھا کہ مجھ سے آ کر ملو۔ میں حاضر ہوا۔ وہ اسوقت مدینہ میں خانہ بزیع کے اندر مقیم تھے میں اندر داخل ہوا سلام کیا آپ نے صفوان اور محمد ابن سنان وغیرہ کا تذکرہ کیا جن کے متعلق وہ اکثر لوگوں سے سُن چکے تھے۔ میں نے اپنے دل میں کہا میں آپ کو زکریا ابن آدم کی طرف بھی متوجہ کروں۔ پھر دل میں کہا کہ میں کون ہوتا ہوں کہ اپنے مولا جیسے کو توجہ دلاؤں وہ جو کچھ کر رہے ہیں اس سے خوب واقف ہیں۔ آپ نے فرمایا اے ابو علی ستو ابو یحییٰ جیسے کے معاملہ میں عجلت مناسب نہیں وہ میرے پدر بزرگوار کی خدمت میں رہ چکے ہیں ان کی نظر میں ان کا ایک مقام تھا۔ اور ان کے بعد میرے نزدیک بھی ان کا ایک مقام ہے۔ اگرچہ مجھے مال خمس کی ضرورت ہے مگر انہوں نے ابھی تک نہیں بھیجا۔

میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان وہ آپ کے پاس مال خمس بھیجنے والے ہیں انہوں نے مجھ سے کہا ہے کہ اگر تم مولا سے ملاقات کرو تو کہہ دینا کہ مال خمس کے بھیجنے میں میرے لئے رکاوٹ صرف میمون و مسافر کا اختلاف ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا میرا ایک خط اس کے پاس لے جاؤ اور کہہ دینا کہ وہ مال خمس بھیج دے۔ میں آپ کا خط لے کر زکریا کے پاس آیا تو زکریا خود مال خمس لے کر آپ کی خدمت میں پہنچے۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر آپ نے مجھ سے خود بغیر پوچھے ہوئے فرمایا کہ اپنا شُبہ دور کر لو۔ میرے سوا میرے والد کا کوئی اور فرزند نہیں میں نے عرض کیا آپ نے صحیح فرمایا میں آپ پر قربان۔ رجال کشی ص ۴۹۷

احمد بن محمد نے اپنے باپ سے یہی روایت کی ہے۔ بصائر الدرجات صہ ۲۳۷

حسن بن علی وشاء سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں مدینہ کے اندر مشربہ ام ابراہیم میں حضرت ابو جعفر علیہ السلام کے ساتھ تھا آپ نے فرمایا ابھی نہ جانا یہیں ٹھہرو۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ میرا ارادہ تھا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی قمیضوں میں سے کوئی قمیض آپ سے مانگوں گا مگر نہ مانگ سکا۔ اچھا اب جب وہ پلٹ کر آئیں گے تو مانگ لوں گا۔ مگر آپ نے اپنی واپسی سے پہلے ہی بغیر مانگے ہوئے مقام مشربہ میں میرے پاس ایک قمیض بھیج دی اور فرستادہ نے آ کر کہا کہ حضرت ابو جعفر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ لو یہ حضرت امام

رضا علیہ السلام کی قمیض ہے جس میں آپ نماز پڑھا کرتے ہیں۔ الخرائج والجرائح

(۲۰) اخبار بالغیب

ابن اردمہ سے روایت ہے کہ اس کا بیان ہے کہ امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں پہنچانے کے لئے ایک عورت نے میرے ساتھ کچھ زیورات کچھ نقدیات کر دیئے اور میں یہی سمجھ رہا تھا کہ یہ سب کچھ اسی عورت کا ہے اس لئے میں نے اس سے اس کی تفصیل بھی نہیں پوچھی۔ میں سب مال لیکر مدینہ پہنچا اور دیگر اصحاب کے اموال کے ساتھ میں اس کا مال بھی لے کر مدینہ پہنچا اور سب حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں بھیج دیا اور ایک خط میں لکھ دیا کہ فلاں عورت کی طرف سے یہ یہ مال اور فلاں فلاں لوگوں کی طرف سے یہ یہ مال روانہ خدمت ہے۔ آپ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا فلاں فلاں شخصوں کی طرف سے جو تم نے مال بھیجا وہ موصول ہوا نیز دو عورتوں کی طرف سے یہ یہ موصول ہوا۔ اللہ تمہارا یہ عمل قبول کرے تم سے خوش رہے اور تمہیں دنیا اور آخرت دونوں میں ہم لوگوں کے ساتھ قرار دے۔

جب میں نے سُنا کہ دو عورتوں کا مال پہنچا ہے تو مجھے شک ہوا کہ کہیں خط تبدیل تو نہیں ہو گیا ہے کیونکہ مجھے یقین تھا کہ اس میں صرف ایک عورت کا مال ہے۔ یہ دو عورتوں کا مال کیسا معلوم ہوتا ہے میرے خط پہنچانے والے کی غلطی ہے۔ اب جب میں اپنے وطن واپس آیا تو وہ عورت آئی اور اس نے پوچھا کیا ہماری بضاعت مولا تک پہنچا دی؟ میں نے کہا ہاں اس نے کہا اور فلاں عورت کی؟ میں نے کہا کیا اس میں کسی اور عورت کی بھی بضاعت شامل تھی؟ اس نے کہا ہاں اس میں میری رقم اتنی تھی اور میری فلاں بہن کی اتنی تھی۔ میں نے کہا جی ہاں پہنچا دی۔ مختار الخرائج والجرائح

ابراہیم بن سعید سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت امام محمد بن الجواد علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک گھوڑی سامنے سے ہو کر گزری آپ نے فرمایا آج شب اس گھوڑی کے نر بچہ پیدا ہو گا۔ جس کی پیشانی سفید ہو گی۔ یہ سُن کر میں نے اجازت چاہی اور اس گھوڑی کے مالک کے ساتھ ساتھ چلا اور مسلسل رات بھر اسے دیکھتا رہا یہاں تک کہ اسی شب میں اس کے ویسا ہی بچھڑا پیدا ہوا جیسا آپ نے فرمایا تھا۔ اس کے بعد میں آپ کی خدمت میں آیا آپ نے فرمایا اے ابن سعید جو کچھ میں نے کہا تھا اس میں تمہیں شک تھا اچھا اب سنو تمہارے گھر میں جو تمہاری زوجہ حاملہ

ہے اس کے لڑکا پیدا ہوگا مگر وہ کانا (یک چشم) ہوگا۔ بخدا اس کے بعد میرا لڑکا محمد پیدا ہوا جو کانا اور یک چشم تھا۔

(۲۱) کنیز کی خریداری

حمیری نے کتاب الدلائل میں صالح بن عقبہ سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حج کا فریضہ ادا کیا اور حضرت ابو جعفر جواد علیہ السلام سے اپنی مجرد زندگی کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا جب تم حرم سے نکلو گے تو ایک کنیز خرید لینا اس سے اللہ تم کو ایک لڑکا عطا فرمائے گا۔ میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان کیا آپ اس کی خریداری میں مجھے مشورہ دیں گے۔ فرمایا ہاں جب تمہیں کوئی کنیز پسند آئے تو مجھے اطلاع دینا عرض میں ایک کنیز پسند کر کے آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا میں آپ پر قربان میں نے ایک کنیز پسند کر لی ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا تم چلو اور اس کنیز کے قریب کھڑے ہو جاؤ میں آتا ہوں۔ میں بردہ فروش کی دوکان پر پہنچا۔ آپ ادھر سے گزرے اس کنیز پر ایک نظر ڈالی اور آگے بڑھ گئے۔ میں آپ کی خدمت میں آیا آپ نے فرمایا میں نے دیکھ لیا اگر تمہیں پسند ہے تو ضرور خرید لو مگر اس کی عمر بہت کم رہ گئی ہے میں نے عرض کیا پھر میں کیا کروں؟ آپؑ نے فرمایا کہ اگر پسند ہے تو خرید لو۔ دوسرے دن میں پھر اس بردہ فروش کی دوکان پر پہنچا۔ اس نے کہا اس کنیز کو بخار ہے۔ میں تیسرے دن پھر گیا اور پوچھا اس نے کہا آج وہ مر گئی اور میں نے اس کو دفن بھی کر دیا۔ میں نے آکر آپ سے اس کے مرنے کی اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا اب کوئی اور دیکھو میں نے ایک کنیز کو پھر دیکھ کر آپ کو اطلاع دی آپ اپنی سواری پر میرے ساتھ چلے میں اس کنیز کے قریب پہنچا۔ آپ ادھر سے ہو کر گزرے۔ میں وہاں سے پھر آپ کے پاس آیا آپ نے فرمایا ہاں اسے خرید لو میں نے دیکھ لیا ہے۔ آپ کے مشورہ پر میں نے اسے خرید لیا پھر اسی کنیز سے میرا فرزند محمد پیدا ہوا۔

صالح بن عقبہ اصحب سے روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ حج کے لئے گیا اور حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر میں نے اپنی تنہا اور مجرد زندگی کی شکایت کی آپ نے فرمایا جب تم حرم سے نکلو تو ایک کنیز خرید و اللہ تم کو اس سے ایک فرزند عطا کرے گا۔ میں نے عرض کیا میرے ساتھ آپ بھی چلیں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ آپ سواری پر سوار ہو کر نخاس (بازار) گئے اور ایک کنیز کو منتخب کر کے فرمایا اسے خرید

لو۔ میں نے اسے خرید لیا اور بحمد للہ اس کے بطن سے میرا یہ بیٹا محمد پیدا ہوا۔ (الخرائج والجرائح)

دلائل طبری میں محمد بن علی شلمقانی سے روایت مرقوم ہے کہ اسحاق بن اسمٰعیل نے اس سال حج کیا جسمیں سے ایک گروہ حضرت ابوجعفر علیہ السلام کی خدمت میں گیا تھا۔ اسحٰق کا بیان ہے کہ میں نے ایک پرچہ پر اپنے دس سوالات لکھ لئے تھے کہ میں ان کے لئے آپ سے پوچھوں گا اور میری زوجہ حاملہ تھی میں نے سوچا جب آپ میرے ان سوالات کا صحیح جواب دے دیں گے تو میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ اللہ سے دعا فرمائیں کہ میری زوجہ کے ہاں فرزند نرینہ پیدا ہو۔ الغرض جب سب لوگ اپنے سوالات کر چکے تو میں اٹھا میرے ہاتھ میں وہ پرچہ تھا جس میں میرے مسائل تحریر تھے۔ جب آپ نے مجھے دیکھا تو فرمایا اے ابو یعقوب تم اپنے لڑکے کا نام احمد رکھنا۔ پھر میرے یہاں لڑکا پیدا ہوا میں نے اس کا نام احمد رکھا وہ ایک مدت تک زندہ رہا۔

(۲۲) لہو و لعب سے نفرت

علی بن حسان واسطی المعروف بہ العمش سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں آپ کی خدمت میں بچوں کے کچھ کھلونے لے گیا۔ جس میں کچھ چاندی کے بھی تھے اور نیت یہ تھی کہ میں یہ سب اپنے آقا حضرت ابوجعفر علیہ السلام کو بطور تحفہ پیش کروں گا۔ جب سب لوگ اپنے اپنے سوالات کے جوابات پا کر چلے گئے تو آپ اٹھے اور مقام صریا کی طرف چلے میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے ہو لیا اور آپ کے غلام موفق سے ملا اور اس سے کہا مولا سے اذن باریابی دلا دو۔ آپ نے اجازت دی میں اندر گیا سلام کیا آپ نے جواب سلام دیا۔ مگر آپ کے چہرے سے ناپسندیدگی کا اظہار ہو رہا تھا آپ نے مجھے بیٹھنے کے لئے بھی نہیں کہا۔ میں قریب گیا اور جو کچھ اپنی آستین میں لے گیا تھا وہ سب آپ کے سامنے رکھ دیا۔ آپ نے غصّہ کی نظر سے میری طرف دیکھا اور وہ سب کھلونے اِدھر اُدھر پھینک دیئے فرمایا مجھے اللہ نے اس کے لئے نہیں پیدا کیا ہے۔ مجھے لہو و لعب سے کیا مطلب؟ میں نے فوراً معافی چاہی آپ نے معاف کر دیا اور میں باہر نکل آیا۔

صالح بن داؤد یعقوبی سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ حضرت ابو جعفر محمد تقی جواد علیہ السلام کو مامون کے استقبال کے لئے شام جانا پڑا تو آپ نے حکم دیا کہ میری سواری کی دم باندھ دی جائے۔ حالانکہ وہ زمانہ شدت کی گرمی کا تھا

پانی و بارش کا کہیں سوال نہ تھا۔ آپ کے ساتھیوں میں سے کسی نے کہا ان کو سواری پر سوار ہونا نہیں آتا۔ سواری کی دُم باندھنے کا موقع کوئی اور ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ ابھی ہم لوگ تھوڑی ہی دُور گئے تھے کہ راستہ بھول کر کسی اور طرف پہنچے اور وہاں کیچڑ میں پھنس گئے۔ جس سے ہم لوگوں کا سارا لباس اور سارا سامان خراب ہو گیا۔ اور آپ کے لباس پر کوئی دھبہ نہ آیا۔

مختار الخرائج والجرائح ص۲۳۷

اُمیہ ابن علی قیسی سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ہم اور حماد بن عیسیٰ مدینہ میں حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں آپ سے رخصت ہونے کے لئے حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا آج نہ جاؤ کل جانا۔ جب ہم لوگ آپ کی خدمت سے نکلے تو حماد نے کہا میں تو آج ہی جاؤں گا اِس لئے کہ میرا سامان روانہ ہو چکا ہے۔ میں نے کہا کہ مگر میں ٹھہروں گا۔ حماد نہیں مانا روانہ ہو گیا اور اسی شب کو وادی میں زبردست طوفان آیا جس میں وہ ڈوب کر مر گیا اور اس کی قبر اسی وادی میں ہے۔

کشف الغمہ میں اور دلائل حمیری میں امیہ سے اسی کے مثل روایت ہے۔

(کشف الغمہ جلد ۳ ص ۲۱۸)

(۲۳) علم منایا

عمران بن محمد اشعری سے روایت ہے اسکا بیان ہے کہ میں حضرت امام محمد تقی جواد کی خدمت میں حاضر ہوا اور جو مسائل دریافت کرنے تھے کر لئے اس کے بعد عرض کیا کہ میری زوجہ (ام الحسن) نے آپ کو سلام کہا ہے اور عرض کیا ہے کہ اگر آپ اپنے لباس میں سے کوئی لباس مجھے عنایت فرما دیتے تو میں اسے اپنے کفن کے لئے رکھ لیتی۔ آپ نے فرمایا مگر اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔ غرض میں آپ کی خدمت سے نکلا مگر سمجھ میں نہیں آیا کہ آپ کے اس طرح فرمانے کا مطلب کیا ہے مگر کچھ ہی دنوں میں اس کی موت کی خبر ملی کہ وہ آج سے تیرہ یا چودہ دن پہلے ہی انتقال کر چکی تھی۔

مختار الخرائج والجرائح ص۲۳۷

دلائل حمیری میں بھی عمران سے ایسی ہی روایت مرقوم ہے۔

اس کا بیان ہے کہ ایک بار میری والدہ نے مجھ سے کہا تھا کہ میرے مولا سے ان کے جسم کی اتاری ہوئی کوئی قمیض مانگ لانا۔ میں نے آپ سے قمیض مانگی آپ نے فرمایا نہیں اب اس کی ضرورت نہیں ہے اس کے بعد یہ اطلاع آئی کہ میری والدہ کا اس دن سے بیس دن پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا۔

(کشف الغمہ جلد ۳ ص ۲۲۷)

محمد بن سہیل بن لیسع سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں مکہ کے اطراف میں تھا۔ مدینہ گیا اور حضرت امام ابو جعفر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا میرا ارادہ تھا کہ آپ کے لباس میں سے کوئی لباس مانگوں گا مگر مانگنا بھول گیا اور رخصت ہو کر واپسی کے ارادے سے نکلا اور دل میں کہا اب خط لکھ کر مانگ لوں گا۔ میں نے آپ کو خط لکھا اور مسجد رسول میں آیا کہ دو رکعت نماز پڑھ لوں اور استخارہ دیکھ لوں اگر استخارہ آئے تو خط بھیجوں ورنہ اسے چاک کر دوں۔ میں نے استخارہ دیکھا اور استخارہ منع آیا میں نے خط چاک کر دیا اور مدینہ سے نکلا ابھی چلا ہی تھا کہ دیکھا کہ آپ کا ایک فرستادہ آ رہا ہے اس کے ایک رومال کچھ کپڑے ہیں وہ مجمع کو چیرتا ہوا اور پوچھتا ہوا آگے بڑھا کہ اس میں محمد بن سہیل قمی کون ہے یہاں تک کہ وہ مجھ تک پہنچا اس نے کہا کہ تمہارے آقا نے تمہارے لئے یہ لباس بھیجا ہے احمد بن محمد بن سہیل کا بیان ہے کہ اللہ کا کرنا یہ کہ میں نے اپنے والد کی موت پر ان کو غسل دیا اور انہیں دونوں چادروں میں کفن دیا جسے آپ نے بھیجا تھا۔ (مختار الخرائج والجرائح ص ۲۵۳)

سہیل بن زیاد نے ابن حدید سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں ایک قافلہ کے ساتھ حج کے لئے نکلا راستہ میں ڈاکہ پڑ گیا۔ جب مدینہ پہنچا تو راستہ میں حضرت ابو جعفر علیہ السلام سے ملاقات ہو گئی۔ میں آپ کے گھر پہنچا اور سارا قصہ سنایا کہ ہم لوگ بری طرح لٹ گئے۔ آپ نے میرے لئے ایک لباس کا حکم دیا اور کچھ دینار عطا فرمائے اور کہا تم اس کو اپنے ساتھیوں میں جن کا مال گیا ہے تقسیم کر دینا۔ میں نے وہ دینار تقسیم کئے تو جس کا جس قدر مال لٹا تھا وہ اسے مل گیا نہ اس سے کم ہوا نہ اس سے زائد۔ (الخرائج والجرائح)

(۲۴) حسن ورباب سے نفرت

محمد بن ریان کا بیان ہے کہ مامون نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے خلاف ہر چال چل کر دیکھ لی جب کوئی چال کارگر نہ ہوئی تو بالآخر اس نے ایک سو حسین و جمیل خادمائیں طلب کیں جن کے ہاتھوں میں ساغر اور ساغر میں جواہرات جڑے ہوئے تھے تاکہ یہ کنیزیں حضرت ابو جعفر امام تقی علیہ السلام جہاں بیٹھیں یہ ان کے سامنے کھڑی رہیں مگر آپ ان میں سے کسی کی طرف ملتفت نہیں ہوئے۔

ایک شخص جس کا نام مخارق تھا بہت اچھا گاتا بجاتا تھا۔ اس کی لمبی سی داڑھی تھی مامون نے اسے بلایا اس نے کہا یا امیر المومنین اگر کوئی دنیاوی کام ہو تو بتائیں میں اسے انجام دینے کے لئے کافی ہوں۔ یہ کہہ کر وہ حضرت ابو جعفر محمد تقی علیہ السلام

کے سامنے بیٹھ گیا اور ایک ایسی زوردار تان لگائی کہ سب گھر والے جمع ہو گئے اور اسی کے ساتھ وہ عود بجانے اور گانے لگا۔ جب اسے گاتے ہوئے ایک ساعت گزر گئی حضرت امام تقی علیہ السلام گردن جھکائے بیٹھے رہے اس کی طرف ملتفت نہیں ہوئے نہ داہنے دیکھا نہ بائیں۔ یکایک آپ نے سر اٹھایا اور فرمایا اے لمبی داڑھی والے اللہ سے ڈر یہ سنتے ہی مضراب اور عود اس کے ہاتھوں سے گر پڑا پھر مرتے دم تک اس کے ہاتھ عود و مضراب اٹھانے کے قابل نہ ہوئے۔ مامون نے پوچھا تمہارا کیا حال ہے؟ اس نے کہا جس وقت سے حضرت ابو جعفر علیہ السلام نے مجھے ڈانٹا ہے میں ایسا ڈرا ہوں کہ وہ خوف تا قیامت میرے دل سے نہ نکلے گا۔

اصول کافی میں محمد بن زیان سے اسی کے مثل روایت ہے

(۲۵) شکر الحمد للہ

ابن سنان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابو الحسن امام علی النقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے پوچھا اے محمد آل فرج میں کوئی حادثہ رونما ہوا؟ میں نے کہا جی ہاں عمر نے رحلت کی آپ نے فرمایا الحمد للہ علی ذلک (خدا کا شکر ہے) میں نے شمار کیا آپ نے چوبیس مرتبہ خدا کا شکر ہے فرمایا۔ پھر کہا تمہیں معلوم ہے اس نے میرے پدر بزرگوار کے متعلق کیا کہا تھا؟ میں نے عرض کیا نہیں فرمایا کہ میرے پدر عالیمقدار اور اس کے درمیان کسی مسئلہ پر گفتگو ہو رہی تھی اسی اثنا میں اس نے میرے والد سے کہا میرا خیال ہے کہ اس وقت آپ نشہ میں ہیں۔ میرے والد نے کہا پروردگارا اگر تجھ کو علم ہے کہ میں روزے سے ہوں تو اس کم بخت کو جنگ اور قید کا مزا چکھا دے۔ خدا کی قسم چند ہی دن بعد اس کا مال و اسباب سب چھین کر اُسے قید میں ڈال دیا گیا اور اب وہاں ہی مر گیا۔

(۲۶) علم منایا

کتاب نوادر الحکمت میں موسیٰ بن جعفر نے اُمیہ بن علی سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں مدینہ میں تھا اور حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے پاس جایا کرتا تھا اور اس وقت حضرت ابو الحسن موسیٰ رضا علیہ السلام خراسان میں تھے۔ آپ کے اہل خاندان، آپ کے والد کے چچا وغیرہ آپ کے پاس سلام کے لئے آیا کرتے تھے۔ ایک دن آپ نے اپنی کنیز کو بلایا اور کہا جا کر کہہ دو کہ ماتم وعزا کے لئے تیار

ہو جائیں۔ سب لوگ آپ کے پاس آئے اور واپس ہوئے تو آپس میں کہنے لگے کہ ہم لوگوں نے آپ سے یہ تو پوچھا ہی نہیں کہ کس کا ماتم اور کس کی صف عزا، غرض دوسرے دن آپ نے پھر ان کو کہہ دیا کہ صف ماتم و عزا کے لئے تیار ہو جائیں۔ وہ لوگ حاضر خدمت ہوئے اور پوچھا کس کا ماتم اور کس کی صف عزا؟ آپ نے فرمایا اس کی صف ماتم جو روئے زمین پر سب سے بہتر ہے۔ پھر چند دنوں کے بعد حضرت ابوالحسن امام علی الرضا علیہ السلام کی خبر وفات آئی کہ اسی تاریخ کو آپ نے رحلت فرمائی تھی۔

محمد بن عبداللہ بن مہران کا بیان ہے کہ محمد بن الفرج نے مجھے بتایا کہ حضرت ابوجعفر علیہ السلام نے مجھے خط لکھا کہ میرے پاس خمس بھیج دو۔ اب میں سوائے اس سال کے تم لوگوں سے خمس لینے کے لئے موجود نہیں رہوں گا۔ چنانچہ اسی سال آپ نے وفات پائی۔

(۲۷) اخبار العلوم

احمد بن علی بن مکتوم سرخسی سے روایت ہے اسکا بیان ہے کہ میں نے اپنے اصحاب میں سے ایک شخص کو دیکھا جو ابی زینبیہ کے نام سے مشہور ہے اس نے مجھ سے احکم بن یشار مروزی کے اور اس کے قصہ کے متعلق دریافت کیا اور یہ بھی پوچھا کہ اسکے گلے پر نشان کیسا ہے؟ اور میں نے احکم بن یشاد مروزی کی گردن پر ایک نشان دیکھا تھا۔ جیسے معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے اس کو ذبح کر دیا ہو۔ میں نے ابی زینبیہ کو جواب دیا کہ میں نے احکم بن یشاد سے اس نشان کے متعلق پوچھا تھا مگر اس نے کچھ نہیں بتایا۔

راوی کا بیان ہے کہ ہم سات آدمی بغداد کے اندر ایک ہی حجرہ میں رہا کرتے تھے یہ حضرت ابوجعفر ثانی علیہ السلام کا زمانہ تھا۔ ایک دن عصر کے وقت احکم غائب ہو گیا اور رات گئے تک واپس نہیں آیا نصف شب کو حضرت ابوجعفر علیہ السلام کی ایک تحریر ہم لوگوں کے پاس آئی کہ تمہارا ساتھی ذبح کیا ہوا اور ایک چٹائی میں لپٹا ہوا فلاں کوڑے خانہ پر پڑا ہوا ہے جاؤ اسے اٹھا کر لاؤ فلاں فلاں دوا لگاؤ۔ ہم لوگ گئے اور دیکھا کہ واقعاً جیسا آپ نے تحریر فرمایا تھا وہ ذبح کیا ہوا پڑا تھا اسے اٹھا لائے اور آپ کے ارشاد کے مطابق دوا کی وہ اچھا ہو گیا۔

احمد بن علی کا بیان ہے کہ احکم بن یشار اغیار کے ہاتھ لگ گیا تھا انہوں نے اس کو ذبح کر کے ایک مزبلہ پر ڈال دیا تھا۔ در رجال کشی ص ۴۶

ابوزینبیہ سے بھی یہی روایت مرقوم ہے۔ (مناقب جلد ۴ صفحہ ۲۹۷)

(۲۸) ساماں کس سے خریدا جائے

ابوہاشم سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ حضرت ابوجعفر علیہ السلام نے مجھے تین سو دینار اور ایک تھیلی مجھے دی اور حکم دیا کہ یہ میرے فلاں چچازاد بھائی کے پاس لے جاؤ اور اسے دیدو وہ تم سے یہ کہے گا کہ تم ہی بتاؤ میں سامان کس سے خریدوں تم اسے بتا دینا۔ ابوہاشم کا بیان ہے کہ میں وہ دینار کی تھیلی پہچانے گیا تو انہوں نے کہا اے ابوہاشم یہ بتاؤ میں سامان کس سے خریدوں؟ میں نے اسی طرح بتا دیا جیسا کہ امام نے فرمایا تھا۔

(کافی جلد ۱ صفحہ ۴۹۵)

کتاب ارشاد میں بھی ابوہاشم سے یہی روایت ہے۔ (ارشاد صفحہ ۳۰۶)

یہی روایت ابن عیاش نے کتاب اخبار ابی ہاشم میں تحریر کی ہے۔ (مناقب جلد ۴ صفحہ ۲۹۰)

ابوہاشم سے روایت ہے کہ میرے جمال نے اصرار کیا کہ میں حضرت ابوجعفر علیہ السلام سے سفارش کردوں کہ وہ اسے بھی اپنے کاموں پر لگا دیں۔ جب میں آپ کی خدمت میں پہنچا تو دیکھا کہ آپ کے ساتھ بہت لوگ بیٹھے ہوتے ہیں بات کرنا ممکن نہیں آپ کے سامنے دستر خوان لگا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا اے ابوہاشم کھانا کھاؤ۔ پھر آپ نے میرے بغیر کچھ کہے ہوئے اپنے غلام سے کہا۔ اے غلام ابوہاشم کو جو جمال لایا ہے اسے اپنے یہاں کسی کام میں لگا دو۔ (کافی جلد ۱ صفحہ ۴۹۵)

اعلام الوریٰ میں بھی ابوہاشم کی یہ روایت مرقوم ہے۔

کتاب ارشاد میں بھی ابوہاشم کی یہی روایت مرقوم ہے۔ (ارشاد صفحہ ۳۰۶)

(۲۹) علم الاخبار

ابراہیم محمد سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ابوجعفر محمد بن علی نے ایک خط لکھا اور ہدایت کی جب تک یحییٰ بن عمران کی وفات نہ ہو جائے یہ خط نہ کھولنا راوی کا بیان ہے وہ خط میرے پاس کئی برس تک پڑا رہا میں نے اسے نہیں کھولا۔ جس روز یحییٰ بن عمران کا انتقال ہوا میں نے وہ خط کھولا اس میں تحریر تھا کہ اٹھو اور جو یحییٰ بن ابی عمران دیتا تھا وہ تم انجام دو۔

راوی کا بیان ہے کہ مجھے یحییٰ و اسحاق فرزندان سلیمان بن داؤد نے بتایا

کہ جس روز یحییٰ بن ابی عمران کا انتقال ہوا اسی روز ابراہیم نے وہ خط قبرستان میں پڑھا۔ اور ابراہیم کہا کرتا تھا کہ جب تک یحییٰ بن عمران زندہ تھے۔ میں موت سے نہیں ڈرتا تھا۔ یہ بات مجھے حسن بن عبداللہ بن سلیمان نے بتائی۔ (بصائرالدرجات ص۲۶۳ جزء اب اج ۲-۳)

کتاب مناقب میں بھی ابراہیم سے اسی کے مثل روایت ہے۔ مناقب آل ابی طالب جلد ۴ ص ۲۹۷

(۳۰) ═ غسل امام بدست امام

ابوصلت ہروی خادم امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ ایک دن صبح کے وقت حضرت امام رضا علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا جاؤ اس قبہ سے جس میں ہارون دفن ہے ایک مٹھی خاک دروازے کے قریب سے، ایک مٹھی دائیں جانب سے، ایک مٹھی بائیں جانب سے ایک مٹھی صدر سے یعنی ہر جگہ کی مٹی الگ الگ رکھ لو۔

ابوصلت کا بیان ہے کہ میں نے آپکے حکم کے مطابق کیا اور ہر جگہ کی مٹی لا کر آپ کے سامنے ایک رومال پر الگ الگ رکھ دی آپ نے اس میں سے دروازے کے قریب والی مٹی اٹھائی اور فرمایا یہ دروازے کے قریب والی مٹی ہے؟ میں نے کہا جی ہاں فرمایا کل میرے لئے یہاں ایک قبر کھودی جائے گی۔ مگر وہاں ایک پتھر کی چٹان نکلے گی اور کھودنا ناممکن ہو جائے گا۔ یہ کہہ کر آپ نے وہ مٹی پھینک دی۔ دوسری مٹی اٹھائی فرمایا یہ دائیں جانب کی مٹی ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں فرمایا وہاں کے بعد پھر یہاں میری قبر کھودی جائے گی۔ مگر وہاں ایک نوکدار چٹان نکلے گی اور وہاں بھی نہ کھد سکے گی۔ آپ نے اس مٹی کو پھینک دیا۔ تیسری مٹی اٹھائی فرمایا پھر یہاں میری قبر کھودنے کی کوشش ہوگی یہاں بھی نوکدار چٹان نکلے گی اور وہاں بھی ممکن نہ ہوگا۔ وہ مٹی بھی پھینک دی اور صدر کی جانب والی مٹی اٹھائی اور فرمایا یہ صدر کے طرف کی مٹی ہے۔ آخر میں یہاں میری قبر کھودی جائے گی اور مسلسل کھدتی چلی جائے گی۔ یہاں تک کہ پوری کھد جائے گی۔ اور جب پوری قبر تیار ہو جائے تو تم قبر کی تہہ میں اپنا ہاتھ رکھ کر یہ کلمات کہنا اس میں سے فوراً ایک پانی کا چشمہ اُبلے گا اور پوری قبر پانی سے لبریز ہو جائے گی اور اس میں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں ظاہر ہوں گی تم روٹی چور کر کے اس میں ڈال دینا وہ مچھلیاں اسے کھائیں گی اس کے بعد ایک بڑی مچھلی نمودار ہو گی جو ان تمام چھوٹی مچھلیوں کو نگل جائے گی پھر وہ بھی غائب ہو جائے گی جب وہ غائب ہو جائے تو تم پانی پر ہاتھ رکھ کر یہ کلمات دہرانا سارا پانی اندر جذب ہو جائے گا اور میری جانب سے مامون سے درخواست کرنا کہ وہ بھی قبر کھودتے وقت موجود

رہے تاکہ اس کا مشاہدہ کر سکے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ ابھی ابھی مامون کا فرستادہ مجھے بلانے کے لئے آئے گا تم میرے ساتھ چلنا۔ اور دیکھنا کہ اگر اسکے پاس سے اپنا سر کھولے ہوئے اٹھا ہوں تو مجھ سے بات کرنا اور اگر دیکھنا کہ سر ڈھکا ہوا ہے تو بات نہ کرنا۔ ابو صلت کا بیان ہے کہ ابھی یہ گفتگو تمام ہوئی تھی کہ مامون کا آدمی آیا آپ نے اپنا لباس پہنا اور روانہ ہوئے میں بھی پیچھے پیچھے ہولیا۔ جب آپ مامون کے پاس پہنچے تو اس نے جھپٹ کر آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور اپنے ساتھ اپنے تخت پر بٹھایا۔ اس کے سامنے ایک طبق رکھا ہوا تھا۔ جس میں انگور تھے۔ مامون نے اس طبق سے انگور کا ایک گچھا اٹھایا اس کے چند دانے کھائے اور وہ چند دانے چھوڑ دیئے جو زہر آلود تھے پھر امام رضا علیہ السلام سے کہا یہ انگور کے گچھے میرے پاس تحفہ میں آئے تھے مجھے اچھا نہ معلوم ہوا کہ اس میں سے آپ کو نہ کھلاؤں لہذا اس میں سے آپ بھی کھائیں۔ آپ نے فرمایا مجھے معاف کرو۔ اس نے کہا نہیں نہیں خدا کی قسم آپ کھائیں گے تو مجھے خوشی ہوگی۔ راوی کا بیان ہے کہ آپ نے تین مرتبہ اس سے کہا کہ مجھ کو اس کے کھانے سے معاف رکھو اور وہ محمد و علی کا واسطہ دے کر یہ کہتا رہا کہ آپ اس میں سے کچھ تو کھائیں آپ نے اس میں سے انگور کے تین دانے اٹھا کر کھائے اپنا سر ڈھانپ لیا اور باہر نکلے میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چلا آپ نے اپنے گھر میں داخل ہو کر مجھے اشارہ کیا کہ دروازہ بند کر دو۔ میں نے دروازہ بند کر دیا آپ اپنے بستر پر گئے اور سو گئے میں آکر مکان کے صحن کے بیچ میں بیٹھ گیا ناگاہ دیکھا کہ ایک صاحبزادے گیسوؤں والے مکان کے اندر آئے اور اگرچہ میں نے ان کو کبھی دیکھا نہ تھا مگر خیال ہوا کہ یہی امام رضا علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت محمد تقی جواد ہیں میں نے عرض کیا مولا و آقا دروازہ تو بند ہے آپ کدھر سے تشریف لائے؟ فرمایا بلا ضرورت سوال نہ کر دیہ کہہ کر وہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے حجرے کی طرف بڑھے جب امام رضا علیہ السلام نے اُن کو دیکھا تو فوراً اُن کی طرف بڑھے انہیں سینے سے لگایا وہ دونوں بستر پر بیٹھ گئے۔ امام رضا علیہ السلام نے اپنی چادر دونوں پر ڈال لی اور آہستہ آہستہ باتیں کرنے لگے جس کو میں سمجھ نہ سکا اس کے بعد حضرت امام رضا علیہ السلام اپنے بستر پر لیٹ گئے اور امام محمد تقی علیہ السلام نے انہیں چادر اڑھا دی پھر باہر صحن میں نکل آئے اور فرمایا اے ابو صلت میں نے عرض کیا لبیک فرزند رسول فرمایا تمہارے مولا امام رضا علیہ السلام نے رحلت کی اللہ تمہیں صبر دے۔ یہ سن کر میں رونے لگا فرمایا مت رو اب غسل کے لئے تخت اور

پانی لاؤ تاکہ انہیں غسل دے دیا جائے۔

میں نے عرض کیا مولا پانی تو حاضر ہے مگر گھر میں کوئی غسل کا تخت نہیں ہے میں باہر جا کر لاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا نہیں باہر جانے کی ضرورت نہیں توشہ خانہ میں موجود ہے نکال لاؤ میں اندر گیا تو دیکھا کہ واقعاً غسل کا تخت رکھا ہوا ہے اور اس سے پہلے میں نے اس گھر میں کوئی تخت نہیں دیکھا تھا میں اسے اٹھا لایا اور پانی بھی لایا۔ فرمایا اب اِدھر آؤ ہم لوگ امام رضا علیہ السلام کو اٹھا کر تخت پر لٹائیں۔ ہم دونوں نے مل کر آپ کو اٹھایا اور تخت پر لٹا دیا پھر مجھ سے فرمایا اچھا اب تم باہر چلے جاؤ۔ میں باہر نکل آیا اور حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے ان کو تنہا غسل دیا پھر فرمایا کفن اور حنوط لاؤ میں نے عرض کیا کفن تو کوئی رکھا ہوا نہیں ہے فرمایا توشہ خانہ میں جاؤ وہاں موجود ہے میں اندر گیا تو دیکھا کہ اس میں کفن اور حنوط دونوں رکھے ہوئے میں اسے اٹھا لایا آپ نے اپنے ہاتھ میں سے کفن پہنایا اور حنوط کیا پھر فرمایا توشہ خانہ میں تابوت رکھا ہوا ہے لاؤ مجھے یہ کہتے ہوئے شرم آئی کہ اس میں تابوت نہیں ہے بہر حال میں اندر گیا دیکھا تو تابوت بھی موجود تھا حالانکہ اس سے پہلے میں نے اس میں کوئی تابوت نہیں دیکھا تھا۔ میں اٹھا لایا تو آپ نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو تابوت میں لٹایا اور فرمایا اب آؤ نماز جنازہ پڑھ لی جائے۔ آپ نے نماز جنازہ پڑھی اسوقت آفتاب غروب ہو چکا تھا اور نماز مغرب کا وقت آگیا تھا۔ آپ نے نماز مغرب و عشاء ادا فرمائی۔ اِس کے بعد ہم دونوں بیٹھ کر باتیں کرنے لگے کہ دیکھا کہ حجرے کی چھت شگافتہ ہوئی۔ اور تابوت بلند ہوا اور باہر چلا گیا۔ میں نے عرض کیا مولا و آقا مامون مجھ سے اِس کا مطالبہ کرے گا تو میں کیا جواب دوں گا۔ آپ نے فرمایا پریشان نہ ہو وہ ابھی واپس آئے گا جب کوئی نبی مغرب میں انتقال کرتا ہے اور اس کا وصی مشرق میں ہوتا ہے تو اللہ ان دونوں کو دفن سے پہلے یکجا کر دیتا ہے۔ الغرض جب رات آدھی سے کچھ زیادہ گزر گئی تو تابوت واپس آیا چھت شگافتہ ہوئی اور تابوت اپنے مقام پر آ کر ٹھہر گیا۔

اس کے بعد جب ہم لوگ نماز صبح پڑھ چکے تو آپ نے فرمایا اب دروازہ کھول دو وہ ظالم ابھی ابھی تمہارے پاس آئے گا اس سے کہہ دینا کہ امام رضاؑ کا غسل و کفن سب ہو چکا۔ میں دروازہ کھولنے کے لئے گیا اب دیکھا تو آپ غائب تھے معلوم نہیں کہ کس دروازے سے آئے تھے اور کس دروازے تشریف لے گئے اتنے میں مامون پہنچا اور پوچھا کہ امام رضا علیہ السلام کا کیا حال ہے میں نے کہا اللہ آپ کو

صبر دے وہ انتقال کر گئے۔ یہ سُن کر وہ سواری سے اُترا اپنا گریبان پھاڑا سر پر خاک ڈالی اور دیر تک روتا رہا اِس کے بعد کہا اچھا اب تجہیز و تکفین کا سامان کرو میں نے کہا اِن سب سے فراغت ہو چکی ہے پوچھا یہ سب کس نے کیا؟ میں نے کہا ایک صاحبزادے آئے تھے میں اِن کو پہچانتا تو نہیں مگر خیال ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے ہی صاحبزادے تھے۔

مامون نے کہا اچھا تو پھر اب اِس قبہ کے اندر قبر کھودی جائے۔ میں نے کہا مگر انہوں نے آپ سے درخواست کی ہے کہ قبر کھودتے وقت آپ بھی موجود رہیں اُس نے کہا ہاں ہاں میں موجود رہوں گا۔ اِس کے لئے ایک کرسی لائی گئی وہ اِس پر بیٹھ گیا اور حکم دیا کہ دروازے کے پاس قبر کھودو۔ قبر کھودنے لگی تو ایک بڑی چٹان برآمد ہوئی حکم دیا اچھا ہارون کی قبر کے دائیں جانب قبر کھودو۔ وہاں کھودی گئی تو وہاں سے بھی ایک نکیلی چٹان برآمد ہوئی۔ حکم دیا اچھا صدر کی جانب کھودو وہاں کھودی گئی تو آسانی کیساتھ قبر کھدنے لگی۔

جب میں قبر کھود کر فارغ ہوا تو میں نے قبر کی تہہ میں ہاتھ رکھ کر آپ کے بتائے ہوئے کلمات پڑھے۔ فوراً پانی کا ایک چشمہ پھوٹ نکلا اِس میں بہت سی مچھلیاں ظاہر ہوئیں۔ میں نے اِس میں روٹی چور کر کے ڈالی وہ مچھلیاں اِسے کھانے لگیں۔ پھر ایک بڑی مچھلی نمودار ہوئی جو ان تمام چھوٹی مچھلیوں کو نگل گئی۔ میں نے پانی پر ہاتھ رکھ کر آپ کے بتائے کلمات پڑھے۔ پانی اندر جذب ہو گیا اور اسی وقت وہ کلمات میرے حافظہ سے نکل گئے۔ ایک حرف بھی یاد نہ رہا۔ مامون نے کہا اے ابوصلت کیا امام رضاؑ نے تم کو اِس کا حکم دیا تھا؟ میں نے کہا جی ہاں وہ بولا امام رضا علیہ السلام اپنی زندگی میں تو معجزات دکھایا ہی کرتے تھے۔ مرنے کے بعد بھی انہوں نے یہ معجزہ دکھا دیا۔

مامون نے اپنے وزیر سے پوچھا اِس کا کیا مطلب کیا ہے؟ اِس نے کہا میرے ذہن میں تو یہ بات آئی ہے کہ انہوں نے مثال پیش کر کے تم کو یہ بتایا ہے کہ اب تم لوگ دنیا میں چند دنوں کے مہمان ہو۔ جس طرح یہ چھوٹی مچھلیاں، پھر ایک اور شخص نکلے گا جو تم سب لوگوں کو برباد کر دے گا۔

جب امام رضا علیہ السلام دفن کئے جا چکے تو مامون نے مجھ سے کہا بتاؤ وہ کلمات کیا ہیں؟ میں نے کہا خدا کی قسم میں بھول گیا۔ میرے حافظہ میں ایک لفظ بھی نہیں ہے خُدا کی قسم میں سچ کہہ رہا ہوں مگر اِس نے میری بات کو سچ نہ جانا اور قتل کرنے کی دھمکی دی کہ

اگر تم نہ بتاؤ گے تو قتل کر دوں گا۔ اور مجھے قید کرنے کا حکم دے دیا وہ روزانہ مجھے قتل کی دھمکی دیتا کہ بتاؤ ورنہ قتل کر دوں گا۔ اور میں بار بار حلف سے کہتا رہا کہ میں بھول گیا مجھے یاد نہیں اس طرح اس کو ایک سال کا عرصہ گزر گیا۔ اور میں بہت دل تنگ تھا۔ چنانچہ میں نے ایک شب جمعہ کو غسل کیا اور رات بھر عبادت اور رکوع وسجود میں مشغول رہا۔ جب صبح کی نماز پڑھی تو دیکھا کہ حضرت ابو جعفر محمد تقی جواد علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا اے ابو صلت تم بہت دل تنگ ہو رہے ہو۔ میں نے کہا جی ہاں اے مولا وآقا آپ نے فرمایا جس طرح تم نے آج اللہ سے دُعا مانگی ہے اگر اس سے پہلے دُعا مانگی ہوتی تو اللہ اس سے پہلے ہی تم کو رہائی دلا دیتا۔

پھر فرمایا اچھا اب اٹھو چلو میں نے کہا کہاں چلوں قید خانے کے دروازے پر پہرے دار کھڑے ہوئے ہیں ان کے ہاتھوں میں مشعلیں بھی ہیں۔ آپ نے فرمایا اٹھو وہ سب تم کو نہ دیکھ سکیں گے اور آج کے بعد وہ لوگ تم کو گرفتار بھی نہ کر سکیں گے۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے ان سب کے سامنے سے نکال لائے اور وہ سب بیٹھے بات چیت کرتے ہی رہ گئے اور ہمیں نکلتے نہیں دیکھا۔ قید خانے سے باہر نکل کر آپ نے پوچھا بتاؤ کس جگہ میں جانا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا میں اپنے گھر ہرات جاؤں گا۔ فرمایا اپنی ردا اپنے چہرے پر ڈال لو اور میرا ہاتھ پکڑو۔ میرا خیال ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے مجھے داہنے جانب گھمایا پھر فرمایا اچھا اب چہرے سے چادر ہٹا دو میں نے چادر ہٹائی تو وہ غائب تھے اور میں اپنے گھر کے دروازے پر کھڑا تھا اور آج تک میں نہ پھر مامون کے ہاتھ لگ سکا نہ اس کے ساتھیوں کے ہاتھ لگ سکا۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۴۲)

(۳۱) تدفین امام کے لئے

معمر بن خلاد نے حضرت ابو جعفر علیہ السلام سے روایت کی یا ایک دوسرے شخص نے حضرت ابو جعفر علیہ السلام سے روایت ہے یہ (شک ابو علی راوی کا ہے۔) بہر حال روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابو جعفر علیہ السلام نے معمر سے کہا اے معمر! اپنی سواری لو۔ میں نے پوچھا کہاں کے لیئے؟ آپ نے فرمایا اپنی سواری پر سوار تو ہو جاؤ جو کہا جاتا ہے وہ کرو۔ پس میں اپنی سواری پر سوار ہو گیا ہم ایک وادی یا نشیب میں پہنچے (یہ شک بھی ابو علی کی طرف سے ہے) وہاں پہنچ کر آپ نے فرمایا یہیں ٹھہرنا میں ٹھہر گیا اور آپ چلے گئے تھوڑی دیر بعد تشریف لائے میں نے پوچھا آپ کہاں تشریف

لے گئے تھے۔ فرمایا میں ابھی ابھی اپنے پدر بزرگوار کو دفن کر کے آرہا ہوں۔ حالانکہ آپ کے والد اس وقت خراسان میں تھے۔

(۲۲) قتل امام پر مامون کی ندامت

محمد بن ابراہیم جعفری نے حضرت حکیمہ بنت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ جب میرے بھائی امام محمد تقی علیہ السلام وفات پا چکے تو ایک روز میں ان کی زوجہ اُم الفضل کے پاس ایک ضرورت سے گئی اس سے امام محمد تقی علیہ السلام کے فضل و شرف و علم و حکمت کا ذکر آیا تو اس نے کہا اے حکیمہ میں تمہیں حضرت امام محمد تقی بن امام رضا علیہ السلام کے متعلق ایک حیرت انگیز بات بتاؤں۔ کہ ایسی حیرت انگیز بات جو کبھی کسی نے نہ سنی ہوگی۔ میں نے کہا وہ کیا؟ ام الفضل نے کہا۔ وہ مجھے اکثر ستایا کرتے تھے۔ کبھی کسی کنیز کا تذکرہ کر کے اور کبھی یہ کہہ کر میں دوسرا عقد کرنے والا ہوں۔ اور میں اس کی شکایت مامون سے کیا کرتی اور کہہ دیا کرتے کہ بیٹی برداشت کرو وہ فرزند رسول ہیں۔

ایک شب میں بیٹھی ہوئی تھی کہ ایک عورت گھر میں داخل ہوئی میں نے پوچھا تم کون ہو؟ وہ ایک بہت نازک اندام عورت تھی اس نے کہا میں ابو جعفر علیہ السلام کی زوجہ ہوں میں نے پوچھا کون ابو جعفر؟ اس نے کہا محمد تقی ابن رضا علیہ السلام میں نسل عمار بن یاسر میں سے ایک عورت ہوں۔ یہ سن کر میں مارے غیرت کے جل اٹھی اور اپنے آپے میں نہ رہی فوراً اٹھی اور مامون کے پاس پہنچی دیکھا کہ وہ شراب کے نشہ میں چور ہیں۔ رات کافی جا چکی تھی۔ میں نے اس سے اپنا حال بیان کیا اور کہا کہ انہوں نے مجھے بھی برا بھلا کہا ہے اور آپ کو بھی بلکہ بنی عباس کو بھی برا بھلا کہا ہے۔ اور اس نے بہت سی غلط باتیں کہیں یہ سن کر اس کو غیظ آگیا اور شراب کے نشہ کی وجہ سے آپے سے باہر ہو گیا۔ فوراً اٹھا اور اپنی تلوار کھینچی اور قسم کھا کر کہا کہ میں ابھی اسی تلوار سے ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا۔

میں نے یہ دیکھا تو اپنے کہے پر بہت نادم ہوئی اور اپنے دل میں کہا کہ میں نے خود کو بھی تباہ کیا اور اُن کو بھی تباہ کیا یہ کہہ کر میں مامون کے پیچھے پیچھے دوڑی کہ دیکھوں وہ کیا کرتا ہے۔ مامون اپنی تلوار لئے ہوئے آپ کے پاس پہنچا وہ سو رہے تھے اس نے آپ پر تلوار کے پے در پے وار کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اس کے بعد اپنی تلوار اُن

کے حلق پر رکھی اور انہیں ذبح کر دیا۔ ادھر میں اور یاسر خادم یہ سارا ماجرا دیکھ رہے تھے۔ وہ یہ سب کچھ کر کے واپس ہوا وہ اونٹ کی طرح بلبلا رہا تھا اس کے مُنہ سے کف جاری تھا۔ جب میں نے یہ دیکھا تو وہاں سے بھاگی اور اپنے والد کے گھر آگئی۔ رات بھر مجھے نیند نہ آئی اور صبح ہو گئی۔

ام الفضل کا بیان ہے کہ صبح کے وقت میں مامون کے پاس آئی اب نشہ کافور ہو چکا تھا اور وہ نماز پڑھ رہا تھا۔ میں نے کہا یا امیر المومنین آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے آج رات کیا کیا؟ اس نے کہا نہیں بخدا مجھے تو پتہ نہیں کہ میں نے کیا کیا۔ میں نے کہا آپ ابن رضاؑ کے پاس گئے وہ سو رہے تھے آپ نے اپنی تلوار سے ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور انہیں ذبح بھی کر دیا اور یہ سب کچھ کر کے واپس آ گئے۔ مامون نے کہا تجھ پر وائے ہو یہ تو کیا کہتی ہے؟ میں نے کہا میں وہی کہتی ہوں جو آپ نے کیا ہے۔ یہ سُن کر مامون نے فوراً یاسر کو آواز دی اے یاسر دیکھ یہ ملعونہ کیا کہتی ہے۔ یاسر نے کہا یا امیر المومنین یہ جو کہتی ہے سچ کہتی ہے آپ نے ایسا ہی کیا ہے۔ مامون نے کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون لو ہم تباہ ہو گئے ہم رسوا ہو گئے۔ اے یاسر تجھ پر وائے! جلد جا اور جا کر خبر لا کہ ان کا کیا حال ہے۔

یاسر دوڑا ہوا گیا اور فوراً واپس آیا اور کہا یا امیر المومنین مبارک ہو۔ مامون نے پوچھا کیا بات ہے؟ یاسر نے کہا جب میں ان کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ وہ بیٹھے ہوئے مسواک کر رہے ہیں۔ ان کے جسم پر قمیض ہے اور لحاف اوڑھے ہوئے ہیں یہ دیکھ کر مجھے سخت حیرت ہوئی پھر میں نے چاہا کہ ان کے جسم کو دیکھوں کہ ان کے جسم پر زخم وغیرہ تو نہیں ہیں اس لئے میں نے کہا میں چاہتا ہوں کہ آپ اپنی یہ قمیض بطور تبرک مجھے دے دیں یہ سُن کر آپ نے مجھے دیکھا اور مسکرائے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے وہ میرا مطلب سمجھ گئے ہوں۔ آپ نے فرمایا میں تم کو اس سے بہتر قمیض دے دوں؟ میں نے کہا نہیں مجھے تو یہی قمیض چاہیئے۔ آپ نے وہ قمیض اتاری تو میں نے بخدا دیکھا کہ ان کے جسم پر کوئی زخم کا نشان وغیرہ نہیں ہے۔ یہ سُن کر مامون سجدہ شکر میں گر پڑا اور اس نے یاسر کو ایک ہزار دینار انعام دیا اور کہا الحمد للہ اس لئے کہ میرا ہاتھ اُن کے خون سے نہیں رنگین ہوا۔

پھر مامون نے کہا اے یاسر جب ملعونہ میرے پاس آئی رونے لگی تو یہ سب مجھے یاد ہے مگر اس کے بعد میرا اُن کے پاس جانا مجھے کچھ یاد نہیں۔ یاسر نے کہا یا امیر المومنین بخدا آپ نے مسلسل اُن پر تلوار کا وار کیا اور آپ کی لڑکی آپ کو اور انہیں

دیکھتی رہی آپ نے ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے پھر اپنی تلوار ان کی گردن پر رکھ کر انہیں ذبح بھی کر دیا تھا۔ اور اُن کے مُنہ سے اس طرح جھاگ نکل رہا تھا۔ جیسے مست اونٹ کے مُنہ سے جھاگ نکلتا ہو۔ مامون نے کہا اللہ کا شکر پھر مامون نے مجھ سے کہا اے یاسر خبردار اگر یہ واقعہ تم نے پھر کسی سے کہا تو میں تم کو قتل کر دوں گا۔

اِس کے بعد کہا اے یاسر امام محمد تقیؑ کو لیجا کر دس ہزار دینار دے آؤ فلاں سواری بھی لے جاؤ اور کہہ دو کہ اِس سواری پر سوار ہو کر میرے پاس تشریف لائیں۔ اور تمام بنی ہاشم اور سادات اور سرداران لشکر سے کہہ دو کہ وہ سب لوگ ان کے ساتھ سوار ہو کر جلوس کی شکل میں ان کے ساتھ یہاں آئیں۔ مگر پہلے ان کے پاس جائیں انہیں سلام کریں۔ یاسر نے ایسا ہی کیا وہ سب آپ کے سامنے حاضر ہوئے آپ نے سب کو حاضری کا شرف بخشا تمام اشراف وسادات حاضر خدمت ہوئے مگر آپ نے عبداللہ اور حمزہ فرزندان حسن کو اجازت نہیں دی اِس لئے کہ ان دونوں نے مامون کے سامنے آپ کی برائی کی تھی اور بار بار آپ کی چغلخوری کرتے رہے تھے۔ غرض آپ اِس پورے مجمع کے ساتھ اٹھے اور مامون کے پاس آئے مامون نے بڑھ کر گلے لگا لیا۔ پیشانی کو بوسہ دیا اور اپنے تخت پر صدر میں آپ کو بٹھایا اور لوگوں کو حکم دیا کہ سب کے سب آپکے اطراف میں بیٹھ جائیں۔ اِس کے بعد مامون آپ سے اپنی خطا کی معذرت چاہنے لگا۔

حضرت ابوجعفر نے فرمایا اے امیرالمومنین میں آپ کو ایک نصیحت کرنا چاہتا ہوں وہ سُن لیجئے۔ مامون نے کہا بتائیں کیا نصیحت ہے؟ آپ نے فرمایا میری رائے یہ ہے کہ اب آپ شراب نوشی ترک کر دیں مامون نے کہا اے ابن عم میں آپ پر قربان میں نے آپ کی یہ نصیحت قبول کی۔

مختار الخرائج والجرائح ص ۲۰۸ / ۲۰۷

بحار الانوار

باب ۴

بنتِ مامون سے عقد
اور
اِحتجاج و مناظرے

ANSAR

(١) مامون اور خطبہ نکاح

خطیب نے اپنی کتاب تاریخ بغداد میں تحریر کیا ہے کہ مامون نے اپنی بیٹی اُم الفضل کا عقد حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے کرتے وقت یہ خطبہ پڑھا۔

سزاوار حمد ہے وہ خدا جس کی مشیت کے سامنے تمام امور ہیچ ہیں میں اس کی ربوبیت کا اقرار کرتے ہوئے گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس اللہ کے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمتیں نازل فرمائے اپنے منتخب بندے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر۔

اما بعد اللہ تعالیٰ نے نکاح کو نسب وسبب کی تکمیل کا ذریعہ دیا اس لئے سب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ میں نے اپنی دختر زینب کو محمد بن علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کی زوجیت میں دیا۔ اور ان کی طرف سے زینب کا مہر چار سو درہم مقرر کیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اس وقت حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کا سن نو سال چند ماہ کا تھا اس کے بعد مامون مسلسل آپ کا اکرام اور قدر افزائی کرتا رہا۔

(مناقب جلد ۴ صد ۳۸۲)

(٢) اُم الفضل کے مہر میں مناجات کی ایک نقل

ابراہیم بن محمد بن حارث نوفلی کا بیان ہے کہ میرے والد نے جو حضرت امام علی بن موسیٰ علیہ السلام کے خادموں میں سے تھے مجھے بتایا کہ جب مامون نے اپنی دختر (ام فضل) کا عقد حضرت امام ابو جعفر محمد بن علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام سے کر تو دیا حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے مامون کو ایک خط لکھا جس میں یہ تحریر کیا ہر عورت کے لئے اس کے شوہر کے مال میں سے صداق (مہر ہوتا ہے (مگر ہمارے پاس یہاں مال کہاں ہے) ہمارے سارے اموال کو اللہ تعالیٰ نے آخرت میں محفوظ کر رکھا ہے جو ایک مدت کے بعد ہمیں ملے گا۔ جس طرح تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے جو کچھ مال و دولت دنیا بھی اسی دنیا میں دے رکھی ہے اس لئے میں تمہاری دختر کو مہر میں الوسائل الی المسائل دے رہا ہوں اور وہ ایک مناجات ہے جو مجھے میرے پدر بزرگوار نے عطا فرمایا تھا اور

انہوں نے فرمایا تھا کہ یہ اُن کو ان کے پدر بزرگوار حضرت امام محمد باقرؑ نے اور ان کے پدر بزرگوار حضرت علیؑ ابن الحسینؑ نے اور ان کے پدر بزرگوار حسینؑ ابن علیؑ نے اور ان کو ان کے بھائی حضرت حسنؑ ابن علیؑ نے اور ان کو ان کے پدر بزرگوار حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے اور ان کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور اُن کو اللہ کی طرف سے جبریل نے لا کر پہنچایا تھا اور کہا تھا کہ اے رسول اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور یہ فرماتا ہے کہ یہ (مناجات) دنیا و آخرت کے خزانوں کی کنجیاں ہیں اپنے مسائل میں اس کو وسیلہ بناؤ اور اس سے اپنے مقاصد پورے کرو اپنی حاجات روائی کے لئے پڑھو۔ اور اسے دنیاوی حاجات کے لئے استعمال نہ کرنا ورنہ آخرت میں تمہارے حصہ کے اندر اتنی ہی کمی ہو جائے گی اور وہ دس وسائل ہیں (دس مسائل کے لئے) اس سے باب اجابت وا ہوگا اس کے ذریعہ حاجات پوری ہوں گی۔

(۳) ═══ اختلاف و احتجاج

ریان بن شبیب کا بیان ہے کہ جب مامون نے اپنی دختر ام الفضل کا عقد حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے کرنے کا ارادہ کیا اور یہ خبر عباسیوں کو پہنچی تو وہ بہت ناراض ہوئے انہیں یہ بات پسند نہ آئی اور انہیں اس امر کا خطرہ لاحق ہوا کہ جس طرح مامون نے حضرت امام علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام کو اپنا ولی عہد بنایا تھا اس طرح اب ان کو اپنا ولی عہد بنانا چاہتا ہے۔ پھر بہت کچھ غور و فکر کے بعد مامون کے انتہائی قریبی رشتہ داروں میں سے چند لوگ مامون کے پاس آئے اور بولے یا امیر المومنین خدا کے لئے اپنی دختر کا عقد امام رضاؑ کے فرزند امام محمد تقیؑ سے کر کے ان کو اپنی حکومت کا حقدار نہ بنا دیجئے۔ ہمیں ڈر ہے کہ اگر آپ نے ایسا کیا تو وہ حکومت جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے خاندان کو عطا کی ہے وہ ہم سے نکل جائے گی اور وہ ساری عزت جو اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کو دی ہے وہ سب جاتی رہے۔ آپ کو خود معلوم ہے کہ ہم سے اور اس قوم (آل ابی طالب) سے پرانی اور نئی کیا کیا دشمنیاں ہیں۔ اور آپ سے پہلے خلفاء راشدین نے ان لوگوں کو ہمیشہ اپنے سے دور رکھا اور انہیں ہمیشہ حقیر اور چھوٹا بنائے رکھا مگر آپ نے علی ابن موسیٰ رضا کو اپنا ولی عہد بنا کر سخت مخمصے میں ڈال دیا تھا وہ تو یہ کہیئے کہ اللہ نے ہی ہمیں اس مخمصے سے نکالا مگر اب خدا کے لئے

ہم لوگوں کو پھر تو اس مخمصے میں نہ ڈالیں اور فرزند امام رضاؑ کے متعلق اپنی رائے پر نظر ثانی کریں۔ اور ان کے بدلے اپنے ہی خاندان کا کوئی مناسب لڑکا دیکھ لیں جو آپ کی دامادی کے لائق ہو۔

مامون نے جواب دیا سنو! آل ابوطالب اور تم لوگوں کے درمیان جو تنازعہ ہے اس کے سبب خود تم لوگ ہو۔ اگر واقعتاً تم لوگ انصاف سے کام لیتے تو حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ تم لوگوں سے زیادہ اس کے حقدار تھے اور ہمارے گزشتہ خلفائے نے ان لوگوں کے ساتھ جو سلوک کیا وہ درحقیقت قطع رحم تھا اور میں اس سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ میں ہرگز قطع رحم نہ کروں گا۔ خدا کی قسم میں امام رضاؑ کو اپنا ولی عہد بنانے پر کوئی ندامت محسوس نہیں کرتا بلکہ میں نے تو انہیں یہ پیش کش کی تھی کہ میں خلافت سے دست بردار ہوتا ہوں آپ حکومت کی باگ ڈور سنبھالیں مگر انہوں نے انکار کر دیا اس لئے کہ اللہ نے جو مقدر کر دیا ہے وہی ہوتا ہے۔

اب رہ گیا حضرت ابوجعفر امام محمد تقی علیہ السلام کا معاملہ تو میں نے انہیں بھی اس لئے منتخب کیا ہے کہ وہ اہل علم و فضل میں سب سے بڑھ کر ہیں اگرچہ وہ ابھی کمسن ہیں مگر ان کا علم و فضل حیرت انگیز ہے۔ میں نے جو صلاحیت ان میں دیکھی ہیں وہ سب کو دکھا دوں تاکہ سب پر واضح ہو جائے کہ ہم نے ان کے متعلق جو رائے قائم کی ہے بالکل درست ہے۔

لوگوں نے کہا ہو سکتا ہے کہ آپ نے ان میں صلاحیت پائی ہو مگر وہ ابھی بالکل کمسن ہیں نہ انہیں ابھی کوئی علم ہوگا اور نہ وہ فقہی مسائل سے واقف ہوں گے لہذا بہتر یہ ہے کہ ابھی انہیں مہلت دیں تاکہ ان کی تعلیم و تربیت ہو جائے اس کے بعد آپ ان کے ساتھ جو چاہیں کریں۔

مامون نے کہا وائے ہو تم لوگوں پر میں اس بچے کو تم سے بہتر جانتا ہوں اس خاندان والوں کو علم و ادب سیکھنے کی ضرورت نہیں ان کو منجانب اللہ علم عطا ہوتا ہے اور بچپن سے ان کو الہام ہونے لگتا ہے۔ اس بچے کے آبائے کرام علم دین و ادب میں امت سے تحصیل علم ادب کرنے میں ہمیشہ مستغنی رہے اور اگر تم لوگ چاہو تو اس بچے کو آزما کر دیکھ لو کہ حضرت ابوجعفرؑ میں وہ صلاحیت ہے یا نہیں جو میں نے تم کو بتائی ہے۔

لوگوں نے کہا ہمیں منظور ہے یا امیر المومنین! ہم لوگ خود انکا امتحان لیں

گے۔ ہمیں موقع دیں کہ ہم لوگ ان سے آپ کے سامنے کچھ فقہی مسائل پوچھ کر دیکھیں اگر انہوں نے صحیح جواب دے دیا تو ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ اور ہر خاص و عام پر یہ واضح ہو جائے گا کہ ان کے متعلق امیر المومنین نے جو رائے قائم کی ہے وہ درست ہے۔ مامون نے کہا تم لوگوں کو اختیار ہے جب چاہو آزمالو۔

اس گفتگو کے بعد سب لوگ مامون کے پاس سے نکلے اور پھر ایک جگہ بیٹھ کر ایک متفقہ فیصلہ کیا کہ یحییٰ بن اکثم جو اس زمانے میں قاضی القضاۃ ہے وہ امام محمد تقی علیہ السلام سے چند ایسے فقہی مسائل پوچھیں جس کا وہ جواب نہ دے سکیں گے یحییٰ بن اکثم سے ان لوگوں نے اس کام کے لئے بہت سے انعام واکرام کا وعدہ کیا وہ لوگ مامون کے پاس آئے اور اس سے کہا کہ آپ اسکے کے لئے کوئی دن مقرر کر دیں۔ مامون نے ان کی یہ بات منظور کرلی اور ایک دن مقرر کر دیا۔

اس مقررہ دن پر سب لوگ جمع ہوئے ان کے ساتھ یحییٰ بن اکثم بھی تھا۔ مامون نے حکم دیا کہ حضرت ابو جعفر امام محمد تقی علیہ السلام کے لئے مسند بچھا دی جائے اور اس مسند پر دو تکیئے رکھ دیئے جائیں۔ جب یہ انتظام ہو گیا تو حضرت ابو جعفر علیہ السلام برآمد ہوئے اس وقت آپ کا سن نو سال اور چند مہینوں کا تھا۔ آپ مسند پر دونوں تکیوں کے درمیان بیٹھ گئے۔ یحییٰ بن اکثم آپ کے سامنے بیٹھا اور مامون آپ کی مسند سے متصل ایک دوسری مسند پر بیٹھا۔ اور سب لوگ حسب مراتب اپنی اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے۔

یحییٰ بن اکثم نے مامون سے کہا کیا امیر المومنین کی اجازت ہے کہ میں ابو جعفر علیہ السلام سے ایک مسئلہ پوچھوں؟ مامون نے کہا اگر تمہیں کچھ پوچھنا ہے تو ابو جعفر سے اجازت لو۔ یہ سن کر یحییٰ بن اکثم حضرت ابو جعفر علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا اور بولا میں آپ پر قربان کیا اجازت ہے کہ میں آپ سے ایک مسئلہ پوچھوں؟ آپ نے فرمایا جو چاہو پوچھو۔

یحییٰ بن اکثم نے کہا یہ فرمایئے کہ حالت احرام میں اگر کوئی شخص شکار کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟

آپ نے فرمایا مگر پہلے تم یہ تو واضح کرو کہ اس نے یہ شکار حل میں کیا تھا یا حرم میں؟ شکار کرنے والا مسئلہ سے واقف تھا یا ناواقف؟ اس نے عمداً اس جانور کو مار ڈالا یا دھوکے سے قتل ہو گیا؟ وہ شخص آزاد تھا یا غلام؟ کم سن تھا یا بالغ؟ پہلی

مرتبہ ایسا کیا تھا یا اس سے پہلے بھی ایسا کر چکا تھا۔ شکار پرند کا تھا یا کوئی اور چھوٹا یا بڑا جانور تھا؟ وہ اپنے نعل پر اصرار رکھتا ہے یا پشیمان ہے۔ رات کو پوشیدہ طور پر شکار کیا تھا یا دن دھاڑے؟ احرام عمرہ کا تھا یا حج کا؟

اِس مسئلہ میں اتنے گوشے سُن کر یحییٰ بن اکثم حیرت میں پڑ گیا۔ اِس کے چہرے سے اس کی عاجزی ظاہر ہونے لگی اس کی زبان لڑکھڑانے لگی۔ اِس سے کچھ بولا نہ گیا اور سارے مجمعے نے محسوس کر لیا کہ اِس کا ناطقہ بند ہے۔ مامون نے کہا اللہ کا شکر کہ اِس نے ہم پر کرم کیا ہمیں صحیح رائے قائم کرنے کی توفیق عطا کی اسکے بعد اس نے اپنے اہل خاندان کی طرف رُخ کیا اور بولا بتاؤ تم لوگ جو ان کے علم وفضل سے انکار کر رہے تھے اب تو تم نے بھی پہچان لیا کہ یہ کون ہیں اور کیا ہیں؟ اِس کے بعد اس نے حضرت ابو جعفر علیہ السلام کی طرف رُخ کیا اور کہا اے ابو جعفر تم میری دُختر سے اپنا نکاح منظور کرتے ہو؟ آپ نے فرمایا جی یا امیر المومنین مجھے منظور ہے۔ مامون نے کہا اچھا تو پھر آپ اپنی طرف سے خطبہ نکاح پڑھیں ہمیں اپنی قوم کی ناراضگی کی پرواہ نہیں میں اپنی دُختر ام الفضل کا نکاح آپ سے کروں گا۔

حضرت ابو جعفر امام محمد تقی علیہ السلام نے مندرجہ ذیل خطبہ نکاح پڑھا

الحمد للہ اقراراً بنعمتہٖ ولا الٰہ الا اللہ اخلاصاً لوحدانیۃ

وصلی اللہ علی محمد سید بحریتہٖ والاصفیاء من عترتہٖ

اما بعد فقد کان من فضل اللہ علی الانام ان اغناھو بالحلال

عن الحرام وقال سبحانہ وانکحوا الایامیٰ منکو والصالحین من عبادکو

وامائکو ان یکونوا فقراء یغنھو اللہ من فضلہ واللہ واسع علیو

واضح ہو کہ محمد بن علی بن موسیٰ علیہ السلام مامون کی دُختر ام الفضل سے نکاح کرنا چاہتا ہے اور اس کا مہر اتنا ہی ادا کرے گا جتنا مہر اس کی جدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھا اور وہ پانچ سو درہم تھے پس یا امیر المومنین آپ اپنی اس دُختر کا نکاح مجھ سے اتنے مہر کرتے ہیں۔؟

مامون نے کہا ہاں اے ابو جعفر میں نے اپنی دختر اُم الفضل کا نکاح آپ سے مہر مذکور پر کیا کیا آپ نے یہ نکاح قبول کیا؟ حضرت ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا ہاں میں نے اسے قبول کیا اور میں اِس پر راضی ہوں۔

اِس کے بعد مامون نے حکم دیا کہ ہر خاص وعام حسب مرتبہ اپنی اپنی جگہ

بیٹھ جائیں۔

(۴) فقہی مسائل کا جواب

ریان کا بیان ہے کہ تھوڑی ہی دیر میں ملاحوں کی جیسی آوازیں ہم لوگوں کے کانوں میں آنے لگیں اور کچھ خدام ایک چاندی کی بنی ہوئی کشتی جس میں ریشم کی ڈوریاں بندھی ہوئی تھیں۔ ایک گاڑی پر جو مختلف اقسام کے عطر و خوشبو سے معمور تھی کھینچتے ہوئے لائے۔ مامون نے حکم دیا کہ سب کی داڑھی میں خوشبو اور عطر لگایا جائے۔ اس کے بعد دستر خوان بچھایا گیا۔ سب نے کھانا کھایا۔ اس کے بعد ہر ایک کو حسب حیثیت انعام واکرام دیا گیا۔

غرض جب سب لوگ انعام و اکرام لے کر رخصت ہو گئے اور اب صرف چند مخصوصین باقی رہ گئے تو مامون نے حضرت ابو جعفر علیہ السلام سے کہا میں آپ پر قربان اگر آپ مناسب سمجھیں تو ان تمام گوشوں کے احکام بیان کر دیں تا کہ ہم لوگوں کو اس سے استفادہ کا موقع مل سکے آپ نے فرمایا بہتر سنیئے :-

اگر اس شخص نے احرام باندھنے کے بعد حل میں شکار کیا ہے اور وہ شکار پرندہ کا ہے اور بڑا ہے تو اس کا کفارہ ایک بکری ہے اور ایسا شکار حرم میں کیا ہے تو دو بکریاں ہیں اور کسی چھوٹے پرندہ کا حل میں شکار کیا ہے تو ایک بکری کا بچہ جو اپنی ماں کا دودھ چھوڑ چکا ہو کفارہ دے گا۔ اور اگر حرم میں شکار کیا ہے تو اس پرندہ کی قیمت اور ایک دنبہ کفارہ دے گا اور اگر وہ شکار چوپایہ ہو تو اس کی کئی قسمیں ہیں اگر وہ وحشی گدھا ہے تو ایک گائے۔ اگر شتر مرغ ہے تو ایک اونٹ، اگر ہرن ہے تو ایک بکری کفارہ دے گا۔ اور یہ کفارہ جب ہے کہ حل میں شکار کیا ہو۔ لیکن اگر حرم میں شکار کیا ہے تو یہی کفارے دو گنے دینے ہوں گے۔ اور ان جانوروں کو جنہیں کفارے میں دے گا۔ اگر احرام عمرے کا تھا تو خانہ کعبہ تک پہنچائے گا اور مکہ میں قربانی دے گا اور اگر احرام حج کا تھا تو منیٰ میں قربانی دے گا" ان کفاروں میں عالم و جاہل دونوں برابر ہیں اور بالارادہ شکار کرنے میں کفارہ دینے کے علاوہ وہ گنہگار بھی ہو گا۔ ہاں بھولے سے شکار کرنے میں گنہکار نہ ہو گا۔ آزاد اپنا کفارہ خود ادا کرے گا اور غلام کا کفارہ اس کا مالک دے گا۔ اور چھوٹے بچے پر کوئی کفارہ نہیں بالغ پر کفارہ دینا واجب ہے اور جو شخص اپنے اس فعل پر نادم ہو گا وہ آخرت کے عذاب سے بچ جائے گا۔ لیکن اگر اپنے اس فعل پر اصرار

کرے گا تو آخرت میں بھی اس پر عذاب ہوگا۔

مامون نے یہ تفصیل سُن کر کہا اے ابو جعفر اللہ آپ کا بھلا کرے آپ نے بہت اچھی تفصیل دی۔ اب اگر آپ مناسب سمجھیں تو جس طرح یحییٰ بن اکثم نے آپ سے سوال کیا تھا آپ بھی اس سے ایک سوال کر کے دیکھیں آپ نے یحییٰ بن اکثم سے کہا کیا میں تم سے ایک مسئلہ پوچھوں؟ یحییٰ نے کہا آپ کو اختیار ہے میں آپ پر قربان، اگر مجھے معلوم ہوگا تو جواب عرض کروں گا ورنہ خود آپ سے استفادہ کروں گا۔ حضرت ابو جعفر علیہ السلام نے کہا۔

تم اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو جس نے صبح کو ایک عورت پر نظر کی تو وہ اس پر حرام تھی۔ دن چڑھے حلال ہو گئی۔ پھر ظہر کے وقت حرام ہو گئی۔ عصر کے وقت پھر حلال ہو گئی۔ غروب آفتاب پر پھر حرام ہو گئی۔ عشاء کے وقت پھر حلال ہو گئی۔ آدھی رات کو پھر حرام اور صبح کے وقت پھر حلال ہو گئی۔ بتاؤ ایک ہی دن میں اتنی دفعہ وہ عورت اس شخص پر کس طرح حرام و حلال ہوتی رہی؟

یحییٰ بن اکثم نے کہا نہیں خدا کی قسم میرے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں، مجھے معلوم نہیں کہ وہ حرام و حلال کیسے ہوتی رہی۔ اب اس کا جواب بھی آپ ہی بتائیں۔

آپ نے فرمایا "سنو وہ عورت کسی کی کنیز تھی۔ اس کی طرف صبح کے وقت جب ایک اجنبی شخص نے اس پر نظر کی تو وہ اس کے لئے حرام تھی۔ دن چڑھے اس نے وہ کنیز خرید لی، حلال ہو گئی۔ ظہر کے وقت آزاد کر دیا وہ حرام ہو گئی۔ عصر کے وقت اس سے نکاح کر لیا وہ پھر حلال ہو گئی۔ مغرب کے وقت اس سے ظہار کیا وہ پھر حرام ہو گئی۔ عشاء کے وقت ظہار کا کفارہ دے دیا وہ پھر حلال ہو گئی۔ آدھی رات کو اس شخص نے اس عورت کو طلاق رجعی دی وہ پھر حرام ہو گئی اور صبح کے وقت اس نے طلاق سے رجوع کر لیا وہ پھر حلال ہو گئی۔"

یہ جواب سن کر مامون نے اپنے اہل خاندان کی طرف رُخ کیا اور بولا بتاؤ تم میں سے کوئی ایک بھی ایسا ہے جو اس مسئلہ کا اس طرح جواب دے یا اس مسئلہ کو حل کر دے جو اس سے پہلے گزرا۔ سب نے کہا نہیں قسم بخدا امیر المومنین کی رائے درست وصائب ہے۔ مامون نے کہا وائے ہو تم پر یہ اہل بیت رسول ہیں تم لوگوں نے دیکھ لیا کہ ان لوگوں کو ساری مخلوق سے زیادہ خصوصی فضل و شرف حاصل ہے اور ان کی کم سنی ان کے فضل و

کمال میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے حضرت علی علیہ السلام کو اسلام کی دعوت دی جب کہ ان کا سن صرف دس سال کا تھا اور آپ نے اس سن کے کسی شخص کو دعوت اسلام نہیں دی پھر امام حسنؑ وامام حسینؑ نے اس وقت بیعت کی جب یہ دونوں پانچ چھ سال کے تھے اور اس سن کے کسی بچے نے بیعت نہیں کی تھی۔ کیا تم نہیں جانتے کہ اس قوم (اہل بیت رسول) کو اللہ تعالیٰ نے کن کن خصوصیات سے نوازا ہے۔ یہ ذریت رسول ہیں ان میں سے ہر ایک ایک دوسرے سے ہے۔ اور وہی فضل وعلم جو پہلے میں تھا آخری میں بھی ہے۔ لوگوں نے کہا امیر المومنین نے سچ فرمایا اس کے بعد قوم رخصت ہوگئی۔

دوسرے دن تمام لوگ پھر بلائے گئے اور حضرت ابو جعفر علیہ السلام بھی تشریف لائے۔ اور تمام لشکر کے سرداروں، درباریوں، خواصوں اور حکومت کے کارندوں نے مامون اور حضرت ابو جعفر علیہ السلام کو مبارک باد دی۔ اس کے بعد چاندی کے تین طبق آئے جن میں مشک وزعفران کی گولیاں تھیں ہر گولی کے اندر ایک پرچہ تھا جس پر کسی بھاری انعامات وعطایا۔ وجاگیر کے نام تحریر تھے۔ مامون نے حکم دیا کہ ان گولیوں کو خواص کے مجمعے میں لٹا دیا جائے جس شخص کے ہاتھ جو گولی لگی اس نے اس گولی کو کھولا اس میں سے جو پرچہ نکلا اور اس پرچہ پر جس چیز کا نام تحریر تھا اس نے بڑھ کر اُسے لے لیا۔ اس کے بعد دس ہزار درہموں کی تھیلیاں لائی گئیں جو سرداران لشکر وغیرہ پر تقسیم ہوئیں پھر مامون نے صدقہ نکالا اور تمام مساکین کو دیا۔ (احتجاج طبرسی ص ۲۲۹/۲۲۶)

مامون حضرت امام ابو جعفر محمد تقی علیہ السلام کی اپنی زندگی بھر بہت تعظیم وتکریم کیا کرتا اور ہر امر میں ان کو اپنی اولاد اور اپنے اہل خاندان پر ترجیح دیا کرتا۔

محمد بن عون نصیبی سے بھی یہی روایت مرقوم ہے۔

کتاب ارشاد میں ریان بن شبیب سے اسی کے مثل روایت ہے۔

(کتاب الارشاد ص ۲۹۹/۳۰۴)

⑤ ـــــ بابرکت دن

جس روز اُم الفضل بنت مامون کا عقد حضرت ابو جعفر محمد تقی علیہ السلام سے ہوا۔ ابو ہاشم جعفری نے آپ سے عرض کیا یا مولا آج کا دن تو ہم لوگوں کے لئے بڑا مبارک رہا۔ آپ نے فرمایا اے ابو ہاشم یوں کہو کہ آج کے دن اللہ نے ہم لوگوں پر بڑی

برکت عطا فرمائی۔ ابو ہاشم نے کہا جی ہاں جی ہاں۔ مگر آج کے دن کیا کہوں۔ فرمایا اچھی بات کہو۔ اچھائی ملے گی۔ میں نے عرض کیا میں ایسا ہی کروں گا۔ فرمایا اگر ایسا کرو گے تو ہدایت پاؤ گے اور بھلائی ہی بھلائی دیکھو گے۔ (تحف العقول صہ ۴۷۹)

⑥ اُم الفضل کا شکایتی خط

لوگوں نے روایت کی ہے کہ اُم الفضل نے مدینہ سے اپنے باپ کو خط لکھا اور اس میں حضرت ابو جعفر علیہ السلام کی شکایت تحریر کی کہ وہ کہتے ہیں دوسرا عقد کر کے ہم پر سوت لائیں گے۔ مامون نے اس کے جواب میں تحریر کیا بیٹی میں نے تمہارا عقد حضرت ابو جعفر سے اس لئے نہیں کیا ہے کہ جو چیز اللہ نے ان کے لئے حلال کی ہے میں اسے ان کے لئے حرام کر دوں۔ اور خبردار اب آئندہ اس قسم کی شکایت مجھ سے نہ کرنا۔ (ارشاد صہ ۳۱۴)

⑦ یحییٰ بن اکثم سے مناظرہ فضیلتِ شیخین پر

روایت کی گئی ہے کہ مامون اپنی دختر اُم الفضل کا عقد حضرت امام ابو جعفر محمد تقی علیہ السلام سے کرنے کے بعد اپنے دربار میں تھا اور وہیں حضرت ابو جعفر و یحییٰ بن اکثم اور شرکا کی جماعت کثیر بھی موجود تھی۔ یحییٰ بن اکثم نے حضرت ابو جعفر علیہ السلام کو مخاطب کیا اور بولا فرزند رسول آپ اس روایت کے متعلق کیا کہتے ہیں، وہ یہ ہے کہ حضرت جبریل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئے اور کہا یا محمد اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کے بعد یہ کہتا ہے ذرا ابو بکر سے پوچھو کیا وہ مجھ سے راضی ہیں۔ میں تو بہر حال ان سے راضی ہوں۔

حضرت ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا حضرت ابو بکر کی منزلت کا میں منکر نہیں ہوں لیکن اس روایت کے راوی پر یہ واجب ہے کہ اس روایت کو بھی پیش نظر رکھے جس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا کہ میری طرف غلط روایات منسوب کرنے والے بہت ہو گئے ہیں اور ابھی اور بھی زیادہ ہوں گے مگر یاد رہے کہ جو شخص میری طرف کوئی جھوٹ بات

منسوب کریگا۔ وہ اوندھے مُنہ جہنم میں جائے گا۔ لہٰذا تم لوگوں کے سامنے جب کوئی میری حدیث آئے تو اس کو کتاب خدا اور میری سنت کے مطابق کر کے دیکھو اگر اسے کتاب خدا اور میری سنت کے موافق پاؤ تو اُسے قبول کر لو اور اگر مخالف پاؤ تو اسے چھوڑ دو۔ اب اِس مذکورہ روایت کو دیکھا جائے تو یہ کتاب خدا کے موافق نہیں ہے۔ اِس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

ولقد خلقنا الانسان ونعلم ما توسوس بہ نفسہ ونحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ سورہ ق آیت نمبر ۱۶

جب اللہ تعالیٰ ہر ایک کی شہ رگ گردن سے بھی زیادہ قریب ہے تو پھر اس سے ابوبکر کی رضا یا ناراضگی کیسے چھپی رہ گئی کہ وہ رسول اللہ سے کہتا ہے کہ ذرا ابوبکر سے معلوم کر کے مجھے بتاؤ؟ عقل کے نزدیک تو یہ بات محال ہے۔

یحییٰ بن اکثم نے کہا اور یہ روایت بھی تو کی گئی ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی مثال زمین پر ایسی ہی ہے جیسے حضرت جبریل و حضرت مکائیل کی مثال آسمان پر ہے۔

آپؑ نے فرمایا یہ روایت بھی قابل نظر ہے کیونکہ حضرت جبریل و حضرت مکائیل یہ دونوں اللہ کے مقرب فرشتے ہیں جنہوں نے کبھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی اور ایک لمحہ کے لئے بھی اللہ کی اطاعت سے روگرداں نہیں ہوئے لیکن حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پہلے مشرک تھے اگرچہ بعد میں اسلام لائے علاوہ ازیں ان دونوں کی زندگی کا اکثر حصّہ مشرک باللہ میں بسر ہوا۔ لہٰذا محال ہے کہ ان دونوں کو ان دونوں فرشتوں کے مشابہ قرار دیا جائے۔

یحییٰ نے کہا یہ بھی روایت ہے کہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر یہ دونوں جنت کے بوڑھوں کے سردار ہیں۔ اِس کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟

آپ نے فرمایا یہ بھی محال ہے کیونکہ اہل جنت کل کے کل جوان ہوں گے ان میں کوئی بوڑھا نہ ہوگا۔ یہ روایت بنی امیہ نے اِس روایت کے مقابلہ میں وضع کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلمؐ نے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہم السلام کے متعلق فرمایا کہ یہ دونوں سردار جوانان اہل جنت ہیں۔

یحییٰ بن اکثم نے کہا روایت میں ہے کہ حضرت عمر ابن خطاب اہل جنت کے لئے چراغ ہیں؟

آپ نے فرمایا یہ محال ہے کیونکہ جنت میں ملائیکہ مقربین و نیز از آدم تا خاتم تمام انبیاء و مرسلین ہوں گے تو ان لوگوں کے انوار سے تو جنت میں کوئی روشنی نہ ہو اور حضرت عمر کے چراغ سے جنت روشن ہو جائے۔

یحییٰ بن اکثم نے کہا اور یہ بھی روایت ہے کہ سکینہ حضرت عمر کی زبان سے گفتگو کرتا ہے۔؟

آپ نے فرمایا میں حضرت عمر کی منزلت سے انکار نہیں کرتا مگر غور کرو کہ حضرت ابوبکر حضرت عمر سے کہیں افضل ہیں اور وہ بر سر منبر کہتے ہیں کہ میرے ساتھ ایک شیطان ہے جو مجھے بہکاتا ہے لہٰذا اگر تم لوگ دیکھو کہ میں ٹیڑھا ہو رہا ہوں تو مجھے سیدھا کر لیا کرو۔

یحییٰ ابن اکثم نے کہا اور یہ بھی روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں مبعوث برسالت نہ ہوتا تو حضرت عمر رسول بنا کر بھیجے جاتے۔

آپ نے فرمایا اس حدیث کے مقابلہ میں اللہ کی کتاب زیادہ سچی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے۔

وَ اذ اخذنا من النبیین میثاقھم و منک و من نوح (سورہ احزاب آیت نمبر ۷)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے عہد و پیمان لے لیا تھا۔ پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ وہ اپنے عہد و پیمان کو بدل دے۔ اور انبیاء وہ ہیں جنہوں نے چشم زدن کے لئے بھی کبھی شرک نہیں کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس شخص کو کیسے رسول بنا کر بھیجتا جس کی زندگی کا اکثر حصہ آلودہ شرک باللہ رہا۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں اس وقت نبی بنایا گیا جب حضرت آدم اپنی روح و جسد کے درمیان میں تھے۔

یحییٰ بن اکثم نے کہا یہ بھی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب کبھی مجھ پر وحی آنی رُک جاتی تھی تو مجھے یہ خیال ہوتا کہ اب یہ وحی آل خطاب (حضرت عمر) پر نازل ہو رہی ہو گی۔

آپ نے فرمایا یہ بھی ناممکن و محال ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اللہ یصطفی من الملائکۃ رسلا و من الناس (سورہ الحج آیت نمبر ۷۵)

جب اللہ رسولوں کو منتخب کرتا ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اپنے منتخب کئے ہوئے نبی سے نبوت کو ایسے شخص کی طرف منتقل کر دے جس نے شرک کیا ہو۔

یحییٰ بن اکثم نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ روایت بھی کی گئی ہے کہ اگر عذاب نازل ہو تو سوائے حضرت عمر کے کوئی نہ بچے گا۔ آپ نے فرمایا یہ بھی ناممکن اور محال ہے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وما كان الله ليعذبهم وانت فيهم وما كان الله معذبهم وهم يستغفرون

سورہ انفال آیت نمبر ۳۳

یعنی اللہ تعالیٰ اس امت میں سے کسی پر عذاب نازل ہی نہ کرے گا جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے درمیان ہیں یا وہ لوگ استغفار کر رہے ہوں۔ احتجاج طبرسی ص ۲۴۹/۴۳

⑧ ــــ رعب امامت

برسی نے اپنی کتاب مشارق الانوار میں ابو جعفر ہاشمی سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک دن میں بغداد میں حضرت ابو جعفر ثانی امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ یاسر خادم حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ شہزادے آپ کو میری مالکہ ام جعفر یعنی خواہر مامون نے یاد کیا ہے۔ آپ نے خادم سے کہا جاؤ میں ابھی آ رہا ہوں اس کے بعد آپ کھڑے ہوئے اپنی سواری پر بیٹھے اور مامون کی محلسرا کے دروازے پر پہنچے۔ راوی کا بیان ہے کہ جب آپ کی آمد کی اطلاع اندر پہنچی تو ام جعفر خواہر مامون خود دروازے پر آگئی آپ کو سلام کیا اور کہا اندر آجائیے اُم الفضل بنت مامون کے پاس چلیں۔ میری تمنا ہے کہ میں آپ کو اور اپنی بیٹی اُم فضل کو ایک جگہ بیٹھا ہوا دیکھوں اور میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

راوی کا بیان ہے کہ آپ اندر تشریف لے گئے۔ درمیان کے پردے تھے آپکے سامنے سے اٹھتے جاتے تھے وہاں پہنچ کر فوراً الٹے پاؤں واپس ہوئے اور یہ کہتے ہوئے کہ فلما رأينه اكبرنه (سورہ یوسف آیت ۳۱) (جب عورتوں نے حضرت یوسف کو دیکھا تو فریفتہ ہو گئیں) آپ وہاں سے نکلے اور آ کر بیٹھ گئے۔ ام جعفر خواہر مامون اپنے دامن کو سمیٹتی ہوئی باہر آئی اور عرض کیا شہزادے آپ نے کرم تو ضرور کیا مگر یہ کرم ناتمام رہا۔ آپ نے فرمایا۔

اتی امر اللہ فلا تستعجلوہ (سورہ نحل آیت ۱) (حکم خدا آیا چاہتا ہے تم لوگ جلدی نہ کرو) اور بات کچھ ایسی ہوئی ہے اس کا اعادہ مناسب و بہتر نہیں ہے جاؤ اور ام الفضل کو بتا دو وہ واپس گئیں اور اس نے اُم الفضل کو بتایا کہ آپ نے یہ فرمایا ہے۔ اُم الفضل نے کہا پھوپھی یہ بات انہیں کیسے معلوم ہو گئی۔ اب اپنے والد کے لئے میرے مُنہ سے کیسے نہ بد دُعا نکلے اس لئے کہ انہوں نے ایک جادو گر سے میرا نکاح کر دیا۔ اس کے بعد بولی اے پھوپھی جب ان کا جمال مجھے نظر آیا تو مجھے ایام شروع ہو گئے۔ میرے ہاتھ اپنے کپڑوں پر لگے اور میں نے اپنے آپ کو سنبھالا۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ سُن کر اُم جعفر مبہوت سی ہو گئی اور باہر آ کر پوچھا شہزادے ام الفضل کو کیا ہو گیا تھا؟ (یہ عورتوں کے راز کی بات ہے)۔ اس نے کہا شہزادے کیا غیب کی بات جانتے ہو؟ فرمایا نہیں پوچھا تو پھر آپ پر وحی نازل ہوئی ہے؟ فرمایا نہیں کہا پھر آپ کو اس کا علم کیسے ہو گیا جب کہ اس کا علم اللہ کو ہے یا اُم الفضل کو؟ فرمایا اللہ نے مجھے آگاہ کیا تو مجھے علم ہو گیا۔ راوی کا بیان ہے کہ جب اُم جعفر واپس گئی تو میں نے عرض کیا شہزادے عورتوں کے بلوغ کی پہچان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا حیض جو اُم الفضل کو آیا ہے۔

بحار الانوار

باب ۵

فضائل و مکارمِ اخلاق

(۱) کم سنی میں تیس ہزار مسائل کا جواب

علی بن ابراہیم نے اپنے باپ سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ جب حضرت امام علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام نے وفات پائی تو ہم لوگ حج کے لئے گئے پھر حضرت ابو جعفر امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے وہاں مختلف شہروں سے آئے ہوئے شیعوں کا ایک بہت بڑا مجمع تھا۔ جو حضرت ابی جعفر علیہ السلام کی زیارت کی تمنا میں جمع تھا۔ اسی اثنا میں آپ کے چچا عبداللہ بن موسیٰ وہاں آ گئے۔ یہ ایک سن رسیدہ بزرگ تھے۔ موٹے جھوٹے لباس میں ملبوس پیشانی پر سجدے کا نشان وہ بھی آ کر وہاں بیٹھ گئے۔ اتنے میں حضرت امام ابو جعفر محمد تقی علیہ السلام اپنے حجرے سے برآمد ہوئے۔ قصبی قمیض اور قصبی چادر میں ملبوس پاؤں میں سفید رنگ کی پاپوش۔ آپ کو آتے دیکھ کر عبداللہ ابن موسیٰ کھڑے ہو گئے اور ان کے ساتھ تمام شیعہ بھی تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ عبداللہ بن موسیٰ نے آگے بڑھ کر آپ کا استقبال کیا پیشانی کو بوسہ دیا۔ آپ ایک کرسی پر آ کر تشریف فرما ہوئے۔ آپ کی کم سنی کو دیکھ کو دیکھ کر سارا مجمع مارے حیرت کے ایک دوسرے کو تکنے لگا۔

مجمع میں سے ایک شخص نے آپکے چچا سے پوچھا اللہ آپ کا بھلا کرے یہ بتائیں کہ اگر کوئی شخص جانور سے فعل بد کرے تو اُس کے لئے کیا حکم ہے؟

عبداللہ بن موسیٰ نے کہا اس کا داہنا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور کوڑے بھی لگائے جائیں گے۔ یہ سُن کر حضرت امام ابو جعفر محمد تقی علیہ السلام کو طیش آ گیا ان کی طرف غصہ کی نظر سے دیکھا اور فرمایا۔ چچا خوف خدا کیجئے ورنہ قیامت کے دن وہ منزل بہت سخت ہو گی۔ جب اللہ آپکے سامنے کھڑے ہوں گے اور آپ سے پوچھا جائے گا کہ جس مسئلہ کا تمہیں علم نہ تھا اس کے متعلق تم نے لوگوں کو فتویٰ کیوں دیا؟ عبداللہ بن موسیٰ نے کہا مولا کیا آپ کے پدر بزرگوار نے یہ فتویٰ نہیں دیا تھا؟ آپ نے فرمایا وہاں یہ مسئلہ نہیں تھا بلکہ اس شخص نے ایک عورت کی قبر کھودی اور اس سے زنا کیا اِس پر میرے پدر بزرگوار نے یہ فتویٰ دیا کہ اِس کا داہنا ہاتھ قبر کھودنے کے جرم میں کاٹا جائے گا اور زنا کے جرم میں کوڑے بھی لگائے جائیں گے اِس لئے کہ میت کی عزت و حرمت بھی اتنی ہی ہے جتنی اس کی زندگی میں تھی۔ عبداللہ بن موسیٰ نے کہا مولا آپ نے سچ ارشاد فرمایا مجھے یاد آ گیا اب میں اللہ سے توبہ کرتا ہوں

لوگوں کو اس گفتگو سے بڑی حیرت ہوئی اور ہر طرف سے آواز آئی میرے مولا اجازت ہو تو ہم لوگ بھی آپ سے اپنے مسائل دریافت کریں آپ نے اجازت دی اور لوگوں نے اس ایک نشست میں آپ سے تیس ہزار مسائل دریافت کیئے اور آپ نے ان سب کے جوابات دیئے حالانکہ اس وقت آپ کا سن فقط نو سال کا تھا۔ (اختصاص ص۱۰۲)

علی بن ابراہیم نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ قرب و جوار کے کچھ لوگ حضرت ابو جعفر علیہ السلام کے پاس آئے اور ملاقات کی اجازت چاہی آپ نے اجازت دی وہ سامنے گئے تو ان لوگوں نے ایک نشست میں تیس ہزار مسائل دریافت کئے آپ نے ان سب کا جواب دیا۔ حالانکہ اس وقت آپ کا سن صرف دس سال کا تھا۔ (مناقب ص۲۱۷)

ابراہیم بن ہاشم سے بھی اسی کے مثل روایت ہے۔ (مناقب جلد ۴ ص ۳۸۴)

علی سے بھی اسی کے مثل روایت ہے۔ (کافی جلد ۱ ص ۴۹۶)

کتاب الجلاء والشفا میں مروی ہے کہ جب امام رضا علیہ السلام نے رحلت فرمائی تو محمد بن جمہور عمی، حسن بن راشد، علی بن مدرک، علی بن مہزیار اور مختلف شہروں سے کثیر تعداد میں لوگ مدینہ آئے اور اہل مدینہ سے دریافت کیا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے بعد ان کا جانشین کون ہے اور کہاں ہے؟ لوگوں نے کہا بصریا ایک گاؤں ہے جو مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر واقع ہے جسے حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے آباد کیا تھا۔ الغرض ہم لوگ وہاں پہنچے اور داخل قصر ہوئے۔ دیکھا کہ بہت سے لوگ سر بگریبان گردن جھکائے ہوئے بیٹھے ہیں۔ ہم سب بھی ان کے ساتھ بیٹھ گئے اتنے میں عبداللہ ابن موسیٰ جو ایک عمر رسیدہ بزرگ تھے تشریف لائے۔ لوگوں نے سمجھا کہ یہ امام وقت ہیں۔ پھر سوچا کہ فقہا نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے تو یہ روایت کی ہے کہ امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے بعد اب دو بھائی کبھی امام نہ ہوں گے۔ لہذا یہ ہمارے امام نہیں ہو سکتے۔ الغرض وہ آکر صدر مجلس میں بیٹھ گئے۔ ایک شخص نے ان سے مسئلہ پوچھا یہ بتائیں کہ اگر کوئی شخص گدھی سے بدفعلی کرے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ انھوں نے جواب دیا اس کا داہنا ہاتھ قطع کیا جائے گا اور بعد میں کوڑے لگائے جائیں گے۔ پھر سال بھر کے لئے ملک بدر کر دیا جائے گا۔ پھر ایک دوسرا شخص اٹھا اس نے پوچھا اللہ تعالیٰ آپ کی بزرگی میں اور اضافہ فرمائے یہ بتائیں کہ ایک شخص نے اپنی عورت سے کہا کہ تجھے آسمان کے

ستاروں کی تعداد کے برابر طلاق انہوں نے جواب دیا۔ اس سے اس نے سر جوزانسر طائر اور نسر واقع مراد لئے ہیں یعنی تین طلاق۔ اور ہم لوگوں کو ان کے ان فتوؤں پر بڑی حیرت تھی کہ اتنے میں حضرت ابو جعفر محمد تقی علیہ السلام جن کا سن اس وقت آٹھ سال کا تھا تشریف لائے ہم لوگ کھڑے ہو گئے آپ نے آکر سب کو سلام کیا عبداللہ بن موسیٰ صدر مجلس سے اٹھ گئے اور اب صدر مجلس میں حضرت امام محمد تقی علیہ السلام بیٹھے آپ نے فرمایا کیا پوچھنا چاہتے ہو مجھ سے پوچھو۔

اذن سوال پا کر پہلا شخص اٹھا اور عرض کیا ایک شخص نے گدھی سے بدفعلی کی اس کے لئے کیا حکم شرع ہے۔ آپ نے فرمایا اس شخص پر حد جاری ہو گی اور وہ اس گدھی کی قیمت ادا کرے گا۔ اور اس کے لئے گدھی یا اس گدھی کے بچوں پر سواری حرام ہو گی۔ اس گدھی کو جنگل میں چھوڑ دیا جائے گا تاکہ وہ وہیں مر جائے اور درندے وغیرہ اس کو کھا جائیں اس کے بعد فرمایا اور وہ حکم شرع جو عبداللہ ابن موسیٰ نے بتایا ہے۔ وہ اس شخص کے متعلق ہے جس نے ایک عورت کی قبر کھود دی اس کا کفن چرایا اور اس کے ساتھ بدفعلی کی۔ تو چوری کی وجہ سے اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ پھر اس پر زنا کی حد جاری کی جائے گی اگر وہ بے عورت کے ہے تو اس کو شہر بدر کیا جائے گا اور اگر وہ عورت دار ہے تو اس کا قتل اور رجم واجب ہے۔

اب دوسرا شخص اٹھا اور عرض کیا فرزند رسول ایسے شخص کے متعلق کیا حکم شرع ہے جس نے اپنی عورت سے کہا کہ میں نے تجھے آسمان کے ستاروں کی تعداد کے برابر طلاق دی۔ آپ نے پوچھا تم قرآن پڑھتے ہو؟ اس نے کہا جی ہاں فرمایا اچھا سورہ طلاق کی تلاوت کرو۔ واقیموا الشھادۃ للہ۔ سورہ طلاق آیت ۲

اور دیکھو کہ طلاق بغیر پانچ باتوں کے نہیں ہوتی۔ شاہدین عادلین کی گواہی، بغیر جماع والے طہر میں صیغہ طلاق کا جاری ہونا اور بالارادہ اور بالعزم طلاق دینا (ان آیات میں یہی تو ہے) اس کے بعد فرمایا کیا اس قرآن میں ستاروں کی تعداد کے برابر کا کہیں کوئی ذکر ہے؟ اس نے کہا نہیں۔

اس کو بہت سے مصنفین نے اپنی کتابوں میں تحریر کیا ہے مثلاً ابوبکر احمد بن ثابت نے اپنی تاریخ ابو اسحاق ثعلبی نے اپنی تفسیر میں اور محمد بن مندہ بن مہر بذ نے اپنی کتاب میں۔

مناقب آل ابی طالب ص ۳۸۴/۳۸۲

(۲) چند سوالات

محمد بن ولید کرمانی سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے فرزند حضرت ابو جعفر امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ بہت بڑا مجمع ہے جو صحرا کی طرف کھلنے والے دروازے پر موجود ہے میں پلٹ کر ایک مسافر کے پاس بیٹھ گیا یہاں تک کہ زوال کا وقت آ گیا۔ پھر ہم لوگوں نے اُٹھ کر نماز پڑھی۔ ناگاہ اپنے پیچھے کسی کے آنے کی آہٹ سنی پلٹ کر دیکھا تو حضرت ابو جعفر محمد تقی علیہ السلام تھے میں نے بڑھ کر آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا آپ بیٹھ گئے اور آنے کی وجہ دریافت کی۔ پھر فرمایا تسلیم کرو میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان میں نے تسلیم کیا آپ نے یہ تین مرتبہ فرمایا اور ہر مرتبہ میں یہی عرض کیا کہ میں نے تسلیم کیا اور فرزند رسول میں اس پر خوش اور راضی ہوں۔ میرے دِل میں جو کچھ شک شکوک تھے وہ اللہ نے دور کر دیئے یہاں تک کہ اگر میں شک پیدا کرنے کی کوشش بھی کروں تو نہیں کر سکتا۔

میں دوسرے دن پھر پہنچا پہلے دروازے سے آگے بڑھ کر اصطبل تک پہنچا وہاں کوئی ایسا نہ تھا جسے میرے آنے کی اطلاع ہو۔ مجھے امید تھی کہ اس طرح میں آپ تک پہنچ جاؤں گا مگر کوئی ایسا نہ ملا جسے اپنا وسیلہ بناؤں ادھر دھوپ سخت ہو گئی اور مجھے بھوک بھی لگی۔ میں پانی پی کر اپنی پیاس بجھاتا اور بھوک کو تسکین دیتا رہا۔ ابھی میں اِسی حال میں تھا کہ ایک غلام ایک خوان لے کر میرے پاس آیا۔ جس میں طرح طرح کے کھانے تھے۔ اور ایک دوسرا غلام بھی تھا جس کے ہاتھ میں طشت اور لوٹا تھا ان دونوں نے یہ سب چیزیں میرے سامنے لاکر رکھ دیں اور کہا مولا نے حکم دیا ہے کہ کھانا کھالو میں کھانے لگا۔ جب اِس سے فارغ ہوا تو مولا خود تشریف لائے میں کھڑا ہو گیا۔ حکم دیا کہ بیٹھ جاؤ اور کھانا کھاؤ میں کھانے لگا آپ نے ایک غلام کی طرف دیکھا اور فرمایا تم بھی اِس کے ساتھ کھانے میں شریک ہو جاؤ تاکہ بے تکلف ہو کر کھائے الغرض جب کھانے سے فارغ ہوا تو دستر خوان اٹھا لیا گیا اور غلام نے اٹھ کر چاہا کہ دستر خوان کے گرد جو کچھ پس خوردہ ہے اِسے اٹھا لے۔ آپ نے فرمایا اِسے چھوڑ دو صحرا میں کا پس خوردہ چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ہاں گھر کے اندر کا پس خوردہ اٹھا لیا جاتا ہے۔ پھر فرمایا کچھ پوچھنا ہے تو پوچھ لو۔ میں نے عرض کیا میں آپ

پر قربان مشک کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے۔

آپ نے فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار نے حکم دیا تھا کہ ان کے لئے مشک نافہ فراہم کیا جائے تو فضل نے آپ کو خط لکھا کہ لوگ اِسے آپ کے لئے معیوب سمجھتے ہیں آپ نے اس کو جواب میں تحریر کیا اے فضل تمہیں یہ نہیں معلوم کہ حضرت یوسف علیہ السلام ریشمی زر دوزی کا کام کیا ہوا لباس پہنتے تھے اور طلائی کرسی پر بیٹھتے تھے مگر اس سے ان کی نبوت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کی بھی یہی شان تھی۔ اس کے بعد آپ نے حکم دیا کہ میرے لئے (مشک و عنبر و کافور سے مرکب) ایک خوشبو چار ہزار درہم کی تیار کی جائے۔

پھر میں نے عرض کیا یہ فرمائیں کہ آپ کے دوستوں کو آپ لوگوں کی دوستی میں کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا سنو! حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ایک غلام تھا جو آپ کی سواری کی لجام تھامتا تھا۔ ایک مرتبہ آپ مسجد رسول میں تشریف لائے اور باہر آپ کا غلام آپکی سواری لئے کھڑا ہوا تھا۔ کہ اسی اثنا میں خراسان سے آپ کے چند دوست دار آئے۔ ان میں سے ایک دوست نے اس غلام سے کہا۔ ذرا اپنے آقا سے جا کر پوچھو اگر وہ اجازت دیں تو جو خدمت تم انجام دے رہے ہو وہ میں انجام دینے کے لئے تیار ہوں میں ان کا غلام بن جاؤں گا۔ اور تم اس کے عوض میرا سارا مال لے لو ویسے میں کوئی غریب نہیں اللہ کے فضل سے میں بہت دولت مند ہوں۔ ہر طرح کا ساز و سامان مال و دولت میرے پاس ہے تم خراسان جا کر سب کچھ لے لو۔ اور میں یہاں تمہاری جگہ تمہارے آقا کی غلامی کروں گا۔ غلام نے جواب دیا اچھا میں ابھی جا کر پوچھتا ہوں۔

وہ غلام مسجد میں آپ کے پاس گیا اور عرض کیا مولا آپ کو معلوم ہے کہ میں کتنے عرصے سے آپ کی خدمت کر رہا ہوں اس وقت اللہ نے مجھے ایک بہت اچھا موقع دیا ہے کیا آپ مجھے اس موقع سے فائدہ نہ اٹھانے دیں گے؟ آپ نے فرمایا میں خود اپنے پاس سے تمہیں دوں گا۔ دوسرے کے پاس نہ جانے دوں گا۔ اس غلام نے اس مرد خراسانی کا واقعہ بتایا۔ آپ نے فرمایا اچھا اگر تمہیں ہماری خدمت پسند نہیں اور وہ مرد خراسانی ہماری خدمت کرنا چاہتا ہے تو تمہیں منظور ہے تم جا سکتے ہو۔ وہ خادم آپ کے پاس سے واپس ہوا تو آپ نے آواز دی ذرا ایک بات سنتے جاؤ ویسے جانے نہ جانے کا تمہیں پورا اختیار ہے۔ وہ بات یہ ہے کہ جب قیامت کا دن آئے گا تو رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا تعلق نورِ خدا سے ہوگا۔ اور امیر المومنین علیہ السّلام کا تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے ہوگا اور ان کے بعد ائمہ کا تعلق امیر المومنین سے ہوگا اور ہمارے شیعہ لوگوں کا تعلق ہم لوگوں سے ہوگا۔ ہمارے ساتھ وہ لوگ بھی جنت میں اِسی درجہ میں ہوں گے جس درجہ میں ہم لوگ ہوں گے۔ جہاں ہم لوگ وارد ہوں گے وہاں یہ لوگ بھی وارد ہوں گے۔

غلام نے کہا اب نہیں جاؤں گا۔ یہیں رہوں گا اور آپ لوگوں کی خدمت کروں گا اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دُوں گا۔ یہ کہہ کر وہ مسجد سے نکلا اور اس مردِ خراسانی کے پاس آیا مردِ خراسانی نے کہا کیا بات ہے جاتے وقت تمہارے چہرے کا رنگ کچھ اور تھا اب اِس وقت رنگ کچھ اور ہے اُس غلام نے اِس سے اپنی ساری گفتگو بیان کی جسے سنکر وہ حضرت ابو عبداللہ علیہ السّلام کی خدمت میں آیا۔ اِس مردِ خراسانی نے غلام کو ایک ہزار دینار دیئے پھر کھڑا ہوا امام سے رخصت چاہی اور دعا کی درخواست کی آپ نے اس کے لئے دُعا کی۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر میں نے حضرت ابو جعفر امام محمد تقی علیہ السّلام سے عرض کیا مولا اگر میرے اہل وعیال مکہ میں نہ ہوتے تو جی چاہتا تھا کہ آپ کی ڈیوڑھی پر کچھ دنوں قیام کروں مگر اب تو اجازت دیں۔ آپ کے سامنے ایک نقریات کا ڈبہ رکھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا اسے تم لے لو۔ میں نے تکلف کا اظہار کیا آپ مسکرائے اور فرمایا لے جاؤ تمہیں اسکی ضرورت پڑے گی۔ میں اُسے لے کر اپنی قیام گاہ پر آیا اب دیکھا تو واقعاً جس وقت مکہ آنے لگا تو خرچ کے لئے رقم کم تھی اور مجھے اُس کی ضرورت پڑی۔

۳ — اعجازِ امام

جب حضرت ابو جعفر امام محمد تقی علیہ السّلام مامون سے رخصت ہو کر بغداد سے مدینہ کے لئے روانہ ہوئے تو آپ کے ساتھ ام الفضل بنت مامون بھی تھی۔ وہ منزلیں طے کرتے ہوئے جب کوفہ پہنچے تو ایک مجمع آپ کے ساتھ ہولیا۔ قریب بغروب آفتاب آپ دارِ مسیب پر آئے وہاں شب کو قیام فرمایا۔ نماز کے لئے مسجد میں آئے اس کے صحن میں کھجور کا ایک درخت بالکل خشک کھڑا ہوا تھا آپ نے وضو کے لئے پانی منگوایا اور اِس درخت کی جڑ میں بیٹھ کر وضو کیا لوگوں کے ساتھ باجماعت نماز مغرب

ادا کی پہلی رکعت میں سورہ الحمد کے بعد اذجاء نصر اللہ کی قرآت فرمائی دوسری رکعت میں سورہ الحمد اور سورہ قل ہو اللہ احد کی تلاوت کی۔ رکوع سے پہلے قنوت پڑھا اور تیسری رکعت میں تشہد و سلام پھر تھوڑی دیر بیٹھے، تسبیح پڑھی اور بغیر تعقیبات پڑھے کھڑے ہوئے چار رکعت نوافل پڑھی اور اس کے بعد تعقیبات پڑھیں سجدہ شکر بجالائے اور باہر نکلے جب اس درخت کے پاس پہنچے تو لوگوں نے دیکھا وہ خوب سرسبز و شاداب ہے اسمیں خوب پھل آئے ہوئے ہیں۔ لوگوں کو سخت تعجب ہوا بڑھ کر اس درخت کی کھجور کھائی تو نہایت لذیذ جس میں گٹھلی کا نام نہیں تھا۔ اب آپ کوفہ سے روانہ ہو کر مدینہ آئے اور وہاں رہنے لگے یہاں تک کہ ۲۲۵ھ میں معتصم نے آپ کو مدینہ سے پھر بغداد بلایا اور پھر بغداد میں رہے اور آپ نے اسی سال ماہ ذی العقدہ میں بغداد ہی میں انتقال فرمایا اور اپنے جد بزرگوار کی پشت کی طرف دفن ہوئے۔ (ارشاد ص ۳۰۴)

④ برادر ایمانی سے سلوک

احمد بن زکریا صیدلانی نے اہل بست کے قبیلہ بنی حنیفہ کے ایک شخص سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ جس سال حضرت ابو جعفر امام محمد تقی علیہ السّلام نے حج ادا کیا میں بھی آپ کے ساتھ تھا اور یہ معتصم کی خلافت کا ابتدائی دور تھا میں آپ کے ساتھ دستر خوان پر بیٹھا ہوا تھا وہاں بہت سے والیان خلافت بھی موجود تھے میں نے آپ سے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان ہمارے علاقہ کا والی ایک ایسا شخص ہے جو آپ اہل بیت کا دوست دار اور محب ہے اور مجھ پر اس کی تحصیل کا خراج باقی ہے میں آپ پر قربان اگر مناسب سمجھیں تو اسے ایک پرچہ تحریر کر دیں کہ وہ مجھ پر کرم کرے۔ آپ نے فرمایا میرا اس کا تعارف نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان یقین کیجئے وہ ویسا ہی ہے جیسا میں نے عرض کیا یعنی وہ آپ اہل بیت کا محب ہے اور آپ کے ایک پرچہ سے مجھے بڑا فائدہ ہو جائے گا۔ آپ نے کاغذ لیا اور ایک پرچہ لکھ دیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اما بعد حامل رقعہ ہذا نے بتایا ہے کہ تم ایک اچھے مذہب کے پیرو ہو تم اپنے برادران مومن کے ساتھ حسن سلوک کرو اور یہ جان لو اللہ تعالیٰ ایک ایک ذرہ اور ایک ایک رائی کا تم سے سوال کرے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ جب میں وہ پرچہ لے کر سجستان پہنچا تو مجھ سے پہلے اس کی خبر حسین بن عبداللہ نیشاپوری کو جو اس وقت وہاں کا والی تھا۔ پہنچ چکی تھی۔ اس نے شہر سے دو فرسنخ آگے بڑھ کر میرا استقبال کیا میں نے وہ پرچہ اس کو دیا۔ اس نے اس کو بوسہ دیا آنکھوں سے لگایا اور مجھ سے پوچھا تمہاری حاجت کیا ہے؟ میں نے کہا آپ کی تحصیل میں مجھ پر مالگذاری باقی ہے۔ اس نے حکم دیا کہ اس کی بقایا مالگذاری معاف کی جائے اور جب تک میں یہاں کا عامل ہوں تم کوئی مالگذاری نہ دو گے پھر پوچھا تمہارے متعلقین کتنے ہیں؟ میں نے بتایا تو اس نے میرے اور میرے متعلقین کا راتب بھی مقرر کر دیا چنانچہ جب تک وہ زندہ رہا میں نے کوئی مالگذاری ادا نہیں کی اور مرتے دم تک وہ ہم سے حسن سلوک کرتا رہا۔ (الکافی جلد ۵ ص ۱۱۲-۱۱۱)

۵ روافض کی پختہ اعتقادی

محمد بن مسعود نے محمودی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میرے والد نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں علی بن داؤد کے پاس گیا وہ اپنے اصحاب میں بیٹھے ہوئے تھے۔ علی بن داؤد نے اپنے مصاحبوں سے کہا یہ بتاؤ کہ کل شب خلیفہ نے جو بات کہی تھی اس کے متعلق تم لوگوں کا کیا خیال ہے؟ لوگوں نے پوچھا خلیفہ نے کیا کہا تھا اس نے کہا خلیفہ نے یہ کہا کہ اگر ہم لوگ حضرت ابوجعفر کو زبردستی شراب پلا کر اور خوشبوؤں میں بسا کر ان رافضیوں کے سامنے پیش کر دیں تو پھر وہ لوگ کیا کریں گے؟ اہل دربار نے کہا پھر ان رافضیوں کی ساری دلیلیں اور ساری بحثیں ختم ہو جائیں گی۔ میں نے کہا مگر رافضیوں کا میرے پاس بہت آنا جانا ہے میں ان لوگوں کے پوشیدہ معتقدات سے واقف ہوں۔ اس کا ان لوگوں پر کوئی اثر نہ ہوگا۔ خلیفہ نے کہا یہ بات تم نے کیسے کہدی؟ میں نے کہا اس لئے کہدی کہ وہ لوگ اس امر کے قائل ہیں کہ ہر زمانہ اور ہر حال میں ضروری ہے کہ اس زمین پر کوئی نہ کوئی حجت خدا ہو تا کہ اللہ کی حجت بندوں پر تمام ہو جائے۔ پس اگر اس حجت خدا کے دور میں کوئی اس جیسا یا اس سے بھی بہتر و افضل ہوا تو پھر وہ اپنے اہل اور اپنی قوم میں حجت قرار پانے کا زیادہ اہل ہوگا۔ راوی کا بیان ہے کہ ابن ابی داؤد نے یہ کہہ کر خلیفہ کی بات پر اعتراض کیا۔ تو خلیفہ نے کہا واقعا اس قوم پر کوئی مکر و حیلہ نہیں چل سکتا لہذا ابوجعفر کو تکلیف نہ دو۔ (رجال کشی ص ۴۲۹)

⑥ اسناد حرز جواد

ابو بصیر ہمدانی سے روایت ہے کہ مجھ سے حضرت حکیمہ بنت محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر یعنی حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی پھوپھی نے بیان کیا کہ جب حضرت امام محمد تقی ابن حضرت امام الرضا علیہ السلام نے رحلت فرمائی تو میں ان کی زوجہ اُم علیسٰی بنت مامون کے پاس رسم تعزیت بجالانے گئی۔ دیکھا کہ اِس پر بہت حزن و ملال طاری ہے معلوم ہوتا تھا کہ روتے روتے جان دے دے گی اور اِس کا کلیجہ پھٹ جائے گا۔

پھر ہم دونوں آپ کے کرم حسن اخلاق آپ کے خداداد فضل و شرف و عزت و کرامت کا تذکرہ کرنے لگے۔ اِسی اثنا میں اُم عیسٰی نے کہا میں ان کے متعلق ایک حیرت انگیز اور جلیل القدر واقعہ بیان کروں؟ میں نے کہا وہ کیا؟ اس نے کہا سنئے میرے دل میں ان کی طرف سے کھٹک رہتی میں ان پر پوری نگاہ رکھتی وہ مجھے باتیں سنایا کرتے اور جب میں ان کی شکایت اپنے والد سے کرتی تو وہ کہتے بیٹی برداشت کرو کہ وہ آل رسول ہیں۔

ایک دن میں بیٹھی ہوئی تھی کہ ایک لڑکی گھر میں داخل ہوئی اس نے آکر مجھے سلام کیا میں نے پوچھا تم کون؟ اس نے کہا میں عمار یاسر کے خاندان کی ایک لڑکی اور حضرت ابو جعفر محمد تقی علیہ السلام کی زوجہ ہوں جو تمہارے بھی شوہر ہیں، یہ سُن کر میں جل اٹھی اور برداشت نہ کر سکی چاہتی تھی کہ گھر سے نکل پڑوں اسوقت شیطان نے مجھے اتنا ورغلایا کہ قریب تھا کہ میں اِس لڑکی کی پوری مرمت کر دوں مگر پھر میں نے اپنے غصہ کو ضبط کیا۔

جب وہ چلی گئی تو میں اپنے والد مامون کے پاس آئی۔ ان سے پورا واقعہ بیان کیا وہ شراب کے نشہ میں اتنے چور تھے کہ ہوش و حواس کھو بیٹھے تھے یہ سن کر میرے والد نے کہا اے غلام ذرا میری تلوار تو لانا تلوار لایا تو وہ اُسے لے کر اپنی سواری پر سوار ہوئے اور کہا خدا کی قسم میں ابھی جا کر انہیں قتل کر دیتا ہوں جب میں نے یہ دیکھا تو کہا انا للہ وانا الیہ راجعون میں نے یہ کیا کیا یہ تو میں نے خود اپنے اور اپنے شوہر کے حق میں بُرا کیا اور مارے حسرت و افسوس کے اپنا مُنہ پیٹنے لگی۔ الغرض میرے والد امام محمد تقی کے پاس پہنچے اور ان پر تلوار کے پے در پے وار کر کے انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اسکے بعد وہاں

سے نکلے میں بھی ان کے پیچھے پیچھے نکلی ۔ رات بھر مجھے نیند نہ آئی۔

جب صبح ہوئی اور دن اچھا خاصا چڑھ گیا تو اپنے والد کے پاس آئی اور کہا آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے گزشتہ شب کیا کیا؟ انہوں نے کہا بتاؤ میں نے کیا کیا؟ میں نے کہا آپ نے فرزند حضرت امام رضا کو قتل کر دیا۔ یہ سُن کر انہوں نے ایک چیخ ماری اور غش کھا کر گر پڑے۔ تھوڑی دیر بعد جب غش سے افاقہ ہوا تو بولے تجھ پر وائے یہ تو کیا کہتی ہے؟ میں نے کہا بابا میں سچ کہتی ہوں۔ خدا کی قسم آپ نے ان پر پے در پے تلوار کے وار کئے اور انہیں قتل کر دیا۔ یہ سن کر وہ سخت مضطرب ہوئے اور بولے اچھا یاسر کو بلا لاؤ۔ جب یاسر آیا اور انہوں نے یاسر کو دیکھا تو بولے تجھ پر وائے ہو دیکھ یہ لڑکی کیا کہتی ہے۔ اس نے کہا یا امیر المومنین یہ سچ کہتی ہے یہ سن کر انہوں نے اپنے سینے پر ہاتھ مارا اور مُنہ پیٹنے لگے اور کہا انا للہ وانا الیہ راجعون میں نے خود کو تباہ کر لیا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رسوا اور بدنام ہوا۔ اے یاسر جلد جا اور دیکھ واقعتاً کیا قصہ ہے۔ اور فوراً واپس آ میرا تو دم نکلا جا رہا ہے۔ یاسر اُدھر گیا اور ادھر میں اپنا مُنہ پیٹ رہی تھی کہ تھوڑی ہی دیر میں یاسر واپس آیا اور بولا یا امیر المومنین خوشخبری ہو انہوں نے کہا تو خوشخبری کہتا ہے کیا خوشخبری ہے؟ یاسر نے کہا جب میں ان کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ وہ قمیص پہنے اور لحاف اوڑھے ہوئے بیٹھے ہیں۔ میں نے جا کر انہیں سلام کیا اور عرض کیا فرزند رسول میں چاہتا ہوں کہ آپ یہ قمیص مجھے عطا فرما دیں اِسے پہن کر میں نماز پڑھوں گا اور آپ کا تبرک سمجھوں گا۔ میرا مطلب یہ تھا کہ قمیص اتروا کر دیکھ لوں کہ آپ کے جسم پر کوئی تلوار کا گھاؤ یا نشان تو نہیں ہے۔ جب آپ نے قمیص اتاری تو دیکھا کہ خدا کی قسم آپ کا جسم ہاتھی کے دانت کی طرح سفید اور مائل بہ زردی ہے اور تلوار وغیرہ کا کوئی نشان نہیں ہے۔

یہ سُن کر مامون دیر تک روتا رہا اور بولا اب اِس کے بعد باقی کیا رہ گیا۔ بے شک یہ واقعہ اولین و آخرین کے لئے سبق آموز ہے۔ اِس کے بعد کہا اے یاسر مجھے اپنا سوار ہونا تلوار لینا اور ان کے پاس جانا اور وہاں سے نکلنا یہ سب تو یاد ہے مگر وہاں میں کیا کیا اور وہاں سے کیونکر پلٹا یہ کچھ یاد نہیں۔ یہ بتاؤ وہاں کیا ہوا اور میں وہاں کیسے گیا اِس لڑکی پر اللہ کی لعنت اس کے پاس جاؤ اور اِس سے کہہ دو کہ خدا کی قسم آج کے بعد اگر تم پھر میرے پاس اس کی شکایت لیکر یا بغیر ان کی اجازت کے گھر سے باہر نکلیں تو میں تمہیں سزا دوں گا اس کے بعد فرزند امام رضا علیہ السلام کے پاس جاؤ اور انہیں میرا اسلام

پہنچاؤ اور بیس ہزار دینار اور وہ سواری جس پر گزشتہ شب سوار ہو کر میں وہاں گیا تھا انہیں دے آؤ۔ اس کے بعد تمام ہاشمیوں کو حکم دیا کہ جائیں اور امام محمد تقی علیہ السلام کو جا کر سلام کریں۔

یاسر کا بیان ہے کہ میں نے ہاشمیوں کو یہ حکم پہنچایا اور میں بھی ان لوگوں کے ساتھ آپ کی خدمت میں پہنچا انہیں سلام کیا اور مامون کا سلام پہنچایا اور بیس ہزار دینار اُن کے سامنے رکھ دیئے اور وہ سواری کا گھوڑا انہیں پیش کیا۔ آپ نے ان سب پر ایک نظر ڈالی، مسکرائے اور فرمایا اے یاسر کیا مامون اور میرے پدر بزرگوار کے درمیان اور میرے اور مامون کے درمیان یہی عہد ہوا تھا کہ وہ مجھ پر تلوار چلائے۔ کیا اسے معلوم نہیں کہ میرا بھی ایک ناصر ہے جو مجھے اس کے شر سے بچاتا ہے؟

میں نے عرض کیا فرزند رسول اب غصہ کو چھوڑیئے خدا کی قسم اور آپ کے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق کی قسم وہ آپ کو سمجھا نہیں نہ اسے یہ معلوم کہ اس زمین پر اس کا کیا مقام ہے۔ مگر اب اُس نے واقعاً یہ نذر کر لی ہے اور قسم کھا لی ہے کہ آئندہ کبھی شراب نوشی نہ کرے گا۔ وہ شیطان کے اس جال میں پھنسا ہوا تھا فرزند رسول اب جب آپ اس کے پاس تشریف لائیں تو اس کا تذکرہ بھی نہ کریں اور نہ اس پر برہمی کا اظہار فرمائیں۔ آپ نے فرمایا اچھا میں نے رفع دفع کیا اور ایسا ہی کروں گا پھر اپنا لباس منگوایا۔ زیب تن کیا اور چلے۔ آپ کے ساتھ وہ سارا مجمع بھی مامون کے پاس آیا۔ جب مامون نے آپ کو دیکھا تو اٹھا اور آپ کو سینے سے لگایا آپکو خوش آمدید کہا اس نے اسوقت آپ کے علاوہ کسی دوسرے کو اندر آنے کی اجازت نہیں دی صرف آپ سے باتیں کرتا رہا۔ جب گفتگو ختم ہو چکی تو آپ نے مامون سے کہا یا امیر المومنین اس نے کہا لبیک وسعدیک۔ فرمایا میں چاہتا ہوں کہ آپ رات کے وقت گھر سے باہر نہ نکلا کریں اس لئے کہ ان منحوس لوگوں کا کوئی اعتبار نہیں۔ میرے پاس ایک تعویز ہے اس سے اپنی حفاظت کریں۔ اس دنیا کی تمام آفات و بلیات اور لوگوں کے شر و مکروہات دہر سے اس تعویز کے ذریعے خود اس طرح بچائیں جس طرح اس تعویز کے ذریعہ گزشتہ شب اللہ نے مجھے آپ سے بچایا۔ یقین کریں کہ اس تعویز کو لے کر اگر آپ تمام ترک و روم کی فوجوں کے مقابل آجائیں اور وہ سب مجتمع ہو کر بھی چاہیں کہ آپ پر غالب آجائیں بلکہ تمام روئے زمین کے تمام لوگ بھی اگر مجتمع ہو کر چاہیں کہ آپ پر

غلبہ حاصل کرلیں تو بحکم خدائے جبار یہ ان کے لئے ناممکن ہوگا۔ اگر آپ چاہیں تو میں وہ تعویز آپ کو بھیجدوں ناموں نے کہا جی ہاں مگر آپ خود اپنے ہاتھ سے لکھ کر میرے پاس بھیجیں آپ نے فرمایا بہتر میں اپنے ہاتھ سے لکھ کر بھیجوں گا۔

یاسر کا بیان ہے کہ دوسرے دن صبح کو حضرت ابو جعفر امام محمد تقی علیہ السلام نے مجھے طلب فرمایا جب میں پہنچا تو آپ کے پاس بیٹھ گیا۔ آپ نے میرے سامنے پوست منگوایا اور خود اپنے ہاتھ سے یہ تعویز لکھا۔ اس کے بعد فرمایا اے یاسر لو یہ تعویز امیر المومنین کو دے دینا اور ان سے کہنا کہ چاندی کا ایک ڈھولنا بنوائیں اور اس کے اوپر جو میں کہوں نقش کرالیں اس کے بعد اس میں اس تعویز کو رکھ دیں۔ اب جب اسے بازو پر باندھنا چاہیں تو اسے داہنے بازو پر باندھیں اور اس سے پہلے وضوئے کامل کرلیں پھر چار رکعت نماز پڑھیں ہر رکعت میں پہلے سورہ فاتحہ اور سات مرتبہ آیۃ الکرسی اور سات مرتبہ آیت شھد اللہ اور سات مرتبہ سورہ والشمس اور سات مرتبہ سورہ واللیل اور سات مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھیں۔

جب نماز کی ان رکعتوں سے فارغ ہو جائیں تو اللہ کا نام لے کر اپنے دائیں بازو پر باندھ لیں ہر خوف و خطر سے محفوظ رہیں گے اس بات کا خصوصی خیال رہے کہ یہ عمل زمانہ قمر در عقرب میں نہ ہو۔ پھر آپ دیکھیں گے کہ اگر پورے شام اور روم کے لشکروں سے بھی آپ کا مقابلہ ہوگا تو انشاء اللہ اس تعویز کی برکت سے آپ ان پر فتحیاب و کامیاب ہوں گے۔

⑦ علماء و فقہائے عصر اور آپ کے علم کی آزمائش

روایت میں ہے کہ جس وقت حضرت امام رضا علیہ السلام نے انتقال فرمایا اس وقت حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کا سن تقریباً سات سال کا تھا جب امامت کے متعلق بغداد اور مختلف شہروں کے مومنین میں اختلاف پیدا ہوا اس پر رائے مشورہ کے لئے عبد الرحمن بن حجاج کے مکان پر ریان بن صلت یحیٰی بن اکثم و محمد بن حکیم اور شیعوں کے دیگر ذی وجوہ ثقہ لوگوں کا اجتماع ہوا۔ یہ سب لوگ اپنی اس مصیبت پر زار و قطار رو رہے تھے اور کہہ رہے تھے حضرت ابو جعفر

علیہ السلام بڑے ہونے تک اپنے شرعی مسائل کس کے پاس لے جائیں؟
یہ سن کر ریان بن صلت کھڑے ہو گئے اور بڑھ کر ان کی گردن پکڑ لی طمانچے مارتے جاتے اور کہتے جاتے بہ بظاہر ایمان اور بہ باطن شک و شرک، سُن اگر یہ عہد امامت اللہ کی طرف سے تفویض ہوتا ہے تو ایک دن کا بچہ بڑے بڑے علماء سے بھی بڑھ کر ہے اور اگر یہ عہدہ امامت اللہ کی طرف سے تفویض نہیں ہوتا تو پھر اگر کوئی ایک ہزار سال کا بوڑھا بھی امام ہو تو وہ مسلمانوں کا ایک فرد ہے۔ صرف یہ بات سوچنے اور غور کرنے کی ہے اس پر سب لوگ یونس بن عبدالرحمٰن کو سخت سُست کہنے لگے۔
وہ زمانہ حج کا تھا لہٰذا بغداد اور اسکے اطراف جوانب کے فقہاء و علماء میں سے اسّی حضرات حج پر گئے وہاں سے وہ مدینہ گئے تاکہ حضرت ابو جعفر علیہ السلام سے ملیں وہ جب مدینہ پہنچے تو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی ڈیوڑھی پر آئے آواز دی اندر گئے اور ایک بہت بڑے فرش پر بیٹھ گئے۔ اندر سے عبداللہ بن موسیٰ برآمد ہوئے اور آکر صدر مجلس میں بیٹھ گئے اعلان ہوا کہ یہ فرزند رسول ہیں اگر کسی کو کوئی مسئلہ پوچھنا ہو تو ان سے پوچھ لے۔ لہٰذا ان سے بہت سے مسائل پوچھے گئے۔ انہوں نے سب کا جواب ناواجب و نامناسب دیا۔ جسے سُن کر علماء و فقہاء کو بڑا دکھ ہوا۔ وہ سب بے قرار ہو کر اٹھے اور واپسی کا ارادہ کیا اور دل میں کہنے لگے کہ کاش ابو جعفر علیہ السلام ہوتے تو ان مسائل کا صحیح جواب ملتا۔
ابھی یہ لوگ واپس ہی ہو رہے تھے کہ صدر مجلس کی طرف کا ایک دروازہ کھلا موفق باہر نکلا اور بولا لیجئے یہ ابو جعفر علیہ السلام ہیں۔ یہ سُن کر لوگ تعظیماً اٹھ کھڑے ہوئے۔ سب نے بڑھ کر آپ کو سلام کیا آپ کے جسم پر دو قمیضیں، سر پر عمامہ اور پاؤں میں نعلین تھی تشریف لائے اور ایک جگہ بیٹھ گئے سب لوگ بھی بیٹھ گئے اب مسئلہ پوچھنے والا اٹھا اور اس نے مسئلہ پوچھا آپ نے اس کا صحیح جواب دیا جواب سن کر لوگ خوش ہو گئے اور آپ کو دُعائیں دیں اور کہا مگر آپ کے چچا نے تو اس مسئلہ کا یہ جواب دیا تھا۔ آپ نے فرمایا لا الہ الا اللہ! چچا جان یہ بہت بڑا گناہ ہے کل آپ اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے اور وہ پوچھے گا کہ میرے بندوں کو وہ فتویٰ کیوں دیا جس کو تم نہیں جانتے تھے جب کہ امت میں ایسا شخص موجود تھا جو تم سے زیادہ علم والا تھا۔

(۸) دریائے دجلہ کے پانی کا علم

عمر بن فرخ رخجی کا بیان ہے کہ ہم لوگ ایک مرتبہ دریائے دجلہ کے کنارے تھے میں نے ابو جعفر (حضرت امام محمد تقی علیہ السلام) سے کہا تمہارے شیعوں کا دعویٰ ہے کہ دریائے دجلہ میں جس قدر پانی ہے اس کا وزن تم لوگوں کو معلوم ہے؟ آپ نے فرمایا یہ بتاؤ اللہ تعالیٰ میں یہ قدرت ہے یا نہیں کہ ایک مچھر کو اس کا علم تفویض کر دے؟ عمر بن فرخ نے کہا ہاں اللہ میں اس کی قدرت ہے آپ نے فرمایا تو پھر اللہ کے نزدیک تو میری قدر و منزلت تو مچھر بلکہ اکثر مخلوق سے بھی زیادہ ہی ہے۔

(۹) کھجور کا شربت

ابراہیم بن ابی البلاد سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابو جعفر ابن امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں چاہتا ہوں کہ اپنا شکم آپ کے شکم سے مس کروں۔ آپ نے فرمایا اچھا اے ابو اسماعیل ادھر آؤ آپ نے اپنے شکم سے قمیض کا دامن ہٹایا اور میں نے اپنا شکم آپ کے شکم سے مس کیا پھر آپ نے مجھے بیٹھنے کا حکم دیا اور ایک طبق میں کشمش منگوائی میں نے اسے کھاتا رہا اور آپ مجھ سے باتیں کرتے رہے اسی اثنا میں آپ نے اپنے معدے کی شکایت کی اور ادھر مجھے پیاس محسوس ہوئی میں نے پانی مانگا آپ نے آواز دی اے کنیز ان کو میرا کھجور کا شربت پلاؤ۔ وہ کنیز ایک پیالہ میں کھجور کا شربت لائی میں نے پیا تو وہ شہد سے زیادہ شیریں تھا۔ میں نے کہا اسی نے تو آپ کا معدہ خراب کیا ہے آپ نے فرمایا یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باغ کی کھجور کا شربت ہے۔ کھجور کو پانی میں ڈال کر کنیز اس کو اپنے ہاتھوں سے ملتی ہے جسے میں کھانے کے بعد اور دن بھر پیتا ہوں پھر رات کے وقت اس میں سے نکال کر گھر والوں کو پلاتی ہے۔ میں نے کہا مگر اہل کوفہ تو اسے پسند نہیں کرتے آپ نے پوچھا پھر وہ کس قسم کا شربت پیتے ہیں میں نے کہا وہ کھجور کو پانی میں بھگو دیتے ہیں اور اس میں ایک قسم کی بوٹی ڈال دیتے جس سے اس میں جوش اور ابال آجاتا ہے۔ اس کے بعد اس کو پیتے ہیں آپ نے فرمایا وہ تو حرام ہے۔ (الکافی جلد ۲ صفحہ ۱۴۷-۱۴۶)

(۱۰) فضا میں دریا اور دریا میں مچھلی

محمد بن طلحہ کا بیان ہے کہ حضرت ابو جعفر امام محمد تقی علیہ السلام کے پدر بزرگوار امام ابو الحسن رضا علیہ السلام نے رحلت فرمائی۔ آپ کی وفات کے ایک سال بعد خلیفہ وقت بغداد آیا۔ اتفاق کی بات کہ ایک دن وہ شکار کے لئے نکلا اور اس کا گزر شہر کی ایک گلی سے ہوا وہاں بہت سے لڑکے کھیل رہے تھے اور امام محمد تقی علیہ السلام کھڑے تھے اس وقت آپ کا سن تقریباً گیارہ سال کا تھا۔

خلیفہ مامون کو دیکھ کر سارے لڑکے تو بھاگ گئے مگر امام ابو جعفر محمد تقی علیہ السلام اپنی جگہ پر کھڑے رہے خلیفہ مامون آپ کے قریب آیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں نیکی ڈال دی اس نے رک کر پوچھا صاحبزادے تمام لڑکے تو مجھ کو دیکھ کر بھاگ گئے تم کیوں نہیں بھاگے؟ آپ نے برجستہ جواب دیا یا امیر المومنین راستہ تنگ نہ تھا کہ آپ کے جانے میں دشواری ہوتی اس لئے میں ہٹ جاتا اور نہ میں نے کوئی جرم کیا تھا کہ آپ کو دیکھ کر میں بھاگتا۔ اور آپ کے متعلق مجھے یہ گمان تھا کہ بلا جرم کسی کو نہیں ستائیں گے۔ اس لئے میں اپنی جگہ کھڑا رہا۔

یہ جواب سُن کر وہ حیرت زدہ ہو گیا پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ فرمایا محمد پوچھا تم کس کے صاحبزادے ہو؟ فرمایا یا امیر المومنین میں حضرت علی ابن موسیٰ رضا کا فرزند ہوں اس نے ان کے والد کے لئے اللہ سے طلب رحمت کی اور اپنی سواری آگے بڑھا دی اس کے پاس کچھ شکاری باز تھے جب آبادی سے دور نکل گیا تو اس نے ایک باز لیا اور شکار کے لئے ایک تیتر پر چھوڑا۔ وہ باز اڑا اور نگاہوں سے غائب ہو گیا اور دیر تک غائب رہا مگر جب فضا سے واپس آیا تو اس کے منقار میں ایک زندہ چھوٹی سی مچھلی تھی۔ خلیفہ مامون کو بڑا تعجب ہوا یہ باز فضا سے مچھلی کیسے پکڑ لایا۔ اس نے مچھلی کو اپنی مٹھی میں چھپا لیا گھر واپس ہوتے ہوئے اسی گلی سے گزرا جس سے آیا تھا۔ جب اس مقام پر پہنچا تو لڑکے پھر کھیل رہے تھے وہ خلیفہ کو دیکھ کر پہلے کی طرح پھر بھاگ گئے لیکن حضرت ابو جعفر حسب سابق پھر اپنی جگہ کھڑے رہے۔ مامون آپ کے قریب آیا اور بولا اے محمد آپ نے فرمایا لبیک یا امیر المومنین۔ وہ بولا بتاؤ میری مٹھی میں کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یا امیر المومنین اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے فضاؤں میں دریا پیدا کئے ہیں جن میں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں ہیں سلاطین کے باز جن کا شکار کر کے لاتے ہیں اور خلفاء اس سے اہل بیت

نبوت کی نسل کا امتحان لیتے ہیں۔

مامون نے جب یہ سُنا تو اُسے بڑی حیرت ہوئی۔ وہ تا دیر آپکو گھور کر دیکھتا رہا پھر بولا حق ہے کہ تم ابو الحسن رضا کے فرزند ہو اس کے بعد آپ کے ساتھ حسن سلوک میں اور اضافہ کر دیا۔ کشف الغمہ جلد ۳ صفحہ ۱۸۰-۱۸۱

علی بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ میں نے ایک کتاب میں دیکھا ہے جس کا نام اِس وقت یاد نہیں آرہا ہے کہ مامون کا باز فضا سے پلٹا تو اسے پنجے میں سبز رنگ کے سانپ تھے اس نے آئمہ علیہم السلام میں سے کسی سے پوچھا تو پوچھنے سے پہلے انہوں نے فرمایا فضامیں سانپ ہیں اور سُرخ رنگ کا باز جس کا شکار کرتا ہے اور اِس سے اولاد انبیاء کا امتحان لیا جاتا ہے۔ واللہ اعلم (مناقب صفحہ ۱۸۹)

(۱۱) زلزلوں سے نجات کا عمل

علی بن مہزیار سے روایت ہے اِس کا بیان ہے کہ میں حضرت ابو جعفر علیہ السلام کی خدمت میں جاتا مگر پھر میں نے خط لکھا کہ اہواز میں زلزلے بہت آتے ہیں اگر آپ کی رائے ہو تو میں وہ شہر چھوڑ دوں آپ نے اِس کے جواب میں لکھا نہیں شہر چھوڑنے کی ضرورت نہیں بلکہ چہار شنبہ، پنجشنبہ اور جمعہ کو تین دن روزہ رکھو جمعہ کو غسل کرو اپنے لباس پاک کرو پھر اللہ سے دُعا کرو۔ یہ کیفیت جاتی رہے گی۔ ہم لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ اور زلزلوں سے نجات ملی۔

(۱۲) ائمہ طاہرین کیطرف طواف کعبہ بجالاتا

موسیٰ بن قاسم سے روایت ہے اِس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو جعفر ثانی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ میرا ارادہ ہوا کہ میں آپ کی طرف سے اور آپ کے پدر بزرگوار کی طرف سے طواف بجالاؤں مگر لوگوں نے کہا کہ اولیا کی طرف سے طواف نہیں کیا جاتا آپ نے فرمایا جتنا بھی ممکن ہو طواف کرو یہ جائز ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر میں نے تین سال بعد آپ سے عرض کیا کہ آپ نے مجھے اجازت دی تھی کہ آپ کی طرف سے طواف کروں اور آپ کے پدر بزرگوار کی طرف سے طواف بجالاؤں میں نے جس قدر بھی ممکن ہوا آپ دونوں حضرات کی طرف سے طواف کیا پھر میرے دل میں ایک اور بات آئی میں نے اِس پر عمل کیا۔ آپ نے فرمایا

وہ کیا؟ میں نے عرض کیا کہ میں نے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیطرف بھی طواف کیا (آپ نے تین بار کہا صلی اللہ علی رسول اللہ) دوسرے دن حضرت امیر المومنین کی طرف سے طواف کیا تیسرے دن حضرت امام حسن علیہ السلام کی جانب سے چوتھے دن حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف پانچویں دن حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام کی طرف سے چھٹے دن حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی طرف سے ساتویں دن حضرت جعفر بن محمد کی طرف سے اٹھویں دن آپ کے جد بزرگوار حضرت موسیٰ بن جعفر کی طرف سے نویں دن آپ کے والد بزرگوار کی طرف سے اور دسویں دن آپ کی طرف سے طواف کیا یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کی ولایت اللہ نے جز و دین قرار دی ہے آپ نے فرمایا پھر تو تم واللہ دین خدا پر عامل ہو اس لئے کہ بغیر ان کی ولایت کے اللہ دین کو قبول نہیں کرتا میں نے عرض کیا اور کبھی کبھی میں آپ کی جدہ ماجدہ حضرت فاطمہ زہرا کی طرف سے بھی طواف کر لیتا ہوں اور کبھی نہیں بھی کرتا۔ آپ نے فرمایا ان کی طرف سے طواف اور زیادہ کرو اس لئے کہ اب تک تم نے جو عمل کیا یہ ان میں سب سے افضل ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ (الکافی جلد ۴ صفحہ ۳۱۴)

(۱۳) گھر سے نکلو تو بڑے دروازے سے

بزنطی سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے وہ خط پڑھا جو حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام نے حضرت ابوجعفر امام محمد تقی علیہ السلام کو تحریر کیا تھا۔ اس میں یہ لکھا تھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ جب تم کہیں جانے کے لئے تیار ہوتے ہو تو ملازمین تم کو چھوٹے دروازے سے نکال لیتے ہیں مگر یہ بھی ایک طرح کا بخل ہے تاکہ کوئی تم سے کچھ فائدہ نہ اٹھا سکے۔ تمہیں میرے حق کی قسم تم نکلو تو بڑے دروازے سے اور داخل ہو تو بڑے دروازے سے اور جب نکلو تو اپنے ساتھ بہت سے درہم دینار لے کر نکلو تاکہ جو مانگے اس کو فوراً دو۔ اور اگر تمہارے چچاؤں میں سے کوئی مانگے تو اسے پچاس دینار سے کبھی کم نہ دینا زیادہ کا تمہیں اختیار ہے اور اگر تمہاری پھوپھیوں میں سے کوئی مانگے تو انہیں پچیس دینار سے کم نہ دینا زیادہ کا تمہیں اختیار ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اللہ تمہارا رتبہ بلند کرے۔ خوب بخشش کرو اور اس سے نہ ڈرو کہ وہ عرش والا تم کو مفلس کر دے گا۔ عیون اخبار الرضا جلد ۲ صفحہ ۸

کافی میں بھی بزنطی سے یہی روایت مرقوم ہے۔ کافی جلد ۴ صفحہ ۴۳

محمد بن عیسیٰ بن زیاد کا بیان ہے کہ میں ابو عباد کے دفتر میں تھا میں نے دیکھا کہ وہ کچھ پڑھ رہا ہے میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ کہا یہ حضرت امام رضا علیہ السلام کا ایک خط ہے جو آپ نے اپنے فرزند کو خراسان سے تحریر فرمایا تھا۔ میں نے کہا لاؤ ذرا میں بھی دیکھوں انہوں نے کیا لکھا ہے۔ تو اس میں یہ تحریر تھا۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اے فرزند اللہ تمہیں طول عمر کرامت فرمائے اور تمہیں تمہارے دشمنوں سے بچائے۔ تم پر تمہارا باپ قربان۔ میں نے اپنی زندگی ہی میں اپنے اموال کا اختیار تمہیں دے دیا ہے۔ امید ہے کہ تم اپنے قرابت داروں یعنی حضرت موسیٰ و حضرت جعفر رضی اللہ عنہما کے غلاموں کے ساتھ صلہ رحم و حسن سلوک کرو گے اور اسی پر اللہ تمہیں پالے اور بڑھائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

من ذا الذی یقرض اللہ قرضاً حسنا فیضعفہ لہ اضعافاً کثیرۃ (بقرہ آیت ۲۴۵)

اور ارشاد فرمایا لینفق ذو سعۃ من سعتہ ومن قدر علیہ رزقہ فلینفق مما اتاہ اللہ (سورہ الطلاق آیت ۷)

میرے فرزند اللہ نے تم کو بہت دیا ہے تمہارا باپ تم پر قربان۔ والسلام (تفسیر عیاشی جلد ۲ ص ۱۳۲-۱۳۱)

(۱۴) ہدیہ کسی کا ہو واپس نہیں کیا جاتا

علی بن مہزیار سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ خیران نے مجھے خط لکھا کہ "میں نے آٹھ درہم آپ کے پاس بھیجے ہیں جیسے طرطوس سے ایک شخص نے مجھے بھیجے تھے مگر اس میں سے بعض درہم ان لوگوں کے ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ بغیر آپ کے حکم کے میں ان درہموں کو ان کے مالک کو واپس کروں۔ کیا آپ کی اجازت ہے کہ میں اس طرح کے دراہم قبول کر لیا کروں۔ مجھے آپ کے حکم کا انتظار رہے گا۔"

انہوں نے جواب میں تحریر کیا اگر ان لوگوں میں سے کوئی شخص دراہم یا کوئی اور چیز بطور ہدیہ پیش کرتا ہے تو اسے قبول کر لو۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی یہودی اور نصرانی تک کا ہدیہ واپس نہیں فرماتے تھے۔ رجال کشی نمبر ۵۰۵-۵۰۸

(۱۵) منبر رسول سے اپنا تعارف

برسی نے کتاب مشارق الانوار میں تحریر کیا ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت ابو جعفر امام محمد تقی علیہ السلام کے پاس آیا آپ

مسجد رسول میں تھے اور بہت ہیں نے دیکھا کہ آپ منبر کے پاس آئے اور ایک زینہ بلند ہوئے اور کہا لوگو سنو۔ میں محمد بن علی الرضا ہوں، میں جواد ہوں۔ میں ان لوگوں کے نسبت کو بھی جانتا ہوں جو ابھی اپنے آبائ کے اصلاب میں ہیں۔ میں تمہارے ہر ظاہر و باطن کو جانتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ تم لوگ کس طرف جانے والے ہو۔ یہ علم ہمیں تمام مخلوقات کی پیدائش سے پہلے ہی عطا کر دیا گیا تھا جو کہ آسمانوں اور زمینوں کے فنا ہونے کے بعد بھی رہے گا اگر اِس امر کا خطرہ نہ ہوتا کہ اہل باطل گمراہ اور آمادہ پیکار ہو جائیں گے اور اہل شک مجھ پر ٹوٹ پڑیں گے تو میں ایسی ایسی باتیں بتاتا کہ جسے سُن کر اولین و آخرین کو حیرت ہوتی۔ اِس کے بعد آپ نے اپنا دست مبارک اپنے مُنہ پر رکھ لیا اور فرمایا مگر اے محمد تم بھی اِس طرح خاموش رہو جس طرح تم سے پہلے تمہارے آباء کرام خاموش رہے۔

(۱۶) خیران تمہاری رائے میری رائے ہے

خیران خادم کا بیان ہے کہ میں نے آقا کو آٹھ درہم بھیجے اور اس کے بعد وہی روایت ہے جو پہلے گزر چکی اسکے بعد کہا کہ آپ نے فرمایا کہ تم اپنی رائے پر عمل کرو تمہاری رائے میری رائے ہے جس نے تمہاری اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی۔ (رجال کشی صد ۵۰۸)

آپ کے اصحاب

(۱۷) زکریا بن ادم

محمد بن اسحٰق اور حسن بن محمد دونوں کا بیان ہے کہ ہم لوگ زکریا بن ادم کی وفات کے بعد حج کے ارادے سے نکلے درمیان راہ میں ہمیں آپ کا خط موصول ہوا جس میں تحریر تھا کہ تم نے جو مرحوم کی وفات کی اطلاع دی تو اللہ ان پر رحم فرمائے اسوقت جس دن پیدا ہوئے جس دن مرے اور جس دن وہ پھر دوبارہ زندہ کر کے قبر سے اٹھائے جائیں گے۔ واقعتاً وہ تاحیات عارف بالحق اور قائل بالحق رہے حق پر صبر کرتے رہے۔ اللہ اور اس کے رسول کی رضا پر قائم رہے اور مرتے مَر گئے مگر انہوں نے حق نہ چھوڑا نہ ان میں کوئی تبدیلی آئی اور اللہ انکی نیت کا پھل ان کو دے اور ان کی سعی و کوشش کا اجر ان کو عطا کرے اور تم نے ان کے وصی کا ذکر کیا ہے تو اس کے متعلق یعنی حسن

بن محمد بن عمران کے بارے میں جو کچھ تم نے لکھا ہے اس سے زیادہ ہم اس سے واقف ہیں۔
(اختصاص ص ۸۸-۸۷ رجال کشی ص ۴۹۶)

(۱۸) محمد بن عبد العزیز

محمود بن عبد العزیز بن متہدی قمی اشعری سے روایت ہے کہ اس کے متعلق حضرت ابو جعفر امام محمد تقی علیہ السلام کی یہ تحریر نکلی۔ الحمد للہ جو کچھ تم نے بھیجا وہ مجھے ملا میں ان میں سے ان چیزوں کو پہچانتا ہوں جو تمہاری طرف مائل ہیں اللہ تمہارے اور ان لوگوں کے گناہوں کو معاف کرے ہم سب پر اور تم لوگوں پر رحم کرے۔

اس کے علاوہ ان ہی کے متعلق یہ تحریر بھی نکلی کہ "اللہ تمہارے گناہوں کو معاف کرے ہم پر اور تم پر رحم فرمائے ہم تم سے راضی ہیں اللہ بھی تم سے راضی ہو۔"

(۱۹) علی بن مہزیار

ان ہی میں سے علی بن مہزیار اہوازی ہیں جو آپ کے نزدیک قابل تعریف تھے۔ چنانچہ ایک جماعت کثیر نے تلعکبری سے اور انہوں نے اپنے سلسلہ اسناد کے ساتھ حسن بن شموں سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے علی بن مہزیار کے پاس حضرت ابو جعفر ثانی علیہ السلام کے ہاتھ کا لکھا ہوا یہ خط ان کے نام پڑھا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اے علی اللہ تمہیں جزائے خیر دے۔ اور تمہیں جنت نصیب کرے۔ دنیا اور آخرت کی ناکامیوں سے تمہیں بچائے۔ تمہارا حشر ہم لوگوں کے ساتھ کرے۔ اے علی میں نے تم کو خوب جانچ لیا اور پرکھ لیا ہے کہ تم اپنے فرائض کی ادائیگی اطاعت وخدمت اور وقار کی کس منزل پر ہو اگر میں کہوں کہ میں نے تم جیسا شخص نہیں دیکھا تو امید ہے کہ میں یہ بات سچ کہوں گا۔ اللہ تمہیں اس کی جزا میں جنت فردوس عطا کرے۔ مجھ سے تمہاری منزلت اور تمہارا مقام پوشیدہ نہیں اور نہ تمہاری خدمات ہم سے چھپی ہوئی ہیں جو تم نے گرمی سردی اور دن رات میں انجام دیں میری دعا ہے کہ جب میدان حشر میں جمیع خلائق موجود ہوں تو اللہ تمہیں وہ کچھ عطا کرے جسے دیکھ کر لوگ رشک کریں بیشک اللہ دعا کا سننے والا ہے (کتاب الغیبۃ ص ۲۲۶)

(۲۰) صالح بن محمد بن سہل

علی بن ابراہیم نے اپنے باپ سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ میں حضرت ابو جعفر ثانی امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ صالح بن محمد سہل ہمدانی آپ کے پاس آیا۔ وہ آپ کی طرف سے وکیل تھا اس نے کہا مجھ سے ہزار درہم آپ کے خرچ ہو گئے ہیں آپ اسے بحل فرما دیں۔ آپ نے فرمایا جاؤ میں نے بحل کیا جب صالح آپ کے پاس سے چلا گیا تو آپ نے فرمایا کچھ لوگ آل محمد اور ان کے فقراء و مساکین و مسافرین کے مال کو بھی جھپٹ لیتے ہیں پھر بعد میں کہتے ہیں کہ یہ مجھے بحل کر دیجئے۔ کیا تمہارے خیال میں اس کے ذہن میں یہ رہا ہوگا کہ میں کہہ دوں گا کہ جاؤ میں نہیں بحل کرتا۔ خدا کی قسم ان لوگوں سے قیامت کے دن اللہ باز پرس اور سخت باز پرس کرے گا۔ کتاب الغیبۃ ص۲۰۷

حضرت امام محمد نقی علیہ السلام کے وکیل عثمان بن سعید سمان تھے اور آپ کے ثقات میں ایوب بن نوح بن دراج کوفی و جعفر بن محمد بن یونس احول و حسین بن مسلم بن حسن و مختار بن زیاد عبدی بصری و محمد بن حسین بن ابی الخطاب کوفی تھے۔

آپ کے اصحاب میں شاذان بن خلیل نیشاپوری و نوح بن شعیب بغدادی و محمد بن احمد محمودی و ابو یحییٰ جرجانی و ابو القاسم ادریس قمی و علی بن محمد ہارون بن حسن بن محبوب و اسحٰق بن اسماعیل نیشاپوری و ابو حامد احمد بن ابراہیم مراغی، و ابو علی بن بلال و عبداللہ بن محمد حسینی و محمد بن حسن بن شمون بصری تھے۔ (مناقب جلد ۴ ص۳۸۰)

(۲۱) خیران قراطیسی

محمد بن حسن بن بندار قمی کی کتاب جو خود ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھی اسمیں میں نے یہ حدیث دیکھی کہ مجھ سے بیان کیا حسین بن محمد بن عامر نے اور ان سے بیان کیا خیران خادم قراطیسی نے میں نے حضرت ابو جعفر محمد بن علی بن موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں حج کیا اور ایک خادم سے جس کی حضرت ابو جعفر علیہ السلام کی نگاہ کچھ وقعت تھی۔ میں نے آپ کے متعلق دریافت کیا اور درخواست کی وہ مجھے آپ کی خدمت میں پہنچا دے۔ جب ہم لوگ مدینہ پہنچے تو خادم نے کہا تیار ہو جاؤ میں حضرت ابو جعفر علیہ السلام کی خدمت میں جا رہا ہوں۔ میں تیار ہو کر اس کے ساتھ ہو لیا۔ جب ہم لوگ دروازے

کے پاس پہنچے تو اس نے کہا یہیں ٹھہر دیں اجازت لیکر آتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ اندر گیا جب اس کے آنے میں دیر ہو گئی تو ہم لوگ دروازے پر پہنچے اس خادم کا معلوم کیا لوگوں نے کہا کہ وہ تو یہاں سے نکل کر چلا گیا۔ ہم لوگوں کو بڑی حیرت ہوئی ابھی ہم لوگ اسی حیرانی میں تھے کہ گھر کے اندر سے ایک خادم نکلا اور بولا تم خیران ہو؟ میں نے کہا ہاں۔ کہا اندر آجاؤ۔ میں اندر گیا تو دیکھا کہ حضرت ابوجعفر علیہ السلام چھت پر کھڑے ہیں کوئی فرش وغیرہ نہیں ہے۔ جس پر وہ بیٹھیں اتنے میں ایک غلام نے مصلیٰ لاکر بچھا دیا آپ اس پر بیٹھ گئے۔ میں نے دیکھا تو مجھ پر بہت ہیبت طاری ہوئی میں نے چاہا کہ چھت پر پہنچوں مگر کوئی زینہ وغیرہ نہ تھا۔ آپ نے اشارے سے زینہ کی جگہ بتائی میں اوپر گیا اور سلام کیا آپ نے جواب سلام دیا اور میری طرف اپنا ہاتھ بڑھایا میں نے ہاتھوں کو بوسہ دیا آپ نے ہاتھ کے اشارے سے کہا بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا

پھر مجھے یاد آیا کہ ریان بن شبیب نے مجھ سے کہا تھا کہ جب تم حضرت ابوجعفر علیہ السلام کی خدمت میں پہنچو تو کہنا کہ آپ کے غلام ریان بن شبیب نے آپ کو سلام کہا ہے اور درخواست کی ہے کہ آپ اسکے لئے اور اسکے فرزند کے لئے دعا فرمائیں۔ میں نے آپ سے اس کا ذکر کیا آپ نے اس کے لئے دعا کی مگر اس کے فرزند کے لئے کوئی دعا نہیں کی۔ میں نے پھر اس کا ذکر کیا پھر آپ نے صرف اس کے لئے دعا کی اس کے فرزند کے لئے نہیں کی۔ تیسری مرتبہ میں نے پھر کہا آپ نے تیسری مرتبہ بھی صرف اس کے لئے دعا کی اس کے فرزند کے لئے نہیں کی میں آپ سے رخصت ہوا اور اٹھا۔

میں دروازے کی طرف چلا تو کچھ آپ نے فرمایا جسے میں سمجھ نہ سکا اور میرے پیچھے پیچھے آپ کا ایک خادم آیا میں نے پوچھا کہ جب میں وہاں سے اٹھا تھا تو آپ نے کیا فرمایا تھا۔ خادم نے کہا کہ وہ دیار شرک میں پیدا ہوا ہے جب وہاں سے نکلے گا تو اس سے بھی زیادہ زیادہ شریر ہو گا۔ ہاں جب اللہ چاہے گا تو اسے ہدایت کی توفیق دے گا۔ (رجال کشی ص ۵۰۵)

(۲۲) ابراہیم بن محمد ہمدانی

ابراہیم بن محمد ہمدانی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوجعفر علیہ السلام کو خط میں تحریر کیا اور اس میں بتایا کہ سمیع نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا تو آپ نے اس کے جواب میں اپنے ہاتھ سے تحریر فرمایا۔ گھبراؤ نہیں جس نے تم پر ظلم کیا ہے اللہ اس کے

خلاف تمہاری بہت جلد مدد کرے گا۔ اور خوشخبری سنو انشا اللہ تمہارے پاس اللہ کی مدد جلد پہنچنے والی ہے اور آخرت میں بھی تمہیں اس کا اجر ملے گا۔ (رجال کشی ص۵۰۶)

ابراہیم بن محمد ہمدانی کا بیان ہے کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے مجھے خط میں تحریر کیا کہ تمہارا بھیجا ہوا حساب مجھے ملا۔ اللہ تمہارا یہ عمل قبول فرمائے اور تم لوگوں سے خوش اور راضی ہو۔ اور تمہیں دنیا و آخرت میں ہم اہل بیت کے ساتھ قرار دے میں نے اتنے دینار اور ملبوسات تمہیں بھیجے ہیں یہ اور اللہ کی تمام عطا کردہ نعمتیں تمہیں مبارک ہوں۔

میں نے نضر کو خط لکھ دیا ہے کہ وہ تمہاری مخالفت سے باز آجائے تم سے کوئی تعرض نہ کرے نیز یہ بھی بتا دیا ہے کہ تمہاری منزلت میری نظر میں کیا ہے۔ میں نے ایوب کو بھی اسی مضمون کا خط لکھ دیا ہے اور ہمدان میں اپنے دوستوں اور ماننے والوں کو بھی لکھ دیا ہے کہ وہ تمہاری اطاعت کریں تمہارے حکم پر چلیں اور یہ کہ تمہارے سوا میرا وہاں کوئی وکیل نہیں ہے۔ (رجال کشی ص ۵۰۹-۵۰۶)

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

حصہ ۹ نہم

بحار الانوار

ملا محمد باقر مجلسی رحمہ اللہ

ترجمہ

مولانا سید حسن اِمداد ممتاز الافاضل

در حالات

حضرت ابوالحسن ثالث

امام علی بن محمد النقی علیہ السلام

بحار الانوار

باب ۱

القاب ، کُنیت

ولادت اور شہادت

(۱) — جائے سکونت

صاحبِ معانی الاخبار بیان کرتے ہیں کہ: میں نے اپنے مشائخ کو کہتے ہوئے سُنا ہے کہ سر من رائے کا وہ محلہ جس میں حضرت امام علی النقی علیہ السلام اور حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سکونت پذیر تھے اُس کا نام عسکر تھا، اس لیے دونوں میں سے ہر ایک کو عسکری (عسکر کے رہنے والے) کہتے ہیں۔ (معانی الاخبار ص ۶۵)

(۲) — اِسمِ گرامی

حضرت امام ابوالحسن ثالث علی بن محمد النقی علیہ السلام حضرت امام محمد بن علی التقی الجواد علیہ السلام (امام نہم) کے فرزند ارجمند تھے۔ آپؑ کی روح سب سے زیادہ پاک و طیب، لہجہ سب سے زیادہ نرم و خوشگوار، قریب سے دیکھو نہایت حسین و جمیل، دور سے دیکھو تو سب سے زیادہ کامل۔ خاموش رہیں تو چہرے پر رُعب و جلال اور عزّ و وقار نمایاں، گفتگو فرمائیں تو گل افشانی کے ساتھ فصاحت و بلاغت میں اپنے جد کی مثال آپؑ خاندانِ نبوّت کے ایک فردِ منفرد، خلافت و وصایت کے لیے جائے قرار۔ شجرۂ طیبہ محمدیہ کی ایک پسندیدہ شاخ اور بار آور درخت کے ایک چیدہ اور پسندیدہ ثمر تھے۔

(۳) — والدۂ محترمہ

آپؑ کی والدۂ گرامی قدر اُمِ ولد تھیں جن کا نام نامی اسم گرامی سمانہ مغربیہ تھا، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپؑ کی والدہ سیدہ ام الفضل کے نام سے مشہور تھیں۔

(۴) — تاریخِ ولادت

آپؑ ۱۵ ذی الحجہ سنہ ۲۱۲ھ میں مدینہ سے متصل ایک مقام صریا میں تولّد ہوئے۔ مگر ابنِ عیاش کے قول کی بناء پر آپؑ کی تاریخِ ولادت ۵ رجب سنہ ۲۱۴ھ ہے

● حضرت ابوالحسن ثالث امام علی النقی علیہ السلام کی ولادت مدینہ کے قریب مقام صریا ۱۵؍ ذی الحجہ ۲۱۲ھ کو ہوئی۔ اور وفات مقامِ سرمن رائے میں ماہِ رجب ۲۵۴ھ میں ہوئی وقتِ وفات آپؑ کا سن اکتالیس سال کا تھا۔

● متوکل نے یحییٰ بن ہرثمہ بن اعین کو بھیج کر آپؑ کو مدینہ سے سرمن رائے بلایا۔ پھر آپؑ اپنی وفات تک وہیں مقیم رہے۔ آپؑ کی مدتِ امامت تینتیس ۳۳ سال ہے۔ آپؑ کی والدہ اُمِ ولد تھیں جن کو سمانہ کہہ کر پکارا جاتا۔ (ارشاد ص۳۰۷)

● کتاب اعلام الوریٰ میں مرقوم ہے کہ حضرت امام علی النقی علیہ السلام مقام صریا میں جو مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر واقع ہے اور جسے حضرت امام موسیٰ بن جعفرؑ علیہ السلام نے آباد کیا تھا، وہاں ۱۵؍ ذی الحجہ ۲۱۲ھ میں پیدا ہوئے۔

● ابن عیاش کی روایت کے مطابق ۵ رجب روزِ سہ شنبہ سنہ مذکور میں تولّد ہوئے۔ آپؑ کی والدہ اُم ولد تھیں جن کا نام سمانہ تھا۔
آپؑ کے القاب نقی، قائم، فقیہ، امین اور طیب تھے آپ کو ابوالحسن ثالث بھی کہتے ہیں۔ (اعلام الوریٰ ص۲۳۹)

● شیخ کفعمی نے اپنی کتاب مصباح میں تحریر کیا ہے کہ روایت کی گئی ہے کہ حضرت ابوالحسن علیؑ ابنِ محمد ابن علیؑ عسکری علیہ السلام ۲۷؍ ذی الحجہ کو تولّد ہوئے۔

● ابن عیاش کا قول ہے کہ میرے گھر والوں کو شیخ کبیر ابوالقاسم کے ہاتھ کی لکھی ہوئی یہ دعا ملی: "پروردگارا! میں تجھ سے ان دو مولودین کے واسطے سے دعا کرتا ہوں جو ماہِ رجب میں تولد ہوئے ایک محمدؑ بن علیؑ (امام محمد تقیؑ) اور دوسرے ان کے فرزند علیؑ بن محمدؑ (امام علی نقیؑ)
ابنِ عیاش کا قول یہ ہے کہ حضرت ابوالحسن ثالث (امام علی نقی علیہ السلام ۲ رجب کو تولّد ہوئے۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ آپ ۵ رجب کو تولّد ہوئے۔ نیز یہ بھی فرمایا ہے کہ ابراہیم بن ہاشم قمی کی روایت ہے اس کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن عسکری (امام علی نقی علیہ السلام ۱۴؍ رجب روزِ سہ شنبہ ۲۱۴ھ کو تولّد ہوئے۔

● کافی میں ہے کہ حضرت امام علی النقی علیہ السلام ماہ ذی الحجہ ۲۱۲ھ میں تولّد ہوئے اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپؑ ماہِ رجب ۲۱۴ھ میں تولّد ہوئے آپؑ کی والدہ اُمِ ولد تھیں، جن کا اسمِ گرامی سمانہ تھا۔ (کافی جلد ۱ ص۴۹۷)

● محمد بن طلحہ اپنی کتاب کشف الغمہ میں تحریر کرتے ہیں: آپؑ کی ولادت ماہِ رجب ۲۱۴ھ میں ہوئی۔ آپ کی والدہ اُم ولد تھیں جن کا نام سمانہ مغربیہ تھا۔ کچھ لوگ اس کے علاوہ دوسرا بتاتے ہیں

آپؑ کا اسمِ گرامی علیؑ ہے۔ آپؑ کے القاب ناصح، متوکل، مفتاح، نقی مرتضیٰ ہیں۔ مگر ان میں سب سے زیادہ مشہور متوکل ہے، مگر اس لقب کو آپؑ چھپاتے اور اپنے اصحاب سے فرماتے کہ اس لقب سے یاد نہ کیا کریں، کیونکہ یہی خلیفۂ وقت کا بھی لقب ہے۔

آپؑ کی وفات ۲۵ جمادی الاخریٰ ۲۵۴ھ کو معتز کے دورِ خلافت میں ہوئی اس طرح آپؑ نے چالیس سال کی عمر پائی۔ اپنے والد کے ساتھ آپؑ نے چھ سال پانچ ماہ گزارے اور والد کی وفات کے بعد تینتیس ۳۳ سال کچھ مہینے۔ اس لحاظ سے آپ نے چالیس سال عمر پائی آپؑ کی قبر مبارک سُرّ من رائے میں ہے۔ (کشف الغمہ جلد ۳ ص ۲۳۲)

• حافظ عبدالعزیز کا بیان ہے کہ آپؑ کا سنِ ولادت ۲۱۴ھ اور سنِ وفات ۲۵۴ھ ہے۔ اس لحاظ سے آپ نے چالیس سال کی عمر پائی۔ آپؑ کی قبرِ مبارک سُرّ من رائے میں ہے۔ منتصر کے عہد میں آپؑ وہاں دفن ہوئے۔

آپؑ کا لقب ہادی اور آپؑ کی والدہ کا اسمِ گرامی سمانہ ہے۔

• یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپؑ ۱۵ ذی الحجہ ۲۱۲ھ کو مدینہ میں تولد ہوئے اور ماہِ رجب ۲۵۴ھ میں سُرّ من رائے کے اندر وفات پائی۔ وقتِ وفات آپؑ کی عمر اکتالیس ۴۱ سال چند ماہ تھی آپؑ کی قبر سُرّ من رائے میں خود اپنے ہی گھر کے اندر ہے۔

• ابنِ خشاب کا قول ہے کہ حضرت ابوالحسن عسکری علی بن محمدؑ (امام علی نقیؑ) ماہِ رجب ۲۱۴ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد امام محمد تقی علیہ السلام کے ساتھ صرف چھ سال پانچ ماہ رہے اور ۲۵ جمادی الآخر روز دوشنبہ ۲۵۴ھ میں وفات فرمائی یعنی اپنے والد کے بعد تینتیس ۳۳ سال اور کچھ دن کم سات ماہ زندہ رہے۔ آپؑ کی قبر سُرّ من رائے میں ہے۔ آپؑ کی والدہ کا اسمِ گرامی سمانہ ہے، مگر انھیں منفرشہ مغربیہ بھی کہا جاتا تھا۔

آپؑ کے القاب نقی، ناصح مرتضیٰ اور متوکل ہیں۔ آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔

(کشف الغمہ جلد ۳ ص ۲۳۲)

• ابراہیم بن ہاشم قمی سے روایت ہے کہ حضرت امام ابوالحسن علی النقی علیہ السلام کی وفات دوشنبہ ۴ رجب ۲۵۴ھ میں ہوئی۔

• ابنِ عیاش کا بیان ہے کہ سیدنا ابوالحسن علی بن محمد علیہ السلام کی وفات ۳ رجب ۲۵۴ھ میں ہوئی اس وقت آپؑ کی عمر اکتالیس سال تھی۔ (مصباح کفعمی)

• حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام کی وفات ماہ رجب ۲۵۴ھ میں ہوئی اور سُرّ من رائے کے اندر اپنے گھر میں دفن ہوئے۔ آپؑ نے اپنی اولاد میں اپنے فرزند ابو محمد حسن عسکریؑ،

(جو آپ کے بعد امام ہوئے) حسینؑ، محمدؑ، اور جعفر کو چھوڑا۔ ایک دختر عائشہ تھیں، اور آپؑ کا قیام سُرّ مَن رائے میں وفات تک دس سال چند ماہ رہا۔ (ارشاد ص ۳۱۳ - ۳۱۴)

۵ — نقشِ خاتم

روضۃ الواعظین میں مرقوم ہے کہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام کا یومِ ولادت ۱۵ ذی الحجہ روزِ سہ شنبہ ۲۱۲ھ ہے۔

فصول المہمہ میں تحریر ہے کہ آپ کا رنگ گندمی تھا اور آپؑ کا نقشِ خاتم :

"اللہ ربی وھو عصمتی من خلقہ" تھا۔

• مصباحِ کفعمی میں ہے کہ حضرت امام علی النقی علیہ السلام کی تاریخِ ولادت یوم جمعہ ۲ رجب ہے، بعض کہتے ہیں کہ ۵ رجب ۲۱۲ھ ہے۔ آپ کی ولادت عہدِ مامون میں ہوئی۔ آپؑ کی والدہ کا اسمِ گرامی سمانہ ہے۔ آپؑ کا نقشِ خاتم :

"حفظا لعھود من اخلاق المعبود" تھا۔

آپؑ کی پانچ اولادیں تھیں۔ آپؑ کی تاریخِ وفات ۳ رجب روز دوشنبہ ۲۵۴ھ ہے۔ آپؑ کو معتز نے زہر دیا۔ آپ کے دربان کا نام عثمان بن سعید ہے۔

۶ — تاریخِ وفات، جائے دفن اور خلفائے وقت

حضرت امام علی النقیؑ نے سُرّ مَن رائے میں ماہِ رجب ۲۵۴ھ میں وفات پائی، اس وقت آپؑ کا سن اکتالیس سال چند ماہ کا تھا۔ متوکل نے آپؑ کو یحییٰ بن ہرثمہ کے ہمراہ مدینہ سے سُرّ من رائے بُلایا، پھر آپ اپنی وفات تک وہیں مقیم رہے۔ آپؑ کی مدتِ امامت ۳۳ سال تھی۔ آپؑ کے دورِ امامت میں معتصم کا بقیۂ عہدِ خلافت رہا، پھر اس کے بیٹے منتصر نے چند ماہ خلافت کی، پھر مستعین یعنی احمد بن محمد بن معتصم نے دو سال نو ماہ خلافت سنبھالی، پھر معتز یعنی زبیر بن متوکل کی آٹھ سال چھ ماہ کی خلافت کا زمانہ تھا اور اسی کے آخری عہد میں اللہ کے ولی حضرت علی بن محمدؑ علیہ السلام نے شہادت پائی اور سُرّ مَن رائے کے اندر اپنے گھر میں دفن ہوئے، اور سُرّ من رائے میں آپؑ کا قیام وقتِ وفات تک بیس سال چند ماہ رہا۔ (اعلام الوریٰ ص ۳۳۹)

• مروج الذہب مسعودی میں مرقوم ہے کہ حضرت ابوالحسن علی بن محمد علیہ السلام کی وفات معتز باللہ کے عہدِ خلافت میں دوشنبہ ۲۶ جمادی الآخر ۲۵۴ھ کو ہوئی۔ وہ اس وقت بعمر

چالیس سال تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ اُس وقت بیالیس سال کے تھے۔ بعض لوگ اس سے کم عمر بھی بتاتے ہیں۔ میں نے ایک حبشی کنیز کو آپؑ کے جنازے پر یہ بین کرتے ہوئے سُنا "ہائے دوشنبہ کے دن ہم لوگوں پر یہ کیسی مصیبت نازل ہوئی"۔ احمد بن متوکّل نے شارع ابی احمد میں آپؑ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ آپؑ وہیں سامرہ میں اپنے گھر کے اندر دفن ہوئے۔

• حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے ۲۶ جمادی الآخر ۲۵۴ھ کو وفات پائی اُس وقت آپؑ کا سن اکتالیس سال چھ ماہ، اور بنا بر روایتِ دیگر چالیس سال تھا۔ متوکل نے یحییٰ بن ہرثمہ کے ذریعے سے آپ کو مدینہ سے نکالا اور سُر من رائے میں بلایا، وہیں آپ نے انتقال فرمایا، اور اپنے گھر میں دفن ہوئے۔ (الکافی جلد۱ ص۴۹۷)

• حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے سر من رائے میں ۳ رجب بوقت دوپہر ۲۵۴ھ میں وفات پائی، اُس وقت آپؑ کا سن اکتالیس سال سات ماہ کا تھا۔ آپؑ کی مدتِ امامت ۳۳ سال ہے اور سُر من رائے میں قیام کی مدت وقتِ وفات تک بیس سال چند ماہ ہے۔

(روضۃ الواعظین)

• حضرت امام علی النقی علیہ السلام کی والدۂ گرامی کا نام سمانہ تھا۔ آپ مدینۂ منورہ میں ۱۵ ذی الحجہ ۲۱۲ھ میں پیدا ہوئے اور سُر من رائے میں دوشنبہ ۳ رجب ۲۵۴ھ کو رحلت فرمائی اور اپنے گھر میں دفن ہوئے۔ (کتاب الدروس)

• حضرت امام علی نقی علیہ السلام معتمد کے آخری دورِ خلافت میں زہر سے شہید کیے گئے۔ ابنِ بابویہ کا قول ہے کہ آپؑ کو معتمد نے زہر دیا۔ (مناقب جلد۴ ص۴۰۱)

• **آپ کی وفات پر مرثیہ:** کتاب المقتضب میں ابن عیاش سے روایت ہے کہ حضرت ابوالحسن ثالث کی وفات پر اسماعیل بن صالح صیمری نے آپؑ کے فرزند حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو اس طرح تعزیت پیش کی:

زمین خوف کے مارے زلزلے میں آگئی اور اُس نے اپنے اندر کی تمام چیزیں اُگل دیں۔

اپنے آسمان کے دس ستارے غروب ہوگئے ہیں اب گیارہواں ستارہ طلوع ہوا ہے جس کا نام ابو محمد حسن ہادی ہے۔

ان کے بعد اُمید ہے کہ ایک ایسا ستارہ طلوع ہوگا جو بہت بلندی پر ہوگا وہ دو طویل غیبت اختیار کرے گا۔

اللہ کو یہ منظور نہ ہوگا کہ اس پر کوئی تطاول کرے۔

بحار الانوار

باب ۲

امامت کے لیے اقوال

و

نصوصِ امام علیہ السلام

۱ — آپؑ کی امامت پر قوم کا اجماع

ابنِ قولویہ نے کلینیؒ سے اور اُنھوں نے اپنے اسناد کے ساتھ خیرانی سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا کہ میں حضرت ابوجعفر علیہ السلام (امام محمد تقی علیہ السلام) کی ڈیوڑھی پر ملازم تھا اور خدمات انجام دیتا تھا، اور احمد بن محمد بن عیسیٰ اشعری روزانہ ہر رات کے بعد سحر کے وقت آیا کرتے تھے تاکہ معلوم کریں کہ حضرت ابوجعفر علیہ السلام کے مرض کا کیا حال ہے

فرستادۂ امام محمد تقی علیہ السلام جو خیرانی اور امام ابوجعفر محمد تقی علیہ السلام کے درمیان رابطہ کا کام کرتا، جب کبھی آتا تو احمد بن محمد اُٹھ کر چلے جاتے تاکہ اُسے تخلیہ کا موقع ملے۔ خیرانی کا بیان ہے کہ ایک شب وہ فرستادہ آیا، احمد بن محمد وہاں سے اُٹھ کر چلے گئے اور فرستادہ کو تخلیہ کا موقع دیا لیکن احمد بن محمد گھوم پھر کر واپس آکر ایک ایسے مقام پر کھڑے ہو گئے جہاں سے اُن دونوں کی گفتگو سن سکیں۔

فرستادہ نے کہا، تمھارے آقا نے تم کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ میں اب رخصت ہو کر اپنے مالک کی بارگاہ میں جا رہا ہوں لہٰذا تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ عہدۂ امامت میرے بعد میرے فرزند علیؑ (النقی) کے لیے ہے۔ ان کے لیے تم لوگوں پر وہی فرض ہے جو میرے والدِ بزرگوار کے بعد میرے لیے تم سب پر عائد ہوا تھا۔

یہ پیغام دے کر فرستادہ تو چلا گیا۔ اور احمد بن محمد پھر واپس آئے اور کہنے لگے

اے خیرانی! اس فرستادہ نے تم سے کیا کہا تھا؟

میں نے کہا، سب خیریت ہے۔

اُنھوں نے کہا، مجھ سے نہ چھپاؤ، جو کچھ اُس نے تم سے کہا ہے میں نے سن لیا ہے۔

یہ کہہ کر جو کچھ احمد بن محمد نے سنا تھا مجھ سے بیان کیا۔

میں نے کہا، یہ تم نے حرام اور ناجائز کام کیا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ:

لَا تَجَسَّسُوْا (سورۃ الحجرات آیت ۱۲) (لوگوں کی باتوں کی) کھوج اور تجسس میں نہ لگو۔

اچھا، اب اگر تم نے سن ہی لیا ہے تو یاد رکھنا، وقتِ ضرورت اس کی گواہی بھی دینی ہوگی، مگر وقت سے پہلے اس کا اظہار کسی سے نہ کرنا۔

جب صبح ہوئی تو میں نے اس مضمون کے دس خط لکھے ان پر اپنی مہر لگائی اور اپنے معتمد و مقتدر اصحاب کو ایک ایک خط دیدیا اور کہدیا کہ اس کو محفوظ رکھو، اگر مانگنے سے پہلے مجھے موت آجائے تو اس کو کھول کر پڑھ لینا اور اس پر عمل کرنا۔

جب حضرت ابوجعفر امام محمد تقی علیہ السلام نے وفات پائی میں اپنے گھر سے اسی وقت باہر نکلا، معلوم ہوا کہ رؤسائے قوم محمد بن فرج کے گھر جمع ہیں اور امامت کے عہدہ پر ہی گفتگو ہو رہی ہے۔ مجھے محمد بن فرج نے خط لکھ کر مطلع کیا کہ قوم کے مقتدر حضرات میرے مکان پر جمع ہیں اگر مجھے اِس بات کا خوف نہ ہوتا کہ بات مشہور ہو جائے گی تو ہم سب لوگ آپ کے گھر خود آتے اس لیے میری خواہش ہے کہ آپ خود ہی اپنی سواری لیکر میرے گھر آجائیں۔

یہ خط ملا تو میں سواری پر وہاں پہونچا اُن لوگوں سے گفتگو کی اور اُن کی رائے سنی تو میں نے دیکھا کہ اُن میں سے اکثر شک میں مبتلا ہیں۔ ان میں وہ لوگ بھی شامل تھے جنھیں میں نے رقعات لکھ کر دیے تھے، چنانچہ، میں نے اُن سے کہا کہ اب تم لوگ میرے رقعات نکال لاؤ۔ وہ لوگ رقعات نکال لائے۔

میں نے کہا، اسی کا مجھے حکم دیا گیا تھا، اب تم ان رقعات کو سب کے سامنے پڑھ کر سُنا دو۔

اُنھوں نے رقعات کو پڑھا تو سب نے کہا کہ اگر آپ کے ساتھ کوئی دوسرا بھی اس کی گواہی دے تو بہتر ہوگا کیونکہ یہ تو صرف آپ ہی کی تحریر اور آپ ہی کا بیان ہے۔

میں نے کہا، اللہ تعالیٰ نے از خود دوسری گواہی کا بھی انتظام فرما دیا ہے۔ دیکھو! یہ ابوجعفر اشعری بیٹھے ہوئے ہیں جنھوں نے اُس فرستادہ کو خود کہتے ہوئے سُنا ہے۔

اُنھوں نے ابوجعفر اشعری سے پوچھا۔ اُنھوں نے گواہی دینے میں توقّف کیا۔

میں نے کہا، اے ابوجعفر اشعری! آؤ اس بات پر مباہلہ کر لیں۔

یہ سُن کر وہ خوفزدہ ہوئے اور جلدی ہی اقرار کر لیا کہ ہاں میں نے بھی سُنا تھا، مگر میں چاہتا تھا کہ یہ عہدہ اہلِ عرب میں سے کسی اور کو ملے، مگر مباہلہ کا سامنا ہے تو پھر کتمانِ شہادت کی اب کوئی راہ نہیں ہے۔

پھر جبتک حضرت ابوالحسن امام علی نقی علیہ السلام کی امامت کو تسلیم نہ کر لیا، اُس وقت تک افرادِ قوم وہاں سے نہیں اُٹھے۔

واضح ہو کہ آپ کی امامت پر نص کے سلسلہ میں روایات کا ایک طویل سلسلہ ہے اگر ہم اس کی تفصیل پیش کریں تو کتاب طویل ہو جائے گی تمام قوم کا آپؑ کی امامت پر اتفاق نیز ان کے مقابلہ میں اس وقت کسی اور کا دعوئ امامت نہ کرنا یہ بھی آپؑ کی امامت کا ایک بڑا ثبوت ہے۔ پھر اس کے بعد آپؑ کی امامت پر جو نصوص کی روایات ہیں ان کو تفصیل سے پیش کرنے کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔ (اعلام الوریٰ، ارشاد)

(۲) حضرت امام محمد تقیؑ کی نص

صقر بن دلف سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ حضرت ابوجعفر امام محمد بن علیؑ رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ: "میرے بعد میرا فرزند علیؑ (میرا جانشین اور) امام ہوگا۔ اُس کا حکم میرا حکم اور اُس کا قول میرا قول ہے۔ اور علیؑ کے بعد اس کا فرزند حسنؑ، امام ہوگا۔ (کمال الدین جلد ۲ صفحہ ۵۰)

(۳) حضرت امام محمد تقیؑ کا قول "ابوالحسنؑ مجھ سے مشابہ ہے"

عیون المعجزات میں ہے کہ حمیری نے اپنے اسناد کے ساتھ روایت کی ہے، احمد بن محمد بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ میرے باپ نے مجھے بتایا کہ جب حضرت ابوجعفر امام محمد تقی علیہ السلام مدینہ سے عراق جانے لگے تو آپؑ نے حضرت ابوالحسن علی النقی علیہ السلام کو اپنی گود میں بٹھایا۔ ان کی امامت کے لیے نص فرمائی پھر پوچھا، تمہارے لیے عراق کا کونسا تحفہ ہونا چاہیے؟

آپؑ نے فرمایا، ایک تیغ شرربار۔

پھر اپنے صاحبزادے موسیٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا، تمہارے لیے کیا تحفہ ہونا چاہیے؟

اُنھوں نے کہا، ایک گھوڑا۔

آپؑ نے فرمایا، ابوالحسن علی النقی مجھ سے مشابہ ہے اور موسیٰ اپنی ماں سے مشابہ ہے۔

• اسماعیل بن مہران سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوجعفرؑ پہلی مرتبہ مدینہ سے بغداد جانے لگے تو آپؑ کی روانگی کے وقت میں نے عرض کیا کہ میری جان آپ پر نثار، میں اس سفر میں آپؑ کے لیے کچھ خطرہ محسوس کر رہا ہوں، یہ فرمائیے کہ آپؑ کے بعد امام کون ہوگا؟ آپؑ نے فرمایا، میرے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔

پھر جب معتصم نے آپؑ کو طلب کیا، میں نے پھر عرض کیا، جانم بتو قربان، اب فرمائیے آپؑ کے بعد امام کون ہوگا؟ اس مرتبہ آپؑ نے گریہ فرمایا اور کہا۔ سنو! میرے بعد میرا فرزند علی امام ہوگا۔ (کافی جلد ۱ صفحہ ۳۲۳، ارشاد مفید صفحہ ۳۰۸)

بحار الانوار

باب ۳

آپ کے متعلق اخبار
اور
معجزات

(۱) ملکیتِ امام ؟

صاحبِ عسکر سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے

کہ میں نے ایک مرتبہ امام علی نقی علیہ السّلام سے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، جو چیز ہمارے پاس لائی جاتی ہے اس کے لیے یہی کہا جاتا ہے کہ یہ چیز حضرت ابوجعفر علیہ السّلام کی تھی جو ہمارے پاس ہے، پھر میں کیا کروں ؟

آپؑ نے فرمایا، جو چیز بحیثیت سہمِ امام کے حضرت ابوجعفر علیہ السّلام کی تھی وہ اب ہماری ہے اور جو چیز اس کے علاوہ ہے وہ کتابِ خدا اور سنّتِ رسولؐ کی بِنا پر میراث ہے۔

(کافی جلد ۷، ص ۵۹)

(۲) ایک معجزہ

ابوالہاشم جعفری سے روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت ابوالحسن امام علی نقی علیہ السّلام کی خدمت میں پہونچا، تو آپؑ نے مجھ سے ہندی میں گفتگو فرمائی، مگر میں آپؑ کی گفتگو نہ سمجھ سکا۔ آپؑ کے سامنے کچھ کنکریاں پڑی ہوئی تھیں۔ آپؑ نے اُن میں سے ایک کنکری اٹھائی، منھ میں ڈالی اور میری طرف پھینک کر فرمایا:

اے ابوالہاشم! اس کو چوسو۔

میں نے اٹھا کر منھ میں رکھ لیا، کچھ دیر اس کو چوستا رہا، اس کے بعد جب میں آپؑ کے پاس سے اُٹھا تو میں تہتّر ۷۳ زبانوں میں گفتگو کر سکتا تھا، جن میں ہندی زبان بھی تھی۔

(مختار الخرائج والجرائح ص ۲۳۷)

- علی بن حبشی بن قونی نے جعفر سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔ (اعلام الوریٰ ص ۲۴۳)

(۳) سنگریزوں کا سُرخ سونے میں تبدیل ہونا

ابوالہاشم جعفری سے

روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السّلام کے ساتھ سُرّ مَن رائے سے

باہر کسی کو خوش آمدید کہنے گیا۔ جب اُس کے آنے میں تاخیر ہوئی تو میں نے آپؑ کے بیٹھنے کے لیے زین پوش ڈال دیا۔ آپؑ اُس پر بیٹھ گئے۔ میں بھی آپؑ کے سامنے بیٹھ گیا اور باتیں کرنے لگا۔ دورانِ گفتگو میں نے آپؑ سے اپنی تنگدستی اور بدحالی کی شکایت کی۔ آپؑ نے ہاتھ بڑھایا اور جن سنگریزوں کے قریب آپؑ تشریف فرما تھے اُن میں سے ایک مٹھی بھر کر مجھے عنایت فرمائے اور ارشاد فرمایا: لو! یہ تمھارے لیے کافی ہے مگر جو کچھ دیکھا ہے اسے کسی سے بیان نہ کرنا۔

جب ہم وہاں سے واپس آ گئے تو دیکھا کہ اُن سنگریزوں میں چمک ہے، اور اُن کا رنگ تبدیل ہو کر سرخ سونے کی طرح ہو گیا ہے۔ چنانچہ، میں نے ایک سُنار کو بلایا اور کہا، ذرا ان کو پرکھ کر بتاؤ، یہ کیا ہے۔؟

اُس نے کہا، یہ تو بہترین سونا ہے اس سے بہتر سونا تو میں نے کبھی دیکھا ہی نہیں۔ یہ تو سنگریزوں کی شکل میں ہے، یہ کہاں سے مل گیا؟ یہ تو حیرت کی بات ہے۔

میں نے کہا، یہ میرے پاس زمانۂ قدیم کا تحفہ ہے۔ (مختار الخرائج والجرائح ص ۲۳۸)

(۴) ــــ ہوا نے امامؑ کا احترام کس طرح کیا؟

سمیلہ کاتب جو سُرَّ مَن رائے کی واقعہ نگاری پر مامور تھا، کا بیان ہے کہ متوکل اپنی سواری پر جامع مسجد جایا کرتا تھا۔ اس کے ساتھ اچھے خطیبوں کی تعداد بھی ہوتی تھی۔ اُن ہی میں عباس بن محمد کی اولاد کا ایک شخص بھی جاتا تھا، جس کا لقب ہرلیسہ تھا، جس کی متوکل بہت تحقیر کیا کرتا تھا۔ ایک جمعہ کو متوکل نے ہرلیسہ کو خطبہ دینے کا حکم دیا۔ ہرلیسہ نے منبر پر جا کر بہت عمدہ خطبہ دیا، مگر قبل اس کے کہ وہ منبر سے اترے، متوکل خود نماز پڑھانے کے لیے مصلّے پر پہونچ گیا۔

یہ دیکھ کر ہرلیسہ منبر سے اُترا، اور آگے بڑھ کر پیچھے سے اُس کا گلا پکڑ لیا اور بولا اے امیر المومنین! تمھیں معلوم نہیں کہ جو جمعہ کا خطبہ پڑھتا ہے وہی جمعہ کی نماز بھی پڑھاتا ہے؟

یہ سن کر متوکل بولا، میں نے تو چاہا تھا کہ تمھیں شرمندہ کروں، مگر تم نے تو مجھ ہی کو شرمندہ کر دیا۔

ایک مرتبہ آلِ محمدؐ کے دشمنوں میں سے ایک شخص نے متوکل سے کہا: اے امیر المومنین! آپ علیؑ بن محمدؑ (امام علی النقی علیہ السّلام) کے ساتھ جتنے احترام کے ساتھ پیش آتے ہیں اتنا کوئی پیش نہیں آتا۔ آپ کے گھر کا ہر فرد اُن کی خدمت میں لگا رہتا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ جب وہ آتے ہیں تو کوئی بڑھ کر اُن کے لیے دروازہ کھولتا ہے، کوئی بڑھ کر دروازے کا پردہ

اُٹھاتا ہے، اور یہ ایسا عمل ہے کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے تو وہ یہی سمجھیں گے کہ اگر خلافت کے حقیقی مستحق یہ نہ ہوتے تو ہرگز اُن اتنا احترام نہ کیا جاتا۔

لہٰذا، متوکل کے خادموں نے یہ طے کر لیا کہ اب ان کے لیے دروازے کا پردہ کوئی نہیں اُٹھائے گا، یہ کام وہ خود ہی کریں گے، جس طرح دیگر افرادِ خانہ وغیرہ گھر میں داخل ہوتے ہیں اسی طرح علیؑ بن محمدؑ (امام علی النقی علیہ السلام) بھی داخل ہوں۔

ادھر متوکل کا یہ حکم تھا کہ ہمیں ادنیٰ سے ادنیٰ واقعے کی بھی خبر دی جائے۔

لہٰذا اسمیلہ واقعہ نگار نے لکھا کہ جب علیؑ ابن محمدؑ (امام علی النقی علیہ السلام) تشریف لائے تو کسی خادم نے بڑھ کر دروازے کا پردہ نہیں اُٹھایا، معاً، ایک تیز جھونکا آیا جس نے آپؑ کا استقبال کیا اور پورا پردہ اُٹھا دیا، آپؑ اندر داخل ہو گئے۔

جب متوکل کو بتایا گیا تو اس نے کہا کہ جب وہ باہر جانے لگے تو کیا ہوا ؟

واقعہ نگار نے لکھا کہ آپؑ باہر نکلنے لگے تو پہلی ہوا کے مخالف ایک ہوا کا جھونکا آیا اور اُس نے پردہ اُٹھا دیا، آپؑ باہر چلے گئے۔

متوکل نے کہا، ہم یہ نہیں چاہتے کہ ہوا اُن کے استقبال میں پردہ اُٹھایا کرے اِس سے تو اُن کی فضیلت لوگوں پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی۔ لہٰذا تم لوگ خود ہی پردہ اُٹھا دیا کرو۔ (مناقب ابن شہر آشوب)

۵ ــــ اللہ کی طرف سے میرے لیے یہ انتظام ہے

صالح بن سعید کا بیان ہے کہ

ایک مرتبہ میں حضرت امام ابوالحسن علی النقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

مولا! میں آپؑ پر قربان، یہ سب لوگ ہر طرح یہ چاہتے ہیں کہ آپ کو پریشان کریں اور اللہ کے نور کو (آپؑ کو) بجھا دیں یا گھٹا دیں۔ یعنی آپ کو فقیروں کی سرائے میں ٹھہرایا ہے تاکہ آپ کی بے حرمتی کریں۔

آپؑ نے فرمایا، اے ابنِ سعید! مت افسوس کرو، دیکھو تمھیں ہماری صحیح معرفت نہیں ہے۔

یہ کہہ کر آپؑ نے ہاتھ سے اشارہ کیا، اور فرمایا، ذرا ادھر تو دیکھو!

اب جو میں نے نظر اُٹھائی تو دیکھا کہ ہر طرف سرسبز باغات ہیں اُن میں معطر حوریں ہیں، موتیوں کی طرح پُرآب و تاب، غلمان ہیں، چڑیاں چہچہا رہی ہیں، ہرن چوکڑی بھر رہے ہیں نہریں جاری ہیں۔ یہ دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ آپؑ نے فرمایا، اللہ کی طرف سے میرے لیے یہ انتظام ہے۔

(بصائر الدرجات ص۲۰۷)

- کلینی نے بھی حسین سے یہی روایت کی ہے۔ (اعلام الوریٰ ص ۳۴۸، کافی جلد اول ۴۹۸)
- محمد بن یحییٰ نے بھی صالح بن سعید سے یہی روایت کی ہے۔ (بصائر الدرجات ص ۴۰۶)

(۶) ایک مبروص کی صحتیابی

ابو الہاشم جعفری سے روایت ہے کہ:
سُرّ مَن رائے کے ایک شخص کے جسم پر سفید داغ نمودار ہو گئے اور اس کی زندگی کا لطف جاتا رہا ایک دن وہ ابو علی فہری کے پاس بیٹھا ہوا اپنا دکھ درد بیان کر رہا تھا:
اُس نے کہا، تم اگر حضرت ابو الحسن علی بن محمدؑ کی خدمت میں جاؤ اور اُن سے دعا کے لیے التجا کرو، تو اُمید ہے کہ یہ تمہارا مرض دور ہو جائے۔
چنانچہ ایک دن جب امام علی النقی علیہ السلام متوکل کے گھر سے واپس تشریف لا رہے تھے، وہ شخص سرِ راہ بیٹھ گیا۔ جب اُس نے آپؑ کو آتے ہوئے دیکھا تو اُٹھا اور چاہا کہ آپؑ کے قریب پہونچ جائے، آپؑ نے دور ہی سے کہا:
"قریب نہ آؤ، اللہ تمھیں صحتیاب کرے گا، قریب نہ آؤ، اللہ تمھیں صحتیاب کرے گا۔ قریب نہ آؤ، اللہ تمھیں صحتیاب کرے گا۔"
یہ الفاظ آپؑ نے تین مرتبہ فرمائے۔ وہ شخص دور ہٹ گیا، اور اسے قریب آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اُس نے واپس آ کر فہری کو سارا واقعہ سُنایا۔
اُس نے کہا، یہ تو اُنھوں نے تمھاری التجا سے پہلے ہی دعا فرما دی۔ اب جاؤ انشاء اللہ تم صحتیاب ہو جاؤ گے۔ وہ شخص یہ گفتگو کر کے اپنے گھر واپس آیا اور سو گیا جب صبح کو بیدار ہوا، تو اُس کے جسم پر برص کا نشان تک باقی رہا۔ (الخرائج والجرائح)

(۷) ایک ہندی شعبدہ باز کی ہلاکت

ابو القاسم بن ابی القاسم بغدادی نے زرارہ (حاجبِ متوکل) سے روایت ہے کہ ہند سے ایک بے مثل و ماہر شعبدہ متوکل کے دربار میں آیا۔ وہ چیزوں کے غائب کر دینے کا کرتب دکھاتا تھا۔ متوکل بھی اسی قسم کے لغویات کا بڑا شائق تھا۔ اُس نے سوچا کہ اس کے ذریعے سے علی بن محمدؑ علیہ السلام کو خجل کرایا جائے۔
چنانچہ اس نے شعبدہ باز سے کہا، اگر تم اپنے شعبدے کے ذریعے سے علیؑ بن محمدؑ

کو خجل کر دو تو میں تمھیں ایک ہزار دینار انعام دوں گا۔

اُس نے کہا، بہتر ہے۔ لیکن آپ حکم دیجیے کہ بہت باریک باریک چپاتیاں پکائی جائیں، انھیں دسترخوان پر رکھد یجیے، اور مجھے اور علیؑ بن محمدؑ بن رضاؑ کو دسترخوان پر بیٹھا دیجیے، پھر آپ تماشہ دیکھیے۔

متوکل نے ایسا ہی کیا۔ اور آپؑ کو بلایا۔ آپؑ کے پہلو میں ایک تکیہ تھا جس پر شیر کی تصویر بنی ہوئی تھی، اور وہ شعبدہ باز اس تکیے کے برابر ہی بیٹھ گیا۔ جب حضرت علی النقی علیہ السلام نے روٹی کی طرف ہاتھ بڑھایا تو شعبدہ باز نے وہ روٹی اُڑادی آپؑ نے دوسری روٹی کی طرف ہاتھ بڑھایا تو وہ بھی اُس نے اُڑادی۔

یہ دیکھ کر لوگوں نے قہقہہ لگایا۔ حضرت علی النقی بن محمد تقی علیہ السلام کو جلال آگیا، آپ نے اُس تکیے پر جس پر شیر کی تصویر بنی ہوئی تھی، ہاتھ مار کر حکم دیا، اے شیر! دیکھتا کیا ہے، اِس شعبدہ باز کو نگل لے۔

وہ شیر کی تصویر مجسّم ہوگئی اور شعبدہ باز پر تیزی سے جھپٹ پڑی اور آنِ واحد میں شعبدہ باز کو چٹ کر گئی اور اپنی اصلی صورت پر آگئی۔

لوگوں کو بڑی حیرت ہوئی۔ حضرت علی النقی بن محمد تقیؑ علیہ السلام وہاں سے واپس جانے لگے۔

متوکل نے آپؑ سے یہ درخواست کی کہ اس شعبدہ باز کو واپس کرادیں۔

آپؑ نے فرمایا، نہیں، اب تم اُس کو کبھی نہ پاسکو گے۔ تم دشمنانِ خدا کو اللہ کے دوستوں پر غالب کرنا چاہتے ہو۔

یہ کہہ کر آپؑ وہاں سے واپس چلے آئے۔ (مختار الخرائج والجرائح ص۲۱۰)

ایک اور معجزہ ۸

داؤد بن قاسم جعفری کا بیان ہے کہ میں سُرّ مَن رائے میں حضرت امام علی النقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، حج کا ارادہ تھا، چاہا کہ مولا سے بھی رخصت ہو لوں۔ جب میں آپؑ سے رخصت ہونے لگا تو آپؑ بھی میرے ہمراہ چلے جب آخر حاجز پر پہونچے تو آپؑ سواری سے اُتر پڑے، میں بھی اُتر گیا۔

آپؑ نے اپنے ہاتھ سے زمین پر ایک دائرہ نما خط کھینچا اور مجھ سے فرمایا: چچا اِس دائرے میں سے جو کچھ آپ لے لیں وہی آپ کے سفرِ حج کے اخراجات

میں کام آئے گا۔

میں نے جب اُس دائرے میں ہاتھ مارا تو سونے کا ایک ٹکڑا نکلا جس کا وزن دو سو مثقال تھا۔ (مناقب ابنِ شہر آشوب)

۹ — ترکی سردار کے بچپن کا نام

ابو الہاشم جعفری سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں مدینہ میں تھا خلیفہ کا سردارِ لشکر اُدھر سے اعراب اور بدّوؤں کو تلاش کرتا ہوا گذر رہا تھا۔

حضرت ابو الحسن امام علی النقی علیہ السلام کو جب اُس کے بارے میں علم ہوا تو آپؑ نے فرمایا، میں بھی اُس سے ملنا چاہتا ہوں۔

لہٰذا ہم سب لوگوں آپؑ کے ساتھ ایک مقام پر جا کر کھڑے ہو گئے کہ اتنے میں وہ ترکی سردار مع اپنے لشکر کے وہاں سے گذرا۔

جب وہ قریب آیا تو حضرت ابو الحسن امام علی النقی علیہ السلام نے ترکی زبان میں کچھ ارشاد فرمایا۔ وہ سردار اپنی سواری سے اترا اور آپؑ کے مرکب کے سُم کو بوسہ دینے لگا۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے اس ترک سردار کو حلف دیکر پوچھا، یہ بتاؤ کہ انھوں نے تم سے کیا کہا تھا۔؟

اُس نے جواب دیا کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی نبی ہیں؟

میں نے کہا، نہیں یہ نبی تو نہیں ہیں۔

اُس نے پھر کہا، اُنھوں نے مجھے اُس نام سے پکارا جس نام سے مجھے میرے ملک میں مجھے بچپن میں پکارا جاتا تھا۔ اور آج سے پہلے میرا یہ نام کسی اور کو معلوم نہیں تھا۔

(اعلام الورٰی ص ۲۴۳)

۱۰ — اخبار العلوم

راوی کا بیان ہے کہ ایک دن فتح بن خاقان نے مجھ سے کہا، متوکل نے مجھے حکم دیا ہے کہ قم سے کچھ مال آنے والا ہے تم اُس پر نگاہ رکھو۔ جب آئے تو مجھے اطلاع دو، اور یہ بھی بتاؤ کہ یہ مال کس طریقہ سے آیا ہے تاکہ میں اسے ضبط کرلوں۔

یہ سن کر میں امام علی النقی بن محمد تقیؑ علیہ السلام کی خدمت میں آیا۔

آپؑ مجھے دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا، اے ابو موسیٰ! جو اللہ کرے گا بہتر ہی کرے گا، مال آج رات کو آئے گا، تم یہیں میرے پاس سو رہو۔

جب رات کافی ہو چکی تو آپؑ عبادت کے لیے کھڑے ہو گئے۔

پھر آپؑ نے سلام پڑھ کر مجھ سے فرمایا، سنو! ایک شخص مال لیکر آگیا ہے اور میں نے خادم کو منع کر دیا ہے کہ وہ مال نہ وصول کرے۔ اب تم جاؤ اور اُس سے مال وصول کر لو۔

میں باہر نکلا تو دیکھا کہ اس شخص کے پاس ایک زنبیل ہے اور اس میں کچھ سامان ہے میں نے وہ زنبیل اس سے لے لی اور سیدھا آپؑ کے پاس آیا۔

آپؑ نے فرمایا، اس سے جاکر کہو کہ وہ جبّہ بھی تو دے جس کے متعلق قمیہ نے کہا تھا کہ وہ اُس کی دادی رکھ گئی تھیں۔

میں اس کے پاس پھر گیا اور اس نے وہ جبّہ دیا، میں اُس جبّے کو لیکر آیا۔

آپؑ نے فرمایا، اُس سے جاکر کہو، یہ وہ جبّہ نہیں ہے، تم نے بدل کر دوسرا دیدیا ہے ہمیں تو وہی جبہ چاہیے۔

میں نے جاکر اُس سے کہا،

اُس نے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے کہا، ہاں، میری بیٹی کو وہ جبّہ پسند آگیا تھا اِس لیے اُس نے وہ جبّہ رکھ لیا اور یہ جبّہ دیدیا ٹھہرو میں ابھی جاکر وہ جبّہ لاتا ہوں۔

میں نے واپس آکر آپؑ سے سب کچھ عرض کر دیا۔

آپؑ نے فرمایا، اُس سے کہو کہ وہ جبّہ تو تیرے کاندھے پر ہے۔

میں نے اُس سے جاکر کہا، اور وہ جبّہ اُس کے کاندھے سے اُتار لیا

اُس نے کہا، ابتک تو مجھے اُن کی امامت میں شک ہی تھا، لیکن اب تو مجھے یقین ہے کہ آپ ہی امام ہیں۔ (امالی شیخ مفید)

• مناقب میں بھی فتح سے اسی کے مثل روایت ہے (مناقب جلد ۴ ص ۴۱۳)

(۱۱) ایک ظالم حاکم سے نجات دلانا

منصوری نے اپنے والد کے چچا سے روایت کی ہے اور انھوں نے یہ حدیث کافور سے لی ہے۔ امام علی النقی علیہ السّلام جس موضع میں مقیم تھے وہاں آپ کے پڑوس میں چند مختلف دست کار بھی آباد تھے اور وہ ایک قریہ اور گاؤں تھا وہیں یونس نقاش بھی تھا، وہ آپؑ کی خدمت کیا کرتا تھا۔

ایک دن یونس کچھ خوف زدہ و ہراساں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: مولا ! میں آپؑ سے وصیت کرتا ہوں، میرے گھر والوں کا خیال رکھیے گا۔

آپؑ نے پوچھا، کیا بات ہے تم کیوں اس قدر پریشان ہو ؟

اُس نے عرض کیا، اب میرے کوچ کا وقت آگیا ہے۔

آپؑ نے مسکراتے ہوئے فرمایا، اے یونس ! وہ کیسے ؟

اُس نے کہا کہ موسیٰ بن بغا (ترکی سردار) نے میرے پاس ایک نگینہ نقش کرنے کے لیے بھیجا تھا، وہ اتفاق سے ٹوٹ کر دو ہو گیا، اور کل ہی دینے کا وعدہ ہے۔ آپؑ تو جانتے ہی ہیں کہ وہ موسیٰ بن بغا ہے، وہ مجھے یا تو ایک ہزار کوڑے لگوائے گا، یا قتل کرنے کا حکم دے گا۔

آپؑ نے فرمایا، غم نہ کرو، اپنے گھر جاؤ، کل جو ہوگا، وہ بہتر ہی ہوگا۔

دوسرے دن جب صبح ہوئی تو پھر کانپتا ہوا آیا، اور بولا، مولا ! موسیٰ کا آدمی وہ نگینہ لینے کے لیے آگیا ہے، اب میں اُسے کیا جواب دوں ؟

آپؑ نے فرمایا: فکرمند نہ ہو، جاؤ انشاء اللہ بھلا ہی ہوگا۔

یونس نے کہا، مولا ! میں اُس سے کیا کہوں ؟

آپؑ مسکرائے اور فرمایا، تم جا کر تو دیکھو کہ وہ کیا کہتا ہے، پھر جو ہوگا وہ بہتر ہوگا۔

یونس اپنے گھر گیا اور ہنستا ہوا واپس آیا، اور بولا: موسیٰ کے آدمی نے آکر کہا کہ کنیزیں آپس میں جھگڑا کر رہی ہیں، کیا یہ ممکن ہے کہ اُس نگینہ کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کر دو، تاکہ جھگڑا ہی ختم ہو جائے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا، یا الٰہی تیرا شکر گذار ہوں کہ تو نے ہمیں اپنے شکر گذار بندوں میں قرار دیا۔ اے یونس ! یہ بتاؤ کہ تم نے اُس سے کیا کہا ؟

یونس نے کہا، میں نے اُس سے کہدیا ہے کہ اچھا، پھر مجھے اس کے لیے مزید وقت درکار ہوگا۔

آپؑ نے فرمایا، تم نے ٹھیک جواب دیا۔ (امالی شیخ مفیدؒ)

(۱۲) ـــ منجانب اللہ گرم پانی کا انتظام

کافور خادم سے روایت ہے کہ

ایک دن حضرت علی بن محمدؑ (امام علی النقی علیہ السلام) نے مجھ سے فرمایا کہ فلاں لوٹا فلاں مقام پر پانی سے بھر کر میرے وضو کے لیے رکھدینا۔

پھر آپؑ نے مجھے کسی کام کے لیے بھیج دیا۔ اور فرمایا، پہلے یہ کام کرو، پھر پانی رکھدینا، تاکہ جب میں نماز کے لیے وضو کرنا چاہوں، تو پانی موجود ہو۔

یہ فرماکر آپؑ آرام کرنے کے لیے لیٹ گئے اور میں پانی رکھنا بھول گیا، سردی کی رات تھی، جب میں نے محسوس کیا کہ آپؑ نماز کے لیے اُٹھے ہیں تو مجھے یاد آیا کہ لوٹے میں پانی تو میں نے رکھا ہی نہیں۔ اس لیے ڈر کے مارے کہ آپؑ خفا ہوں گے، میں وہاں سے دور ہٹ گیا، مگر اس کا دُکھ ضرور تھا کہ آقا کو لوٹا تلاش کرنے میں زحمت ہوگی۔

اتنے میں آپؑ نے مجھے غصّہ میں آواز دی؛ میں نے دل میں کہا، اِنّا لِلّٰہ! اب میں آپؑ کے سامنے کیا عذر پیش کروں گا، سوائے اس کے کہ یہ کہدوں کہ میں بھول گیا، اور بغیر سامنے گئے کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ لہٰذا گردن جھکائے ہوئے سامنے گیا۔

آپؑ نے فرمایا، تجھ پر وائے ہو! تجھے میرا دستور معلوم نہیں کہ میں ہمیشہ ٹھنڈے پانی سے وضو کرتا ہوں، پھر تو نے گرم پانی لوٹے میں بھر کر کیوں رکھدیا؟

میں نے عرض کیا، آقا! میں نے نہ لوٹا رکھا اور نہ پانی۔

آپؑ نے فرمایا، اللہ کا شکر ہے کہ اُس نے مجھے دم قدم پر اپنی آسانیوں سے نوازا ہے، اور شکر ہے اُس اللہ کا جس نے مجھے اپنی اطاعت کرنے والوں میں شمار کیا، اپنی عبادت کی توفیق عطا فرمائی اور میری مدد فرمائی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: "اللہ تعالیٰ اُس شخص سے ناراض ہوتا ہے جو اُس کی دی ہوئی آسانی قبول نہ کرے۔

(امالی شیخ)۔ (مناقب جلد ۴ صـ ۴۱۴) (مرسلا روایت ہے)

(۱۳) ــــ تم اللہ کی کون کون سی نعمتوں کا شکر ادا کروگے

ابوالہاشم جعفری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں شدید تنگدستی میں مبتلا ہوا۔ لہٰذا، میں حضرت ابوالحسن امام علی نقی عؑ کے پاس گیا۔ آپؑ نے مجھے حاضری کی اجازت دی۔ جب میں جاکر بیٹھ گیا، تو آپؑ نے فرمایا:

اے ابوالہاشم! (تمھیں اللہ نے اتنی نعمتیں دی ہیں) تم اللہ کی کن کن نعمتوں کا شکر ادا کروگے۔

یہ سن کر میں آپؑ کی طرف متوجّہ ہوا مگر سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا عرض کروں۔

پھر آپؑ ہی نے فرمایا، دیکھو! اللہ نے تمھیں ایمان کا رزق دیا، جس کی وجہ سے تمھارے جسم پر جہنّم کی آگ حرام ہوگئی، اللہ نے تمھیں تندرستی کی روزی دی، جس سے تم اس قابل ہوکہ

اُس کی اطاعت کرو۔ تمھیں قناعت عطا کی جس سے تم سفلہ پن سے محفوظ رہے۔ اے ابوالہاشم! میں نے تم سے یہ پہلے ہی کہدیا، اس لیے کہ میں جانتا ہوں کہ تم اپنی تنگدستی کی شکایت کرنے کے لیے آئے ہو۔ جاؤ، میں نے تمھیں سو دینار دیے جانے کا حکم دے دیا ہے انھیں لیلو۔

(امالی شیخ صدوق ص ۴۱۲)

(۱۴) سُرَّمَن رائے کے اُجڑنے کی پیشگوئی

منصوری نے اپنے والد کے چچا سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے ایک دن حضرت امام علی النقی علیہ السلام نے فرمایا اے ابوموسیٰ! مجھے سرمن رائے میں جبریہ بھیجا گیا تھا، مگر اب یہاں سے نکالا جاؤں گا تو جبریہ ہی نکالا جاؤں گا۔

میں نے عرض کیا، آقا! یہ کیوں؟

آپؑ نے فرمایا کہ یہاں کی ہوا صاف ستھری، پانی شیریں ہے یہاں پر انسان کم بیمار پڑتا ہے۔

پھر فرمایا، مگر یہ سرمن رائے اُجڑ جائے گا، اور ایسا اُجڑے گا کہ یہاں مسافروں کے لیے چند سرائے اور چند دکانیں ہی باقی رہ جائیں گی، اور اس کے اُجڑنے کی علامت یہ ہے کہ میری موت کے بعد میرے روضے میں عمارتیں تعمیر ہونے لگیں گی۔ (مناقب جلد ۲ ص ۴۱۷)

(۱۵) حق بحقدار رسید

ابوعلی بن راشد کا بیان ہے کہ امامؑ تک پہونچانے کے لیے میرے پاس کچھ مال آیا، تو آپؑ کا آدمی پہونچا اور قبل اس کے کہ میں اپنے رجسٹر میں دیکھ کر وہ مال اُس کے حوالے کروں، اُس نے خود ایک رجسٹر پیش کر دیا۔ میں نے گھر میں اِدھر اُدھر بہت تلاش کیا، مگر وہ رجسٹر مجھے نہ مل سکا، تاکہ دونوں رجسٹروں سے مقابلہ کر کے تصدیق ہو جائے، تلاشِ بسیار کے بعد مجھے وہ رجسٹر نہ دستیاب ہوا اور میں نے اُس آدمی کو یونہی واپس کر دیا۔

جب آپؑ کا آدمی چلا گیا تو مجھے خیال آیا کہ ذرا سامان کے بنڈلوں میں تو دیکھوں اس میں دیکھا تو وہ رجسٹر مل گیا۔ اب میں نے دونوں کو سامنے رکھ کر مقابلہ کیا تو سرِمو فرق نہ پایا، اور مجھے معلوم ہو گیا کہ اس کا مطالبہ صحیح تھا۔ میں نے فہرست کے مطابق وہ مال آپؑ کو پہونچا دیا۔

(بصائر الدرجات ص ۲۴۶)

(۱۶) علم الاخبار

محمد بن فرج کا بیان ہے کہ حضرت امام ابوالحسن علی النقی علیہ السلام نے مجھے خط لکھا کہ اپنے تمام معاملات سے فارغ ہو کر محتاط ہو جاؤ۔

محمد بن فرج کہتا ہے کہ میں نے اپنے سارے معاملات سے تو فراغت حاصل کر لی مگر سمجھ میں نہیں آیا کہ آپؑ کے اس لکھنے کا مطلب کیا ہے۔

ناگاہ ایک شاہی فرستادہ آگیا، اور وہ مجھے مصر سے قید کر کے اور زنجیروں میں جکڑ کر لے گیا، اور میری تمام املاک ضبط کر لی۔

میں آٹھ سال تک قید خانے میں رہا۔ میں ابھی قید خانے ہی میں تھا کہ حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام کا ایک دوسرا خط ملا جس میں تحریر تھا کہ غربی جانب قیام نہ کرنا۔

میں نے خط پڑھ کر دل میں کہا کہ آپؑ مجھے یہ لکھ رہے ہیں، درآنحالیکہ میں مقید ہوں کہیں قیام کرنے کا سوال ہی کیا ہے۔

پھر چند ہی دن کے بعد مجھے قید سے رہائی مل گئی۔ جب عراق واپس ہوا تو آپؑ کی ہدایت کے مطابق بغداد میں قیام نہیں کیا، بلکہ سر من رائے چلا گیا۔

وہاں سے میں نے آپ کو خط لکھا کہ دعا فرمائیے، میری ملکیت مجھے واپس دیدی جائے آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا، کچھ دنوں میں تمھاری ملکیت تمھیں مل جائے گی لیکن اگر یہ لوگ تمھیں واپس بھی نہ کریں تو پھر بھی تمھارا کوئی نقصان نہیں۔

علی بن محمد نوفلی کا بیان ہے کہ محمد بن فرج جب عسکر منتقل ہوا تو اس نے آپؑ کو خط لکھا کہ میری ضبط شدہ جائیداد بھی مجھے واپس ملنے کی دعا کیجیے مگر خط پہونچنے سے پہلے ہی وہ انتقال کر گیا۔ (ارشاد ص۳۱۱، کافی جلد۱ ص۵۰۰)

- اعلام الوریٰ میں بھی محمد بن فرج سے اسی کے مثل روایت ہے
- ابوالقاسم بغدادی نے زرارہ سے روایت کی۔ ایک مرتبہ متوکل کا ارادہ ہوا کہ سلامی کے دن حضرت علی بن محمدؑ بن رضاؑ علیہ السلام پاپیادہ آئیں۔

اس کے وزیر نے اُسے سمجھایا کہ یہ آپ کے لیے بُرا ہوگا، اور آپ بدنام ہو جائیں گے اُس نے کہا کہ کچھ بھی ہو یہ تو کرنا ہی ہے۔

وزیر نے کہا، اگر یہ امر انتہائی ضروری ہے تو پھر آپ یہ حکم جاری کریں کہ سارے سردار و اشراف بھی پاپیادہ آئیں، تاکہ کسی کو یہ گمان نہ ہو کہ آپ کا یہ حکم صرف علی بن محمدؑ بن رضاؑ ہی

کے لیے ہے کسی اور کے لیے نہیں۔

اُس نے ایسا ہی کیا اور حضرت امام علی النقی علیہ السلام مجبوراً پا پیادہ چلے۔ سخت گرمی کا زمانہ تھا، دہلیز تک پہونچتے پہونچتے آپؑ پسینہ میں تر ہو گئے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے فوراً بڑھ کر آپؑ کو ڈیوڑھی ہی میں بٹھالیا، رومال سے آپ کے چہرے کا پسینہ صاف کیا، اور عرض کیا کہ آپؑ کے ابنِ عم کا مقصد ہی یہ تھا کہ صرف آپؑ کو پاپیادہ چلائے۔

آپؑ نے فرمایا، خاموش ہو رہو۔ "تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ذَٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوبٍ ○ (سورہ هود آیت ٦٥)

یعنی: (تم لوگ اپنے گھروں میں تین دن تک اور مزے اُڑا لو، یہ وعدہ (وہ) ہے جو جھوٹا نہیں ہوگا۔)

زرارہ کا بیان ہے کہ میرے یہاں ایک شیعہ اُستاد تھا، میں اس سے اکثر مزاح کیا کرتا تھا اور اسے رافضی کہہ کر پکارا کرتا تھا۔

ایک دن جب میں اپنے گھر واپس آیا تو عشاء کا وقت ہو چکا تھا میں نے اُسے آواز دی، اے رافضی! ادھر آ، میں تجھے ایک بات سُناؤں جو میں نے تیرے امامؑ سے آج ہی سنی ہے۔

اُس نے کہا، تم نے کیا سنا ہے؟

میں نے وہ آیت جو امام علیہ السلام نے پڑھی تھی سُنائی۔

معلّم نے کہا، دیکھ اب میں تجھ سے ایک بات کہتا ہوں، میری بات مان لے۔

میں نے کہا، بتا، کیا کہنا چاہتا ہے؟

معلّم نے کہا، جو کچھ تو نے مجھے بتایا ہے اگر واقعاً حضرت امام علی النقی علیہ السلام نے یہی فرمایا ہے تو تُو اپنے تحفظ کی فکر کر، اور اپنا مال و اسباب کہیں اور منتقل کر دے، اس لیے کہ متوکل تین دن کے بعد مر جائے گا یا قتل کر دیا جائے گا۔

یہ سن کر مجھے غصہ آگیا، میں نے اُسے گالیاں سنائیں اور اپنے پاس سے نکال دیا۔ مگر تنہائی میں سوچا تو دل نے کہا۔ اس امر میں اگر احتیاطاً اپنا تحفّظ کر لیا جائے تو ہرج ہی کیا ہے۔ اگر کچھ رونما ہوا تو میں محفوظ رہوں گا اور اگر کچھ نہیں ہوا تو اس احتیاط سے میرا کوئی نقصان بھی نہیں۔

یہ سوچ کر میں نے سواری لی اور متوکّل کے گھر گیا، اور وہاں جو کچھ میرا سامان رکھا ہوا تھا سب اُٹھا لایا، پھر وہ اور اپنے گھر کا سارا سامان اپنے قابلِ اعتماد لوگوں کے پاس بھجوا دیا، صرف ایک چٹائی اپنے لیٹنے بیٹھنے کے لیے رہنے دی۔

ادھر تیسرا دن ختم ہوا کہ چوتھی رات کو متوکّل قتل ہو گیا اور اس طرح میں اور میرا سامان محفوظ رہا۔ پھر میں شیعہ ہو گیا اور امام علی النقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ہی کی خدمت میں رہنے لگا۔ اور آپؑ سے اپنے لیے دعاء کی درخواست کی، پھر میں پوری طرح آپؑ کا موالی و دوستدار بن گیا۔ (مختار الخرائج والجرائح)

امامؑ کا ایک اور اعجاز

ابو محمد بصری نے ابراہیم بن محمد کے کاتب ابو العباس سے روایت کی ہے کہ ہم لوگوں کے درمیان حضرت ابو الحسن علیہ السلام کا ذکر آیا تو ابو العباس نے کہا: اے ابو محمد! ہمیں اس امرِ امامت سے کوئی دلچسپی نہ تھی، بلکہ میں اپنے بھائی نیز جو لوگ امرِ امامت کے قائل تھے ان پر شدید نکتہ چینی کیا کرتا، اور انھیں بُرا بھلا کہتا تھا، یہاں تک کہ میں اس وفد کے ساتھ مدینہ گیا جو متوکل نے مدینہ سے حضرت امام ابو الحسن علیہ السلام کو لانے کے لیے بھیجا تھا۔

ہم انھیں مدینہ سے لیکر نکلے اور راستہ طے کرتے ہوئے ایک منزل طے کرلی موسم شدید گرمی کا تھا۔ ہم نے آپؑ سے درخواست کی کہ حکم ہو تو یہیں منزل کریں؟

آپؑ نے فرمایا، نہیں۔

مجبوراً ہم بغیر کچھ کھائے اور پیے آگے بڑھ گئے۔ غرض جب گرمی زیادہ سخت ہوئی تو بھوک پیاس بھی بڑھی۔ جس مقام پر ہم لوگ تھے وہ بالکل بے آب و گیاہ تھا، نہ وہاں کوئی درخت تھا کہ جس کے سائے میں کچھ دیر آرام کرلیں اور نہ پانی تھا کہ جس سے پیاس ہی بجھالیں۔ اب ہم نے آپؑ کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھا۔ آپؑ نے ہماری ضروریات کو محسوس کیا اور فرمایا:

کیا بات ہے، کیا بھوک پیاس کی شدت سے پریشان ہو؟

ہم نے عرض کیا، جی ہاں، بخدا، آقا، ہم بھوکے پیاسے بھی ہیں اور بالکل تھک چکے ہیں آگے بڑھنے کا یارا نہیں رہا۔

آپؑ نے فرمایا، پھر یہیں دم لیلو اور کچھ کھا پی لو۔

یہ سن کر ہمیں بڑی حیرت ہوئی؛ اس لیے کہ ہم بالکل بے آب و گیاہ صحرا میں تھے کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہاں آرام کیا جائے۔ نہ پانی تھا، نہ کوئی سایہ دار درخت۔

آپؑ نے فرمایا، کیا سوچ رہے ہو؟ یہاں اُتر کر آرام کیوں نہیں کرلیتے۔؟

یہ سن کر میں اونٹوں کی قطار کی طرف بڑھا، انھیں بٹھایا۔ اور اب جو پلٹ کر دیکھا

تو وہاں دو بہت بڑے اور گھنے سایہ دار درخت موجود تھے جن کے سایہ میں سیکڑوں آدمی آرام کر لیں۔ دوسری جانب نظر اُٹھائی تو دیکھا کہ وہاں ایک انتہائی شیریں اور ٹھنڈے پانی کا چشمہ اُبل رہا ہے۔

چنانچہ ہم لوگوں نے وہاں خوب کھایا، پیا اور آرام کیا۔ ہم میں بعض ایسے بھی تھے جو اس سے قبل بھی یہاں سے گذرے تھے مگر یہاں نہ کوئی درخت دیکھا تھا نہ چشمہ۔ یہ تمام چیزیں دیکھ کر اس وقت دل کی عجیب کیفیت ہوئی۔ ہم آپؑ کو معنی خیز اور پُر عظمت نظروں سے دیکھنے لگے۔ آپؑ نے بھی ہمیں دیکھا اور مسکرا کر منھ پھیر لیا۔

میں نے اپنے دل میں کہا، خدا کی قسم میں یہاں پر کوئی چیز نشاندہی کے لیے ضرور چھوڑوں گا۔ اس ارادے سے میں درخت کے پیچھے گیا اور وہاں اپنی ایک تلوار دفن کر دی، اس پر دو پتھر رکھ دیے۔ پھر نماز کی تیاری کی۔

حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام نے فرمایا، آپ لوگ آرام کر چکے ہیں اب کیا ارادہ ہے

ہم نے عرض کیا، جی ہاں، اب ہم تیار ہیں۔

آپؑ نے فرمایا، اچھا، بسم اللہ! کوچ کی تیاری کرو۔

ہم لوگ آپؑ کے حکم کے منتظر تھے، روانہ ہو گئے۔ جب ایک ساعت سفر کر چکے تو میں لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ طور پر واپس اسی جگہ پلٹ آیا۔ اپنی دفن شدہ تلوار نکالی اس جگہ ساری نشانیاں موجود تھیں لیکن وہاں پر نہ وہ درخت تھے اور نہ چشمہ۔

یہ دیکھ کر مجھے اور بھی تعجب ہوا، میں نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیے اور اللہ سے دعا کی، کہ، پروردگارا! تو مجھے امام علیہ السلام کی محبت اور ایمان کے سرمائے سے سرفراز فرما اور جیتے جی اس پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرما۔

اس کے بعد میں جلدی جلدی اپنے قافلے سے ملحق ہو گیا۔

مجھے دیکھ کر حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام میری طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا اے ابوالعباس! تم نے اطمینان کر لیا؟

میں نے عرض کیا، آقای! جی ہاں، پہلے تو مجھے کچھ شک تھا مگر اب تو میں دنیا اور آخرت میں سب سے زیادہ غنی ہوں۔

آپؑ نے فرمایا، مگر ایسے لوگ چند ہی ہیں جن کی تعداد مقرر رہے، نہ اُن میں ایک کا اضافہ ہو سکتا ہے اور نہ کمی کی جا سکتی ہے، ان میں سے ایک تم بھی ہو۔ (الخرائج والجرائح)

حسین بن علی سے روایت ہے کہ حضرت امام علی النقی علیہ السلام کی خدمت میں

ایک شخص ڈرتا، کانپتا ہوا آیا اور بولا: آپ لوگوں کی محبّت کے جرم میں میرا لڑکا پکڑ لیا گیا، اور آج شب اس کو فلاں پہاڑی کے اوپر لیجاکر نیچے پھینکدیں گے اور جب وہ مرجائے گا تو اُسی پہاڑی کے نیچے دفن کردیں گے۔

آپؑ نے فرمایا، پھر تم کیا چاہتے ہو؟

اس نے عرض کیا، وہی جو ماں باپ چاہتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا، جا فکر نہ کر تیرا لڑکا کل واپس آجائے گا۔

دوسرے دن صبح کے وقت اُس کا لڑکا گھر واپس آگیا۔

باپ نے پوچھا، بیٹے! تجھ پر کیا گذری؟

اُس نے کہا: دشمنوں نے قبر کھود لی تھی، میرے ہاتھوں پاؤں باندھ دیے تھے اور مجھے پہاڑی کے اوپر سے پھینکنے ہی والے تھے کہ ایک طرف سے دس پاک و طیّب ہستیاں نمودار ہوئیں اور مجھ سے پوچھا۔

اے لڑکے! تو کیوں روتا ہے؟

میں نے اُن سے تمام روداد بیان کردی۔

اُنھوں نے کہا، اگر تو یہاں سے چھوٹ جائے تو روضۂ نبوی پر زیارت کو جائے گا؟

میں نے عرض کیا، جی ہاں ضرور حاضری دوں گا۔

اُنھوں نے، اُس حاجب ونگراں کو جو میرے درپئے آزار تھا پکڑ کر پہاڑی سے ایسا پھینکا کہ اُس کے چیخنے، چلّانے کی آواز بھی کسی نے نہ سنی۔ پھر وہ لوگ مجھے آپ کے پاس لے آئے اور وہ باہر کھڑے ہوئے میرا انتظار کر رہے ہیں۔

یہ کہہ کر وہ لڑکا باپ سے رخصت ہوا اور چلا گیا۔ اُس کا باپ امام علیہ السّلام کی خدمت میں آیا اور سارا قصہ بیان کیا۔ آپؑ اُس کی بات سنتے جاتے اور مسکراتے جاتے تھے اور فرماتے کہ وہ لوگ وہ باتیں نہیں جانتے جنھیں ہم جانتے ہیں۔ (مناقب جلد۴ ص۴۱۶)

• کتاب دلائل حمیری میں حسن بن علی وشّار سے روایت ہے کہ حضرت امام ابوالحسن رضا کی کنیز ام محمد جو مقامِ حیر میں حسن بن موسیٰ کے ساتھ رہتی تھی، نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک مرتبہ اپنی کمسنی میں حضرت امام علی النقی علیہ السّلام آئے اور اُم ابیہا بنت موسیٰ کی آغوش میں بیٹھ گئے۔

اُنھوں نے پوچھا کیا بات ہے؟

آپؑ نے فرمایا، بخدا، ابھی ابھی میرے پدر بزرگوار نے وفات پائی۔

اُنھوں نے کہا، نہیں نہیں ایسی بات منھ سے نہیں نکالا کرتے۔

آپؑ نے فرمایا، میں نے جو کہا ہے وہ سچ ہے۔
ہم لوگوں نے اُسی دن خط بھیجا تو بات سچی تھی، اُسی روز حضرت ابوجعفرؑ نے وفات پائی تھی۔

• متوکل نے عتاب بن ابی عتاب کو مدینہ بھیجا، تاکہ وہ علیؑ بن محمدؑ یعنی حضرت امام علی النقی علیہ السلام کو لیکر سر من رائے، آئے۔ شیعوں میں چرچا تھا کہ حضرت امام علی النقیؑ علم غیب کے عالم ہیں۔ مگر عتاب کے دل میں کچھ شک تھا۔ جب مدینہ سے چلے تو آپؑ نے لبادہ (برساتی) پہن لیا، حالانکہ اُس وقت آسمان ابر سے بالکل صاف وشفاف تھا، مگر تھوڑی ہی دیر کے بعد ابر چھا گیا اور بارش ہونے لگی۔
عتاب نے کہا، یہ (آپؑ کے علم غیب کی) پہلی نشانی ہے۔
جب آپؑ شطِ قاطول پر پہونچے تو دیکھا کہ عتاب کچھ فکرمند سا ہے۔
آپؑ نے فرمایا، اے ابو احمد! کیا بات ہے؟
اُس نے کہا، میں نے اپنی حاجات امیر المومنین سے طلب کی ہیں (دیکھیں کیا ہوتا ہے)
آپؑ نے فرمایا، تیری تمام حاجات پوری ہوں گی (فکر نہ کر)
تھوڑی دیر کے بعد آدمی پہونچا، اُس نے خوشخبری دی کہ:
اے عتاب! تیری ساری حاجتیں پوری ہوگئیں۔
عتاب نے آپؑ سے عرض کیا کہ لوگ کہا کرتے تھے کہ آپؑ علم غیب کے حامل ہیں، اس کی دو نشانیاں تو میرے سامنے ظاہر ہوگئیں۔ (مناقب جلد ۴ صـ ۴۱۳)

(۱۷) علمِ مافی الضمیر

محمد بن حسین بن مصعب مدائینی نے ایک مرتبہ آپؑ کو خط لکھا اور شیشہ پر سجدہ کرنے کے متعلق دریافت کیا۔ اُس کا بیان ہے، جب میں خط لکھ چکا تو دل نے کہا، یہ بھی تو زمین ہی کی پیداوار ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ جو چیز زمین سے پیدا ہو، اُس پر سجدہ جائز ہے۔
آپؑ نے میرے خط کے جواب میں تحریر فرمایا، شیشہ پر سجدہ نہ کرو۔ اگرچہ تمھارا دل یہ کہتا ہے کہ یہ زمین ہی کی پیداوار ہے، مگر یہ ریت اور نمک ہے اور نمک شورہ ہے (کشف الغمہ صـ ۲۵۴)

• علی بن محمد نوفلی سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام علی النقی علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا: آپؑ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ کے اسمِ اعظم تہتر ۷۳ میں

جن میں سے صرف ایک اسم آصف بن برخیا کو معلوم تھا، انھوں نے وہ اسمِ اعظم پڑھا، زمین وہاں سے ملکِ سبا تک شگافتہ ہوتی چلی گئی اور تختِ بلقیس چشم زدن میں حضرت سلیمانؑ کے سامنے حاضر ہوگیا، اور ہمارے پاس بہتر ۷۲ اسمِ اعظمِ الٰہی ہیں، صرف ایک اسمِ اعظم وہ (اللہ تعالیٰ) اپنے علم غیب میں رکھے ہوئے ہے۔ (مناقب جلد ۴ صفحہ ۴۰۶)

• محمد بن فضل بغدادی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابوالحسنؑ کو خط لکھا، کہ میرے پاس دو عدد دکانیں ہیں جو میرے والد میرے لیے چھوڑ گئے تھے، میں ان دونوں کو فروخت کرنا چاہتا ہوں، مگر اُس کی فروخت مشکل نظر آرہی ہے، آپؑ اللہ سے دعا فرمائیں کہ وہ آسانی کے ساتھ مناسب قیمت پر فروخت ہو جائیں اور ان کی فروخت میں ہمارے لیے بھلائی ہو، مگر آپؑ نے اُن دونوں دکانوں کے متعلق کوئی جواب نہ دیا۔ اب جب ہم لوگ بغداد واپس آئے تو دیکھا کہ وہ دونوں دکانیں بہت پہلے جل چکی تھیں۔

(۱۸) علم مافی الارحام

ایوب بن نوح کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام کو عریضہ بھیجا کہ میرے یہاں ولادت ہونے والی ہے، دعا فرمائیں کہ فرزندِ نرینہ پیدا ہو۔

آپؑ نے جواب تحریر فرمایا، جب لڑکا پیدا ہو تو اُس کا محمدؐ رکھنا۔

اُس کا بیان ہے کہ لڑکا پیدا ہوا تو میں نے اس کا نام محمدؐ رکھا۔

راوی کا بیان ہے کہ یحییٰ بن زکریا کے وہاں ولادت ہونے والی تھی۔ اُس نے آپؑ کو خط لکھا کہ، ہمارے یہاں ولادت ہونے والی ہے۔ دعا فرمائیے، اللہ، فرزندِ نرینہ عطا فرمائے۔

آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا، کچھ لڑکیاں، لڑکوں سے بھی اچھی ہوتی ہیں چنانچہ اس کے یہاں لڑکی پیدا ہوئی۔

• ایوب بن نوح کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام کو خط میں تحریر کیا کہ جعفر بن عبدالواحد، قاضیٔ کوفہ مجھے بہت ستاتا ہے طرح طرح کی اذیتیں پہونچاتا ہے۔

آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا، برداشت کر لو۔ دو ۲ ماہ بعد تم کو اس سے نجات مل جائے گی: بالآخر دو ہی مہینہ میں وہ کوفہ سے معزول کر دیا گیا اور مجھے اس کے ظلم سے نجات مل گئی
(کشف الغمہ صفحہ ۲۴۷)

(۱۹) علمِ منایا (موت کا علم)

کتاب الواحدہ میں حسن بن جمہور عمی سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں ابوالحسین سعید بن سہل بصری المعروف بہ ملاح کے ہمراہ سُرَّمَن رائے میں تھا۔ وہ واقفی تھے اور اُن کے ساتھ جعفر بن قاسم ہاشمی بھی تھے، اتفاقاً راستے میں حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام نے ان کو دیکھ لیا۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا: یہ غفلت کی نیند کب تک سوتے رہو گے۔ اب وقتِ بیداری آگیا ہے، جاگ جاؤ۔

ملاح نے جعفر سے کہا، جو کچھ علیؑ بن محمدؑ نے مجھ سے کہا وہ تم نے سُنا؟ خدا کی قسم اُنھوں نے میرے دل میں بیداری کی روح پھونک دی۔

• کچھ دن بعد خلیفہ کے کسی لڑکے کے ولیمے میں مجھے بھی مدعو کیا گیا اور حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام بھی مدعو تھے۔ ہم لوگ پہونچے تو آپؑ کو دیکھ کر تعظیماً سب خاموش ہو گئے مگر ایک نوجوان نے آپؑ کا احترام نہ کیا، بلکہ مسلسل محوِ گفتگو رہا۔ اور ہنستا رہا۔

آپؑ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، تم یہ قہقہے لگا رہے ہو اور ذکر اللہ کو بھولے ہوئے ہو حالانکہ آج سے تین دن بعد تمھارا اشمار اہل قبور میں ہوگا۔

ہم نے کہا، دیکھیں گے تین دن کے بعد کیا ہوتا ہے۔ یہ بھی آپؑ کی امامت کی ایک واضح و روشن دلیل ہوگی۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد وہ نوجوان خاموش ہو گیا، ہم لوگوں نے ماحضر میں شرکت کی، کھانے سے فارغ ہو کر چلے آئے۔ پھر دوسرے ہی دن وہ نوجوان بیمار ہوا اور تیسرے ہی دن صبح کو مر گیا۔ اور شام کو اہلِ قبور سے جاملا۔ (اعلام الوریٰ ص ۲۴۶)

• سعید بن سہل سے یہ روایت بھی ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ بعض اہلِ سرمن رائے کے یہاں ولیمے میں جمع تھے۔ حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام ہمارے ساتھ تھے۔ مجمع آپؑ کی وجہ سے باادب ہو گیا اور آپؑ کا احترام کیا ماسوا، ایک شخص کے، جس نے قطعاً آپؑ کی عظمت کا لحاظ نہ کیا اور برابر ہنسی مذاق میں مشغول رہا۔

آپؑ نے اس مُغفّل و بد لحاظ کو دیکھا اور جعفر سے فرمایا: یہ شخص یہاں کھانا نہیں کھا سکے گا۔ تھوڑی ہی دیر میں اس کے گھر سے ایک غمناک خبر آئے گی اور یہ شخص ساری گپ شپ اور ہنسی مذاق بھول جائے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ اتنے میں دستر خوان بچھا دیا گیا اور چُن دیا گیا۔
جعفر نے کہا، اب اس کے کھانا کھانے میں کیا شک ہو سکتا ہے؟ آپؑ کی بات جھوٹی ثابت ہو جائے گی۔
مگر بخدا، اِدھر اُس نے ہاتھ دھو کر کھانے کی طرف بڑھایا، اُدھر اس کے غلام نے آکر خبر دی کہ جلدی چلیے، آپ کی والدہ بامِ خانہ سے نیچے گر کر مر گئیں۔
جعفر نے کہا، خدا کی قسم، اَب اس واقعے کے بعد تو میں توقّف نہ کروں گا اور آپؑ کی امامت کا معترف ہو جاؤں گا۔ اور آپؑ ہی کے حلقۂ اثر اور محبوں میں شامل ہو جاؤں گا۔
(اعلام الوریٰ ص ۳۴۷)

• مناقب میں بھی سعید بن سہل سے اسی کے مثل روایت مرقوم ہے۔
(مناقب جلد ۴ ص ۴۱۴ و ص ۴۱۵)

• مشارق الانوار میں محمد بن داؤد اور محمد طلحی، دونوں سے روایت ہے کہ قُم اور اس کے اطراف سے جو مالِ خمس، نذر، تحفے و جواہرات وغیرہ جمع ہوئے تھے وہ ہم لوگوں نے ایک اونٹ پر بار کیے اور انھیں اپنے آقا و سیّد حضرت ابوالحسن ہادی (امام علی النقی علیہ السّلام) کی خدمت میں پہونچانے کے لیے روانہ ہوئے۔ راستے میں آپؑ کا آدمی ملا۔
اُس نے کہا، اسے لیکر واپس جاؤ یہ وقت ان سب چیزوں کے وصول کرنے کا نہیں ہے
ہم لوگ مجبوراً قم واپس ہوئے اور ساری چیزیں احتیاط سے رکھ دیں۔ چند دنوں کے بعد آپؑ کا حکم آیا کہ میں نے تمھارے پاس ایک اونٹ بھیجا ہے اس پر سارا سامان بار کر کے چھوڑ دو۔
راوی کا بیان ہے کہ ہم نے حکمِ امامؑ کے بموجب تمام سامان اس اونٹ پر بار کیا اور اسے خدا کے سپرد کر کے وہاں سے ہنکا دیا۔
اس کے بعد جب ہم آپؑ کی زیارت کے لیے آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپؑ نے فرمایا، دیکھو! تمھارا بھیجا ہوا تمام مال ہمارے پاس بحفاظت پہونچ گیا:
پھر آپؑ نے ہمیں وہ مال دکھایا، تو ہم نے پہچان کر اعتراف کر لیا کہ یہی وہ مال تھا جو ہم نے آپؑ کے فرستادہ اونٹ پر بار کیا تھا۔

• اہلِ نہرین کے ایک بزرگ حسن بن اسماعیل کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم اور ہمارا ایک رشتہ دار دونوں کوئی شے لیکر حضرت امام ابوالحسن علیہ السّلام کی خدمت میں جانے کی تیاری کر رہے تھے کہ میرے گاؤں کے ایک شخص نے ایک پرچہ دیا اور آپؑ تک پہونچانے کے لیے کچھ تحائف دیے نیز کہا، کہ مولا کی خدمت میں میرا سلام عرض کر دینا اور دریافت کرنا کہ فلاں چڑیا جو جھاڑیوں میں رہتی ہے

کے انڈوں کا کھانا جائز ہے یا نہیں ؟

جب ہم آپؑ کے بیت الشرف پر پہونچے تو سارا سامان ایک کنیز کے حوالے کر دیا، اتنے میں خلیفۂ وقت کا آدمی آ گیا۔ آپؑ سواری پر سوار ہونے کے لیے چلے گئے۔ اور ہم واپس ہوئے۔ آپؑ سے کوئی مسئلہ بھی نہ پوچھ سکے۔ جب ہم لوگ شاہراہ پر پہونچے تو حضرت ابوالحسن علیہ السلام اپنی سواری پر سوار ہو کر ہمارے پاس پہونچے اور میرے ایک ہمسفر سے نبطی زبان میں فرمایا:

اُس شخص کو بھی میرا سلام پہونچانا اور کہنا کہ فلاں چڑیا کا انڈا نہ کھانا وہ مسوخات میں سے ہے۔

• روایت ہے کہ اہلِ مدائن میں سے ایک شخص نے آپؑ کو خط لکھا اور دریافت کیا کہ: متوکل کی حکومت اب کتنے دنوں تک باقی رہے گی۔ ؟

آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا:

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ج فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ o ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ o ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ع (سورہ یوسف ۴۷-۴۸-۴۹)

ترجمہ: اس نے کہا، (یوسفؑ نے کہا)، کہ تم لوگ سات برس تک متواتر کاشت کرتے رہو گے۔ اُس (مدت) کے دوران جو فصل تم کاٹو گے اُسے بالیوں میں ہی رہنے دینا، سوائے تھوڑی سی (فصل) کے جسے تم خود کھا سکو۔ پھر اس کے بعد سات برس بڑے سخت (قحط سالی کے) آئیں گے، کہ جو کچھ اُن (سالوں) کے لیے تم نے جمع کر رکھا ہو گا، سب کھایا جائے گا، سوائے قدرے قلیل کے جو تم (بیج کیلئے) بچا سکو گے۔ پھر اس کے بعد ایک سال ایسا آئے گا جس میں لوگوں کے لیے خوب بارشیں ہوں گی جس میں وہ (پھلوں کا) رس خوب نچوڑیں گے۔)

چنانچہ پندرہویں دن کی ابتدا ہی میں متوکل قتل کر دیا گیا۔

• احمد بن یحییٰ الاودی کا بیان ہے کہ میں ایک مسجد جامع میں نمازِ ظہر ادا کرنے گیا۔ جب نماز پڑھ چکا تو دیکھا کہ حرب بن حسن طحان اور ہمارے اصحاب کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی ہے۔ میں اُن کی طرف بڑھا، اُن کو سلام کیا اور بیٹھ گیا۔ اس مجمع میں حسن بن سماعہ بھی تھا وہاں پر حسن بن علی کا تذکرہ ہوا اور یہ کہ اُن پر کیا گذری۔ اس کے بعد زید بن علی کا ذکر آیا، کہ ان پر کیا گذری۔ اسی مجمع میں ایک اجنبی شخص بھی تھا جسے ہم پہچانتے نہ تھے، اُس نے کہا: اے قوم! ہمارے یہاں

سرمن رائے میں ایک مرد علوی ہے جو مدینہ کا رہنے والا ہے، وہ یا تو ساحر ہے یا کاہن ہے۔

ابنِ سماعہ نے کہا، یہ تم کس کا ذکر کرتے ہو؟

اُس نے کہا، یہ علیؑ بن محمدؑ بن رضاؑ کا ذکر ہے۔

لوگوں نے پوچھا، تجھے کیسے معلوم ہوا کہ وہ ساحر یا کاہن ہیں۔؟

اُس نے کہا، سنو! ایک مرتبہ ہم چند لوگ اُن کے دروازے پر اُن کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، وہ سرمن رائے میں ہمارے پڑوسی تھے اُن کے پاس عموماً عشاء کے وقت بیٹھا کرتے اور اُن سے گفتگو کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ہم بیٹھے ہوئے مصروفِ گفتگو تھے کہ اُدھر سے بادشاہ کی محلسرا کا ایک افسر گذرا اس کے ساتھ اور بھی بہت سے سردار اور نوکر چاکر تھے۔

جب علیؑ بن محمدؑ نے اس کو آتے ہوئے دیکھا تو اُس کی طرف بڑھے، اُسے سلام کیا، اور اس کا اکرام کیا۔

جب وہ چلا گیا، تو بولے: یہ اِس وقت تو اپنے جاہ و حشم کو دیکھ کر بہت خوش ہے مگر کل ہی نماز سے پہلے دفن ہو جائے گا۔

یہ سن کر ہمیں بڑا تعجب ہوا، اُن کے پاس سے اُٹھ کر ہم نے کہا، یہ تو علم غیب ہے۔ پھر ہم تین آدمیوں نے آپس میں یہ طے کیا کہ جو کچھ انھوں نے کہا ہے، اگر اس کے مطابق نہ ہوا تو ہم ان ہی کو قتل کر کے ان سے چھٹکارہ حاصل کریں گے۔

الغرض، میں اپنے گھر پر تھا اور ابھی نمازِ صبح سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ شور و غل کی آواز سُنی۔ دروازے پر گیا تو میں نے دیکھا کہ فوجیوں اور دوسرے لوگوں کا مجمع لگا ہوا ہے اور وہ لوگ کہہ رہے ہیں فلاں سردار گذشتہ شب کو شراب کے نشے میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہا تھا کہ قدم لڑکھڑائے، زمین پر گرا، گردن ٹوٹ گئی اور مر گیا۔

میں نے کہا، اَشْہَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔ پھر گھر سے نکلا، تو دیکھا کہ واقعاً ابوالحسنؑ کا کہنا سچ ہو گیا، وہ شخص مرا ہوا پڑا تھا اُسے دفن کر کے اپنے گھر واپس آیا۔

یہ واقعہ سن کر ہم سب لوگوں کو تعجب ہوا۔

(رجال نجاشی ص ۳۲)

بارش کا علم

علی بن یقطین بن موسیٰ کا بیان ہے کہ میں ایک مردِ معتزلی تھا، میرے پاس حضرت ابوالحسن علیؑ بن محمدؑ کے واقعات پہونچتے تھے اور میں ہمیشہ اُن کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔ اتفاقاً ایک مرتبہ مجھے خلیفہ سے ملنے کے لیے سرمن رائے جانا پڑا۔ جب خلیفہ

کے اجلاسِ عام کا دن آیا تو حکم ہوا کہ سب لوگ میدان میں چلیں۔

دوسرے دن سب لوگ اپنی اپنی سواریوں پر چلے۔ گرمی کے باریک کپڑے پہنے ہوئے ہر ایک کے ہاتھ میں پنکھا تھا۔ اور حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے جاڑے کا لباس پہن رکھا تھا، لبادہ اور برساتی تھی اور اپنے گھوڑے کی دُم بھی باندھ رکھی تھی جسے دیکھ کر لوگ ہنس رہے تھے آپؑ نے فرمایا: اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ۚ أَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيبٍ ○

(سورهٔ هود آیت ۸۱)

ترجمہ: "بیشک اُن کے طے شدہ وعدہ (عذاب) کا وقت صبح (سویرے) ہے۔ کیا صبح کا وقت قریب نہیں ہے۔"

جب سب لوگ صحرا میں پہونچے اور شہر کی حدود سے نکل گئے تو ایک طرف سے بادل اُٹھا اور ہر طرف گھنگھور گھٹا چھاگئی موسلادھار بارش شروع ہوگئی، سواریوں کے پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنسنے لگے، گھوڑوں کی حرکت کی وجہ سے اُن کے سوار کیچڑ میں لت پت ہوگئے تو سب لوگ برُے حالوں واپس ہوئے مگر حضرت ابوالحسن علیہ السلام کو کوئی زحمت نہ اُٹھانی پڑی۔

میں نے کہا، اللہ تعالیٰ نے ان کو اس راز سے قبل از وقت آگاہ فرمادیا تھا، یقیناً آپؑ ہی اللہ کی طرف سے ہم سب پر حجت ہیں۔

اس کے بعد آپؑ ایک سائبان میں جاکر کھڑے ہوگئے۔ برساتی اُتار کر تین تہہ کر کے زین پر رکھکر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

اگر یہ حلال جانور کے چمڑے کی بنی ہوئی ہو تو نماز اس میں جائز ہے اور اگر حرام جانور کے چمڑے کی بنی ہوئی ہو تو اس میں نماز پڑھنا ناجائز ہے۔

میں نے عرض کیا، آپؑ نے سچ فرمایا۔

پھر میں آپؑ کے فضل و شرف کا قائل ہو کر آپؑ کے دامن سے وابستہ ہوگیا۔

۲۰ علم منایا

خیران اسباطی کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ مدینہ میں حضرت امام ابوالحسن علی النقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپؑ نے پوچھا، واثق کیسا ہے؟

میں نے کہا ٹھیک ہے۔

آپؑ نے فرمایا، جعفر کا کیا حال ہے ؟
میں نے عرض کیا، جب میں چلا تھا تو وہ قید خانے میں بُرے حال میں تھے۔
آپؑ نے دریافت فرمایا، اور ابن زیات کس حال میں ہے ؟
میں نے عرض کیا، وہ بھی اپنے کام دھام میں لگا ہوا ہے۔ میں دس دن پہلے وہاں سے چلا تھا۔
آپؑ نے فرمایا، اچھا سنو! واثق مر گیا ہے اور اُس کی جگہ متوکل جعفر بیٹھ گیا ہے۔ اور ابن زیات قتل ہو چکا ہے۔
میں نے عرض کیا، یہ سب کب ہو گیا ؟
آپؑ نے فرمایا، تمھارے وہاں سے چلنے کے چھ روز بعد۔
پھر ان سب باتوں کی تصدیق ہو گئی، جو آپؑ نے فرمائی تھیں۔
(ارشاد صفحہ ۲۰۹۔ مناقب جلد ۴ صفحہ ۱۱۲، کافی جلد ۱ صفحہ ۴۹۸)

• علی بن جعفر سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام ابوالحسن علی نقی علیہ السلام سے پوچھا ہم میں سب سے زیادہ دین سے محبت کرنے والا کون ہے ؟
آپؑ نے ارشاد فرمایا، جو اپنے امام سے سب سے زیادہ محبت کرتا ہو۔
یہ ایک طویل حدیث ہے جس میں آگے بڑھ کر آپؑ نے فرمایا؛
" اے علی، سنو! متوکل مدینہ کے درمیان ایک مکان کی تعمیر کر رہا ہے، مگر وہ اس کو مکمّل نہ کر سکے گا، اور دورانِ تعمیر ترکی کے ایک فرعون کے ہاتھوں قتل کر دیا جائے گا۔"

(۲۱) زیرِ مصلّٰے جوابِ مسئلہ

محمد بن فرج سے روایت ہے ان کا بیان ہے کہ حضرت علی بن محمدؑ علیہ السلام نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ جب کبھی تم کو کوئی مسئلہ پوچھنا ہو، تو ایک کاغذ پر لکھو اور اس کو اپنے مصلّٰے کے نیچے رکھ دو کچھ دیر بعد اس کو اُٹھاؤ اور دیکھو، تمھیں تمھارے سوال کا جواب مل جائے گا۔
راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایسا ہی کیا اور اس پر مسئلے کا جواب لکھا ہوا پایا:
(الخرائج والجرائح)

• ابو یعقوب سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام کو احمد بن خصیب (متوکل کا سردارِ فوج) اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا، لیکن آپؑ آگے نہ بڑھے، تو

ابنِ خصیب نے اصرار کیا۔

آپؑ نے فرمایا، نہیں تم متقدم ہو۔

اِس بات کو کہے ہوئے ابھی چار دن ہوئے تھے کہ اُس کے پاؤں میں رسّی پڑ گئی اور وہ قتل کر دیا گیا۔ (اعلام الورٰی ص۳۴۳)

• اِس سے قبل ابن خصیب نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام پر بڑا دباؤ ڈالا تھا کہ جس گھر میں آپؑ رہتے ہیں وہ مجھے دیدیں اور آپؑ وہاں سے کہیں اور منتقل ہو جائیں۔

حضرت ابوالحسن علی النقی علیہ السلام نے فرمایا، اچھا اس گھر کے ساتھ اللہ تجھے ایسا بٹھائے گا کہ اُٹھ نہ سکے گا۔

چنانچہ ان ہی ایام میں اللہ نے اس کی ایسی گرفت کی کہ وہ قتل ہو گیا۔

(مختار الخرائج والجرائح ص۲۳۸)

• اعلام الورٰی اور کتاب الارشاد میں بھی ابی یعقوب سے اسی قسم مثل روایت ہے۔

(اعلام الورٰی ص۳۴۲ الارشاد ص۳۱۱)

۲۲ — دعائے قبول حاجات

منصدی نے اپنے باپ کے چچا سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک دن میں امام علی النقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا: مولا، اُس شخص نے مجھے بالکل مجبور کر دیا ہے، روزی کے سارے ذرائع منقطع کر دیے ہیں اور یہ سب آپؑ کے دامن سے متمسک ہونے کی وجہ سے ہے۔

آپؑ نے فرمایا، فکر نہ کرو، انشاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔

یہ تو دن کا واقعہ تھا، لیکن جب شب نمودار ہو کر پھیل گئی تو متوکل کے فرستادہ نے میرے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا، اور اُس کے پیچھے دوسرا فرستادہ بھی آ پہونچا، میں باہر نکلا تو دیکھا کہ فتح بن خاقان دروازے پر کھڑا ہے۔

اُس نے کہا کہ اس رات کی تاریکی میں میں تمہارے گھر کبھی نہ آتا مگر اس شخص نے تاکید کی، کہ ابھی جاؤ اور اسے بُلا لاؤ۔

میں گیا تو دیکھا کہ متوکل اپنے بستر پر دراز ہے۔

اُس نے مجھے دیکھتے ہی کہا، اے ابوموسٰی! ہمیں تمھارا خیال ہی نہ رہا، بالکل ہی ذہن سے محو ہو گئے، یہ بتاؤ کہ ہمارے ذمّہ تمھارا کیا باقی ہے۔؟

میں نے کہا، فلاں اُجرت اور فلاں روزینہ، فلاں چیز اور فلاں چیز وغیرہ وغیرہ۔
میں نے سب بیان کر دیا۔
اُس نے حکم دیا کہ ابھی ابھی اِس کو سب کچھ جو ہم پر واجب الادا ہے دیدیا جائے، بلکہ اصل اُجرت وغیرہ سے دوگنا دیا جائے۔
میں نے فتح سے پوچھا، آخر کیا بات ہے اس قدر کرم گستری اور مہربانی کیوں ہو رہی ہے کیا حضرت امام علی النقی علیہ السلام نے آکر سفارش فرمائی ہے ؟
اُس نے کہا، نہیں۔
میں نے پوچھا، کیا اُن کا کوئی خط آیا تھا۔ ؟
اُس نے کہا، نہیں۔
اب جب میں وہاں سے چلا تو فتح میرے پیچھے پیچھے آیا اور بولا:
مجھے یقین ہے کہ تم نے اُن سے دعاء کی درخواست کی ہوگی جس کا نتیجہ تم نے دیکھ لیا۔ اب تم میرے لیے بھی اُن سے دعاء کے لیے کہہ دو۔
پھر میں خوشی خوشی حضرت امام علی النقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔
آپؑ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا، کیوں، ابو موسیٰ، اب تو خوش ہو ؟
میں نے عرض کیا، آقا یہ آپؑ ہی کی برکت ہے۔ مگر لوگ کہتے ہیں کہ آپؑ نے اُس سے میری سفارش فرمائی یا کوئی خط وغیرہ اُس کے پاس بھیجا جس کی بناء پر وہ اس قدر مہربان ہوگیا۔
آپؑ نے فرمایا، اللہ خوب جانتا ہے کہ ہم اپنی تمام تر مہمات میں بس اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کیا کرتے ہیں اور اُسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ جب بھی کسی چیز کا سوال کرتے ہیں تو وہ اسے قبول فرمالیتا ہے، اور جب کسی مصیبت کو دور کرنے کے لیے عرض پرداز ہوتے ہیں تو وہ اُس کو ٹال دیتا ہے۔
میں نے عرض کیا کہ فتح نے مجھ سے اپنی سفارش کے لیے درخواست کی ہے کہ آپؑ دعاء فرمادیں تاکہ مشکل حل ہو جائے۔
آپؑ نے فرمایا، تم اُسے نہیں جانتے، وہ بظاہر ہمارا دوستدار بنتا ہے مگر باطنی طور سے وہ ہم سے کنارہ کش رہتا ہے۔ دعاء اُس کے لیے کی جاتی ہے جو اللہ کی اطاعت میں مخلص ہو اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ہم اہلِ بیت کے حق کا اعتراف کرتا ہو۔ دیکھو! میں نے تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے دُعاء کی اور اللہ تعالیٰ نے وہ دعاء قبول فرمالی۔
میں نے عرض کیا، مولا، آپؑ اُن دعاؤں میں سے جو آپؑ کی مخصوص دعاء ہے مجھے بھی تعلیم فرمادیں۔

آپؑ نے فرمایا کہ یہ دعاء میں اکثر بوقت حاجات پڑھا کرتا ہوں اور میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعاء کی ہے کہ میرے بعد اگر کوئی مردِ مومن اس دعاء کو میری قبر پر آکر پڑھے تو وہ اپنے مقصد میں ناکام و نامراد واپس نہ ہو: وہ دعاء یہ ہے:

" یَا عُدَّتِیْ عِنْدَ الْعُدَدِ وَ یَا رَجَائِیْ وَالْمُعْتَمَدِ وَ یَا کَھْفِیْ وَ السَّنَدِ وَ یَا وَاحِدُ یَا اَحَدُ یَا قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ اَسْئَلُکَ اَللّٰھُمَّ بِحَقِّ مَنْ خَلَقْتَہٗ مِنْ خَلْقِکَ وَلَمْ تَجْعَلْ فِیْ خَلْقِکَ مِثْلَھُمْ اَحَدٌ اَنْ تُصَلِّیَ عَلَیْھِمْ وَتَفَضَّلْ لِیْ کَیْتَ وَکَیْتَ

(۲۳) استجابتِ دعاء

ابو الہاشم جعفری نے جو آپؑ کے پدر بزرگوار حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اور آپؑ جدِ نامدار حضرت امام علی الرضا علیہ السلام کے بعد آپؑ کی امامت کے قائل تھے، ایک مرتبہ آپؑ سے عرض کیا، مولا، جب آپؑ سے رخصت ہو کر بغداد جاتا ہوں تو شوقِ زیارت بیحد ستاتا ہے۔ آپؑ میرے لیے دعاء فرمائیں، اس لیے کہ کبھی کبھی اتنی استطاعت نہیں ہوتی کہ کشتی سے سفر کروں، اور سوائے اس خچر کے میرے پاس کوئی اور سواری نہیں ہے، یہ بیحد کمزور ہے آپؑ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے آپؑ کی زیارت کی قوّت عطا فرمائے۔

آپؑ نے فرمایا، اے ابوالہاشم! اللہ تمھیں بھی قوّت عطا فرمائے اور تمھارے خچر کو بھی قوت و طاقت عطا فرمائے۔

راوی کا بیان ہے کہ آپؑ کی دعاء کا یہ اثر ہوا کہ ابوالہاشم صبح کی نماز بغداد میں پڑھ کر اپنے خچر پر سوار ہو کر چلتے تو دوپہر تک سر من رائے (عسکر) پہونچ جاتے، اور پھر اگر چاہتے تو اسی روز آپؑ کی زیارت کر کے سر من رائے سے بغداد واپس آجاتے تھے۔ یہ بھی آپ کی امامت کی دلیل ہے جس کا تجربہ و مشاہدہ ثبوت ہیں۔

(مختار الخرائج والجرائح ص ۲۳۷)

- اعلام الوریٰ میں ابو الہاشم سے اسی کے مثل روایت ہے (اعلام الوریٰ ص ۳۴۴)
- مناقب میں بھی صالحی سے اسی کے مثل روایت ہے۔ (مناقب جلد ۴ ص ۴۰۹)
- یوسف بن سخت کا بیان ہے کہ علی ابن جعفر، بغداد کے آس پاس کے ایک قریہ ہمینیا کے رہنے والے اور حضرت امام علی النقی علیہ السلام کے وکیل تھے کسی نے متوکل سے ان کی چغلی لگائی اور اس نے ان کو قید میں ڈال دیا اور بہانہ یہ نکالا کہ یہ عبدالرحمٰن بن خاقان کی طرف سے تین ہزار دینار کا ضامن بنا تھا۔ جب قید کی مدّت طویل ہوگئی تو عبیداللہ نے اس کے متعلق متوکل سے

سفارش کی۔

اس نے کہا، اے عبید اللہ! اگر تم پر مجھے پہلے سے کوئی شک ہوتا تو آج یقین کر لیتا کہ تم رافضی ہو۔ تمھیں معلوم نہیں، یہ فلاں کا وکیل ہے میں تو اسے قتل کرنا چاہتا ہوں۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ خبر علی بن جعفر کو ملی، اُس نے حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام کو خط لکھا: کہ: میرے آقا و سردار! خدا کے لیے میرے متعلق دعا کیجیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ میں شک و ریب میں مبتلا ہو جاؤں۔

آپؑ نے ایک پرچے میں اس کا جواب تحریر فرمایا کہ تم ایسی منزل پر پہونچ گئے ہو جسے میں دیکھ رہا ہوں۔ اچھا میں اللہ سے تمھارے لیے دعا کرتا ہوں۔

یہ شبِ جمعہ کا واقعہ ہے، صبح ہوئی تو متوکل کو بخار آ گیا اور ایسا بڑھا کہ اس کی شدت سے چیخنے چلّانے لگا۔

اُس نے حکم دیا کہ رہائی کے لیے قیدیوں کے نام ہمارے سامنے پیش کیے جائیں۔ ضمناً علی بن جعفر کا بھی ذکر کیا اور عبید اللہ سے کہا کہ تم نے اس کا نام میرے سامنے کیوں نہیں پیش کیا۔

عبید اللہ نے کہا، اب ایسی بات تو تا ابد نہ کروں گا۔

متوکل نے کہا، نہیں، اس کو فوراً رہا کرو اور اس سے کہو کہ وہ مجھے معاف کر دے۔

پھر علی بن جعفر امام ابوالحسن علیہ السلام کے حکم سے مکہ چلا گیا اور وہاں کا مجاور ہو گیا۔ ادھر متوکل اچھا ہو گیا۔ (رجال کشی ص ۵۰۵)

• علی بن جعفر کا بیان ہے کہ جب میرا معاملہ متوکل کے سامنے پیش ہوا تو اُس نے عبید اللہ بن یحییٰ بن خاقان کی طرف رُخ کیا اور بولا:

دیکھو! تم اپنا دل ایسی باتوں میں نہ اُلجھاؤ، تمھارے چچا نے خود مجھے بتایا ہے کہ یہ شخص رافضی اور علیؑ بن محمدؑ کا وکیل ہے۔

پھر اُس نے قسم کھائی کہ اب تو مرنے کے بعد ہی قید خانے سے نکالوں گا۔

جب میں نے یہ سُنا تو اپنے آقا کو خط لکھا کہ میں بہت دل تنگ ہو چکا ہوں اور ڈر ہے کہ کہیں میرے دل میں کجی پیدا نہ ہو جائے۔

آپؑ نے اِس کے جواب میں تحریر فرمایا: اچھا اگر تم اس منزل کو پہونچ گئے ہو تو میں اللہ سے تمھارے لیے دعا کرتا ہوں۔

پھر اگلا جمعہ بھی نہیں آنے پایا تھا کہ میں قید سے رہا ہو گیا۔ (رجال کشی ص ۵۰۶)

اللہ بہترین کفایت کرنے والا ہے، دشمن ذلیل ہو گیا اور بری طرح مرا، دنیا و آخرت اس کی خراب ہوئیں۔

علی بن محمد حجال کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام علی النقی علیہ السلام کی خدمت میں خط ارسال کیا کہ جس وقت میں آپؑ کی خدمت میں حاضر تھا، میرے پاؤں میں ایسی تکلیف ہوئی کہ اب تک رفع نہ ہو سکی اور فی الحال چلنے پھرنے سے بھی عاری ہوں، کھڑا ہونا بھی دشوار ہے اگر مناسب ہو تو میرے لیے دعاءِ صحت فرمائیں، تاکہ میں اپنے فرائض ادا کر سکوں اور وہ تقصیریں جو مجھ سے دانستہ یا نادانستہ طور پر سرزد ہوئی ہیں ان کی تلافی ہو سکے اور دعا فرمائیں کہ میں اپنے موجودہ دین پر ثابت قدم رہوں۔ جسے اللہ نے اپنے رسولؐ کے لیے منتخب فرمایا ہے۔

آپؑ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا "اللہ نے تیری اور تیرے باپ دونوں کی تکلیف دور کر دی۔"

اُس وقت میرے والد بھی بیمار تھے مگر میں نے اُن کی بیماری کے لیے اپنے خط میں کچھ نہ لکھا تھا۔ تاہم آپؑ نے از خود اُن کے لیے بھی دعاء فرما دی۔ (کشف الغمہ صـ ۲۵۱)

(۲۴) آپؑ کی سخاوت

ایک مرتبہ ابوعمرو بن عثمان بن سعید واحمد بن اسحاق اشعری اور علی بن جعفر ہمدانی، حضرت امام ابوالحسن علی النقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

احمد بن اسحاق نے عرض کیا کہ میں بہت مقروض ہو گیا ہوں۔

آپؑ نے اپنے وکیل ابوعمرو بن عثمان سے فرمایا: تیس ہزار درہم ان کو دے دو۔ تیس ہزار درہم علی بن جعفر کو دے دو اور تیس ہزار درہم تم خود لے لو۔

واقعاً اس قسم کی سخاوت کرتے ہوئے اِس زمانہ میں کسی کو نہیں دیکھا گیا۔

(مناقب جلد ۴ صـ ۴۰۷)

(۲۵) احیائے موتیٰ

عیون المعجزات میں ہاشم بن زید سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی بن محمد علیہ السلام کو دیکھا کہ آپؑ کے پاس گونگے لائے جاتے اور صحتیاب ہو کر واپس جاتے، آپؑ مٹی سے چڑیوں کی شکل کا مجسمہ بنا کر اس میں پھونک مارتے، وہ چڑیاں جاندار بن کر اُڑ جایا کرتی تھیں۔

میں نے کہا، آپؑ میں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں تو کوئی فرق ہی نہیں۔

آپؑ نے فرمایا، فرق کیسے ہوگا، میں اُن میں سے ہوں اور وہ ہم میں سے ہیں۔

• محمد بن سنان رازی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام حج پر تشریف لے گئے۔ جب مدینہ واپس ہونے لگے تو دیکھا کہ ایک مردِ خراسانی اپنے مرے ہوئے گدھے کے پاس کھڑا ہوا رو رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ ہائے اب میں اپنا سامان کس پر بار کروں گا۔؟

آپؑ اُدھر سے گذر رہے تھے تو کسی نے کہا کہ یہ مردِ خراسانی آپ اہلِ بیتؑ کے دوستداروں میں سے ہے۔

یہ سن کر آپؑ اُس مردہ گدھے کے قریب گئے اور فرمایا، بنی اسرائیل کی گائے اللہ کے نزدیک مجھ سے زیادہ محترم تو نہ تھی کہ اس کے بعض عضو سے میت کو مس کیا گیا اور وہ شخص زندہ ہو گیا۔

پھر آپؑ نے اپنے داہنے پاؤں سے ٹھوکر ماری اور فرمایا قُم بِاِذنِ اللہ (اللہ کی اجازت سے کھڑا ہو)۔

ٹھوکر لگتے ہی اُس مردہ گدھے میں حرکت پیدا ہوئی، اور وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ پھر مردِ خراسانی نے اس پر اپنا سامان بار کیا۔ جب آپؑ مدینہ تشریف لائے تو جس راستے سے گذرتے، لوگ اپنی انگلیوں سے اشارہ کر کے کہتے،

انھوں نے خراسانی کے گدھے کو زندہ کیا تھا۔

(۲۶) سال کے چار دن جن میں روزے رکھے جائیں

اسحاق بن عبداللہ علوی عریضی سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میرے والد اور چچا کے درمیان اِس امر میں اختلاف تھا کہ سال میں وہ کون سے چار دن ہیں جن میں روزے رکھے جائیں۔ یہ دونوں اِس اختلاف کو دور کرنے کے لیے حضرت ابوالحسن امام علی بن محمدؑ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ اُس وقت سرمن رائے جانے سے پہلے مقامِ صریا میں مقیم تھے۔

آپؑ نے دیکھتے ہی فرمایا، تم دونوں یہ پوچھنے آئے ہو کہ سال کے اندر وہ کون سے چار دن ہیں جن میں روزے رکھے جاتے ہیں۔

دونوں نے عرض کیا، جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا، سنو! وہ چار دن یہ ہیں۔ ۱۷ ربیع الاول تاریخِ ولادت جناب رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، (۲) ۲۷ رجب، روزِ بعثت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۳) ۲۵ رذی القعدہ، جس میں زمین بچھائی گئی (۴) ۱۸ رذی الحجہ، یومِ غدیر خم جس دن حضرت علی ابن ابی طالبؑ علیہ السلام کی ولایت کا اعلان کیا گیا۔ (مناقب جلد ۴ ص۲۱۷)

۲۷ ═ ایک مومن کے قرض کی ادائیگی

محمد بن طلحہ کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت امام علی النقی علیہ السلام بیرونِ سُر من رائے کسی کام سے تشریف لے گئے۔ اِدھر ایک اعرابی آپؑ کو ڈھونڈتا ہوا بیت الشرف جا پہونچا۔

لوگوں نے اُسے بتایا کہ آپؑ فلاں مقام پر تشریف لے گئے ہیں۔

وہ اعرابی وہاں پہونچ گیا۔

آپؑ نے دریافت فرمایا کہ تم کیا چاہتے ہو؟

اُس نے عرض کیا، میں کوفہ کا باشندہ ہوں اور آپؑ کے جدِ جناب امیر المومنین علیہ السلام کے دامن سے متمسک ہوں، مجھ پر کافی قرض واجب الادا ہے اور آپؑ کے سوا کوئی ایسا نہیں جس کے پاس اپنی حاجت لیکر جاؤں۔

آپؑ نے فرمایا، فکر نہ کرو، اور آج یہیں قیام کرو۔

دوسرے دن جب صبح ہوئی تو حضرت امام علی النقی علیہ السلام نے اس سے فرمایا میری تجھ سے ایک درخواست ہے کہ جیسے میں کہوں ویسے ہی کرنا۔

اس نے کہا، میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپؑ کے حکم کی مخالفت نہ کروں گا۔

آپؑ نے خود اپنے ہاتھ سے ایک دستاویز لکھ کر دی اور اقرار کیا کہ مجھ پر اِس اعرابی کی اتنی رقم واجب الادا ہے۔

اس دستاویز کو دیکر اُس اعرابی سے فرمایا، اسے لیلو اور جب میں سر من رائے میں واپس پہونچوں تو میرے پاس آنا، وہاں کچھ لوگ بیٹھے ہوں گے، تم اُن ہی کے سامنے اِس مطلوبہ ومکتوبہ رقم کا مجھ سے مطالبہ کرنا اور شدید تقاضا کرنا اور مہلت دینے سے بھی انکار کرنا۔ اور دیکھو! خدا کے لیے اس کے خلاف ہرگز نہ کرنا۔

اُس نے کہا، بہتر ہے میں ایسا ہی کروں گا۔

پھر دستاویز لیکر چلا گیا۔

جب امام علی النقی علیہ السلام سر من رائے پہونچے اُس وقت جبکہ آپؑ کے پاس خلیفۂ وقت کے اصحاب اور دیگر لوگ بھی جمع تھے، وہ شخص آیا۔ اُس نے دستاویز نکالی اور اپنی رقم کا مطالبہ کیا۔

آپؑ اس سے نرمی سے بات کرتے، معذرت کرتے اور ادائیگی کا وعدہ فرماتے اور اُس کو بہر صورت راضی کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ لیکن وہ کسی صورت سے راضی نہ ہوتا اور اُس رقم کی فوری ادائیگی کا مطالبہ کرتا رہا۔

چنانچہ یہ خبر بڑی تیزی کے ساتھ متوکل تک پہونچ گئی۔

اس نے حکم دیا کہ امام علی النقی علیہ السّلام کو تیس ہزار درہم بھیج دیے جائیں۔

جب یہ رقم آپؑ کے پاس آئی تو آپ نے اسے رکھ لیا، اور جب وہ اعرابی پھر آیا تو آپؑ نے فرمایا، لو یہ سب رقم لے جا کر اپنی ضرورت پوری کرو۔

اعرابی نے عرض کیا، فرزندِ رسولؐ! خدا کی قسم میں تو اس رقم کی تہائی کی اُمید لیکر حاضر ہوا تھا۔ واقعاً اللہ جسے چاہے اپنا عہدہٗ (امامت) سپرد فرمائے۔

یہ کہہ کر اُٹھا اور ساری رقم لیکر رخصت ہو گیا۔ (کشف الغمہ جلد ۳ صـ ۲۳۱، ۲۳۰)

(۲۸) تارک التقیہ تارک الصّلوٰۃ کے برابر ہے

داؤد ضریر کا بیان ہے کہ:

ایک مرتبہ میں نے مکّہ کا ارادہ کیا اور حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السّلام سے رخصت ہو کر چلا، لیکن جمّال نے اس شب کو چلنے سے انکار کر دیا۔ مجبوراً میں بھی رُک گیا۔ صبح کو پھر قبرِ نبیؐ سے رخصت ہونے کے لیے میں آنحضرتؐ کے روضۂ مبارک پر پہونچا۔ تو امام علیہ السّلام نے اپنا آدمی بھیج کر مجھے بلا لیا۔ میں حاضرِ خدمت ہوا مگر شرمندہ تھا۔ میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان! گذشتہ شب جمّال نے چلنے سے انکار کر دیا تھا۔

یہ سن کر آپؑ مسکرائے پھر مجھے آپؑ نے بہت سی اشیاء کے دیے جانے کا حکم دیا۔

اس کے بعد فرمایا: اچھا تم کیسے کہو گے کہ مجھے آپ کی باتیں یاد نہیں رہتیں۔

یہ کہہ کر آپؑ نے تحریر فرمایا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم انشاء اللہ یاد رکھو گے اور تمام اُمور تمھارے اختیار میں ہیں۔

یہ دیکھ کر میں مسکرا دیا۔

آپؑ نے فرمایا، کیوں مسکرا دیے؟

میں نے عرض کیا کچھ نہیں، یوں ہی مسکرا دیا۔

آپؑ نے اصرار فرمایا کہ بتاؤ، کیوں مسکرائے؟

میں نے عرض کیا، مجھے اس وقت ایک حدیث یاد آ گئی جسے میرے اصحاب میں سے کسی نے

بیان کیا ہے کہ جب آپؑ کے جدِ بزرگوار کسی کو کوئی شے دیتے تھے تو یہ تحریر فرمایا کرتے تھے کہ "انشاء اللہ تم اس کو یاد رکھو گے"۔

آپؑ یہ سن کر مسکرائے اور فرمایا "اے داؤد! اگر میں تم سے یہ کہوں کہ تارکِ تقیہ ویسا ہی ہے جیسا تارک الصّلوٰۃ تو یہ بات سچ کہوں گا۔

(۲۹) بتائیے محمدؐ میرے جد ہیں یا آپ کے؟

ایک دن حضرت امام علی النقیؑ متوکل کے پاس تشریف لے گئے۔

متوکل نے کہا، یا ابا الحسنؑ! آپؑ کے نزدیک سب سے اچھا شاعر کون ہے؟

اِس سے پہلے یہی سوال وہ ابنِ جہم سے کر چکا تھا، اُس نے شعرائے جاہلیت اور شعرائے اسلام کے نام لیے تھے۔ مگر جب اُس نے امام علی النقی علیہ السّلام سے سوال کیا۔

آپؑ نے فرمایا، میرے نزدیک سب سے اچھا شاعر فلاں ابن فلاں علوی ہے جس نے یہ کہا ہے:

ترجمہ اشعار: قریش کے ایک گروہ نے ہمارے مقابلہ میں مفاخرت کی کہ ہم بڑے ذی وجاہت اور سخی ہیں۔ اس بحث کے فیصلے کے لیے وہ سب ایک قاضی کے پاس گئے قاضی نے صوامع (عبادت گاہوں) کی آواز پر اُن لوگوں کے خلاف اور ہمارے موافق فیصلہ سنا دیا۔

متوکل نے پوچھا صوامع کی آواز کا کیا مطلب ہے؟

آپؑ نے فرمایا، اشهد ان لا الٰه الا الله واَشهد انّ محمدًا رسول الله:

یہ بتائیے کہ حضرت محمدؐ میرے جد ہیں یا آپ کے؟

یہ سن کر متوکل بہت ہنسا، اور بولا، یہ جد تو آپؑ ہی کے ہیں بھلا اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے۔

(۳۰) فارسی زبان کا علم

ابوالہاشم سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السّلام کو چیچک کے دانے نکل آئے تھے میں آپ کے

پاس بیٹھا تھا، میں نے طبیب سے کہا " آب گرفت "۔

یہ سن کر آپؑ مسکرائے اور میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا، کیا تمہارا خیال ہے کہ میں فارسی نہیں جانتا ؟

طبیب نے عرض کیا، کیا آپؑ بھی فارسی جانتے ہیں ؟

آپؑ نے فرمایا، ہاں میں بہت اچھی فارسی جانتا ہوں۔ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ " دانوں میں پانی بھر آیا ہے "۔

• ابو ہاشم سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن امام علی النقیؑ کے پس پشت ایک غلام کھڑا تھا؛

آپؑ نے مجھ سے فرمایا کہ اس غلام سے فارسی زبان میں گفتگو کرو۔

میں نے اُس سے کہا " نام تو چیست " ؟

غلام نے کوئی جواب نہ دیا، اور خاموش رہا۔

آپؑ نے اُس سے عربی زبان میں فرمایا، یہ تمہارا نام پوچھ رہے ہیں۔

(بصائر الدرجات ص ۳۳۸)

• ابراہیم بن مہزیار کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام نے علی بن مہزیار کو خط لکھا اور اس میں ہدایت فرمائی کہ اُن کے لیے ایک مقدارِ ساعات (گھڑی) بنا دی جائے۔

گھڑی تیار کر کے ہم آپؑ کی خدمت میں اس کو لیکر روانہ ہوئے۔ جب مقامِ سیار پر پہونچے تو علی بن مہزیار نے آپؑ کو اپنی آمد کی اطلاع پہونچادی اور باریابی کی اجازت چاہی۔

آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ تم لوگ بعدِ ظہر حاضر ہو جانا۔

لہٰذا، ہم سب لوگ بعدِ ظہر وہاں پہونچ گئے۔ شدید گرمی کا دن تھا، ہمارے ساتھ علی بن مہزیار کا غلام مسرور بھی تھا۔ آپؑ کے مکان کے قریب آپؑ کا غلام بلال ہمارے انتظار میں کھڑا تھا۔

اُس نے کہا، آپ لوگ اندر آجائیں۔

ہم ایک کمرے میں داخل ہوئے۔ گرمی کی وجہ سے پیاس بڑی شدید محسوس ہو رہی تھی۔ ابھی ہم ذرا دیر بیٹھے ہی تھے کہ ایک غلام پانی کے چند کوزے لیکر آیا۔ پانی بیحد شیریں اور ٹھنڈا تھا ہم نے خوب سیر ہو کر پیا۔ اِس کے بعد آپؑ نے علی بن مہزیار کو بلایا اور اس کے ساتھ عصر کے بعد تک مصروفِ گفتگو رہے۔ پھر مجھے بلایا، میں نے پہونچ کر سلام عرض کیا، اور دست بوسی کی اجازت چاہی

آپؑ نے ہاتھ بڑھایا، میں نے ہاتھ کے بوسے لیے۔ آپؑ نے مجھے دعا دی۔ تھوڑی دیر بیٹھا، پھر اُٹھ کر آپؑ سے رخصت ہوا۔ جب میں دروازے سے باہر نکلا تو آپؑ نے مجھے آواز دی اور فرمایا:

اے ابراہیم!

میں نے عرض کیا، لبیک یا سیّدی!

آپؑ نے فرمایا، ابھی نہ جاؤ۔

میں واپس آکر بیٹھ گیا۔ مسرور غلام بھی ہمارے ساتھ تھا۔

آپؑ نے فرمایا، اِس مقدارِ ساعات (گھڑی) کو نصب تو کردو۔

پھر آپؑ وہاں سے باہر تشریف لائے، آپؑ کے لیے ایک کرسی بچھادی گئی، آپؑ اُس پر تشریف فرما ہو گئے۔ آپؑ کے بائیں جانب ایک اور کرسی رکھ دی گئی، اُس پر علی بن مہزیار بیٹھ گئے میں مقدارِ ساعات کے ساتھ ہی کھڑا ہو گیا۔ اتنے میں مقدارِ ساعات سے ایک کنکری گری۔

مسرور نے کہا، ہشت۔

آپؑ نے فرمایا، ہشت یعنی ثمانیہ (آٹھ ساعت)

میں نے عرض کیا، جی ہاں۔

ہم سب شام تک وہاں رہے، چلتے وقت آپؑ نے علی بن مہزیار سے فرمایا: کل مسرور کو میرے پاس بھیج دینا۔

دوسرے دن جب مسرور آپؑ کے پاس پہونچا تو آپؑ نے اُس سے فرمایا:

"بار خدا چوں"

اُس نے جواب میں عرض کیا "نیک"

اس کے بعد جب نصر ادھر سے گذرا تو آپؑ نے فرمایا: "دربند، دربند"

دروازہ بند کر دیا گیا اور نصر سے پوشیدہ رکھنے کے لیے مجھ کو چادر اُڑھادی

پھر مہزیار آیا تو پوچھا، کیا یہ چادر نصر کے خوف سے ڈال دی گئی تھی۔

اُس نے کہا، جی ہاں، میں اس سے تقریباً اتنا ہی ڈرتا ہوں جتنا عمر بن فرج سے۔

(بصائر الدرجات صـ ۲۳۷)

(۱۳۱) سقلابی زبان میں مسلسل گفتگو

علی بن مہزیار کا بیان ہے کہ:

ایک مرتبہ میں نے آپؑ کے پاس اپنے ایک سقلابی غلام کو بھیجا۔

جب وہ واپس آیا تو بڑا حیرت زدہ سا تھا۔ میں نے پوچھا کیا بات ہے؟

اُس نے عرض کیا کہ امام علیہ السّلام مجھ سے مسلسل میری سقلابی زبان میں اس تیزی اور فصاحت سے گفتگو فرمارہے تھے جیسے آپؑ ہماری قوم کے ایک فردِ خاص ہیں۔

(بصائر الدرجات صہ ۳۳۳)

- مناقب میں بھی مہزیار سے یہی روایت ہے۔ (مناقب جلد ۴ صہ ۴۰۸)
- کشف الغمہ میں کتاب الدلائل سے مہزیار کی یہی روایت مرقوم ہے۔

(کشف الغمہ صہ ۲۵۲)

- محمد بن ریان بن صلت کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام علی النقیؑ کو خط لکھا کہ اگر اجازت ہو تو میں بھی دشمن کے کید و مکر اور اس کی چالوں کا جواب دوں۔

آپؑ نے اس سے منع فرمایا اور کچھ ایسا مضمون تحریر فرمایا جس کا مفہوم یہ تھا کہ:

"تو اللہ کو کافی سمجھ"

واقعاً، ہوا بھی ایسا ہی، اللہ میرے لیے کافی ہوا اور وہ ذلیل و رسوا ہوا۔

(کشف الغمہ صہ ۲۵۱ جلد ۳)

(۳۲) عطائے محمدؐ عطائے علیؑ

احمد بن عیسیٰ کاتب سے روایت ہے کہ میں نے ایک شب خواب میں دیکھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر میں آرام فرمارہے ہیں اور آپؐ نے مجھے پچیس کھجوریں عنایت فرمائیں۔

ابھی تھوڑے ہی دن گذرے تھے کہ حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السّلام کو ایک فوجی سردار لیکر آیا، اور اُس نے آپؑ کو میرے مکان کے قریب ایک حجرے میں اُتارا وہ سردار برابر میرے یہاں آدمی بھیج کر اپنی سواریوں کے لیے چارہ منگوایا کرتا۔

ایک دن اُس نے مجھ سے کہا، اس چارے کی قیمت کیا ہے؟

میں نے کہا، میں تم سے اس کی کوئی قیمت نہ لوں گا۔

اُس نے کہا، اچھا تم اس سیّد علوی سے ملنا چاہتے ہو، تاکہ اسے سلام کرو؟

میں نے کہا، ہاں، مجھے ان سے ملنے میں کوئی عذر بھی نہیں ہے۔

اس کے بعد، میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اس موضع میں آپؑ کے دوستدار اور ماننے والے ہیں اگر آپؑ کی اجازت ہو تو انھیں بلالوں۔؟

آپؑ نے منع فرمایا، کہ ایسا نہ کرو۔

میں نے عرض کیا، میرے پاس بہترین قسم کی کھجوریں ہیں اگر حکم ہو تو تھوڑی سی آپؑ کی خدمت میں پیش کروں۔

آپؑ نے فرمایا، اگر لانا ہے تو پھر اس فوجی سردار کو لا کر دو، وہ اُن میں سے مجھے بھی کھلا دے گا۔

آپ کے فرمانے کے بموجب میں نے اچھی قسم کی کھجوریں اس فوجی سردار کو لا کر پیش کیں۔ اُن میں سے جو بہت ہی عمدہ کھجوریں تھیں، وہ اور چند پنیر کے ٹکڑے اپنی آستین میں چھپالیں۔

سردار نے کہا، کیا تم اپنے امام سے ملنا چاہتے ہو؟

میں نے کہا، ہاں، خواہش تو ہے۔

اُس نے مجھے اجازت دی، میں اندر گیا تو دیکھا کہ وہ کھجوریں جو میں نے سردار کو دی تھیں اُن میں سے کچھ آپؑ کے سامنے رکھی ہوئی ہیں۔ پھر میں نے اپنی آستین سے کھجوریں اور پنیر نکال کر آپؑ کے سامنے پیش کیں۔

آپؑ نے اُن میں سے ایک مٹھی کھجوریں مجھے عطا فرمائیں اور ارشاد فرمایا، لو! اگر میرے جدِ امجد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمھیں اِن سے زیادہ عطا فرمائی ہوتیں تو میں بھی اضافہ کر دیتا، (بس ان ہی پر قناعت کرو۔)

میں نے شمار کیا تو خواب میں جتنی کھجوریں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عطا فرمائی تھیں اتنی ہی آپؑ نے بھی مجھے عنایت فرمائیں۔ نہ کم، نہ زیادہ۔

(۳۳) حضرت امام علی النقیؑ اور گھوڑے کا مکالمہ

احمد بن ہارون کا بیان ہے کہ:

میں حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام کے گھر کے خیمے میں بیٹھا ہوا آپؑ کے ایک غلام کو پڑھا رہا تھا کہ آپؑ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر تشریف لائے۔ ہم احتراماً کھڑے ہو گئے اور آپؑ کی طرف پیش قدمی کی۔ لیکن ہمارے پہونچنے سے پہلے آپ گھوڑے سے اُتر پڑے اور اپنے گھوڑے کی لگام خیمے کی ایک طناب میں اٹکا دی اور خیمے کے اندر تشریف لے آئے اور ہمارے ساتھ بیٹھ گئے۔

پھر فرمایا، اے احمد! مدینہ کب جاؤ گے؟

میں نے کہا، آج شب ہی میں روانگی کا ارادہ ہے۔

آپؑ نے فرمایا، ایک خط لکھتا ہوں، فلاں تاجر کو دیدینا۔

میں نے عرض کیا، بہت اچھا۔ لکھ دیجیے۔

آپؑ نے غلام سے کاغذ اور دوات طلب فرمایا۔

وہ غلام کاغذ اور دوات لانے کے لیے گیا۔

اسی دوران آپؑ کے گھوڑے نے ہنہنانا اور دُم ہلانا شروع کیا۔

آپؑ نے اس سے فارسی زبان میں گفتگو شروع کی اور فرمایا کیوں پریشان ہو۔

وہ دوبارہ ہنہنایا۔

آپؑ نے اُسے ہاتھ سے تھپتھپایا، اور فارسی زبان میں فرمایا، لجام چھڑا لے باغ کے ایک گوشے میں جا اور وہیں اپنی ضروریات (پیشاب اور لید) سے فارغ ہو کر آجا اور اسی مقام پر آکر کھڑے ہو جانا۔

گھوڑے نے اپنا سر اُٹھایا، لگام چھڑائی اور باغ کے ایک گوشے میں خیمے کی پشت کی طرف ایسی جگہ چلا گیا کہ کسی کی نظر اُس پر نہ پڑے۔ وہیں اُس نے پیشاب اور لید کیا، پھر اپنے مقام پر واپس آکر کھڑا ہو گیا۔

یہ سب کچھ دیکھ کر خدا ہی جانتا ہے کہ میرے دل پر کیا اثر ہوا، دل میں شیطان نے وسوسہ ڈالا۔

آپؑ نے فرمایا، اے احمد! اللہ تعالیٰ نے محمدؐ و آلِ محمدؐ اور داؤدؑ اور آلِ داؤدؑ کو جو کچھ عطا فرمایا ہے اس کے پیشِ نظر جو کچھ تم نے دیکھا ہے اس کو بڑی بات نہ سمجھو۔

میں نے عرض کیا، فرزندِ رسول! آپؑ نے سچ فرمایا، مگر یہ بتائیے کہ اِس نے آپؑ سے کیا کہا تھا، اور آپؑ نے اس کا کیا جواب دیا۔؟

آپؑ نے فرمایا، گھوڑے نے مجھ سے کہا، آقا! اُٹھیے اور سوار ہو کر گھر چلیے تاکہ میں فارغ ہو جاؤں۔

میں نے پوچھا، مگر تم کو اس قدر عجلت اور پریشانی کیوں درپیش ہے؟

اس نے کہا، میں تھک گیا ہوں۔

میں نے کہا کہ یہاں پر مجھے ایک کام ہے یعنی مدینہ ایک خط لکھ کر بھیجنا ہے اس سے فارغ ہو کر چلوں گا۔

اس نے کہا، مگر مجھے پیشاب وغیرہ کی حاجت درپیش ہے اور آپؑ کے سامنے یہ کام کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔

میں نے کہا، اچھا، اس باغ کے ایک گوشے میں جا کر فارغ ہو جاؤ۔

پھر اس نے وہ کیا جو تم نے دیکھا۔

اتنے میں وہ غلام دوات اور کاغذ لیکر آگیا، مگر آفتاب غروب ہو چکا تھا۔ آپؑ نے کاغذ اپنے سامنے رکھکر لکھنا شروع کیا۔ یہانتک کہ اندھیرا چھا گیا، اتنا کہ خط نظر نہ آتا تھا۔ مجھے خیال ہوا کہ جس طرح مجھے نظر نہیں آتا، آپؑ کو بھی نظر نہ آتا ہوگا۔ اِس لیے میں نے غلام سے کہا کہ اندر سے کوئی شمع وغیرہ لے آؤ تاکہ تمھارے آقا کو کچھ نظر تو آئے کہ کیا لکھ رہے ہیں۔

غلام چلا، تو آپؑ نے فرمایا، نہیں مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔

چنانچہ اسی تاریکی میں آپؑ نے ایک طویل خط لکھا۔ سرخیٔ شفق بھی غائب ہو چکی تھی۔ آپؑ نے خط تمام کر کے اپنی مُہر لگائی اور میرے حوالے کیا۔ میں چلنے کو تیار ہوا، تو جی میں آیا کہ جانے سے پہلے اسی خیمے میں نماز بھی پڑھ لوں، پھر مدینہ جاؤں۔

آپؑ نے فرمایا، اے احمد! تم مغرب وعشاء کی نماز مسجدِ رسول میں پڑھنا اور مکتوب الیہ کو وہیں روضۂ رسول میں تلاش کرنا۔ وہ انشاء اللہ وہیں ملے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ میں خط لیکر وہاں سے جلدی جلدی چلا، مسجدِ رسولؐ میں آیا تو عشاء کی اذان ہو رہی تھی۔ میں نے پہلے مغرب کی، پھر عشاء کی نماز پڑھی۔ آپؑ کے ارشاد کے مطابق مکتوب الیہ کو تلاش کیا، وہ واقعاً، وہیں ملا۔ میں نے آپؑ کا خط اس کو دیا۔ اس نے پڑھنے کے لیے کھولا تو روشنی کم تھی، اُس سے پڑھا نہ گیا۔ میں نے وہ خط اُس سے لیکر مسجد کے چراغ کی روشنی میں پڑھ کر سُنا دیا۔ میں نے دیکھا کہ تحریر کے حروف آپس میں ملے ہوئے تھے۔

خط سُننے کے بعد اُس شخص نے کہا، میں کل اِس کا جواب لکھ دوں گا، آکر لے لینا۔

دوسرے دن میں نے جا کر خط کا جواب لیا اور پھر حضرت ابوالحسن علیہ السلام کی خدمت میں لیکر حاضر ہوا۔

آپؑ نے دریافت فرمایا، وہ شخص جہاں میں نے کہا تھا، وہیں ملا تھا؟

میں نے عرض کیا، جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا، بہت خوب۔

(۳۴) پرندوں کی نظر میں احترامِ امامؑ

ابو ہاشم جعفری کا بیان ہے کہ:

متوکل کی ایک جالیدار نشست گاہ تھی جس میں دھوپ چھن چھن کر اندر آتی تھی۔ وہاں اس نے بہت سی چڑیاں پال رکھی تھیں جو ہر وقت چہچہاتی رہتی تھیں۔ سلامی کے دن جب وہ وہاں بیٹھتا تو اُن کی چہچہاہٹ میں پتہ نہ چلتا کہ وہ کیا کہتا ہے اور لوگ اُس سے کیا کہتے ہیں۔ مگر جب حضرت امام علی النقیؑ

تشریف لاتے تو چڑیاں بالکل خاموش ہو جاتی تھیں اور جب تک آپؑ وہاں موجود رہتے کسی چڑیا کی بھی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ آپؑ کے جانے کے بعد چڑیاں پھر بولنے لگتی تھیں۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کی دیواروں میں بہت سے کبوتر بھی پلے ہوئے تھے۔ جب یہ وہاں آکر بیٹھتا تو وہ کبوتر چھوڑے جاتے اور اوپر اڑ کر ایک دوسرے سے لڑتے اور متوکل انہیں دیکھ کر ہنستا اور خوش ہوتا مگر جب حضرت امام علی النقی علیہ السلام تشریف لاتے تو سارے کبوتر دیوار پر اپنی اپنی کابکوں میں چھپ کر بیٹھ جاتے اور جب تک آپؑ وہاں سے واپس نہ ہوتے وہ اسی میں بیٹھے رہتے۔ آپؑ کے جانے کے بعد پھر اڑ کر آپس میں جنگ کرتے لگتے۔

(مختار الخرائج والجرائح ص ۲۲۰)

(۳۵) ــ امامؑ کی فوج اور اُس کی شان

روایت کی گئی ہے کہ متوکل یا واثق یا خلفائے بنی عباس میں سے کسی نے سر من رائے کی فوج کو حکم دیا، جو نوّے ہزار ترک سواروں پر مشتمل تھی، کہ ہر ایک اپنے گھوڑوں کے چارہ کھانے کے توبڑے میں سُرخ مٹی بھر کر لائے اور اُسے فلاں مقام پر ڈال دے سب نے ایسا ہی کیا۔ جس سے وہاں ایک بڑا مٹی کا پہاڑ بن گیا اور اس کا نام تلّہ مخالی پڑ گیا، یعنی (توبڑوں کا پہاڑ) پھر وہ اس کے اوپر چڑھا اور حضرت ابو الحسن امام علی النقی علیہ السلام کو بُلا کر انھیں بھی اس ٹیلے پر بٹھا لیا، اور بولا:

میں نے تم کو اس لیے بُلایا ہے تاکہ میری فوج کو ایک نظر دیکھ لو یہ کتنی ہے، کیا کیا اسلحے ہیں، کیا کیا ان کے سامان ہیں، کیا شان وشوکت و رُعب و ہیبت ہے۔

اُس کا مقصد یہ تھا کہ اُس کے خلاف جس کسی کے بھی خروج کا ارادہ ہو دل ٹوٹ جائے، ہمّت پست ہو جائے۔ خصوصاً اُس کو اِس کا خوف تھا کہ کہیں حضرت ابو الحسن علیہ السلام اپنے کسی خاندان کے شخص کو حکم نہ دیدیں کہ خلیفۂ وقت کے خلاف خروج کرو۔

حضرت امام ابو الحسن علی النقی علیہ السلام نے فرمایا، تو نے اپنی فوج اور اس کی شان و شوکت تو دکھا دی، اب میری فوج اور اُس کی شان وشوکت بھی دیکھے گا؟

اُس نے کہا، جی ہاں دکھائیں۔

آپؑ نے اللہ سے دعا کی اور اُس نے دیکھا کہ زمین سے آسمان تک اور مشرق سے مغرب تک فرشتوں کی فوج ہے جو ہر طرح کے اسلحوں سے آراستہ ہیں۔

یہ دیکھ کر خلیفہ کو غش آگیا۔ جب غش سے افاقہ ہوا تو آپؑ نے فرمایا، اطمینان رکھو ہمارا تمھارا جھگڑا اور مناقشہ دنیا میں نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ ہم آخرت کے کاموں میں مشغول ہیں۔ اور تمھارا خیال غلط ہے۔

(الخرائج والجرائح)

(۳۶) متوکل نے امامؑ کی زیارت پر پابندی لگادی لیکن؟

ابوالقاسم بن قاسم نے حضرت امام علی النقی علیہ السلام کے ایک خادم سے روایت کی ہے کہ متوکل کا حکم تھا کہ کوئی شخص بھی حضرت امام علی النقی علیہ السلام کے گھر نہ جائے۔

ایک دن حضرت امام علی النقی علیہ السلام متوکل کے گھر تشریف لائے۔ میں نے دیکھا کہ شیعوں کی ایک جماعت مکان کی دیوار کے پیچھے بیٹھی ہوئی ہے۔

میں نے پوچھا کیا بات ہے، تم لوگ یہاں کیوں بیٹھے ہو؟

اُن لوگوں نے جواب دیا، ہم اپنے مولا وآقا کے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں کہ وہ آئیں تو آپؑ کو سلام کریں اور آپؑ کی زیارت کریں۔

میں نے پوچھا، اگر اُن کو دیکھو گے تو پہچان لو گے؟

اُنھوں نے کہا، ہاں ہم سب اُن کو پہچانتے ہیں۔

الغرض جب آپؑ تشریف لائے، تو یہ سب تعظیم کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ آپؑ کو سلام کیا، آپؑ سواری سے اُترے اور اپنے مکان میں داخل ہو گئے۔ وہ لوگ واپس جانے لگے تو میں نے کہا: ذرا ٹھہرو! مجھے ایک بات پوچھنی ہے۔ بتاؤ، تم نے اپنے مولا کو دیکھ لیا؟

اُن لوگوں نے کہا، ہاں۔

میں نے کہا، بتاؤ وہ کیسے ہیں؟

ایک نے کہا، بوڑھے ہیں سر کے بال بھی سفید ہو گئے ہیں مگر چہرہ سرخی مائل ہے۔

دوسرے نے کہا، جھوٹ نہ بولو، چہرہ گندمی ہے، ریشِ مبارک سیاہ ہے۔

تیسرے نے کہا، نہیں نہیں گورے رنگ کے ہیں مگر ذرا ڈھکا ہوا رنگ ہے۔

میں نے کہا، تم لوگ تو کہتے تھے کہ اُن کو پہچانتے ہو۔ اچھا اب جاؤ خدا حافظ۔

(الخرائج والجرائح)

(۳۷) انتہائے پریشانی میں اللہ پر بھروسہ کرنا ایمان کی نشانی ہے (ایک نصرانی کا واقعہ)

ہبۃ اللہ بن ابی منصور موصلی سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ دیارِ ربیعہ کا ایک نصرانی کاتب تھا جو فلسطین کے ایک گاؤں کفر توثا کا رہنے والا تھا اس کا نام یوسف بن یعقوب تھا۔ اس کی اور میرے والد کی بڑی دوستی تھی۔ ایک مرتبہ وہ

آیا، اور میرے والد کے وہاں قیام کیا۔

والد نے پوچھا کیا بات ہے، اس وقت کیسے آنا ہوا۔؟

اُس نے کہا، میں متوکل کے دربار میں حاضر ہونے کے لیے طلب کیا گیا ہوں۔ معلوم نہیں کیا معاملہ ہے، میرے ساتھ کیا سلوک کرے گا، میں نے اپنے نفس کو اللہ کے ہاتھ ایک ہزار دینار پر فروخت کیا ہے اور وہ رقم علیؑ بن محمدؑ بن رضاؑ کے لیے میں اپنے ساتھ لایا ہوں۔

میرے والد نے کہا، اللہ تجھے اور توفیق دے۔

اس کے بعد وہ متوکل کے دربار میں گیا اور چند دنوں بعد واپس آیا، بہت خوش اور بہت مسرور تھا۔

میرے والد نے پوچھا، اپنا واقعہ تو بیان کرو۔

اس نے کہا، میں یہاں سے سرمن رائے گیا اور آبادی میں داخل ہونے اور کہیں قیام کرنے سے پہلے میں نے دل میں کہا کہ متوکل کے دربار میں داخلے اور اس سے پہلے کہ کسی کو میرے آنے کی اطلاع ہو، میں یہ رقم حضرت علیؑ بن محمدؑ بن رضاؑ کو پہونچا دوں۔ وہاں پہونچ کر یہ بھی معلوم ہوا کہ: آپؑ کے کہیں آنے جانے پر متوکل نے پابندی لگادی ہے، وہ اپنے گھر میں نظربند ہیں۔ مگر میں نے سوچا کہ یہ کیسے کروں۔ لوگ سوچیں گے کہ ایک مردِ نصرانی، علیؑ بن محمدؑ بن رضاؑ کا گھر کیوں دریافت کر رہا ہے یہ تو اور زیادہ خطرے کی بات ہے۔

تھوڑی دیر میں سوچتا رہا، پھر دل میں آیا کہ میں اپنے گدھے پر سوار ہو کر شہر میں چلوں اور جدھر یہ گدھا جائے اسے جانے دوں، شاید کہیں ابن محمدؑ ابن رضا (علی نقی علیہ السلام) کے گھر کا پتہ مل جائے اور کسی سے پوچھنا نہ پڑے۔ یہ سوچ کر میں نے وہ دینار ایک پوٹلی میں رکھے اور اُسے اپنی آستین میں ڈال لیا اور گدھے پر سوار ہو گیا۔ وہ گدھا بازاروں اور گلیوں کو چیرتا ہوا اپنی مرضی سے چلتا رہا۔ یہاں تک کہ ایک گھر کے دروازے پر جاکر کھڑا ہو گیا۔ میں نے کوشش کی کہ آگے بڑھے مگر، ایک قدم آگے نہ بڑھا یا۔ وہیں جم کر کھڑا ہو گیا۔

میں نے اپنے غلام سے کہا کسی سے پوچھو کہ یہ کس کا گھر ہے۔؟

اُس نے پوچھا، تو لوگوں نے بتایا کہ یہ علی بن محمدؑ بن رضاؑ کا گھر ہے۔

میں نے کہا، اللہ اکبر، بخدا، یہی دلیل کافی ہے۔

اتنے میں ایک حبشی غلام اندر سے نکلا اور بولا؛ کیا تم یوسف بن یعقوب ہو؟

میں نے غلام سے کہا، ہاں۔

اُس نے پھر کہا، اچھا تو، اپنی سواری سے اترو۔

میں سواری سے اُتر پڑا۔ اُس نے مجھے دہلیز پر بٹھا دیا۔ اور خود اندر چلا گیا۔ میں نے دل میں سوچا، یہ دوسری دلیل ہوئی جبکہ میں اس شہر میں نہ کبھی آیا اور نہ کسی سے شناسائی، پھر اس غلام کو میرا نام کیسے معلوم ہو گیا۔

اتنے میں غلام دوبارہ باہر نکلا، اور بولا: ایک ہزار دینار جو ایک پوٹلی میں بندھے ہوئے تمھاری آستین میں ہیں، اسے نکال کر مجھے دو۔

میں نے فوراً نکال کر اسے دیدیے۔ اور دل میں کہا، یہ تیسری دلیل ہوئی۔

اس کے بعد غلام پھر آیا، اور بولا، اندر آؤ۔

میں اندر گیا تو دیکھا کہ حضرت علی بن محمدؑ بن رضا علیہ السلام تنہا بیٹھے ہوئے ہیں۔

آپؑ نے مجھے دیکھ کر فرمایا، اے یوسف! تم نے کیا طے کیا؟

میں کہا، مولا! دلیلیں تو کئی ایک دیکھیں اور اسے سمجھنے کے لیے کافی بھی ہیں۔

آپؑ نے فرمایا، افسوس، تم ابتک اسلام نہیں لائے، خیر تو نہ سہی، تمھارا فلاں لڑکا عنقریب اسلام لائے گا اور وہ میرے شیعوں میں سے ہوگا۔ اے یوسف! لوگ سمجھتے ہیں کہ ہماری شفاعت تم جیسے لوگوں کے لیے مفید نہ ہوگی۔ خدا کی قسم، وہ لوگ جھوٹ کہتے ہیں، ہماری شفاعت تمھارے امثال کے لیے بھی مفید ہوگی۔ اب جس سے ملنے کے لیے تم بُلائے گئے ہو، جاؤ اُس سے ملو، انشاء اللہ تمھارا کام تمھارے حسب خواہش ہو جائے گا۔

پھر میں وہاں سے اُٹھ کر متوکل کی ڈیوڑھی پر گیا، اور جو کچھ مجھے کہنا تھا کہہ کر واپس آیا۔

ہبۃ اللہ کا بیان ہے کہ اس کے بعد، یعنی اس کی وفات کے بعد مجھ سے اس کے بیٹے کی ملاقات ہوئی۔ بخدا وہ مسلمان تھا اور اچھے معیار کا شیعہ تھا، اُس نے مجھے بتایا کہ اُس کا باپ تو اپنے مذہب یعنی نصرانیت پر ہی مرا، مگر وہ اسلام لایا اور وہ برابر کہا کرتا تھا کہ میں اپنے مولا کی بشارت ہوں۔

(مختار الخرائج والجرائح ص ۲۱۰)

۳۸ رُعبِ امامت

محمد بن حسن بن اشتر علوی سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے، کہ میں اپنے والد کے ساتھ دروازۂ متوکل پر تھا۔ آپؑ اُس وقت تمام طالبیوں، عباسیوں اور فوجیوں وغیرہ کے درمیان سب سے چھوٹے تھے اور یہ دستور تھا کہ جب حضرت امام ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام تشریف لاتے تو سب اپنی اپنی سواریوں سے اُتر کر پاپیادہ ہو جاتے تھے اور جبتک آپؑ اندر تشریف نہ لیجاتے سب پاپیادہ رہتے۔

ایک مرتبہ اُن میں سے چند لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہم لوگ اِس کم سن بچے کے لیے

کیوں پاپیادہ ہوں نہ اس میں ہم لوگوں سے زیادہ شرف ہے نہ یہ ہم سے بڑا ہے نہ ہم سے زیادہ اُس کا سن ہے، نہ ہم سے زیادہ اس کا علم ہے۔ لہٰذا اب ہم لوگ اس کے لیے سواریوں سے نہ اُتریں گے۔

ابو ہاشم نے کہا، مگر خدا کی قسم تم لوگ ان کو دیکھو گے تو ضرور بالضرور سواریوں سے اُتر جاؤ گے۔

ابھی گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ آپؑ تشریف لائے اور آپؑ کو دیکھتے ہی تمام لوگ پاپیادہ ہو گئے۔

ابو ہاشم نے کہا، تم لوگ تو کہتے تھے کہ ہم سواریوں سے نہ اُتریں گے ؟

اُن لوگوں نے جواب دیا، خدا کی قسم، ہم لوگ اپنے قابو سے باہر ہو گئے اور سواریوں سے اُتر پڑے۔ (مناقب جلد ۴ ص ۴۰۷)

- اعلام الورٰی میں بھی محمد بن حسن سے یہی روایت مرقوم ہے۔

(۳۹) میں امامت کا کیوں قائل ہوا ؟

ابو العباس احمد بن نضر اور ابو جعفر محمد بن علویہ وغیرہ کا بیان ہے کہ اصفہان میں ایک شخص تھا جس کا نام عبدالرحمٰن تھا اور وہ شیعہ تھا۔ اُس سے پوچھا گیا کہ سبب کیا ہے کہ اس زمانے کے لوگوں کو چھوڑ کر تم حضرت ابوالحسن علیہ السلام کی امامت کے قائل ہوئے ؟

اُس نے جواب دیا کہ میں نے کچھ ایسی بات دیکھی جس سے اُن کی امامت کا قائل ہونا پڑا۔

پھر اُس نے اپنا قصہ اس طرح شروع کیا۔

اُس نے کہا، سنو ! میں ایک مردِ فقیر تھا، میرے پاس صرف زبان تھی اور جرأت تھی۔ اہلِ اصفہان مجھے اور چند دوسرے لوگوں کے ساتھ ایک بار دربارِ متوکل میں فریاد کرنے کے لیے لے گئے۔

ایک دن ہم لوگ بابِ متوکل پر تھے کہ حکم نکلا کہ علی بن محمد بن رضاؑ کو حاضر کیا جائے۔

میں نے اپنے قریب کسی سے پوچھا، یہ کون شخص ہے، جس کے حاضر کیے جانے کا حکم نکلا ہے۔

اُس نے کہا کہ، یہ ایک مردِ علوی ہے، رافضی اس کو اپنا امام کہتے ہیں اور اندازہ یہ ہے کہ متوکل نے اس کو قتل کرنے کے لیے بلایا ہے۔

میں نے اپنے جی میں کہا' اب میں بغیر اس شخص کو دیکھے ہوئے یہاں سے نہ جاؤنگا۔
اُس کا بیان ہے کہ پھر میں نے دیکھا' وہ مردِ علوی گھوڑے پر سوار آیا۔ لوگ راستہ پر دونوں طرف صفیں باندھے ہوئے کھڑے اُس کو دیکھ رہے تھے۔ جب میری نظر اُس پر پڑی' تو بے اختیار دل میں اس کی محبّت آگئی اور دل ہی دل میں اللہ سے دُعا کرنے لگا کہ اللہ اس کو متوکل کے شر سے محفوظ رکھے۔ وہ اسی طرح دونوں صفوں کے درمیان گھوڑے پر سوار آگے بڑھتے گئے اُن کی نظر صرف اپنے گھوڑے کی ایال پر تھی' نہ داہنے جانب تھی نہ بائیں جانب' اور میں مسلسل دُعا میں مشغول تھا۔ جب وہ میرے قریب پہونچے تو میری طرف رُخ کر کے کہا:
"اللہ نے تیری دعا قبول فرمالی اور تجھے طولِ عمر و کثرتِ مال و اولاد سے نوازا۔"
یہ سن کر میں کانپ اٹھا اور وہیں گر پڑا۔
لوگوں نے پوچھا' کیا بات ہوگئی؟
میں نے کہا کچھ نہیں' ویسے سب خیریت ہے
اس کے بعد ہم لوگ اصفہان واپس آئے اور یہاں آکر اللہ نے مجھ پر مال و دولت کے دروازے کھول دیے۔ آج یہ حال ہے کہ میرے گھر میں دس لاکھ کا مال ہے اور جو باہر ہے وہ اس کے علاوہ ہے۔ پھر اللہ نے مجھے دس اولادیں دیں اور میری عمر اس وقت پچھتر ۷۵ سال کی ہے اور میں اُس شخص کی امامت کا قائل ہوں جو میرے دل کی بات کو جان گیا۔ اور اس کی دعا اللہ نے میرے حق میں قبول فرمائی۔ (مختار الخرائج والجرائح ص ۲۰۹)

(۴۰) زمین کے ہر خطّے میں قبریں ہیں

یحییٰ بن ہرثمہ سے روایت ہے اُس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ متوکل نے مجھے طلب کیا اور کہا' تم تین سو آدمی جسے چاہو منتخب کر لو اور کوفہ جاؤ وہاں اپنے سامان چھوڑو' وہاں سے صحرا کی جانب سے سیدھے مدینہ جاؤ اور علی بن محمّد بن رضاؑ کو تعظیم و تکریم کے ساتھ میرے پاس لاؤ۔
میں نے اُس کے حکم کی تعمیل کی۔ وہاں سے چلا' میرے ساتھ شراۃ (خارجیوں) کا ایک سردار بھی تھا' اور میرا منشی مردِ شیعہ تھا' مگر میں حشویہ مذہب پر تھا۔ وہ خارجی شاری میرے اُس منشی سے مناظرہ کیا کرتا' اور اسی طرح ان دونوں کے مناظرہ میں راستہ طے ہوتا گیا۔
جب آدھا راستہ طے ہوگیا' تو اُس خارجی نے منشی سے کہا:
"کیا تمھارے امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے یہ نہیں کہا کہ روئے زمین کا

کوئی ٹکڑا ایسا نہیں جہاں قبر نہ ہو یا قبر نہ بننے والی ہو۔"

اب اسی سرزمین کو دیکھو یہاں کون مرا ہوگا۔ اور تم لوگوں کے خیال کے مطابق یہاں کن لوگوں کی قبریں ہوں گی ؟

میں نے اپنے منشی سے پوچھا، کیا واقعی تم لوگ یہ کہتے ہو ؟

اس نے کہا، جی ہاں۔

میں نے کہا، پھر یہ خارجی سچ کہتا ہے اتنے لمبے چوڑے صحرا میں کون مرا ہوگا، چہ جائیکہ یہ قبروں سے بھرا ہو۔ یہ کہہ کر ہم لوگ آپس میں ہنسنے لگے۔ اور وہ منشی سب کے سامنے نادم و شرمندہ ہوگیا۔

وہاں سے ہم لوگ روانہ ہو کر مدینہ پہونچے اور حضرت ابوالحسن علیؑ بن محمدؑ بن رضاؑ علیہ السلام کے درِ دولت پر آئے، حاضری کی اجازت لی، اندر گئے، متوکل کا خط دیا، آپؑ نے پڑھا اور فرمایا:

تم لوگ قیام کرو، مجھے چلنے میں کوئی عذر نہیں۔

دوسرے دن، میں آپؑ کی خدمت میں پھر حاضر ہوا، سخت گرمی پڑ رہی تھی، دیکھا کہ آپؑ کے پاس ایک درزی بھی موجود ہے اور وہ جاڑے کے موٹے کپڑے قطع کر رہا ہے۔ کچھ صدریاں قطع کی جا رہی ہیں، جو آپؑ کے اور آپؑ کے غلاموں کے لیے ہیں۔

اس کے بعد آپؑ نے خیاط سے کہا، تم بہت سے درزیوں کو جمع کرلو اور آج ہی اِن سب کو سی ڈالو۔ اور کل اسی وقت میرے پاس لاؤ۔

پھر میری طرف نظر اُٹھائی اور فرمایا، اے یحییٰ تم لوگوں کو مدینہ میں کچھ ضروری کام کاج ہو، تو آج ہی کر ڈالو۔ اور کل اسی وقت یہاں سے کوچ کے لیے تیار ہو جاؤ۔

یحییٰ کہتا ہے کہ میں وہاں سے نکلا، مگر صدریوں اور بنڈلیوں کی وجہ سے مجھے سخت تعجب تھا۔ دل میں کہہ رہا تھا کہ یہ گرمی کا دن ہے اور پھر حجاز کی گرمی اور یہاں سے عراق دس دن کی راہ ہے بھلا یہ ان کپڑوں کا کیا کریں گے۔ پھر دل میں کہا، معلوم ہوتا ہے اس شخص نے کبھی سفر نہیں کیا ہے، اس کا خیال ہے کہ ہر سفر میں ایسے کپڑوں کی ضرورت ہوتی ہے اور ان رافضیوں پر تعجب ہے کہ اس شخص کے اس فہم و سمجھ کے باوجود یہ لوگ اس کی امامت کے قائل ہیں۔

دوسرے دن میں پھر آیا، تو سارے کپڑے سلے ہوئے تیار تھے۔

آپؑ نے اپنے غلاموں کو آواز دی کہ آؤ اپنے اپنے کپڑے اور لبادے و کنٹوپ لے جاؤ پھر فرمایا، اچھا، اب کوچ کرو۔

میں نے دل میں کہا، یہ تو اس سے بھی زیادہ حیرت کی بات ہے، کیا یہ سمجھتے ہیں کہ راستے ہی میں جاڑے کا موسم آجائے گا۔ کہ انھوں نے اپنا لباس اور کنٹوپ لے لیا ہے۔

الغرض میں نے اسے اُن کی کم فہمی پر محمول کرتے ہوئے وہاں سے کوچ کیا اور مسافت طے کرتے ہوئے اس مقام پر پہونچے جہاں قبروں کے متعلق مناظرہ ہوا تھا۔ وہاں پہونچتے ہی ایک سیاہ بادل اٹھا اور گرج وچمک کے ساتھ ہم لوگوں کے سروں پر آگیا اور بڑے بڑے اولے برسانے لگا۔ آپؑ نے اور آپؑ کے غلاموں نے صدریاں پہن لیں، سروں پر کنٹوپ اور جسم پر لبادہ ڈال لیا۔

پھر اپنے غلاموں سے کہا، ایک لبادہ یحییٰ کو اور ایک کنٹوپ اس منشی کو دے دو۔

ہم پر اولے برستے رہے اور ہمارے ساتھیوں میں سے اَسّی آدمی مر گئے۔ پھر اولے پڑنے موقوف ہوئے۔ گرمی پہلے جیسی پھر پلٹ آئی۔

آپؑ نے فرمایا، اے یحییٰ! اپنے بچے ہوئے ساتھوں سے کہو، اُتریں اور اپنے مُردوں کو کو دفن کریں۔ دیکھو! اس طرح اللہ تعالیٰ صحرا کو بھی قبروں سے بھر دیتا ہے۔

یہ سن کر میں فوراً اپنی سواری سے کود پڑا، دوڑتا ہوا آپؑ کے پاس آیا، آپؑ کے پاؤں اور رکابوں کو بوسہ دیا اور کہا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اس اللہ کے سوا کوئی اللہ نہیں ہے، محمدؐ اُس کے بندے اور اُس کے رسول ہیں اور آپؑ لوگ زمین پر اللہ کے واقعی خلیفہ ہیں۔

میں پہلے کافر تھا، اب آپؑ کے ہاتھوں پر اسلام لایا۔

یحییٰ کہتا ہے کہ پھر میں شیعہ ہوگیا، مرتے دم تک آپؑ کی خدمت میں رہا۔

(مختار الخرائج والجرائح)

(۴۱) طی الارض

اسحاق جلاب سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام کے لیے بہت سی بھیڑ بکریاں خریدیں۔ آپؑ نے مجھے بلایا اور گھر کے باڑے سے ایک ایسی وسیع جگہ لے آئے جس سے میں واقف نہ تھا وہاں پر آپؑ نے مجھے بکریاں چھانٹنے کا حکم دیا، میں وہ بکریاں چھانٹنے لگا۔ اس کے بعد آپؑ کے بڑے صاحبزادے ابوجعفر اور اُن کی والدہ وغیرہ کو بھی اطلاع دیدی جنھوں نے خریدنے کے لیے کہا تھا۔ پھر میں نے آپؑ سے بغداد جانے کی اجازت چاہی۔

آپؑ نے فرمایا، کل تک یہیں قیام کرو پھر چلے جانا۔

راوی کا بیان ہے کہ میں ٹھہر گیا اور عرفہ کے دن بھی آپؑ ہی کے وہاں قیام کیا۔ عید الاضحیٰ کی شب آپؑ کے سائبان میں سویا۔ سحر کے وقت آپؑ تشریف لائے۔ اور فرمایا،

اے اسحاق اُٹھو!

میں اُٹھا اور آنکھ کھولی تو دیکھا کہ میں بغداد میں اپنے دروازے پر کھڑا ہوں۔

میں اپنے والد کے پاس پہونچا اور میرے دوست احباب میرے پاس آئے۔

میں نے ان سے کہا، عرفہ کے دن تو میں مقامِ عسکر میں تھا اور عید کرنے بغداد آگیا۔

(بصائر الدرجات)

(۴۲) زینبؑ بنتِ فاطمہؑ ہونے کی دعویدار

ابو ہاشم جعفری سے روایت ہے

کہ دورِ متوکل میں ایک عورت نمودار ہوئی جس نے دعویٰ کیا کہ وہ زینب بنتِ فاطمہؑ بنتِ رسول ہے۔

متوکل نے کہا، مگر تو ایک نوجوان عورت ہے اور نواسئ رسول اللہؐ کو گذرے ہوئے اتنے سال ہوچکے ہیں۔

اُس نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا دی تھی کہ پروردگارا! اس بچی کو ہر چالیس سال بعد از سرِ نو جوان کر دیا کرنا۔

مگر اتنے دنوں تو میں نے لوگوں پر اس کا اظہار نہیں کیا۔ اب میں آپ لوگوں کے سامنے بربنائے ضرورت آئی ہوں۔

متوکل نے آلِ ابی طالب، آلِ عباس و قریش کو بلایا اور اُن سے دریافت کیا۔

اُن میں سے بہت سے لوگوں نے کہا کہ زینب بنتِ فاطمہؑ نے فلاں سن میں وفات پائی

متوکل نے اس عورت سے پوچھا، بتا، اس روایت کے متعلق کیا کہتی ہے؟

اُس نے کہا، یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں اور غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں۔ بات یہ ہے کہ میں اتنے دنوں لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ رہی، اِس لیے ان لوگوں کو میرے مرنے اور جینے کا کیا پتہ۔

متوکل نے ان لوگوں سے پوچھا، اس روایت کے علاوہ تم لوگوں کے پاس کوئی اور بھی دلیل ہے؟

ان لوگوں نے کہا، نہیں۔

متوکل نے کہا، اگر اس کے اس دعویٰ کو کسی دلیل سے رد نہ کیا گیا تو میں اس عورت کو بری کر دوں گا۔

لوگوں نے کہا، اچھا تو پھر امام علی النقی علیہ السلام کو بلا لو، شاید اُن کے پاس کوئی دلیل ہو جو ہمارے پاس نہیں ہے۔

متوکل نے آدمی بھیجا، آپؑ تشریف لائے۔ متوکل نے اس عورت کا واقعہ بیان کیا۔

آپؑ نے فرمایا، وہ غلط کہتی ہے۔ حضرت زینبؑ نے فلاں سن فلاں مہینہ اور فلاں دن میں وفات پائی۔

اُس نے کہا، ہاں، ان لوگوں نے بھی یہی کہا تھا مگر میں نے قسم کھائی ہے کہ اگر کسی اور دلیل سے اس کے دعوے کو باطل نہ کیا جائے گا تو میں اسے رہا کر دوں گا۔

آپؑ نے فرمایا، کوئی حرج نہیں، میرے پاس ایسی دلیل ہے جو اسے بھی خاموش کردے اور دوسرے کو بھی۔

متوکل نے پوچھا وہ کیا دلیل ہے؟

آپؑ نے فرمایا، اللہ نے اولادِ فاطمہؑ کا گوشت درندوں پر حرام کیا ہے۔ اس کو درندوں کے کٹہرے میں ڈال دیا جائے، اگر یہ اولادِ فاطمہؑ میں سے ہے تو اسے کوئی درندہ گزند نہ پہونچائے گا۔

متوکل نے اس عورت سے پوچھا، بول کیا کہتی ہے۔؟

اُس نے کہا، ان کا مطلب یہ ہے کہ میں اس طرح قتل ہو جاؤں۔ اگر یہ صحیح کہتے ہیں تو اس مجمع میں اولادِ فاطمہؑ بہت سی بیٹھی ہوئی ہے ان میں سے کسی کو درندوں کے کٹہرے میں ڈال کر دیکھ لیا جائے، پتہ چل جائے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ سُن کر سارے مجمع میں سنّاٹا چھا گیا۔ بعض لوگ جو آپؑ سے بغض رکھتے تھے، بولے:

یہ خود درندوں کے کٹہرے میں جا کر دکھائیں، دوسروں کو خطرے میں کیوں ڈالتے ہیں۔

لوگوں کا یہ جواب سُن کر متوکل آپؑ کی طرف متوجہ ہوا اور بولا:

یا ابا الحسن! پھر خود ہی کیوں نہ زحمت فرمائیں؟

آپؑ نے فرمایا، ہاں، ہاں۔ تمھیں اختیار ہے مجھے بھیج دو۔

متوکل نے کہا، پھر تشریف لے جائیں۔

آپؑ نے فرمایا، میں جاتا ہوں۔

راوی کا بیان ہے کہ آپؑ کو ایک سیڑھی دی گئی اور اس کے ذریعے سے آپ درندوں کے کٹہرے میں اُترے، اُس میں چھ عدد شیر پلے ہوئے تھے۔ آپؑ کٹہرے کے اندر جا کر بیٹھ گئے جب درندوں نے آپؑ کو دیکھا تو آپؑ کی طرف بڑھے اور آپؑ کے سامنے آکر سرنگوں ہو گئے۔ اپنے دونوں ہاتھ آگے پھیلا دیے۔ آپؑ نے ہر ایک کے سر پر اپنا ہاتھ مشفقانہ انداز میں پھیرا، پھر اشارہ کیا کہ اس گوشے میں چلے جاؤ۔

وہ سب کے سب ایک گوشے میں (اطاعت گذاروں کی طرح) جا کر بیٹھ گئے۔

یہ دیکھ کر متوکل کے وزیر نے کہا، یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔ انھیں اس کٹہرے سے جلد نکال لیا جائے ورنہ، اگر یہ خبر عام ہوگئی تو غضب ہو جائے گا۔

متوکل نے کہا، اے ابوالحسن! میں نے کسی بری نیت سے آپؑ کو اس میں نہیں بھیجا تھا، بلکہ آپؑ کی بات کا یقین کرنا چاہتا تھا۔ اچھا، اب آپؑ سیڑھی کے ذریعے سے باہر نکل آئیں۔

جب آپؑ سیڑھی کی طرف بڑھے تو وہ سارے شیر بھر آپؑ کے پاس آئے آپؑ کے کپڑوں کو مسح کرنے لگے۔

آپؑ نے سیڑھی کے پہلے زینہ پر قدم رکھ کر اشارے سے کہا، اب واپس جاؤ۔

وہ سب واپس ہو گئے۔ آپؑ اوپر آگئے۔ اور فرمایا:

اچھا، اب اگر اور کسی کو دعویٰ ہو کہ ہیں اولادِ فاطمہؑ میں سے ہوں تو وہ کٹہرے میں جاکر میری جگہ بیٹھ جائے۔

متوکل نے اُس عورت سے کہا، اس کٹہرے میں جا

اُس نے کہا، نہیں نہیں، واقعاً میں نے غلط دعویٰ کیا تھا میں تو فلاں شخص کی بیٹی ہوں

متوکل نے حکم دیا، اس کو پکڑ کر درندوں کے کٹہرے میں ڈال دو۔

وہ ڈال دی گئی اور درندوں نے اسے چیر پھاڑ کر کھالیا۔ (مختار الخرائج والجرائح)

(۴۲) مالِ کثیر کا مفہوم قرآن کی روشنی میں

ابو عبداللہ زیادی کا بیان ہے

کہ جب متوکل کو زہر دیا گیا تو اُس نے نذر کی کہ اگر اللہ نے مجھے صحت دیدی تو میں مالِ کثیر تصدّق کروں گا

جب وہ صحتیاب ہوا، تو فقہاء نے مالِ کثیر کے متعلق اختلاف کیا۔

اُس کے حاجب حسن نے کہا، یا امیر المومنین! اگر میں اس کا صحیح جواب لادوں، تو آپ مجھے کیا انعام دیں گے۔

متوکل نے کہا دس ہزار درہم، ورنہ سو کوڑے لگواؤں گا۔

حسن نے کہا مجھے منظور ہے۔

اِس کے بعد وہ حضرت امام ابوالحسن علی النقی علیہ السلام کے پاس آیا اور آپؑ سے اس کے متعلق دریافت کیا۔

آپؑ نے فرمایا: وہ اَسّی درہم تصدّق کرے۔

حاجب نے آکر متوکل کو بتایا،

اس نے کہا، اس کی وجہ کیا ہے؟

وہ پھر امام علیہ السلام کے پاس آیا اور وجہ دریافت کی۔

آپؑ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ سے فرمایا ہے:

"لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ (سورہ برأت آیت ۲۵)

(اللہ نے کثیر مقامات پر تم لوگوں کی مدد کی)

جب ان مقامات کو شمار کیا گیا تو وہ اسّی مقامات ہوئے۔

حاجب نے جا کر متوکل کو بتایا۔ وہ خوش ہو گیا اور حاجب کو دس ہزار درہم عطا کیے۔

(۴۴) یحییٰ بن اکثم کے مسائل اور اُن کے جوابات

ایک مرتبہ متوکل نے ابنِ سکیت سے کہا کہ امام علی النقی علیہ السلام سے میرے سامنے مشکل مسائل پوچھ کر دیکھو۔

ابنِ سکیت نے امام علیہ السلام سے پوچھا، یہ بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو عصا کا معجزہ، حضرت عیسیٰؑ، بیماروں کو صحت دینے اور مُردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن اور تلوار دیکر کیوں بھیجا؟

حضرت امام علی النقی علیہ السلام نے جواب دیا کہ چونکہ اُس زمانے میں سحر و جادو کا بڑا زور تھا، اِس لیے حضرت موسیٰؑ کو عصا اور یدِ بیضا کا معجزہ عطا فرمایا، جس کے مقابلے میں ان لوگوں کا سارا سحر و جادو باطل ہو گیا، اور اُن پر حجت تمام ہو گئی۔

حضرت عیسیٰؑ کے دور میں طب کا زور تھا، اس لیے اُن کو بیماروں کو صحت دینے اور مُردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ دیکر ان کے طب وغیرہ کو باطل کر دیا۔ جس سے وہ لوگ مغلوب ہو گئے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں تلوار اور اشعار کا بڑا زور تھا، اس لیے تلوار اور قرآن دیکر آنحضرتؐ کو اُن لوگوں پر اپنی حجت تمام کی اور اُن کے اشعار اور تلوار باطل ہو گئے۔

یحییٰ بن اکثم نے کہا، اے ابنِ سکیت! ان کو بحث و مناظرے سے لگاؤ نہیں، میں ان سے کچھ سوالات پوچھتا ہوں:۔

یہ کہکر یحییٰ ابنِ اکثم نے ایک کاغذ اُن کو دیا جس میں بہت سے سوالات تھے۔

حضرت امام علی النقی علیہ السلام تمام سوالوں کے جوابات بولتے گئے اور ابن سکیت

سے فرمایا' اسے لکھتے جاؤ۔ (سورۃ النمل آیت ۴۰)

(۱) تم نے قرآن مجید کی آیت قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ کے متعلق سوال کیا ہے۔ تو سنو! اس سے مراد آصف بن برخیا ہیں' اور ایسا نہیں ہے کہ صرف آصف بن برخیا کو جو (اسمِ اعظم) معلوم تھا وہ حضرت سلیمان کو معلوم نہ تھا' بلکہ وہ بھی جانتے تھے مگر وہ چاہتے تھے کہ اپنی امت کو جو جن و انس پر مشتمل تھی' بتادیں کہ میرے بعد یہ حجتِ خدا ہیں اور یہ (اسمِ اعظم) حضرت سلیمان کے پاس تھا جو آپ نے آصف بن برخیا کو حکمِ خدا سے سپرد فرمایا تھا تاکہ ان کی نیابت میں لوگ اختلاف نہ کریں اور لوگوں پر یہ دلیل مستحکم ہو جائے۔

(۲) تمہارا یہ سوال کہ حضرت یعقوبؑ نے اپنے فرزند کو سجدہ کیا۔؟

سنو! یہ سجدہ حضرت یوسفؑ کو نہ تھا' بلکہ حضرت یعقوبؑ اور ان کے فرزندوں نے یہ سجدہ اللہ کی اطاعت میں کیا تھا' اور حضرت یوسفؑ کو سلام کرنا تھا جس طرح ملائکہ کا سجدہ حضرت آدمؑ کے لیے نہ تھا۔

پس حضرت یعقوبؑ اور ان کے فرزندوں کا سجدہ جس میں خود حضرت یوسفؑ بھی شریک تھے' اُن لوگوں کا اجتماعی سجدۂ شکر تھا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت یوسفؑ نے بوقت سجدۂ شکر یہ کہا تھا" رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ (سورۃ یوسف آیت ۱۰۱)

(پروردگارا! بیشک تو نے مجھے ملک میں سے (کچھ حصہ) عطا فرمایا)

(۳) تمہارا سوال اس آیت کے متعلق: فَاِنْ كُنْتَ فِیْ شَكٍّ مِّمَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ فَسْئَلِ الَّذِیْنَ یَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ (سورۃ یونس آیت ۹۴)

ترجمہ: (پس اگر تجھے اس میں شک ہے جو ہم نے تجھ پر نازل کیا' تو اُن سے پوچھ' جو کتاب پڑھتے ہیں۔)

اس کے مخاطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور اللہ نے جو آیات آپؐ پر نازل فرمائی تھیں اُن میں آپ کو کوئی شک نہ تھا' مگر جہلائے عرب یہ کہتے تھے کہ اللہ نے ملائکہ میں سے کسی کو نبی بنا کر کیوں نہ بھیجا اور اس کے اور دیگر لوگوں کے درمیان یہ فرق کیوں نہ رکھا کہ وہ نہ کھانا کھائے نہ پانی پیے اور نہ بازاروں میں گھومے پھرے۔

تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ وحی نازل فرمائی کہ ان جہلائے عرب کے سامنے ان لوگوں سے پوچھو جو کتبِ سماوی کے پڑھنے والے ہیں' کیا اللہ نے کبھی کسی ایسے نبی کو اس سے پہلے بھیجا ہے جو کھانا نہ کھاتا تھا یا پانی نہیں پیتا تھا؟ پھر اُن ہی کی سیرت تو اے محمدؐ! تمہارے لیے بھی نمونۂ عمل ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ "اگر تم کو کوئی شک ہو"

تو آپؐ کو واقعاً کوئی شک نہ تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ نے بر بنائے انصاف فرمایا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آیۂ مباہلہ میں ارشاد فرمایا تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ (سورۂ آلِ عمران آیت ۶۱)

ترجمہ: (آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ)

اگر آپؐ اس کی جگہ یہ فرماتے کہ آؤ مباہلہ کریں اور ہم تم لوگوں پر اللہ کی لعنت کی بددعا کریں تو وہ ہرگز مباہلہ کے لیے نہ آتے، حالانکہ اللہ بھی جانتا تھا کہ اس کا نبی اور اُس کا رسُولؐ کاذبین میں سے نہیں ہے۔ اور اسی طرح اللہ کا رسول بھی جانتا تھا کہ جو کچھ وہ کہہ رہا ہے وہ سچ ہے۔ مگر رسولؐ نے چاہا کہ وہ اپنی طرف سے انصاف کریں۔

(۴) تمھارا اس آیت کے متعلق سوال "لَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ ...." (سورۂ لقمان آیت ۲۷)

یہ ارشادِ قدرت کہ اگر تمام اشجار قلم بن جائیں، تمام سمندر روشنائی بن جائیں بلکہ اس میں سات دریا زمین سے پھوٹ کر مزید شامل ہو جائیں" ایسا ہی ہے جیسا طوفانِ نوحؑ میں ہوا تھا۔ پھر بھی اللہ کے کلمات ختم نہیں ہو سکتے۔ اور وہ سات چشمے یہ ہیں۔

(۱) عینِ کبریت، (۲) عینِ یمن، (۳) عینِ برہوت، (۴) عینِ طبریہ (۵) عینِ حمّہ ماسیدان جس کو لسان بھی کہتے ہیں (۶) حمّہ افریقہ جس کو سیلان بھی کہتے ہیں اور (۷) عینِ باحوران اور ہم لوگ وہ کلمات ہیں کہ جن کے فضائل کا درک نہیں کیا جا سکتا اور نہ ان کا احاطہ کیا جا سکتا ہے۔

(۵) تمھارا سوال جنّت کے متعلق: تو اس میں کھانے پینے کی چیزیں ہوں گی، دلچسپی کے سامان ہوں گے، بلکہ ہر وہ شے ہوگی جس کی لوگ خواہش کریں گے اور ان کی آنکھوں کو بھلی لگیں گی۔ یہ تمام چیزیں اللہ نے وہاں ابنِ آدمؑ کے لیے مباح کر دی ہیں۔ مگر وہ درخت جس کے قریب جانے سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ اور اُن کی زوجہ کو منع کر دیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ اس کا پھل نہ کھانا تو وہ شجرِ حسد تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں سے عہد لیا تھا کہ ان لوگوں کو حسد کی نگاہ سے نہ دیکھنا جن کو اللہ نے تم دونوں سے افضل بنایا ہے۔

(۶) اور اس آیت کے متعلق تمھارا سوال: اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا" (سورہ شوریٰ آیت ۴۲)

اس آیت کو ماقبل سے دیکھو، اس کا ترجمہ یہ ہے: اللہ جسے چاہتا ہے صرف لڑکے دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے صرف لڑکیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے لڑکے اور لڑکیاں دونوں ملا کر دیتا ہے)

اللہ تعالیٰ فرمانبردار اور اپنے مطیع بندوں کی تزویج کرتا ہے۔ اللہ ایسی بات ہرگز نہیں کہتا جس سے تمھیں شبہ اور ارتکابِ محارم کی رخصت ہو۔

"وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ۝ يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا" (سورۃ الفرقان آیت ٦٩)

ترجمہ: "اور جو ایسا کرے گا وہ گناہ کی سزا پائے گا۔ قیامت کے دن دُہرے عذاب میں ماخوذ ہوگا اور اس میں ہمیشہ رہے گا۔" بشرطیکہ اس نے توبہ نہ کرلی ہو۔

(۷) یہ سوال کہ وہ عورت کون سی ہے جس کی تنہا ایک ہی کی شہادت جائز ہے؟ سنو! وہ قابلہ ہے مگر رضا کے ساتھ اگر اس میں ناخوشی ہے تو پھر کم از کم دو عورتیں، اس لیے کہ مرد یہ گواہی نہیں دے سکتا (یہ گواہی تو قابلہ یعنی دائی ہی دے سکتی ہے کہ اس نے لڑکا جنایا ہے یا لڑکی۔) اگر دو نہ ہوں صرف ایک ہی عورت ہو تو اس کا قول قسم کے ساتھ قبول ہوگا۔

(۸) اور خنثیٰ کے متعلق حضرت علی علیہ السلام کا قول تو وہ درست ہے۔ وہ مال کی میراث پائے گا، مگر کچھ عادل لوگ اس کو دیکھیں گے اور اس کی صورت یہ ہوگی، اُن عادلوں میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں آئینہ ہوگا اور خنثیٰ ان لوگوں کے پیچھے برہنہ کھڑا ہو جائے گا، وہ لوگ آئینہ میں اُس کے عضوِ مخصوص کو دیکھیں گے اور فیصلہ کریں گے۔

(۹) یہ مسئلہ کہ ایک شخص نے دور سے چرواہے کو کسی بکری یا بھیڑ کے ساتھ بدفعلی کرتے ہوئے دیکھا، اگر وہ اس بکری یا بھیڑ کو پہچانتا ہے تو اُس کو ذبح کر کے جلائے گا، اور اگر نہیں پہچانتا تو سارے گلّہ کو دو حصّوں میں تقسیم کر کے قرعہ اندازی کرے گا۔ جس حصّہ پر قرعہ آئے گا اس کو دو حصّوں پر تقسیم کر کے پھر قرعہ اندازی کرے گا، جس حصّہ پر قرعہ آئے گا، اس کو دو حصّوں پر تقسیم کرے گا اور اسی طرح جس حصّہ پر قرعہ آتا جائے گا، اس کو دو حصّوں پر تقسیم کرتا جائے گا، تا اینکہ دو باقی رہ جائیں، پھر اُن دونوں پر قرعہ ڈالے گا جس پر قرعہ آجائے گا اس بکری یا بھیڑ کو ذبح کر کے جلا دے گا اور اس کو سہمِ امام میں شمار نہیں کرے گا، کیونکہ سہمِ امام، اللہ کا سہم ہے اس میں کمی نہ ہوگی۔

(۱۰) نمازِ فجر میں قرأت باآوازِ بلند کرنا اس لیے ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، منھ اندھیرے قرأت باآوازِ بلند فرمایا کرتے تھے۔

(۱۱) جناب امیر المومنینؑ کا یہ کہنا کہ ابنِ صفیہ (زبیر بن العوام) کے قاتل کو جہنم کی خبر دیدو یہ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر دشمن ہتھیار ڈال دے تو اس کو امن دو اور زبیر یوم جمل جناب امیر المومنینؑ کے سمجھانے پر میدانِ جنگ چھوڑ کر چلے گئے تھے، اور جناب امیر المومنینؑ نے اُنکے قاتل جرموز کو اس لیے قتل نہیں کیا، بلکہ معلوم تھا کہ یہ نہروان میں قتل ہوگا۔

(۱۲) تمہارا یہ سوال کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام جنگِ صفین میں آگے آکر مقابلہ کرنے والوں اور پیٹھ پھیر کر بھاگنے والوں سے جنگ کرتے تھے بلکہ ان کے زخمیوں کو بھی نہیں چھوڑتے تھے مگر جنگِ جمل میں آپؑ نے ایسا نہیں کیا، نہ بھاگنے والوں کا پیچھا کیا اور نہ زخمیوں کو قتل کیا، بلکہ حکم دیا تھا کہ جو شخص تلوار رکھ دے اور اسلحہ اُتار دے اُس کے لیے امن ہے۔

آپؑ نے فرمایا: بات یہ ہے کہ اہلِ جمل کے سردار قتل ہو چکے تھے، وہاں کوئی گروہ ایسا باقی نہ تھا کہ جس کے پاس یہ لوگ جائیں۔ لہٰذا سب لوگ بھاگ بھاگ کر اپنے اپنے گھر جا رہے تھے اب نہ اُن کا جنگ کا ارادہ تھا، اور نہ کسی حیلہ جوئی کا، نہ جاسوسی کا اور نہ ہی مقابلہ پر آنے کا۔ اِس لیے آپؑ نے حکم دیا کہ انھیں چھوڑ دو، ان کے لیے تلوار روک لینے اور انھیں جانے کا موقع دینے کا حکم اس لیے دیا کہ وہ آپؑ کے خلاف لڑنے کے لیے مددگار بُلانے نہیں جا رہے تھے۔

لیکن اہلِ صفین بھاگ بھاگ کر اپنے سردار کے پاس جاتے، وہ انھیں اسلحے دیتا انھیں پھر جنگ پر آمادہ کرتا، انعام و اکرام دیتا، پھر اپنے زخمیوں کی مرہم پٹی کر کے انھیں جنگ کے قابل بناتا، پیادوں کو مال دیتا، سواروں کو پوشاک دیتا، اور یہ لوگ پھر پلٹ کر میدانِ جنگ میں آتے تھے اہلِ جمل کے واسطے، اہلِ بصرہ کو یہ حکم تھا کہ ان پر تلوار نہ چلاؤ، اِس لیے کہ اُنھوں نے اسلحے ڈال دیے ہیں، وہ کسی گروہ کے پاس مدد کے لیے نہیں جا رہے ہیں اور اہلِ صفین کے لیے یہ حکم تھا کہ ان کے بھاگنے والوں کا بھی پیچھا کرو، ان کے زخمیوں کو بھی نہ چھوڑو۔ اہلِ بصرہ اور اہلِ صفین دونوں برابر نہیں تھے کہ اُن دونوں کا حکم ایک ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر جناب امیر المومنین علیہ السلام اہلِ جمل اور اہلِ صفین کے لیے مختلف فیصلے نہ کر گئے ہوتے تو نافرمان اہلِ توحید کے گروہ سے کس طرح جنگ کرتے۔

(۱۳) ایک شخص نے آپؑ کے سامنے آکر لواطہ کا اقرار کر کے عرض کیا کہ مجھے اس گناہ کی سزا دے کر آخرت کے عذاب سے بچا دیا جائے۔

حالانکہ اس جرم کا نہ کوئی گواہ تھا، نہ شاہد، نہ حکومت نے اسے اس جرم میں پکڑا تھا

آپؑ نے فرمایا، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کی تین سزائیں بتائی ہیں بتا، ان میں سے تجھے کون سی سزا منظور ہے۔؟

اُس نے پوچھا، ان میں سب سے زیادہ سخت کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا، آگ میں جلانا۔

اُس نے کہا، مجھے منظور ہے، یہی سزا جاری فرمائیں۔

چنانچہ گڑھا کھودا گیا، اس میں آگ روشن کر دی گئی۔ اُدھر اُس نے دو رکعت نماز پڑھی

دعا کے لیے ہاتھ بلند کیے اور رونا شروع کیا، اس قدر رویا کہ اس کو روتا دیکھ کر امیرالمومنینؑ بھی رونے لگے اور سارا مجمع رو پڑا۔

جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا "اے شخص اُٹھ، تو نے تو آسمان و زمین کے فرشتوں کو بھی رُلا دیا۔ جا، اللہ نے تیری توبہ قبول فرمالی، پھر ایسا گناہ کبھی نہ کرنا۔

سوال یہ ہے کہ جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے اس سزائے شرعی کو معاف کیسے کردیا؟ سنو! وہ امام جو اللہ کی جانب سے مقرر کیا گیا ہے، اگر اس کو شرعی سزا دینے کا حق ہے تو اُسے معاف کردینے کا بھی حق ہے۔ کیا تم نے حضرت سلیمان پیغمبرِ خدا کا یہ قول نہیں سُنا کہ

هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (سورہ صٓ آیت ۳۹)

ترجمہ: (یہ ہماری بے حساب عطا تھی۔ اب تو کسی کو عطا کر یا روک لے)

جب یحییٰ بن اکثم نے ان جوابات کو پڑھا تو متوکل سے بولا: میں چاہتا ہوں کہ اب ان سے کوئی مسئلہ نہ پوچھا جائے، اس لیے کہ اب جو مسئلہ ہوگا وہ ان مسائل سے آسان ہی ہوگا اور ان کے علم کے اظہار سے رافضیوں کو تقویت ہوگی۔ (مناقب جلد ۴ ص ۴۰۵ تا ۴۰۳)

(۴۵) سزا کے خوف سے اسلام لانا؟

جعفر بن رزق اللہ کا بیان ہے کہ:

متوکل کے پاس ایک نصرانی لایا گیا جس نے ایک زنِ مسلمہ سے زنا کیا تھا۔ متوکل نے اس پر حد جاری کرنے کا ارادہ کیا۔

اُس نصرانی نے کہا، میں اسلام لے آیا۔

یحییٰ بن اکثم نے فتویٰ دیا کہ ایمان گذشتہ گناہوں کو محو کردیتا ہے (لہٰذا اب کوئی حد جاری نہیں کی جاسکتی)۔

بعض فقہاء نے کہا، اس پر تینوں قسم کی حدیں جاری ہونی چاہییں۔

متوکل نے حضرت امام علی النقی علیہ السلام سے یہ مسئلہ لکھ کر دریافت کیا۔

آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ اُسے اتنا مارو کہ مر جائے۔

جب یہ جواب دیگر فقہاء نے سُنا تو انھوں نے اعتراض کیا۔

متوکل نے آپؑ کے پاس لکھ کر اس کی وجہ اور تفصیل دریافت کی۔

آپؑ نے جواب میں یہ آیت تحریر فرمائی: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ۝ (سورہ غافر ۸۴)

ترجمہ: پس جب اُنھوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم ایک خدا پر ایمان لے آئے حالانکہ اور جن کو اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے، اب ہم اُن سے انکار کرتے ہیں۔) (مومن ۸۴)

یہ جواب پاکر متوکل نے اس کو مارنے کا حکم دیا۔

اس کو اتنا مارا کہ مرگیا۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۴ ص ۴۰۶-۴۰۵)

(۴۶) معرفتِ الٰہی، معرفتِ رسولؐ اور معرفتِ ائمہؑ پر ایک تفصیلی گفتگو

کتاب الدلائل میں ایوب سے روایت ہے:

اس کا بیان ہے کہ فتح بن یزید جرجانی نے مجھے بتایا کہ میں مکہ سے خراسان جارہا تھا اور آپؑ عراق تشریف لے جارہے تھے۔ راستہ میں مجھ سے ملاقات ہوگئی۔

آپؑ نے (امام علی النقی علیہ السلام نے) فرمایا: "جو اللہ سے ڈرتا ہے اُس سے لوگ ڈرتے ہیں اور جو اللہ کی اطاعت کرتا ہے اُس کی لوگ اطاعت کرتے ہیں۔"

راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر میں نے آپؑ کے پاس پہونچنے کی کوشش کی، اور جب آپؑ کی خدمت میں پہونچ گیا تو سلام بجالایا۔

آپؑ نے جواب سلام دیا اور فرمایا: بیٹھ جاؤ۔

پھر آپؑ نے بغیر میرے کچھ کہے ہوئے، خود ہی ارشاد فرمایا: اے فتح! سنو، "جو شخص اپنے خالق کی اطاعت کرتا ہے وہ مخلوق کی ناراضگی کی پروا نہیں کرتا۔ جو اپنے خالق کو ناراض کرتا ہے یقین کرو کہ اللہ اُسے مخلوق کی ناراضگی کے حوالے کردیتا ہے۔ خالق کی صرف وہی تعریف کی جاسکتی ہے جو تعریف خود اس نے اپنی ذات کے متعلق بتائی ہے۔ مگر حواس اس کے ادراک سے قاصر ہیں۔ اوہام اس تک پہونچ نہیں سکتے ممکن نہیں کہ خیال اُس کا احاطہ کرسکے اور آنکھیں اُس کی حدود معلوم کرسکیں، تعریف کرنے والے جو اُس کی تعریف کرتے ہیں، وہ اُس سے کہیں بالا ہے، توصیف کرنے والے جو اُس کی توصیف کرتے ہیں وہ اُس سے بلند ترین ہے، وہ دور ہونے کے باوجود قریب ہے، اور قریب ہونے کے باوجود دور ہے، وہ کیف الکیف ہے، اُس کے لیے کَیفَ (کیسا) نہیں کہا جاسکتا، وہ اَینَ الاَین ہے اُس کے لیے اَینَ (کہاں) نہیں کہا جاسکتا۔ وہ واحد ہے صمد ہے، نہ اُس کا کوئی والد ہے، نہ وہ کسی کا والد ہے، اور اُس کا کوئی ہمسر و کفو نہیں ہے کتنی جلیل ہے اُس کی ذاتِ گرامی۔

(اللہ تو پھر اللہ ہی ہے) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کُنہ حقیقت کیسے بیان

ہوسکتی ہے جبکہ اُس ربِّ جلیل نے آپ کو اپنے اسم کا قرین (ساتھی) بنایا، اور اپنی عطا میں آپ کو شریک کیا، جو شخص آپ کی اطاعت کرے گا، اُس کی اطاعت کی جزا وہ اُسے ضرور عنایت فرمائے گا۔ چنانچہ اُس نے اپنی عطا میں شریک کرنے کے متعلق یہ فرمایا: وَمَا نَقَمُوٓا إِلَّآ أَنْ أَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُۥ مِنْ فَضْلِهِۦ ج (سورۂ برأت آیت ۷۴)

ترجمہ: (اور انھوں نے صرف اس لیے مخالفت کی کہ اللہ اور اُس کے رسولؐ نے انھیں غنی کر دیا اپنے فضل سے۔)

اور اپنے رسولؐ کی اطاعت کے متعلق ان لوگوں کے قول کو نقل کیا ہے جو جہنّم کے مختلف طبقات میں عذاب پائیں گے:۔ "یٰلَیْتَنَآ أَطَعْنَا اللّٰهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَا ۝

(سورۃ الاحزاب آیت ۶۶)

ترجمہ: (کاش، ہم نے اللہ کی اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت کی ہوتی۔)

پھر اُن لوگوں کی بھی کُنہ (حقیقت) کیسے بیان ہوسکتی ہے جن کی اطاعت کو اللہ نے رسولؐ کی اطاعت کے برابر اور قرین قرار دیا۔ چنانچہ فرماتا ہے:

"أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ

(سورۃ النساء آیت ۵۹)

ترجمہ: "(اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور (اطاعت کرو) اُن کی جو تم میں صاحب الامر ہیں)

نیز فرمایا: "وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰٓ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُۥ مِنْهُمْ ط (سورہ النساء، آیت ۸۳)

ترجمہ: (اور اگر وہ اُس کو رسولؐ کے اور اپنے میں سے صاحبانِ امر کے سامنے پیش کر دیتے تو اُن میں سے تحقیق کرنے والے لوگ اُس کی حقیقت جان لیتے۔)

پھر فرمایا: "إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمٰنٰتِ إِلَىٰٓ أَهْلِهَا

(سورہ النساء آیت ۵۸)

ترجمہ: (بیشک اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو اُن کے مالکوں کی طرف لوٹا دیا کرو۔)

نیز فرمایا: "فَسْئَلُوٓا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

(سورۃ النحل آیت ۴۳)

ترجمہ: (پس تم اہلِ ذکر سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے)

اے فتح! جس طرح ربِّ جلیل کا نہ وصف بیان کیا جاسکتا ہے، نہ رسول و خلیل کا

نہ اولادِ بتول (جنابِ فاطمہ کی اولاد کا) کا، اسی طرح اُس مومن کا بھی وصف بیان نہیں ہو سکتا جو ہمارے امرِ امامت کو تسلیم کرتا ہے۔ ہمارے نبیؐ افضل الانبیاء ہیں ہمارے خلیل تمام خلیلوں سے افضل ہیں اور ہم میں سے جو وصی ہے وہ تمام اوصیاء سے زیادہ مکرّم ہے۔ اُن دونوں شہزادوں کے اسماء، افضلِ اسماء، اوران کی کُنیت تمام کُنیتوں سے افضل و بہترین ہے۔

سنو! اگر ہم یہ طے کر لیتے کہ اپنے کفو کے سوا کسی کو اپنے برابر نہ بٹھائیں گے یا یہ طے کر لیتے کہ اپنے کفو کے سوا کسی سے تزویج و نکاح نہ کریں گے، تو پھر کوئی ایسا نہیں تھا کہ جس کو اپنے برابر بٹھاتے اور کوئی ایسی عورت کفو نہ ملتی جس سے ہم عقد کرتے۔ یہ لوگ سب سے زیادہ متواضع، سب سے زیادہ حلیم، سب سے زیادہ سخی تھے، ان دونوں کے اوصیاء کو ان ہی دونوں کا علم میراث میں ملا ہے۔ پس جو امر ہو اس میں ان دونوں کی طرف رجوع کرو اوران کے اوصیاء کے سپرد کرو۔ اللہ تم پر رحم کرے، اگر تم چاہو گے تو اللہ اُن کی موت کی طرح تمھیں موت دے گا، اور اُن کی زندگی کی طرح تمھیں زندگی دے گا۔

فتح کا بیان ہے کہ، پھر میں وہاں سے نکلا؛ دوسرے دن میں نے پھر آپؑ کے پاس تک پہونچنے کی کوشش کی، پہونچ گیا اور سلام عرض کیا۔ آپؑ نے جوابِ سلام دیا۔

میں نے عرض کیا، فرزندِ رسولؐ! اگر اجازت ہو تو ایک سوال پوچھوں، جو رات بھر میرے دل میں گردش کرتا رہا ہے؟

آپؑ نے فرمایا، پوچھو، لیکن میں اس کی وضاحت کروں یا خاموش رہوں بہر صورت مجھے اختیار ہے۔ دیکھو! اپنی نگاہ صحیح رکھنا اور تمھارے سوال کا جو جواب دوں اُسے اچھی طرح دل لگا سُننا، پھر ایسا سوال نہ پیش کرنا، جس کا جواب سُنتے سُنتے تم بھی تھک جاؤ اور بولتے بولتے میں بھی تھک جاؤں، کیونکہ عالم اور متعلّم رُشد و ہدایت میں دونوں شریک ہیں، اُن دونوں کو نصیحت پر مامور کیا گیا ہے اور فریب سے منع کیا گیا۔

لیکن وہ چیز جو تمھارے دل میں گردش کر رہی ہے اسے عالمِ (اہلبیت) چاہے تو بتادے، اِس لیے کہ جو علم رسولُ اللہؐ کے پاس تھا وہ اس عالم کے پاس بھی ہے، اِس لیے کہ اللہ اپنے غیب پر صرف اسی کو مطلع فرماتا ہے جس کو رسالت کے لیے منتخب کر لیا ہے۔ لہٰذا جو کچھ رسولؐ کے پاس ہے وہ سب (امام) عالم کے پاس ہے اور ہر وہ چیز جس کا علم رسولؐ کو ہے، رسولؐ کے اوصیاء کو بھی اس کا علم ہے، تاکہ زمین حجّتِ خدا سے خالی نہ رہے اور اُس کا علم اُس کے قول کی تصدیق اور جوازِ عدالت پر دلیل ہے۔

اے فتح! کیا ایسا تو نہیں ہے کہ شیطان نے تمھیں التباس (شک) میں ڈال دیا ہو

اور جو راز میں نے تمھارے سپرد کیا ہے یا جو باتیں میں نے تمھیں بتائی ہیں اس کے اندر تم کو شک اور وہم ہو گیا ہو اور تم نے کہا ہو کہ جب یہ لوگ ایسے ہیں تو پھر یہی رب ہیں۔

خدا کی پناہ (ایسا نہ سمجھنا) کیونکہ یہ لوگ اللہ کی مخلوق ہیں، ان کا بھی رب اللہ ہی ہے، یہ لوگ بھی اللہ کی اطاعت کرتے ہیں، مال رکھتے ہیں، رغبت رکھتے ہیں۔ لہٰذا اگر شیطان تمہارے پاس بہکانے کے لیے آئے تو میں نے جو باتیں بتائی ہیں اُن سے اُس کا قلع قمع کر دینا۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا، مولا! میں آپؑ پر قربان، آپؑ نے میری مشکل حل فرما دی اور شیطان نے جو وسوسہ پیدا کر دیا تھا، آپؑ نے اس کی وضاحت فرما دی اور اب میرے دل میں کوئی وسوسہ نہیں رہا۔ واقعاً میرے دل میں یہی خیال آیا تھا کہ آپ لوگ رب ہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام سجدے میں گئے اور یہ کہتے رہے۔ "اے میرے خالق! میں تیری بارگاہ میں نہایت خضوع و خشوع کے ساتھ اپنی ناک زمین پر رکھے ہوئے ہوں۔"

آپؑ یونہی مسلسل سجدے میں رہے یہاں تک کہ رات گذر گئی۔

پھر آپؑ نے فرمایا، اے فتح! تم بھی ہلاکت میں پڑنے والے ہی تھے۔ مگر سنو! جو لوگ حضرت عیسٰیؑ کے بارے میں گمراہ ہوئے اس سے حضرت عیسٰیؑ کو کوئی ضرر نہیں پہونچا۔ اچھا، اللہ تم پر رحم فرمائے، اب اگر تم جانا چاہو تو جا سکتے ہو۔

پھر میں وہاں سے نکلا اور اس بات پر بہت خوش تھا کہ اللہ نے ہمارے سارے وسوسے دور کر دیے اور واقعاً یہ لوگ وہی ہیں جو آپؑ نے بتایا ہے۔ اس پر میں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

اب اس کے بعد جب دوسری منزل آئی تو میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھا کہ آپؑ تکیے کے سہارے بیٹھے ہوئے ہیں، سامنے کچھ بھُنے ہوئے گیہوں ہیں جنھیں تناول فرما رہے ہیں۔ میرے دل میں شیطان نے پھر وسوسہ پیدا کیا کہ ان لوگوں کو کھانا پینا مناسب نہیں، اس لیے کہ یہ نقص کی دلیل ہے اور امام میں کوئی نقص نہیں ہوتا۔

آپؑ نے فرمایا، بیٹھو! اے فتح، سنو! ہم لوگ بھی رسولوں کی سیرت پر عمل کرتے ہیں، وہ لوگ بھی کھاتے، پیتے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔ ہر جسم کو غذا کی ضرورت ہے سوائے اُس خالق و رازق کے، اس لیے کہ وہ جسم نہیں رکھتا، نہ اس میں اجزا کی شمولیت ہے اور نہ اس میں زیادتی و کمی کا تصوّر ہے۔ وہ اپنی ذات میں ان تمام چیزوں سے مبرّا ہے۔ اس کی ذات جسم سے مرکّب نہیں ہے، وہ واحد ہے، احد ہے، صمد ہے، نہ وہ کسی کا والد ہے، نہ اس کا کوئی والد ہے، اور نہ اس کا کوئی ہمسر ہے۔ وہ موجدِ اشیا ہے، جسم کو جسم سے بنانے والا ہے، وہ سننے والا ہے، جاننے والا ہے

لطیف وخبیر ہے، رؤف ورحیم ہے، وہ پاک اور برتر ہے، اُن تمام باتوں سے جو اس کے متعلق ظالم لوگ کہتے ہیں، وہ بہت زیادہ پاک اور برتر ہے۔

اگر وہ ایسا ہی ہوتا جیسا، یہ ظالم لوگ اس کا وصف بیان کرتے ہیں تو پھر رب اور مربوب میں، خالق اور مخلوق میں، موجد اور اس کی ایجاد کردہ چیز میں فرق ہی کیا رہ جاتا لیکن اس نے اپنے اور اپنے بنائے ہوئے اجسام میں دیگر اشیاء کے درمیان فرق رکھا ہے۔ اس لیے کہ وہ نہ اُن چیزوں سے مشابہہ ہے جو نظر آتی ہیں اور نہ کوئی چیز اُس سے مشابہہ ہے۔ (کشف الغمہ جلد ۳ صفحہ ۲۴۷ تا ۲۵۱)

۴۷ — یزداد طبیب

محمد بن جریر طبری کہتا ہے کہ مجھ سے ابوالحسن محمد بن اسماعیل بن احمد قہقلی کاتب سر من رائے نے ۳۳۸ھ میں بتایا کہ اس کے باپ نے یہ واقعہ اس سے بیان کیا تھا جبکہ وہ سر من رائے میں تھا اور درب الحصا میں کہیں جارہا تھا کہ بختیشوع کا شاگرد یزداد طبیب نصرانی موسیٰ بن بغا کے گھر سے واپس آتا ہوا نظر آیا۔ ہم دونوں ساتھ ساتھ چلنے لگے اور اسی دوران میں گفتگو بھی ہوتی رہی۔

اُس نے کہا، تم اس دیوار کو دیکھتے ہو؟ اس کا مالک کون ہے؟

میں نے پوچھا، کون ہے اس کا مالک؟

اُس نے کہا، اگر مخلوق میں کوئی عالم الغیب ہے تو وہ یہ ہیں۔

میں نے پوچھا، وہ کیسے؟

اُس نے کہا، ایک ایسی تعجب خیز بات تمھیں بتاتا ہوں جسے تم نے یا کسی اور نے کبھی نہ سُنا ہوگا، مگر اس کا اقرار کرو کہ تم کسی سے نہ کہو گے، اِس لیے کہ میرا پیشہ طبابت ہے سلطان کا علاج کرتا ہوں، میں نے سُنا ہے خلیفہ نے ان کو حجاز سے یہاں بُلالیا ہے، اُس کو ڈر ہے کہ لوگ ان کی طرف مائل ہوگئے تو خلافت خاندانِ بنی عباس سے چلی جائے گی۔

میں نے کہا، اطمینان رکھو میں کسی سے نہ کہوں گا، بتاؤ کیا بات ہے؟

اُس نے کہا، سنو! میں چند دن ہوئے ان سے ملا تھا۔ وہ سیاہ گھوڑے پر سوار اور سیاہ لباس پہنے ہوئے، خود اُن کا رنگ بھی سیاہی مائل تھا میں اُن کو دیکھتے ہی تعظیم کے لیے کھڑا ہوگیا۔ دل میں کہا مسیح کی قسم میرے منھ سے کسی کے لیے کوئی بات نہیں نکلی، مگر ان کا لباس بھی سیاہ گھوڑا بھی سیاہ اور رنگ بھی سیاہ۔ یعنی سیاہی در سیاہی۔

جب آپ گھوڑا بڑھاتے ہوئے میرے پاس پہونچے تو تیز نظر سے میری طرف دیکھا اور فرمایا:

تیرا دل سیاہ ہے جس کی وجہ سے تو اپنی آنکھوں سے سیاہی در سیاہی در سیاہی دیکھ رہا ہے۔

میرے والد نے کہا، خیر، یہ بات تم بھی کسی سے نہ کہنا، مگر، یہ بتاؤ کہ پھر تم نے کیا کیا اور کیا کہا؟

وہ بولا، میں نے بہت سوچا، لیکن کوئی جواب بن نہ پڑا۔ بالآخر کہا، آپؑ کا دل سفید ہے۔ آپ نے فرمایا، واللہ اعلم۔

میرے والد کا بیان ہے کہ جب یزداد بیمار ہوا تو اس نے آدمی بھیج کر مجھے بلایا اور کہا، سنو! میرا قلب پہلے سیاہ تھا، اب سفید ہو گیا ہے" میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس اللہ کے اُس کا کوئی شریک نہیں، محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور علی ابن محمدؑ تمام مخلوقات پر اللہ کی حجت ہیں، یہ ناموسِ اعظم ہیں۔

اس کے بعد یزداد اسی بیماری میں مرگیا اور میں نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھی۔

• زید بن علی بن الحسین بن زید سے روایت ہے۔ انکا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ بیمار ہوا تو رات کے وقت طبیب آیا اور ایک دوا تجویز کی کہ میں اُسے صبح کے وقت استعمال کروں لیکن وہ دوا شب کے وقت مجھے حاصل نہ ہو سکی اور طبیب چلا گیا۔ اتنے میں حضرت امام علی النقیؑ کے ایک صحابی آئے اُن کے ہاتھ میں ایک پڑیا تھی جس میں بعینہ وہی دوا تھی۔

اُنھوں نے کہا کہ حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام نے تم کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ دوا استعمال کرو۔

میں نے استعمال کیا اور اچھا ہو گیا۔ (ارشاد صہ ۳۱۲ مناقب جلد ۴ صہ ۴۰۹)

بحار الانوار

باب ۴

خلفائے وقت

① ـــــ خلفائے وقت

آپؑ کے زمانۂ امامت میں معتصم کی حکومت کا بقیہ حصّہ پھر واثق، متوکل، منتصر، مستعین و معتز کی حکومتیں رہیں۔ معتمد کے آخری دور میں آپؑ زہر سے شہید کیے گئے۔ اور ابن بابویہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام علی النقی علیہ السلام کو معتمد نے زہر دیا۔ (مناقب جلد ۴ صـ ۴۰۱)

• روایت کی گئی ہے کہ متوکل ماہ شوال ۲۴۷ھ میں قتل کیا گیا اور یہ حضرت امام علی النقی علیہ السلام کی امامت کا ستائیسواں سال تھا۔ اس کے بعد اس کے بیٹے محمد بن جعفر المنتصر کی بیعت کی گئی۔ مگر وہ سات ماہ حکومت کر کے مر گیا۔ پھر احمد المستعین بن متوکل کی بیعت کی گئی۔ اس کی حکومت چار سال رہی۔ اس کے بعد وہ خلافت سے نااہل قرار دے کر ہٹا دیا گیا اور المعتز بن متوکل کی بیعت کی گئی۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کا نام زبیر تھا۔ اس کی بیعت ۲۵۲ھ میں کی گئی اور یہ حضرت امام ابوالحسن، علی النقی علیہ السلام کی امامت کا بتیسواں سال تھا۔ ۲۵۴ھ میں آپؑ نے اپنے فرزند حضرت ابومحمد حسن عسکری علیہ السلام کو بلایا اور ان کو نور و حکمت مواریثِ انبیاء اور بزرگوں کے اسلحے سپرد کیے۔ ان کی امامت پر نص فرمایا، اور اپنے ثقہ اصحاب کے سامنے ان کو اپنا وصی بنایا۔ پھر دنیا سے رخصت ہوئے۔ اس وقت آپؑ کا سن چالیس سال کا تھا۔ آپ سر من رائے میں دفن کیے گئے۔ (عیون المعجزات)

② ـــــ متوکل کا ارادۂ قتل

ابوسعید سہل بن زیاد کا بیان ہے کہ میں سامرہ میں ابوالعباس فضل بن احمد بن اسرائیل کاتب کے گھر میں تھا، وہاں حضرت ابوالحسن علیہ السلام کا ذکر چھڑا تو اُس نے کہا: اے ابوسعید! میں تم سے ایک واقعہ بیان کروں جو میرے والد نے مجھ سے بیان کیا تھا۔ ان کا بیان ہے کہ ہم لوگ معتز کے ساتھ تھے میرے والد اس کے کاتب تھے ایک مرتبہ ہم لوگ ان کے گھر گئے، دیکھا کہ متوکل اپنے تخت پر بیٹھا ہے معتز نے سلام کیا اور کھڑا ہو گیا

میں اس کے پیچھے کھڑا ہوگیا۔ اس سے پیشتر جب معتز جاتا تو متوکل اس کو مرحبا کہتا اور بیٹھنے کے لیے کہتا، مگر اس بار اُس نے کچھ نہ کہا، معتز کو کھڑے کھڑے بہت دیر ہوگئی، وہ ایک پاؤں اُٹھاتا تو دوسرا رکھتا، مگر متوکل نے بیٹھنے کی اجازت نہ دی۔ میں نے دیکھا کہ متوکل کا چہرہ ہر لمحہ بدلتا جاتا ہے۔

وہ فتح بن خاقان کی طرف رُخ کر کے کہتا ہے، تم اسی شخص کے متعلق طرح طرح کی صفائی پیش کرتے ہو۔؟

فتح اس کے غصّے کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور کہتا ہے، یا امیر المومنین! ان پر جھوٹ الزامات لگائے گئے ہیں۔

یہ سن کر وہ اور جل اُٹھتا اور کہتا ہے، واللہ، میں اس ریاکار زندیق کو ضرور قتل کروں گا۔ وہ غلط دعویٰ کر کے میری سلطنت میں رخنے ڈالتا ہے۔

اِس کے بعد اُس نے حکم دیا کہ چار خزری سپاہیوں کو بلاؤ۔

جب وہ آگئے تو ان کو چار تلواریں دیں اور کہا، تم لوگ اپنی زبان میں باتیں کرنا اور جب ابوالحسن آئیں تو اپنی تلواروں سے اُن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا۔[۱]

اس نے یہ بھی کہا کہ میں قتل کے بعد ان کی لاش کو نذرِ آتش بھی کر دوں گا۔

اس وقت میں پردے کے پاس معتز کے پیچھے کھڑا ہوا تھا کہ یکایک حضرت ابوالحسن علیہ السلام اندر داخل ہوئے اور لوگ دوڑے ہوئے آئے کہ وہ آگئے وہ آگئے۔ میں نے نظر اُٹھائی تو دیکھا کہ آپؑ کے دونوں لب حرکت میں ہیں اُن پر کسی قسم کا خوف و ہراس نہیں ہے، متوکل نے جب آپؑ کو دیکھا تو فوراً تخت سے کود پڑا اور آگے بڑھ کر ان کی پیشانی اور ہاتھوں کو بوسہ دیا اور کہنے لگا۔ اے ہمارے سیّد! اے فرزندِ رسولؐ! آپؑ نے اِس وقت آنے کی کیسے زحمت کی۔؟

آپؑ نے فرمایا، آپ کا آدمی پہونچا تھا۔ اُس نے کہا تھا متوکل آپؑ کو بلاتے ہیں۔

متوکل نے کہا، وہ حرامزادہ جھوٹا ہے یا سیّدی! آپؑ کو زحمت ہوئی، تشریف لے جائیں۔ اے فتح، اے عبیداللہ، اے معتز! اپنے اور میرے سیّد کو گھر تک پہونچا کر آؤ۔

اِدھر جب خزری سپاہیوں نے آپؑ کو دیکھا تو مارے خوف کے سجدے میں گر گئے تھے۔

آپؑ جا چکے تو متوکل نے ان سپاہیوں کو بلایا ترجمان سے کہا، ان سے پوچھو کہ ان کو جو حکم دیا گیا تھا اس پر عمل کیوں نہیں کیا؟

انھوں نے جواب دیا کہ اُن کی اتنی شدید و عظیم ہیبت تھی کہ جو سو تلواروں میں بھی نہ ہوگی، ہم خود کو قابو میں نہ رکھ سکے اور اسی ہیبت کی وجہ سے ہم آپ کے حکم کی تعمیل نہ کر سکے۔ اُن کی ہیبت ہمارے دلوں پر چھاگئی۔

متوکل نے کہا، اے فتح! یہ ہیں تمھارے امام۔

یہ کہہ کر متوکل فتح کو دیکھ کر ہنسنے لگا اور فتح متوکل کو دیکھ کر ہنسنے لگا اور بولا:

اللہ کا شکر ہے کہ اُس نے اُن کے چہرے کو روشن اور پُرہیبت بنا کر لوگوں کے دلوں پر ان کا سکہ بٹھادیا اور اُن کو اپنی حجت ظاہر کر دیا۔

(مختار الخرائج والجرائح ص۲۱۲، ص۲۱۳)

(۳) ارادۂ گرفتاری

ایک بطحالی نے متوکل کے پاس حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام کی چغلی لگائی کہ انھوں نے بہت سے اسلحے اور اموال جمع کر رکھے ہیں

متوکل نے اپنے حاجب سعید سے کہا، رات کے وقت ان کے گھر پر چھاپہ مارو اور اس میں جتنے اسلحے اور اموال ہوں وہ سب لیکر آؤ۔

ابراہیم بن محمد کہتا ہے کہ سعید حاجب نے مجھ سے بیان کیا کہ میں شب کے وقت حضرت ابوالحسن علیہ السلام کے گھر پہونچا، میرے ساتھ سیڑھی تھی جس کے ذریعے چھت پر چڑھ گیا اور شب کے اندھیرے میں اندر اترا، مگر سمجھ میں نہ آتا تھا کہ گھر کے اندر کیونکر جاؤں۔

اتنے میں حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے گھر میں سے آواز دی، اے سعید! اپنی جگہ کھڑے رہو، میں شمع لا رہا ہوں۔

فوراً آپ شمع لیکر تشریف لائے۔ میں نے دیکھا کہ آپ کے جسمِ مبارک پر ایک صوف کا جُبّہ ہے، صوف کی ٹوپی ہے، ایک چٹائی پر مصلّے ہے آپ قبلہ رُو ہیں۔

مجھ سے کہا یہ سارا گھر تمھارے سامنے ہے۔ دیکھ لو۔

میں نے اندر جاکر ہر حجرے کی تفتیش کی مگر اس میں کچھ نہ ملا۔ ہاں ایک بدرہ تھا جس پر متوکل کی ماں کی مہر لگی ہوئی تھی اور اس کے ساتھ ایک کیسہ بھی تھا اس پر بھی مہر تھی۔

پھر حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام نے فرمایا، یہ مصلّے ابھی سامنے ہے اسے بھی دیکھ لو۔

میں نے مصلّے اُلٹ کر دیکھا، ایک تلوار نیام میں رکھی ہوئی ملی۔ میں یہ تمام چیزیں لیکر متوکل کے پاس آیا۔

جب اس نے بدرہ (تھیلی) پر اپنی ماں کی مُہر دیکھی تو ماں کو بُلایا اور پوچھا: یہ بدرہ آپ نے امام ابوالحسنؑ کے پاس بھیجا تھا؟

اُس کی ماں نے کہا، ہاں جب تم بیمار تھے تو میں نے نذر کی تھی کہ اگر تم اچھے ہو گئے تو میں حضرت امام ابوالحسنؑ کو دس ہزار دینار دوں گی۔

اُس نے دوسرا کیسہ کھولا، تو اس میں چار سو دینار تھے۔

متوکل نے حکم دیا کہ اس بدرہ کے ساتھ ایک دوسرا بدرہ اور شامل کیا جائے، یہ بدرہ، کیسہ اور تلوار سب حضرت ابوالحسن علیہ السلام کو لیجا کر واپس کر دی جائیں۔

میں نے یہ سب اُٹھا کر آپؑ کی خدمت میں پیش کیے اور اظہارِ ندامت کیا، اور عرض کیا، یا سیدی! مجھے آپؑ کے گھر میں بغیر آپؑ کی اجازت کے داخل ہونا پسند نہ تھا، مگر کیا کرتا مجھے یہی حکم دیا گیا تھا۔

آپؑ نے فرمایا: سَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ۝

(سورہ شعراء آیت آخری)

• دعوات راوندی میں بھی اسی کے مثل روایت ہے۔

۴ = آپؑ کی اسیری اور پھر ارادۂ قتل

ابوسلیمان نے ابن اورمہ سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ دورِ متوکل میں سر من رائے گیا اور جب سعید حاجب کے پاس پہونچا۔ متوکل نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام کو قتل کرنے کے لیے اس کے حوالے کیا تھا۔

اُس نے کہا، کیا تم اپنے اللہ کو دیکھنا چاہتے ہو۔؟

میں نے کہا، پاک ہے وہ اللہ جس کو آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔

اُس نے کہا، مگر اسی کو تو تم لوگ سمجھتے ہو کہ یہ تمھارا امام ہے۔

میں نے کہا، یہ کتنی بُری بات تم نے کہی۔

اُس نے کہا، مگر نے اس کے قتل کا حکم دیدیا ہے اور کل ہی ایسا کرنے والا ہوں اس وقت اُس کے پاس ایک قاصد گیا ہوا ہے۔ جب وہ نکل آئے تو تم چلے جانا۔

جب قاصد نکل آیا تو مجھ سے کہا، اب تم اندر جاؤ۔

میں اُس گھر کے اندر داخل ہوا جس میں آپؑ قید تھے۔ دیکھا کہ آپؑ کے پہلو میں قبر کھدی ہوئی ہے۔ میں نے قریب پہونچ کر آپؑ کو سلام کیا اور زار و قطار رونے لگا۔

آپؑ نے پوچھا، کیوں روتے ہو؟

میں نے عرض کیا، جو کچھ دیکھ رہا ہوں اُس پر روتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا، اِس کے لیے نہ روؤ، یہ لوگ اِس وقت ہرگز ایسا نہ کرسکیں گے۔

یہ سن کر مجھے سکون ہوا۔

آپؑ نے فرمایا، دو دن بھی نہ گذریں گے کہ اللہ اس کا اور اس کے ساتھی کا خون بہادے گا جس کو تم باہر دیکھ آئے ہو۔

راوی کا بیان ہے کہ بخدا، واقعتاً دو دن بھی نہیں گذرے کہ وہ قتل کردیا گیا۔

(الخرائج والجرائح ص ۲۱۲)

• مسعودی نے اپنی کتاب "مروج الذہب" میں تحریر کیا ہے کہ متوکل کے پاس کسی نے حضرت علی بن محمد علیہ السلام کی چغلی لگائی، کہ آپؑ کے گھر میں خطوط اور اسلحے ہیں جو قم کے شیعوں نے آپؑ کے پاس بھیجے ہیں اور اُن کا ارادہ ہے کہ حکومت پر قبضہ کریں۔

یہ سن کر متوکل نے ترکوں کا ایک دستہ روانہ کیا جس نے آپؑ کے گھر پر رات کو حملہ کردیا، مگر انھیں آپؑ کے گھر میں کچھ نہ ملا۔ انھوں نے دیکھا کہ آپؑ ایک بند حجرے میں صوف کی بنڈی پہنے ہوئے ریت اور سنگریزوں پر بیٹھے ہوئے ہیں اللہ سے لَو لگائے ہوئے تلاوتِ کلامِ پاک کر رہے ہیں وہ لوگ اسی حال میں پکڑ کر آپؑ کو متوکل کے پاس لیگئے اور کہا، ہمیں اُن کے گھر میں سے تو کوئی چیز نہیں ملی بس یہ دیکھا، یہ قبلہ رُو بیٹھے ہوئے قرآن پڑھ رہے ہیں۔ اور متوکل اس وقت شراب کی محفل میں بیٹھا ہوا تھا اور اس کے ہاتھ میں شراب کا پیالہ تھا۔ آپؑ جب اس کے سامنے گئے تو آپ کو دیکھتے ہی اس پر ہیبت سی طاری ہوگئی۔ اُس نے آپؑ کو اپنے پہلو میں بٹھالیا اور اپنے ہاتھ کا پیالہ آپؑ کی طرف بڑھایا۔

آپؑ نے فرمایا، میرا گوشت اور خون کبھی شراب سے آلودہ نہیں ہوا، مجھے معاف کر

اُس نے کہا، اچھا خیر شراب نہ پیجیے مگر کوئی شعر تو سنائیے۔

آپؑ نے فرمایا، مجھے شعر بہت کم یاد ہیں۔

اُس نے کہا، اب تو آپؑ کو سنانا پڑے گا۔

آپؑ نے فرمایا، اچھا، سنو! (اور پھر آپؑ نے یہ اشعار سُنائے جن خلاصہ یہ ہے)

"کچھ لوگ ایسے عالی مرتبہ تھے جو پہاڑوں کی چوٹیوں پر شب بسر کرتے تھے مگر ان چوٹیوں نے اُن کو کوئی فائدہ نہ دیا۔ اور اس اعزاز اور شان و شوکت کے بعد وہ ایسے گرے کہ گوشۂ قبر میں پہونچ گئے۔ اور واقعتاً ان کے لیے یہ کتنی بُری منزل ہے۔ اُن کے قبر میں

دفن ہونے کے بعد منادی نے ندا دی، بتاؤ وہ زیورات، وہ تمھارا تاج، وہ تمھارے حُلّے کہاں ہیں؟ وہ تمھارے نرم و نازک چہرے کہاں ہیں جن کے لیے پردے پڑے رہتے تھے..؟

قبر اُن کی طرف سے جواب دے گی کہ اب تو اُن ہی چہروں پر کیڑے رینگ رہے ہیں۔ انھوں نے ایک طویل عرصہ تک کھایا اور پیا ہے، مگر اس کھانے اور پینے کے عوض آج ان کو خود کھایا جا رہا ہے۔"

یہ اشعار سن کر متوکل کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور اتنا رویا کہ ساری داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ اور حاضرین بھی رونے لگے۔ پھر اُس نے حضرت علی بن محمد علیہ السلام کو چار ہزار دینار دیے اور عزت و احترام کے ساتھ آپؑ کے گھر آپؑ کو رخصت کیا۔

- کراجکی نے کنز الفوائد میں تحریر کیا ہے، پھر متوکل نے اپنے ہاتھ کا پیالہ زمین پر پٹک دیا، اور اس دن اس کی شراب نوشی کا مزا کرکرا ہو گیا۔ (کنز الفوائد کراجکی)

(تذکرہ سبطِ ابن جوزی ص ۲۰۳)

۵ مدینہ سے روانگی

یحییٰ بن ہرثمہ سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ متوکل کو حضرت امام علی النقی علیہ السلام کے متعلق کچھ غلط اطلاعات پہونچیں، تو اُس نے مجھے آپؑ کو لانے کے لیے مدینہ بھیجا۔ جب میں (مع اپنی فوج کے) وہاں پہونچا تو اہلِ مدینہ زار و قطار رونے اور چیخنے چلانے لگے، اتنا رونا اور چیخنا تو میں نے زندگی میں کبھی نہ سُنا تھا۔ میں نے ان کو تسکین دی اور حلف سے کہا کہ مجھے ان کو کوئی گزند پہونچانے کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔

میں نے وہاں پہونچ کر آپؑ کے گھر کی خانہ تلاشی لی، مگر چند مصحف اور دعاؤں کی کتابوں یا اسی طرح کی دو ایک چیزوں کے علاوہ اور کچھ نہ ملا۔ میں ان کو مدینہ سے لیکر چلا، ان کی خدمت کرتا رہا۔ اور آپ کا میرا ساتھ اچھا گذرتا رہا۔

جب میں مدینۃ السلام پہونچا تو اسحاق بن ابراہیم طاہری کا سامنا ہوا وہ بغداد کا حاکم تھا اس نے کہا، اے یحییٰ! یہ شخص اولادِ رسولؐ میں سے ہے اور تمھیں معلوم ہی ہے کہ متوکل کون ہے، اگر تم نے اس کو ذرا اُبھارا، تو وہ انھیں قتل کر دے گا اور قیامت کے دن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمھارے خلاف مدعی ہوں گے۔

میں نے کہا، خدا کی قسم، میں نے ان میں نیکی کے علاوہ اور کوئی برائی نہیں دیکھی۔

چنانچہ میں آپؑ کو لیے ہوئے سامرہ پہونچا۔ وہاں وصیف ترکی سے ملاقات ہوئی

اُس نے مجھ سے کہا سنو! اگر اس شخص کے سر کا ایک بال بھی ٹوٹا تو یاد رکھنا کہ اس کا انتقام میرے سوا کوئی اور نہ لے گا۔

مجھے ان دونوں کی باتوں پر بڑا تعجب ہوا۔ میں نے متوکل سے، جو خوبیاں آپؑ میں خود دیکھیں یا لوگوں سے سُنی تھیں، وہ سب بیان کیں۔ اس نے امام علی النقی علیہ السلام کو بہت سا انعام جائزہ دیا اور بہت حسنِ سلوک اور اکرام سے پیش آیا۔

محمد بن فرح نے ابی دعامہ سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ جب حضرت علی ابن محمدؑ علیہ السلام مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو میں آپؑ کی عیادت کو گیا۔ مزاج پرسی کے بعد واپسی کا ارادہ کیا۔

آپؑ نے فرمایا، اے ابو دعامہ! مجھ پر تمھارا حق ہے، میں ایک حدیث بیان کروں جسے سُن کر تم خوش ہو جاؤ۔؟

میں نے عرض کیا، فرزندِ رسولؐ! اس سے بہتر کیا بات ہوگی، ضرور بیان فرمائیے۔

آپؑ نے فرمایا، مجھ سے بیان کیا میرے پدرِ بزرگوار محمدؑ بن علیؑ نے، اُنھوں نے کہا مجھ سے بیان کیا میرے پدرِ بزرگوار علیؑ بن موسٰیؑ نے، اُن کا بیان ہے کہ مجھ سے بیان کیا میرے پدرِ بزرگوار موسٰیؑ بن جعفرؑ نے، اُن کا بیان ہے کہ مجھ سے بیان کیا میرے پدرِ بزرگوار جعفرؑ بن محمدؑ نے، اُن کا بیان ہے کہ مجھ سے بیان کیا میرے پدر محمدؑ بن علیؑ نے، اُن کا بیان ہے کہ مجھ سے بیان کیا میرے پدرِ بزرگوار علیؑ ابن الحسینؑ نے، اُن کا بیان ہے کہ مجھ سے بیان کیا میرے پدرِ بزرگوار حسینؑ ابنِ علیؑ نے، اُن کا بیان ہے کہ مجھ سے بیان کیا میرے پدرِ عالی قدر حضرت علیؑ ابنِ ابی طالبؑ نے، اُنھوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ! لکھو!

میں نے عرض کیا، کیا لکھوں؟ ارشاد فرمائیے۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا لکھو! بسم اللہ الرحمٰن الرحیم "ایمان وہ ہے جو دل میں رہتا ہے اور اعمال سے اس کی تصدیق ہوتی ہے، اور اسلام وہ ہے جو زبان پر جاری ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے مناکحت جائز ہوتی ہے۔"

ابو دعامہ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا، فرزندِ رسولؐ! میں نہیں بتا سکتا کہ ان دونوں میں کون بہتر ہے، یہ حدیث یا اس حدیث کے اسناد؟

فرمایا، یہ حضرت علی بن ابی طالبؑ علیہ السلام کے ہاتھ کی تحریر ہے جسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے گئے ہیں اور حضرت علی علیہ السلام لکھتے گئے ہیں۔ یہ تحریر ہم لوگوں کو بڑوں سے چھوٹوں کو وراثت میں ملتی چلی آئی ہے۔

● روایتِ دیگر: روایت کی گئی ہے کہ بریحہ عباسی نے متوکل کو خط لکھا، اگر تجھے مکہ اور مدینہ

کی ضرورت ہے تو علی بن محمدؑ کو یہاں سے نکال وہ لوگوں کو اپنی طرف دعوت دیتے ہیں اور بہت سے لوگ آپؑ کے پیرو بن گئے ہیں اور اسی مضمون کا ایک خط متوکل کی زوجہ نے بھی تحریر کیا تو متوکل نے یحییٰ بن ہرثمہ کو روانہ کیا اور ایک بہت اچھا خط حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام کو تحریر کیا جس میں لکھا کہ مجھے آپؑ سے ملنے کا بیحد اشتیاق ہے۔ آپؑ سے درخواست ہے کہ آپؑ ضرور تشریف لائیں اور پھر یحییٰ کو حکم دیا کہ تم ان کو لینے کے لیے جاؤ اور ایک خط بریحہ کو بھی تحریر کیا۔

یحییٰ مدینہ پہونچا اور بریحہ سے ملا۔ اسے متوکل کا خط دیا۔ پھر دونوں حضرت ابوالحسن علیہ السلام کے پاس گئے، متوکل کا خط پہونچایا۔ آپؑ نے تین دن کی مہلت مانگی۔ یہ لوگ تین دن بعد پہونچے تو دیکھا کہ سواریوں پر زین وغیرہ کسی ہوئی ہیں، سامان بندھے ہوئے ہیں، ہر کام سے فراغت کے بعد امام علیہ السلام نکلے اور عراق کا رُخ کیا آپؑ کے ساتھ یحییٰ بن ہرثمہ بھی تھا۔

• حضرت ابوالحسن علیہ السلام کا مدینہ سے سرمن رائے جانے کا سبب یہ ہوا کہ عبداللہ بن محمد جو مدینۂ منورہ میں اُمورِ جنگ اور نماز کا والی بنایا گیا تھا اُس نے متوکل سے حضرت ابوالحسن علیہ السلام کی چغلی لگائی۔ اُس کا مقصد آپؑ کو محض ستانا تھا۔

یہ خبر جب حضرت ابوالحسن علیہ السلام کو ملی تو آپؑ نے متوکل کو ایک خط لکھا کہ عبداللہ بن محمد مجھ پر بہت زیادتی کر رہا ہے اور جو شکایات اُس نے میرے متعلق آپ سے کی ہیں وہ سب غلط اور جھوٹ ہیں متوکل نے بجائے اس کے کہ آپؑ کے خط کا کوئی اثر لیتا اور اس کا تدارک کرتا، حکم دیا کہ بہتر یہ ہے کہ آپؑ سرمن رائے تشریف لائیں۔

چنانچہ اس نے آپؑ کو یہ خط لکھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ:

امابعد: امیر المومنین آپؑ کی قدر و منزلت کو خوب جانتے ہیں۔ ان کو قرابت کا پورا پورا لحاظ ہے۔ آپؑ کے اور آپؑ کے اہلبیت کی ہر خدمت پر تیار ہیں، تاکہ آپ لوگوں کے حالات اللہ بہتر کردے اور آپ لوگوں کی عزت اور آپؑ کا وقار باقی رہے۔ آپؑ اور آپؑ کے اہلبیت امن و سکون سے رہیں وہ صرف رضائے الٰہی کے لیے چاہتے ہیں کہ آپؑ لوگوں کے متعلق اس کا جو فریضہ ہے اسے ادا کرے امیر المومنین کا خیال ہے کہ جو حرکتیں اس نے کی ہیں وہ محض اس لیے کہ وہ آپؑ کے حق سے ناواقف اور آپؑ کی قدر و منزلت کو نہیں پہچانتا تھا اور جو اتہام اُس نے لگایا ہے اور جن باتوں کو اُس نے آپؑ کی طرف منسوب کیا ہے امیر المومنین جانتے ہیں کہ آپؑ اس سے بالکل بری اور لاتعلق ہیں۔ یہ بھی جانتے ہیں کہ آپؑ کی نیت صاف ہے۔ آپؑ نے جو کچھ کہا ہے وہ سچ ہے۔ ہرگز ہرگز آپؑ کا نفس ان اتہامات میں آلودہ نہیں ہے۔

بنا بریں، اب امیر المومنین نے محمد بن فضل کو وہاں کا والی بنا دیا ہے اور اسے حکم دیا ہے کہ وہ آپؑ کا اکرام و احترام کرے، اس طرح اُس کو اللہ اور امیر المومنین دونوں کا تقرب حاصل ہوگا، مگر امیر المومنین کو آپؑ سے ملنے کا بہت اشتیاق ہے، چاہتے ہیں کہ آپؑ سے عہد تازہ کریں اور آپؑ کے چہرۂ انور کی زیارت کریں۔

اگر آپؑ امیر المومنین سے ملاقات اور اُن کے پاس قیام کے لیے آمادہ ہیں تو اپنے اہل و عیال، اپنے موالی و ملازمین کے ساتھ جب چاہیں پورے اطمینان کے ساتھ تشریف لائیں راہ میں جب چاہیں منزل کریں اور جب چاہیں کوچ کریں، جو آسانی آپؑ چاہیں، وہ سب آپؑ کو میسر ہوں گی۔ اگر آپؑ چاہیں تو یحییٰ بن ہرثمہ امیر المومنین کا غلام مع فوج آپؑ کے ساتھ ساتھ چلے گا جس راستے سے آپؑ آئیں گے اسی راستے سے وہ بھی آئے گا۔ اس سلسلے میں سارا اختیار آپؑ کو ہوگا۔ میں نے اُس سے کہہ دیا ہے کہ وہ آپؑ کی اطاعت کرے

(کاتب ابراہیم بن عباس ۔ مورخہ جمادی الاخریٰ سنہ ۲۴۳ھ)

جب یہ خط حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام کو موصول ہوا تو آپؑ نے سامانِ سفر درست کیا اور روانہ ہوئے۔ آپؑ کے ساتھ یحییٰ بن ہرثمہ بھی تھا۔

قطع منازل کرتے ہوئے سر من رائے پہونچے تو متوکل کا حکم ہوا کہ آج داخلے کی اجازت نہیں۔ لہٰذا آپؑ نے خان صعالیک (فقیروں کی سرائے) میں قیام کیا۔

متوکل کا حکم ہوا کہ ایک مکان خالی کر دیا جائے۔

مکان خالی ہوا تو آپؑ اس میں منتقل ہو گئے۔ (اعلام الوریٰ صفحہ ۳۴۸ - ۳۴۷)

• صالح بن سعید سے روایت ہے کہ جس روز حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام وارد سر من رائے ہوئے تو میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میں آپؑ پر قربان، یہ لوگ یہ ارادہ کیے ہوئے ہیں کہ آپؑ کے نور کو بجھا دیں اور آپؑ کی اہمیت کو کم کریں۔ حد ہوگئی کہ ان لوگوں نے آپؑ کو خان صعالیک میں اُتارا جو بدترین سرائے ہے۔

آپؑ نے فرمایا، اے سعید! تم اسی منزل پر ہو؟

اِس کے بعد آپؑ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا، تو یک بیک میں نے خود کو نہایت خوبصورت اور سرسبز باغات میں پایا، جس میں نہریں جاری تھیں، خوشبو میں بسی ہوئی حوریں تھیں، موتی کی طرح روشن رُو (رُخ) غلام تھے۔

یہ دیکھ کر میں حیران رہ گیا، مجھے بڑا تعجب ہوا۔

آپؑ نے فرمایا، اے ابوسعید! تم نے دیکھا؟ یہ ہے ہم لوگوں کا جائے قیام اور اصل

مقام، ہم لوگ خان صعالیک میں نہیں ہیں۔

حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام جب تک سر من رائے میں رہے بظاہر بڑے ہی احترام و اکرام کے ساتھ رہے۔ متوکل اس کوشش میں تھا کہ کوئی حیلہ اور بہانہ ملے، مگر اسے کوئی بہانہ نہ مل سکا۔ اس سے طویل بحثیں اور گفتگوئیں ہوتی رہیں۔ اگر اس سب کو تحریر کیا جائے تو کتاب طویل ہو جائے گی۔

• صقر بن ابی دلف کرخی کا بیان ہے کہ جب متوکل نے سیدنا ابوالحسن حضرت امام علی النقی علیہ السلام کو قید کر دیا تو میں آپؑ کی خیریت معلوم کرنے کے لیے پہونچا۔

زرافی نے جو متوکل کا حاجب تھا ایک نظر میری طرف دیکھا اور حکم دیا۔ انھیں اندر بلالو

میں اندر گیا تو پوچھا، اے صقر کیا حال ہے؟

میں نے کہا، استاد سب خیریت ہے۔

اُس نے کہا، بیٹھ جاؤ۔

اب مجھے اگلی پچھلی باتیں یاد آنے لگیں۔

"میں نے کہا، اس وقت میرا آنا غلط رہا"

تھوڑی دیر میں سب لوگ چلے گئے۔ جب تنہائی ہوئی تو بولا تمھارا کیا حال ہے کیوں آئے ہو؟

میں نے کہا، خیر خبر معلوم کرنے کے لیے آیا ہوں۔

اُس نے کہا، شاید تم اپنے مولا کا حال معلوم کرنا چاہتے ہو؟

میں نے کہا، میرا مولا کون؟ میرے مولا تو امیرالمومنین ہیں۔

اُس نے کہا، خاموش، تمھارا مولا حق پر ہے، ہمیں نہ بہکاؤ۔ میں خود تمھارے مذہب پر ہوں

میں نے کہا، الحمد للہ

اُس نے کہا، کیا تم اُن کی زیارت کرنا چاہتے ہو؟

میں نے کہا، ہاں

اُس نے کہا، بیٹھو ذرا، ایک فرستادہ اُن کے پاس سے واپس آجائے۔

میں بیٹھ گیا۔

جب فرستادہ باہر نکل آیا تو زرافی نے غلام سے کہا، اِن کو اُس حجرے میں پہونچا دو جس میں وہ علوی قید ہے اور پہونچا کر واپس چلے آؤ۔

غلام مجھے اُس حجرے میں لے گیا۔ اُس نے ایک طرف اشارہ کیا۔ میں آگے بڑھا تو دیکھا کہ آپؑ ایک چٹائی پر تشریف فرما ہیں اور آپؑ کے ایک پہلو میں ایک قبر کھدی ہوئی ہے۔

میں نے آپؑ کو سلام کیا،
آپؑ نے جوابِ سلام دیا، اور فرمایا، بیٹھ جاؤ۔
میں بیٹھ گیا۔
پھر آپؑ نے فرمایا، اے صقر! فکر نہ کرو، اس وقت یہ لوگ مجھ کو کوئی گزند نہ پہونچا سکیں گے۔
میں نے کہا، الحمد للہ، پھر عرض کیا، اے میرے سید و سردار! ایک حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی گئی ہے جس کا مطلب سمجھ میں نہ آیا۔
آپؑ نے فرمایا، وہ کون سی حدیث ہے ؟
میں نے عرض کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ
" ایام سے دشمنی نہ کرو، ورنہ وہ بھی تم سے دشمنی کریں گے "
اس حدیث کا کیا مطلب ہے ؟
آپؑ نے ارشاد فرمایا، ہاں، ایام سے مراد ہم لوگ ہیں۔ جب سے یہ زمین و آسمان بنائے گئے ہیں۔ السبت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نامِ نامی ہے اور احد سے کنایہ ہے امیر المومنین علیہ السلام کی طرف، اثنین، سے مراد حسن و حسین علیہما السلام ہیں۔ الثلثا، سے مراد علیؑ ابن الحسینؑ، ومحمدؑ بن علیؑ، و جعفرؑ بن محمدؑ ہیں۔ الاربعاء، سے مراد، موسیٰؑ بن جعفرؑ و علیؑ بن موسیٰؑ، و محمدؑ بن علیؑ اور میں ہوں۔ اور خمیس سے مراد، میرا فرزند حسنؑ بن علی النقی ہے اور جمعہ سے مراد میرے فرزند کا فرزند ہے جس کا گروہ اسی کے پاس جمع ہوگا اور وہی زمین کو عدل وداد سے اس طرح بھرے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوئی ہوگی۔
یہ ہے مفہوم ایام کا، ان سے دنیا میں دشمنی نہ کرو، ورنہ یہ آخرت میں تمھارے دشمن ہوں گے۔
اس کے بعد فرمایا، اچھا خدا حافظ، جاؤ۔ میں تمھیں خطرے سے محفوظ نہیں سمجھتا۔
(معانی الاخبار ص ۱۲۳، اعلام الوری طبرسی ص ۴۱۱)
• ہمدانی نے بھی علی بن ابراہیم سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔ (کمال الدین جلد ۲ ص ۵۵)

(۶) بنی ہاشم کا پاپیادہ جلوس

روایت میں ہے کہ جس سال متوکل قتل ہوا۔ عید الفطر کے دن اس نے حکم دیا کہ سارے بنی ہاشم اس کی سواری کے آگے آگے پاپیادہ چلیں

اُس کا مقصد صرف حضرت ابوالحسن علیہ السلام کو اپنی سواری کے آگے پاپیادہ چلانا تھا۔

چنانچہ بیچارے سارے بنی ہاشم اور اُن ہی کے ساتھ حضرت ابوالحسن علیہ السلام اپنے ایک غلام کے ہاتھ کا سہارا لیے ہوئے چلے تو شمیوں میں سے چند لوگ آپؑ کے سامنے آتے اور عرض کیا؛

یا سیدنا! کیا دنیا میں کوئی ایک بھی ایسا نہیں کہ جس کی دعا اللہ قبول فرمائے اور ہم لوگوں کو اس ظالم سے نجات دلائے؟

آپؑ نے فرمایا، اس دنیا میں ایک شخص ہے جس کا کٹا ہوا ناخن اللہ کے نزدیک ناقۂ صالح (قوم ثمود) سے کہیں زیادہ مکرّم ہے۔ جب ناقہ کو پے کیا گیا اور اس کے بچّے نے اللہ سے فریاد کی تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ۖ ذَٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوبٍ ٥" (سورہ ہود آیت ٦٥)

ترجمہ (تم اپنے گھروں میں تین دن تک مزے لوٹ لو۔ یہ وعدۂ (عذاب) ایسا ہے جسے جھٹلایا نہیں جا سکتا۔)

اس کے بعد متوکل تیسرے ہی دن قتل ہو گیا۔

(۷) = متوکل کے قتل کی پیشگوئی

حسین بن محمد کا بیان ہے کہ جب متوکل نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام کو قید کر کے علی بن کرکر کے حوالے کر دیا۔ تو آپؑ نے فرمایا:

"میں اللہ کے نزدیک ناقۂ صالح سے زیادہ مکرّم ہوں۔ سنو! تم لوگ اپنے گھروں میں تین دن اور عیش کر لو، یہ وعدہ جھوٹا نہیں ہے۔" (ترجمہ سورۃ ہود آیت ٦٥)

دوسرے دن متوکل نے آپؑ کو رہا کر دیا اور معذرت خواہ ہوا، تیسرے دن باغز و تامش و معطون نے متوکل پر حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا اور اُس کی جگہ اس کے بیٹے منتصر کو تختِ خلافت پر بٹھا دیا۔

ابوسالم کی روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ متوکل نے فتح کو حکم دیا کہ ابوالحسن علیہ السلام کو قید کر لو۔

اس کا ذکر اس نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے کیا۔

آپؑ نے فرمایا تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ۖ ذَٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوبٍ

یہ خبر متوکل کو ملی تو اُس نے کہا: تین دن بعد میں خود اُن کو قتل کر دوں گا۔
مگر تیسرے دن متوکل اور فتح دونوں کو قتل کر دیا گیا۔ (مناقب جلد ۴ ص ۴۰۷)

• اعلام الوریٰ میں حسن بن محمد بن جمہور عمی سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ: میرے بھائی حسین بن محمد نے مجھے بتایا کہ میرا ایک دوست تھا جو بغا (ترکی سردار) کے لڑکے کو پڑھاتا تھا، اُس نے بیان کیا کہ دار الخلافہ سے واپس ہوتے ہوئے اسیر نے مجھے بتایا کہ امیر المومنین نے آج ایک شخص کو جسے لوگ ابن الرضا کہتے ہیں قید کر کے علی بن کرکر کے حوالہ کر دیا۔ اور میں نے ابن الرضا کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ میں اللہ کے نزدیک ناقۂ صالح سے زیادہ مکرّم ہوں اور یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے سُنا کہ: تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ •

(سورۂ ہود آیت ۶۵)

ترجمہ: (تم لوگ اپنے گھروں میں تین دن اور رہ لو یہ وعدہ جھوٹا نہیں ہے۔)

اس کے بعد اُنھوں نے نہ کوئی آیت پڑھی اور نہ کوئی بات کی، آخر اس کا کیا مطلب ہوا۔ اس معلم کا بیان ہے کہ میں نے کہا اللہ آپ کے اعزاز کو اور بڑھائے۔ یہ اُنھوں نے عذاب سے ڈرایا ہے۔ دیکھیے تین دن بعد کیا ہوتا ہے؟

دوسرے دن امیر المومنین نے ابن الرضا کو رہا کر دیا اور معذرت خواہ ہوا۔ جب تیسرا دن آیا تو یاغز و مطعون و تامش اور اُن کے ساتھ ایک گروہ نے متوکل پر حملہ کر کے اُسے قتل کر دیا اور اُس کی جگہ اُس کے بیٹے منتصر کو خلیفہ بنا دیا۔

(۸) متوکل کے لیے بددُعا

ابو روح نسائی سے روایت ہے اُس کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے متوکل کے لیے بددُعا فرمائی پہلے حمد و ثنائے الٰہی بجا لائے۔ پھر فرمایا: "پروردگارا! میں اور فلاں شخص تیرے بندوں میں سے دو بندے ہیں . . . . . آخر دعا تک"

راوی کا بیان ہے کہ میں نے اس دعا کو ایک دوسرے سلسلۂ اسناد سے پایا ہے اور وہ یہ ہے کہ: زرافہ حاجبِ متوکل جو ایک مردِ شیعہ تھا، کا بیان ہے کہ متوکل کو فتح بن خاقان سے بہت اُنس تھا اُسے وہ تمام لوگوں بلکہ اپنے تمام اعزار، واقارب اور اہل وعیال سے زیادہ تقرب دیے ہوئے تھا۔ ایک مرتبہ اُس نے ارادہ کیا کہ لوگوں کو دکھا دے کہ فتح بن خاقان کی منزلت میرے نزدیک کیا ہے۔ اِس لیے اُس نے تمام اہل مملکت کے اشراف، اپنے خاندان، اپنے وزراء، اُمراء، سردارانِ لشکر،

فوج اور تمام ذی وجوہ اشخاص کو حکم دیا کہ بہترین لباس میں پوری زیب و زینت کے ساتھ آئیں اور جلوس میں ہمارے اور فتح بن خاقان کی سواری کے آگے آگے پا پیادہ چلیں، کوئی شخص سواری پر نہ ہوگا، صرف ہم اور فتح بن خاقان سواری پر ہوں گے۔ (یہ واقعہ سر من رائے کا ہے)

لوگ مجبوراً آئے اور حسب مراتب ان دونوں کی سواری کے آگے آگے پا پیادہ چلنے لگے وہ دن سخت گرمی کا تھا، اور اشراف سادات کے گروہ میں حضرت ابوالحسن علیؑ بن محمدؑ بھی تھے۔ اور گرمی و زحمت کی وجہ سے آپؑ کو سخت مشقت برداشت کرنی پڑی۔

زرافہ کا بیان ہے کہ میں آپؑ کو دیکھ کر آپؑ کی طرف بڑھا، اور عرض کیا: اے میرے سید و سردار! جو مشقت اور زحمت اس ظالم و سرکش کے ہاتھوں آپؑ کو اٹھانی پڑ رہی ہے۔ یہ خدا کی قسم بیحد شاق ہے۔ یہ کہہ کر میں نے آپؑ کو اپنے ہاتھوں کا سہارا دیا۔

آپؑ نے فرمایا، اے زرافہ! اللہ کے نزدیک ناقہ صالح مجھ سے زیادہ مکرم اور عظیم القدر نہ تھا۔ میں مسلسل آپؑ سے مسائل دریافت کرتا اور استفادہ کرتا رہا، یہانتک کہ متوکل اپنی سواری سے اُترا اور لوگوں کو حکم دیا کہ اب واپس جائیں۔

میں نے سب لوگوں کی سواریاں حاضر کیں اور سب لوگ اپنی اپنی سواریوں پر سوار ہو کر اپنے گھر گئے۔ میں نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام کا بغلہ بھی آپؑ کے سامنے حاضر کیا۔ آپؑ اُس پر سوار ہو کر چلے تو میں بھی اپنی سواری پر سوار ہو کر آپؑ کو گھر تک پہونچانے گیا۔

گھر پہونچ کر آپؑ سواری سے اُترے اور مجھے رخصت کیا۔ میں واپس آیا۔ میرے بیٹے کا ایک اُستاد تھا جو شیعہ اور اہل علم و فضل میں سے تھا۔

میری عادت تھی کہ کھانے کے وقت اُس کو بھی اپنے ساتھ کھانے پر بُلا لیا کرتا تھا۔ وہ کھانے پر آیا تو گفتگو چھڑی، متوکل اور فتح کے جلوس کی کیفیت، اشراف اور ذی قدر لوگوں کا ان دونوں کی سواری کے آگے پا پیادہ چلنا۔ پھر میں نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام کو جس حال میں دیکھا اور جو کچھ اُن سے سُنا، وہ بھی بیان کیا۔ کہ:

آپؑ نے فرمایا: "ناقہ صالح اللہ کے نزدیک مجھ سے عظیم القدر نہیں"

وہ اُستاد اُس وقت میرے ساتھ کھانا کھا رہا تھا، یہ سنتے ہی اُس نے ہاتھ روک لیا، اور کہنے لگا، تمھیں خدا کی قسم سچ بتاؤ کیا تم نے واقعاً اُن کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے؟

میں نے کہا، واللہ میں نے اُن کو یہی کہتے ہوئے سُنا ہے۔

اُس نے کہا، اگر ایسا ہے تو پھر جان لو کہ اب متوکل اپنی مملکت میں تین دن سے زیادہ نہیں رہ سکتا، وہ ہلاک ہو جائے گا۔ لہٰذا آپ اپنے اُمور کو دیکھ بھال لیں اور اپنے اموال و املاک کو محفوظ کر لیں۔

کہیں ایسا نہ ہو ناگہانی طور پر وہ ہلاک ہو جائے اور تمھارا سارا مال وغیرہ تباہ ہو جائے، اس حادثے کی وجہ سے یا اور کسی سبب سے۔

میں نے کہا، یہ سب باتیں تم کہاں سے کہہ رہے ہو۔؟

اُستاد نے کہا، کیا تم نے قرآن میں نہیں پڑھا ہے قصۂ صالح میں ہے:

تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ۝

(سورہ ھود آیت ۶۵)

اور یہ ممکن نہیں کہ امامؑ نے جو فرمایا ہے وہ غلط ہو جائے۔

زراقہ کا بیان ہے کہ خدا کی قسم تیسرا دن آتے ہی منتصر نے متوکل پر حملہ کر دیا اُس کے ساتھ ترکی سردار اور غلام، متوکل و فتح بن خاقان دونوں کو ایسا قتل کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا کہ ایک دوسرے کی لاش میں امتیاز نہ رہ گیا، اُس کی حکومت و سلطنت ختم ہو گئی۔ پھر میں حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام سے ملا، اور یہ بھی بتایا کہ اُستاد نے مجھ سے کیا کہا تھا۔

آپؑ نے فرمایا، اُس نے سچ کہا تھا۔ بات یہ ہے کہ جب مجھ پر ظلم اس حد تک بڑھ گیا تو میں نے اپنے آباء کرام کے موروثی خزانے کو دیکھا، اس میں سے ایک دُعا نکالی جس کا نام ہے مظلوم کی بددُعا ظالم کے برخلاف۔ یہ دعا تمام اسلحوں اور ڈھالوں وغیرہ سے کہیں زیادہ مؤثر او زود اثر ہے۔ میں نے یہ دعا پڑھ کر اس کے لیے بددُعا کی۔ اللہ نے اسے ہلاک کر دیا۔

میں نے عرض کیا، اے میرے سید و سردار اگر مناسب ہو تو وہ دُعا مجھے بھی تعلیم فرمادیں۔

آپؑ نے مجھے وہ دعا تعلیم فرمادی۔ (مہج الدعوات ص ۲۳۰-۲۳۲)

⑨ ═ آپؑ کے قتل میں کون شریک تھا

کتاب اقبال الاعمال میں ماہِ رمضان کی دُعاؤں میں ہے کہ "پروردگارا! تو اُس پر دُہرا عذاب نازل فرما، جو امامؑ کے خون بہانے میں شریک تھا۔" (اور وہ متوکل تھا)

⑩ ═ صلۂ رحمی

ابراہیم بن محمد طاہری سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ متوکل مرضِ دُنبل میں مبتلا ہوا، اور مرنے کی نوبت آگئی۔ کسی میں اتنی جرأت نہ تھی کہ اس دُنبل پر نشتر لگائے۔ اُس کی ماں نے نذر مانی کہ اگر یہ اچھا ہو گیا تو میں حضرت ابوالحسن علی بن محمد علیہ السلام کی خدمت

ہیں اپنی ذاتی ملکیت سے ایک معتدبہ (مالِ کثیر) بطور نذرانہ پیش کروں گی۔
اور فتح بن خاقان نے کہا، آپ اس مرد (یعنی ابوالحسن علیہ السلام) کے پاس آدمی بھیج کر کہلائیں، ممکن ہے اُن کے پاس ایسی کوئی چیز ہو کہ اللہ اس سے آپ کو شفا عطا فرمادے
متوکل نے کہا، اچھا، آدمی بھیج دو۔
آدمی گیا اور واپس آیا۔
اُس نے کہا، آپؑ نے فرمایا ہے کُسبِ الغنم (بکری کی مینگنی) کو عرقِ گلاب میں ملاکر نیم گرم کرکے دُنبل پر رکھ دو، انشاء اللہ شفا ہوگی۔
یہ سن کر متوکل کے پاس جو لوگ بیٹھے تھے ہنسنے لگے۔
فتح نے کہا، اس میں حرج ہی کیا ہے، اِس کا بھی تجربہ کرلیا جائے۔ بخدا مجھے تو اُمیدِ واثق ہے کہ اس سے ضرور فائدہ ہوگا۔
الغرض کُسبِ الغنم اور عرقِ گلاب منگوایا گیا اور اسے نیم گرم کرکے دُنبل پر رکھ دیا گیا، تھوڑی ہی دیر میں دُنبل پھٹ گیا اور اندر کا سارا فاسد مادّہ (مواد) خارج ہوگیا۔
متوکل کی ماں کو متوکل کی صحت کی خوشخبری سُنائی گئی۔ اُس نے حضرت ابوالحسنؑ کی خدمت میں دس ہزار دینار بھیجے اور متوکل کا مرض بالکل دور ہوگیا۔

حضرت محمد حنفیہؒ کی اولاد کی جرأت و دلیری

کتاب الاستدراک میں
ابنِ قولویہ نے اپنے اسناد کے ساتھ محمد بن العلاء السراج سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ مجھ سے بختری نے بیان کیا کہ میں مقام منبج میں متوکل کے پاس تھا کہ اولادِ محمد ابن حنفیہ میں سے ایک شیریں چشم وخوش پوشاک شخص حاضر کیا گیا، اس پر کوئی اتہام لگایا گیا تھا۔ اُس کو متوکل کے سامنے کھڑا کیا گیا، لیکن اس نے اُس جوان کی طرف توجہ نہ دی اور فتح بن خاقان سے مصروفِ گفتگو رہا
اس جوان کو جب کھڑے کھڑے بہت دیر ہوگئی اور متوکل نے اس کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھا تو وہ جوان بولا: اے امیرالمومنین! اگر آپ نے مجھ کو ادب سکھانے کے لیے بُلایا ہے، تو یہ آپ خود خلافِ ادب کر رہے ہیں اور اگر اس لیے بلایا ہے کہ آپ نے جو یہ اوباشوں کا مجمع لگایا ہوا ہے ان کے سامنے میرے گھر والوں کی توہین کریں، تو یہ آپ کرچکے اور لوگوں کو معلوم ہوچکا۔
متوکل نے کہا، اے حنفی جوان! خدا کی قسم اگر مجھے صلۂ رحم اور رشتہ داری کا پاس نہ ہوتا، اگر میرا ضبط و تحمل مجھے نہ روکتا تو ابھی تیری زبان اپنے ہاتھ سے کھینچ لیتا، تیرا سر تیرے جسم سے

جدا کر دیتا، اس گستاخی پر تو اگر تیرا باپ محمد بھی ہوتا تو اسے بھی نہ بخشتا۔

اس کے بعد متوکل فتح کی طرف متوجہ ہوا اور بولا: کیا تم نہیں دیکھتے کہ ابوطالبؑ کی اولاد کی طرف سے ہم لوگوں کو کیا کچھ نہیں سہنا پڑتا۔ حسنی یہ چاہتے ہیں کہ وہ عزت کا تاج جو اللہ نے ہم لوگوں کے سر پر رکھا ہے، ہم سے چھین کر خود پہن لیں، حسینی چاہتے ہیں کہ اللہ نے جو نعمتیں ہم پر نازل کی ہیں، ان میں رخنہ ڈالیں۔ (اور)

محمد بن حنفیہ کی اولاد یعنی حنفی اپنی جہالت کی وجہ سے ہماری تلواروں کو اپنے خون سے رنگیں کرنا چاہتے ہیں۔

اس جوان حنفی نے کہا، تم نے کب تحمل وضبط سے کام لیا ہے اور ہمارے خاندان پر تم نے کونسا رحم کیا۔ وہ فدک جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ورثہ میں ملا تھا اُسے تم لوگ ہضم کر گئے، اس کا وارث ابو حرملہ بن بیٹھا۔ اور تم نے میرے پدر بزرگوار محمدؒ کا جو ذکر کیا ہے تو سنو! اللہ اور اُس کے رسولؐ نے اُن کو جو بلند منزلت اور عزت دی اسے تم پست نہیں کر سکتے جو شرف ملا ہے تم اسے کم نہیں کر سکتے۔ تمھاری تو مثال ایسی ہے جیسے کسی شاعر نے کہا ہے:

ترجمہ شعر: ”تمھیں اپنی نگاہیں نیچی رکھنی چاہئیں، اس لیے کہ تم قبیلۂ نمیر سے ہو نہ تم بنی کعب میں سے ہو، نہ بنی کلاب میں سے۔“

اس کے بعد اس جوان نے اپنے دونوں پاؤں پھیلا دیے اور کہا، دیکھ، یہ پاؤں تیری قید کے لیے حاضر ہیں، یہ میری گردن تیری تلوار کے لیے موجود ہے، میرے قتل کا گناہ بھی اپنے ذمے لیلے۔ اور اس مظلمہ کا بوجھ بھی اپنے سر پر اُٹھالے اگر تو ایسا کرے گا تو یہ کوئی پہلا ظلم نہ ہوگا۔ اس سے پہلے تو اور تیرے اسلاف بہت کچھ کر چکے ہیں۔ اللہ تعالے فرماتا ہے:

قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى (سورہ شوریٰ آیت ۲۳)

ترجمہ:۔ (کہدو اے رسول!) میں تم سے اس کا (رسالت کا) اجر کچھ بھی نہیں مانگتا، مگر اقربا کی محبت (چاہتا ہوں)

مگر خدا کی قسم تو نے رسولؐ کے سوال کو رد کر دیا اور رسولؐ کے قرابتداروں کو چھوڑ کر دوسروں سے مودّت ومحبّت کرنے لگا۔ خیر تھوڑے ہی عرصہ میں جب تو حوضِ کوثر کی طرف شدّتِ عطش سے لپکے گا تو میرے جدِ بزرگوار (علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام) تجھے وہاں سے مار بھگائیں گے اور تجھے ہرگز اس کے قریب بھی نہ پھٹکنے دیں گے۔

یہ سن کر متوکل رونے لگا، اٹھا اور اپنی کنیزوں کے محل میں چلا گیا۔ دوسرے دن اس جوان کو پھر بلایا اور بہت کچھ انعام واکرام دے کر اسے رہا کر دیا۔ (کتاب الاستدارک)

(۱۱) یَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْہِ کی تفسیر

کتاب الاستدارک

میں اپنے اسناد کے ساتھ یہ روایت بھی ہے کہ ایک مرتبہ متوکل سے لوگوں نے کہا کہ: حضرت ابوالحسن، امام علی بن محمدؑ علیہ السلام، قرآن مجید کی ان دو آیتوں: "وَیَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْہِ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا ○ یٰوَیْلَتٰی لَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا ○ (سورۃ الفرقان آیت ۲۷-۲۸)

ترجمہ: (اور اُس دن ظالم (مارے افسوس کے) اپنے ہاتھ کاٹے گا۔ اور کہے گا، ہائے افسوس مجھ پر، کاش میں نے اَلرَّسُوْلؐ کے ساتھ راہ اختیار کی ہوتی۔

(ترجمہ آیت ۲۸) ہائے افسوس، کاش، میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔)

کے متعلق تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اوّل و ثانی ہیں۔

متوکل نے کہا، پھر کیا کیا جائے؟

لوگوں نے کہا، ایسا کیجیے کہ تمام لوگوں کو جمع کیجیے اور ان کے سامنے ان سے ان آیات کی تفسیر دریافت کیجیے، اگر انھوں نے یہی تفسیر بیان کی تو مجمع خود اُن سے سمجھ لے گا اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور تفسیر بیان کی تو پھر وہ اپنے اصحاب کے سامنے رسوا ہوں گے۔

راوی کا بیان ہے کہ اس نے تمام قاضیوں کو بنی ہاشم اور والیوں کو بلایا، اور اُن کے سامنے ان آیتوں کی تفسیر حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے پوچھی۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں فُلَانًا کہہ کر از روئے احسان ان کی پردہ پوشی کی ہے۔ کیا امیر المومنین یہ چاہتے ہیں کہ جس کی پردہ پوشی اللہ نے کی ہے، آپ اُن کے پردہ کو چاک اور ان کے راز کو فاش کریں۔

متوکل نے کہا، نہیں، میں ہرگز یہ نہ چاہوں گا۔ (کتاب الاستدارک)

(۱۲) اپنے والد کے جنازے پر گریبان چاک کرنے کا جواز

ابراہیم بن خضیب انباری کا بیان ہے کہ ابوعون ابرش نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو خط میں تحریر کیا کہ آپؑ نے جو اپنے پدر بزرگوار حضرت امام

جدا کر دیتا، اس گستاخی پر تو اگر تیرا باپ محمد بھی ہوتا تو اسے بھی نہ بخشتا۔

اس کے بعد متوکل فتح کی طرف متوجہ ہوا اور بولا: کیا تم نہیں دیکھتے کہ ابوطالب کی اولاد کی طرف سے ہم لوگوں کو کیا کچھ نہیں سہنا پڑتا۔ حسنی یہ چاہتے ہیں کہ وہ عزت کا تاج جو اللہ نے ہم لوگوں کے سر پر رکھا ہے، ہم سے چھین کر خود پہن لیں، حسینی چاہتے ہیں کہ اللہ نے جو نعمتیں ہم پر نازل کی ہیں، ان میں رخنہ ڈالیں۔ (اور)

محمد بن حنفیہ کی اولاد یعنی حنفی اپنی جہالت کی وجہ سے ہماری تلواروں کو اپنے خون سے رنگین کرنا چاہتے ہیں۔

اس جوان حنفی نے کہا، تم نے کب تحمل وضبط سے کام لیا ہے اور ہمارے خاندان پر تم نے کونسا رحم کیا۔ وہ فدک جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ورثہ میں ملا تھا اسے تم لوگ ہضم کر گئے، اس کا وارث ابوحرملہ بن بیٹھا۔ اور تم نے میرے پدرِ بزرگوار محمدؐ کا جو ذکر کیا ہے تو سنو! اللہ اور اس کے رسولؐ نے ان کو جو بلند منزلت اور عزت دی اسے تم پست نہیں کر سکتے جو شرف ملا ہے تم اسے کم نہیں کر سکتے۔ تمھاری تو مثال ایسی ہے جیسے کسی شاعر نے کہا ہے:

ترجمہ شعر: "تمھیں اپنی نگاہیں نیچی رکھنی چاہئیں، اس لیے کہ تم قبیلۂ نمیر سے ہو، نہ تم بنی کعب میں سے ہو، نہ بنی کلاب میں سے۔"

اس کے بعد اس جوان نے اپنے دونوں پاؤں پھیلا دیے اور کہا، دیکھ، یہ پاؤں تیری قید کے لیے حاضر ہیں، یہ میری گردن تیری تلوار کے لیے موجود ہے، میرے قتل کا گناہ بھی اپنے ذمے لیلے۔ اور اس مظلمہ کا بوجھ بھی اپنے سر پر اٹھا لے اگر تو ایسا کرے گا تو یہ کوئی پہلا ظلم نہ ہوگا۔ اس سے پہلے تو اور تیرے اسلاف بہت کچھ کر چکے ہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى (سورہ شوریٰ آیت ۲۳)

ترجمہ:۔ (کہدو اے رسول!) میں تم سے اس کا (رسالت کا) اجر کچھ بھی نہیں مانگتا، مگر اقربا کی محبت (چاہتا ہوں)

مگر خدا کی قسم تو نے رسولؐ کے سوال کو رد کر دیا اور رسولؐ کے قرابتداروں کو چھوڑ کر دوسروں سے مودت و محبت کرنے لگا۔ خیر تھوڑے ہی عرصہ میں جب تو حوضِ کوثر کی طرف شدتِ عطش سے لپکے گا تو میرے جدِ بزرگوار (علی ابن ابی طالب علیہ السلام) تجھے وہاں سے مار بھگائیں گے اور تجھے ہرگز اس کے قریب بھی نہ پھٹکنے دیں گے۔

یہ سن کر متوکل رونے لگا، اٹھا اور اپنی کنیزوں کے محل میں چلا گیا۔ دوسرے دن اس جوان کو پھر بلایا اور بہت کچھ انعام و اکرام دے کر اسے رہا کر دیا۔ (کتاب الاستدراک)

(۱۱) یوم یعض الظالم علی یدیہ کی تفسیر

کتاب الاستدارک

میں اپنے اسناد کے ساتھ یہ روایت بھی ہے کہ ایک مرتبہ متوکل سے لوگوں نے کہا کہ: حضرت ابوالحسن، امام علی بن محمدؑ علیہ السلام، قرآن مجید کی اِن دو آیتوں: "وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا ۝ يَا وَيْلَتَىٰ لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا ۝ (سورۃ الفرقان آیت ۲۷-۲۸)

ترجمہ: (اور اُس دن ظالم (مارے افسوس کے) اپنے ہاتھ کاٹے گا۔ اور کہے گا، ہائے افسوس مجھ پر، کاش میں نے اَلرَّسُوْلؐ کے ساتھ راہ اختیار کی ہوتی۔

(ترجمہ آیتؐ) ہائے افسوس، کاش، میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔)

کے متعلق تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اوّل وثانی ہیں۔

متوکل نے کہا، پھر کیا کیا جائے؟

لوگوں نے کہا، ایسا کیجیے کہ تمام لوگوں کو جمع کیجیے اور ان کے سامنے ان سے ان آیات کی تفسیر دریافت کیجیے، اگر اُنھوں نے یہی تفسیر بیان کی تو مجمع خود اُن سے سمجھ لے گا اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور تفسیر بیان کی تو پھر وہ اپنے اصحاب کے سامنے رسوا ہوں گے۔

راوی کا بیان ہے کہ اس نے تمام قاضیوں کو بنی ہاشم اور والیوں کو بلایا، اور اُن کے سامنے ان آیتوں کی تفسیر حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے پوچھی۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالٰے نے ان آیات میں فُلَانًا کہہ کر از روئے احسان ان کی پردہ پوشی کی ہے۔ کیا امیر المومنین یہ چاہتے ہیں کہ جس کی پردہ پوشی اللہ نے کی ہے، آپ اُن کے پردہ کو چاک اور ان کے راز کو فاش کریں۔

متوکل نے کہا، نہیں، میں ہرگز یہ نہ چاہوں گا۔ (کتاب الاستدارک)

(۱۲) اپنے والد کے جنازے پر گریبان چاک کرنے کا جواز

ابراہیم بن خضیب انباری کا بیان ہے کہ ابوعون ابرش نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو خط میں تحریر کیا کہ آپؑ نے جو اپنے پدر بزرگوار حضرت امام

ابوالحسن علیہ السلام کے جنازے پر گریبان چاک کیا، اسے لوگ بُرا تصور کر رہے ہیں۔

آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا، اے احمق! تجھ کو اس سے کیا مطلب۔ کان کھول کر سُن! حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی حضرت ہارون کی موت پر گریبان چاک کیا تھا۔

اچھا، اب اور سُن لے، کہ کچھ لوگ مومن پیدا ہوتے ہیں اور ساری زندگی مومن ہی رہتے ہیں اور مومن ہی مر جاتے ہیں۔ کچھ لوگ کافر پیدا ہوتے ہیں اور ساری زندگی کافر ہی رہتے ہیں اور کافر ہی مر جاتے ہیں۔ کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جو مومن پیدا ہوتے ہیں اور زندگی بھر مومن ہی رہتے ہیں مگر مرتے وقت کافر ہو جاتے ہیں، اور تو اُس وقت تک نہ مرے گا جبتک کافر نہ ہو جائے اور تیری عقل سلب کر لی جائے گی۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ آپؑ نے فرمایا تھا۔ مرنے سے پہلے اس کی عقل زائل ہو چکی تھی، بہکی بہکی باتیں کرتا اور امامیہ (اصول وغیرہ) کی رد کرتا، اس بنا پر اس کے لڑکے نے اُسے مکان میں بند کر دیا اور لوگوں سے ملنے کو روک دیا، پھر اسی حال میں وہ مر گیا۔

(رجال الکشی ص ۴۸۰)

بحار الانوار

باب ۵

اولادِ امام علیہ السلام
اور
حالاتِ جعفرِ کذّاب

ANSAR

(۱) اولادِ امام علی النقی علیہ السلام

کتاب اعلام الوریٰ اور کتاب الارشاد میں ہے کہ حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام نے اپنی اولاد میں اپنے فرزند ابو محمد حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو چھوڑا، جو آپ کے بعد درجۂ امامت پر فائز ہوئے۔ نیز، حسینؑ، محمدؑ و جعفر کو چھوڑا، ایک دختر عائشہ نام کی چھوڑی۔

• کتاب مناقب میں مرقوم ہے کہ حضرت امام علی النقی علیہ السلام کی اولاد یہ تھی۔ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام اور حسینؑ و محمدؑ و جعفر کذاب اور ایک دختر جن کا نام علیہ تھا۔ (مناقب آلِ ابی طالب جلد ۴ صفحہ ۴۰۲)

(۲) جعفر کا کردار برادرانِ یوسفؑ جیسا

کُلَینی نے اسحاق بن یعقوب سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے محمد بن عثمان عمری سے درخواست کی کہ وہ میرا عریضہ امامِ عصر عجل اللہ فرجہ تک پہونچا دیں، جس میں، میں نے اپنے مشکل مسائل تحریر کر دیے ہیں۔ اس کے جواب میں مولانا صاحب الزمانؑ علیہ السلام کے دستِ مبارک کی تحریر آئی

"اللہ تمھیں ہدایت دے اور اس ہدایت پر ثابت قدم رکھے۔ تم نے میرے اہلِ خاندان اور میرے بنی عم میں سے جو لوگ میری امامت اور میرے وجود کے منکر ہیں، کے متعلق سوال کیا ہے تو تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان کسی کی نہ قرابت ہے اور نہ آپس میں کوئی رشتہ داری ہے۔ جس نے مجھ سے انکار کیا وہ مجھ سے نہیں ہے، اس کا حال بالکل پسرِ نوحؑ کا سا ہے۔ اب رہ گیا میرے چچا جعفر کا کردار، تو اُن کا کردار بالکل برادرانِ یوسفؑ جیسا ہے۔"

(غیبتہ شیخ صفحہ ۱۸۸، احتجاج طبرسی صفحہ ۱۶۳)

(۳) جعفر کذّاب کا امامِ عصرؑ کی تفتیش پر مقرر ہونا

ابو خالد کابلی سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت علی ابن الحسینؑ امام زین العابدین علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپؑ کے بعد امام اور حجّتِ خدا کون ہیں۔؟

آپؑ نے فرمایا، میرا فرزند محمدؑ جن کا نام توریت میں باقر ہے جو علم کو کما حقہٗ شگافتہ کرے گا۔ وہی میرے بعد حجتِ خدا اور امام ہوں گے۔ اور محمدؑ کے بعد ان کے فرزند جعفرؑ امام ہوں گے جن کا نام اہلِ آسمان میں صادقؑ ہے۔

میں نے عرض کیا، مولا، یہ فرمائیں کہ انہی کا نام صادق کیوں ہے؟ حالانکہ آپؑ سب ہی حضرات (ائمہ) صادق ہیں۔

آپؑ نے فرمایا، سنو! میرے پدرِ بزرگوار نے مجھ سے بیان فرمایا، اور اُن سے اُن کے پدرِ بزرگوار نے اور اُن سے جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرا فرزند جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالب، جب پیدا ہو، تو اس کا نام صادق رکھو، اِس لیے کہ اس کی اولاد میں سے پانچویں پُشت میں ایک شخص پیدا ہوگا جس کا نام جعفر ہوگا وہ اللہ پر جھوٹ باندھتے اور جسارت کرتے ہوئے دعوئے امامت کرے گا، مگر وہ اللہ کے نزدیک جعفر کذّاب ہوگا۔ اللہ پر افترا طرازی کرے گا، وہ ایسی چیز کا دعوٰی کرے گا جس کا وہ اہل نہیں ہوگا، وہ اپنے پدرِ بزرگوار کا مخالف ہوگا، اپنے بھائی سے حسد کرے گا اور ولی الٰھی کی غیبت کے وقت سِرِّ الٰھی کو افشاء کرنا چاہے گا۔"

یہ فرماکر حضرت علی ابن الحسینؑ علیہ السلام نے گریہ فرمایا اور شدید گریہ فرمایا:

پھر فرمایا، گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ اس جعفر کذّاب کو اس زمانہ کے ظالم و جابر بادشاہ نے اس امر پر مقرّر کیا ہے کہ وہ اُس ولیٔ خدا (ولی عصرؑ) اور اللہ کی حفاظت کے ساتھ پردۂ غیب میں رہنے والے کی کھوج لگائے۔ یہ اُنؑ کی ولادت سے ناواقف ہوگا اور اگر مل جائیں تو انھیں قتل کر دے تاکہ اس کے باپ کی میراث اسے ملے۔ (احتجاج ص ۱۷۳)

(۴) جعفر کذّاب کے متعلق توقیعِ امامِ عصرؑ (عج ف)

سعد بن عبد اللہ اشعری نے شیخ صدوقؒ احمد بن اسحاق ابن سعد اشعری سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ ہمارے

اصحاب میں سے ایک شخص نے ہمیں آکر یہ بتایا کہ جعفر (کذاب) بن علی النقی نے اس کے پاس ایک خط بھیجا ہے جس میں اس نے اپنا تعارف کرایا ہے اور یہ بتایا ہے کہ اپنے بھائی (امام حسن عسکری علیہ السلام) کے بعد میں قیّم ہوں۔ میرے پاس ہر حلال و حرام شے کا علم ہے بلکہ اس کے علاوہ وہ تمام علوم میرے پاس ہیں جن کی ضرورت پڑا کرتی ہے۔

احمد بن اسحاق (شیخ صدوق علیہ الرحمہ) کا بیان ہے کہ جب میں نے اس کا خط پڑھا تو ایک عریضہ حضرت صاحب الزمان علیہ السلام کی خدمت میں لکھا اور جعفر (کذّاب) کا یہ خط بھی اپنے عریضے کے اندر رکھ کر آپؑ کے پاس روانہ کیا۔ اس کا جواب یہ آیا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: اللہ تمھیں باقی رکھے، تمھارا خط ملا اور اس کے ساتھ وہ خط بھی جو اس میں رکھا ہوا تھا۔ اور جو کچھ اس میں لکھا ہوا ہے اس پر مطلع ہوا۔ جس کے الفاظ میں اختلاف اور مکرّر غلطیاں ایسی ہیں کہ اگر تم نے اُن پر غور کیا ہوتا تو میری طرح تم کو بھی ان غلطیوں کا علم ہو جاتا۔

سنو! اللہ نے یہ طے کر لیا ہے کہ حق کو اتمام تک پہونچا کر اور باطل کو مٹا کر رہے گا، اور جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس پر وہ خود شاہد ہے اور قیامت کے دن جس کے آنے میں کوئی شک نہیں، جب ہم سب لوگ جمع ہوں گے تو جس میں ہم لوگ اختلاف کر رہے ہیں اس کے متعلق سوال ہوگا۔ اللہ نے اس خط کے لکھنے والے "جعفر کذّاب" کو مکتوب الیہ پر یا تم پر یا مخلوقات میں سے کسی پر، نہ امام بنایا ہے اور نہ اس کی اطاعت فرض کی ہے۔ میں اس کی تھوڑی سی وضاحت کروں گا جو انشاء اللہ تمھارے لیے کافی ہوگی۔

اے عریضہ بھیجنے والے! اللہ تم پر رحم کرے واضح ہو کہ اللہ نے کسی کو عبث اور بیکار نہیں پیدا کیا ہے اور نہ کسی کو بیکار چھوڑ دیا ہے بلکہ انھیں اپنی قدرت سے پیدا کیا اور انھیں کان، آنکھ، دل اور عقل و سمجھ عطا فرمائی، پھر اُن کے پاس انبیاء بھیجے جنھوں نے آکر انھیں بشارتیں دیں، اُنھیں عذاب سے ڈرایا، اُنھیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حکم دیا، اور اُس کی نافرمانی سے منع کیا، اور یہ لوگ اپنے خالق اور اپنے دین کی جن باتوں سے ناواقف تھے، وہ بتلائیں۔ اللہ نے اُن انبیاء پر کتابیں نازل فرمائیں اُن کے پاس فرشتے بھیجے اور کھلے ہوئے دلائل و براہین اور غالب ہونے والے معجزات دیکر اُن انبیاء میں اور دیگر لوگوں میں اپنے فضل و کرم سے فرق واضح فرما دیا۔

اُن میں سے کسی کے لیے آگ کو برداً و سلاماً (ٹھنڈا) کر دیا اور اُسے اپنا خلیل

بنا لیا، کسی سے (کوہ طور پر) کلام کیا، اور ان کے عصا کو اژدہا بنا دیا، کوئی اللہ کے حکم سے مُردوں کو زندہ کرتا، بیماروں کو شفا دیتا، کسی کو اُس نے طائروں کی بولی سکھا دی اور ہر شے عطا فرما دی، اور سب سے آخر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا اُن پر اپنی نعمت کو تمام کیا اور سلسلۂ رسالت کو ختم کیا اور اُن کی سچائی کو جس طرح ظاہر کیا، ان کی آیات و علامات و معجزات کو جس طرح واضح کیا، وہ سب کو معلوم ہے، پھر وہ قابلِ تعریف، بے مثل و باسعادت زندگی بسر کر کے دنیا سے اُٹھے، اللہ نے اُن کی قبضِ روح فرمائی۔

آپؐ کے بعد یہ امرِ ہدایت آپؐ کے بھائی، آپؐ کے ابنِ عم، آپؐ کے وصی اور آپؐ کے وارث علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کے سپرد ہوا، اور اُن کے بعد اُن کی اولاد میں جتنے اوصیاء تھے یکے بعد دیگرے یہ عہدہ ان کے سپرد ہوتا گیا۔ اللہ نے اُن حضرات کے ذریعے سے اپنے دین کو زندہ رکھا، اپنے نور کو تمام کرتا رہا، پھر اُن کے اوصیاء کے اور اُن کے بھائیوں، اُن کے بنی اعمام، اُن کے اقرباء اور اُن کے رشتے داروں کے درمیان واضح فرق رکھا، تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ حجتِ خدا کون ہے محجوج کون ہے، امام کون ہے، ماموم کون ہے اور وہ اس طرح کہ اُن اوصیاء کو معصوم بنایا اُنھیں گناہوں محفوظ رکھا، ہر طرح کے عیب سے دور رکھا، ہر طرح گندگی و آلودگی سے پاک رکھا، اُنھیں اپنے علم کا مخزن اپنی حکمت کا امانت دار اور اپنا محرمِ راز بنایا اور دلائل و براہین سے اُن کی تائید و مدد کی، اگر ایسا نہ ہوتا تو تمام لوگ برابر نظر آتے اور ہر شخص امرِ الٰہی اور عہدۂ خداوندی کا دعویدار ہوتا، اور اس کی شناخت نہ ہو سکتی کہ حق کیا ہے، باطل کیا ہے، عالم کون ہے جاہل کون ہے؟

چنانچہ اس مبطل (جعفر کذّاب) نے جو دعویٰ کیا ہے وہ باطل اور بالکل جھوٹا ہے۔ یہ اس کا دعویٰ کرنا، اللہ پر اتہام ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ کیسے اُمید رکھتا ہے کہ اپنے دعوے کو ثابت کر سکے گا، کیا اُسے تفقہ فی الدین (دینی معلومات) ہے؟ خدا کی قسم اسے یہ بھی نہیں معلوم کہ حلال کیا ہے، حرام کیا ہے، غلط کیا ہے، صحیح کیا ہے؟ کیا اس کے پاس علم ہے؟ نہیں، نہ وہ حق و باطل میں فرق جانتا ہے نہ محکم و متشابہ میں امتیاز کر سکتا ہے۔ بلکہ حد یہ ہے کہ وہ حدودِ نماز اور اس کے اوقات سے بھی نابلد ہے، کیا اس کے پاس ورع و تقویٰ ہے؟ اللہ شاہد ہے کہ اُس نے نمازِ فریضہ کو چالیس دن تک محض اس خیال سے ترک کیے رکھا کہ اُسے جادو اور شعبدہ بازی آ جائے گی، اور

شاید اس کی خبر تم لوگوں تک بھی پہونچی ہو۔

سنو! اُس کے گھر میں ظروفِ مُسکرہ (شراب کے برتن) رکھے ہوئے ہیں جو اللہ کی نافرمانی اور اُس کے عصیان کی کھلی ہوئی دلیل ہیں۔ کیا اس کے پاس کوئی معجزہ اور نشانی ہے؟ اگر ہے تو وہ پیش کرے، کوئی حجت اگر اُس کے پاس ہے تو قائم کرے، کوئی دلیل ہے، تو وہ لے آئے۔؟

اللہ تعالیٰ اپنی کتابِ عزیز میں ارشاد فرماتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ؕ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝ (سورہ احقاف آیات ۱تا۶)

ترجمہ: (اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو رحمن و رحیم ہے۔ حا میم۔ کتاب کا نزول اللہ زبردست حکمت والے کی طرف سے ہے (اور) ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ اُن کے مابین ہے ایک مقرّرہ مدّت کے لیے حق کے ساتھ خلق کیا۔ اور وہ جنھوں نے کفر اختیار کیا وہ اس سے رُوگرداں ہیں جس سے کہ اُنھیں ڈرایا جاتا ہے کہدے۔ غور تو کرو۔ کہ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، مجھے دکھاؤ تو سہی کہ اُنھوں نے زمین میں کیا خلق کیا ہے یا اُن کی آسمانوں میں کوئی شراکت ہے؟ اگر تم سچّے ہو تو میرے پاس کوئی اس سے پہلے کی کتاب یا علم کے کوئی آثار لے آؤ۔ اور اُس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہے جو اللہ کو چھوڑ کر ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت کے دن تک اُس کا جواب نہ دیں۔ اور اُنھیں اُن کی پکار کا شعور بھی نہ ہو۔ اور جب لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا تو وہی (معبود) اُن کے دشمن اور اُن کی عبادت کا انکار کرنے والے ہوں گے۔)

اللہ کی توفیق تمھارے شاملِ حال رہے جو کچھ میں نے تمھیں بتایا ہے ذرا اُس کے متعلق اس ظالم سے پوچھو۔ اس کا امتحان لو، اُس سے قرآن مجید کی کسی آیت کی تفسیر ہی

پوچھ لو، یا یہ دریافت کرو کہ نماز کے حدود کیا ہیں، اس کے واجبات کیا ہیں؟ تاکہ تمھیں معلوم ہو جائے کہ اس کا حال کیا ہے اور اس کا مبلغِ علم کیا ہے، اس کا سارا پردہ فاش ہو جائے گا، اس کی بے بضاعتی واضح ہو جائے گی، اور اللہ اُس سے پورا حساب لینے والا ہے۔

اللہ نے حق کو اس کے اہل میں محفوظ رکھا ہے۔ اور اس کو اس کے مستقر پر قرار دیا ہے۔ اللہ کو اس سے انکار ہے کہ امامت امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے بعد دو بھائیوں کو ملے۔ اللہ تعالیٰ جب ہمیں کھل کر کہنے کی اجازت دے گا تو حق ظاہر ہوگا اور باطل مضمحل اور پژمردہ ہو جائے گا، تم لوگوں کو خود چھوڑ بھاگے گا۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ کفایت کرے عملِ نیک اور ولایت میں۔ ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین وکیل ہے۔"

(احتجاج صـ ۱۶۲-۱۶۳)

• غیبت طوسی میں بھی تلعکبری سے اور اُنھوں نے اسدی سے اور اُنھوں نے سعد بن عبداللہ سے۔ اُنھوں نے احمد بن اسحاق سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔

(غیبت طوسی صـ ۱۸۴ - ۱۸۸)

(۵) یہ ننگِ خاندان ہے

محمد بن زیاد نے اپنی ماں فاطمہ بنتِ محمد بن ہیثم المعروف بہ ابن سبابہ سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ جس وقت جعفر (کذاب) پیدا ہوا تو میں حضرت ابوالحسن علی بن محمدؑ (امام علی النقی علیہ السلام) کے گھر میں موجود تھی۔ میں نے دیکھا کہ گھر والے اس کی ولادت سے مسرور ہیں مگر جب امام ابوالحسن علیہ السلام کے پاس گئی تو دیکھا کہ آپؑ پر مسرت کے کوئی آثار نہیں ہیں۔

میں نے عرض کیا: مولا! کیا آپؑ اس بچے کی ولادت سے خوش و مسرور نہیں ہیں؟

فرمایا: یہ باعثِ ننگ و عار ہوگا۔ اس لیے کہ اِس کی وجہ سے ایک خلقِ کثیر گمراہی میں مبتلا ہو جائے گی۔ (اکمال الدین)

(۶) جعفر کذاب نے حضرت جعفرِ طیارؒ کی نسل کی ایک لڑکی فروخت کردی

علی بن محمد کا بیان ہے کہ:

جعفر کذاب نے جن کنیزوں اور غلاموں کو فروخت کیا، اُن میں اُس نے حضرت جعفر طیارؒ کی نسل کی ایک لڑکی کو بھی فروخت کردیا، جس کو گھر والے پرورش کر رہے تھے۔ پھر کسی مردِ علوی نے خریدنے

والے کو اطلاع دی کہ یہ لڑکی کنیز نہیں ہے بلکہ آزاد ہے اور حضرت جعفرِ طیّار کی اولاد میں سے ہے۔

اُس نے کہا، میں اس کو واپس کرنے کے لیے تیار ہوں، مگر جو قیمت میں نے جعفر کذّاب کو دی ہے اس میں سے ذرّہ برابر کم نہ کروں گا۔ وہ لاؤ اور اس کو لے جاؤ۔

اُس علوی مرد نے یہ اطلاع اس ناحیہ والوں کو دی۔ تو ان لوگوں نے خریدار کو اکتالیس دینار بھیجے اور کہا: اس لڑکی کو اس کے ولی کے حوالے کردو۔ (کافی جلد ۱ ص۵۲۴)

• واضح ہو کہ حضرت امام علی النقی علیہ السلام کی اولاد میں سے حسین اپنے تمام ہمعصروں کے اندر دیانت میں سب سے ممتاز تھے۔ اپنے بھائی حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے پیرو اور اُن کی امامت کے قائل تھے۔ یہ حرمِ عسکرین میں دفن ہیں۔

دوسرے صاحبزادے محمدؑ، اِن کی جلالتِ شان ناقابلِ بیان ہے۔ آپ کی قبر دجلہ کے بائیں جانب بغداد کی پرانی آبادی میں ہے۔ عوام وخواص سب اُن کے روضہ کی بڑی عظمت کرتے ہیں کسی سے حلف اُٹھوانا ہو تو ان کے روضے پر لیجاتے ہیں۔

○

بحار الانوار

باب ٦

احوالِ اصحابِ امام علیہ السلام

ANSAR

۱ = سہل بن یعقوب ابونواس

فحام نے منصوری سے اور اس نے سہل بن یعقوب بن اسحاق الملقّب بہ ابی نواس سے سرمن رائے کے اندر مسجدِ معلق نامی میں روایت کی ہے ۔منصوری کا بیان ہے کہ سہل بن یعقوب کا لقب ابونواس اِس لیے پڑ گیا کہ یہ لوگوں سے اچھی طرح میل جول بھی رکھتا، بہترین انداز سے اظہارِ تشیع بھی کرتا اور پھر اپنے کو گزند اور خطرے سے محفوظ بھی رکھتا تھا۔

سہل کا بیان ہے کہ جب امام علیہ السلام نے یہ سنا تو مجھے ابونواس کا لقب دیدیا اور فرمایا:

اے ابوالسری تم حق کے ابونواس ہو اور تم سے پہلے جو گذرا ہے وہ باطل کا ابونواس تھا

۲ = اختیاراتِ ایّام

سہل کا بیان ہے کہ ایک دن میں نے آپؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ مولا: میرے پاس اختیاراتِ ایام (ایامِ سعد ونحس) ہیں، جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیں، جس کی روایت مجھ سے حسن بن عبداللہ بن مطہر نے کی ہے اور اُن سے محمد بن سلیمان دیلمی نے بیان کیا ہے اور اُن سے اُن کے باپ نے اور اُن سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے، اس کو آپؑ کے سامنے پیش کر کے اِس کی تصحیح کرلوں ؟

آپؑ نے فرمایا، ہاں کرلو۔

جب میں نے آپؑ کے سامنے اختیاراتِ ایام پیش کر کے اس کی تصحیح کرلی تو عرض کیا، مولا ! ان ایام میں اکثر ایسے ہیں جن میں کوئی کام کرنا اچھا نہیں ہے ان میں احتیاط اور پرہیز کی ہدایت ہے۔ مگر بعض اوقات ایسا کام درپیش ہوتا ہے کہ انسان اس کے کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ پھر ایسے موقع پر کیا کرنا چاہیے۔ ؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا، اے سہل! ہمارے شیعوں کے لیے ہماری محبت ہی سب سے بڑی سپر اور تحفظ ہے۔ اگر تم لوگ ہماری محبت کو دل میں لیکر گہرے سمندروں میں، خوفناک صحراؤں میں، درندوں اور بھیڑیوں کے غول میں یا جنوں اور انسانوں کے دشمن مجمع میں بھی چلے جاؤ گے تو ہم اہلبیت کی محبت و ولایت کے صدقے میں تم صحیح و سلامت و امن وسکون سے واپس آؤ گے۔ لہٰذا، اللہ پر بھروسہ کرو، ائمہ طاہرین کی ولایت و محبت میں خلوص رکھو اور جہاں چاہو جاؤ۔ (امالی)

۳ = دربان و وکیل

دربان: مناقب میں ہے کہ آپؑ کے دربان محمد بن عثمان عمری تھے

ثقات: آپؑ کے ثقات میں احمد بن حمزہ بن الیسع و صالح بن محمد ہمدانی و محمد بن جزک الجمال و یعقوب بن یزید کاتب و ابوالحسین بن ہلال و ابراہیم بن اسحاق و خیران خادم و نضر بن محمد ہمدانی تھے۔ نیز آپؑ کے وکلاء میں جعفر بن سہیل صیقل تھے۔

اصحاب: آپؑ کے اصحاب میں، داؤد بن زید و ابوسلیمان زنکان و حسین بن محمد مدائنی و احمد بن اسماعیل بن یقطین و بشر بن بشار نیشاپوری شاذانی و سلیم بن جعفر مزوری و فتح بن یزید جرجانی و محمد بن سعید بن کلثوم (اور ایک مرد متکلم و مناظر تھے) و معاویہ بن حکیم کوفی، و علی بن معد بن سعید بغدادی و ابوالحسن ابن رجا عبرتائی تھے۔ (مناقب آل ابی طالب جلد ۵ صہ ۴۰۲)

شاعر: فصول المہمہ میں ہے کہ آپؑ کے شاعر عوفی اور دیلمی تھے۔

بواب: عثمان بن سعید تھے۔

۴ = ابوالغوث شاعر آل محمد علیہم السلام

کتاب مقتضب الاثر احمد بن محمد عیاش میں عبدالمنعم بن نعمان سے روایت ہے کہ حسن بن مسلم نے مجھے ایک نظم یہ کہہ کر سنائی کہ: ابوالغوث منبجی شاعر آل محمدؑ نے یہ نظم سر من سرائے میں سنائی تھی جس کا بیان ہے کہ ابوالغوث کا اصل نام اسلم بن محرز ہے، یہ مقام منبج کا رہنے والا تھا۔ بحتری بادشاہوں کی مدح کیا کرتا تھا، اور صرف آل محمد علیہم السلام کی مدح کیا کرتا تھا۔

چنانچہ خود ابوعباد بحتری نے ابوالغوث کا ایک طویل قصیدہ مدح آل محمدؑ میں سنایا۔

جس کا مطلع یہ ہے: ولھت الی رویاکم ولہ الصادی ÷ یذاد عن الورد الروی یذاد

۵ = بغا غلامِ ترکی کے متعلق رسولؐ کی دُعا

مروّج الذہب میں مسعودی کا بیان ہے کہ بغا ایک معتصم کا ترکی غلام تھا جس نے بڑی بڑی جنگیں دیکھی تھیں دشمن کی صفوں میں گھس جاتا اور صحیح وسلامت نکل آتا اور لطف یہ ہے کہ وہ اپنے جسم پر لوہے کی بنی ہوئی کوئی چیز مثلاً زرہ وغیرہ کچھ نہ پہنتا تھا۔

جب اُس سے اِس کا سبب پوچھا گیا تو اُس نے بتایا کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خواب میں دیکھا، آپؐ کے ساتھ آپؐ کے اصحاب کی ایک جماعت بھی تھی۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا: اے بغا! تم نے میری اُمت کے ایک شخص کے ساتھ نیک سلوک کیا ہے اُس نے تمھیں دعائیں دیں اور اُس کی دُعائیں قبول ہوگئیں۔

میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! وہ کون شخص ہے ؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا، یہ وہ شخص ہے جس کو تم نے درندوں سے بچایا تھا۔

میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! آپؐ میرے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ میری عمر طویل فرمادے۔

آپؐ نے آسمان کی طرف ہاتھ بلند کیے اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: پروردگارا! اس کو طویل عمر عطا فرما، اور موت اس کو بھولی رہے۔

میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! پچانوے ۹۵ سال۔

آپؐ نے بھی فرمایا، پچانوے ۹۵ سال۔

ایک شخص جو آپؐ کے سامنے کھڑا ہوا تھا، اُس نے کہا، اور یہ آفات سے بچا رہے۔

نبیٔ کرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا، ہاں، یہ آفات سے بچا رہے۔

میں نے اُس شخص سے پوچھا، آپ کون ہیں ؟

اُنھوں نے فرمایا، میں علیؑ ابن ابی طالبؑ ہوں۔

یہ خواب دیکھ کر میں بیدار ہوگیا۔ اب میں علیؑ کا نام لیتا ہوں (اسی وجہ سے جنگوں میں صفوں کے درمیان جاکر بھی بخیر و عافیت واپس آجاتا ہوں اور مجھے کوئی گزند نہیں پہونچتی)

بغا طالبین (حضرت ابو طالب کی اولاد میں سے) پر بہت مہربان رہتا اور ان کے ساتھ بہت نیکی کرتا تھا۔

کسی نے اُس سے پوچھا، وہ شخص کون ہے جس کو تم نے درندوں سے بچایا تھا، اور اُس کا کیا واقعہ ہے ؟

اُس نے کہا، معتصم باللہ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جس سے کوئی بدعت سرزد ہوئی تھی۔ معتصم اور اُس کے درمیان شب کی تنہائی میں گفتگو ہوئی۔

معتصم نے مجھے حکم دیا، اسے لیجاؤ اور درندوں کے کٹہرے میں ڈال دو۔

مجھے بھی اس شخص پر بڑا غصہ آ رہا تھا۔ جب میں اُسے لیچلا، تو میں نے اُسے یہ کہتے ہوئے سُنا۔ "پروردگارا! تو خوب جانتا ہے کہ میں نے صرف تیرے بارے میں گفتگو کی ہے، میں نے صرف تیرے دین کی نصرت کی ہے، میں نے جو کچھ کہا ہے وہ صرف تیری توحید کے متعلق تھا اور اس سے میرا مطلب صرف تیری اطاعت اور تیرا تقرب حاصل کرنا تھا، کسی غیر کا نہیں اور تیرے مخالف کے سامنے حق کو ثابت کرنا تھا، پھر کیا تو مجھے اپنے دشمن کے حوالے کر کے یہ سزا دلائے گا؟"

بغا کا بیان ہے کہ یہ سن کر میں کانپنے لگا، اندر سے رقت آئی اور دل میں ایک درد سا اٹھا اور قریب تھا کہ میں اُسے درندوں کے کٹہرے میں ڈال دوں کہ اچانک میں نے اُسے کھینچ لیا، اور اپنے حجرے میں لا کر اُسے چھپا دیا۔ پھر معتصم کے پاس آیا۔

اُس نے پوچھا کیا کیا ؟

میں نے کہا، میں اُس کو ڈال آیا۔

اُس نے پوچھا، وہ تم سے کچھ کہہ رہا تھا ؟

میں نے کہا، میں عجمی ہوں اور وہ عربی میں کچھ بول رہا تھا، سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا کہتا تھا؟

الغرض جب صبح ہوئی تو میں نے اُس شخص سے کہا، اب دروازے کھُل گئے ہیں اور اب میں پہرے داروں کے ساتھ تجھے نکال رہا ہوں، دیکھ میں نے اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر تجھے بچایا ہے۔ لہٰذا کوشش کر، کہ عہدِ معتصم تک تو بالکل روپوش رہے، مگر تو مجھے یہ بتا دے کہ تیرا معاملہ کیا ہے ؟

اُس نے کہا، بات یہ تھی کہ ہمارے عمال میں سے ایک فرد حرامکاری اور فسق و فجور میں مبتلا تھا۔ حق کو پائمال کرتا تھا، باطل کی مدد کرتا تھا۔ جس کی وجہ سے شریعت میں فساد پیدا ہو رہا تھا، توحیدِ الٰہی منہدم ہو رہی تھی، مگر اُس کے خلاف کوئی شخص میری مدد کو تیار نہ ہوتا تھا۔ لہٰذا مجبوراً ایک شب کو میں نے اس پر حملہ کر کے اُسے قتل کر دیا۔ اس لیے کہ اُس کے جرائم ایسے تھے کہ جن کی بناء پر وہ از روئے شریعت واجب القتل تھا، نتیجہ میں مجھے گرفتار کر لیا گیا۔ اور اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ سب تم کو معلوم ہے۔

(مروّج الذھب)

۶ = اصحابِ امام علیہ السلام

بوطیر : فحام کا بیان ہے کہ ابوطیب احمد بن محمد بن بوطیر ہمارے اصحاب میں سے ایک شخص تھا، اس کا جد بوطیر حضرت امام ابوالحسن علی النقی بن محمد علیہ السلام کا غلام تھا اور اس کا نام امام علیہ السلام نے رکھا تھا۔ یہ اُن لوگوں میں سے تھا کہ روضہ کے اندر نہ جاتا تھا، باہر جالی سے آپؑ کی زیارت کر لیا کرتا تھا۔ اُس کا قول تھا کہ گھر کا مالک گھر کے اندر جبتک اجازت نہ دے، اندر کیسے جاؤں۔ یہ بڑا باادب تھا، دیوانوں میں جاتا، اگر کسی سے کوئی حاجت کرتا اور وہ حاجت پوری کر دیتا تو خوش ہوتا، اُس کا شکریہ ادا کرتا، اگر کوئی حاجت پوری کرنے کا وعدہ کرتا، تو اس کے پاس دوبارہ جاتا، اگر اُس نے اپنا وعدہ پورا کیا تو خیر، ورنہ تیسری بار پھر جاتا، اگر اُس نے حاجت پوری کر دی تو خیر، ورنہ وہیں کھڑا ہو جاتا، اور اُس کے پاس خواہ دو ایک آدمی ہوں یا مجمع ہو وہ یہ اشعار پڑھتا:

ترجمہ اشعار :۔ "کیا تمہارا ارادہ یہ ہے کہ پلِ صراط پر پہونچ کر اپنے کیے ہوئے اس وعدے کو پورا کرو گے۔ یا، یہ ارادہ ہے کہ قیامت میں تم یہ جود و بخشش کرو گے۔ جناب میں نے آپ سے دنیا میں مانگا ہے، خوابِ غفلت سے بیدار ہو جائیے :۔" (امالی)

ایوب بن نوح :۔

عمر بن سعید مدائنی جو فطحیہ مذہب کا تھا اس کا بیان ہے کہ میں حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایوب بن نوح آئے اور سامنے آکر کھڑے ہو گئے آپؑ نے ان کو کسی کام کے لیے کہا، پھر پلٹے اور میری طرف رُخ کر کے کہا، اے عمر! اگر تم اہلِ جنت میں سے کسی شخص کو دیکھنا چاہتے ہو تو اس شخص کو دیکھ لو۔

علی بن جعفر ہمدانی :

آپؑ کے اصحاب میں سے علی بن جعفر ہمدانی تھے۔ یہ ایک مردِ فاضل و پسندیدہ اور حضرت ابوالحسن اور ابومحمد علیہما السلام کے وکیل تھے۔

علی بن محمد ایادی کا بیان ہے کہ مجھ سے ابوجعفر عمری نے بتایا کہ ایک مرتبہ ابوطاہر بن بلال حج پر گیا، دیکھا کہ علی بن جعفر ہمدانی وہاں عظیم داد و دہش کر رہے ہیں۔ اس نے حضرت ابومحمد امام حسن عسکری علیہ السلام کو خط لکھا۔

آپؑ نے اس کے جواب میں ایک رقعہ تحریر فرمایا کہ میں نے ان کو ایک لاکھ دینار صرف کرنے کا حکم دیا تھا، اس کے بعد مزید ایک لاکھ دینار کا حکم دیا۔

انھوں نے کہا کہ، آپؑ کے پاس بھی کچھ رہنا چاہیے۔ مگر جب ہم کسی کو اپنے معاملہ میں دخل دینے کی دعوت نہیں دیتے تو لوگوں کو ہمارے معاملہ میں دخل دینے کا کیا حق ہے۔

پھر علی بن جعفر ہمدانی امام ابوالحسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؑ نے اُن کو تیس ہزار دینار عطا فرمائے۔ (غیبت طوسی ص ۲۲۶)

- محمد بن یعقوب کا بیان ہے کہ میں نے محمد بن فرج کو خط لکھا اور اس میں علی بن راشد و عیسیٰ بن جعفر اور ابن بند کے متعلق دریافت کیا۔

اُنھوں نے جواب میں تحریر کیا کہ: تم نے ابن راشد کے متعلق دریافت کیا ہے تو اُنھوں نے باسعادت زندگی گذاری اور شہید مرے۔

پھر اُنھوں نے ابن بند اور عاصمی کے لیے دعائے مغفرت کی اور بتایا کہ ابنِ بند کو ڈنڈوں سے مار مار کر قتل کیا گیا۔

- اور ابن عاصم کو جسرِ بغداد پر تین سو کوڑے لگائے گئے اور دریائے دجلہ میں پھینکدیا گیا۔

(رجال کشی ص ۵۰۲)

(۶) فارس ایک قابلِ مذمت شخص تھا

قابلِ مذمت لوگوں میں ایک فارس بن حاتم بن ماہویہ قزوینی ہے۔

چنانچہ عبداللہ بن جعفر حمیری کی روایت ہے کہ حضرت امام ابوالحسن علی النقی علیہ السلام نے علی بن عمر قزوینی کو خط لکھا کہ اللہ کے دین پر پختہ اعتقاد رکھو۔ فارس پر اللہ کی لعنت ہو۔ تم یہی کر سکتے ہو کہ اُس پر لعنت کرو، لہٰذا اس پر لعنت کرنے میں، اس کی ہتک میں، اس کے قطع اسباب میں، جہاں تک ممکن ہو پوری پوری کوشش کرو۔ میرے اصحاب کو اس سے نہ ملنے دو، اس کی ہر چال کو باطل کرو۔ میرے اصحاب کو میری طرف سے یہ بتادو کہ میں اپنے اس تاکیدی حکم کے متعلق اللہ کے سامنے ان سے بازپرس کروں گا۔ نافرمان اور منکر پر ویل ہو۔ میں نے یہ تحریر خود اپنے ہاتھ سے سہ شنبہ ۹ ربیع الاول کی شب ۲۵۰ھ میں لکھی۔ میں اللہ پر بھروسہ رکھتا ہوں اور اس کی بہت بہت حمد و تعریف کرتا ہوں۔

(غیبت طوسی ص ۲۲۸)

(نوٹ:)

یہ وہ شخص ہے جس کے متعلق علامہ کلینیؒ نے کافی میں جلد ا ص ۴۹۶ پر تحریر کیا ہے کہ:

محمد بن سنان سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام ابوالحسن ہادی علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپؑ نے پوچھا، کیا آلِ فرج میں کوئی حادثہ ہوگیا ہے ؟

میں نے عرض کیا، جی ہاں، عمر فارس مرگیا۔

آپؑ نے فرمایا، الحمد للہ۔

میں نے شمار کیا تو آپؑ نے چوبیس مرتبہ الحمد للہ کہا۔

میں نے عرض کیا، مولا ! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپؑ اس کی موت پر اتنے خوش ہوں گے تو میں پاپیادہ دوڑتا ہوا آکر آپؑ کو اس کی اطلاع دیتا۔

آپؑ نے فرمایا، تمھیں معلوم نہیں کہ یہ کون تھا ؟

میں نے عرض کیا، جی نہیں۔

آپؑ نے فرمایا، یہ وہ شخص تھا جس نے میرے پدر بزرگوار سے دوران گفتگو یہ کہا تھا کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ اس وقت نشے کے عالم میں ہیں۔

میرے پدر بزرگوار نے فرمایا، پروردگار ! تو جانتا ہے کہ میں روزے سے ہوں، تو اسے سلبِ مال اور ذلتِ اسیری میں مبتلا کر۔

چند ہی دنوں میں اس کا سارا مال جاتا رہا اور اس کو قید کردیا گیا، اور اب وہ مرا ہے۔

اللہ اس کو اپنی رحمت سے دور ہی رکھے۔ (کافی جلد ۱ صـ ۴۹۶)

⑦ = ابوالہاشم جعفری

عبداللہ بن عیاش سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام ابوالحسن علیہ السّلام بیمار ہوئے تو ابوالہاشم جعفری نے چند اشعار کہے جن کا خلاصہ یہ ہے :

"تعجب ہے کہ آپؑ کیسے بیمار ہوگئے، آپؑ تو مجسّم دوا ہیں، آپؑ دین و دنیا کے مریضوں کا علاج کردیتے ہیں بلکہ مُردوں کو زندہ کردیتے ہیں اور صرف مُردوں ہی کو نہیں بلکہ زندوں کو بھی نئی زندگی عطا فرماتے ہیں۔ (اعلام الورٰی صـ ۳۴۸)

⑧ = میں نے ابوعلی کو حسین بن عبدربّہ کا قائم مقام بنایا

رجال کشی میں ہے کہ میں نے جبریل بن احمد کے ہاتھ کی ایک تحریر دیکھی جس میں لکھا تھا

کہ مجھ سے محمد بن عیسیٰ یقطینی نے بیان کیا کہ حضرت امام علی النقی علیہ السلام نے ۲۳۲ھ میں علی بن بلال کو یہ خط تحریر فرمایا:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں اور اللہ کے نبی حضرت محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر درود بھیجتا ہوں۔ واضح ہو کہ میں نے حسین بن عبدربہ کی جگہ اُن کا قائم مقام ابوعلی کو بنا دیا ہے، میں جانتا ہوں کہ دیانت و امانت میں ان سے بڑھ کر کوئی نہیں۔

مجھے معلوم ہے کہ تم اپنے جوار کے شیخ اور بزرگ ہو تمہارے امتیاز و اکرام کے پیشِ نظر میں تمہیں یہ خط لکھ رہا ہوں، تمہارا فرض ہے کہ ابوعلی کی اطاعت کرو۔ اور وہ تمام چیزیں جو تمہارے پاس بطور امانت ہیں وہ اُن کے حوالے کر دو میرے ماننے والوں کو اُن کی طرف متوجہ کرو اُن کا تعارف کراؤ، تاکہ اُن کو کام کرنے میں مدد ملے، اس سے ہماری نظر میں تمہارا وقار بڑھے گا۔ ہماری خوشی کا سبب ہوگا۔ اس کا تمہیں اللہ کی طرف سے اَجر ملے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے جسے چاہتا ہے بہترین عطا اور عمدہ جزا دیتا ہے۔ میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔

یہ تحریر میں نے خود اپنے ہاتھ سے رقم کی ہے اللہ کا بےحد شکر و حمد۔" (رجال کشی ص۴۳۲)

(۹) ابوعلی بن راشد کے متعلق امامؑ کا اپنے ماننے والوں کے نام خط

احمد بن محمد بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ:

حضرت امام علی النقی علیہ السلام کا ایک خط ابنِ راشد کے پاس تھا جو آپ نے اپنے ماننے والوں کے نام تحریر فرمایا تھا جو بغداد و مدائن اور ان کے قرب و جوار میں رہتے تھے جس کا مضمون یہ تھا۔

الحمد للہ، کہ میں بخیر و عافیت ہوں درود بھیجتا ہوں اللہ کے نبیؐ اور اُن کی آلؑ پر بہترین و کامل ترین درود۔ واضح ہو کہ میں نے ابوعلی بن راشد کو حسین بن عبدربہ کا اور ان سے پہلے لوگوں کا جو ہمارے وکلاء میں سے تھے اس کو قائم مقام بناتا ہوں۔ اور اس کو ان تمام چیزوں کا والی بناتا ہوں جس کے والی ہمارے وکلاء اس سے پہلے تھے تاکہ وہ میرے حقوق وصول کرے میں نے اس کو تم لوگوں پر مقرر و منتخب کیا ہے۔ اس کو ترجیح دی ہے اور واقعتاً وہ اس کا اہل ہے۔

لہٰذا اللہ تم لوگوں پر رحم فرمائے تم لوگ میرے حق کا سارا مال اس کے حوالے کر دو اور اس کو اپنے دل میں بُرا نہ محسوس کرو۔ اللہ کے حکم کی اطاعت میں تعجیل کرو اسے ادا کر کے اپنے اموال کو حلال کر لو۔ دیکھو! نیکی اور پرہیزگاری میں لوگوں سے تعاون کرو۔ گناہ اور سرکشی میں کسی سے تعاون نہ کرو، اللہ سے ڈرو، ہو سکتا ہے کہ اللہ تم لوگوں پر رحم فرمائے۔ تم سب لوگ اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے

پکڑ لو، تاکہ اگر تمھیں موت آئے تو اس وقت تم مسلمان ہی رہو۔
یاد رکھو! اُس کی اطاعت میری اطاعت ہے، اُس کی نافرمانی، میری نافرمانی ہے۔ لہٰذا وہ راستہ اختیار کرو کہ اللہ تمھیں اس کا اجر دے اور تم پر اپنے فضل و کرم میں اضافہ کرے۔ بیشک اللہ بہت وسعتِ رزق دینے والا اور کریم ہے، وہ اپنے بندوں پر بڑا رحیم ہے۔ ہم اور تم سب ہی اللہ کی ودیعت اور امانت ہیں اور اس کے حفظ و امان میں ہیں۔

"میں نے یہ تحریر خود اپنے ہاتھ سے رقم کی ہے۔ اللہ کی بیحد حمد اور بہت بہت شکر"

(رجال الکشی ص ۴۳۳)

ایک دوسرے خط میں یہ تحریر فرمایا تھا۔ اے ایوّب! میں تمھیں حکم دیتا ہوں کہ تمھارے اور ابوعلی کے درمیان کوئی الجھاؤ نہ رہے بلکہ تم میں سے ہر ایک کو جو کام سپرد کیا گیا ہے وہ اپنا کام کرے اور اپنے قرب و جوار کے معاملات درست کرے۔ تم لوگوں کو جن جن باتوں کا حکم دیا گیا ہے اگر اُن کو بجا لائے تو ہر چیز سے بے نیاز ہو جاؤ گے۔

اے ابوعلی! میں نے جو حکم ایوّب کو دیا ہے وہی تم کو بھی دیتا ہوں۔

اے ایوّب! اگر اہلِ بغداد و اہلِ مدائن میں سے تمھارے پاس کوئی چیز لائے تو اسے قبول نہ کرنا، اور اگر تمھارے علاقے سے باہر کا کوئی شخص کوئی چیز لائے تو اُس سے کہدو کہ وہ اپنے علاقے کے وکیل کے سپرد کرے۔

اے ابوعلی! جو حکم میں نے ایوّب کو دیا ہے وہی تم کو بھی دیتا ہوں۔ تم دونوں میں سے ہر ایک کو جس جس کام کا حکم دیا گیا ہے، اس کو چاہیے کہ وہ اسی کام کو انجام دے۔

(رجال الکشی ص ۴۳۳)

۱۰ ⟸ الیسع بن حمزہ قمّی کو دُعا کی تعلیم

مہج الدعوات میں الیسع بن حمزہ قمّی سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک بار عمرو بن مسعدہ وزیرِ معتصم خلیفہ کی طرف سے مجھ پر ایک سخت مصیبت آپڑی، اور خطرہ یہ تھا کہ کہیں خون نہ بہا دیا جائے۔ میں نے اپنے آقا و مولا حضرت امام ابوالحسن علی النقی علیہ السلام کو عریضہ لکھا اور اس میں اپنی مصیبت بیان کی۔

آپؑ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا، تمھیں ڈرنے یا خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے تم ان کلمات کے ساتھ دُعا کرو، اللہ تم کو اس مصیبت سے نجات دے گا جس میں تم مبتلا ہو، اللہ تمھیں اس سے نکلنے کا راستہ پیدا کر دے گا۔ آلِ محمدؐ بھی جب کسی سخت مصیبت میں گرفتار ہوتے ہیں یا کوئی دشمن نمودار ہوتا ہے، یا فقر و افلاس کا خطرہ ہوتا ہے یا غمگین ہوتے ہیں

تو اُنہی کلمات کے ساتھ اللہ سے دعاء کرتے ہیں۔

الیسع بن حمزہ کا بیان ہے کہ جو کلمات میرے مولا نے تحریر فرمائے تھے میں نے دن کے ابتدائی حصّے میں اُن ہی کلمات کے ساتھ اللہ سے دعاء کی، اور خدا کی قسم ابھی دن کا ایک حصّہ ہی گذرا تھا کہ میرے پاس عمرو بن مسعدہ کا آدمی پہونچا اور کہا چلو، وزیر نے تم کو بُلایا ہے میں اُس کے پاس پہونچا، تو وہ مجھے دیکھ کر مسکرایا اور حدّاد کو حکم دیا کہ اس کی ہتھکڑیاں اور بیڑیاں کاٹ دی جائیں۔

حدّاد نے میری ہتھکڑیاں اور بیڑیاں کاٹ دیں اور میں رہا ہوگیا۔

پھر اُس نے میرے لیے ایک بہترین خلعت کے دیے جانے کا حکم دیا، تحفہ میں کچھ عطر وغیرہ دیے، مجھے اپنے قریب بلایا، باتیں کیں، مجھ سے معذرت خواہ ہوا اور جو کچھ اُس نے میرا مال و املاک ضبط کیا تھا سب واپس کر دیا۔ نیز میرے ساتھ اور بھی نیک سلوک کیے اور مجھے اپنی جاگیر پر واپس کر دیا، بلکہ کچھ جائیداد جو اس سے متصل تھی وہ بھی میرے حوالے کر دی

(مہج الدعوات ص ۳۳۸)

(۱۱) میرے لیے حائرِ حسینی میں دُعاء کی جائے

ابو ہاشم سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام کی طبیعت ناساز ہوئی۔ آپؑ نے میرے اور محمد بن حمزہ کے پاس آدمی بھیجا۔ مگر محمد بن حمزہ مجھ سے پہلے آپؑ کی خدمت میں پہونچ گئے۔

اُنھوں نے مجھے بتایا کہ امام علیہ السلام مسلسل یہ فرما رہے ہیں کہ (میری صحت کی دُعا کے لیے) کسی کو حیر (حائرِ امام حسینؑ پر) بھیجو۔

میں نے محمد بن حمزہ سے کہا، پھر تم نے کیوں نہیں کہدیا کہ آقا، میں جاتا ہوں۔

اس کے بعد میں حاضرِ خدمت ہوا اور عرض کیا: آقا، میں آپؑ پر فدا ہوں، میں حیر (حائرِ حسینی پر) جاؤں گا۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا، مگر اس کے متعلق خوب سوچ لو (اس لیے کہ متوکل نے زیارتِ قبرِ حسینؑ کے متعلق حکمِ امتناعی جاری کر دیا ہے)۔

پھر آپؑ نے فرمایا، محمد بن حمزہ یہ صحیح ہے کہ زید بن علی کا معتقد نہیں ہے، اور میں نہیں چاہتا کہ وہ یہ بات سُنے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے اس کا تذکرہ علی بن بلال سے کیا، تو اس نے کہا، انھیں حیر کی

کیا ضرورت ہے، وہ تو خود ہی خبیر ہیں۔

جب میں عسکر (سر من رائے) گیا تو آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپؑ نے فرمایا، اگر تمھارا قیام کا ارادہ ہو تو پھر بیٹھو۔

جب میں نے دیکھا کہ آپؑ کو مجھ سے اُنس ہے تو میں نے علی بن بلال کی بات کا آپؑ سے تذکرہ کیا۔

آپؑ نے فرمایا، پھر تم نے اسے یہ جواب کیوں نہیں دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خانۂ کعبہ کا طواف بھی فرمایا کرتے اور حجرِ اسود کو بوسہ بھی دیا کرتے تھے، حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرمت، بلکہ ایک مومن کی حرمت خانۂ کعبہ سے کہیں زیادہ بڑی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مقامِ عرفہ میں وقوف کا حکم دیا، اور یہ وہ مقامات ہیں جہاں اللہ چاہتا ہے کہ اس کا تذکرہ کیا جائے۔ اِس لیے میں بھی چاہتا ہوں کہ میرے لیے وہاں دعا کی جائے جہاں اللہ چاہتا ہے کہ بندے وہاں اُس سے دعا مانگیں۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپؑ نے یوں فرمایا، مگر راوی کا بیان ہے کہ مجھے یاد نہیں کہ آپؑ نے یہ الفاظ کہے ہوں گے کہ "یہ مقامات ایسے ہیں کہ جہاں اللہ چاہتا ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔ پھر میں بھی یہ چاہتا ہوں کہ میرے لیے وہاں دعا کی جائے جہاں اللہ چاہتا ہے کہ میری عبادت کی جائے۔ تم نے علی بن بلال کو یہ جواب کیوں نہ دیا۔

میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، اگر میں اتنا اچھا جواب خود دے سکتا تو یہ مسئلہ آپؑ کے سامنے کیوں پیش کرتا۔

مگر یہ الفاظ ابو ہاشم کے ہیں امام علیہ السلام کے نہیں ہیں۔ (الکافی جلد ۳ صفحہ ۵۶۷، ۵۶۸)

تمت بالخیر

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

حصہ ۹ نہم

بحار الانوار

ملّا محمد باقر مجلسی رحمۃ اللہ

ترجمہ

مولانا سید حسن امداد ممتاز الافاضل

در حالات

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام

بحار الانوار

باب ۱

سکونت، ولادت، القاب
اور
نقشِ خاتم

(۱) جائے سکونت

میں نے اپنے مشائخ سے سُنا ہے کہ حضرت امام علی النقی علیہ السلام اور حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سُرَّمَن رَائے (سامرّہ) کے جس محلّے میں سکونت پذیر تھے اُس نام عسکر تھا اسی لیے ان دونوں حضرات کو یکجا (عسکریّین) اور ہر ایک کو علیحدہ عسکری کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

(علل الشرائع باب ۱۷۶)

(۲) تاریخہائے ولادت و وفات اور جائے ولادت، مدّتِ امامت و اسمِ والدہ گرامی:

حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام مدینہ منوّرہ کے اندر ماہِ ربیع الاوّل سنہ ۲۳۰ھ میں تولّد ہوئے۔ آپؑ کی والدہ گرامی اُم ولد تھیں جن کا اسمِ گرامی حدیثہ تھا۔ آپؑ کی مدّتِ امامت چھ ۶ سال تھی۔

(الارشاد ص ۳۱۵)

- کتاب مصباح کفعمی میں ہے کہ حضرت ابو محمد حسن بن علیؑ بن محمدؑ بن علیؑ الرضا علیہ السلام دس ۱۰ ربیع الآخر سنہ ۲۳۲ھ کو تولّد ہوئے۔
- شیخ مفید علیہ الرحمۃ کی کتاب "حدائق الریاض" میں بھی یہی تاریخِ ولادت مرقوم ہے۔

(اقبال الاعمال ۔ حدائق الریاض)

- کتاب الدروس میں ہے کہ آپ کی والدہ کا اسمِ گرامی حدیث تھا۔ آپؑ مدینہ منورہ کے اندر ماہِ ربیع الاخر میں تولد ہوئے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپؑ دوشنبہ کے دن تولّد ہوئے

(الدروس)

- آپؑ کی ولادت ۸ ربیع الآخر روزِ جمعہ کو مدینۂ منوّرہ میں ہوئی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپؑ مقامِ سرمن رائے کے اندر سنہ ۲۳۲ھ میں تولّد ہوئے اور اپنے پدر بزرگوار حضرت امام علی النقیؑ کے ساتھ تیئیس سال بسر کیے پھر اُن کی وفات کے بعد خود آپؑ کا عہدِ امامت چھ سال رہا۔ اور اِس عرصہ میں

چند ماہ معتز کی حکومت رہی، اس کے بعد مہتدی کی حکومت، پھر معتمد کی حکومت ہوگئی۔ اور معتمد کی حکومت کے پانچ سال گذر جانے کے بعد آپؑ نے شہادت پائی، اور سر من رائے میں اپنے والد بزرگوار کے پہلو میں دفن کیے گئے۔ وقتِ شہادت آپؑ کی عمر کل چھبیس ۲۶ سال کی تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ۲۸ سال تھی۔ آپؑ ربیع الاوّل ۲۶۰ھ کی ابتدائی تاریخوں میں بیمار ہوئے اور ۸ ربیع الاول روزِ جمعہ وفات پائی۔ (مناقب آل ابی طالب جلد ۴ صفحہ ۴۲۲)

- محمد بن طلحہ نے اپنی کتاب "کشف الغمہ" میں تحریر کیا ہے کہ آپؑ کی ولادت ۲۳۱ھ میں ہوئی۔ آپؑ کی والدۂ گرامی ام ولد تھیں جن کا نام نامی سوسن تھا۔ آپؑ کی کنیت ابو محمد اور لقب الخالص تھا۔ (کشف الغمہ جلد ۳ صفحہ ۲۷۱)
- آپؑ نے ۸ ربیع الاول ۲۶۰ھ میں وفات پائی، اس طرح آپؑ کا سن وفات کے وقت ۲۹ سال کا تھا جس میں سے ۲۳ سال اور چند ماہ اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ رہے اور ان کی رحلت کے بعد پانچ سال چند ماہ اپنے عہدِ امامت میں بسر کیے۔ آپؑ کی قبر سر من رائے (سامرّہ) میں ہے۔ (کشف الغمہ جلد ۳ صفحہ ۲۷۲)
- حافظ عبدالعزیز بغدادی کا بیان ہے کہ آپؑ کا لقب عسکری ہے ۲۳۱ھ میں تولّد ہوئے اور ۲۶۰ھ کے اندر عہدِ معتمد میں وفات پائی۔ آپؑ کی قبر سامرّہ میں ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ ۲۳۲ھ میں تولّد ہوئے اور ۸ ربیع الاول ۲۶۰ھ کو سر من رائے میں وفات پائی، اُس وقت آپؑ کا سنِ مبارک صرف اٹھائیس سال کا تھا۔ آپؑ کی والدۂ گرامی ام ولد تھیں جن کا نامِ نامی حریبہ تھا۔ آپؑ کی قبر سر من رائے میں آپؑ کے پدر گرامی کی قبر کے پہلو میں ہے (کشف الغمہ جلد ۳ صفحہ ۲۷۳)
- کتاب الدلائل میں حمیری کا بیان ہے کہ حضرت ابو محمد امام حسن عسکری ابنِ حضرت امام علی النقی علیہ السلام ماہ ربیع الآخر ۲۳۲ھ میں تولّد ہوئے اور ۸ ربیع الاوّل روزِ جمعہ ۲۶۰ھ میں آپؑ نے انتقال فرمایا، اُس وقت آپؑ کا سنِ مبارک اٹھائیس سال کا تھا۔ (کشف الغمہ جلد ۳ صفحہ ۳۰۸)
- اعلام الوریٰ میں ہے کہ حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام مدینۂ منورہ میں روزِ جمعہ ۸ ربیع الآخر ۲۳۲ھ کو تولّد ہوئے اور آپؑ نے سر من رائے میں ۸ ربیع الاول ۲۶۰ھ کو وفات پائی۔ اس وقت آپؑ کا سن اٹھائیس سال کا تھا۔ آپؑ کی والدۂ گرامی ام ولد تھیں جن کو حدیث کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ آپؑ کی

مدّتِ امامت چھ سال تھی۔

آپؑ کے القاب الہادی، السّراج اور العسکری ہیں آپؑ اور آپؑ کے پدرِ بزرگوار اور آپؑ کے جدِّ نامدار، یہ سب اپنے اپنے زمانے میں ابنِ رضا کے نام سے مشہور تھے۔

آپؑ کے عہدِ امامت میں معتز کی آخری چند ماہ کی حکومت رہی۔ پھر مہتدی نے گیارہ ماہ اٹھائیس یوم حکومت کی اس کے بعد احمد معتمد علی اللہ بن جعفر متوکل نے بیس سال گیارہ دن حکومت کی مگر جب اس کی حکومت کو پانچ سال ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ولی حضرت ابو محمّد امام حسن عسکری علیہ السّلام کی قبضِ روح فرمائی۔ اور آپؑ بھی سر من رائے میں اپنے پدرِ گرامی کے ساتھ دفن کیے گئے۔

ہمارے اکثر اصحاب کا خیال ہے کہ آپؑ کو زہر سے شہید کیا گیا۔ جس طرح آپؑ کے پدرِ بزرگوار اور جدِّ نامدار بلکہ جمیع ائمّہ اطہار کو زہر سے شہید کیا گیا۔ وہ لوگ اس کی دلیل میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کی یہ روایت پیش کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا:

"واللہ ما منا الا مقتول شہید" (خدا کی قسم ہم میں سب کے سب ہی مقتول و شہید ہیں۔) (واللہ اعلم) (اعلام الوریٰ ص ۳۴۹)

③ القاب و کنیّت

آپؑ کو الصّامت، الہادی، الرّفیق، الزّکی اور النّقی کے القاب سے یاد کیا جاتا تھا۔ آپؑ کنیّت ابو محمّد تھی۔ نیز آپؑ کے اور آپؑ کے پدرِ عالی قدر حضرت امام علی النقی علیہ السّلام اور آپؑ کے جدِّ نامدار حضرت امام محمّد تقی جوادؑ اپنے اپنے زمانے میں ابن الرضا کے نام سے مشہور تھے۔

آپؑ کی والدۂ گرامی اُمِّ ولد تھیں جن کا نامِ نامی حدیث ہے۔ آپؑ کے صرف ایک ہی فرزند امام قائم آلِ محمّد علیہ السّلام ہیں۔ (جو ابھی تک زندہ ہیں، ہماری نظروں سے پوشیدہ ہیں جب خدا کا حکم ہوگا ظاہر ہوں گے۔) (مناقب آلِ ابی طالب جلد ۴ ص ۴۲۱)

④ نقشِ خاتم

آپؑ کا رنگ کھلتا ہوا گندمی تھا۔ آپ کا نقشِ خاتم "سبحان من لہ مقالید السمٰوٰت والارض" تھا۔

(فصول المہمہ)

- مصباح کفعمی میں ہے کہ حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام دوشنبہ کے روز چار ربیع الثانی ۲۳۲ھ میں تولد ہوئے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دس ربیع الثانی آپ کی تاریخِ ولادت ہے۔ آپ کا نقشِ خاتم: "اَنَا اللّٰہُ شَھِیدٌ" یا "اِنَّ اللّٰہَ شَھِیدٌ" تھا۔

(مصباحِ کفعمی)

- عیون المعجزات میں ہے کہ ہمارے اصحاب کی روایت کے مطابق آپ کی والدۂ گرامی کا اسم شریف سلیل تھا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حدیث تھا۔ مگر صحیح یہ ہے کہ ان کا نام سلیل تھا۔ یہ زنانِ عارفات وصالحات میں سے تھیں روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ ۲۳۱ھ میں تولد ہوئے۔
- حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام ربیع الآخر ۲۳۲ھ میں تولد ہوئے آپ کی والدۂ گرامی اُمِ ولد تھیں جن کو حدیث کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

(کافی جلد ا ص ۵۰۳)

دربان: آپ کے دربان عثمان بن سعید اور حسین بن روح نوبختی (نیبختی) تھے۔

تصانیف: حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی ایک کتاب ۲۵۵ھ میں ملی جو آپ کے حالات پر مشتمل تھی۔ جس کے ترجمے کا نام "رسالۂ منقبت" ہے۔ جو اکثر مسائلِ حلال وحرام پر مشتمل ہے اس کتاب کی ابتدائی عبارت یہ ہے:

اخبرنی علی بن محمد بن علی بن موسیٰ۔

خیبری نے کتاب موسوم بہ "مکاتبات الرجال عن العسکرین" میں احکامِ دین کے ایک حصہ کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

ثِقات: آپ کے ثقات (معتمدین) میں سے علی بن جعفر حضرت امام علی النقی علیہ السلام کے کارپرداز تھے۔ ابو ہاشم داؤد بن قاسم جعفری جنھوں نے پانچ ائمہ کا زمانہ دیکھا۔ داؤد بن ابو یزید نیشاپوری، محمد بن علی بن بلال، عبداللہ بن جعفر حمیری قمی، ابو عمرو عثمان بن سعید عمری، زیات وسمان، اسحاق بن ربیع کوفی، ابو القاسم جابر بن یزید فارسی اور ابراہیم بن عبید اللہ بن ابراہیم نیشاپوری تھے۔

وکلاء: آپ کے وکلاء ہیں محمد بن احمد بن جعفر اور جعفر بن سہیل صیقل ہیں ان دونوں نے آپ کے پدر بزرگوار اور آپ کے فرزند کا زمانہ بھی دیکھا تھا۔

اصحاب: محمد بن حسن صفار، عبدوس عطار، سری بن سلامہ نیشاپوری، ابو طالب حسن بن جعفر فافانی اور ابو البختری آپ کے اصحاب تھے

بحار الانوار

باب ۲

نصوص بر امامت

ANSAR

(۱) حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کا ارشاد

صقر بن دلف سے روایت ہے، اُس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوجعفر امام محمد تقی ابن حضرت امام علیؑ ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سُنا کہ میرے بعد میرا فرزند علی النقی امام ہوگا، اس کا قول میرا قول اور اس کی اطاعت میری اطاعت ہوگی، اور اس کے بعد اس کا فرزند حسنؑ امام ہوگا۔

(کمال الدین جلد ۲ صـ۵۰)

(۲) حضرت امام علی النقیؑ علیہ السلام کی نص

کتاب کمال الدین امالی شیخ صدوقؒ اور کتاب التوحید میں مرقوم ہے کہ عبدالعظیم بن عبداللہ نے حضرت امام علی النقی علیہ السلام ابن حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا، میرے بعد میرا فرزند حسن، امام ہوگا۔ مگر اس کے بعد لوگوں کا حال عجیب ہوگا۔ (کمال الدین جلد ۲ صـ۵۱)

(۳) نصِ آخر :

صقر بن دلف سے روایت ہے اُس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام علی النقی ابن حضرت امام محمد تقیؑ ابنِ امام علیؑ الرضا علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سُنا کہ میرے بعد میرا فرزند حسنؑ امام ہوگا اور حسنؑ کے بعد اس کا فرزند قائمؑ امام ہوگا جو زمین کو قسط و عدل سے اس طرح بھر دے گا جیسے اس سے پہلے وہ ظلم وجور سے بھری ہوئی ہوگی۔

(کمال الدین جلد ۲ صـ۵۵)

• کفایۃ الاثر میں بھی علی بن ابراہیم سے اسی کے مثل روایت ہے۔ (کفایۃ الاثر صـ۳۲۶)

(۴) نصِ آخر :

ابو ہاشم جعفری سے روایت ہے کہ میں نے ابوالحسن صاحبِ عسکر (امام علی النقیؑ) کو فرماتے

ہوئے سُنا کہ میرا جانشین میرے بعد میرا فرزند حسنؑ ہوگا، مگر میرے اس جانشین کے بعد جب اس کے جانشین کا زمانہ آئے گا اُس وقت تم لوگوں کا کیا حال ہوگا؟

راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، کیوں؟

آپؑ نے فرمایا، اِس لیے کہ تم لوگ اُس کی ذات کو نہ دیکھ سکو گے، اور نہ اُس کا نام لیکر اُس کا ذکر کرنا تم لوگوں کے لیے جائز سمجھا جائے گا

میں نے عرض کیا، پھر اُن کا ذکر ہم لوگ کیسے کریں گے؟

آپؑ نے فرمایا، تم لوگ کہنا "الحجۃ من آل محمد علیھم السّلام"

(کمال الدین جلد ۲ صـ۳۶۲)

- کتاب غیبۃ طوسیؒ میں سعد سے اسی کے مثل روایت ہے (غیبۃ طوسیؒ صـ۱۳۱)
- کتاب الارشاد میں محمد بن احمد علوی سے اسی کے مثل روایت ہے (الارشاد صـ۳۱۷)
- اعلام الوریٰ میں بھی محمد بن احمد علوی سے اسی کے مثل روایت ہے (اعلام الوریٰ صـ۳۵۲، ۳۵۱)

۵ ــ نصِ آخر :

علی بن عبداللہ بن مروان انباری کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت امام علی النقی علیہ السّلام کے فرزند ابوجعفر کا انتقال ہوا، میں وہاں موجود تھا چنانچہ جب وہاں امام علی النقی علیہ السّلام تشریف لائے تو آپؑ کے لیے کرسی رکھ دی گئی۔ آپؑ اُس پر تشریف فرما ہوتے۔ حضرت ابومحمد (امام حسن عسکری) علیہ السّلام آپؑ کے پہلو میں کھڑے تھے۔ جب آپؑ ابوجعفر کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہوئے تو حضرت ابومحمد سے فرمایا: اے فرزند! اللہ کا شکر ادا کرو کہ اُس نے عہدۂ امامت تمھارے لیے قرار دیدیا۔

(بصائر الدرجات صـ۴۷۳)

- اعلام الوریٰ میں معلّیٰ سے بھی اسی کے مثل روایت ہے۔

(اعلام الوریٰ صـ۳۵۰)

۶ ــ نصِ آخر :

سعد نے ابی ہاشم جعفری سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن عسکری (امام علی النقی) علیہ السّلام کے فرزند ابوجعفر کی وفات کے وقت میں وہاں موجود تھا اور اس وقت تک ابوجعفر کی امامت کے اشارے اور دلائل سامنے تھے۔ میں اپنے دل میں سوچ رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ یہ تو بالکل ابوابراہیم اور اسماعیل کا قصہ ہے، اتنے میں میری طرف

متوجہ ہوئے اور فرمایا:

ہاں، اے ابو ہاشم، اللہ تعالیٰ نے ابو جعفر کے متعلق نیا حکم جاری فرما دیا، اور اب اس کے بدلے ابو محمد (امام حسن عسکری) علیہ السلام کو عہدۂ امامت سپرد کرنے کا حکم دے دیا بالکل اسی طرح جیسے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعد کے لیے امام موسیٰؑ کے متعلق نیا حکم جاری کر دیا تھا، یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا تمھارا دل کہہ رہا ہے، خواہ اہلِ باطل اس کو کتنا ہی ناپسند کریں۔ مگر اب میرے بعد میرا جانشین میرا فرزند ابو محمدؑ (حسن عسکریؑ) ہے اس کے پاس ہر وہ چیز ہے جس کی اُمتِ مسلمہ کو ضرورت ہے اور الحمد للہ کہ اس کے پاس امت کا جوہر ہے۔

(غیبۃ طوسی ص ۱۳۰)

- کتاب ارشاد میں بھی ابو ہاشم جعفری سے اسی کے مثل روایت ہے۔

(الارشاد ص ۳۱۷)

⑦ == نصِ آخر:

محمد بن یحییٰ سے روایت ہے کہ حضرت امام ابو الحسن، علی النقی علیہ السلام کے فرزند ابو جعفر کی وفات کے بعد میں بغرض تعزیت آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت وہاں حضرت ابو محمد (امام حسن عسکری ع) علیہ السلام بھی تھے۔ میں نے دیکھا کہ آپؑ رو رہے ہیں جب حضرت امام علی النقی علیہ السلام نے آپ کو روتے ہوئے دیکھا تو ارشاد فرمایا: اے بیٹا! اللہ تعالیٰ نے تمھیں نیابت عطا فرمائی ہے اِس لیے تم اُس کا شکر ادا کرو۔

(اعلام الوری کافی جلد ۱ ص ۳۲۷ الارشاد ص ۳۱۷-۳۱۶)

⑧ == نصِ آخر:

احمد بن محمد بن رجا صاحب ترک کا بیان ہے کہ حضرت ابو الحسن (امام علی النقی علیہ السلام) نے فرمایا کہ میرے بعد میرا فرزند حسن امام ہو گا۔

(غیبۃ طوسی ص ۱۳۰)

⑨ == نص آخر

احمد بن عیسیٰ علوی جو علی بن جعفر کی اولاد میں سے تھے اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں مقام صریا میں حضرت امام ابو الحسن علی النقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے آپؑ کو سلام کیا اتنے میں دیکھا کہ وہاں (آپؑ کے فرزند) ابو جعفر اور ابو محمدؑ بھی آگئے۔ میں اپنی جگہ سے اُٹھا تا کہ ابو جعفر کو سلام کروں۔

حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام نے فرمایا، یہ تمھارے امام نہیں ہیں، امام سمجھ کر انھیں سلام نہ کرنا، تمھارے امام تو (حضرت امام ابومحمد حسن عسکریؑ کی طرف اشارہ فرمایا) یہ ہیں۔ (اِن کو سلام کرو۔) (غیبۃ طوسی ص۱۳۰)

(۱۰) = نصِ آخر :

شاہویہ بن عبداللہ جلاب کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام سے ان کے فرزند ابوجعفر کے متعلق بہت سی ایسی باتیں سنیں کہ جن سے گمان ہونے لگا کہ آپؑ کے بعد یہ امام ہوں گے۔ مگر جب ابوجعفر کا انتقال ہوگیا تو مجھے بڑا قلق ہوا۔ مجھے بڑی حیرانی تھی اور میں بڑے پس وپیش میں تھا کہ اس کے متعلق آپؑ کو خط لکھ کر دریافت کروں، یا نہ کروں۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ آئندہ کیا ہوگا۔

بالآخر میں نے آپؑ کو خط لکھا اور اس میں درخواست کی کہ آپؑ دعا فرمائیں کہ حکومتِ وقت کی طرف سے میں اپنے غلاموں کے متعلق بڑا متفکر ہوں میری یہ فکر اور پریشانی دور ہو جائے۔

آپؑ نے خط کے جواب میں تحریر فرمایا کہ میں نے دعا کردی ہے، تمھارے غلام تمھیں واپس مل جائیں گے۔ اس کے بعد خط کے آخر میں یہ بھی تحریر فرمایا کہ تمھارا ارادہ تھا کہ مجھ سے پوچھو کہ "ابوجعفر کا تو انتقال ہوگیا، اب آپؑ کے بعد آپؑ کا جانشین کون ہوگا"۔

اس کی تمھیں بڑی فکر ہے۔ فکر کی کوئی بات نہیں، اللہ تعالیٰ کسی قوم کی ہدایت کرنے کے بعد گمراہ نہیں ہونے دیتا، اُن پر راہِ نجات کو واضح کر دیتا ہے۔ سنو! میرے بعد تم لوگوں کے امام میرے فرزند ابومحمدؑ ہوں گے۔ اُن کے پاس ہر وہ چیز ہے جس کی اِس امتِ مسلمہ کو ضرورت ہوگی۔ اللہ جسے چاہتا ہے آگے بڑھا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے پیچھے ہٹا دیتا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے کہ:

"ہم جس آیت کو بھی منسوخ کرتے یا محو کرتے ہیں، اُس سے بہتر یا اسی کے مثل دوسری آیت لا دیتے ہیں جو صاحبانِ عقل وہوش کے لیے کافی اور واضح ہوتی ہے۔ (غیبۃ طوسی ص۱۳۱)

- ابن قولویہ نے کلینیؒ سے اُنھوں نے علی بن محمد سے اور اُنھوں نے اسحاق سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔ (کافی جلد ۱ ص۳۲۸ ارشاد ص۳۱۷)

(اعلام الوری ص۳۵۱)

(۱۱) = نصِ آخر

یحییٰ بن یسار قنبری سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام نے اپنی وفات سے چار ماہ قبل اپنے فرزند حضرت

امام حسن عسکری علیہ السلام کو اپنا وصی بنایا اور اپنے بعد ان کی امامت پر نص فرمایا۔ نیز مجھے اور اپنے خدام کی ایک جماعت کو اس پر گواہ بنایا۔ (اعلام الوریٰ ص ۳۵۱)

ابن قولویہ نے کلینی سے اسی کے مثل روایت کی ہے (الارشاد ص ۳۵۱)

یحییٰ بن بشار عنبری سے بھی اسی کے مثل روایت ہے کافی جلد ۱ ص ۳۲۵)

(غیبۃ طوسی ص ۱۳۱-۱۳۲)

(۱۲) نصِ آخر :

علی بن عمر نوفلی سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام کے ساتھ آپؑ کے گھر کے صحن میں بیٹھا ہوا تھا کہ ادھر سے آپؑ کے فرزند ابو جعفر محمد کا گذر ہوا۔

میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، کیا آپؑ کے بعد یہ ہم لوگوں کے امام ہونگے؟

آپؑ نے فرمایا، نہیں، میرے بعد تم لوگوں کے امام حسنؑ ہوں گے۔

(الارشاد ص ۳۱۵) (اعلام الوریٰ ص ۳۵۰، کافی جلد ۱ ص ۳۲۵-۳۲۶)

(۱۳) نصِ آخر :

عبداللہ بن محمد اصفہانی کا بیان ہے کہ حضرت امام علی النقی علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ میرے بعد تم لوگوں کا امام وہ ہوگا جو میری نمازِ جنازہ پڑھائے گا۔

راوی کا بیان ہے۔ اس سے پہلے حضرت ابو محمد (حسن عسکری) علیہ السلام کو ہم پہچانتے نہ تھے، مگر امام علی النقی علیہ السلام کی وفات پر وہ برآمد ہوئے اور انھوں نے آپؑ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ (الارشاد ص ۳۱۵)

(۱۴) نصِ آخر :

علی بن جعفر کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت امام علی النقی علیہ السلام کے فرزند محمد کا انتقال ہوا تو میں وہاں موجود تھا۔

آپؑ نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے فرمایا، اے فرزند! خدا کا شکر ہے کہ امرِ امامت تمھارے حصے میں ہے۔

(اعلام الوریٰ ص ۳۵۰، الارشاد ص ۳۱۵)

(۱۵) = نصِ آخر :

علی بن مہزیار سے روایت ہے اُس کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت ابوالحسن (امام علی النقی) علیہ السلام سے عرض کیا، اگر نعوذ باللہ آپؑ کو کچھ ہو گیا تو پھر ہم لوگ کس کی طرف رجوع کریں؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا، میرے بعد میرا عہدۂ امامت میرے بڑے فرزند یعنی حسن عسکری کو ملے گا۔

(الارشاد ص ۳۱۶)

(۱۶) = نصِ آخر :

علی بن عمرو عطار سے روایت ہے اُس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام علی النقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس وقت آپؑ کے فرزند ابوجعفر زندہ تھے اور میرا گمان تھا کہ آپؑ کے بعد یہی (ابوجعفر) آپؑ کے جانشین ہوں گے

میں نے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، آپؑ کی اولاد میں سے خاص الخاص کون ہے؟

آپؑ نے فرمایا، میری اولاد میں سے ابھی کسی کو خاص الخاص نہ سمجھو جبتک کہ میں تم لوگوں کو کوئی حکم نہ دوں۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر میں نے وفاتِ ابوجعفر کے بعد آپؑ کی خدمت میں خط لکھا کہ (آپؑ کے بعد) یہ امرِ امامت کس کے لیے ہے؟

آپؑ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا، امرِ امامت (میرے بعد) میری سب سے بڑی اولاد کے لیے ہے" اور ابومحمد حسن عسکری علیہ السلام جعفر (کذاب) سے بڑے تھے۔

(الارشاد ص ۳۱۶)

(۱۷) = نصِ آخر

بنی ہاشم کی ایک جماعت سے روایت ہے جس میں حسن بن حسین افطس بھی تھے۔ اُن کا بیان ہے کہ جس روز حضرت امام علی النقی علیہ السلام کے فرزند محمد کا انتقال ہوا یہ سب لوگ حضرت امام علی النقی علیہ السلام کے گھر پہونچے۔ دیکھا کہ آپؑ کے لیے صحنِ خانہ میں ایک فرش بچھا ہوا ہے لوگ آپؑ کے گرد بیٹھے ہوئے ہیں اور ہم لوگوں کا اندازہ ہے کہ آلِ ابی طالب اور بنی عباس کے تقریباً ڈیڑھ سو آدمی اُس وقت آپؑ کے پاس بیٹھے تھے، ان کے علاوہ آپؑ کے غلام اور دوسرے لوگ بھی تھے کہ اتنے میں نظر اُٹھائی تو دیکھا کہ آپؑ کے فرزند

حضرت حسن عسکری علیہ السلام گریبان چاک آپ کے پہلو میں آکر کھڑے ہو گئے، اُس وقت ہم لوگ اُن کو پہچانتے بھی نہ تھے۔

اُن کے کھڑے ہونے کے ایک ساعت بعد حضرت امام علی النقی علیہ السلام نے اُن کی طرف دیکھا اور فرمایا: اے فرزند! خدا کا شکر ادا کرو کہ اُس نے امرِ امامت کو تمھارے لیے ودیعت فرمایا ہے۔

یہ سن کر حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام رونے لگے اور اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہ رَاجِعُوْن کہا پھر فرمایا، اللہ ربّ العالمین کی حمد اور اس کا شکر ہے کہ اُس نے ہم پر اپنی نعمت کو تمام کیا۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُوْن۔

ہم نے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟

کسی نے کہا، یہ امام علی النقی علیہ السلام کے فرزند حسن ہیں۔

ہمارے اندازے کے مطابق اُس وقت آپ کی عمر تقریباً بیس سال ہوگی۔ اُس دن ہم نے اُنھیں پہچانا اور سمجھ گئے کہ امامت کے لیے ان ہی کو انتخاب کیا گیا ہے۔ اور ان ہی کو آپ نے اپنا جانشین نامزد فرما دیا ہے۔ (کافی جلد ۱۔ صـــ ۳۲۶-۳۲۷) (الارشاد صـــ ۳۱۶)

(۱۸) نصِ آخر:

ابوبکر فہفکی سے روایت ہے اُس کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام نے مجھے خط میں لکھا کہ میرا فرزند ابو محمد (امام حسن عسکری ع) آلِ محمدؐ میں صحیح ترین فطرت کا مالک ہے اور ان میں سب سے زیادہ موثّق اور صاحب حجت ہے یہ میری اولاد میں سب سے بڑا ہے یہی میرا جانشین ہے، امامت کا عہدہ اسی کو ملے گا۔ جو مسائل تم مجھ سے پوچھنا چاہتے ہو، اس سے پوچھو، اس کے پاس ہر وہ چیز ہے جس کی تمھیں احتیاج ہے۔

(اعلام الوریٰ صـــ ۳۵۱ کافی جلد ۱ صـــ ۳۲۶-۳۲۷، الارشاد صـــ ۳۱۷)

بحار الانوار

باب ۳

بعض معجزات، مکارمِ اخلاق
اور
دیگر اُمور

ANSAR

① = آپؑ کے سرِ اقدس کا نور

حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السّلام کے غلام بدل کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السّلام سو رہے تھے اور آپؑ کے سرِ مبارک سے ایک نور ساطع تھا جو آسمان تک پہونچ رہا تھا۔

(مختار الجرائح ص ۲۱۵ کشف الغمہ جلد ۳ ص ۲۰۷)

- کتاب الدلائل میں بھی اسی کے مثل روایت ہے

② = اطلاع آمدِ امام مہدیؑ

عیسٰی بن صبیح سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ حضرتِ امام حسن عسکری علیہ السّلام ہم لوگوں کے پاس قید خانے میں آئے۔ میں آپؑ کو پہچانتا تھا۔ آپؑ نے مجھ سے فرمایا، تمھاری عمر اس وقت پینسٹھ سال اتنے مہینے اور اتنے دن کی ہے۔ میرے پاس دعاؤں کی کتاب تھی جس میں میری تاریخِ پیدائش تحریر تھی۔ میں نے اُسے دیکھا تو واقعًا جو آپؑ نے فرمایا تھا وہ بالکل صحیح تھا۔

آپؑ نے پھر پوچھا، تمھارے کوئی لڑکا ہے؟

میں نے عرض کیا، نہیں۔

آپؑ نے فرمایا، پروردگارا! اس کو ایک لڑکا عنایت فرما جو اس کا بازو بنے۔ کیونکہ بیٹا باپ کے لیے بہترین بازو ہوتا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ، کیا آپؑ کے بھی کوئی بیٹا ہے؟

آپؑ نے فرمایا، ہاں، خدا کی قسم میرے ایک بیٹا ہوگا جو زمین کو قسط و عدل سے اسی طرح بھر دے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔ مگر اِس وقت تو کوئی لڑکا نہیں ہے۔

(مختار الخرائج)

(۳) ظہورِ امامِ مہدیؑ اور انہدامِ منائرِ مساجد

ابو ہاشم جعفری کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا۔

آپؑ نے اثنائے گفتگو ارشاد فرمایا، جب امام قائم (مہدیؑ) کا ظہور ہوگا تو وہ حکم دیں گے کہ مسجدوں کے تمام منارے اور مقصورے (مینار اور کنگرے) منہدم کر دیے جائیں۔

میں نے اپنے دل میں کہا، آخر وہ ایسا کیوں کریں گے؟

میرے دل میں یہ بات آتے ہی آپؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ وہ ایسا اس لیے کریں گے کہ یہ جدّت اور بدعت ہے۔ نہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی اپنی مسجد میں کوئی مینار یا مقصورہ بنانے کا حکم دیا، اور نہ کسی حجتِ خدا نے بنوایا۔ (مناقب آلِ ابی طالب جلد ۴ ص ۴۳۷۔)

(غیبۃ الشیخ ص ۱۲۳)

- کشف الغمہ میں دلائل حمیری سے ابو ہاشم کی یہی روایت مرقوم ہے۔ (کشف الغمہ جلد ۳ ص ۳۹۶)
- اعلام الوریٰ میں بھی اسناد کے ساتھ جعفری کی یہی روایت مرقوم ہے۔ (اعلام الوریٰ ص ۳۵۵)

(۴) اسحاقِ کندی کی تناقضِ قرآن اور امام حسن عسکری علیہ السلام کی تردید

ابو القاسم کوفی نے کتابِ التبدیل میں تحریر کیا ہے کہ اسحاقِ کندی جو عراق میں اپنے زمانے کا سب سے مشہور فلسفی تھا اُس نے ایک کتاب "تناقض القرآن" تصنیف کرنی شروع کی۔ اسے اپنی اس تصنیف پر بڑا ناز ہوا، اور اپنی جگہ پر سمجھنے لگا کہ اس نے علماء میں ایک منفرد مقام حاصل کر لیا ہے۔

اُس کا ایک شاگرد، ایک دن حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپؑ نے اُس سے ارشاد فرمایا، کیا تم میں کوئی ایسا مردِ رشید نہیں ہے جو اپنے اُستاد کندی کو اُس کام سے باز رکھ سکے جو وہ قرآن کے سلسلے میں کر رہا ہے؟

اُس شاگرد نے عرض کیا۔ مگر ہم لوگ تو اُس کے شاگرد ہیں ہمارے لیے یہ بات کب مناسب ہے کہ اُس کے کسی بھی کام پر اعتراض کریں۔؟

آپؑ نے فرمایا کہ جو بات میں تم سے کہوں، وہ اُس تک پہونچا دو گے ؟

اُس نے کہا، جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا، اچھا جاؤ پہلے کسی صورت سے اُس کا تقرب حاصل کر کے اُنس پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ پھر جب وہ تم سے مانوس ہو جائے تو اُس سے یہ کہنا کہ ایک سوال میرے ذہن میں آیا ہے۔ میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔

وہ یقیناً کہے گا کہ پوچھو۔

تم کہنا کہ یہ بتائیے "وہ متکلّم جس کے کلام کا نام قرآن ہے اگر وہ آپ کے پاس آئے تو کیا اُس کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے کلام کا وہ مطلب نہ بتائے جو آپ نے بتایا ہے بلکہ کوئی اور مطلب بتائے ؟

اُس کے جواب میں وہ کہے گا، ہاں، اس کے لیے یہ جائز ہے کیونکہ وہ کلام اسی کا ہے۔

جب وہ یہ کہے تو پھر تم کہنا کہ: پھر آپ کا کیا خیال ہے کہ ہو سکتا ہے، اللہ نے اپنے کلام کے وہ معنی مراد نہ لیے ہوں جو آپ سمجھ رہے ہیں، اس طرح آپ غلطی کر رہے ہیں۔

الغرض وہ شاگرد اپنے استاد اسحاق کندی کے پاس پہونچا اور بڑے تلطف و نرمی کے ساتھ اُس نے اپنے اُستاد کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا۔

کندی نے کہا، کیا کہا، پھر کہو۔

شاگرد نے یہ مسئلہ پھر پیش کیا، تو وہ سوچ میں پڑ گیا اور بولا۔ تمھیں قسم ہے، یہ بتاؤ کہ یہ سوال تم کو کس نے بتایا ہے ؟

اُس نے کہا، کسی نے نہیں۔ یہ سوال از خود میرے دل میں پیدا ہوا۔

کندی نے کہا، ہر گز نہیں، تم جیسا آدمی ایسا سوال کر ہی نہیں سکتا۔ سچ بتاؤ، یہ سوال تم کو کس نے بتایا ہے ؟

بالآخر اُس کو کہنا پڑا کہ مجھ سے حضرت ابو محمد حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ آپ سے یہ سوال کیا جائے۔

کندی نے کہا، ہاں اب تم نے صحیح بات بتائی ہے۔ اِس قسم کا سوال تو سوائے اہلبیت کے اور کسی کے ذہن میں آ ہی نہیں سکتا۔

اِس کے بعد اُس نے آگ منگوائی اور اُس وقت تک تناقضِ قرآن کے متعلق جو کچھ لکھا تھا وہ سب جلا دیا۔

(مناقب جلد ۴ ص ۴۲۴)

۵ = دشمن سے دوستی کرنے کا طریقۂ امامؑ

محمد بن اسماعیل علوی سے روایت ہے کہ علی بن اوتاش جو ایک شدید دشمنِ آلِ محمدؐ تھا اور آلِ ابوطالب پر تشدد کیا کرتا تھا۔

ایک دن حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام اُس کے پاس بیٹھے تھے راوی کا بیان ہے کہ ابھی آپؑ ایک ہی دن بیٹھے تھے کہ اس کی گردن آپؑ کی عظمت و جلالتِ قدر کے سامنے جھک گئی، آپؑ کے سامنے اُس کی نگاہ نہ اُٹھتی تھی۔ جب آپؑ اس کے پاس سے اُٹھے تو بہترین صاحبِ بصیرت بن چکا تھا اور آپؑ کی مدح سرائی کر رہا تھا۔

(اعلام الوریٰ ص ۳۵۹، الارشاد مفیدؒ ص ۲۲۲)

۶ = شاعرِ متوکل کے ساتھ سلوک

شاعرِ متوکل ابو یوسف قصیر کا بیان ہے کہ میرے یہاں لڑکا پیدا ہوا، میں اُس وقت بالکل تنگدست تھا۔ میں نے کئی آدمیوں کے پاس مالی اعانت کے لیے رُقعے لکھے، مگر میرا قاصد ہر جگہ سے بے نیل و مرام واپس آیا، تو میں نے اپنے دل میں کہا، اب میں خود ہر ایک کے دروازہ پر جاؤں گا۔

الغرض جب میں حضرت ابو محمد علیہ السلام کے دروازے پر پہونچا تو اندر سے ابو حمزہ نکلا، اس کے پاس ایک سیاہ تھیلی تھی جس میں چار سو درہم تھے۔

اُس نے کہا، میرے آقا فرماتے ہیں کہ لے یہ رقم اپنے مولود پر خرچ کر اللہ تعالیٰ تجھے مبارک کرے۔

۷ = علمِ امامت اور اعمالِ بندگان

ابو القاسم علی بن راشد سے روایت ہے، ان کا بیان ہے کہ حضرت ابو محمد علیہ السلام کے زمانے میں علویوں میں سے ایک شخص طلب معاش کے لیے سُر من رائے سے بلادِ جبل کی طرف چلا۔ راستے میں ایک مردِ ہمدانی سے ملاقات ہوگئی۔

اس نے پوچھا، کہاں سے آرہے ہو۔ ؟

مردِ علوی نے کہا، سر من رائے سے آرہا ہوں۔

اُس نے پوچھا، فلاں گلی کا دروازہ فلاں جگہ ہے، تم پہچانتے ہو ؟

مردِ علوی نے کہا، جی ہاں۔

اُس نے کہا، تمھیں حضرت حسنؑ بن علیؑ کا بھی کچھ حال معلوم ہے؟

مردِ علوی نے کہا، نہیں۔

اُس نے کہا، تم کہاں جا رہے ہو؟

مردِ علوی نے کہا، بلادِ جبل کا ارادہ ہے۔

اُس نے کہا، بلادِ جبل کیوں جا رہے ہو؟

مردِ علوی نے کہا، روزی کمانے کے لیے۔

اُس نے کہا، اچھا تو میں تم کو پچاس دینار دیتا ہوں یہ لو اور پلٹ چلو، مجھے حضرت حسنؑ بن علی علیہ السلام تک پہونچا دو۔

مردِ علوی نے کہا، بہتر ہے۔

اُس نے مردِ علوی کو پچاس دینار دیے اور وہ اُس ہمدانی کے ساتھ واپس آیا سرمن رائے پہونچا، دونوں، حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے بیت الشرف پر حاضر ہوئے۔ اِذنِ باریابی چاہی اِذن مل گیا، دونوں بیت الشرف میں داخل ہوئے۔ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام صحنِ خانہ میں تشریف فرما تھے۔

جب امام علیہ السلام کی نظر اُس مردِ جبلی ہمدانی پر پڑی تو آپؑ نے فرمایا، تم فلاں ابنِ فلاں ہو؟

اُس نے عرض کیا، جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا، تمھارے والد نے تمھیں میرے لیے وصیّت کی تھی، تم اُس وصیت کو پورا کرنے کے لیے آئے ہو، تمھارے پاس چار ہزار دینار ہیں۔ وہ مجھے دو۔

اُس نے عرض کیا، جی ہاں،

یہ کہہ کر اُس نے وہ رقم آپؑ کے سامنے رکھدی۔

پھر آپؑ اُس مردِ علوی کیطرف متوجّہ ہوئے اور فرمایا، تم طلبِ معاش کے لیے بلادِ جبل جا رہے تھے۔ اِس ہمدانی نے تمھیں پچاس دینار دیے، تم اِس کے ساتھ واپس آئے۔ اب ہم تم کو پچاس دینار اور دیتے ہیں۔

یہ فرما کر آپؑ نے اُس مردِ علوی کو پچاس دینار عطا فرمائے۔

(کشف الغمہ جلد ۳ صـ ۲۰۷)

⑦ = رُعبِ امامت

تلعکبری رحمۃ اللہ سے روایت ہے۔ ان کا بیان ہے کہ میں ایک دن ابو علی محمد بن ہمام رحمۃ اللہ کی ڈیوڑھی میں چبوترے پر بیٹھا ہوا تھا کہ ادھر سے ایک ضعیف شخص کا گذر ہوا، جو اونی کوٹ پہنے ہوئے تھا، اُس نے ابو علی کو سلام کیا۔ اُنھوں نے جوابِ سلام دیا۔ اور وہ شخص چلا گیا۔

ابو علی نے کہا، تمھیں معلوم ہے، یہ کون تھا؟

میں نے کہا، نہیں۔

ابو علی نے کہا، یہ ہمارے آقا حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کا ملازم ہے کیا تمھارا جی چاہتا ہے کہ اس سے اپنے آقا کی کوئی حدیث سنو؟

میں نے کہا، ہاں۔

اُنھوں نے کہا، تمھارے پاس اس کے دینے کے لیے کچھ ہے؟

میں نے کہا، ہاں، دو درہم صحیح رہیں گے۔؟

اُنھوں نے کہا، اس کے لیے یہ کافی ہے۔

الغرض میں اس کے پیچھے گیا اور اُس سے جا کر کہا کہ تم کو ابو علی بن ہمام بلاتے ہیں، کیا تم اُن کے پاس جانا پسند کرو گے؟

اُس نے کہا، جی ہاں۔ بسر و چشم۔

پھر ہم دونوں ابو علی بن ہمام کے پاس آئے وہ اُن کے پاس بیٹھ گیا۔

ابو علی نے مجھے اشارہ کیا کہ اسے دو درہم دے دو۔

میں دینے لگا تو اُس نے کہا، اس کی کیا ضرورت ہے۔

میں نے اصرار کیا اور وہ دو درہم اس کو دیدیے۔

پھر ابو علی بن ہمام نے اُس سے کہا، اے عبد اللہ محمدؐ! حضرت ابو محمد امام حسن عسکریؑ کے متعلق جو کچھ تم نے دیکھا ہے اسے بیان کرو۔

اُس نے کہا، میرے مالک علویوں میں سب سے زیادہ مردِ صالح تھے ہمیں نے تو ان جیسا کوئی آدمی ہی نہیں دیکھا۔ وہ مشکی اور نیلگوں زین پر سوار ہوتے اور ہر دوشنبہ اور پنجشنبہ کو سر من رائے میں دار الخلافہ کو جایا کرتے۔ چنانچہ جب آپؑ اپنے معیّنہ دن میں تشریف لے جاتے تو وہاں لوگوں کا عظیم اژدہام ہو جاتا۔ سارے راستے سواریوں سے بھرے ہوتے ہر طرف خچرؔ ہی خچرؔ اور

گدھے ہی گدھے نظر آتے، اتنی بھی جگہ نہ ہوتی کہ آدمی پیدل ہی اس کے اندر سے گذر جائے۔

اُس کا بیان ہے کہ مگر، جب میرے آقا وہاں پہونچتے تو کیا آدمی اور کیا جانور سب خاموش ہو جاتے، نہ خچروں کی ہنہناہٹ ہوتی نہ گدھوں کی آواز۔ آپؑ کو دیکھ کر سارے جانور اِدھر اُدھر ہٹ جاتے، درمیان میں وسیع راستہ خالی ہو جاتا اور آپؑ بغیر کسی مزاحمت کے اندر داخل ہو جاتے اور اپنی مخصوص جگہ پر تشریف فرما ہو جاتے، اور جب دربار سے برآمد ہوتے تو خلیفہ، دربان کو حکم دیتا، کہ حضرت ابو محمدؐ امام حسن عسکری علیہ السلام کی سواری لاؤ۔

یہ آواز سن کر لوگوں کا شور و غل، گھوڑوں کی ہنہناہٹ وغیرہ سب ختم ہو جاتی سارے سواریوں کے جانور اِدھر اُدھر ہٹ جاتے، یہاںتک کہ آپؑ انتہائی سکون و وقار کے ساتھ سوار ہو کر وہاں سے تشریف لے جاتے۔

اُس ملازم کا بیان ہے کہ ایک دن خلیفہ نے معیّنہ دنوں کے علاوہ آپؑ کو بلا لیا۔ یہ چیز آپؑ پر بہت شاق ہوئی، خوف تھا کہ علویوں اور ہاشمیوں میں سے جو لوگ آپؑ کے رُتبے اور منزلت کو دیکھ کر آپؑ سے حسد کرتے تھے اُنھوں نے خلیفہ سے آپؑ کی چغلی کر دی ہوگی آپؑ جب سوار ہو کر وہاں تشریف لے گئے اور دار الخلافہ پہونچے تو کہا گیا کہ خلیفہ تو دربار سے اُٹھ چکا ہے اب آپؑ چاہیں تو یہاں تشریف رکھیں اور چاہیں تو تشریف لے جائیں۔

اُس ملازم کا بیان ہے کہ آپؑ وہاں سے پلٹے اور جانوروں کے بازار میں آئے وہاں بڑا شور و غل تھا، بڑی بھیڑ بھاڑ اور لوگوں کا اژدہام تھا۔ مگر جب آپؑ بازار میں پہونچے تو ہر طرف خاموشی چھاگئی نہ کسی انسان کی آواز بلند ہوئی، نہ جانوروں کی۔

الغرض آپؑ جا کر اس بیوپاری کے پاس بیٹھ گئے جو آپؑ کے لیے جانور وغیرہ خریدا کرتا تھا۔ اس نے آپؑ کے سامنے ایک ایسا خطرناک و شریر گھوڑا پیش کیا، جس کے پاس جانے کی کوئی ہمت نہ کرتا تھا۔ بیوپاریوں نے اسے آپؑ کے ہاتھ اصل قیمت سے بھی کم یعنی گھاٹے پر فروخت کر دیا۔

آپؑ نے مجھ سے فرمایا، اے محمدؐ اُٹھو! اور اس پر زین کس دو۔

میں نے اپنے دل میں کہا کہ انھوں نے مجھے کبھی کوئی ایسا کام کرنے کا حکم نہیں دیا جو میرے لیے باعثِ اذیّت ہوا ہو، اِس لیے میں نے آگے بڑھ کر اس کا تنگ کھولا اور اُس کی پشت پر زین رکھ دی۔ وہ بالکل چپ چاپ رہا، اُس نے کوئی حرکت نہ کی میں اُسے لیکر آپؑ کے پاس آیا، تاکہ اسے لیکر چلا جائے کہ اتنے میں وہ بیوپاری دوڑتا ہوا آیا اور بولا:

میں یہ گھوڑا نہیں بیچنا چاہتا۔

آپؑ نے مجھ سے فرمایا، پھر یہ ان لوگوں کو واپس کر دو۔
بیوپاری اسے لینے کے لیے آگے بڑھا تو گھوڑے نے اس کی طرف ایسا رُخ کیا کہ وہ ڈر کے مارے بھاگا۔
ملازم کا بیان ہے کہ وہ گھوڑا ہم نے چھوڑا آپؑ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ اور ہم وہاں سے چلے تو وہ بیوپاری پھر دوڑتا ہوا آیا اور بولا:
اس گھوڑے کا مالک کہتا ہے کہ ڈر ہے، کہیں آپؑ اسے خرید کرلے جائیں اور پھر اسے واپس نہ کردیں۔ اگر آپؑ کو علم ہے کہ یہ گھوڑا کس قدر بدسرشت و شریر ہے اور اس کے بعد بھی آپؑ اس کو خریدنا چاہتے ہیں تو خرید لیجیے۔
آپؑ نے فرمایا کہ مجھے علم ہے
بیوپاری نے کہا، تو پھر میں نے فروخت کیا۔
آپؑ نے مجھ سے فرمایا کہ گھوڑا لے لو۔
میں اسے لیکر اصطبل آیا۔ نہ اس نے کوئی حرکت کی اور نہ مجھے ستایا۔ یہ سب میرے آقا کی برکت تھی۔
ابو علی بن ہمّام کا بیان ہے کہ یہ گھوڑا لوگوں میں خونخوار مشہور تھا، وہ دو پاؤں پر کھڑا ہوجاتا۔ اپنے مالک کو لات مارتا اور پھینک دیتا تھا۔
اُس ملازم کا بیان ہے کہ میرے آقا تمام علویّین اور ہاشمیّین میں سب سے زیادہ مردِ صالح تھے، انھوں نے کبھی نیند کو منھ نہ لگایا، آپؑ محرابِ عبادت میں بیٹھتے، سجدے میں جاتے اور سجدے ہی میں سوجاتے پھر بیدار ہوتے، پھر سو جاتے، غذا کم تناول فرماتے۔ آپؑ کے لیے انجیر، اور انگور وغیرہ لائے جاتے تو اس میں سے ایک یا دو دانے کھالیتے اور فرماتے:
اے محمدؐ! اسے لے جاؤ اپنے بچوں کو دے دینا۔
میں پوچھتا، کیا سب اُٹھائے جاؤں؟
آپؑ فرماتے، ہاں سب لیجاؤ۔
المختصر، میں نے اُن سے بہتر کوئی آدمی نہیں پایا۔ (غیبۃ الشیخ ص ۱۴۰-۱۳۹)

۸ = آلِ محمدؐ اللہ کے مکرّم بندے ہیں

ادریس بن زیاد کفر توتائی کا بیان ہے کہ میں حضراتِ آلِ محمدؐ کے متعلق مبالغہ آمیز بڑی بڑی باتیں کیا کرتا تھا۔

ایک مرتبہ میں حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی ملاقات کی غرض سے عسکر پہونچا۔ سفر کی وجہ سے بہت تھکا ماندہ تھا اِس لیے ایک حمام کی دکان پر گیا، وہیں پڑکر سو رہا اور آنکھ اُس وقت کھلی جب حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام نے آکر کھٹکھٹایا۔

میں نے محسوس کیا کہ آپؑ ہی نے دروازہ کھٹکھٹایا ہے اس لیے فوراً اٹھا، دروازہ کھولا اور آپؑ کے قدموں کو بوسہ دیا۔ آپؑ سواری پر سوار تھے اور کئی غلام آپؑ کے گرد تھے۔

آپؑ نے سب سے پہلی بات جو فرمائی وہ تھی کہ اے ادریس! سنو!

"بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ

(سورۃ الانبیاء آیت ۲۶-۲۷)

ترجمہ: (بلکہ یہ اللہ کے مکرم بندے ہیں، اُس کے قول پر سبقت نہیں کرتے اور اسی کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔)

میں نے عرض کیا، مولا! میرے لیے یہی آیت کافی ہے۔ درحقیقت میں یہی پوچھنے کے لیے آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ (مناقب جلد ۴ ص ۴۲۹)

⑨ = قید خانے میں؟

کتاب احمد بن محمد بن عیاش میں ہے کہ ابوہاشم جعفری حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے ساتھ قید خانے میں تھے اور معتز نے طالبین کے متعدد لوگوں کے ساتھ ۲۵۸ھ میں ان دونوں کو بھی قید میں ڈال دیا تھا۔

• محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر کا بیان ہے کہ جب حضرت ابو محمد امام حسن عسکریؑ قید کرلیے گئے تو خاندانِ بنی عباس اور اس اطراف کے منحرفین میں سے صالح بن علی وغیرہ صالح بن وصیف کے پاس پہونچے اور اس سے کہا کہ: حضرت ابو محمد علیہ السلام کے ساتھ ذرا بھی نرمی نہ کرنا، بلکہ اور سختی میں اضافہ کردو۔

صالح بن وصیف نے کہا، حتی الامکان میں نے دو شریر و ظالم ترین لوگ ان پر مامور کیے مگر وہ دونوں بھی آپؑ کی نماز اور عبادت کو دیکھ کر ان سے متاثر ہو گئے۔

اس کے بعد اُس نے اُن دونوں محافظوں کو بلوایا، اُن سے پوچھا، بتاؤ تم دونوں کی اُس مرد (امام حسن عسکریؑ) کے متعلق کیا رائے ہے؟

انھوں نے کہا، ہم ایسے شخص کے متعلق کیا کہیں جو دن بھر روزہ سے رہتے ہیں اور رات بھر عبادت کے سوا کسی سے کوئی بات کرتے ہیں، نہ کسی اور کام میں مشغول ہوتے ہیں۔ وہ اگر

کبھی نظر اٹھا کر ہم لوگوں کی طرف دیکھتے ہیں تو ہمارا بند بند کانپنے لگتا ہے اور دل اس طرح لرزنے لگتا ہے کہ اپنے قابو سے باہر ہو جاتا ہے۔

عباسیوں نے جب یہ سُنا تو وہاں سے مایوس واپس ہو گئے۔ (ارشاد ص ۳۲۴)

۱۰ — زمین کے خزانوں کی کُنجیاں

کتاب الجلاء والشفاء میں مرقوم ہے کہ ابو جعفر عمری نے بتایا کہ ابو طاہر بن بلبل ایک مرتبہ حج پر گیا۔ اس نے دیکھا کہ علی بن جعفر ہمدانی بڑی بڑی رقمیں داد و دہش میں خرچ کر رہے ہیں۔

جب حج سے واپس آیا تو اس نے حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کو خط لکھا آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ میں نے علی بن جعفر ہمدانی کو ایک لاکھ دینار خرچ کرنے کی اجازت دیدی ہے اور تم کو بھی اتنی ہی رقم خرچ کرنے کی اجازت ہے۔

یہ کام اس امر کی دلیل ہے کہ ان (ائمہ) کے پاس زمین کے خزانوں کی کنجیاں ہیں۔

(مناقب جلد ۴ ص ۴۲۴)

۱۱ — تمام ائمہ علم میں برابر ہیں

ابو ہاشم کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ فہفکی نے امام علیہ السلام سے دریافت کیا، کیا وجہ ہے کہ عورت غریب و مسکین کو ایک حصّہ (میراث سے) ملتا ہے اور مرد کو دو حصّے؟

آپ نے فرمایا "اس لیے کہ عورت پر نہ جہاد فرض ہے، نہ اس کا نان و نفقہ اس کے ذمّے ہے۔ یہ ذمّہ داریاں مردوں پر ہیں۔"

میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہی سوال تو ابو العوجاء نے بھی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کیا تھا اور آپ نے بھی اس کا یہی جواب دیا تھا۔

میرے ذہن میں یہ بات آتے ہی، آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا "ہاں ٹھیک ہے یہی سوال ابو العوجاء نے بھی کیا تھا اور جب سوال کا مفہوم ایک ہو تو جواب بھی ایک ہی ہوگا۔ سنو! جو بات ہمارے اوّل کی ہوتی ہے وہی ہمارے آخر کی بھی ہوتی ہے۔ ہمارے اول و آخر علم اور دیگر امور میں برابر ہیں مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور جناب امیر المومنین علیہ السلام کو ہم پر بزرگی اور فضیلت حاصل ہے" (مختار الخرائج ص ۲۳۹)

- کشف الغمہ میں بھی دلائل حمیری سے ابو ہاشم کی یہی روایت مرقوم ہے۔
(کشف الغمہ جلد ۳ ص ۲۹۹)

- اعلام الوریٰ میں کتاب ابن عباس سے یہی روایت درج ہے۔
(اعلام الوریٰ ص ۲۵۵)

(۱۲) حجت اللہ اور دوسروں میں فرق

ابو حمزہ نصیر خادم سے روایت ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کو اپنے غلاموں سے اُن ہی کی زبانوں میں کئی مرتبہ باتیں کرتے ہوئے سنا۔ جن میں کچھ رومی تھے کچھ ترکی تھے اور کچھ صقالبی تھے۔ مجھے بڑا تعجب ہوا، دل میں کہا کہ یہ مدینہ میں پیدا ہوئے اور اپنے والد بزرگوار حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام کی وفات تک کبھی کسی کے سامنے نہیں آئے، نہ ان کو کسی نے دیکھا، پھر ان کو یہ زبانیں کیسے آگئیں؟

ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ آپؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا سنو! اللہ تعالےٰ اپنی حجت کو ساری مخلوق پر واضح کر دیتا ہے اور اسے ہر شے کا علم عنایت فرما دیتا ہے اسی بنا پر وہ دنیا کی تمام زبانوں کو، تمام لوگوں کے نسب کو اور زمانے کے تمام ہونے والے آئندہ کے حوادث کو جانتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو پھر حجت خدا اور محجوبین میں کیا فرق ہوگا۔؟

(مختار الخرائج ص ۲۱۴، مناقب جلد ۴ ص ۴۲۸)

- اعلام الوریٰ کافی اور ارشاد شیخ مفیدؒ میں بھی نصیر خادم کی یہی روایت مرقوم ہے
(اعلام الوریٰ ص ۳۵۲، کافی جلد ۱ ص ۵۰۹، ارشاد ص ۲۲۳)

(۱۳) ایک زائر کے ساتھ سلوک

ابو القاسم حبشی سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ میرا دستور تھا کہ ہر سال اول شعبان میں عسکر (سامرہ) میں مقام مقدس کی زیارت کو جایا کرتا اور نیمۂ شعبان میں زیارت قبر حسین علیہ السلام کیا کرتا تھا۔ ایک سال میں شعبان سے پہلے ہی عسکر پہونچ گیا اور خیال تھا کہ اب حسب دستور شعبان میں یہاں کی زیارت کو نہ اسکوں گا۔ مگر جب شعبان آیا تو دل میں کہا کہ ہمیشہ شعبان میں وہاں کی زیارت کی ہے اسے نہ چھوڑوں گا۔ یہ سوچ کر میں پھر عسکر (سامرہ) روانہ ہوا اس سے پہلے جب عسکر پہونچتا تو رقعہ یا خط سے لوگوں

کو مطلع کر دیا کرتا تھا کہ میں آرہا ہوں مگر اس مرتبہ ارادہ کیا کہ صرف زیارت کروں گا اور کسی سے میل ملاقات نہ کروں گا، اس لیے حبشی کے گھر قیام کیا اُس سے کہہ دیا کہ میرے آنے کی کسی کو اطلاع نہ دینا۔

جب میں نے شب کو اُس کے یہاں قیام کیا، تو گھر کا مالک مسکراتا ہوا دو دینار لے کر آیا، اس کو خود حیرت تھی، وہ کہہ رہا تھا کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے یہ دو دینار میرے پاس بھیجے ہیں اور کہلایا ہے کہ یہ حبشی کو دیدو اور کہو، جو اللہ کی اطاعت میں مشغول ہوتا ہے اس کی حاجت بر آری اللہ کرتا ہے۔ (مختار الخرائج صـ ۲۱۵)

(۱۳) حضرت علیؑ کا نوف سے خطاب

محمد بن علی شرلعی جو مہتدی کے مقربین میں سے تھا، اس کے ساتھ اُٹھتا بیٹھتا تھا اس کو لوگوں کے واقعات و حالات سے کافی واقفیت تھی، اس کا بیان ہے کہ میں اکثر مہتدی کے پاس شب بھی بسر کر لیتا تھا۔ ایک شب کو مہتدی نے مجھ سے کہا؛

اے محمدؐ! کیا تم کو وہ روایت معلوم ہے جو نوفِ بکالی نے حضرت علی علیہ السلام سے نقل کی ہے؟

میں نے کہا، جی ہاں، یا امیر المومنین، نوف کا بیان ہے کہ میں نے حضرت علیؑ کو دیکھا کہ آپؑ نے ایک شب کو بار بار باہر نکل کر آسمان کی جانب دیکھا، پھر مجھے پکارا:

اے نوف! کیا تم سو رہے ہو؟

میں نے عرض کیا، نہیں یا امیر المومنین! میری آنکھیں مسلسل آپؑ پر جمی ہوئی ہیں

آپؑ نے فرمایا، اے نوف! کیا کہنا ان لوگوں کا جو دنیا میں زاہدانہ زندگی گذارتے ہیں اور آخرت کی طرف راغب ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اللہ کی زمین کو بستر بنایا ہے اور اپنے ہاتھ کو تکیہ بنایا، یہاں کے پانی کو خوشگوار اور طیب و طاہر سمجھتے ہیں، کتابِ خدا پر عمل اُن کا شعار ہے اللہ سے دعاء کرنا ان کا دستور ہے۔ پھر انھوں نے دنیا کو بالکل ترک کر دیا، جس طرح حضرت عیسیٰؑ ابن حضرت مریم علیہ السلام نے دنیا کو ترک کر دیا تھا۔

اے نوف! اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے عیسیٰؑ مسیح کی طرف وحی فرمائی کہ بنی اسرائیل سے کہہ دو کہ میرے گھروں میں جب داخل ہوں تو خضوعِ قلب، خشوعِ نظر اور پاک صاف ہاتھوں کے ساتھ اور انھیں یہ بھی بتا دو کہ اگر ایسا نہ کیا تو، نہ میں اُن میں سے کسی کی فریاد سنوں گا، اور نہ کسی کی دعاء کو قبول کروں گا۔

محمد بن علی کا بیان ہے کہ خدا کی قسم مہتدی نے فوراً حضرت علی علیہ السّلام کی اس روایت کو اپنے ہاتھ سے لکھ لیا، اس کے بعد وہ برابر وسطِ شب میں اُٹھتا، تنہائی میں اپنے رب سے مناجات کرتا اور میں اُس کو یہ کہتے ہوئے سُنتا کہ:

"اے نوف! واقعاً دنیا میں زاہدوں جیسی زندگی بسر کرنے والوں کا اور آخرت کی طرف رغبت کرنے والوں کا کیا کہنا۔!" (مروج الذہب

(۱۴) = امام مستجاب الدّعوات ہوتا ہے

محمد بن ہمام سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ میرے والد نے حضرت ابومحمّد امام حسن عسکری علیہ السّلام کو خط لکھا کہ ہمارے یہاں لڑکے کا حمل ضائع ہو جاتا ہے اور اس وقت بھی میری زوجہ حاملہ ہے آپؑ دعا فرمائیں کہ حمل ضائع نہ ہو اور صحیح وسلامت ولادت ہو جائے، نیز سعادت مند بیٹا پیدا ہو جو آپؑ حضرات سے کے دوستداروں میں ہو۔

آپؑ نے اس رقعے کے اوپر اپنے ہاتھ سے تحریر فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے جیسا تم چاہتے ہو ویسا ہی کر دیا ہے۔"

چنانچہ حمل سلامت رہا اور لڑکا پیدا ہوا۔ (رجال کشی ص ۲۹۵)

(۱۵) = ہمارے خواب اور بیداری میں فرق نہیں

فضل بن حارث سے روایت ہے، اُن کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السّلام کے سر من رائے سے نکلتے وقت میں وہاں موجود تھا میں نے دیکھا کہ حضرت ابومحمّد امام حسن عسکری علیہ السّلام پا پیادہ چل رہے ہیں، کپڑے پھٹے ہوئے ہیں گہرا گندمی رنگ ہے آپؑ کی جلالتِ شان کو دیکھتے ہوئے مجھے بڑا تعجّب ہوا، مجھے ڈر تھا کہ کہیں آپؑ تھک نہ جائیں۔

جب رات ہوئی تو میں نے آپؑ کو خواب میں دیکھا کہ آپؑ فرما رہے ہیں۔

"میرا وہ رنگ جس پر تمھیں تعجب ہوا یہ (کسی بندے کے اختیار میں نہیں ہے) اللہ کے اختیار میں ہے، وہ جس بندے کے لیے جو رنگ چاہتا ہے اختیار کرتا ہے اور یہ لوگوں کے لیے سبق آموز ہے، کسی بندے کے رنگ پر اس کی مذمت نہیں کی جا سکتی۔ ہم ائمہ عام لوگوں کی طرح نہیں ہوتے کہ جیسے وہ تھکتے ہیں ہم بھی تھک جائیں، ہم اللہ سے ثباتِ قدم اور توفیقِ تفکر کی دعا،

کرتے ہیں۔ یاد رکھو! ہم ائمہ خواب میں بھی ویسے ہی کلام کرتے ہیں جیسے بیداری میں۔

(رجال کشی صہ ۴۸۰ کشف الغمہ جلد ۳ صہ ۳۰۲)

(۱۶) انبیاءؑ و مومنین اور منافقین و شیاطین کے سونے کے طریقے

محمد بن یحییٰ نے احمد بن اسحاق سے روایت کی ہے کہ ایک بار میں نے حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام سے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان، ایک بات میرے دل میں کھٹک رہی ہے جس کی مجھے بڑی فکر ہے۔ میں نے چاہا کہ آپؑ کے پدرِ بزرگوار سے دریافت کروں مگر موقع نہ مل سکا۔

آپؑ نے فرمایا، اے احمد! وہ کیا بات ہے؟

میں نے عرض کیا، مولا! آپؑ کے آبائے طاہرینؑ کی یہ روایت ہم تک پہونچی ہے کہ انبیاءؑ کی نیند پشت کے بَل (چت) ہوتی ہے، مومنین کی نیند دائیں کروٹ ہوتی ہے، منافقین بائیں کروٹ سوتے ہیں اور شیاطین منھ کے بَل سوتے ہیں۔؟

آپؑ نے فرمایا، ہاں ایسا ہی ہے۔

میں نے عرض کیا، مولا! میں بڑی کوشش کرتا ہوں کہ اپنے داہنے پہلو (کروٹ) پر سوؤں، مگر ممکن نہیں ہوتا، نیند ہی نہیں آتی۔

یہ سن کر آپؑ ذرا دیر خاموش رہے پھر فرمایا، اچھا اپنے دونوں ہاتھ آستینوں سے اندر کی طرف اپنے کپڑوں میں کرلو۔

میں نے ایسا ہی کیا۔

پھر آپؑ نے اپنے ہاتھ آستینوں سے نکالے اور میرے کپڑوں کے اندر داخل کردیے اپنا دایاں ہاتھ میرے بائیں پہلو پر مسح کیا اور بایاں ہاتھ میرے دائیں پہلو پر مسح فرمایا اور یہ تین بار کیا۔

احمد کا بیان ہے کہ جب سے آپؑ نے اپنے ہاتھ میرے پہلوؤں پر مسح کیے پھر میں کبھی بائیں کروٹ سے سو ہی نہ سکا، نیند ہی نہیں آتی۔ (کافی جلد ۱ صہ ۵۱۴-۵۱۳)

(۱۷) بدکار عورتوں سے متعہ مت کرو

حسن بن ظریف نے یہ بھی بیان کیا کہ میں تیس سال سے ترکِ متعہ کیے ہوئے تھا میری

آبادی میں ایک عورت تھی جس کے حسن وجمال کی لوگ بہت تعریف کرتے تھے۔ میرا دل اس کی طرف مائل ہوا، مگر وہ بدکار اور زانیہ تھی، مجھے کراہت محسوس ہوئی، مگر دل میں سوچا کہ ائمہ علیہم السلام کا قول ہے کہ "زنِ فاجرہ سے متعہ کرو، اس طرح تم اس کو حرام سے بچا کر حلال کی طرف لے آؤ گے۔"

میں نے اس متعہ کے متعلق حضرت ابو محمد علیہ السلام کو خط لکھ کر آپؑ سے مشورہ چاہا اور یہ بھی دریافت کیا کہ کیا اتنے عرصہ کے بعد میرے لیے یہ جائز ہے کہ متعہ کروں؟

آپؑ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا، متعہ سے تم سنّت ادا کرو گے اور بدعت کو ختم کرو گے، اس لیے تمھیں متعہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ مگر ایسی عورت سے متعہ نہ کرو جو بدکاری اور زناکاری میں مشہور ہو۔ اگرچہ تمھارے ذہن میں ہمارے آبائے کرام کا یہ قول ہے کہ زنِ فاجرہ سے متعہ کرو اس طرح تم اس کو حرام سے نکال کر حلال کی طرف لاؤ گے، مگر یہ عورت بے عزّت مشہور ہے، ڈر ہے کہ اس کی وجہ سے تم بھی بے عزّت نہ ہو جاؤ۔

آپؑ کی اس ہدایت کے بعد میں نے اس سے متعہ نہیں کیا، مگر میرے بھائیوں اور پڑوسیوں میں سے ایک شخص شاذان بن سعد نے اس سے متعہ کر لیا۔ یہ بات مشہور ہوئی، بات اوپر تک پہونچی اور معاملہ خلیفۂ وقت کے سامنے پیش ہوا اور اس کی وجہ سے اس شخص کو بھی کافی نقصان اٹھانا پڑا۔ مگر اللہ نے میرے مولا کی ہدایت کی برکت سے مجھے اس سے بچا لیا۔

(کشف الغمہ جلد ۳ ص ۲۰۳-۲۰۴)

(۱۸) = فرش پر انبیاء کے قدموں کے نشانات

علی بن عاصم اعمی کوفی سے روایت ہے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے فرمایا:

اے عاصم! دیکھو، تمھارے پاؤں کے نیچے جو فرش ہے اس پر بہت سے انبیاء و مرسلین اور ائمہ راشدین بیٹھ چکے ہیں۔

میں نے عرض کیا، مولا! پھر میں اس مکرّم فرش پر تاحیات جوتا پہن کر نہ آؤں گا

آپؑ نے فرمایا، اے علی! یہ جوتا جو تمھارے پاؤں میں ہے نجس اور ملعون ہے یہ ہماری ولایت کا اقرار نہیں کرتا۔

میں نے اپنے دل میں کہا، کاش میں اس فرش کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتا۔

آپؑ نے فرمایا، اچھا میرے قریب آؤ۔

میں قریب پہونچا تو آپؑ نے اپنا دستِ مبارک میری آنکھوں پر پھیر دیا، میں ایک دم بینا ہو گیا۔

آپؑ نے فرمایا، کیا تم اس بساط پر قدموں کے نشانات اور نقوش دیکھتے ہو؟ دیکھو! یہ حضرت آدمؑ کے قدموں کے نشانات ہیں۔ وہ یہاں بیٹھتے تھے۔ یہ ہابیل کا نشانِ قدم ہے یہ شیثؑ کا نشانِ قدم ہے۔ یہ نوحؑ کا نشانِ قدم ہے۔ یہ قیدار کا نشانِ قدم ہے۔ یہ مہلائیل کے قدم کا نشان ہے۔ یہ یارہ کا نشانِ قدم ہے۔ یہ خنوخ کا نشانِ قدم ہے۔ یہ متوشلخ کا نشانِ قدم ہے یہ سام کا نشانِ قدم ہے۔ یہ ارفخشد کے قدم کا نشان ہے۔ یہ ہود کے قدم کا نشان ہے۔ یہ صالح کے قدم کا نشان ہے۔ یہ لقمانؑ کا نشانِ قدم ہے۔ یہ ابراہیم کا نشانِ قدم ہے۔ یہ لوطؑ کا نشانِ قدم ہے یہ اسمٰعیل کا نشانِ قدم ہے۔ یہ الیاس کا نشانِ قدم ہے۔ یہ اسحٰاق کا نشانِ قدم ہے۔ یہ یعقوبؑ کا نشانِ قدم ہے۔ یہ یوسفؑ کا نشانِ قدم ہے۔ یہ شعیبؑ کا نشانِ قدم ہے۔ یہ موسیٰؑ کا نشانِ قدم ہے یہ یوشعؑ بن نون کا نشانِ قدم ہے، یہ طالوت کا نشانِ قدم ہے، یہ داؤدؑ کا نشانِ قدم ہے، یہ سلیمان کا نشانِ قدم ہے، یہ خضر کا نشانِ قدم ہے، یہ دانیال کا نشانِ قدم ہے، یہ الیسع کا نشانِ قدم ہے۔ یہ ذوالقرنین کا نشانِ قدم ہے، یہ شاپور بن اردشیر کا نشانِ قدم ہے، یہ لوئی کا نشانِ قدم ہے، یہ کلاب کا نشانِ قدم ہے۔ یہ قصی کا نشانِ قدم ہے، یہ عدنان کا نشانِ قدم ہے، یہ عبدمناف کا نشانِ قدم ہے یہ عبدالمطلبؑ کا نشانِ قدم ہے، یہ عبداللہ کا نشانِ قدم ہے، یہ میرے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کا نشانِ قدم ہے، یہ امیرالمومنینؑ کا نشانِ قدم ہے، یہ آپؐ کے بعد کے اوصیاء کے نشاناتِ قدوم ہیں مہدیِ منتظر تک۔ اس لیے کہ یہ حضرات اس پر چلے اور بیٹھے ہیں۔

پھر فرمایا، ان نشانات کو دیکھا، یہ دینِ خدا کے آثار و نشانات ہیں۔ ان میں شک کرنے والا اللہ کی ذات میں شک کرنے والا ہے، ان سے انکار کرنے والا، اللہ تعالیٰ کی ذات سے انکار کرنے والا ہے۔

اس کے بعد فرمایا: اپنی نگاہیں نیچی کرلو، اے علی۔

میں نے اپنی نظریں جھکا لیں تو میں جیسا تھا پھر ویسا ہی ہو گیا۔

علی بن عاصم کا بیان ہے۔ یہ سن کر میں ہر ایک کے قدموں کے نشانات پر گرا انھیں بوسہ دیا، پھر امام علیہ السلام کے دستِ مبارک کے بوسے لیے اور عرض کیا: مولا! میں مجبور ہوں ہاتھوں سے تو آپؑ حضرات کی نصرت کر نہیں سکتا، سوائے اس کے کہ تنہائی میں آپؑ حضرات سے تولاّ اور آپؑ حضرات کے دشمنوں سے تبرّا کروں اُن پر لعنت بھیجوں۔ پھر مولا، یہ فرمائیں کہ میرا کیا حشر ہوگا؟ میری عاقبت کیسی ہوگی؟

آپؑ نے فرمایا، میرے پدرِ بزرگوار نے مجھ سے میرے جدِ نامدار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ حدیث بیان فرمائی ہے کہ "جو شخص اپنے ضعف و کمزوری کی وجہ سے ہم اہلبیتؑ کی نصرت نہ کرسکتا ہو اور تنہائیوں میں ہمارے دشمنوں پر لعنت بھیجتا ہو تو اللہ اس کی آواز کو تمام ملائکہ تک پہونچاتا ہے" اور جب تم میں سے کوئی ہمارے دشمنوں پر لعنت بھیجتا ہے تو ملائکہ اس کی مصاعدت و مداومت کرتے ہیں اور جو ہمارے دشمنوں پر لعنت نہیں بھیجتا، ملائکہ اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اور جب اس لعنت بھیجنے والے کی آواز ملائکہ تک پہونچتی ہے تو وہ سب اُس مردِ مومن کے لیے استغفار کرتے ہیں، اُس کی تعریف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "پروردگارا! تو اپنے اس بندے کی روح پر اپنی رحمتیں نازل فرما جس نے تیرے اولیاء کی نصرت کے لیے سعی کی، اگر اس سے زیادہ نصرت کرنے کی اس میں قدرت ہوتی تو وہ اس سے زیادہ نصرت کرتا۔"

پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا آتی ہے کہ اے میرے ملائکہ! میں نے تمھاری دعاؤں کو اپنے اس بندے کے حق میں قبول کیا، میں نے تمھاری دعائیں سُنیں اور تمام نیک بندوں کی ارواح کے ساتھ اس کی روح پر بھی رحمت نازل کی۔ اور میں نے اسے بھی اپنے منتخب اور نیک بندوں میں شمار کیا۔

- ابو ہاشم جعفری سے روایت ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو محمد علیہ السلام سے اپنے تنگِ محبس اور قید کی سختی کا حال آپؑ کو لکھ بھیجا۔

آپؑ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا (نہ گھبراؤ) آج تم ظہر کی نماز اپنے گھر میں پڑھوگے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ظہر کے وقت قید خانے سے رہائی ملی اور نماز اپنے گھر پڑھی۔

میں اُن دنوں تنگ حالی میں مبتلا تھا، جی چاہتا تھا کہ آپؑ سے کچھ مدد چاہوں مگر شرم آئی اور اسے خط میں نہ لکھ سکا۔ مگر جب میں گھر پہونچا تو آپؑ نے ایک سو دینار بھیجے اور خط میں لکھا کہ جب تمھیں کسی چیز یا رقم کی ضرورت ہوا کرے تو مانگ لیا کرو، شرم نہ کیا کرو، تم جتنا مانگو گے دوں گا۔

(مناقب ص ۴۳۹)

- اعلام الوریٰ اور ارشاد شیخ مفیدؒ میں بھی ابو ہاشم کی یہی روایت مرقوم ہے۔

(اعلام الوریٰ ص ۳۵۴ الارشاد ص ۳۲۲)

(۱۹) = صاعد نصرانی کا اسلام لانا

محمد بن ہارون سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ میرے والد نے مجھے ایک صاحب کے ساتھ ابو القلا صاعد نصرانی کے پاس بھیجا تاکہ میں اُس سے

وہ روایت سُن لوں جو وہ حضرت ابو محمّد امام حسن عسکری علیہ السلام کے متعلق بیان کرتا ہے۔ اُن صاحب نے مجھے اُس تک پہونچا دیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ایک مردِ بزرگ ہے۔ میں نے اُسے اپنے آنے کا مقصد بتایا۔

اُس نے مجھے اپنے قریب بلایا اور کہا "میرے والد نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک مرتبہ ہم اور ہمارے تمام بھائی اہلِ بصرہ کی ایک جماعت کے ہمراہ اپنے یہاں کے عامل کے ظلم کی شکایت کرنے کے لیے سر من رائے گئے۔ اسی اثنار میں ایک دن اتّفاقاً دیکھا کہ حضرت ابو محمّد امام حسن عسکری علیہ السلام اپنے لغلہ پر سوار چلے آرہے ہیں۔ آپؑ کے سر پر ململ کی ٹوپی تھی اور دوش پر چادر۔

میں نے اپنے دل میں کہا، بعض مسلمانوں کا خیال ہے کہ یہ غیب کی بات جانتے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو یہ اپنے آگے کی ٹوپی پیچھے کرلیں گے۔

آپؑ نے ایسا ہی کر دیا۔

میں نے دل میں کہا، یہ محض اتّفاقیہ امر ہے۔ اچھا، یہ اپنے داہنے کاندھے پر پڑی ہوئی چادر کا سرا بائیں جانب اور بائیں جانب کے سرے کو دائیں جانب ڈال لیں، تب جانوں گا کہ انھیں علمِ غیب ہے۔

آپؑ نے یہ بھی کر دیا اور چلتے رہے۔

جب میرے قریب پہونچے تو فرمایا "اے صاعد! تم بکری کا گوشت کیوں نہیں کھاتے، مچھلی کیوں کھاتے ہو؟ وہ پانی کی مخلوق ہے، تم پانی کی مخلوق تو نہیں ہو"

اور ہم لوگ اُس زمانے میں مچھلی کھایا کرتے تھے۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ میرے والد کے الفاظ ہیں کہ میں نے وہی بیان کیا ہے جو میں نے دیکھا اور جو میں نے سُنا۔

اس واقعے کے بعد صاعد اسلام لایا اور معتمد کا وزیر بنا۔ (کتاب النجوم)

بحار الانوار

باب ۴

معجزات وکرامات

ANSAR

(۱) ـــ سنگریزے ائمہؑ طاہرین کی مہریں

داؤد بن قاسم ابوہاشم جعفری سے روایت ہے، ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابو محمّد امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ اہلِ یمن میں سے ایک شخص کے لیے حاضرِ خدمت ہونے کی آپؑ سے اجازت طلب کی گئی۔ آپؑ نے اجازت دی تو ایک مردِ شکیل وطویل وجسیم اندر داخل ہوا اور سلام کیا۔

آپؑ نے جوابِ سلام دیا اور فرمایا، بیٹھ جاؤ۔

وہ میرے پہلو میں بیٹھ گیا۔

میں نے اپنے دل میں کہا، کاش معلوم ہوتا کہ یہ کون شخص ہے؟

حضرت ابو محمّد علیہ السلام نے فرمایا، یہ سنگریزے والی اُس زنِ عربیہ کا لڑکا ہے جس کے سنگریزے پر میرے آبائے کرام نے اپنی مہریں ثبت کی ہیں۔

پھر آپؑ نے اُس سے فرمایا، لاؤ وہ سنگریزہ کہاں ہے؟

اُس نے ایک سنگریزہ نکالا، جس کے ایک کنارے پر ایک صاف جگہ خالی تھی آپؑ نے اسے لیا، اُس پر اپنی مُہر ثبت فرمائی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا میں اب بھی دیکھ رہا ہوں کہ اُس پر حسنؑ بن علیؑ ثبت ہے۔

میں نے اس مردِ یمنی سے پوچھا، تم نے مولا کو اس سے پہلے کبھی دیکھا تھا؟

اُس نے کہا، نہیں، خدا کی قسم، ایک عرصہ سے تمنّا تھی کہ آپؑ کی زیارت سے مشرف ہوں اور اِس وقت یہ جوان سامنے آئے جن کو میں نے کبھی دیکھا ہی نہ تھا۔

اور وہ یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ اے اہلبیتِ رسولؐ! آپؑ حضرات پر اللہ کی رحمت اور برکت نازل ہو۔ آپؑ حضرات میں بعض ذریت ہے بعض کی۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ کا حق بھی ہم پر اسی طرح فرض ہے جس طرح امیر المومنین علیہ السلام اور دیگر ائمہؑ کا حق فرض تھا۔ حکمت وامامت آپؑ تک پہونچی ہے۔ بیشک آپؑ اللہ کے ایسے ولی ہیں کہ آپؑ سے عدمِ علم اور ناواقفیت کا کوئی شخص

عذر نہیں پیش کرسکتا۔

میں نے اس سے پوچھا تمھارا نام کیا ہے ؟

اُس نے کہا میرا نام مہجع بن صلت بن عقبہ بن سمعان بن غانم بن اُم غانم ہے، جو ایک زن عربیہ یمن کی رہنے والی تھیں جن کے پاس یہ سنگریزہ تھا جس پر امیرالمومنین علیہ السّلام نے مُہر ثبت فرمائی تھی۔

اِس واقعہ کی طرف ابوہاشم نے اپنی نظم میں اشارہ بھی کیا ہے۔ (اعلام الوریٰ صہ ۳۵۳)

(غیبۃ طوسی صہ ۱۳۲، کشف الغمہ جلد ۳ صہ ۳۱۴، مختار الخرائج، مناقب جلد ۴ صہ ۴۴۱)

۲ — معجز نما سُرمہ کی سلائی

ابوجعفر محمد بن عیسیٰ بن احمد زرجی کا بیان ہے، کہ میں نے سرمن رائے میں شارع سوق پر واقع ایک مسجد زبید کے اندر ایک نوجوان کو دیکھا، مجھے بتایا گیا کہ یہ ہاشمی نوجوان موسیٰ بن عیسیٰ کی اولاد میں سے ہے۔

راوی نے اس کا نام نہیں بتایا مگر اس کا بیان ہے کہ میں نماز پڑھ رہا تھا جب سلام پڑھ کر نماز سے فارغ ہوا تو اس نوجوان نے مجھ سے پوچھا:

آپ قمی ہیں یا رازی ؟

میں نے کہا میں قمی ہوں اور کوفہ میں حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام کی مسجد کا مجاور ہوں۔

اُس نے پھر دریافت کیا کہ کیا آپ موسیٰ بن عیسیٰ کے گھر کو جانتے ہیں جو کوفہ ہی میں ہے ؟

میں نے کہا، ہاں، میں جانتا ہوں۔

اُس نے کہا، میں اُن ہی اولاد میں سے ہوں۔

اُس نوجوان نے بیان کیا کہ میرے والد کے دو بھائی اور بھی تھے۔ بڑا بھائی دولتمند تھا اور چھوٹے کے پاس کچھ نہ تھا۔ ایک دن چھوٹا بھائی بڑے کے پاس گیا اور اُس کے چھ سو دینار چرا لیے۔ بڑے بھائی نے دل میں کہا کہ میں حضرت حسن بن علیؑ بن محمد بن رضا علیہم السّلام کے پاس جاؤں گا، وہ بڑے شیریں زبان ہیں۔ اُن سے عرض کروں گا کہ چھوٹے بھائی کو سمجھائیں شاید وہ میرا مال واپس کردے۔

یہ ابتدائے شب کا واقعہ تھا، مگر جب صبح ہوئی تو میں نے ارادہ بدل دیا اور دل میں کہا کہ نہیں اُن کے پاس نہیں، بلکہ بادشاہ کے مصاحب اسیاس ترکی کے پاس جاکر چھوٹے بھائی کی شکایت کروں۔

یہ سوچ کر میں اسباس ترکی کے پاس پہونچا تو دیکھا کہ وہ شطرنج کھیلنے میں مصروف ہے، میں وہاں بیٹھ کر انتظار کرنے لگا۔ اتنے میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کا آدمی میرے پاس پہونچا اور بولا:

چلیے آپ کو میرے مولا نے یاد فرمایا ہے۔

میں وہاں سے اُٹھ کر اُس آدمی کے ہمراہ چل دیا جب آپؑ کی خدمت میں پہونچا، تو آپ نے فرمایا، کیوں، اوّلِ شب میں تو تمھیں میری ضرورت تھی مگر صبح ہوتے ہوتے تم نے ارادہ بدل دیا۔ اچھا جاؤ وہ تھیلی جو تمھاری چوری ہوگئی تھی، واپس ہوگئی ہے۔ دیکھنا اپنے بھائی پر ہرگز شک نہ کرنا، بلکہ اس کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا، اسے کچھ دیدینا اور اگر تم نہ دے سکو تو میرے پاس بھیج دینا، میں اسے دے دوں گا۔

وہ کہتا ہے کہ یہ سن کر جب میں وہاں سے چلا تو راستہ ہی میں میرا غلام مجھے ملا، اُس نے بتایا کہ دیناروں کی تھیلی مل گئی۔

ابوجعفر زرجی کا بیان ہے کہ دوسرے دن وہ نوجوان مجھے اپنے گھر لے گیا، میری ضیافت کی، پھر اپنی کنیز کو آواز دی کہ "اے غزال" یا "اے زلال"۔

میں نے دیکھا کہ ایک ضعیف العمر کنیز آئی، اس نوجوان نے کہا، اے کنیز! ذرا اُس سُرمہ کی سلائی اور نومولود کا واقعہ تو بیان کر۔

اس کنیز نے کہا، سُنیے، میرے یہاں ایک بچّہ آنکھ کے سخت درد و تکلیف میں مبتلا ہوا، میری مالکہ نے مجھ سے کہا:

ذرا حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے گھر جا، اور حضرت حکیمہ سے کہہ کہ وہ کچھ دیدیں تاکہ اس بچّہ کو شفا ہو جائے۔

میں اُن کی خدمت میں پہونچی اور درخواست کی حضرت حکیمہ نے فرمایا:

ذرا وہ سلائی تو لاؤ جس سے اس بچّہ کو سرمہ لگایا تھا، جو ابھی گذشتہ شب پیدا ہوا ہے، یعنی حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے فرزند۔ چنانچہ وہ سلائی آئی حضرت حکیمہ نے مجھے عطا کی میں اسے لیکر اپنی مالکہ کے پاس آئی اور اس سلائی سے اُنھوں نے اپنے بچّے کی آنکھ میں سرمہ لگایا، وہ فوراً شفایاب ہوگیا۔ وہ سلائی ہمارے پاس عرصہ تک رہی، اُس سے شفا حاصل کرتے رہے مگر بعد میں وہ سلائی کہیں گم ہوگئی۔

ابوجعفر زرجی کا بیان ہے کہ پھر میں مسجد کوفہ میں ابوالحسن بن برہون برسی سے ملا، اُن سے یہ واقعہ بیان کیا، اُنھوں نے کہا کہ اس ہاشمی نے مجھ سے بھی یہی واقعہ بے کم وکاست بیان کیا تھا۔ (کمال الدین جلد ۲ ص ۱۹۴، ۱۹۵)

۳ — فصد میں خون کے بدلے دودھ نکلا

مقامِ رَے کے ایک طبیب جس کی عمر سو سال سے کچھ زائد تھی' نے یہ روایت بیان کی ہے 'اُس نے کہا کہ میں متوکل کے طبیب خاص ختیشوع کے منتخب شاگردوں میں تھا۔ ایک مرتبہ حضرت امام حسن بن علیؑ بن محمدؑ بن علی الرضاؑ (امام حسن عسکری) علیہ السلام نے میرے اُستاد کے پاس اپنا آدمی بھیجا کہ اپنے حلقے کے کسی خاص الخاص شاگرد کو بھیج دو، وہ میری فصد کھول دے۔

اُستاد نے مجھے منتخب کیا اور کہا حضرت ابنِ رضاؑ نے مجھ سے ایک آدمی مانگا ہے جو اُن کی فصد کھول دے۔ لہٰذا تم جاؤ۔ اور یہ بھی جان لو کہ اس زمانے میں روئے زمین پر اُن سے بڑا کوئی عالم نہیں ہے، لہٰذا جو کچھ وہ کہیں اس پر عمل کرنا معترض نہ ہونا۔

اُس طبیب کا بیان ہے کہ میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپؑ نے فرمایا، جاؤ اس حجرے میں بیٹھ کر انتظار کرو، مناسب وقت پر میں تم کو خود بُلاؤں گا۔

حالانکہ جس وقت میں آپؑ کی خدمت میں پہونچا، وہ وقت فصد کے لیے بہترین تھا مگر آپؑ نے مجھے ایسے وقت بلایا جو میرے نزدیک اُن کے لیے فصد کا مناسب وقت نہ تھا۔ ایک بڑا طشت لاکر رکھا گیا۔ میں نے رگِ اکحل کی فصد کھولی، خون مسلسل جاری رہا، یہانتک کہ وہ پورا طشت خون سے لبریز ہوگیا۔

آپؑ نے فرمایا، اب اسے روک دو۔

میں نے روک دیا۔ آپؑ نے اپنا ہاتھ دھویا اور رگ کو باندھ دیا۔

پھر مجھ سے فرمایا، جاؤ، دوبارہ اسی حجرے میں بیٹھ جاؤ۔

میں حجرے میں جا بیٹھا اور آپؑ نے میرے لیے کافی مقدار میں گرم و ٹھنڈی غذائیں بھجوادیں (میں نے شکم سیر ہو کر وہ غذائیں کھائیں) اور میں وہاں عصر کے وقت تک بیٹھکر انتظار کرتا رہا۔

آپؑ نے مجھے عصر کے وقت پھر بلایا اور فرمایا:

فصد کھولو۔ (اور اس کے لیے طشت منگوایا۔)

میں نے فصد کھولی تو اس مرتبہ بھی اتنا خون نکلا کہ طشت بھر گیا۔

آپؑ نے فرمایا، اب اسے روک دو۔

میں نے روک دیا۔ آپؑ نے اپنے ہاتھ کو باندھ لیا اور مجھے پھر حجرے میں واپس کر دیا۔

میں وہاں رات بھر رہا۔ جب صبح ہوئی اور آفتاب طلوع ہوا تو مجھے بُلایا، طشت منگوایا۔
پھر فرمایا، فصد کھولو۔
میں نے فصد کھولی، تو اِس مرتبہ بجائے سُرخ خون کے اُس میں سے دودھ کے مانند سفید مادّہ نکلنا شروع ہوا اور اتنا نکلا کہ طشت بھر گیا۔
آپؒ نے فرمایا کہ اب اسے روک دو۔
میں نے اسے روک دیا، آپؒ نے ہاتھ کو باندھ لیا۔ مجھے ایک تھان کپڑا اور پچاس دینار دیے (اور فرمایا، اسے لے لو)
میں نے لے لیا اور عرض کیا، کوئی اور حکم؟
آپؒ نے فرمایا، ہاں، دَیرِ عاقول میں جو ملے اُس سے بات کرو۔
میں وہاں سے اُٹھ کر سیدھا بختیشوع کے پاس آیا اور سارا قصّہ بیان کیا۔
اُس نے کہا کہ سارے حکما، کا اس پر اتّفاق ہے کہ انسان کے بدن میں زیادہ سے زیادہ سات سیر خون ہوتا ہے، اور اتنا خون جتنا تم نے بیان کیا، اگر پانی کے چشمے سے اتنا پانی نکلے تو تعجب خیز ہے اور اس سے بھی زیادہ تعجب خیز یہ ہے کہ اس میں سے دودھ نکلا۔
وہ تھوڑی دیر سوچتا رہا۔ پھر ہم دونوں مل کر تین دن اور تین رات تک کتابیں دیکھتے رہے کہ دنیا کی تاریخ میں اس طرح کا کوئی واقعہ رونما ہوا ہو، مگر ہمیں کوئی ایسا واقعہ نہیں ملا۔
بختیشوع نے کہا، اس زمانے میں نصرانیوں کے اندر علمِ طب کا سب سے بڑا عالم دیرِ عاقول کا راہب ہے اُس سے معلوم کریں۔
چنانچہ بختیشوع نے اُس کے نام خط لکھا اور سارا واقعہ اس میں تحریر کیا۔
میں بختیشوع کے پاس سے نکل کر دیرِ عاقول پہونچا۔
راہب نے مجھ سے پوچھا، تم کون ہو؟
میں نے کہا، بختیشوع کا فرستادہ ہوں۔
اُس نے پوچھا، کیا تمھارے پاس اُس کا کوئی خط ہے؟
میں نے کہا، جی ہاں، ہے۔
یہ سن کر اُس نے اوپر سے ایک زنبیل لٹکائی۔ میں نے وہ خط اس میں رکھ دیا۔
اُس نے اوپر کھینچ لیا، وہ خط پڑھا اور فوراً نیچے اُتر آیا۔
اُس نے مجھ سے پوچھا، کیا تم ہی نے فصد کھولی تھی؟
میں نے کہا، جی ہاں۔

اس نے کہا، تمھاری ماں بڑی خوش نصیب تھی جس نے ایسا لڑکا پیدا کیا۔

اِس کے بعد وہ سواری پر سوار ہو کر چلا۔ ہم دونوں سر من رائے پہونچے، ابھی ایک پہر رات باقی تھی۔ میں نے پوچھا، آپ کہاں چلیں گے ؟ میرے اُستاد کے گھر یا اُس شخص کے گھر جس کی فصد میں نے کھولی تھی۔

اُس نے کہا، اُس شخص کے گھر۔

ہم لوگ حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کے دروازے پر اذان سے ذرا پہلے پہونچے، دستک دی، دروازہ کھلا اور ایک غلام اسود نکلا۔

اُس نے پوچھا، تم میں سے دیرِ عاقول کا راہب کون ہے ؟

راہب نے کہا، میں تم پر قربان، راہبِ عاقول میں ہوں۔

غلام نے کہا، اچھا سواری سے اترو!

غلام نے مجھ سے کہا، تم یہیں اپنی اور ان کی سواریوں کو دیکھتے رہو

پھر اُس غلام نے راہب کا ہاتھ پکڑا اور دونوں اندر چلے گئے۔

میں وہیں دروازے پر صبح تک کھڑا رہا، یہاں تک کہ دن چڑھ گیا تو راہب باہر نکلا۔ اُس نے اپنا سارا لباسِ رہبانیت اُتار کر سفید لباس پہنا اور مسلمان ہو گیا۔

راہب نے مجھ سے کہا، اچھا اب تم مجھے اپنے اُستاد کے گھر لے چلو۔

میں اس کو لیکر بختیشوع کے گھر آیا۔

اُس نے جب راہبِ دیرِ عاقول کو آتے ہوئے دیکھا تو فوراً دوڑا ہوا آیا۔ اور بولا:

کیا بات ہو گئی، یہ آپ نے اپنا دین کیوں بدل دیا ؟

راہب نے جواب دیا کہ میں نے حضرت مسیح کو پا لیا، لہٰذا اُن کے ہاتھ پر اسلام لے آیا۔

بختیشوع نے کہا، ارے آپ نے مسیح کو پالیا ؟

راہب نے کہا، مسیح نہیں تو ان کا مثل ہی سہی۔ کیونکہ اس طرح کی فصد دنیا میں سوائے حضرت مسیح کے اور کسی نے نہیں کھلوائی۔ اور اُن کی نشانیاں اور علامات بتاتی ہیں کہ یہ (حضرت امام حسن عسکری) حضرت مسیح کی نظیر ہیں۔

پھر وہ راہب وہاں سے واپس ہوا، آپؑ کی خدمت میں آیا اور مرتے دم تک آپؑ ہی کی خدمت میں رہا۔

مختار الخرائج ص ۲۱۳

(۴) ــ طی الارض

جعفر بن شریف جرجانی سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حج پر گیا تو سُرّمن رائے میں حضرت ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں بھی حاضر ہوا میرے اصحاب میں سے کچھ لوگوں نے آپؑ تک پہونچانے کے لیے میرے ساتھ کچھ مال کر دیا تھا۔ میں نے چاہا کہ آپؑ سے دریافت کروں کہ یہ مال کس کے سپرد کر دیا جائے۔

لیکن آپؑ نے میرے کچھ کہنے سے پہلے ہی فرمادیا' جو مال تمھارے پاس ہے وہ میرے خادم مبارک کے سپرد کر دو۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایسا ہی کیا' باہر نکلا اور بولا۔ مولا آپؑ کے جرجان کے شیعوں نے آپؑ کو سلام کہا ہے۔

آپؑ نے فرمایا' کیا حج سے فارغ ہونے کے بعد تم جرجان نہیں جاؤ گے؟

میں نے کہا' جی ہاں' جاؤں گا۔

آپؑ نے فرمایا' اچھا سنو! تم آج سے ایک سو ستر (۱۷۰) دن روز جمعہ ۳ ربیع الآخر کو قبل از دوپہر جرجان میں داخل ہو جاؤ گے تو وہاں کے شیعوں کو بتا دینا کہ میں اُسی دن اُن کے پاس دوپہر کے بعد پہونچوں گا' اچھا جاؤ خدا حافظ' تم اور تمھارا سارا مال واسباب سلامت رہیگا اور تم اپنے اہل وعیال تک بخیر وعافیت پہونچو گے۔ تمھارے فرزند شریف کے ہاں ایک بیٹا تولد ہوگا' اُس کا نام صلت بن شریف بن جعفر بن شریف رکھنا۔ اللہ اُس سے اپنے دین کی تبلیغ کرائے گا۔ وہ ہمارے دوستوں میں سے ہوگا۔

میں نے عرض کیا' فرزندِ رسولؐ! ابراہیم بن اسماعیل جرجانی آپؑ کا شیعہ ہے' اور آپؑ کے دوستوں میں بہت مشہور ہے وہ اپنے مال میں سے تقریباً ایک لاکھ درہم سالانہ نکالتا ہے اور آپؑ کے دوستوں میں تقسیم کر دیتا ہے۔

آپؑ نے فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ ابو اسحاق ابراہیم بن اسماعیل ہمارے شیعوں کے ساتھ بہتر سلوک کرتا ہے' اللہ اُس کے گناہوں کو معاف فرمائے اور اُس کو ایک فرزند عطا کرے جو حق کا قائل ہو۔ اُس سے کہدینا کہ امام حسنؑ بن علیؑ نے کہا ہے کہ جب لڑکا تولد ہو تو اُس کا نام احمد رکھنا۔

اِس کے بعد میں سرمن رائے سے رخصت ہوا' فریضۂ حج ادا کیا اور صحیح وسلامت جیسا کہ آپؑ نے فرمایا تھا روز جمعہ ۳ ربیع الآخر قبل از دوپہر جرجان پہونچا' میرے دوست احباب مجھے مبارک باد کہنے کے لیے آئے۔

میں نے اُن سے کہا کہ امام علیہ السلام نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ آج سہ پہر میں یہاں تشریف لائیں گے۔ لہٰذا جو بھی مسائل تمھیں پوچھنا ہوں اس کی تیاری کر لو۔

تمام حضرات ظہرین کی نمازیں پڑھ کر میرے گھر میں جمع ہو ہی رہے تھے کہ خدا کی قسم حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام تشریف لائے۔ میرے مکان میں داخل ہوئے جہاں سب لوگ جمع تھے۔

آپؑ نے آتے ہی ابتدائیہ سلام کیا۔ ہم سب لوگوں نے آپؑ کا استقبال کیا۔ آپؑ کے ہاتھوں کو بوسے دیے۔

آپؑ نے فرمایا، کہ میں نے جعفر بن شریف سے وعدہ کیا تھا کہ آج دن کے آخری حصّے میں آکر تم لوگوں سے ملوں گا۔ اس لیے میں نمازِ ظہرین سر من رائے میں پڑھ کر چلا ہوں اور اب پہونچا ہوں تاکہ ایفائے عہد ہو جائے۔ اب اپنے اپنے مسائل اور ضروریات میرے سامنے بیان کرو۔

چنانچہ سب سے پہلے نصر بن جابر نے اپنی حاجت پیش کی اور عرض کیا فرزندِ رسولؐ! ایک ماہ کا عرصہ ہوا کہ میرے لڑکے کی آنکھیں بے نور ہو گئیں۔ آپؑ اللہ سے دعا فرمائیں کہ اُس کی آنکھوں کی بصارت لوٹ آئے۔

آپؑ نے فرمایا، اُسے یہاں لے آؤ۔

وہ آیا تو آپؑ نے اُس کی آنکھوں پر اپنا ہاتھ پھیرا اور اُس کی بصارت لوٹ آئی۔

اس کے بعد تمام لوگوں نے یکے بعد دیگرے اپنے اپنے مسائل و حوائج پیش کیے۔ آپؑ نے سب کی حاجت برآری کی، اُن لوگوں کے لیے دعائے خیر فرمائی اور اسی دن واپس چلے گئے۔

(مختار الخرائج صـ۲۱۳)

⑤ = کنویں کا پانی اطاعتِ امام میں اوپر آگیا

محمد بن عبد اللہ سے روایت ہے،

اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام ابھی بہت کمسن تھے کہ کنویں میں گر گئے اور آپؑ کے پدرِ بزرگوار حضرت امام علی النقی علیہ السلام نماز میں مشغول تھے عورتیں چیخنے چلّانے لگیں۔ آپؑ نے سلام پڑھ کر نماز ختم کی تو فرمایا:

تم سب پریشان نہ ہو۔

یہ کہہ کر آپؑ کنویں کے پاس گئے اور دیکھا تو کنویں کا پانی اوپر تک بلند ہو گیا تھا۔ اور امام حسن عسکری علیہ السلام پانی کے اوپر کھیل رہے تھے۔

⑥ = عسکریینؑ کے روضے کی کرامت

آپؑ کے معجزات میں سے یہ بھی ہے
کہ سر من رائے میں خلفائے بنی عباس کی قبروں پر چمگادڑوں اور چڑیوں کی بیحد و بیشمار بیٹیں ہوتی ہیں جنھیں روزانہ صاف کیا جاتا ہے اور دوسرے دن پھر چڑیوں کی بیٹوں سے قبریں مملو ہو جاتی ہیں، مگر حضرت امام علی النقی، اور امام حسن عسکری علیہما السّلام کے روضے کے قبّے یا اُن کے آبائے کرام کے روضوں کے قبّوں پر چڑیوں کی ایک بیٹ بھی نظر نہ آئے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان جانوروں اور چڑیوں کو بھی ان حضرات کی عظمت و جلالت کا علم از روئے الہام ہے۔

(مختار الخرائج ص ۲۱۵-۲۱۶)

⑦ = درندے بھی امامؑ کی معرفت رکھتے ہیں

روایت کی گئی ہے کہ حضرت ابو محمد
امام حسن عسکری علیہ السّلام ایک مرتبہ ایک شخص کی قید میں دیدیے گئے۔

اُس کی عورت نے اُس سے کہا: ارے، خدا سے ڈر! تجھے نہیں معلوم کہ تیرے گھر میں کون مقیّد ہے۔ یہ ایک مردِ صالح اور بڑا عبادت گذار ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ اس کی وجہ سے کہیں تجھ پر عذاب نازل نہ ہو جائے۔

اُس نے کہا، تو یہ کہتی ہے، میں تو ان کو درندوں کے حوالے کرنے والا ہوں۔

اس کے بعد اُس نے حاکم سے اجازت لیکر امام علیہ السّلام کو درندوں کے کٹہرے میں ڈال دیا، اور جب پورالیقین ہو گیا کہ اب درندے انھیں کھا چکے ہوں گے، وہ انھیں دیکھنے کے لیے گیا اور دوسرے تماش بین لوگ بھی دیکھنے کے لیے پہونچے تو دیکھا کہ امام علیہ السّلام نماز پڑھ رہے ہیں اور تمام درندے آپؑ کو حلقے میں لیے ہوئے آپؑ کی زیارت میں مصروف اور اطاعت میں سرنگوں ہیں۔ اِس لیے مجبوراً حکم دیا گیا کہ آپؑ کو اُس کٹہرے سے نکالا جائے۔ کیونکہ اس میں بھی آپؑ کی فضیلت تھی۔

(کافی جلد ۱ ص ۵۱۳، مختار الخرائج)

⑧ = زمین نے حسبِ ضرورت سونا اور چاندی اُگل دیا

ابو ہاشم سے روایت ہے
اُن کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السّلام اپنی سواری پر سوار ہو کر صحرا کی طرف تشریف لے جارہے تھے۔ میں بھی اپنی سواری پر سوار ہو کر آپؑ کے ساتھ ہو لیا۔

آپؑ آگے آگے چل رہے تھے اور میں آپؑ کے پیچھے پیچھے تھا مگر یہ سوچ رہا تھا کہ مجھ پر قرض ہے جس کی ادائیگی کی بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

اتنے میں آپؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، فکر نہ کرو تمہارا قرض اللہ تعالیٰ ہی ادا کرے گا۔

یہ کہہ کر آپؑ زینِ فرس سے ذرا جھکے اور اپنے تازیانے سے زمین پر ایک خط لگایا اور مجھ سے فرمایا: اے ابو ہاشم! نیچے اترو اور اس خط کے درمیان جو کچھ ہے وہ لے لو۔ اور دیکھو اس بات کو کسی پر ظاہر نہ کرنا۔

میں نیچے اترا اور دیکھا تو وہاں سونے کا ایک ڈلا تھا میں نے اسے اُٹھا کر اپنی جیب میں رکھ لیا، اور اب پھر سوچنے لگا کہ اگر اس سے پورا قرض ادا ہو گیا تو خیر، ورنہ اپنے قرض خواہ کو کسی نہ کسی طرح راضی کرنا پڑے گا۔ علاوہ ازیں جاڑے کا زمانہ آرہا ہے اس میں گرم کپڑوں وغیرہ کی ضرورت ہو گی مجھے ان اخراجات کو بھی دیکھنا ہے۔

میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ آپؑ پھر میری طرف متوجہ ہوئے، اس کے بعد جھک کر اپنے تازیانے سے زمین پر ایک خط کھینچا اور فرمایا، اے ابو ہاشم! اپنی سواری سے اترو اور اسے بھی لیلو، مگر کسی سے نہ کہنا، اسے پوشیدہ رکھنا۔

میں سواری سے اترا اور دیکھا تو ایک ڈلا چاندی کا نظر آیا میں نے اُسے اُٹھا کر اپنی دوسری جیب میں رکھ لیا۔ پھر ہم کچھ دور مزید آگے جا کر واپس ہوئے۔ آپؑ اپنے گھر تشریف لے گئے اور میں اپنے گھر واپس آگیا۔

گھر پہونچ کر میں نے اپنے قرض کا حساب لگایا کہ کتنا ہے، پھر سونے کے ڈلے کو وزن کر کے اُس کی قیمت کا اندازہ لگایا تو وہ بالکل قرض کی رقم کے برابر تھی۔ نہ کم تھی اور نہ زیادہ۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ موسم سرما گذارنے کے لیے ہمیں کیا کیا سامان لینا ضروری ہے جس میں اسراف اور فضول خرچی بھی نہ ہو اور کمی بھی نہ رہے، اس پر کتنی رقم خرچ ہو گی۔ پھر میں نے چاندی کے ڈلے کو وزن کر کے اُس کی قیمت کا اندازہ لگایا۔ تو دونوں رقم برابر ہی نکلیں، نہ چاندی کی رقم زیادہ تھی اور نہ اخراجات و مصارف کی رقم زیادہ تھی۔

(مختار الخرائج)

(۹) ═ قلم کاغذ پر از خود چلنے اور لکھنے لگا

ابو ہاشم سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا

اُس وقت آپؑ کچھ تحریر فرما رہے تھے کہ اتنے میں نماز کا وقت آگیا، آپؑ نے اپنے ہاتھ سے قلم کاغذ رکھا اور نماز پڑھنے کے لیے اُٹھ کر چلے گئے۔ مگر میں نے نظر اُٹھائی تو دیکھا کہ آپؑ کا قلم خود بخود کاغذ پر چل رہا ہے اور لکھتا جا رہا ہے یہانتک کہ اُس نے تحریر کو آخر تک پہونچا دیا۔ یہ دیکھ کر میں سجدے میں گر پڑا۔ جب آپؑ نماز پڑھ کر فارغ ہوئے اور واپس آئے تو قلم کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور لوگوں کو اذنِ باریابی دیا۔ (عیون المعجزات)

• برسی نے کتاب مشارق میں حسن بن حمدان سے اور اُنھوں نے ابوالحسن کرخی سے روایت کی ہے اُن کا بیان ہے کہ میرا باپ کرخ میں بزاز کا کام کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اُس نے کپڑے کا ایک گٹھ سر من رائے لیجانے کے لیے مجھے دیا۔ جب میں وہاں پہونچا تو ایک خادم میرے پاس آیا اور اُس نے میرا اور میرے باپ کا نام لیکر مجھے آواز دی۔

اور بولا: چلو تمھارے مولا نے تمھیں بُلایا ہے۔

میں نے کہا، میرا مولا کون ہے جس کے پاس میں جاؤں ؟

اُس نے کہا: میرا کام پیغام پہونچانا تھا، اب عمل کرنا یا نہ کرنا آپ کا کام ہے۔

یہ سن کر میں اس کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ وہ مجھے ایک ایسے عالی شان محل میں لے گیا کہ جس کے جنّت ہونے میں مجھے کوئی شک نہیں ہوا۔ وہاں میں نے دیکھا کہ ایک صاحب سبز فرش پر بیٹھے ہوئے ہیں جن کے چہرے کے نور سے آنکھیں خیرہ ہونے لگیں۔

جب میں اُن کے پاس پہونچا تو اُنھوں نے مجھ سے فرمایا، وہ جو کپڑے کا گٹھ تم لائے ہو اس میں دو چادریں ہیں۔ ایک فلاں جگہ کی بنی ہوئی ہے اور دوسری فلاں جگہ کی۔ اور یہ فلاں کے اسبابِ تجارت میں سے ہے ان میں سے ہر چادر میں ایک رقعہ رکھا ہوا ہے جس پر اُس چادر کی قیمت اور اس پر نفع کی رقم بھی لکھی ہوئی ہے۔ چنانچہ ان میں سے ایک کی اصل قیمت تیئیس ۲۳ دینار اور نفع دو ۲ دینار مرقوم ہے۔ دوسری کی اصل قیمت تیرہ دینار اور نفع دو دنیار مرقوم ہے۔ جاؤ اور وہ دونوں چادریں لیکر آؤ۔

اُس شخص کا بیان ہے کہ میں وہ دونوں چادریں لیکر آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؑ کے سامنے رکھدیں۔

آپؑ نے مجھ سے فرمایا۔ بیٹھ جاؤ۔

میں بیٹھ گیا۔ مگر آپؑ کے رُعب وجلال کی وجہ سے ہمّت نہ ہوئی کہ نظر اُٹھاکر آپؑ کی طرف دیکھوں۔

اُس کا بیان ہے کہ پھر آپؑ نے فرش کی ایک جانب ہاتھ بڑھایا، حالانکہ وہاں

کچھ بھی نہ تھا۔ اور ایک مٹھی اُٹھا کر فرمایا: لو یہ تمھاری دونوں چادروں کی قیمت منافع کے ساتھ ہے۔

وہ قیمت لیکر میں باہر نکلا اور دروازے پر آکر رقم شمار کی تو واقعاً اصل قیمت مع نفع پوری پوری تھی۔ نہ کم تھی اور نہ زیادہ۔ میرے والد کی تحریر کے بالکل مطابق۔

(مشارق الانوار برسی)

(۱۰) = قید خانہ بھی آپؑ کو پابند نہ کرسکا

ابو نجف مصری سے روایت ہے، اور وہ اِس حدیث کو اپنے رجال کے ذریعے سے ابویعقوب اسحاق ابن ابان تک پہونچاتے ہیں۔ ابو یعقوب اسحاق کا بیان ہے کہ حضرت ابو محمّد امام حسن عسکری علیہ السّلام جس وقت قید خانے میں مقیّد تھے، آپؑ اپنے اصحاب اور اپنے شیعوں کے پاس آدمی بھیج دیا کرتے تھے کہ فلاں رات کو عشاء کے وقت فلاں بن فلاں کے گھر فلاں مقام پر آجانا، تم ہمیں وہاں موجود پاؤگے۔

حالانکہ قید خانے کے پہرے دارآنِ واحد کے لیے بھی قید خانے کے دروازہ سے جُدا نہیں ہوتے تھے۔ نہ دن میں اور نہ رات میں۔

چنانچہ ہر پانچویں روز تمام پہرے دار معزول کر کے دوسرے پہرے دار متعیّن کیے جاتے اور انھیں سخت تاکید کی جاتی کہ قید خانے کے دروازے سے ہرگز جُدا نہ ہونا۔

دوسری طرف آپؑ کے اصحاب معیّنہ مقام پر پہونچ جاتے اور آپؑ وہاں پر حسب وعدہ تشریف لے جاتے۔ سب لوگ اپنی اپنی حاجتیں آپؑ کے سامنے پیش کرتے اور آپؑ ہر ایک کی حیثیت اور منزلت کے مطابق اُن کی حاجت روائی فرماتے۔ پھر وہ لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے جاتے۔ اور آپؑ قید خانے میں آجاتے۔ (عیون المعجزات)

(۱۱) = سرکش گھوڑا بھی آپؑ کا مطیع ہوگیا

احمد بن حارث قزوینی کا بیان ہے، کہ میں اپنے والد کے ساتھ سر من رائے میں رہتا تھا۔ وہاں میرے والد حضرت ابو محمّد امام حسن عسکری علیہ السّلام کے اصطبل میں نعل بند تھے۔

مستعین کے پاس ایک خچر تھا، جس کے قد کی بلندی اور خوبصورتی میں کوئی اس کا مثل نہ تھا۔ مگر وہ نہ تو اپنی پشت پر زین کسنے دیتا اور نہ منھ میں لگام لگانے دیتا تھا۔ تمام گھوڑوں

اور خچروں کو سدھانے والے جمع ہو گئے۔ سب نے اپنی اپنی تدبیر کی مگر کوئی بھی اُس کی پشت پر سواری نہ کر سکا۔

مستعین کے بعض مصاحبوں نے کہا، آپ اپنا آدمی بھیج کر حضرت حسن بن الرّضا (امام حسن عسکری علیہ السلام کو کیوں نہیں بلا لیتے۔ کیونکہ یا تو وہ اس پر سوار ہو جائیں گے ورنہ یہ خچر اُن کا کام تمام کر دے گا۔

مستعین نے آدمی بھیج کر حضرت ابو محمد علیہ السلام کو بلوایا، اور میرے والد بھی آپؑ کے ساتھ مستعین کے پاس گئے۔

جب آپؑ مستعین کے گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا، کہ گھر کے صحن میں وہ خچر کھڑا ہوا ہے۔ آپؑ نے اپنا ہاتھ اس خچر کی پشت پر رکھا اور ہاتھ رکھتے ہی خچر کو پسینہ آگیا آپؑ آگے بڑھے اور مستعین کے پاس پہونچے۔

اُس نے آپؑ کو خوش آمدید کہا اور بولا، ذرا آپؑ اس خچر کے منھ میں لگام لگا دیں۔

آپؑ نے میرے والد سے فرمایا، جاؤ اس کو لگام لگا دو۔

مستعین نے کہا، نہیں، بلکہ میں چاہتا ہوں کہ آپؑ ہی لگام لگائیں۔

آپؑ نے فرمایا، اچھا، اگر تم یہی چاہتے ہو تو میں ہی اس کو لگام لگائے دیتا ہوں۔

یہ کہہ کر آپؑ اُٹھے اپنی چادر ایک طرف رکھی اور بڑھ کر اُس خچر کے منھ میں لگام لگا دی، اور واپس آکر اپنی جگہ بیٹھ گئے۔

مستعین کی کہا، ذرا اس کی پشت پر زین بھی تو کس دیں۔

آپؑ نے میرے والد سے فرمایا، جاؤ اس پر زین کس دو۔

مستعین نے کہا، نہیں زین بھی آپؑ ہی کس دیں تو بہتر ہوگا۔

آپؑ پھر اُٹھے اور اُس پر زین کس کر پلٹ آئے۔

مستعین نے کہا، کیا آپؑ اس پر سوار بھی ہو سکتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا، کیوں نہیں۔

یہ کہہ کر آپؑ بڑھے، اور خچر بھی چپ چاپ کھڑا رہا۔ آپؑ بلا مزاحمت اس پر سوار ہو گئے، اُس کو دُلکی چال پر ڈالا، تو وہ بہترین رفتار سے چلنے لگا۔ پھر آپؑ اُتر کر واپس آگئے۔

مستعین نے کہا، اس پر آپؑ کو امیر المومنین نے بٹھایا۔

حضرت ابو محمد نے میرے والد سے فرمایا، جاؤ اس خچر کی لگام پکڑو اور لے چلو۔

وہ اُس کی لگام پکڑ کر لے آئے۔ (مناقب جلد ۴ صفحہ ۴۳۸، مختار الخرائج)

بحار الانوار

باب ۵

اخبار النجوم بحار العلوم

ANSAR

۱ = نبی کی ہڈی اور راہب

علی بن حسن بن سابور سے روایت ہے کہ

ایک مرتبہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے زمانے میں سر من رائے کے اندر قحط پڑ گیا خلیفۂ وقت نے اپنے حاجب اور اپنے اہلِ مملکت کو حکم دیا کہ سب لوگ نمازِ استسقاء کے لیے صحرا میں نکلیں۔

چنانچہ یہ لوگ تین دن تک مسلسل استسقاء کے لیے صحرا میں جا کر نماز پڑھتے رہے مگر پانی نہ برسا۔

چوتھے دن جاثلیق اپنے نصاریٰ کے گروہ کے ہمراہ اور راہبوں کے ساتھ نکلا ان کے ساتھ ایک ایسا راہب بھی تھا جب وہ دعاء کے لیے ہاتھ اٹھاتا تھا، تو فوراً بارش ہونے لگتی تھی۔ یہ دیکھ کر بہت سے مسلمانوں کا ایمان خطرے میں پڑ گیا' لوگ حیران تھے اور نصرانیت کی طرف مائل ہوتے جا رہے تھے۔

یہ صورت دیکھ کر خلیفۂ وقت نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے پاس اپنا آدمی بھیجا۔ آپؑ اُس زمانے میں قید تھے۔ آپؑ کو قید سے نکالا گیا۔

خلیفۂ وقت نے عرض کیا' فرزندِ رسولؐ! آپؑ اپنے جد کی امّت کی خبر لیجیے ہلاک ہوا چاہتی ہے۔

آپؑ نے فرمایا' اچھا کل میں صحرا میں جاؤں گا' اور انشاء اللہ تعالےٰ سارے شکوک دُور کر دوں گا۔

چنانچہ دن جاثلیق اپنے راہبوں کے ساتھ پھر نکلا۔ ادھر سے حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام بھی اپنے چند اصحاب کو لے کر چلے آپؑ نے دیکھا کہ اس راہب نے اپنے ہاتھ پھیلائے اور بادل گھرنے لگے۔

آپؑ نے اپنے غلام سے کہا جاؤ اور اس راہب کا داہنا ہاتھ پکڑ لو اور اس کی دونوں انگلیوں کے درمیان جو چیز ہے اسے چھین کر میرے پاس لے آؤ۔

غلام گیا اور راہب کی انگلیوں کے درمیان ایک سیاہ رنگ کی ہڈی تھی اُسے نکال لایا۔ امام علیہ السلام نے وہ ہڈی لے لی۔

اس کے بعد آپؑ نے اُس راہب سے فرمایا کہ اب دوبارہ بارش کے لیے دعا کرو تو جانوں کہ تمھاری دعا میں تاثیر ہے۔

راہب نے ندامت کے ہاتھ دعا کے لیے اٹھائے، بادل اگرچہ گھرے ہوئے تھے لیکن اب بجائے برسنے کے چھٹنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے آفتاب نکل آیا اور مطلع صاف ہوگیا خلیفۂ وقت یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا، کہنے لگا، اے ابو محمدؑ! یہ ہڈی کیسی ہے؟

آپؑ نے فرمایا، یہ ایک نبی کی ہڈی ہے جو اس راہب کو کہیں سے ہاتھ آگئی ہے اس ہڈی میں یہ صفت ہے کہ جب بھی اِس کو زیرِ آسمان برہنہ کیا جائے گا فوراً ہی رحمتِ باراں کا نزول ہوگا۔ یہی وجہ تھی کہ جب یہ راہب اس ہڈی کو اپنی انگلیوں میں رکھ کر ذرا سا برہنہ کرتا تھا بارش شروع ہو جاتی تھی۔ راہب میں ذاتی کوئی کرامت نہیں ہے۔ صرف اس ہڈی کی وجہ سے نزولِ رحمتِ باراں ہوتا رہا۔ (اس کے بعد جتنے لوگ وہاں جمع تھے سب کو اس پوشیدہ نبی کی ہڈی کا راز بتایا گیا، جس کی بنا پر جو لوگ اپنا عقیدہ چھوڑ کر نصاریٰ ہو رہے تھے پھر اپنے عقیدے پر واپس آگئے اور حقیقتِ امر کو جان گئے۔)

(مختار الخرائج صہ ۲۱۴، کشف الغمہ جلد ۳ صہ ۳۱۱)

۲ ═ جاسوس کی نشاندہی

ابو ہاشم جعفری سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام بھی ہمارے ساتھ قید ہوئے۔ اس قید خانے کا داروغہ صالح بن وصیف تھا۔ قید خانے میں ہمارے ساتھ ایک مردِ جمحی بھی تھا جس کا دعویٰ تھا کہ وہ علوی ہے۔

چنانچہ حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام قیدیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، اگر تم لوگوں میں ایک شخص ایسا نہ ہوتا جو تم میں سے نہیں ہے تو میں بتاتا کہ تم لوگوں کو رہائی کب نصیب ہوگی۔

یہ کہہ کر آپؑ نے اُس مردِ جمحی کی طرف اشارہ کیا۔ وہ مجمع سے نکلا۔

آپؑ نے پھر فرمایا، یہ شخص تم میں سے نہیں ہے۔ اِس سے احتیاط برتو اور اس کے کپڑوں میں ایک تحریر بھی ہے جس میں اس نے سلطانِ وقت کو مطلع کرنے کے لیے تم لوگوں کی گفتگو کو رقم

کر لیا ہے۔

یہ سن کر کچھ لوگ اٹھے، اور اُس کے لباس کی تلاشی لی تو اس میں سے وہ تحریر برآمد ہوئی جس میں اُس نے تمام قیدیوں کی پوشیدہ کارروائی درج کی تھی، جس میں سلطان کو مطلع کیا گیا تھا کہ ہم لوگ قید خانے میں نقب لگا کر بھاگنے کی فکر میں ہیں۔

ابو ہاشم کا بیان ہے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام روزے رکھتے تھے شام کے وقت آپؑ کا غلام آپؑ کے گھر سے ایک چمڑے کے سربمہر تھیلے میں آپؑ کے لیے کھانا لاتا اور ہم لوگ بھی اُسی میں سے افطار کرتے تھے۔

ایک دن میں ضعف کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکا تو دوسری کوٹھری میں جا کر میں نے سوکھی روٹی کھائی تاکہ کسی کو پتہ نہ چل سکے۔ اس کے بعد میں آپؑ کے پاس آکر بیٹھ گیا۔

آپؑ نے اپنے غلام سے کہا، ابو ہاشم کے لیے کچھ کھانے کی چیز لاؤ۔ یہ روزے سے نہیں ہیں۔

یہ سن کر میں مسکرایا، آپؑ نے پوچھا، ابو ہاشم! کیوں مسکرا رہے ہو، جب تم روزے سے نہیں ہو تو سوکھی روٹی کھانے سے کیا قوت آئے گی۔ گوشت کھاؤ تاکہ تمھاری کمزوری دور ہو جائے۔

میں نے عرض کیا، واقعاً، اللہ، اُس کا رسولؐ اور آپؑ حضرات سچے ہیں، آپؑ حضرات کو اللہ سلامت رکھے۔ اور میں نے کھانا شروع کیا۔

آپؑ نے تین بار فرمایا، اب تین دن روزہ نہ رکھنا، اس لیے کہ روزے سے جو کمزوری پیدا ہوتی ہے وہ تین دن سے پہلے دور نہیں ہوتی۔

پھر جب وہ دن آیا جس میں آپؑ کو رہائی ملنے والی تھی۔ آپؑ کا خادم آیا اور پوچھا: آقا! آپؑ کا کھانا لاؤں؟

آپؑ نے فرمایا، لاؤ۔

ہمارا خیال تھا کہ ہم اس میں سے نہ کھا سکیں گے مگر کھانا ظہر کے وقت آیا، آپؑ روزے سے تھے، عصر کے وقت آپؑ کو رہائی ملی۔

آپؑ نے فرمایا، اب یہ کھانا تم لوگ کھا لینا، اللہ تمہیں مبارک کرے۔

(مختار الخرائج ص ۲۳۹-۲۳۸، مناقب جلد ۴ ص ۴۳۰۔)

- اعلام الوریٰ میں بھی ابو ہاشم کی یہی روایت اپنے اسناد سے مرقوم ہے۔

(اعلام الوریٰ ص ۳۵۵-۳۵۴)

(۳) == معتمد کی قید سے رہائی کا علم

محمد بن ابی زعفران نے حضرت ابو محمدؑ امام حسن عسکری علیہ السلام کی والدۂ گرامی سے روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت ابو محمدؑ نے مجھ سے کہا کہ سنہ ۲۶۰ھ میں مجھ پر ایک مصیبت آنی ہے۔ ممکن ہے اس سے چھٹکارہ نہ مل سکے یہ سن کر میں رونے اور چیخنے لگی۔

آپؑ نے فرمایا، رونے سے کچھ حاصل نہیں۔ یہ حکم ہے جو واقع ہو کر رہے گا۔

چنانچہ جب سنہ ۲۶۰ھ کا ماہِ صفر آیا تو اُن کی والدہ کو نہ اُٹھتے کل، نہ بیٹھتے چین۔ بیرونِ مدینہ کے باشندوں کے پاس خبر کے تجسس میں جایا کرتیں۔

ایک مرتبہ انھیں خبر ملی کہ معتمد نے حضرت ابو محمدؑ اور اُن کے بھائی جعفر کو علی بن جرین کی قید میں دیدیا ہے۔ اور وہ علی بن جرین سے ہر لمحہ ان کا حال معلوم کرتا رہتا، اور وہ بتاتا رہتا کہ حضرت ابو محمدؑ دن کو روزہ رکھتے ہیں اور شب بھر نمازیں پڑھتے رہتے ہیں۔

معتمد نے ایک دن پھر اُن کا حال پوچھا۔ علی بن جرین نے وہی بتایا۔

اس نے کہا، اچھا ابھی جا کر اُن سے میرا سلام کہو اور یہ کہدو کہ اب آپؑ آزاد ہیں۔ اپنے گھر تشریف لے جائیں۔ میں نے آپؑ کو آج سے اپنا مصاحب بنایا۔

علی بن جرین کا بیان ہے کہ جب میں قید خانہ کے دروازے پر پہونچا تو دیکھا کہ دروازے پر سواری زین کسی ہوئی تیار کھڑی ہے۔ اندر گیا تو دیکھا کہ آپؑ بھی موزے پہنے، ایرانی سبز چادر دوش پر ڈالے تیار بیٹھے ہیں۔

جب آپؑ نے مجھے دیکھا تو چلے۔ میں نے آپؑ کو رہائی کا حکم سُنایا تو سواری پر سوار ہو گئے۔

جب گھوڑے پر سوار ہو چکے تو کھڑے رہے۔

میں نے پوچھا، اب آپؑ کیوں کھڑے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا، جعفر کے آنے کا انتظار کر رہا ہوں۔

میں نے کہا، مگر رہائی کا حکم تو صرف آپؑ کے لیے ہوا ہے۔ اس کے لیے تو نہیں ہوا

آپؑ نے فرمایا، معتمد سے جا کر کہو کہ ہم دونوں ایک گھر سے آئے ہیں، اگر میں جاؤں اور وہ میرے ساتھ نہ ہوگا تو وہاں کیا ہوگا، یہ بات تم سے پوشیدہ نہیں ہے۔

علی بن جرین کا بیان ہے کہ میں معتمد کے پاس گیا اور وہاں سے واپس آکر بتایا کہ معتمد نے

کہا ہے کہ میں نے آپؑ کی وجہ سے جعفر کو بھی رہا کیا۔ اور میں نے آپؑ کو محض جعفر کی حرکتوں ہی کی وجہ سے قید کیا تھا۔

پھر آپؑ جعفر کو لیکر اپنے گھر آئے (مہج الدعوات ص ۳۴۳)

• صیمری نے محمودی سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت ابومحمد امام حسن عسکری علیہ السلام معتمد کی قید سے رہا ہوئے تو میں نے آپؑ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی یہ تحریر دیکھی۔
"یُرِیۡدُوۡنَ لِیُطۡفِـُٔوۡا نُوۡرَ اللّٰہِ بِاَفۡوَاہِہِمۡ وَ اللّٰہُ مُتِمُّ نُوۡرِہٖ وَ لَوۡ کَرِہَ الۡکٰفِرُوۡنَ •" (مہج الدعوات ص ۲۴۴)

(۴) = دشمن تو ہماری نسل کو قطع کرنا چاہتے تھے

نصر بن علی جہضمی جو مخالفین میں سے موالید ائمہؑ کے سلسلہ میں ثقات (معتبرین) میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس نے بیان کیا کہ: امامت کی دلیلوں میں سے ایک وہ روایت بھی ہے جو حضرت حسن بن علیؑ عسکری علیہ السلام سے وقت ولادت حضرت م ح م د (ابن حسنؑ) کے متعلق بیان کی گئی کہ آپؑ نے فرمایا:
"ان ظالموں نے سمجھ لیا تھا کہ وہ مجھے قتل کر کے ہماری نسل کو قطع کر دیں گے لیکن انھوں نے دیکھ لیا ہے کہ اُس قادرِ مطلق کی قدرت کیسی ہے۔

اس کے بعد آپؑ نے اس مولود کا نام مؤمّل رکھا۔ (مہج الدعوات ص ۳۴۵)
(عیبتہ الشیخ ص ۱۴۵ - ۱۴۴)

• مختار الخرائج میں بھی محمد بن اقرع کی یہی روایت مرقوم ہے۔
(مختار الخرائج ص ۲۱۵، کافی جلد ۱ ص ۵۰۹)

(۵) = ہوشیار رہو ٹڈیوں کا خطرہ ہے

کتاب الدلائل میں ابوبکر سے روایت ہے کہ میرے ایک دوست نے میرے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ آؤ ہم اور تم دونوں مل کر مختلف اطراف وجوانب سے باغوں کے پھل خریدیں۔ میں نے حضرت ابومحمد امام حسن عسکری ؑ کو خط لکھ کر آپؑ سے مشورہ چاہا۔

آپؑ نے فرمایا، اس تجارت میں تم بالکل شریک نہ ہو۔ کیا تمھاری نظر ٹڈیوں اور پھلوں کے سوکھ کر حشفہ بن جانے پر نہیں ہے؟

چنانچہ ایسا ہی ہوا کچھ تو ٹڈیوں نے آکر تباہی مچادی اور کچھ پھل جو باقی رہ گئے تھے وہ سوکھ کر حشفہ بن گئے۔ اور اللہ نے آپؑ کے مشورہ کی وجہ سے مجھے اس نقصان سے بچالیا۔

(کشف الغمہ)

۶ == علمِ اصلاب وارحام

محمد بن علی بن ابراہیم ہمدانی سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو محمدؑ امام حسن عسکری علیہ السلام کو عریضہ لکھا، جس میں التجا کی کہ آپؑ دعا فرمائیں، اللہ مجھے میری چچازاد بہن کے بطن سے لڑکا عطا فرمائے۔

آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا، اللہ تجھے کئی لڑکے عطا فرمائے۔

چنانچہ آپؑ کی دعا اور اللہ کی عنایت سے میرے یہاں چار بیٹے پیدا ہوئے۔

(کشف الغمہ جلد ۳ ص ۳۱۰)

۷ == علمِ ارحام

ابن فرات سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ میں سرمن رائے کے محلے عسکر میں ایک راستے پر بیٹھا ہوا تھا اور مجھے اولاد کی بید تمنا تھی۔ اتفاقاً ادھر سے حضرت ابو محمدؑ امام حسن عسکری علیہ السلام کی سواری گذری۔

میں نے آپؑ سے عرض کیا، کہ، فرزندِ رسولؐ! آپؑ کے علم کے مطابق میری قسمت میں اولاد ہے یا نہیں؟

آپؑ نے سر ہلا کر فرمایا، ہاں۔

میں نے عرض کیا پھر یہ فرمادیجیے کہ لڑکا ہوگا یا لڑکی؟

آپؑ نے فرمایا، لڑکا نہیں۔

پھر میرے یہاں لڑکی پیدا ہوئی۔ (مختار الخرائج ص ۲۱۴)

• کشف الغمہ میں ابنِ فرات کے بجائے جعفر بن محمد سے یہی روایت مرقوم ہے۔

(کشف الغمہ جلد ۳ ص ۳۰۶)

۸ == یہ بغیر روشنائی کی تحریر فلاں کی ہے

محمد بن عباس کا بیان ہے کہ ہم لوگ امام حسن عسکری علیہ السلام کے علاماتِ امامت کے متعلق گفتگو کر رہے تھے تو ایک ناصبی (دشمنِ اہلبیت) نے کہا۔ میں بغیر روشنائی کے ایک خط لکھتا ہوں اگر انھوں نے جواب دیدیا تو سمجھوں گا کہ واقعاً وہ امام ہیں۔

چنانچہ اُس نے ایک خط بغیر روشنائی استعمال کیے ہوئے لکھا اور تمام خطوط کے ساتھ اسے بھی رکھ دیا۔
امام علیہ السلام نے ہمارے مسائل کے جواب دیے اور اس کے پرچے پر اس کا اور اس کے والدین کا نام لکھ دیا۔
یہ دیکھ کر اسے غش آگیا۔ جب غش سے افاقہ ہوا تو آپؑ کے حقیقی امام ہونے کا معتقد ہو گیا۔ (مناقب جلد ۴ صہ ۴۲۴)

⑨ — حج کو جاؤ پیاس کا کوئی خطرہ نہیں

ابو علی مطہری کا بیان ہے کہ قادسیہ سے آپؑ کو اطلاع دی گئی کہ حج پر جانے والے یہاں سے واپس آرہے ہیں، انھیں ڈر ہے کہ آگے بڑھے تو پانی نایاب ہو جائے گا، پیاسے مر جائیں گے۔
آپؑ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا، واپس نہ آؤ حج کو چلے جاؤ انشاء اللہ اس طرح کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔
لہٰذا جو لوگ ابھی واپس نہیں ہوئے تھے وہ حج پر چلے گئے اور صحیح سلامت رہے۔ انھیں پیاس کی کوئی اذیت نہیں ہوئی۔
(کافی جلد ۱ صہ ۵۰۸-۵۰۷ ارشاد صہ ۳۲۲)

⑩ — مستقبل کا علم

کافور خادم کا بیان ہے کہ یونس نقّاش ہمارے سیّد و آقا کی حاشیہ برداری اور خدمت کیا کرتا تھا۔
ایک دن وہ کانپتا ہوا آیا اور عرض کرنے لگا، اے میرے سیّد و سردار! میں وصیّت کرتا ہوں کہ میرے اہلِ وعیال کا خیال رکھیے گا۔
آپؑ نے فرمایا، کیا بات ہے؟
اُس نے عرض کیا، بس اب میرا اس دنیا سے کوچ کا اہتمام ہو گیا ہے۔
آپؑ نے فرمایا، اے یونس! کیسا اہتمام؟
یہ کہہ کر آپؑ مسکرانے لگے۔
یونس نے کہا، ابنِ بغا (حاکم) نے مجھے ایک نگینہ دیا تھا۔ جب میں اُس پر نقش کرنے لگا تو وہ بیچ سے دو ٹکڑے ہو گیا اس کو کل ہی دینے کا وعدہ ہے۔ اور وہ ابنِ بغا ہے ایک ہزار تازیانوں

یا قتل سے کم سزا نہ دے گا۔

آپؑ نے فرمایا، اپنے گھر جاؤ کل جو اللہ کرے گا وہ بہتر کرے گا۔

دوسرے دن پھر کانپتا ہوا آیا اور بولا کہ ابنِ بغا کا آدمی نگینہ لینے آگیا ہے۔

آپؑ نے فرمایا، اس کے ساتھ جاؤ، اللہ جو کرے گا وہ بہتر کرے گا۔

یونس نے کہا، آقا! میں اُس سے جاکر کیا کہوں گا؟

آپؑ مسکرائے اور فرمایا، تم جاؤ اور سنو کہ وہ کیا کہتا ہے اور جو ہوگا وہ بہتر ہی ہوگا۔

یونس گیا اور خوش و خرّم واپس آیا اور بولا: مولا! ابنِ بغا نے مجھ سے کہا کہ میری کنیزیں آپس میں جھگڑ رہی ہیں، کیا تم سے ممکن ہے کہ اس کے دو ٹکڑے کر دو اور جھگڑا ختم ہو جائے۔

آپؑ نے فرمایا، پروردگارا! تیرا شکر ہے کہ تو نے ہمیں ایسے لوگوں میں قرار دیا جو تیرا واقعی شکر ادا کرتے ہیں۔

آپؑ نے پوچھا، پھر تم نے کیا کہا؟

یونس نے کہا کہ میں نے اسے مطمئن کر دیا ہے کہ اچھا، میں کوشش کروں گا۔

آپؑ نے فرمایا، ٹھیک جواب دیا۔ (مناقب آلِ ابی طالب جلد ۴ ص ۴۲۸-۴۲۷)

(نوٹ:) یہی قصہ بعینہٖ حضرت امام علی النقی علیہ السلام کے معجزات میں بھی مندرج ہے اور بظاہر وہی درست ہے اس لیے کہ کافور انہی کے اصحاب میں سے تھا۔

(۱۱) اس گھوڑے کو شام سے قبل ہی فروخت کر دو

علی بن زید بن علی بن الحسین بن زید بن علی سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ میرے پاس ایک گھوڑا تھا جس پر مجھے بہت ناز تھا اور اکثر مجلسوں اور صحبتوں میں، میں اس کا تذکرہ کیا کرتا تھا۔

ایک دن میں اس پر سوار ہو کر حضرت ابو محمدؑ کے گھر پہنچا۔

آپؑ نے پوچھا، وہ گھوڑا کہاں ہے؟

میں نے کہا، وہ آپؑ کے دروازے پر کھڑا ہے۔

آپؑ نے فرمایا، اگر کوئی گاہک ملے تو اس کو شام ہونے سے پہلے ہی فروخت کر دو۔ اس میں دیر نہ کرو۔

آپؑ ابھی یہیں تک کہنے پائے تھے کہ کوئی آگیا اور بات کٹ گئی۔

راوی کا بیان ہے کہ میں اس فکر میں وہاں سے اُٹھ کر چلا اور جاکر اپنے بھائی سے اس کا

تذکرہ کیا۔

اُنھوں نے کہا، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمھیں کیا رائے دوں۔

میں ابھی اسی لیس وپیش میں تھا کہ شام ہو گئی۔ مغرب کی نماز سے فارغ ہوا تو سائیس دوڑا ہوا آیا، اور بولا: آپ کا گھوڑا ابھی ابھی یک بیک مر گیا۔

اب میری سمجھ میں آیا کہ حضرت ابو محمد علیہ السلام نے اسی امر کی طرف اشارہ کیا تھا۔

دوسرے دن میں حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور دل میں یہ کہہ رہا تھا کہ کاش آپؑ اس گھوڑے کی جگہ کوئی دوسرا گھوڑا دیدیتے۔

مگر میرے کچھ کہنے سے پہلے ہی آپؑ نے فرمایا، ہاں ہاں میں اس گھوڑے کی جگہ تمھیں دوسرا گھوڑا دیتا ہوں۔

یہ کہہ کر آپؑ نے اپنے غلام سے فرمایا کہ میرا کمیت رنگ کا گھوڑا انھیں دیدو۔

پھر مجھ سے فرمایا، یہ تمھارے اُس گھوڑے سے بہتر ہے اس کی عمر بھی طویل ہے اور اس کی چال بھی اچھی ہے۔ (مختار الخرائج ص ۲۱۴)

- اعلام الوریٰ، ارشاد اور کافی میں بھی علی بن زید سے اسی کے مثل روایت ہے۔

(اعلام الوریٰ ص ۳۵۲، ارشاد ص ۳۲۳، کافی جلد ۱ ص ۵۱۰)

(۱۲) علمِ بلایا

دلائلِ حمیری میں علی بن محمد بن زیاد سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ میرے پاس حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کا خط آیا کہ تم پر ایک مصیبت آنے والی ہے، گھر ہی چھپے پڑے رہنا۔

اتفاق سے ایک مصیبت وارد ہوئی، میں پریشان ہوا اور حضرت ابو محمد علیہ السلام کی خدمت خط لکھ کر دریافت کیا کہ جس مصیبت کے لیے آپؑ نے فرمایا تھا کیا یہ وہی مصیبت ہے؟

آپؑ نے جواب دیا، نہیں، اس سے بھی سخت مصیبت۔

میں نے جب جستجو کی تو معلوم ہوا کہ یہ اعلان کیا گیا ہے کہ جو مجھے پکڑ لائے اس کو ایک لاکھ درہم انعام ملے گا۔ (کشف الغمہ جلد ۳ ص ۲۹۴)

- مختار الخرائج میں بھی علی بن محمد بن زیاد سے اسی کے مثل روایت ہے

(مختار الخرائج)

(۱۲) کس نے کون سا مال چُرایا ہے مجھے معلوم ہے؟

ابو ہاشم جعفری کا بیان ہے

کہ جب حضرت (امام علی النقی) ابوالحسن علیہ السلام نے رحلت فرمائی تو ان کے فرزند حضرت ابو محمد حسن عسکری علیہ السلام ان کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہو گئے، اور آپؑ کی بے حد مشغولیت سے آپؑ کے غلاموں نے یہ فائدہ اُٹھایا کہ آپؑ کے لباس و نقدیات وغیرہ سب اُٹھا کر لے گئے۔

جب آپؑ اس سے فارغ ہوئے تو اپنی نشست گاہ میں آکر تشریف فرما ہوئے اور اُن سب خادموں کو طلب کیا اور فرمایا: جو کچھ میں پوچھوں گا اگر تم لوگ سچ سچ بتا دو گے تو میری سزا سے محفوظ رہو گے، اور اگر تم لوگ اپنے انکار پر ہی اصرار کرتے رہے تو میں تمھیں خود بتاؤں گا کہ تم میں سے کون شخص کیا چیز لے گیا ہے۔ اور پھر اُس وقت تم میں سے جو شخص جس سزا کا مستحق ٹھہرے گا اس کو وہ سزا دوں گا۔

اس کے بعد فرمایا، اے فلاں! تو یہ یہ چیزیں لے گیا ہے اور اے فلاں تو یہ یہ چیزیں لے گیا ہے۔

اُن سب نے اقرار کیا، کہ، جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا، اسے واپس کرو۔

پھر آپؑ سب کو بتاتے گئے اور سب نے تمام چیزیں واپس کر دیں۔

●―――

اسماعیل بن محمد بن علی بن اسماعیل بن علی بن عبداللہ بن عباس سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کے انتظار میں سرِ راہ بیٹھ گیا۔ جب آپؑ اُدھر سے گذرے تو میں نے اُن سے اپنی پریشانی کا شکوہ کیا اور قسم کھائی کہ میرے پاس ایک درہم بھی نہیں ہے، سرِدست میں بہت تنگدست ہوں۔ نہ کھانے کے لیے کچھ ہے نہ دن کو نہ رات کو۔

آپؑ نے فرمایا تم اللہ کی جھوٹی قسم کھاتے ہو۔ تم نے دو سو (۲۰۰) دینار تو زمین میں دفن کر رکھے ہیں، یہ میں اس لیے نہیں کہہ رہا ہوں کہ تمھیں کچھ دینا نہیں چاہتا۔

پھر آپؑ نے اپنے غلام سے فرمایا کہ تیرے پاس جو کچھ ہو وہ اسے دیدے۔

آپؑ کے غلام نے مجھے سو دینار دیدیے۔

پھر آپؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا سنو جس وقت تمھیں اپنے دفن کیے ہوئے

دیناروں کی شدید ضرورت پیش آئے گی وہ تمھیں نہ ملیں گے، تم اُن سے محروم رہو گے۔

اور ہوا بھی ایسا ہی۔ آپؑ نے واقعتاً سچ ہی فرمایا تھا۔ وہ دینار جو آپؑ نے مجھے عطا فرمائے تھے انھیں خرچ کرتا رہا، مگر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ مجھے اُن کی شدید ضرورت پیش آگئی، روزی کے تمام دروازے بند ہو گئے تھے۔ میں نے جب اپنے دفن شدہ دیناروں کو کھود کر نکالنا چاہا تو وہ وہاں سے غائب تھے۔ میں نے غور کیا تو سمجھ میں آیا کہ میرے لڑکے معلوم تھا کہ میں نے دینار کہاں دفن کیے ہیں۔ وہ انھیں نکال کر لے گیا۔ اور کہیں بھاگ گیا۔ میرا اس پر کوئی بس نہ چلا۔

(الارشاد ص ۳۲۳)

- مختار الخرائج میں بھی اسماعیل سے اسی کے مثل روایت ہے۔

(۱۴) = تیری جائیداد واپس مل جائیگی

عمر بن ابی مسلم کا بیان ہے کہ سر من رائے میں مصر سے ایک شخص جس کا نام سیف بن لیث تھا، مہتدی کے پاس فریاد لیکر آیا کہ شفیع خادم نے اس کی جائیداد غصب کرلی اور اس کو وہاں سے نکال دیا ہے۔ ہم لوگوں نے اسے مشورہ دیا کہ حضرت ابو محمدؑ امام حسن عسکری علیہ السلام کو خط لکھ دے تاکہ وہ تیرے حق میں دعا، فرمائیں اور تیرا یہ کام آسان ہو جائے۔

اُس نے خط لکھا، تو آپؑ نے جواب دیا، پریشان نہ ہو اور سلطان کے پاس نہ جا تیری جائیداد تجھ کو واپس مل جائے گی، بلکہ اس وکیل کے پاس جا جس کے قبضے میں اس وقت تیری جائیداد ہے اور اسے سب سے بڑے سلطان خدائے رب العٰلمین سے ڈرا۔

وہ شخص اس وکیل سے ملا۔

وکیل نے کہا، تیرے جاتے ہی میرے پاس خط آیا کہ میں تیری جائیداد تجھے واپس کردوں۔ قاضی ابن ابی شوارب کا یہ حکم تھا، اور اس پر گواہیاں تھیں۔

پھر اُسے مہتدی کے پاس جانے کی ضرورت ہی نہ پیش آئی اور اس کو اُس کی جائیداد واپس مل گئی۔ (مناقب جلد ۴ ص ۴۳۲)

(۱۵) = آپؑ نے بغیر طلب کے خاتم بخش دی

ابو ہاشم کا بیان ہے کہ جب بھی میں حضرت امام علی النقی یا حضرت امام حسن عسکری علیہما السلام کی خدمت میں حاضر ہوتا مجھے اُن میں کوئی نہ کوئی امامت

کی نشانی ضرور ملتی۔

چنانچہ میں ایک مرتبہ حضرت ابو محمد حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا میرا ارادہ تھا کہ میں آپؑ سے انگوٹھی کے لیے چاندی وغیرہ مانگوں جس کو برکت کے لیے میں اپنے پاس رکھوں۔ میں آپؑ کے پاس بیٹھ گیا اور باتوں میں یاد نہ رہا کہ میں کس لیے آیا تھا۔ جب وہاں سے چلنے کا ارادہ کیا تو آپؑ نے میری طرف ایک انگوٹھی پھینک دی اور فرمایا:

لو تمہارا ارادہ چاندی مانگنے کا تھا، میں تمہیں بنی بنائی انگوٹھی دیتا ہوں۔ اس میں تمہیں نگینہ اور بنوائی کا بھی فائدہ ہوگیا۔ اللہ تمہیں مبارک کرے۔

(مناقب جلد ۴ صہ ۴۳۷)

(۱۶) قرآن مخلوقِ خدا ہے

ابو ہاشم کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میرے جی میں آیا کہ میں حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام سے دریافت کروں کہ آپؑ کا قرآن مجید کے متعلق کیا خیال ہے؟ وہ مخلوق ہے یا غیر مخلوق (ابھی یہ بات میرے دل ہی میں تھی کہ)

آپؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ کیا حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادقؑ کی یہ روایت تم تک نہیں پہونچی جس میں آپؑ نے فرمایا کہ "جب سورۂ قُل ھو اللہ احد نازل ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے چار ہزار پر خلق فرمائے اور یہ سورہ ملائکہ کے جس گروہ کی طرف ہو کر گذرتا تھا تو سب نہایت خضوع و خشوع کے ساتھ اس کے سامنے جُھک جاتے اور کہتے کہ اس کی نسبت ربّ العزّت تبارک و تعالیٰ کی طرف ہے۔

(مختار الخرائج صہ ۲۳۹)

(۱۷) آپؑ کی ٹوپی دلیلِ امامت بن گئی

کتاب الدلائل میں علی بن محمد بن حسن سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ ہمارے اصحاب کی ایک جماعت اہواز سے سر من رائے آئی میں بھی ان اصحاب کے ساتھ تھا اور خلیفۂ وقت صاحب بصرہ کی طرف جا رہا تھا۔ ہم لوگ اس لیے نکلے کہ حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی زیارت کرلیں۔ مگر دیکھا کہ آپؑ بھی اس کے ساتھ جا رہے ہیں۔ اس لیے آپؑ کی واپسی کے انتظار میں دو باغوں کے درمیان بیٹھ گئے

تھوڑی دیر میں آپؑ واپس ہوئے اور ہمارے مقابل پہونچکر قریب ہی کھڑے ہوگئے، اپنا ہاتھ بڑھایا، سر سے ٹوپی اُتاری اور دوسرا ہاتھ اپنے سر پر پھیرا اور ہم میں سے ایک شخص کے سامنے تبسم فرمانے لگے۔

اس شخص نے فوراً کہا، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ واقعاً حجتِ خدا اور اس کے منتخب بندے ہیں۔

ہم لوگوں نے اس سے کہا، کہ تجھے یہ ہدایت کیسے ہوگئی؟

اُس نے کہا کہ مجھے حضرت ابو محمدؑ امام حسن عسکری علیہ السلام کی امامت پر شک تھا لہٰذا میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر آپؑ واپسی میں اپنے سر سے ٹوپی اُتار لیں گے تو میں آپؑ کی امامت کا قائل ہو جاؤں گا۔ (کشف الغمہ جلد ۳ صـ ۳۰۵)

• مختار الخرائج میں بھی علی بن محمدؒ کی یہی روایت مرقوم ہے۔ (مختار الخرائج صـ ۲۱۵)

(۱۸) — دُعاء دلیلِ امامت

دلائلِ حمیری میں ابو سہل بلخی سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابو محمدؑ علیہ السلام کو خط لکھا اور اس میں اپنے والدین کے لیے دُعاء کی درخواست کی۔ اُس کی ماں غالیہ تھی اور باپ مومن تھا۔

آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ اللہ تیرے باپ پر رحم فرمائے۔

ایک دوسرے شخص نے بھی خط لکھا اور اُس نے بھی اپنے والدین کے لیے دُعا کی درخواست کی۔ اُس کی ماں مومنہ تھی اور اس کا باپ ثنویہ تھا۔

آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ اللہ تیری ماں پر رحم فرمائے۔

(کشف الغمہ جلد ۳ صـ ۳۰۶)

(۱۹) — علمِ "مَا فِی الضَّمیر"

ابن کردی محمد بن علی بن ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ میں بہت تنگیٔ معاش میں مبتلا ہوا تو میرے والد نے مجھ سے کہا کہ مجھے اُس شخص یعنی حضرت ابو محمدؑ امام حسن عسکری علیہ السلام کے پاس لے چلو میں نے سُنا ہے وہ بڑے سخی ہیں۔

میں نے پوچھا کیا آپ کا اُن سے تعارف ہے؟

اُنھوں نے کہا، نہیں، میرا اُن سے کوئی تعارف نہیں، بلکہ میں نے تو اُن کو کبھی دیکھا بھی نہیں۔

الغرض ہم لوگ چلے۔ راستے میں میرے والد نے کہا، کاش وہ مجھے پانچ سو درہم دینے کا حکم دے دیں تو دو سو درہم کپڑوں کے لیے، دو سو درہم آٹے کے لیے اور ایک سو درہم دوسرے

اخراجات کے لیے صرف کروں گا۔

اور میں نے اپنے دل میں کہا، کاش مجھے تین سو درہم کا حکم دے دیں تو ایک سو درہم سے گدھا خریدوں گا، ایک سو درہم دیگر اخراجات کے لیے اور ایک سو درہم لباس کیلئے رکھوں گا پھر میں جبل کی طرف (تلاشِ معاش کی غرض سے) چلا جاؤں گا۔

جب ہم لوگ آپؑ کے درِ دولت پر پہونچے تو اندر سے آپؑ کا غلام نکلا۔ اور بولا۔ علی بن ابراہیم اور اس کا لڑکا محمد اندر آجائیں۔

ہم اندر گئے، سلام عرض کیا۔

آپؑ نے میرے والد سے فرمایا: اے علی! تم ابتک ہم سے کیوں نہیں ملے؟

میرے والد نے کہا، اے سیّد و سردار! شرم دامنگیر تھی کہ اس حالت میں آپؑ کی خدمت میں کیسے حاضر ہو جاؤں۔

الغرض جب ہم وہاں سے چلے تو آپؑ کا غلام آیا، اُس نے میرے والد کو ایک تھیلی دی اور کہا، اس میں پانچ سو درہم ہیں۔ دو سو، کپڑوں کے لیے، دو سو آٹے کے لیے اور ایک سو دیگر اخراجات کے لیے ہیں۔

اِس کے بعد مجھے بھی ایک تھیلی دیکر بولا، اس میں تین سو درہم ہیں۔ ان میں سے ایک سو درہم کا گدھا خریدنا، ایک سو کپڑوں کے لیے اور ایک سو دیگر اخراجات کے لیے ہیں اور سنو! بلادِ جبل نہ جانا، بلکہ سورا (عراق میں ایک مقام کا نام ہے) جانا۔

راوی کا بیان ہے کہ وہ سورا چلا گیا، اور وہاں کی ایک عورت سے شادی کرلی اور آج اُس کی آمدنی چار ہزار دینار تک پہونچ چکی ہے، مگر اس کے باوجود وہ واقفیہ ہے۔

محمد بن ابراہیم کُردی نے اُس سے کہا کہ کیا اس سے بھی زیادہ واضح امامت کی نشانی کی تمھیں ضرورت ہے؟

اُس نے کہا، تم سچ کہتے ہو، مگر ہم تو پہلے سے ایک راستے پر چلے جارہے ہیں اسے کس طرح چھوڑ دیں؟ (الارشاد ص ۳۲۱-۳۲۰)

• ـــ ابو بکر فہفکی سے روایت ہے، ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے سر من رائے سے کسی کام کے لیے باہر جانے کا ارادہ کیا، اس لیے کہ وہاں دیر تک قیام کر چکا تھا۔ چنانچہ کوچ کے دن میں نکلا اور ابی قطیعہ ابنِ داؤدؑ کے راستہ پر آکر بیٹھ گیا۔ اتنے میں حضرت ابو محمدؑ امام حسن عسکری علیہ السّلام دربارِ عام میں جانے کے لیے ادھر سے آتے ہوئے نظر آئے۔

میں نے اپنے دل میں کہا، میں آپؑ سے عرض کروں گا کہ مولا، میرے لیے دعا کیجیے کہ

میں سر من رائے سے خیریت کے ساتھ نکل جاؤں۔

یہ سوچ کر میں مسکرایا۔ جب آپؑ میرے قریب آئے تو آپؑ بھی مسکرائے۔ اور میں اُسی دن سر من رائے سے نکل گیا۔

(مختار الخرائج ص ۲۱۵)

• ـــ علی بن زید بن علی بن الحسین بن زید سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ ایک دن میں حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ابھی میں وہاں بیٹھا ہی تھا کہ مجھے یاد آیا کہ میرے رومال میں پچاس دینار تھے۔ وہ اب نہیں ہیں۔ مجھے اس کی بڑی فکر ہوئی، مگر میں نے آپؑ سے نہ اس کا ذکر کیا اور نہ اس کا اظہار ہونے دیا کہ مجھے اس کی فکر لاحق ہے اِس کے باوجود آپؑ نے فرمایا: وہ محفوظ ہے انشاء اللہ۔ جب میں گھر واپس آیا تو میرے بھائی نے وہ رقم مجھے دی۔

(مختار الخرائج ص ۲۱۵)

• ـــ کشف الغمہ میں بھی دلائلِ حمیری سے یہی روایت مرقوم ہے۔

(کشف الغمہ جلد ۳ ص ۳۰۵)

• ـــ ابو العنیا، محمد بن قاسم ہاشمی سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا، وہاں مجھے پیاس لگتی مگر پانی مانگنا اپنے لیے چھوٹی بات سمجھتا۔

آپؑ فوراً آواز دیتے اے غلام! ان کو پانی پلاؤ۔

کبھی دل میں آتا کہ اب یہاں سے چلوں۔

آپؑ فوراً آواز دیتے، اے غلام ان کی سواری حاضر کرو۔

(مختار الخرائج) (مناقب جلد ۴ ص ۴۲۳)

• ـــ احمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت ابو محمد امام حسن عسکری ؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپؑ میرے سامنے کچھ لکھیں تاکہ جب آپؑ کا خط پہونچے تو میں پہچان لیا کروں کہ یہ آپؑ ہی کا خط ہے۔

آپؑ نے فرمایا، ہاں ٹھیک ہے۔

پھر فرمایا، اے احمد! قلم کے موٹے اور باریک ہونے کی وجہ سے خط مختلف ہو جایا کرتا ہے۔ لہٰذا اس میں شک نہ کیا کرو۔

پھر آپؑ نے قلمدان منگوایا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اِس وقت آپؑ جس قلم سے لکھیں گے، میں وہ قلم آپؑ سے مانگ لوں گا۔"

جب آپؑ لکھ چکے تو مجھ سے باتیں کرنے لگے اور قلم کو قلمدان کے رومال سے صاف کر کے میری طرف بڑھا دیا اور فرمایا:

اے احمد! اسے لیلو۔ اور اپنے پاس رکھ لو۔

میں نے اسے لے کر رکھ لیا۔ مناقب جلد ۴ صہ ۴۳۳

• ـــــ محمد بن احمد انصاری سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ قومِ مفوّضہ اور مقصّرہ کے ایک گروہ نے کامل بن ابراہیم مدنی کو حضرت ابو محمّد امام حسن عسکری علیہ السّلام کے پاس اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا۔

کامل کا بیان ہے کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں آپؑ سے یہ دریافت کروں گا کہ آپؑ یہ فرماتے ہیں کہ جنّت میں صرف وہی داخل ہوگا جس کی معرفت ہماری جیسی ہو اور جس کا قول بھی ہمارے جیسا ہو۔

اُس کا بیان ہے کہ جب میں آپؑ کے پاس پہونچا تو دیکھا کہ آپؑ ایک سفید اور نرم لباس زیبِ تن کیے ہوئے ہیں۔

میں نے اپنے دل میں کہا، بھلا کوئی ولیِ خدا اور حجّتِ خدا ایسا نرم لباس پہنتا ہے؟ ہمیں تو یہ حکم دیئے ہیں کہ اپنے بھائیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرو، اور اس طرح کا لباس پہننے کو منع فرماتے ہیں۔

کامل کا بیان ہے کہ میرے جی میں یہ بات ابھی آئی ہی تھی کہ آپؑ متبسّم ہوئے اور فرمایا: اے کامل! ادھر دیکھو۔

یہ کہہ کر آپؑ نے اپنی دونوں آستینیں اُلٹیں، میں نے دیکھا، آپؑ اُس نرم لباس کے نیچے سیاہ موٹا لباس پہنے ہوئے تھے۔

پھر فرمایا، دیکھو! یہ اندرونی لباس تو اللہ کے لیے ہے اور اوپر والا لباس تم لوگوں کے لیے ہے۔ (غیبتہ طوسیؒ)

(۲۰) ـــــ علمِ انساب

علی بن جعفر نے حلبی سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ محلّہ عسکر میں جمع ہوئے اور حضرت ابو محمّد امام حسن عسکری علیہ السّلام کی سواری کے دن کا انتظار کرنے لگے۔ تو آپؑ کی تحریر آئی جس میں لکھا تھا کہ:

"خبردار! تم میں سے نہ کوئی ہمیں سلام کرے، اور نہ ہماری طرف کوئی اشارہ کرے، اس میں تمھاری

جانوں کا خطرہ ہے۔

میرے پہلو میں ایک نوجوان کھڑا تھا، میں نے اُس سے پوچھا: تم کہاں کے باشندہ ہو؟

اُس نے کہا، مدینہ کا رہنے والا ہوں۔

میں پوچھا، یہاں کس کام سے آنا ہوا۔ ؟

اُس نے کہا کہ، ہمارے یہاں (مدینہ میں) لوگوں کو حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی امامت کے متعلق اختلاف ہے۔ میں اِس لیے آیا ہوں کہ خود چل کر دیکھوں اور اُن کی باتیں سُنوں یا اُن میں کوئی علامتِ امامت دیکھوں، تاکہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔ اور میں حضرت ابوذر غفاری کی اولاد میں سے ہوں۔

ابھی یہی گفتگو ہو رہی تھی کہ آپؑ اپنے ایک خادم کے ساتھ درِ دولت سے برآمد ہوئے جب آپؑ قریب پہونچے تو ایک نظر اُس نوجوان پر ڈالی اور فرمایا: کیا تم غفاری ہو ؟

اُس نے عرض کیا، جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا، تمھاری ماں حمدویہ کیسی ہے ؟

اُس نے عرض کیا، ٹھیک ہے، صحیح و تندرست ہے۔

آپؑ یہ پوچھ کر آگے بڑھ گئے تو میں نے اُس نوجوان سے پوچھا: کیا تم نے اس سے پہلے ان کو کبھی دیکھا تھا ؟

اُس نے کہا، نہیں۔

میں نے کہا، پھر یہ تمھارے اطمینان کے لیے کافی ہے۔

اُس نے کہا، جی ہاں، آپ صحیح کہتے ہیں، اب مزید معلومات کی ضرورت نہیں۔

(مختار الخرائج)

(۲۱) = علمِ مافی الضمیر

یحییٰ بن مرزبان سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ

میں ایک مرتبہ اہلِ سبت کے ایک شخص سے ملا جس کا نام ابو الخیر تھا۔

اُس نے بیان کیا کہ میرا چچازاد بھائی امامت، اور خصوصاً حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی امامت کے متعلق مجھ سے بحث کرتا تھا۔ میں اُس سے کہا کرتا، جب میں خود اُن میں امامت کے آثار و علامات نہ دیکھ لوں، کچھ نہ کہوں گا۔

چنانچہ میں کسی ضرورت کے لیے محلۂ عسکر میں وارد ہوا۔ دیکھا کہ حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام تشریف لا رہے ہیں۔ میں نے اپنے دل میں کہا، اگر یہ اپنا ہاتھ اپنے سر کی

طرف بڑھائیں، اسے کھول دیں پھر میری طرف دیکھ کر نظر موڑ لیں، تو میں اِن کی امامت کا قائل ہو جاؤں گا۔

جب آپؑ میرے قریب پہونچے تو آپؑ نے اپنا ہاتھ اپنے سر کی طرف بڑھایا، سر کھولا، پھر ایک نظر میری دیکھا اور نگاہ موڑ لی۔

آپؑ نے مجھ سے فرمایا، اے یحییٰ! تمھارا وہ چچازاد بھائی کیسا ہے جس سے تمھاری امامت کے متعلق بحث ہوتی ہے؟

میں نے عرض کیا، اسے صحیح و تندرست چھوڑ آیا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا، تم اس سے بحث نہ کیا کرو۔

اِس کے بعد آپؑ چلے گئے۔ (مختار الخرائج ۔ کشف الغمہ جلد ۳ صہ ۲۱۱)

(۲۲) = علمِ مستقبل

عمر بن ابی مسلم کا بیان ہے کہ سمیع مسمعی نامی شخص مجھے بہت ستاتا تھا اور اس کی طرف سے ایسی ایسی باتیں مجھ تک پہونچتی تھیں کہ مجھے بڑا دکھ ہوتا تھا۔ اُس کا گھر میرے گھر سے بالکل ملا ہوا تھا۔ میں نے حضرت ابومحمد علیہ السلام کو خط لکھا کہ دعا فرمائیں مجھے اس شخص سے چھٹکارا ملے۔

آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا، تمھیں خوشخبری ہو کہ اس سے بہت جلد چھٹکارا ملے گا اور تم اُس کے گھر کے بھی مالک بن جاؤ گے۔

پس ایک ماہ کے بعد وہ مر گیا۔ میں نے اُس کا گھر خرید کر اپنے گھر میں ملا لیا۔

(کشف الغمہ جلد ۳ صہ ۲۰۲)

(۲۳) = معتز کی معزولی کی خبر

احمد بن حسین بن عمر بن یزید کا بیان ہے کہ مجھ سے ابوہاشم بن سبانہ نے بتایا کہ کوفہ جاتے وقت جب معتز نے آپؑ کو سعید حاجب کے حوالے کرنے کا حکم دیا اور قصرِ ہبیرہ کا واقعہ پیش آیا تو ابوہاشم نے آپ کو خط لکھا کہ: میں آپؑ پر قربان، مجھے ایسی اطلاع ملی ہے جس کو سن کر مجھے بیحد قلق ہے۔

آپ نے اُس کو جواب میں تحریر فرمایا۔

اے ابوہاشم! گھبراؤ نہیں، تین دن بعد تم لوگوں کو

خوشخبری ملے گی۔

اور تیسرے ہی دن معتز خلافت سے معزول کر دیا گیا۔ (غیبۂ شیخ ص ۱۳۴)

(۲۴) مستعین تین دن میں گرفتارِ عذاب ہوگا

راوی کا بیان ہے کہ ایک دن میں ابو احمد عبید اللہ بن عبد اللہ بن طاہر کے پاس گیا۔ اُن کے سامنے حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کا ایک رقعہ رکھا ہوا تھا جس میں تحریر تھا کہ "میں نے اس ظالم و سرکش (یعنی مستعین) کے لیے اللہ سے بددعا کی ہے یہ تین دن بعد عذاب میں گرفتار ہو جائے گا۔"

چنانچہ تیسرے ہی دن وہ خلافت سے معزول ہو گیا اور انجام جیسا کہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ اُسے واسط لیجا کر قتل کر دیا گیا۔ (مہج الدعوات)

(۲۵) مہتدی کی مدتِ عمر ختم ہو چکی ہے

صیمری نے ہی یہ بھی روایت ابو ہاشم سے کی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں مہتدی کی قید میں حضرت ابو محمد علیہ السلام کے ساتھ تھا۔

آپؑ نے مجھ سے فرمایا "اے ابو ہاشم! یہ ظالم و سرکش آج شب اللہ تعالیٰ سے مذاق کرنا چاہتا تھا، اس لیے اللہ نے اس کی مدتِ عمر ختم کر دی ہے۔ میرے کوئی اولاد نہیں، مگر اللہ اپنے لطف و کرم سے ایک لڑکا عنایت فرمائے گا۔

غرض جب صبح ہوئی تو ترکوں نے مہتدی پر حملہ کر دیا اور عامۃ المسلمین چونکہ جانتے تھے کہ مہتدی اعتزالی اور قدر کا معتقد ہے، اس لیے سب لوگوں نے ترکوں کا ساتھ دیا۔ اور مہتدی کو قتل کر کے اس کی جگہ معتمد کو مسندِ خلافت پر بٹھایا، اور اس کی بیعت کی۔ مہتدی نے حضرت ابو محمد علیہ السلام کے قتل کا پختہ ارادہ کر لیا تھا، مگر اللہ نے خود اس کو مبتلائے بلا و مصیبت کر دیا اور بالآخر قتل ہوا اور واصلِ جہنم ہو گیا۔ (مہج الدعوات ص ۳۴۳)

(۲۶) مہتدی کے قتل کی پیشگوئی

احمد بن محمد سے روایت ہے جس وقت مہتدی ترکی موالیوں کے قتل میں ماخوذ ہوا تو میں نے حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام

کو خط لکھا کہ مولا! خدا کا شکر ہے کہ اس نے اس کو خود اپنی فکر میں پھنسا دیا، ورنہ سُنا ہے کہ وہ کہتا تھا کہ خدا کی قسم میں تم لوگوں کو ملک بدر کر کے رہوں گا۔

تو آپؑ نے خود اپنے ہاتھ سے اس کا جواب تحریر فرمایا کہ یہی بات اس کی عمر کے گھٹنے کا سبب بن گئی۔ آج سے پانچ دن اور شمار کر لو، چھٹے دن وہ بڑی بے عزتی اور توہین کے بعد قتل کر دیا جائے گا۔ اور جیسا آپؑ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔

(۲۷) معتز تین دن میں قتل ہو جائے گا

محمد بن عبداللہ سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ جب سعید (حاکمِ سامرہ) نے حکم دیا کہ حضرت ابو محمد امام حسن عسکریؑ کو گرفتار کر کے کوفہ بھیجا جائے۔

ابو ہشیم نے آپؑ کو خط لکھا، مولا! میں آپؑ پر قربان، مجھے ایک خبر ملی ہے جس سے مجھے بڑا دُکھ ہوا۔

آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا، تین دن بعد تم کو ایک خوشخبری ملے گی۔ اور تیسرے ہی دن معتز قتل کر دیا گیا۔

(۲۸) تین دن بعد خوشخبری ملے گی

علی بن محمد بن زیاد صیمری کی کتاب الاوصیاء میں مرقوم ہے کہ حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کے متعلق مستعین کی جو نیت تھی وہ ظاہر ہے۔ اس نے اپنے حاجب سعید کو حکم دیا کہ آپؑ کو کوفہ بھیجاؤ اور راستہ میں ان پر کوئی حادثہ وارد کر دو۔

یہ خبر شیعوں میں پھیل گئی جس سے انھیں بڑی فکر ہوئی۔ اور یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جبکہ ابھی حضرت ابو الحسن امام علی النقی علیہ السلام کی وفات کو پانچ سال بھی نہیں ہوئے تھے۔

چنانچہ محمد بن عبداللہ اور ہیثم بن سبابہ نے آپؑ کو خط لکھا کہ ہم لوگ آپ پر قربان ہم لوگوں کو ایک ایسی خبر ملی ہے کہ جس کا ہمیں بڑا دُکھ اور رنج ہے۔

آپؑ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا، تین دن بعد تمھیں خوشخبری ملے گی اور آپؑ کے ارشاد کے مطابق مستعین تیسرے ہی دن خلافت سے معزول کر دیا گیا اور اس کی جگہ معتز تختِ خلافت پر متمکن ہوا۔ (مہج الدعوات ص ۳۴۱)

(۲۹) ـــ گُمشدہ غلام کی نشاندہی

راوی کا بیان ہے کہ آپؑ کا ایک چھوٹا سا غلام گم ہو گیا۔ بہت ڈھونڈا گیا، نہیں ملا۔ آپؑ کو خبر دی گئی۔

آپؑ نے فرمایا، اس کو جانوروں کے کٹہرے میں دیکھو۔

وہاں دیکھا گیا تو وہ مُردہ پڑا ہوا تھا۔

• محمد بن صالح خثعمی سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السّلام کو خط لکھ کر خربوزہ کے متعلق دریافت کیا کہ اس کا میں بیحد شائق ہوں۔

آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ اسے نہار منھ نہ کھاؤ اس سے فالج کا خطرہ ہے، اس کے علاوہ میرا ارادہ تھا کہ میں صاحبِ زنج جس نے بصرہ سے خروج کیا تھا، اس کے متعلق بھی معلوم کروں مگر بھول گیا لیکن آپؑ نے از خود تحریر فرما دیا کہ صاحبِ زنج اہلبیت میں سے نہیں ہے (کشف الغمہ جلد ۳ صفحہ ۳۰۵)

(۳۰) ـــ علم منایا

جعفر بن محمد قلانشی نے یہ روایت بھی کی ہے کہ میں نے محمد بن عبد الجبّار خادم کی معرفت حضرت ابو محمد علیہ السّلام کو خط لکھا جس میں بہت سے مسائل دریافت کیے اور یہ بھی تحریر کیا کہ میرا بھائی آرمینہ گیا ہوا ہے۔ دعا فرمائیں، صحیح وسلامت واپس آجائے۔

آپؑ نے میرے خط کا جواب تحریر فرمایا جس میں میرے سارے مسائل کے جوابات تھے مگر اس میں میرے بھائی کے متعلق کوئی ذکر نہیں کیا۔ اس کے کچھ دنوں بعد آرمینہ سے خبر آئی کہ تیرا بھائی فوت ہو گیا۔

اور وہ اسی دن فوت ہوا تھا جس دن حضرت ابو محمد علیہ السّلام نے مجھے خط لکھا تھا اب ہم سمجھے کہ چونکہ آپؑ کو اس کی موت کی خبر تھی اس لیے اس کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔

(کشف الغمہ جلد ۳ صفحہ ۲۹۶)

• علی بن محمد نے ہمارے بعض اصحاب سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ محمد بن حجر نے حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السّلام کو خط لکھا اور اس میں عبد العزیز بن دلف، اور یزید بن عبداللہ کی شکایت کی۔

آپؑ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ عبد العزیز سے تمہیں چھٹکارا مل جائے گا اب رہا

یزید بن عبداللہ تو اس کا اور تمھارا فیصلہ اللہ کے سامنے ہوگا۔
چنانچہ عبدالعزیز مر گیا اور یزید بن عبداللہ قتل ہو گیا۔
(مناقب جلد ۴ ص ۴۳۳، کافی جلد ا ص ۵۱۲)

• محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن موسیٰ سے روایت ہے کہ حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام نے معتز کی وفات سے تقریباً بیس دن پہلے ابوالقاسم اسحاق بن جعفر زبیری کو خط لکھا "گھر سے باہر نہ نکلنا ایک حادثہ ہونے والا ہے مگر جب بریحہ قتل ہو گیا تو ابوالقاسم اسحاق نے آپؑ کو خط لکھا کہ یہ حادثہ تو رونما ہو چکا، اب میرے لیے کیا حکم ہے؟
آپؑ نے اس کے جواب میں لکھا' یہ حادثہ نہیں، دوسرا حادثہ۔
چنانچہ اس کے بعد معتز کا واقعہ پیش آیا۔ (الکافی جلد ا ص ۵۰۶)

• نیز آپؑ نے ایک دوسرے شخص کو خط لکھا کہ "اس کے قتل سے دس دن پہلے محمد بن داؤد قتل ہوگا" چنانچہ دسویں دن وہ قتل ہو گیا۔ (ارشاد ص ۳۲۰)

• ابنِ فرات سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میرے چچازاد بھائی پر میرے دس ہزار درہم قرض تھے۔ میں نے حضرت ابو محمد علیہ السلام کو عریضہ لکھا کہ دعا فرمائیں کہ وہ دیدے۔
آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا۔ وہ تمھاری رقم تم کو واپس کردے گا اور جمعہ کے بعد مرجائے گا۔
راوی کا بیان ہے، میرے چچازاد بھائی نے مجھے میری رقم واپس کردی۔ میں نے اُس سے پوچھا، تمھاری نیت تو واپس کرنے کی نہ تھی، پھر واپس کیسے کردی۔؟ تم نے تو دینے سے انکار کردیا تھا۔
اُس نے کہا، میں نے حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کو خواب میں دیکھا اُنھوں نے فرمایا' دیکھ تیری موت قریب ہے اپنے چچازاد بھائی کی رقم واپس کردے۔
(مختار الخرائج۔ کشف الغمہ جلد ۳ ص ۳۱۱)

(۳۱) اللہ فضل پر رحم کرے (علمِ منایا)

سعید بن جناح کشی سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے محمد بن ابراہیم ورّاق سمرقندی کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ میں حج کے لیے وطن سے نکلا اور ارادہ کیا کہ اپنے ایک دوست سے بھی ملتا ہوا جاؤں جو ہمارے اصحاب میں

صدق وصلاح، ورع، تقویٰ ونیکی میں بہت مشہور تھا جس کو لوگ بورق بوشنجانی کے نام سے یاد کرتے تھے۔ بوشنجان، ہرات کے دیہاتوں میں سے ایک دیہات ہے۔ الغرض ارادہ ہوا کہ اُس سے ملاقات کروں تاکہ عہدِ محبت تازہ ہو جائے۔

میں اس کے پاس پہونچا تو وہاں فضل بن شاذان کا ذکر آیا، تو بورق نے بتایا کہ فضل بن شاذان پیٹ کے شدید مرض میں مبتلا تھا شب میں قضائے حاجت کے لیے سو ڈیڑھ سو مرتبہ اٹھتا تھا۔

بورق نے یہ بھی بتایا کہ ایک مرتبہ حج کے لیے گیا تو محمد بن عیسیٰ عبیدی سے بھی جا کر ملا دیکھا کہ ساری کیفیت جسے میں دیکھ گیا تھا دور ہو گئی ہے۔ میں نے پوچھا، اب کیا خبر ہے؟

انھوں نے بتایا کہ حضرت ابو محمد علیہ السلام قید سے رہا ہو گئے۔

بورق کا بیان ہے کہ پھر میں وہاں سے سرمن رائے آیا، میرے پاس روز و شب کے اعمال کی ایک کتاب تھی، میں اسے لیکر حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا، میں آپؑ پر فدا ذرا اس کتاب پر نظر فرمالیں۔

آپؑ نے اس کتاب کا ایک ایک صفحہ اور ایک ایک ورق دیکھا، اور فرمایا، یہ صحیح ہے مناسب ہے کہ اس کے مطابق اعمال بجالائے جائیں۔

میں نے عرض کیا، مولا! فضل بن شاذان شدید بیمار ہے لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ وہ یہ کہتا تھا کہ ابراہیمؑ کے وصی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی سے بہتر تھے۔ اِس لیے آپؑ نے اس کے لیے بددعاء کردی، یہ اسی بددعاء کا اثر ہے، حالانکہ، میں آپؑ پر قربان، یہ بات اُس نے ہرگز نہیں کہی۔ یہ اس پر لوگ جھوٹ اور اتہام لگاتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا، ہاں، واقعاً جھوٹ واتہام لگاتے ہیں۔ اللہ فضل پر رحم کرے، اللہ فضل پر رحم کرے۔

بورق کا بیان ہے کہ میں وہاں سے واپس ہوا تو معلوم کہ فضل اُن ہی دنوں میں مرا جن دنوں میں آپؑ نے فرمایا تھا کہ "اللہ فضل پر رحم کرے"۔ (رجال کشی ص۴۵۱)

دیگر ٥ سیف بن لیث سے روایت ہے، اس کا بیان ہے کہ جب میں مصر سے چلا تو اپنے ایک لڑکے کو علیل چھوڑ چلا تھا۔ میرا ایک اور لڑکا، جو سن میں اس بیمار لڑکے سے بڑا تھا، میرا وصی اور میرے اہل وعیال وجائیداد کا نگراں تھا، صحت مند اور تندرست تھا۔ میں نے حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کو خط لکھا، اور اپنے بیمار لڑکے کی صحت کے لیے دعاء کی درخواست کی۔

آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا، تمہارا چھوٹا لڑکا اچھا ہو گیا، مگر بڑا لڑکا مر گیا جو تمھارا

وصی اور تمھارے گھر کا نگراں تھا۔ اس پر جزع فزع نہ کرنا، صبر و ضبط سے کام لینا ورنہ تمھارا ثواب حبط ہو جائے گا۔

پھر میرے گھر سے خط آیا کہ تمھارا چھوٹا لڑکا بیماری سے صحتیاب ہو گیا، مگر بڑا لڑکا اُس دن مرا جس دن حضرت ابو محمد علیہ السلام نے مجھے خط تحریر فرمایا تھا۔

(کشف الغمہ جلد ۳ ص ۲۰۴)

مناقب میں بھی سیف کی یہی روایت مرقوم ہے۔ (مناقب جلد ۴ ص ۴۳۳)

(کافی جلد ۱ ص ۵۰۹)

دیگر • دلائلِ حمیری میں محمد بن حمزہ سروری سے روایت ہے کہ میں نے ابو ہاشم داؤد بن قاسم کے ہاتھ جس سے میرا بھائی چارہ تھا، ایک خط حضرت ابو محمد امام حسن عسکری ؑ کی خدمت میں روانہ کیا، اور اس میں التجا کی کہ آپؑ دعا فرمائیں، اللہ مجھے پھر سے غنی کر دے میں مفلس ہو گیا ہوں۔ (تاکہ میرے حالات بہتر ہو جائیں)

آپؑ نے اسی کے ہاتھ میرے خط کا جواب روانہ فرمایا کہ لے! اللہ نے تجھے پھر غنی کر دیا، تیرا چچازاد بھائی یحییٰ بن حمزہ نے وفات پائی اور ایک لاکھ درہم چھوڑ گیا۔ یہ رقم عنقریب تیرے پاس پہونچنے والی ہے۔ اللہ کا شکر ادا کر، اب فضول خرچی چھوڑ، اعتدال سے خرچ کر۔

اس کے بعد حرّان سے ایک شخص ایک لاکھ درہم کی ہنڈی لیکر آیا، اور اُس سے معلوم ہوا کہ میرا چچازاد بھائی اُس روز مرا جس روز ابو ہاشم میرے مولا سے میرے خط کا جواب لیکر واپس ہوا تھا۔ بہر حال جیسا کہ مولا نے فرمایا تھا، میرا فقر دور ہوا اور میں پھر غنی ہو گیا۔ اس میں سے میں حقِ اللہ تعالیٰ نکالدیا، کچھ اپنے بھائیوں کی مدد کی پھر ہاتھ روک لیا۔ جیسا کہ مولا کا حکم تھا، حالانکہ اس سے پہلے میں بڑا فضول خرچ تھا۔ (کشف الغمہ جلد ۳ ص ۲۰۴)

دیگر • حجاج بن سفیان عبدی سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں اپنے لڑکے کو بصرہ میں علیل چھوڑ کر آیا تھا، اس لیے حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کو خط لکھا اور آپؑ سے طالبِ دُعا بھی ہوا۔

آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا، اگر تمھارا لڑکا مومن تھا تو اللہ اُس پر رحم کرے۔

حجاج کا بیان ہے کہ اس کے بعد بصرہ سے خط آیا کہ میرا لڑکا اُسی روز مرا جس دن حضرت ابو محمد علیہ السلام نے مجھے خط لکھا تھا۔ اور واقعاً میرا لڑکا شیعوں میں اختلاف کی بناء پر آپؑ کی امامت میں شک کرنے لگا تھا۔ (مختار الخرائج ص ۲۱۵)

• کشف الغمہ میں دلائلِ حمیری سے حجاج کی یہی روایت مرقوم ہے۔ (کشف الغمہ ص ۳۰۱)

دیگر • محمد بن حسن بن وزیر نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ وہ حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی سرمن رائے میں اکثر غاشیہ برداری کیا کرتا تھا۔ ایک دن وہ آپؑ کے پاس پہونچا تو آپؑ کو گھر موجود پایا اور آپؑ کی سواری خلیفہ کے گھر جانے کے لیے تیار تھی اور آپؑ کا چہرہ غصّے سے سرخ ہو رہا تھا۔ اور آپؑ کے پہلو میں عامہ میں سے ایک ایسا شخص تھا کہ جب آپؑ کہیں جانے کے لیے سوار ہوتے تو دعائیں دیتا اور ایسی ایسی باتیں کرتا جن سے آپؑ کو نفرت ہوتی اور آپؑ ان کو ناپسند کرتے۔

اس دن تو وہ شخص پیچھے ہی پڑا رہا یہاں تک کہ آپؑ ایسی جگہ پہونچے جہاں سے راستہ دو طرف جاتا۔ ایک راستہ سواریوں کی کثرت کی وجہ سے اس شخص کو تنگ نظر آیا تو وہ دوسرے راستے پر چلدیا تاکہ اس طرح آگے بڑھ کر پھر آپؑ سے جا ملے۔

جب وہ اس راستے پر چلا گیا تو آپؑ نے اپنے خادم سے فرمایا: جاؤ اس شخص کو کفن پہنا آؤ۔

خادم اُس شخص کے پیچھے چلا۔ اور ادھر آپؑ بازار تک پہونچ گئے اور اُدھر وہ شخص گلی کے دروازے سے نکلا تاکہ آپؑ سے آکر مل جائے کہ ایک جگہ ایک خچر بندھا ہوا تھا، اس نے اس کو ایسی لات ماری کہ وہیں مرگیا۔ خادم وہیں ٹھہر گیا اور آپؑ کے حکم کے بموجب اس کو کفن دیا۔ اور ہم لوگ آپؑ کے ساتھ آگے بڑھ گئے۔ (مناقب جلد ۴ صـ۴۳۰)

دیگر • علی بن یزید المعروف بہ ابن رمش سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میرا لڑکا احمد بیمار ہوا۔ میں نے حضرت ابو محمد علیہ السلام کو خط لکھا اور اس میں دعا کی درخواست کی۔

اُدھر سے جواب آیا "او ما علم ان لِکلِّ اجل کتٰب" کیا نہیں معلوم کہ ہر ایک کے لیے ایک مدّت تحریر ہے۔

چنانچہ میرا لڑکا مر گیا۔ (مختار الخرائج، کشف الغمہ اردبیلی جلد ۳ صـ۲۱۰)

دیگر • ابو سلیمان محمودی سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کو ایک عریضہ میں تحریر کیا، مولا! دعا فرمائیں کہ اللہ مجھے لڑکا عطا فرمادے۔ (تاکہ نسل آگے بڑھے)

آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا، اللہ تمھیں لڑکا عطا فرمائے گا، مگر تمھیں اس کے لیے صبر بھی کرنا ہوگا۔

چنانچہ میرے یہاں لڑکا پیدا ہوا اور مر گیا۔

کشف الغمہ اردبیلی جلد ۳ صـ۲۱۰

دیگو • اسجع بن اقرع کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں خط ارسال کیا، اس میں تحریر کیا کہ آپؑ میری آنکھ کے درد کے لیے دعا فرمائیں۔ اس لیے کہ میری ایک آنکھ تو بیکار ہو ہی گئی تھی، اب دوسری میں بھی تکلیف شروع ہو گئی۔

آپؑ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا، اللہ نے تیری آنکھ روک دی۔

چنانچہ۔ وہ صحیح ہو گئی۔ اللہ نے اسے خراب ہونے سے بچالیا۔

خط کے آخر میں آپؑ نے تحریر فرمایا کہ اللہ تجھے اجرِ جزیل اور صبرِ جمیل کرامت فرمائے

مجھے بڑی فکر دامن گیر ہوئی کہ میرے اہلِ خاندان میں سے کون مر گیا، جس کی تعزیت آپؑ ادا فرما رہے ہیں۔ مگر کچھ دنوں بعد مجھے میرے لڑکے طیب کی موت کی خبر ملی۔ میں سمجھ گیا کہ آپؑ نے اسی کی تعزیت ادا کی تھی۔ (مناقب جلد ۴ ص ۴۳۲)

۳۲ مستقبل کا علم

شاہویہ بن عبدربہ کا بیان ہے کہ میرا بھائی صالح قید میں تھا۔ میں نے حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھا اور اس میں مختلف مسائل دریافت کیے۔

آپؑ نے ان سب کے جواب دیے اور یہ بھی تحریر فرمایا کہ جس دن میرا یہ خط تمہارے پاس پہونچے گا اُس دن تمہارا بھائی قید سے رہائی پائے گا تم مجھ سے اس کے متعلق پوچھنا چاہتے تھے مگر بھول گئے تھے۔ اس لیے لکھ رہا ہوں۔

ابھی میں آپؑ کا یہ خط پڑھ ہی رہا تھا کہ بہت سے لوگ آ پہونچے اور مجھے میرے بھائی کی رہائی کی خوشخبری دینے لگے۔ میں بھی پہونچ کر اپنے بھائی سے ملا اور اس کو آپؑ کا یہ خط پڑھ کر سنایا۔

(مناقب جلد ۴ ص ۴۳۸)

۳۳ مِشکوٰۃ سے مراد قلب حضرت محمدؐ ہے

محمد بن دریاب رقاشی سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کو خط لکھا اور اس میں دریافت کیا کہ قرآن مجید کی آیت مَثَلُ نُورِہٖ کَمِشْکوٰۃٍ میں مشکوٰۃ سے کیا مراد ہے۔؟

پھر یہ بھی تحریر کیا کہ میری زوجہ کے لیے دعا فرمائیں وہ حاملہ ہے۔ نیز دعا فرمائیں کہ

فرزند پیدا ہو نیز، آپؑ اس مولود کا نام بھی تجویز فرمادیں۔
آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ مِشکٰوۃ سے مراد قلبِ محمدؐ ہے۔
مگر آپؑ نے میری زوجہ کے متعلق کچھ نہ لکھا، بلکہ آخر میں یہ تحریر فرمایا کہ خدا تجھے صبر دے۔ اور تجھے خلف (فرزند سعادتمند) عطا فرمائے۔
پس، زوجہ کے مردہ لڑکا پیدا ہوا، اس کے بعد جب حاملہ ہوئی تو لڑکا پیدا ہوا۔
(کشف الغمہ جلد ۳ صٓ ۳۱)

(۳۴) = کنیز کی موت کا علم

علی بن زید بن علی بن الحسین بن زید بن علی سے روایت ہے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ جب حضرت ابو محمّد امام حسن عسکری علیہ السّلام دار العامہ سے اپنے گھر تشریف لیجانے لگے تو میں آپؑ کے ساتھ ہولیا، اور آپؑ کو آپؑ کے گھر تک پہونچا کر واپس ہونے لگا:
آپؑ نے فرمایا، ذرا ٹھہرو!
آپؑ اندر داخل ہوئے، مجھے بھی گھر کے اندر بُلالیا اور دو سو دینار عطا کیے۔
پھر فرمایا: تمھاری کنیز تو مر گئی، اب دوسری کنیز کے لیے قیمت لیتے جاؤ۔
حالانکہ جب میں اپنے گھر سے چلا تھا تو وہ بالکل صحیح وسلامت تھی۔ غرض جب میں اپنے گھر پہونچا تو میرے غلام نے اطلاع دی کہ آپ کی فلاں کنیز ابھی مر گئی۔
میں نے پوچھا، کیا بات ہوئی، کیسے مر گئی؟
اُس نے کہا، وہ پانی پینے لگی، پانی گلے میں اٹکا اور اُس کا دم نکل گیا۔
(مناقب جلد ۴ صٓ ۴۳۱، مختار الخرائج صٓ ۲۱۴)

(۳۵) = عروہ بن یحییٰ کیلئے بد دُعاء

علی بن سلیمان بن رشید عطار بغدادی سے روایت ہے کہ حضرت ابو محمّد امام حسن عسکری علیہ السّلام نے عروہ بن یحییٰ پر لعنت کی تھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابو محمّد امام حسن عسکری علیہ السّلام کا ایک خزانہ (توشہ خانہ) تھا۔ وہ عروہ بن یحییٰ کے سپرد کیا گیا۔ اس نے اس خزانے میں سے بہت سی چیزیں اپنے لیے نکال لیں اور بقیّہ میں حضرت ابو محمّد امام حسن عسکری علیہ السّلام کو گزند پہونچانے کے لیے آگ لگادی۔ آپؑ نے اس پر لعنت کی اور اس کے لیے بد دعاء بھی فرمائی، اور اس بد دعاء کو ابھی

ایک دن اور ایک رات بھی نہیں گذرے تھے کہ اللہ نے اس کو واصل بجہنم کیا۔
آپ فرماتے ہیں کہ میں اسی رات اللہ سے بد دعاء کے لیے اس اس طرح بیٹھا اور ابھی سپیدۂ سحری بھی نمودار نہیں ہوا تھا اور نہ ابھی میرے خزانے میں لگی ہوئی آگ بجھی تھی کہ اللہ نے عروہ بن یحییٰ کو قتل کرا دیا۔ اللہ اس پر لعنت کرے۔ (رجال کشی ص ۴۸۰)

۳۶ ـــــ زبیری کیلئے بد دعاء

دلائلِ حمیری میں محمد بن علی صیمری سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں ابو احمد عبید اللہ بن عبد اللہ کے پاس پہونچا اس کے سامنے حضرت ابو محمد علیہ السلام کا ایک خط رکھا ہوا تھا۔ جس میں تحریر تھا کہ میں نے اس سرکش یعنی زبیری کے لیے اللہ سے بد دعاء کر دی ہے۔ وہ تین دن بعد مبتلائے عذاب ہو جائے گا۔

چنانچہ تین دن بعد اس کے ساتھ جو ہوا وہ سب کو معلوم ہے۔
(کشف الغمہ جلد ۳ ص ۲۹۵)

۳۷ ـــــ ابنِ ہلال سے اظہارِ برأت کا اعلان

محمد بن یعقوب کا بیان ہے کہ حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کا ایک طویل خط عمری کے نام موصول ہوا جس میں یہ بھی تحریر تھا کہ میں ابنِ ہلال لعنۃ اللہ علیہ سے اپنی برأت کا اظہار کرتا ہوں، بلکہ اس شخص سے بھی برأت کا اظہار کرتا ہوں جو ابنِ ہلال سے برأت کا اظہار نہ کرے۔ لہٰذا اسحاق اور اس کے اہلِ شہر کو وہ سب کچھ بتا دو جو میں نے اس شخصِ فاجر کے متعلق نہیں بتایا ہے بلکہ ہر اس شخص کو بتاؤ جو تم سے اس شخص فاجر کے متعلق دریافت کرے۔

(غیبۃ طوسی ص ۲۲۸)

بحار الانوار

باب ۶

تفاسیرِ آیاتِ قرآنی

اقوالِ زرّیں اور احکامات

ANSAR

۱ — اپنے کام سے کام رکھو

ابو ہاشم جعفری نے داؤد بن اسود سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میرے مولا حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السّلام نے مجھے بُلایا، ایک لمبی گول لکڑی دی جیسے دروازے کی چوکھٹ ہو۔

پھر فرمایا، اسے لیجاؤ، عمری کو دے آؤ۔

میں لیکر چلا۔ ابھی راستے ہی میں تھا کہ میرے سامنے ایک سقا، اپنے خچر کے ساتھ آگیا۔ خچر مجھ پر چڑھا آرہا تھا۔

سقے نے آواز دی کہ خچر سے بچو ہٹو۔

میں نے وہی لکڑی جو میرے پاس تھی اُٹھائی اور خچر کو ماردی وہ لکڑی پھٹ گئی۔ میں نے غور سے دیکھا تو اس لکڑی میں کچھ تحریریں تھیں۔ میں نے جلدی جلدی لکڑی کو اپنے دامن میں سمیٹا اور وہ سقا، پکار پکار کر مجھے اور میرے مالک کو گالیاں دیتا رہا۔

جب میں یہ سب سمیٹے ہوئے آپؑ کے گھر پہونچا تو عیسیٰ خادم مجھے دوسرے دروازے پر ملا، اور بولا: آقا کہتے ہیں کہ تم نے خچر کو کیوں مارا جس سے لکڑی ٹوٹ گئی۔؟

میں نے عرض کیا کہ مجھے معلوم نہ تھا کہ اس لکڑی میں کیا ہے۔

آپؑ نے فرمایا، تم نے ایسا کام ہی کیوں کیا جس کی تمھیں معذرت کرنی پڑی۔ دیکھو! اب ایسا نہ کرنا۔ اور یاد رکھو! جب سنو کہ کوئی ہمیں گالی دے رہا ہے تو تم وہاں سے اپنا راستہ ہی بدل دو، اور جہاں تمھیں بھیجا گیا ہے وہاں جاؤ۔ جو ہمیں گالی دے رہا ہو، اُس سے دست و گریباں نہ ہو، اور اُسے یہ نہ بتاؤ کہ تم کون ہو، اس لیے کہ ہم ایک بُرے شہر اور بُری آبادی میں ہیں۔ اچھا اب جہاں جا رہے تھے جاؤ اور یہ جان لو کہ تمھاری خبریں اور تمھارے حالات سب ہمارے سامنے پیش ہوا کرتے ہیں۔

(مناقب جلد ۴ صہ ۴۲۷ - ۴۲۸)

۲ = واقفیوں سے ترکِ موالات کرو

احمد بن محمد بن مطہرؓ سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ اہلِ جبل میں سے ہمارے بعض اصحاب نے حضرت ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھ کر ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو حضرت امام موسیٰؑ بن جعفر صادقؑ کی امامت پر آکر توقف کرتا تھا (یعنی اُن کے بعد کے ائمہؑ کا قائل نہ تھا)۔ کہ کیا اس سے تولّا رکھا جائے یا اس سے تبرا کیا جائے؟

آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا۔ کیا تم اپنے چچا کے لیے رحمت کی دعاء کرو گے؟ اللہ تمھارے چچا پر رحم نہ کرے گا، اس سے تبرّا کرو، میں ان (واقفیوں) سے بَری ہوں اِن سے میل ملاپ نہ رکھو، ان کے بیماروں کی عیادت کو نہ جاؤ، ان کے جنازوں میں شریک نہ ہو اور اگر ان میں سے کوئی مر جائے تو ان کی نمازِ جنازہ کبھی نہ پڑھو۔ خواہ ان میں سے کوئی ایسا ہو جو ایسے امام سے انکار کرتا ہو جس کی امامت اللہ کی جانب سے ہے، یا اماموں کی فہرست میں کسی ایسے امام کا اضافہ کرے جو من جانب اللہ امام نہ ہو۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی اللہ سے انکار کرے یا اس کو تین میں سے ایک سمجھے، دونوں برابر ہے۔

یاد رہے کہ جس نے ہمارے آخر کی امامت سے انکار کیا، اس نے گویا پہلے کی امامت سے بھی انکار کر دیا، اور جس نے ہم ائمہؑ کے ساتھ کسی اور کا اضافہ کیا وہ گویا ہم سب کی امامت کا منکر ہے۔

اور وہ سائل نہیں جانتا تھا کہ اُس کا چچا بھی واقفیوں میں سے تھا۔ آپؑ کے اس خط سے اس کو معلوم ہوا۔ (کشف الغمہ جلد ۳ صـ ۳۱۲)

۳ = انگلی کے اشارے سے ہدایت

کتاب الدلائل میں محمد بن ربیع شیبانی سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مقام اہواز میں مجھ سے اور ایک مردِ ثنویہ سے مناظرہ ہوا۔ اس کے بعد میں سر من رائے آیا مگر میرے دل میں اس مردِ ثنویہ کی کچھ باتیں کھٹک رہی تھیں، میں احمد بن خضیب کے دروازے پر بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام دربارِ عام سے نکل کر ادھر سے گذرے آپؑ نے میری طرف دیکھا اور اپنی انگشتِ سبابہ (کلمہ کی انگلی) سے اشارہ کیا کہ "ایک، ایک، یعنی اللہ کو ایک سمجھو"۔ دیکھ کر میں غش کھا کر گر پڑا
(کشف الغمہ جلد ۳ صـ ۳۰۵)

(۴) = ایک دوستدار کو دُعا کی تعلیم

ابو ہاشم سے روایت ہے کہ آپؑ کے دوستداروں میں سے کسی نے آپؑ سے درخواست کی کہ آپؑ کوئی دُعا تعلیم فرما دیں۔ آپؑ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ یہ دُعا پڑھا کرو۔

یَا اَسْمَعَ السَّامِعِیْنَ یَا اَبْصَرَ الْمُبْصِرِیْنَ یَا عَزَّ النَّاظِرِیْنَ یَا اَسْرَعَ الْحَاسِبِیْنَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ یَا اَحْکَمَ الْحَاکِمِیْنَ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَ اَوْسِعْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ وَمُدَّ لِیْ فِیْ عُمْرِیْ وَ امْنُنْ عَلَیَّ بِرَحْمَتِكَ وَاجْعَلْنِیْ مِمَّنْ تَنْتَصِرُ بِهٖ دِیْنَكَ وَ لَا تَسْتَبْدِلْ لِیْ غَیْرِیْ •

ترجمہ: "اے سُننے والوں میں سب سے زیادہ سُننے والے، اے دیکھنے والوں میں سب سے زیادہ دیکھنے والے، اے ناظرین میں سب سے زیادہ معزز، اے حساب کرنے والوں میں سب سے جلد حساب کرنے والے، اے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے، اے فیصلہ کرنے والوں میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے! تو اپنی رحمتیں نازل فرما محمدؐ و آلِ محمدؐ پر اور میرے لیے رزق میں وسعت عطا فرما، میری عمر میں اضافہ فرما اور مجھے اپنی رحمت کا واسطہ مجھ پر کرم و احسان فرما، مجھے ان لوگوں میں قرار دے جن سے تیرے دین میں مدد لیجاتی ہے۔ میرے بدلے میرے غیر کو ان میں قرار نہ دے۔"

(۵) = حزب اللہ میں کس کا شمار ہوگا

ابوہاشم کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے اپنے دل میں کہا، پروردگارا! تو مجھے اپنے گروہ اور اپنے حصے میں قرار دے۔

آپؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، ہاں، اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو، اُس کے رسولؐ کی رسالت کی تصدیق کرتے ہو، اس کے اولیاء کی معرفت رکھتے ہو، ان کا اتباع کرتے ہو تو تمھیں بشارت ہو کہ تم اللہ کے گروہ اور اس کے حصے میں شامل ہو۔

(کشف الغمہ جلد ۳ ص ۲۹۹)

• محمد بن حسن بن شمون سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ میں اپنے فقر و تنگدستی

سے بہت نالاں تھا۔ اس کی شکایت حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام سے کی مگر دل میں کہا (کیوں غم کرتا ہے) کیا حضرت ابو عبد اللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ "ہمارے ساتھ رہ کر تنگدستی، دوسروں کے ساتھ رہ کر دولتمندی سے زیادہ بہتر ہے اور ہمارے ساتھ رہ کر قتل ہو جانا، ہمارے دشمنوں کے ساتھ رہ کر زندہ رہنے سے کہیں بہتر ہے۔"

۶ — فقر سے گناہ معاف ہوتے ہیں

میرے خط کے جواب میں آپؑ نے تحریر فرمایا، سنو! جب ہمارے دوستداروں کے گناہ بہت ہو جاتے ہیں تو پھر اللہ انھیں فقر و تنگدستی میں مبتلا کر دیتا ہے تاکہ اُن کے اکثر گناہ معاف کر دیے جائیں، اور جیسا کہ تمھارے دل نے خود کہدیا تھا کہ ہم لوگوں کے ساتھ رہ کر فقر، اور ہمارے دشمنوں کے ساتھ رہ کر دولتمندی سے کہیں بہتر ہے۔ ہم ان لوگوں کے لیے جائے پناہ ہیں جو ہم سے پناہ چاہے۔ ہم ان لوگوں کے لیے نور و روشنی ہیں جو دیکھنا چاہے ان لوگوں کے محافظ ہیں جو ہم سے حفاظت چاہے۔ جس نے ہم سے محبت کی وہ ہمارے ساتھ سنامِ اعلیٰ میں ہوگا، جو ہم سے منحرف ہوا اس کا راستہ جہنم کی طرف ہوگا۔ (کشف الغمہ جلد ۳ ص ۲۹۹ مناقب جلد ۴ ص ۴۳۵)

- رجال کشی میں بھی محمد بن حسن بن شمون سے یہی روایت ہے

(رجال کشی ص ۴۴۸ ۔ مناقب جلد ۴ ص ۴۳۵)

۷ — شرکِ خفی

سعد نے ابو ہاشم جعفری سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا:

آپؑ نے فرمایا، اُن گناہوں میں سے جو بخشے نہ جائیں گے ایک گناہ یہ بھی ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ کاش مجھ سے اس گناہ کے سوا کسی اور گناہ کا مواخذہ نہ ہوتا۔

"میں نے اپنے دل میں کہا، یہ بات تو مشکل ہے۔ یعنی ہر آدمی کو چاہیے کہ وہ خود سے اپنے تمام امور کا جائزہ لیتا رہے"!

میرے دل میں یہ بات آتے ہی آپؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، اے ابو ہاشم! تم صحیح سوچ رہے ہو اور جو کچھ سوچ رہے ہو اس پر کاربند ہو جاؤ۔ کیونکہ شرک انسان کے اندر اس سے بھی زیادہ مخفی چلتا ہے جتنی کوئی چیونٹی کسی سیاہ پتھر پر اندھیری رات میں چلتی ہو۔ (غیبۃ الشیخ ص ۱۲۳)

- کشف الغمہ میں دلائلِ حمیری سے یہی روایت مرقوم ہے۔ (کشف الغمہ جلد ۳ ص ۲۶۸)

(۷) ــــ حکمِ تقیہ

محمد بن عبد العزیز بلخی کا بیان ہے کہ میں ایک دن صبح کو اُٹھا اور جاکر شارعِ غنم پر بیٹھ گیا، اتنے میں حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام دربارِ عام میں جانے کے لیے اپنے گھر سے آتے ہوئے نظر آئے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر میں بآوازِ بلند پکار پکار کر یہ کہوں کہ لوگو! یہ حجتِ خدا ہیں انھیں پہچانو۔ تو کیا یہ لوگ مجھے قتل کردیں گے؟

مگر جب آپؑ میرے قریب آئے تو آپؑ نے اپنے کلمہ کی انگلی اپنے لبوں پر رکھی اور اشارہ کیا کہ خاموش رہو۔

پھر میں نے شب کے وقت آپؑ کو خواب میں دیکھا کہ آپؑ فرما رہے ہیں کہ اس وقت دو ہی صورتیں تھیں، یا اپنے اعتقاد کو چھپائے رکھنا یا قتل ہوجانا۔ لہٰذا اللہ سے ڈرو اپنی جان بچاؤ۔

(کشف الغمہ جلد ۳ ص ۳۰۲)

- مختار الخرائج میں بھی محمد بن عبد العزیز کی یہی روایت مرقوم ہے (مختار الخرائج ص ۲۱۵)

(۸) ــــ جائز نفع؟ (مسئلۂ خرید و فروخت)

ابو ہاشم کا بیان ہے کہ:

ایک مرتبہ میں حجاج بن سفیان عبدی کو اپنے ساتھ حضرت ابو محمد امام حسن عسکری ع کی خدمت میں لے گیا۔ اُس نے آپؑ سے خرید و فروخت کے مسائل دریافت کیے اور کہا جب میں لوگوں کے ہاتھ کوئی شے فروخت کرتا ہوں تو کبھی کبھی قیمت اتنی گھٹا دیتا ہوں کہ اصل قیمت کے برابر ہوجاتی ہے

آپؑ نے فرمایا، کوئی حرج نہیں، اگر ایک دینار کی چیز دو دینار میں بھی فروخت کی جائے تب بھی صحیح ہے۔

میں نے اپنے دل میں کہا، پھر یہ تو سود خوروں کے مشابہ ہوگیا۔

میرے ذہن میں یہ بات آئی ہی تھی کہ آپؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، وہ حرام نفع اور ہے جو تمھارے ذہن میں ہے۔ اگر نفع حد سے زیادہ ہو اور اسے گھٹا کر ایک دینار کی چیز دو دینار میں بھی دی جائے تو حرج نہیں ہے۔ (مختار الخرائج ص ۲۳۹)

(۹) ــــ تعویذ برائے نوبتی بخار

حسن بن ظریف سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ دو مسئلے میرے دل میں

خلجان برپا کیے ہوئے تھے۔ ارادہ ہوا کہ بذریعہ خط اس کے متعلق حضرت ابومحمد امام حسن عسکری علیہ السلام سے معلوم کروں۔ لہٰذا میں نے خط لکھا اور آپ سے دریافت کیا۔ یہ فرمائیں کہ جب حضرت قائم آلِ محمدؑ ظہور فرمائیں گے تو وہ اجلاس کہاں کریں گے اور مقدمات کے فیصلوں کی بنیاد کس پر رکھیں گے؟

اور یہ بھی ارادہ تھا کہ باری کے ساتھ ہر چوتھے روز کے بخار کے لیے کوئی تعویذ آپؑ سے مانگوں گا۔ مگر اس بخار کے متعلق میں اپنے خط میں لکھنا بھول گیا۔ اور خط روانہ کردیا۔

وہاں سے جواب آیا کہ تم نے حضرت قائم آلِ محمدؑ کے متعلق دریافت کیا ہے۔ تو وہ لوگوں کے مقدمات کا فیصلہ حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح اپنے علم کی بنیاد کریں گے۔ طرفین سے دلیل و گواہ نہیں طلب کریں گے۔

نیز تمہارا ارادہ یہ تھا کہ چوتھیا بخار کے لیے کوئی تعویذ مانگو۔ مگر تم لکھنا بھول گئے خیر کوئی بات نہیں جس کو چوتھیا بخار آرہا ہو اس کے گلے میں ایک پرچہ پر یہ آیت لکھ کر لٹکا دو

"یَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ"

میں نے یہ آیت ایک پرچے پر لکھ کر مریض کے گلے میں لٹکا دی اور وہ اچھا ہوگیا۔

(مناقب جلد ۴ صـ ۴۳۱، مختار الجرائج)

- اعلام الورٰی۔ ارشاد اور کافی میں حسن بن ظریف کی یہی روایت مرقوم ہے

(اعلام الورٰی صـ ۳۵۷، ارشاد صـ ۳۲۳، کافی جلد ۱ صـ ۵۰۹)

(۱۰) ــــ تم لوگ ہمت کرو دشمن کیلئے کافی

علی بن حسین بن فضل سے روایت ہے،

اُن کا بیان ہے کہ آلِ جعفر طیار میں سے ایک جعفری پر ایک خلقِ کثیر نے یلغار کردی۔ اُس نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو خط لکھا۔

آپؑ نے جواب میں تحریر کیا انشاء اللہ تم لوگ اُن کے لیے کافی ہو فکر نہ کرو۔

مخالف مجمع بیس ہزار سے زیادہ تھا۔ یہ لوگ ایک ہزار سے بھی کم تھے ہمت کرکے مقابلے پر نکلے اور سب کا استیصال کردیا۔

(۱۱) ــــ لوگوں کے تین طبقے ہیں

قاسم ہروی سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ بنی اسباط کے ایک شخص کے

پاس حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کا ایک خط آیا۔ اُس شخص کا بیان ہے کہ میں نے اُن جناب کو خط لکھا تھا کہ آپؑ کے شیعوں اور موالیوں میں بڑا اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ آپؑ اپنی امامت کی کوئی واضح دلیل، کوئی معجزہ ظاہر فرما دیں۔

آپؑ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بھی صاحبانِ عقل کو خطاب کرتا ہے اور سنو! کائنات میں کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو حضرت خاتم النبیین سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر دلائل و معجزات پیش کرے، مگر اس کے باوجود لوگوں نے اُن کو بھی ساحر، کاہن اور کاذب کہا، تاہم ان ہی میں سے اللہ نے جس کو ہدایت دینی چاہی اس نے ہدایت بھی پائی۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ دلائل و معجزات سے اکثر لوگوں کی تسکین ہو جاتی ہے۔ مگر یہاں تو صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب ہمیں حکم دیتا ہے کہ بولو۔ تب ہم لوگ بولتے ہیں جب حکم دیتا ہے کہ خاموش رہو تو خاموش رہتے ہیں۔

اور اگر اللہ حق کو ظاہر نہ کرنا چاہتا، تو اتنے سارے انبیاء کو بشیر و نذیر بنا کر نہ بھیجتا۔ چنانچہ یہ لوگ خواہ بحالت ضعف ہوں، خواہ بحالتِ قوت، ہر حال میں حق پیش کرتے رہے، تاکہ امرِ الٰہی کی تکمیل اور حکمِ خداوندی کا نفاذ ہو جائے۔

لوگ اس دنیا میں مختلف طبقوں کے ہیں۔ ایک طبقہ وہ ہے جو ہمیشہ نجات کے راستے پر نگاہ رکھتا ہے، حق سے متمسک اور اس کی جڑ سے نکلی ہوئی شاخ سے متعلق رہتا ہے۔ اس میں نہ کبھی شک کرتا ہے اور نہ ریب، بس اسی کو اپنا ملجا و ماویٰ سمجھتا ہے۔

دوسرا طبقہ وہ ہے جس نے حق کو کبھی اس کے اہل سے نہیں لیا۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی دریا میں اس کشتی پر سوار ہو جس کا کوئی ناخدا (کشتی چلانے والا) نہ ہو۔ دریا متحرک ہو تو وہ بھی متحرک ہو جاتا ہے اور دریا ساکن ہو جائے تو وہ بھی ساکن۔

تیسرا طبقہ وہ ہے جس پر شیطان کا تسلط ہے۔ ان کا کام اہلِ حق کی رد اور مخالفت کرنا ہے، اپنے دلی بغض و حسد کی بناء پر باطل کے ذریعے سے لوگوں کو حق سے ہٹانا چاہتا ہے، مگر چھوڑو! یہ نہ دیکھو کہ کون دائیں جانب گیا اور کون بائیں جانب، اس لیے کہ جب چرواہا اپنی منتشر بھیڑوں کو مجتمع کرنا چاہتا ہے تو بہت آسانی سے یکجا کر لیتا ہے۔

تم نے اپنے خط میں ہمارے شیعوں اور موالیوں کے اندر اختلاف کا تذکرہ کیا ہے تو جب وصیت اور اولادِ اکبر ہونا ہی معیارِ امامت ٹھہرا، تو پھر اب ریب و شک کی کیا گنجائش ہے جو فیصلہ کرنے والا فیصلہ کرنے بیٹھے گا، وہ خود بہترین فیصلہ کرے گا، جو تم سے ہدایت کا طالب ہو اس کی بہترین ہدایت کرو۔ اشاعت اور طلبِ ریاست سے دور رہو، یہ دونوں چیزیں

باعثِ ہلاکت ہیں۔

تم نے یہ بھی لکھا ہے کہ تم فارس جانا چاہتے ہو، جاؤ اللہ تمھاری مدد کرے گا مصر جاؤ گے انشاء اللہ امن و سکون پاؤ گے۔ میرے موالی اور شیعوں میں سے جس پر تمھیں وثوق ہو اس کو میرا سلام پہونچا دینا، اُنھیں خوفِ خدا اور ادائے امانت کا حکم دینا اور انھیں بتا دینا کہ ہمارے خلاف پروپگنڈا کرنا درحقیقت ہم سے جنگ کے مترادف ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ جب میں نے آپؑ کے خط میں یہ پڑھا کہ "فدخل مصر انشاء اللہ امنا" تو میں سمجھ نہ سکا کہ اس کا مطلب کیا ہے۔

الغرض میں بغداد گیا، ارادہ تھا کہ وہاں سے فارس چلا جاؤں گا مگر اس کی کوئی صورت پیدا نہ ہوئی، اور مجھے مصر جانا پڑا۔ (کشف الغمہ جلد ۳ ص ۲۹۳)

- مختار الخرائج میں بھی ابو القاسم ہروی کی یہی روایت مرقوم ہے۔

(مختار الخرائج ص ۲۹۱)

(۱۲) حدیث من کنت مولاہ کا مطلب

حسین بن طریف سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کو خط لکھ کر دریافت کیا کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول یعنی حدیث "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" کا کیا مطلب ہے۔

آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مطلب یہ تھا کہ جب مسلمانوں میں فرقہ بندی اور گروہ بندی ہو تو حضرت علی علیہ السلام الٰہی گروہ کی علامت قرار پائیں۔

(کشف الغمہ جلد ۳ ص ۳۰۳)

(۱۳) قرآنی آیت میں ولیجة سے مراد

سفیان بن محمد ضبعی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام سے خط لکھ کر یہ دریافت کیا کہ اللہ تعالٰی کے اس قول میں "وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَلِيجَةً" (سورہ توبہ آیت ۱۵)

میں ولیجة سے کیا مراد ہے۔؟ نیز میں نے اپنے دل میں کہا، کاش یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ یہاں مومنین سے کون لوگ مراد ہیں۔

آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ ولیجة ولی امر کا نائب ہوتا ہے۔ اور تمھارے

دل میں یہ سوال بھی تھا کہ مومنین سے اس جگہ کون لوگ مراد ہیں؟ تو وہ ائمۂ طاہرین ہیں جو اللہ پر ایمان لائے ہیں اور وہ ہم (ائمہ) ہیں۔ (مناقب جلد ۴ صہ ۴۳۲)

(۱۴) = آیہ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ" کی تفسیر

روایت کی گئی ہے کہ ایک مرتبہ ابوہاشم نے حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام سے مندرجہ ذیل آیت کی تفسیر دریافت کی: "ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَیْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ" (سورہ فاطر آیت ۳۲)

ترجمہ: (پھر ہم نے جنھیں اپنے بندوں میں سے منتخب کرلیا، اُنھیں کتاب کا وارث بنادیا۔ پس اُن میں سے کچھ تو اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں اور کچھ میانہ رَو ہیں۔ اور کچھ اللہ کے حکم سے نیکیوں میں سبقت لے جانے والے ہیں۔)

آپؑ نے فرمایا اس آیت میں ظالم لنفسہ سے مراد وہ ہیں جو امام کا اقرار نہیں کرتے۔ مقتصد سے وہ مراد ہیں جو امام کی معرفت رکھتے ہیں اور سابق بالخیرات سے مراد خود امام ہیں۔

یہ سن کر میں اپنے دل میں سوچنے لگا کہ یہ بڑی چیز ہے جو آلِ محمدؐ کو اللہ نے عطا کی ہے اور یہ سوچ کر میں رونے لگا۔

آپؑ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا، سنو! آلِ محمدؐ کی عظمتِ شان جو تمھارے ذہن میں ہے اس سے ایک بڑی چیز ہے اور وہ یہ کہ تم اللہ کا شکر ادا کرو اُس نے تمھیں آلِ محمدؐ کے دامن سے متمسک رہنے کی توفیق عطا فرمائی۔ قیامت کے دن جب تمام لوگ اپنے اپنے امام و سردار کے ساتھ بُلائے جائیں گے تو تم آلِ محمدؐ کے ساتھ بلائے جاؤ گے۔ تمھارا انجام بخیر ہے۔ (مختار الخرائج صہ ۲۳۹)

(۱۵) = اللہ کی عفو و بخشش کا مطلب (تفسیرِ آیت)

ابوہاشم کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ بروزِ قیامت

اس قدر عفو سے کام لے گا کہ اُس کا عفو بندوں پر محیط ہو جائے گا اور یہ دیکھ کر مشرک بھی کہنے لگیں گے کہ "وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ" (سورۃ الانعام آیت ۲۳) (ہمارا رب بھی اللہ ہی ہے، ہم مشرک نہیں ہیں)

یہ سن کر مجھے ایک واقعہ یاد آیا کہ ہمارے اصحاب میں سے مکّہ کے باشندے نے یہ بات کہی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس آیت کی قرأت فرمائی ہے کہ:

"اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا" (سورۃ الزمر آیت ۵۳)

یعنی "اللہ تمام گناہوں کو بخش دے گا۔" مگر سوال یہ ہے کہ وہ شخص جس نے شرک اختیار کیا ہے اس کا کیا ہوگا۔؟

یہ سن کر میں نے اس کی یہ بات ناپسند کی اور اسے ڈانٹا تھا۔

ابھی میں اپنے دل میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ حضرت ابو محمّد امام حسن عسکری ؑ نے میری طرف دیکھا اور اس آیت کی تلاوت فرمائی: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (سورۃ النساء آیت ۴۸)

ترجمہ (بیشک اللہ مشرک کو معاف نہیں کرے گا، اس کے علاوہ جس کو چاہے گا معاف کر دے گا۔)

واقعاً اس شخص نے تم سے کتنی غلط بات کہی تھی۔ (مختار الخرائج ص ۲۳۹)

(۱۶) = (آیۃ) لِلّٰهِ الْاَمْرُ کی تفسیر (علم ما فی الضمیر)

ابو ہاشم کا بیان ہے

کہ ایک مرتبہ محمد بن صالح نے حضرت ابو محمّد امام حسن عسکری علیہ السلام سے اِس آیت کی تفسیر پوچھی "لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ" (سورہ روم آیت ۴)

ترجمہ: (اللہ ہی کا حکم ہے اوّل و آخر)

آپؑ نے فرمایا کہ حکم دینے سے پہلے بھی اس کو اختیار ہے کہ حکم دے یا نہ دے اور حکم دینے کے بعد بھی اُس کو اختیار ہے کہ اُسے باقی رکھے یا منسوخ کر دے۔

یہ سن کر میں نے اپنے دل میں کہا کہ صحیح ہے۔ اللہ تعالیٰ کا دوسرے مقام پر بھی ارشاد ہے "اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ"۔ (سورۃ الاعراف آیت ۵۴)

ترجمہ: (آگاہ ہو جاؤ اسی کے لیے خلق ہے اور اسی کے لیے امر ہے پاک ہے اللہ رب العالمین)

میرے دل میں یہ آیت آتے ہی آپؑ میری طرف متوجّہ ہوئے، اور فرمایا: "جو کچھ تمھارے دل میں آیا وہ صحیح ہے۔ "الا لہ الخلق والامر تبارک اللہ رب العلمین ۰"

میں نے عرض کیا" میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ حجت خدا ہیں اس کی مخلوق میں۔

(مختار الخرائج ص ۲۳۹)

(۱۷) — (آیۃ) یمحوا اللہ ما یشآء کی تفسیر (علم مافی الضمیر)

ابو ہاشم کا بیان ہے

کہ ایک مرتبہ محمد بن صالح نے حضرت ابو محمّد امام حسن عسکری علیہ السلام سے آیۃ۔۔۔

" یمحوا اللہ ما یشآء و یثبت وعندہ ام الکتب (سورۃ الرعد آیۃ ۳۹)

ترجمہ (اللہ جسے چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے قائم رکھتا ہے اور اُسی کے پاس اُم الکتاب ہے۔)

کی تفسیر پوچھی، اور کہا، اللہ اپنی کتاب سے اسی چیز کا نام تو مٹاتا ہے جو ہو چکی اور اسی چیز کا نام ثابت رکھتا ہے جو ابھی نہیں ہوئی ہے؟

یہ سن کر میں نے اپنے دل میں کہا کہ ہشام بن حکم اس قول کے خلاف ہے، کہ جبتک کوئی شے پیدا نہ ہو جائے، وہ اس کا علم نہیں رکھتا۔

میرے دل میں یہ بات ابھی آئی ہی تھی کہ آپؑ نے مجھے دیکھا اور فرمایا: اللہ تعالےٰ جبّار و حالم و عالم ہے، وہ چیزوں کے پیدا ہونے سے پہلے اس کا علم رکھتا ہے۔

یہ سن کر میں نے کہا، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ حجّت خدا ہیں۔ (آپؑ کو میرے دل کی بات کا علم ہو گیا۔)

(مختار الخرائج ص ۲۳۹)

(۱۸) — قرآن مجید مخلوق ہے (علم مافی الضمیر)

ابو ہاشم کا بیان ہے

کہ ایک مرتبہ میں سوچ رہا تھا کہ معلوم نہیں قرآن مجید مخلوق ہے یا غیر مخلوق۔۔؟

آپؑ نے فرمایا: اے ابو ہاشم! سنو، خدا خالق ہے اور اس کے سوا جتنی چیزیں ہیں وہ سب مخلوق ہیں۔

(مناقب جلد ۴ ص ۴۳۶)

آپ کے خطوط

(۱۹) اہلِ قم واہلِ آبہ کے نام

حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السّلام نے اہلِ قم اور اہلِ آبہ کو ایک خط میں تحریر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر یہ بہت کرم و احسان ہے کہ اُس نے اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشیر و نذیر بنا کر بھیجا اور تم لوگوں کو اُن کے قبول کرنے کی توفیق اور اُن سے ہدایت حاصل کرنے کا شرف دیا، اور تمھارے گذشتہ و موجودہ اسلاف رحمۃ اللہ علیہم نے اپنی طویل عمریں اللہ کی اطاعت میں بسر کیں۔ اُن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے عترتِ طاہرہ ہادیہ کی محبت کی شجرکاری کی اور اسی راہِ صدق و صواب پر چلتے ہوئے ان میں بہت سے راہیٔ عدم ہوئے اور اس مقام پر پہونچے جہاں فائز المرام لوگ پہونچتے ہیں، اور وہاں انھیں اُن کے نیک اعمال کا پھل ملا۔

اس کے بعد مسلسل ہم لوگوں کے ارادے مستحکم ہوتے گئے، ہمارے دلوں کو تم لوگوں کے نیک خیالات سے سکون ملتا رہا۔ نیز ہمارے اور تمھارے درمیان ملی اور گتھی ہوئی قرابتیں قوی ہوتی گئیں، اس لیے کہ ہمارے اور تمھارے اسلاف و بزرگ اس کی وصیت اور اس کی ہدایت کر کے گئے تھے۔ چنانچہ یہ اعتقاد مسلسل پختہ اور کامل ہوتا گیا۔ اور آج جو اللہ نے ہمارے درمیان یہ قرب، ہمدردی اور مواسات پیدا کی ہے یہ اُسی کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ عالم (حضرت امام جعفر صادق) علیہ السّلام کا ارشاد ہے: "ایک مومن دوسرے مومن کا بھائی بالکل ویسا ہی ہوتا ہے جیسے ایک ماں باپ سے دو سگے بھائی پیدا ہوتے ہیں۔ (مناقب آل ابی طالب جلد ۴ صـ۴۲۵)

(۲۰) علی بن حسین بن بابویہ قمی کے نام

حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السّلام نے علی ابن الحسین ابن بابویہ قمیؒ کو یہ خط تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں اللہ رب العالمین کی حمد کرتا ہوں۔ نیک انجام صاحبانِ تقویٰ کا ہے۔ جنّت موحّدین کے لیے ہے۔ جہنّم ملحدین کے لیے ہے۔ اور سوائے ظالموں کے اور کسی پر سزا میں زیادتی نہ ہوگی۔ نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس اللہ کے جو احسن الخالقین ہے۔ اس کی بہترین مخلوق محمدؐ اور اُن کی عترتِ طاہرین پر درود ہو۔

تم پر لازم ہے کہ صبر سے کام لو اور عہد فرج دکشادگی کا انتظار کرو۔ اور اب جبتک میرا فرزند ظہور نہ کرے گا، جس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بشارت دی ہے کہ وہ زمین کو قسط و عدل سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی ہوگی۔ اس وقت تک ہمارے شیعہ مسلسل محزون رہیں گے۔

لہٰذا اے میرے شیخ! اے ابوالحسن علی! ہمارے تمام شیعوں کو صبر کی ہدایت کردو، اس لیے کہ یہ زمین خدا کی ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اس کا وارث بنائے اور نیک انجام متقی اور پرہیزگاروں کے لیے ہے۔ تم پر اور ہمارے تمام شیعوں پر میری طرف سے سلام ہو اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں اور درود ہو محمدؐ اور ان کی آلؑ پر۔

(مناقب ص ۴۲۶-۴۲۵)

(۲۱) قاسم بن علاء کے نام

علی بن محمد بن قتیبہ نے احمد بن ابراہیم مراغی سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ حضرت ابومحمد امام حسن عسکری علیہ السلام کا ایک خط قاسم بن علاء کے پاس آیا جس میں ابن ہلال پر لعن مرقوم تھا۔

اس کی ابتدا یوں ہوئی کہ آپؑ نے عراق کے اندر اپنے وکیلوں کو تحریر فرمایا کہ اس بناوٹی اور مصنوعی صوفی سے بچ کر رہنا۔

اور احمد بن ہلال کا حال یہ تھا کہ وہ چون ۵۴ حج کر چکا تھا جن میں سے بیس ۲۰ حج اس نے پاپیادہ کیے تھے۔ عراقی راویانِ حدیث بھی اس سے ملاقات کرتے اور اس کی بیان کردہ حدیث کو لکھ لیا کرتے تھے۔ اس کے متعلق جب مندرجۂ بالا تحریر پہونچی تو لوگوں کو تعجب ہوا۔ اور قاسم بن علاء پر زور ڈالا کہ ابنِ ہلال کے متعلق امامؑ سے پھر رجوع کریں۔

اُنھوں نے آپؑ سے دریافت کیا۔

آپؑ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ اس مصنوعی صوفی، ابنِ ہلال کے متعلق میرا حکم تم کو پہونچ چکا ہے، میں اس کو پہلے ہی سے جانتا ہوں، اللہ نہ اُس پر رحم کرے گا اور نہ اُس کے گناہوں کو معاف کرے گا، نہ اس کو عذاب سے رہائی دے گا۔ وہ ہماری اجازت اور مرضی کے بغیر ہمارے معاملات میں دخیل ہوتا، اور اپنی رائے چلاتا ہے۔ ہم نے اس پر صبر کیا، یہانتک کہ ہماری بددعا سے اللہ نے اس کی عمر کا سلسلہ منقطع کر دیا۔

اور اللہ اُس پر رحم نہ کرے، میں نے تو اس کی زندگی میں ہی اپنے دوستداروں کے ایک گروہ کو اس کے متعلق بتا دیا تھا، اور یہ کہہ دیا تھا کہ یہ بات وہ ہمارے مخلص دوستداروں

کو بھی بتادیں، اور ہم ابنِ ہلال سے (اللہ اس پر رحم نہ کرے) اللہ کی بارگاہ میں اپنی برأت کا اظہار کرتے ہیں، بلکہ اس سے بھی برأت کا اظہار کرتے ہیں جو ابنِ ہلال سے برأت کا اظہار نہ کرے۔

جو بات میں نے تم کو اس فاجر (ابنِ ہلال) کے متعلق بتائی ہے وہ تم اسحاقی اور اس کے اہلِ خاندان کو بھی بتا دو۔ بلکہ ہر اُس شخص کو بتاؤ جو تم سے ابنِ ہلال کے متعلق دریافت کرے خواہ وہ اس کے اہلِ شہر ہوں خواہ باہر کے۔ نیز اُن لوگوں کو بھی جنھیں تم مطلع کرنے کا اہل سمجھو۔ نیز ہمارے دوستداروں کو ان لوگوں کی باتوں پر شک کرنے کی کوئی وجہ نہیں جن کے متعلق انھیں معلوم ہے کہ وہ ہمارے نزدیک مؤثق ہیں۔ ہم اپنے اسرار اُن کو تفویض کرتے ہیں اور وہ اسرار ہمارے دوستداروں تک پہونچاتے ہیں۔ اور انشاء اللہ اس کے متعلق پھر بتائیں گے۔

ابو حامد کا بیان ہے کہ اس کے باوجود ایک گروہ امام علیہ السلام کی تحریر سے انکار پر اڑا رہا، اور اُنھوں نے خود اس کے متعلق آپؑ سے رجوع کیا۔

آپؑ نے تحریر فرمایا: اس شخص کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے جس کے دل کو اللہ ہدایت کے بعد گمراہ ہونے کے لیے نہیں چھوڑتا اور اسے نعمت ہمیشہ کے لیے دیتا ہے عارضی طور پر نہیں دیتا۔ تم لوگوں کو معلوم ہے کہ دہقان (اللہ اس پر لعنت کرے) کا، باوجود خدمت اور طویل صحبت، کیا انجام ہوا۔ اس کے کرتوت کی وجہ سے اللہ نے اس کے ایمان کو کفر سے بدل دیا، اس کو مزید مہلت نہ دی، فوراً مبتلائے عذاب کیا۔ (رجال کشی ص ۴۴۹)

(۲۲) اسحاق بن اسماعیل کے نام ایک طویل خط

نیشاپور کے بعض ثقات نے بیان کیا ہے کہ اسحاق بن اسماعیل کے نام حضرت ابو محمدؑ امام حسن عسکری علیہ السلام کا ایک خط آیا جس میں تحریر تھا کہ اے اسحاق بن اسماعیل! اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمھیں دونوں کو اپنے دامنِ رحمت کے زیرِ سایہ رکھے اور اپنی قدرت سے تمھارے جمیع امور میں تمھاری مدد کرے۔ اللہ تم پر رحم فرمائے تمھارا خط کاشف بمافیہ ہوا۔ واضح ہو کہ ہم لوگ بحمد اللہ اُس کے کرم سے اہلِ بیت سے تعلق رکھتے ہیں جو اپنے دوستداروں پر بہت مہربان ہیں اور جب سُنتے ہیں کہ ان پر اللہ کا فضل و کرم مسلسل ہو رہا ہے تو خوش ہوتے ہیں۔ اور جو نعمتیں اللہ انھیں دیتا ہے، اُن کو شمار کرتے رہتے ہیں۔

تم لوگ اور وہ لوگ جو تمھارے جیسے ہیں جن پر اللہ نے رحم کیا ہے تمھاری جیسی بصیرت رکھتے ہیں، باطل سے کنارہ کش ہیں، نافرمانی اور سرکشی میں اندھے نہیں ہو رہے ہیں، ان پر در حقیقت اللہ نے نعمت تمام کر دی ہے اس لیے کہ تمام نعمت جنّت میں داخل ہوتا ہے اور ہر نعمت خواہ وہ بڑی ہو

یا چھوٹی، اس پر ادائے شکر ضروری ہے۔
چنانچہ اللہ نے جو نعمت تم کو دی ہے، تمھیں ہلاکت سے بچایا ہے اور راہِ عقبے کو تمھارے لیے آسان کر دیا ہے اس پر ہم الحمد للہ کہتے ہیں جس طرح اللہ کی حمد کرنے والے تا ابد حمد کرتے رہیں گے اور خدا کی قسم، آخرت کی گھاٹی بڑی سخت ہے، اس پر چلنا بہت مشکل ہے اس میں طویل مصائب ہیں جن کا ذکر سابقہ الہامی کتابوں میں بھی ہے۔
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے پہلے کے زمانے اور آج کے زمانے میں بھی تم لوگوں کے حالات ایسے نہ تھے جو قابلِ تعریف رہے ہوں اور اللہ کی پوری توفیق تمھارے شاملِ حال رہی ہو۔ اے اسحاق! یقین کرو کہ جو اس دنیا میں اندھا بن کر رہے گا وہ آخرت میں بھی اندھا ہی رہے گا، اور، اسے راہِ نجات نہ ملے گی۔
اے ابن اسماعیل! یہاں اندھا ہونے کا مطلب آنکھوں سے اندھا نہیں، بلکہ اُن دلوں کا اندھا ہونا ہے جو سینوں کے اندر ہیں۔ چنانچہ ایسے ظالم کے لیے اللہ تعالیٰ اپنی کتابِ محکم میں ارشاد فرماتا ہے کہ وہ قیامت کے دن کہے گا:-
"رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِي أَعْمَىٰ وَقَدْ كُنتُ بَصِيرًا ۝ قَالَ كَذَٰلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيتَهَا ۖ وَكَذَٰلِكَ الْيَوْمَ تُنسَىٰ ۝" (سورہ طٰہٰ آیت ۱۲۶)
(پروردگارا! تو نے مجھے اندھا کیوں محشور کیا، جبکہ (دنیا میں) میں آنکھ والا تھا؟ اللہ کہے گا، اس لیے کہ جس طرح تیرے پاس ہماری نشانیاں آئیں اور تو نے انھیں بھلا دیا، پس آج کے دن اسی طرح ہم نے تجھے بھلا دیا۔)
(اب تم ہی انصاف سے کہو) جو ذات اپنے آبائے اولین یعنی انبیاءؑ اور آبائے آخرین یعنی اوصیاء علیہم السّلام اللہ تعالےٰ کی تمام مخلوقات پر اللہ کی حجت ہو، اللہ کی طرف سے اللہ کے مُلک کا امانت دار ہو، اللہ کی طرف سے اللہ کے بندوں کے اعمال کا شاہد و نگراں ہو، اس سے بڑھ کر اللہ کی نشانی اور آیت کون سی چیز ہو سکتی ہے؟
لہٰذا تم لوگ کیوں سرگرداں ہو؟ جانوروں کی طرح جدھر رُخ کیا، اُدھر کہاں چلے جا رہے ہو؟ حق سے کیوں رُوگرداں ہو؟ باطل پر کیوں ایمان لائے ہو؟ اللہ کی اس نعمت سے کیوں انکار کرتے یا اُسے جھٹلاتے ہو؟ یہ بتاؤ، جو شخص کتابِ خدا کی بعض باتوں پر ایمان رکھے اور بعض سے انکار کرے، اُس کی سزا سوائے اس کے اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ دنیاوی زندگی میں بھی ناکام رہے اور آخرت کے اندر طویل عرصے تک عذاب میں مبتلا رہے۔ خدا کی قسم! یہ تو سب سے بڑی ناکامیابی ہے۔

بیشک اللہ کا یہ بڑا فضل و کرم ہے کہ اس نے تم لوگوں پر چند فرائض عائد کیے ہیں اس لیے نہیں کہ اُسے اِس کی کوئی ضرورت ہے، بلکہ یہ اُس خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی تم لوگوں پر مہربانی ہے کہ اللہ خبیث اور طیّب کو جُدا جُدا کردے، تمھاری نیتوں کا امتحان لیلے، تمھارے دلوں کو گندگیوں سے پاک کرے، تاکہ تم لوگ اللہ کی رحمت کے حصول میں ایک دوسرے پر سبقت کرو اور جنت میں تمھاری منزلیں ایک دوسرے سے اونچی ہوں۔

چنانچہ اللہ نے تم لوگوں پر حج، عمرہ، اقامتِ نماز، ادائیگیٔ زکوٰۃ، روزہ اور ولایت کو فرض کیا۔ اور ان سب کے لیے اُس نے تمھارے لیے ایک دروازے کو کافی قرار دیا تاکہ اُس کے ذریعے سے فرائض کے تمام دروازے کھل جائیں اور راہِ خدا کی کنجی تمھارے ہاتھ آجائے واقعاً اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ان کے بعد اُن کے اوصیاء نہ ہوتے تو تم لوگوں کا حال جانوروں جیسا ہوتا، اور ان فرائض میں سے کوئی فریضہ صحیح طور پر نہ سمجھ سکتے، اور کسی شہر میں اُس کے دروازے ہی سے تو داخل ہوا جاتا ہے!

اللہ نے اپنے نبیؐ کے بعد اپنے اولیاء کی ولایت و امامت تم پر قائم کردی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے فرمایا " اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ؕ

(سورۂ مائدہ آیت ۳)

ترجمہ: (آج کے دن میں نے تمھارے لیے دین کو کامل کردیا، اور تم پر اپنی نعمت تمام کردی اور میں نے تمھارے لیے دینِ اسلام کو پسند کرلیا۔)

اولیاء کے حقوق تم پر فرض کیے اور ان حقوق کی ادائیگی کا تمھیں حکم دیا تاکہ تمھارے اصلاب وارحام سے پیدا ہونے والے بچے، تمھارے اموال، تمھارے کھانے پینے کی چیزیں سب حلال ہوجائیں اور تمھیں معلوم ہوجائے کہ اس سے تمھاری دولت و ثروت میں کتنی ترقی اور کتنی برکت ہوتی ہے اور وہ یہ دیکھے کہ تم میں سے حکم غیب کی کون اطاعت کرتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: " قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی "

(سورۂ شوریٰ آیت ۲۳)

ترجمہ (کہدو اے رسول" میں اس کا تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے قریبیوں کی مودّت کے۔)

یہ سمجھ لو کہ اس میں جو بخل کرے گا وہ درحقیقت اپنے ساتھ بخل کرے گا۔ اللہ غنی ہے تم لوگ فقیر ہو، سوائے اس کے کوئی اور اللہ نہیں ہے۔

ہمارے اور تمھارے درمیان گفتگو بہت طویل ہوگئی جس میں تمھارے فائدے

اور نقصان کی دونوں طرح کی باتیں آگئیں، اور اگر اللہ کی طرف سے اتمام نعمت وہدایت فرض نہ ہوتا تو پدر بزرگوار کی وفات کے بعد تم لوگ نہ میرا کوئی خط دیکھتے نہ مجھ سے کوئی ایک حرف سنتے۔

درحقیقت تم لوگ اپنے معاد سے غافل ہو۔ میرا دوسرا فرستادہ تم لوگوں کے پاس گیا، پھر میں نے ابراہیم بن عبدہ کو مقرر کیا اور اس کا خط محمد بن موسیٰ نیشاپوری کی معرفت تم لوگوں تک پہونچایا۔ اور اللہ ہر حال میں مددگار ہے مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگ زیادتی کر رہے ہو خیر تم لوگ خود گھاٹے میں رہوگے۔

جو شخص اللہ کی اطاعت سے منھ موڑے گا، اس کے اولیاء کی نصیحتوں کو نہ سنے گا وہ رحمتِ خدا سے دور اور بہت دور ہوگا؛ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کو حکم دیا ہے کہ "اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی اطاعت کرو، اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور اولی الامر کی اطاعت کرو۔"

اللہ تم لوگوں کے ضعف اور بے صبری پر رحم کرے، تم لوگوں کے حق میں میری دعا قبول کرے، میرے ہاتھوں تمھارے امور کی اصلاح کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

يَوْمَ نَدْعُ كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ (سورۂ بنی اسرائیل آیت ۷۱)

ترجمہ: (روزِ قیامت ہم ہر شخص کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔)

اور یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:

"جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ" (سورۃ البقرۃ آیت ۱۴۳)

ترجمہ: (تم لوگوں کو ہم نے ایک درمیانی امت قرار دیا ہے تاکہ تم لوگ انسانوں کے اعمال کے شاہد بنو اور رسولؐ تم لوگوں کے اعمال کا شاہد بنے۔)

نیز یہ بھی فرماتا ہے:

"كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (سورہ آلِ عمران آیت ۱۱۰)

ترجمہ: (تم بہترین امت ہو، جو اس لیے پیدا کیے گئے ہو کہ لوگوں کو نیکی کا حکم دو اور برائی سے منع کرو۔)

لہٰذا میں تو یہی چاہوں گا کہ قیامت کے دن جب اللہ مجھے بلائے اور میرے ساتھ میرے اہلِ زمانہ میں سے جس کو بلائے تو یہ دیکھ لے کہ میرا اس سے کتنا تعلقِ خاطر تھا، اور اس کو ہمارے ساتھ دنیا وآخرت میں رہنے کی کتنی آرزو وتمنا تھی۔

اے اسحاق! اللہ تم پر اور تمھارے بچّوں پر رحم فرمائے۔ میں نے تم سے ہر بات وضاحت سے بیان کر دی ہے۔ اس طرح بیان کر دی ہے جیسے کسی ایسے شخص کے سامنے بیان کی جائے جو اس امرِ امامت کو بالکل سمجھا ہی نہ ہو اور ایک لمحہ کے لیے بھی اس معاملے میں اس نے قدم نہ رکھا ہو اور بعض باتیں تو اس خط میں ایسی ہیں کہ اگر ان کو سخت سے سخت پتھر بھی سمجھ لے تو یقین ہے کہ خوفِ خدا اور قلق کے مارے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے اور فوراً اطاعتِ الٰہی کی طرف راجع و مائل ہو جائے۔ اب اس کے بعد تم لوگ جو چاہو کرو۔ اللہ اور اس کا رسولؐ اور مومنین تمھارے اعمال کو دیکھیں گے۔ اس کے بعد تم لوگ اُس خدا کی طرف پلٹائے جاؤ گے جو غیب و شہود، ظاہر و باطن سب کا جاننے والا ہے اور اس وقت وہ تم لوگوں کو بتائے گا کہ تم نے کیا کیا اعمال کیے ہیں، عاقبت متّقیوں کے لیے ہے اور بہت زیادہ حمد خدائے رب العالمین کے لیے ہے۔

اے اسحاق! تم ہمارے پیغام رساں ہو، تم ابراہیم بن عبدہ کو میرا پیغام پہونچا دو اور اللہ اسے توفیق دے کہ وہ ان باتوں پر عمل کرے جو میں انشاء اللہ محمد بن موسیٰ نیشاپوری کی معرفت بذریعہ خط اس کو مطلع کروں گا۔ یہ پیغام تمھارے لیے اور تمھارے سارے اہلِ شہر کے لیے بھی ہے کہ وہ ان احکامات پر عمل کریں جو میں خط میں لکھ کر انشاء اللہ روانہ کروں گا۔

ابراہیم بن عبدہ کو چاہیے کہ وہ میرا خط اپنے اہلِ شہر کو بھی پڑھ کر سُنا دے تاکہ وہ باز پرس سے بچیں اور اللہ کی اطاعت سے متمسک ہو جائیں۔ ابراہیم بن عبدہ پر اور تم پر اللہ کی طرف سے سلامتی اور برکت نازل ہو، نیز میرے دوستداروں کو بہت بہت سلام کہنا، اللہ تعالیٰ اپنی توفیق تم سب لوگوں کے شاملِ حال کرے۔

تمھارے اہلِ شہر میں سے ہمارا جو دوستدار ہمارے اِس خط کو پڑھے یا تمھارے اطراف کے وہ لوگ جو حق سے انحراف نہیں رکھتے، اُن پر لازم ہے کہ وہ ہمارے حقوق ابراہیم کے حوالے کر دیں اور ابراہیم پر لازم ہے کہ وہ اسے رازی تک پہونچائے، یا رازی جس کا نام بتائیں اُس تک پہونچائیں اِس لیے کہ یہ میرے حکم اور میری رائے سے ہے (انشاء اللہ)

اے اسحاق! تم میرا یہ خط بلالی کو بھی پڑھ کر سُنا دو، وہ بھی ایک مردِ ثقہ، پرہیزگار اور اپنے فرائض کو خوب جانتا ہے۔ نیز محمودی کو بھی پڑھ کر سُنا دو، وہ بھی اپنی اطاعت کی وجہ سے ہمارے نزدیک ممدوح ہے اور جب تمھارا ارادہ بغداد جانے کا ہو تو ہمارے موثق وکیل دہقان جو ہمارے دوستداروں سے ہمارے حقوق کی رقم جمع کرتا ہے اسے بھی پڑھ کر سُنا دینا، بلکہ ہمارے دوستداروں میں سے جن کو بھی پڑھ کر سُنانا ممکن ہو سُنا دینا، بلکہ جو اس خط کی نقل لینا چاہتا ہو اُس کو اِس کی نقل بھی دے دینا، یا جو اس کا مشاہدہ کرنا چاہتا ہو اُسے بھی دکھا دینا، اُن سے نہ

چھپانا۔ ہاں جو لوگ تمھارے مخالفین میں سے ہیں اُن کو دکھانے کی ضرورت نہیں، اِن موتیوں کو خنازیر کے پیروں تلے نہ بکھیر دینا ان میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔

میں نے تمھارے اس خط میں وصولیابی بھی لکھ دی ہے اور تمھارے لیے اور جس کے لیے تم نے دعا کی درخواست کی تھی، اس کے لیے دعا بھی کردی ہے۔ ہم نے سعید کو اُس کے مسائل کے جوابات بھی دیدیے ہیں، مگر حق کو چھوڑنے کے بعد سوائے گمراہی کے اور کیا رہ جاتا ہے۔ تم اپنے شہر سے اس وقت تک ہرگز باہر نہ جانا جبتک کہ عمری سے ملاقات نہ کرلو تاکہ تم دونوں کا ایکدوسرے سے تعارف ہوجائے۔ وہ ایک طاہر، امین اور پاکدامن شخص ہیں جو ہمارے مقرّب ہیں۔ اطراف وجوانب سے جو نذر و تحفے وغیرہ ہمارے لیے آئیں وہ بالآخر ان تک پہونچنا چاہیے تاکہ وہ ہم تک پہونچادیں، اور اللہ کی بہت بہت حمد۔

اے اسحاق! اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمھیں اپنی رحمت کے دامن میں چھپائے رکھے۔ تمھارے تمام امور میں اپنی قدرت سے تمھاری مدد کرے۔ تم پر اور میرے تمام دوستداروں پر میرا سلام ہو، اللہ کی رحمت اور اس کی برکت نازل ہو۔ اور درود وسلام ہمارے سیّد وسردار نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ (رجال کشی ص ۴۸۵ - ۴۸۱)

(۲۳) = سادات کا احترام ضروری ہے

حسن بن محمد قمی نے اپنی کتاب "تاریخ قم" میں تحریر کیا ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے قم کے بزرگوں سے سنا ہے کہ حسین بن حسن بن جعفر بن محمد بن اسماعیل بن امام جعفر صادق علیہ السلام قم میں رہتے تھے اور علانیہ شراب نوشی کرتے تھے۔ ایک دن وہ کسی کام کے لیے احمد بن اسحاق وزیر اوقافِ قم کے دروازے پر پہونچے لیکن انھیں ملاقات کی اجازت نہیں ملی۔ محزون ومغموم اپنے گھر واپس آئے۔

اس کے بعد احمد بن اسحاق حج کے ارادے سے نکلے، جب سُر من رائے پہونچے تو حضرت ابومحمد امام حسن عسکری علیہ السلام سے ملاقات کی اجازت چاہی۔ آپؑ نے اجازت نہ دی۔ احمد بن اسحاق دیر تک وہیں کھڑے روتے اور گڑگڑاتے رہے۔ بالآخر آپؑ نے انھیں اجازت دیدی۔

جب اندر داخل ہوئے تو عرض کیا، فرزندِ رسولؐ! میں تو آپؑ کے شیعوں اور دوستداروں میں سے ہوں، آپؑ نے مجھے حاضرِ خدمت ہونے سے کیوں منع فرمادیا تھا؟

آپؑ نے فرمایا، اِس لیے کہ تم نے میرے ابنِ عم کو اپنے دروازے سے بھگادیا تھا۔ یہ سن کر احمد بن اسحاق رونے لگے اور حلف کے ساتھ کہا کہ میں نے تو صرف اس لیے

داخلے کی اجازت نہیں دی تھی تاکہ وہ شراب نوشی سے توبہ کرلیں۔

آپؑ نے فرمایا، تم سچ کہتے ہو مگر تم پر لازم ہے کہ ان لوگوں کا اکرام واحترام کرو، ان کی تحقیر وتوہین نہ کرو، اس لیے کہ یہ سب ہماری طرف منسوب ہیں، ورنہ تم خائب وخاسر رہو گے۔

الغرض جب احمد بن اسحاق حج سے قم واپس آئے تو اشرافِ قم اُن سے ملنے کے لیے آئے اور ان کے ساتھ حسین بن حسن بھی تھے۔ جب احمد نے انھیں آتے ہوئے دیکھا تو فوراً اُٹھ کر اُن کی طرف دوڑے، اُن کا استقبال کیا اور بہت عزّت واحترام کے ساتھ انھیں صدرِ مجلس میں بٹھایا حسین بن حسن کو یہ دیکھ کر بڑا تعجّب ہوا اور اس کا سبب پوچھا۔

احمد نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السّلام اور اُن کے درمیان جو کچھ ہوا تھا وہ بیان کردیا۔

حسین بن حسن نے جب یہ سُنا، تو اپنے افعالِ قبیحہ پر بہت نادم ہوئے، اس سے توبہ کرلی، اپنے گھر واپس آئے، جتنی شرابیں تھیں سب پھینک دیں۔ اس کے سارے برتن توڑ دیے اور صاحبانِ تقویٰ وپرہیزگاری، اور صلحاء وعبّاد کی صفوں میں شمار ہونے لگے۔ اُنھوں نے مسجد اختیار کرلی، اعتکاف میں بیٹھنے لگے، یہاں تک کہ وفات پائی اور حضرت فاطمہ (معصومۂ قم) کے مزار کے قریب دفن ہوئے۔ (تاریخِ قم)

○

بحار الانوار

باب ۷

آپ کی وفات

اور

حکومت کا ردِّ عمل

۱ ــــ تاریخِ وفات

مصباح میں مرقوم ہے کہ حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات یکم ربیع الاوّل کو ہوئی اور اسی روز سے حضرت امام قائم آلِ محمد ع کا دورِ امامت شروع ہوا۔ (کافی جلد ۱ ص ۵۰۳)

دیگر • محمد بن جریر طبری نے کتاب التعریف میں اور محمد بن ہارون تلعکبری و حسین بن حمدان خطیب نے، نیز شیخ مفید علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب مولد النبیؐ و الاوصیاء میں، شیخ نے تہذیب میں، حسین بن خزیمہ و نصر بن علی جہضمی نے کتاب المو الید میں، اسی طرح خشاب نے اپنی کتاب مو الید میں، اور ابنِ شہر آشوب نے اپنی کتاب المو الید میں تحریر کیا ہے کہ: حضرت امام حسن عسکری کی وفات ۸ ربیع الاول کو ہوئی۔

(اقبال الاعمال)

دیگر • کتاب الدروس میں مرقوم ہے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے بروز یکشنبہ سُر من رائے میں وفات پائی اور شیخ مفید علیہ الرحمہ کا قول ہے کہ آپؑ کی وفات ۸ ربیع الاول بروز جمعہ ۲۶۰ھ میں ہوئی۔ (کتاب الدروس)

دیگر • کتاب کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات ۸ ماہِ ربیع الاول ۲۶۰ھ میں ہوئی، اور اس وقت آپؑ کی عمر ۲۸ سال تھی۔ آپؑ سُر من رائے کے اندر اپنے گھر میں اپنے پدرِ بزرگوار کے پہلو میں دفن ہوئے۔ (کافی جلد ۱ ص ۵۰۳)

دیگر • روضۃ الواعظین میں بھی اسی کے مثل روایت ہے۔ نیز یہ ہے کہ آپ کا عہدِ امامت چھ سال رہا۔ یکم ماہِ ربیع الاوّل کو بیمار ہوئے اور بروزِ جمعہ انتقال فرمایا۔

(روضۃ الواعظین)

دیگر • مصباح کفعمی میں مرقوم ہے کہ آپؑ نے یکم ربیع الاوّل میں وفات پائی، اور ایک دوسرے مقام پر ہے کہ ۸ ربیع الاول روزِ جمعہ وفات پائی (معتمد نے زہر سے شہید کیا)۔

دیگر • عیون المعجزات میں احمد بن اسحاق بن مصقلہ سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپؑ نے مجھ سے فرمایا: اے احمد! اُس وقت تم لوگوں کا کیا حال ہوگا جب لوگ شک و ریب میں مبتلا ہوں گے؟

میں نے عرض کیا کہ جب بذریعے خط حضرت (امام قائمؑ) کی اطلاع ملی تو اُس وقت ہمارے مردوں، عورتوں اور بالغ الفہم لڑکوں میں کوئی ایسا نہ تھا جو حق کا قائل نہ ہو گیا ہو۔

آپؑ نے فرمایا، ٹھیک ہے۔ کیا تم لوگوں کو نہیں معلوم کہ زمین کبھی حجتِ خدا سے خالی نہ رہیگی

پھر حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے ۲۵۹ھ میں اپنی والدہ کو حج کے لیے بھیجا اور انھیں بتا دیا کہ ۲۶۰ھ میں کیا ہونے والا ہے۔ پھر آپؑ نے اسم اعظم و بزرگوں کے تبرکات اور سلاح وغیرہ سب حضرت امام قائم علیہ السلام کے سپرد فرمائے، اور آپؑ کی والدۂ ماجدہ مکہ روانہ ہو گئیں۔ آپؑ نے ماہِ ربیع الآخر ۲۶۰ھ میں وفات پائی اور سُرّ من رائے میں اپنے پدر بزرگوار کے پہلو میں دفن کیے گئے۔ وقتِ وفات آپؑ کی عمر ۲۹ سال تھی۔ (عیون المعجزات)

۲ — اپنی والدۂ گرامی کو اپنی موت کی اطلاع

محمد بن ابی زعفران نے حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی والدۂ گرامی سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ ایک دن میرے فرزند ابو محمدؑ نے مجھے بتایا کہ ۲۶۰ھ میں مجھ پر ایک مصیبت آئے گی ڈر ہے کہ وہ میرا خاتمہ نہ کر دے۔ اگر اس سے بچ گیا تو پھر ۲۷۰ھ میں تو یقینی ہے۔

اُن کا بیان ہے کہ یہ سن کر میں نے گریہ وزاری شروع کر دی۔

آپؑ نے فرمایا، گریہ وزاری نہ کریں، یہ امرِ الٰہی وقوع پذیر ہو کر رہے گا۔

جب ماہِ صفر کے بعد بھی امام علیہ السلام نہ آئے تو وہ بیحد مضطرب ہو گئیں۔ نہ کھڑے چین تھا نہ بیٹھے سکون۔ جبل کی آبادیوں میں جاتی تھیں اور پوچھتی تھیں کہ میرے فرزند کے متعلق کوئی اطلاع تو نہیں آئی۔

اُن کا یہ سلسلہ امام علیہ السلام کی وفات کی اطلاع ملنے تک جاری رہا۔

۳ — جعفر بن علی نقیؑ اور عہدۂ امامت کی بے سود سعی

حضرت امام ابو محمد حسن عسکری علیہ السلام ماہِ ربیع الاوّل ۲۶۰ھ کی ابتدائی تاریخوں

ہیں بیمار ہوئے اور اسی سن میں اسی مہینے کی آٹھ تاریخ بروزِ جمعہ وفات پائی۔ وقتِ وفات آپؑ کی عمر اٹھائیس ۲۸ سال کی تھی اور سُرّ من رائے کے اندر اسی گھر میں دفن کیے گئے جس میں آپؑ کے پدرِ بزرگوار مدفون ہیں۔

آپؑ نے اپنے بعد اپنے فرزند امام قائم المنتظرؑ کو حکومتِ حق کے قیام کے لیے چھوڑا۔ امام قائم المنتظرؑ کی ولادت اور اُن کے معاملات کو پوشیدہ رکھا گیا، اس لیے کہ زمانہ بہت سخت آ گیا تھا۔ بادشاہِ وقت کو آپؑ کی بڑی شدت سے تلاش تھی۔ وہ آپؑ کے معاملے کو معلوم کرنے کی شدید جدوجہد کر رہا تھا۔ کیونکہ مذہبِ شیعہ میں آپؑ کے متعلق بہت سی روایات مشہور تھیں اور وہ لوگ آپؑ کے انتظار میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ اس لیے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنی زندگی بھر اُنؑ کی ولادت کو پوشیدہ رکھا اور آپؑ کی وفات کے بعد یہ امر عوام سے پوشیدہ ہی رہا۔

پھر جعفر بن امام علی النقیؑ اپنے بھائی حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کے تمام ترکے پر قابض ہو گیا۔ اُن کی ساری کنیزوں کو محبوس کرنے کی اور ان کے حلائل پر بندش لگانے کی سعی کی اور اُن کے اصحاب پر جو اُن کے فرزند (امام عصرؑ) کے انتظار میں تھے اور اُن کے وجود اور اُن کی امامت کا قطعی یقین رکھتے تھے، طعن و تشنیع کی، اُن کے خلاف قوم کو بھڑکایا، اُنھیں ڈرایا، دھمکایا اور اس کی پاداش میں انھیں قید و بند، تہدید و تحقیر، استخفاف و تذلیل، غرض ہر طرح کے مصائب برداشت کرنے پڑے، مگر وہ لوگ اپنے اس اعتقاد سے باز نہ آئے اور بادشاہِ وقت ان کو اس سے روکنے میں قطعی ناکام رہا۔

جعفر بن امام علی النقیؑ نے اپنے بھائی کے ظاہری ترکے پر قبضہ کرنے کے بعد بڑی کوشش کی کہ اُن کی جگہ اب امام مجھے تسلیم کر لیا جائے، مگر اس کی امامت کسی نے قبول نہ کی۔ جب اس کی امامت کا کوئی معتقد نہ ہو سکا تو مجبوراً سلطانِ وقت کے پاس پہونچا اور اُس سے درخواست کی کہ میرے بھائی کے بعد آپ مجھے اُن کا عہدۂ امامت سپرد کر دیں۔

اِس کام کے لیے بڑی بڑی رقمیں خرچ کیں، جن لوگوں کے لیے گمان ہوا کہ یہ سلطان کے مقرّبین میں سے ہیں انھیں ہموار کرنے کی کوشش کی۔ مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔

جعفر بن امام علی النقیؑ کے متعلق اس قسم کی بہت سی روایات ہیں جن کی تفصیل یہ کتاب برداشت نہ کر سکے گی، اس لیے چھوڑتا ہوں۔ وہ روایاتِ امامیہ اور عامّہ میں سے اُن میں جنھیں تاریخ سے دلچسپی ہے بہت مشہور ہیں۔

(الارشاد شیخ مفید رحمۃ ۳۲۵)

(۴) — امامِ عصرؑ نے آپؑ کی نمازِ جنازہ پڑھائی

ابوالادیان سے روایت ہے
اُن کا بیان ہے کہ میں حضرت امام حسن عسکری بن علیؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ علیہ السلام کا خدمت گار تھا۔ آپؑ کے خطوط شہروں میں لیجایا کرتا تھا۔

چنانچہ آپؑ کی اس بیماری کے عالم میں جس کے اندر آپؑ نے انتقال فرمایا، میں حاضرِ خدمت ہوا۔

آپؑ نے کئی خطوط تحریر فرماکر میرے سپرد کیے اور فرمایا، انھیں مدائن لیجاؤ تم یہاں سے پندرہ دن غائب رہوگے، مگر جب پندرہویں دن یہاں واپس آؤگے تو سنوگے کہ میرے گھر سے گریہ و زاری کی آواز بلند ہے اور میں تختۂ غسل پر ہوں۔

ابوالادیان کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا آقا! اگر ایسا ہوا، تو پھر آپؑ کے بعد (امام) کون ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا، وہ ہوگا جو میرے ان خطوط کا جواب تم سے طلب کرے گا۔

میں نے عرض کیا، کچھ اور وضاحت فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا، میرے بعد وہ امام ہوگا جو میری نمازِ جنازہ پڑھائے گا۔

میں نے عرض کیا، کچھ مزید وضاحت فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا، میرے بعد وہ شخص امام ہوگا جو بتائے گا کہ تھیلی میں کتنی رقم ہے؟

اس کے بعد آپؑ کی ہیبت و رُعب کی وجہ سے یہ نہ پوچھ سکا کہ تھیلی میں کتنی رقم ہوگی؟ میں تمام خطوط لیکر مدائن پہونچا، وہاں سے ان خطوط کے جوابات لیکر پندرہویں دن سُر من رائے واپس آیا، تو وہی دیکھا جو آپؑ نے فرمایا تھا۔ یعنی آپؑ کے گھر سے گریہ و زاری کی آوازیں بلند تھیں۔ اور آپؑ کے بھائی جعفر گھر کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے اور شیعہ آپ کے گرد رسمِ تعزیت کے لیے جمع تھے۔

جب ہم سب گھر کے اندر پہونچے تو دیکھا کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی میّت کو کفن پہنایا جاچکا ہے۔ جعفر آگے بڑھے کہ اپنے بھائی کی نمازِ جنازہ پڑھائیں۔ جیسے ہی اُنھوں نے تکبیر کہنے کا ارادہ کیا، ویسے ہی اندر سے ایک کمسن صاحبزادے برآمد ہوئے (جن کا رنگ گندمی، سر پر گھنگھریلے بال، کھڑکی نما دانت تھے) اُنھوں نے آکر جعفر بن امام علی النقیؑ کا دامن کھینچا۔

پھر فرمایا، چچا جان! میں اپنے والدِ بزرگوار کی نمازِ جنازہ پڑھانے کا آپؑ سے زیادہ حقدار ہوں

چنانچہ جعفر اپنا منھ بنائے ہوئے پیچھے ہٹ گئے اور اُن صاحبزادے نے آگے کھڑے ہو کر نمازِ جنازہ پڑھائی، اور آپؑ کے پدرِ بزرگوار کے پہلو میں آپؑ کو دفن کر دیا گیا۔

تدفین سے فارغ ہونے کے بعد ان صاحبزادے نے فرمایا، اے بصری! میرے والدِ بزرگوار کے خطوط کے جوابات جو تمھارے پاس ہیں مجھے دکھاؤ۔

میں نے وہ اُنؑ کے حوالے کیے اور دل میں کہا، یہ دو باتیں تو ہو گئیں، اب صرف ہمیان یعنی تھیلی کی بات رہ گئی۔

اس کے بعد میں وہاں سے نکل کر جعفر کے پاس آیا۔ وہ لمبی لمبی آہیں بھر رہے تھے۔

حاجز وشاء نے ان سے پوچھا، جنابِ عالی! یہ صاحبزادے کون تھے؟ جنھوں نے نمازِ جنازہ میں امامت فرمائی۔؟

جعفر نے جواب دیا، واللہ، نہ میں نے اُن کو کبھی دیکھا تھا اور نہ انھیں پہچانتا ہوں۔

ابھی ہم لوگ بیٹھے ہی ہوئے تھے کہ قم سے کچھ لوگ آئے اُنھوں نے حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی خیریت دریافت کی۔ انھیں بتایا گیا کہ آپؑ کا انتقال ہو گیا ہے۔

اُنھوں نے پوچھا، پھر آپؑ کے بعد (امام) کون ہے؟

لوگوں نے جعفر بن علی النقیؑ کی طرف اشارہ کیا۔

اُن لوگوں نے اُنھیں سلام کیا، اور رسمِ تعزیت ادا کی اور کہا، ہمارے پاس کچھ خطوط اور رقوم ہیں، آپ بتائیں کہ یہ کن کے خطوط ہیں اور کتنی رقوم ہیں؟

یہ سن کر وہ دامن سمیٹتے ہوئے اُٹھے اور بولے، اب لوگ چاہتے ہیں کہ میں انھیں غیب کی بھی باتیں بتاؤں۔

اتنے میں ایک خادم اندر سے برآمد ہوا اور بولا، تم لوگوں کے پاس فلاں فلاں کے خطوط ہیں اور ایک تھیلی ہے جس میں ایک ہزار دینار ہیں جن میں سے دس دیناروں کے نقوش مٹے ہوئے ہیں۔

اُنھوں نے وہ خطوط اور رقم خادم کے حوالہ کی اور کہا جس نے تجھے اس کے لیے بھیجا ہے واقعتاً وہی امامِ عصرؑ ہے۔

اس کے بعد جعفر بن امام علی النقیؑ، معتمد کے پاس گئے اور سارا واقعہ بیان کیا۔

معتمد نے فوراً اپنے خدام روانہ کیے، انھوں نے آکر صیقل کنیز کو گرفتار کیا اور اس سے اُن صاحبزادے کا مطالبہ کیا۔

صیقل نے انکار کیا، اور کہا کہ میرے پاس کوئی صاحبزادہ نہیں ہے ابھی تو میں حاملہ ہوں۔

چنانچہ صیقل کو ابنِ ابی شوارب کی نگرانی میں دے دیا گیا۔ اسی اثناء میں ان لوگوں کو عبید اللہ بن یحییٰ بن خاقان کی موت کا حادثہ پیش آگیا۔ ادھر بصرہ سے صاحب زنج نے خروج کیا اس پریشانی میں وہ لوگ صیقل کنیز سے غافل ہو گئے۔ اور خدائے رب العالمین لاشریک لہٗ کا شکر کہ وہ ان لوگوں کی قید سے نکل بھاگی۔ (کمال الدین ص ۱۵۲-۱۵۰)

"علامہ مجلسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے اسی مضمون کی چند روایات حضرت امام قائمؑ سے ملاقات کرنے والوں کے باب میں بھی تحریر کی ہیں، جو انشاء اللہ دوسری جلدوں میں ہدیۂ ناظرین کی جائیں گی۔"

⑤ آپؑ کی وفات پر حکومتِ وقت کا ردِّ عمل

احمد بن عبید اللہ کا بیان ہے جب حضرت امام حسن عسکریؑ بیمار ہوئے تو میرے والد کے پاس آدمی آیا کہ ابن رضا (یعنی امام حسن عسکری) علیہ السلام بیمار ہیں، میرے والد سوار ہو کر فوراً دار الخلافہ پہونچے اور وہاں سے بہت جلد واپس ہوئے، ان کے ساتھ امیر المومنین کے خاص اور باوثوق پانچ خدّام تھے جن میں ایک نحریر بھی تھا، آتے ہی میرے والد نے حکم دیا کہ یہ سب حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے مکان پر رہیں اور ان کی دیکھ بھال کرتے رہیں۔ پھر چند اطبّاء کے پاس آدمی بھیجا کہ وہ آکر صبح و شام انھیں دیکھتے رہیں۔

دو۲ دن گذر جانے کے بعد ایک شخص نے آکر خبر دی کہ آپؑ پر ضعف طاری ہے۔ صبح ہوتے ہی میرے والد آپؑ کے گھر پہونچے، اطبّاء کو حکم دیا کہ مسلسل یہاں رہیں۔ قاضی القضاۃ کے پاس آدمی بھیجا اور اس سے بُلا کر کہا کہ اپنے اصحاب میں سے دس اشخاص ایسے چُن کر لائے جن کے دین و امانت و زہد و تقویٰ پر اُسے کامل بھروسہ ہو۔

پھر اُن دس آدمیوں کو بھی حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے گھر بھیج دیا، اور انھیں حکم دیا کہ وہ دن رات وہیں موجود رہیں۔

چنانچہ یہ تمام لوگ مسلسل وہیں رہے یہاں تک کہ سنہ ۲۶۰ھ میں ماہِ ربیع الاوّل کے چند دن گذرنے کے بعد آپؑ نے وفات پائی، سارے سُر من رائے میں ایک کہرام مچ گیا کہ ہائے ابنِ رضاؑ نے انتقال فرمایا۔

ادھر سلطان (حاکم) نے فوراً چند آدمی بھیجے کہ جاکر آپؑ کے مکان اور حجروں وغیرہ کی تلاشی لو اور جو چیز بھی ہے اس کو سربمہر کر دو، اور اُن کے فرزند کو تلاش کرو۔ پھر حمل پہچاننے والی عورتیں آئیں۔ اُنھوں نے اندر جاکر آپؑ کی کنیزوں کو دیکھا کہ اُن میں کوئی حاملہ تو نہیں۔ ان عورتوں میں

سے کسی نے کہا کہ ایک کنیز ہے جو حاملہ معلوم ہوتی ہے۔

چنانچہ اس کنیز کو حجرے میں بند کر کے اس پر نخریر اور اس کے ساتھیوں کا پہرہ بٹھا دیا، اور عورتوں کو بھی وہیں رکھا۔ اس کے بعد آپؑ کے غسل و کفن کا اہتمام ہونے لگا۔ تمام بازار بند ہو گئے۔ میرے والد تمام بنی ہاشم، سردارانِ لشکر اور حکومت کے محرّرین، بلکہ تمام لوگ آپؑ کے جنازے کے ساتھ تھے ایسا معلوم ہوتا تھا، گویا سُرّ من رائے میں قیامت برپا ہو گی۔

جب غسل و کفن ہو چکا تو سلطان نے ابو عیسیٰ ابن متوکل کے پاس آدمی بھیجا اور حکم دیا کہ نمازِ جنازہ پڑھا دو۔

چنانچہ جب آپؑ کا جنازہ نماز کے لیے رکھا گیا تو ابو عیسیٰ قریب گیا، چہرے سے کفن ہٹایا اور تمام علویوں، عباسیوں، بنی ہاشم، سردارانِ لشکر، حکومت کے محرّرین، قاضیوں اور فقہاء کو دکھایا اور کہا کہ دیکھ لو، یہ حسنؑ بن علیؑ بن محمدؑ بن رضا ہیں جو اپنی طبعی موت سے مرے ہیں اور وقتِ وفات امیر المومنین کے خدّام میں سے فلاں فلاں ثقہ لوگوں میں سے فلاں فلاں اطبّاء میں سے فلاں فلاں اور قاضیوں میں سے فلاں فلاں موجود تھے۔

پھر ابنِ عیسیٰ نے آپؑ کے چہرے پر کفن ڈال دیا، کھڑے ہو کر نمازِ جنازہ پڑھی جس میں پانچ تکبیریں کہیں، اس کے بعد حکم دیا کہ جنازہ اٹھاؤ۔

آپؑ کا جنازہ آپؑ کے گھر کے درمیانی حصّے سے اُٹھایا گیا، اور جہاں آپؑ کے پدرِ بزرگوار حضرت امام علی النقی علیہ السّلام مدفون تھے وہاں دفن کیا گیا۔

جب سب دفن وغیرہ سے فارغ ہو کر جا چکے تو سلطان اور ان کے اصحاب حضرت امام حسن عسکری علیہ السّلام کے صاحبزادے کی تلاش کے لیے بیحد بیتاب ہوئے۔ مختلف گھروں کی تلاشی لی اور اُن کی میراث کی تقسیم کو ملتوی کیا، جس کنیز پر حاملہ ہونے کا شبہ تھا، اُس پر دو سال بلکہ اس سے زیادہ عرصے تک نگران عورتیں اور مرد مقرّر کیے گئے۔ جب یہ واضح ہو گیا کہ اس کنیز کے حمل نہیں ہے تو اس کے بعد آپؑ کی میراث آپؑ کے بھائی جعفر اور آپؑ کی والدہ پر تقسیم کر دی۔ مگر آپؑ کی والدہ نے آپؑ کی وصیّت کا دعویٰ کیا اور قاضی کے سامنے اس وصیّت کو ثابت کیا۔

سلطان بہت تلاش میں رہا کہ کہیں حضرت امام حسن عسکری علیہ السّلام کے صاحبزادے کا پتہ و نشان مل جائے۔

میراث کی تقسیم کے بعد جعفر میرے والد کے پاس آیا اور بولا: آپ مجھے وہی مرتبہ اور مقام دیدیں جو میرے بھائی اور میرے والد کا تھا۔ (یعنی امامت) میں آپ کو بیس ہزار دینار سالانہ دیتا رہوں گا۔

میرے والد نے اُسے ڈانٹا اور کھری کھری سُنائی اور کہا، اے احمق! جو لوگ تیرے باپ اور تیرے بھائی کو امام مانتے تھے اُن پر سلطان نے نوع بہ نوع مظالم ڈھائے تاکہ وہ اپنے اس اعتقاد سے باز آجائیں۔ مگر یہ ممکن نہ ہو سکا، وہ ان لوگوں کو اُن دونوں کی امامت کے اعتقاد سے نہ ہٹا سکا۔ پس اگر تو اپنے باپ اور اپنے بھائی کے شیعوں کے نزدیک امام ہے تو پھر تجھے اس کی کیا ضرورت ہے کہ سلطان تجھے یہ مرتبۂ امامت عنایت کرے، اور اگر تو اُن کے شیعوں کے نزدیک امام نہیں ہے تو سلطان کے امام بنانے سے کیا فائدہ، وہ لوگ تو تجھے ہرگز امام تسلیم نہ کریں گے۔

اِس کے بعد میرے والد نے اس کو بہت ذلیل کیا اور حکم دیا کہ آئندہ اگر یہ مجھ سے ملنے کے لیے آئے تو اجازت نہ دی جائے۔

چنانچہ میرے والد جب تک زندہ رہے، اُس سے ملاقات نہیں کی۔ معاملہ اسی طرح چلتا رہا اور آج تک سلطان، حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے صاحبزادے کی تلاش میں ہے۔ (کمال الدین جلد ۱ صـ ۱۲۵ ـ ۱۲۰)

- حسن بن محمد اشعری اور محمد بن یحییٰ وغیرہ سے روایت ہے ان سب کا بیان ہے کہ احمد بن عبید اللہ بن خاقان قم میں خراج اور مالگذاری کی تحصیل پر مقرر تھا اور اس کے بعد اسی کے مثل روایت کی ہے۔ (اعلام الوریٰ صـ ۳۵۷، کافی جلد ۱ صـ ۵۰۳، ارشاد صـ ۳۲۰ ـ ۳۱۸)

(۶) == حکومتِ وقت کو آپؑ کے فرزند کی تلاش

میں نے محمد بن حسین بن عباد سے خود تو یہ روایت نہیں سُنی مگر تاریخ کی بعض کتابوں میں دیکھا ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات روزِ جمعہ نمازِ صبح کے وقت ہوئی۔ اُس شب کو آپؑ نے اہلِ مدینہ کے نام بہت سے خطوط خود اپنے ہاتھ سے تحریر فرمائے۔ یہ واقعہ ۸ ربیع الاوّل ۲۶۰ھ کا ہے۔ وقتِ وفات آپؑ کے پاس صیقل نامی کنیز اور عقید نامی خادم کے سوا اور کوئی نہ تھا، اور اگر ان کے علاوہ کوئی دوسرا بھی رہا ہو تو اس کا علم اللہ کو ہے۔

عقید خادم کا بیان ہے کہ آپؑ نے مصطگی کے ساتھ اُبلا ہوا پانی منگوایا۔ میں نے پانی حاضر کیا، پھر فرمایا: میں نماز پڑھوں گا۔

ہم لوگوں نے آپؑ کے حجرے میں ایک رومال بچھا دیا۔ آپؑ نے صیقل سے پانی لیا، چہرہ دھویا۔ دونوں ہاتھ ایک ایک مرتبہ دھوئے، سر کا مسح کیا، دونوں پاؤں کا مسح کیا پھر

اپنے بستر ہی پر نمازِ صبح ادا کی۔ اس کے بعد پینے کے لیے ایک پیالے میں پانی لیا۔ جوں ہی پیالہ منھ کو لگایا، آپؑ کے دندانِ مبارک پیالے پر بجنے لگے، ہاتھ کانپنے لگا صیقل نے فوراً آپؑ کے ہاتھ سے پیالہ لے لیا، اور فوراً آپؑ کی روحِ مقدس پرواز کر گئی، اور جوارِ رحمتِ الٰہی میں جا پہونچی۔ سُرّ من رائے میں آپؑ کے والدِ بزرگوار کے پہلو میں آپؑ کو دفن کر دیا گیا۔ اُس وقت آپؑ کی عمر کامل انتیس ۲۹ سال تھی۔

اسی روایت کے ضمن میں ابنِ عباد کا بیان ہے کہ حضرت ابو محمدؑ امام حسن عسکری ع کی والدۂ گرامی مدینہ سے سُرّ من رائے تشریف لائیں اور میراث کے متعلق آپؑ کے بھائی جعفر کے ساتھ اُن کے بڑے قضیے رہے۔ جس کا بیان باعثِ طوالت ہے۔

جعفر نے سلطان کے پاس جا کر چغلی کھائی اور وہ راز جسے اللہ نے چھپانے کا حکم دیا تھا، اس کو افشا کر دیا۔

مگر اس راز کو چھپانے کے لیے اس وقت صیقل کنیز نے دعویٰ کر دیا کہ میں حاملہ ہوں۔ لوگ اس کو معتمد کے گھر پکڑ کر لے گئے اور معتمد کی عورتیں اس کی خادمائیں، مُوَفّق کی عورتیں اُس کی خادمائیں، قاضی ابنِ ابی شوارب کی عورتیں ہمہ وقت اُس کی نگرانی کرنے لگیں کہ اسی اثنا میں صفّار نے عباسیوں کے خلاف خروج کر دیا۔ پھر عبید اللہ بن یحییٰ بن خاقان یک بیک مر گیا۔ ادھر شاہ زنج نے بصرہ پر حملہ کر دیا اور ان لوگوں کو سُرّ من رائے سے نکلنا پڑا، اور صیقل کی طرف سے ان لوگوں کی توجہ ہٹ گئی۔

(کمال الدین جلد ۲ ص ۱۵۰-۱۴۹)

"مروّج الذہب" میں ہے کہ حضرت ابو محمدؑ امام حسن عسکری علیہ السلام نے عہدِ خلافتِ معتمد میں ۲۶۰ھ میں وفات پائی اور اس وقت آپؑ کی عمر ۲۹ سال تھی۔ فرقۂ قطعیہ یعنی جمہور شیعہ کے نزدیک آپ بارہویں امام حضرت امام مہدی منتظر کے والدِ گرامی ہیں۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات کے بعد ان لوگوں میں حضرت امامِ منتظرؑ کے متعلق اختلاف ہوا اور یہ بیس فرقوں میں بکھر گئے۔

نوٹ: حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات کے بعد لوگ متعدد فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔

(۱) ایک فرقے نے امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات سے انکار کیا، اور کہا کہ وہ غائب ہیں اور وہی قائم منتظر ہیں۔

(۲) دوسرے فرقے نے آپؑ کی موت کا اقرار کیا، مگر اُن کا خیال ہے کہ وہ از سرِ نو زندہ ہوں گے اور وہی امام منتظر ہیں۔

(۳) تیسرا فرقہ اس عقیدہ پر متفق ہے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام پر آلِ محمدؐ کی امامت کا سلسلہ منقطع ہوگیا، اب اُمّت کے لیے مرجع اہلبیت علیہم السلام کی صرف روایات ہیں

(۴) چوتھے فرقے کا خیال ہے کہ حضرت امام علی النقی علیہ السلام کی وصیت کے مطابق آپؑ کے بعد عہدۂ امامت آپؑ کے بھائی جعفر کا حق ہے۔

(۵) پانچواں فرقہ بھی جعفر ہی کی امامت کا قائل ہے مگر بربنائے وصیتِ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام ہے

(۶) چھٹا فرقہ یہ کہتا ہے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے بعد آپؑ کے صاحبزادے علی امام ہیں اور وہی مہدی منتظر ہیں۔ اُن میں اور قطعیہ امامیہ کے درمیان لفظی اختلاف ہے یعنی یہ کہتے ہیں کہ ان کا نام علی ہے اور امامیہ کہتے ہیں کہ ان کا نام، م ح م د ہے۔

(۷) ساتواں فرقہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام ہی کو امام نہیں تسلیم کرتا، وہ کہتا ہے کہ امام وہی ہوگا جس کے کوئی فرزند ہو، تاکہ اپنے باپ کی حیات تک وہ امام صامت رہے اور اس کے بعد امامِ ناطق، اور امام حسن عسکری علیہ السلام کے بظاہر کوئی اولاد ہی نہیں ہوئی، پھر وہ کیسے امام ہوسکتے ہیں؟ اُن لوگوں کا دعوٰی ہے کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کے بھائی محمد بن علی النقیؑ نے اپنے والد کے انتقال کے بعد اُن کے غلام نفیس کو ہدایت کی کہ یہ خاندانی کتابیں، یہ خاندانی اسلحے جعفر بن علیؑ کو دیدو یہ بات اُن کے اور اُن کے والد امام علی النقیؑ کے درمیان طے ہوچکی تھی۔ اِس لیے جعفر بن علیؑ اپنے والد حضرت امام علی النقی علیہ السلام کے بعد امام ہوئے۔

(۸) آٹھواں فرقہ وہ ہے جو ریب وشک میں مبتلا ہے، اس کو نہیں معلوم کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے انتقال کے بعد امامت اُن کے صلب میں ہے یا اُن کے بھائی جعفر بن علی اور اُن کی اولاد کے حصّے میں ہے۔ اس لیے وہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام پر توقّف کرتے ہیں۔ آگے کے لیے کچھ نہیں کہتے۔

ان کے علاوہ شیعوں میں اور بھی متعدّد فرقے ہیں۔

(۷) = شیعوں میں افتراق

ابوغانم سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام ابومحمد حسن عسکری علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سُنا، آپؑ نے فرمایا کہ سنہ ۲۶۰ھ میں ہمارے شیعوں میں افتراق پیدا ہوگا۔

چنانچہ اسی سنہ میں آپؑ نے وفات پائی اور آپؑ کے شیعوں اور نصرت کرنے والوں میں افتراق پیدا ہو گیا۔ کچھ جعفر کی طرف مائل ہو گئے، کچھ نے اس کو امام مان لیا، مگر شک میں رہے، کچھ گو مگو میں رہے، کچھ لوگ اللہ کی توفیق سے اپنے دین پر ثابت قدم رہے۔

(کفایۃ الاثر ص۳۲۶)

• اُبی اور ابن ولید دونوں سعد بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں۔ اُس کا بیان ہے کہ جو لوگ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات کے وقت موجود اور اُن کے دفن میں شریک تھے اُنھوں نے مجھ سے بیان کیا، اور وہ اتنے تھے کہ جن کو شمار نہیں کیا جا سکتا، اور ان میں ایسے بھی لوگ تھے کہ اُن جیسوں پر کذب و دروغ کے الزام لگانے کا کوئی جواز نہیں۔

الغرض حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات کے اٹھارہ یا اس سے کچھ زیادہ سال بعد ۲۷۸ھ میں ہم احمد بن عبیداللہ ابن خاقان کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ وہ اس وقت ہوٗ قُم پر خلیفۂ وقت کی طرف سے خراج و مالگذاری وصول کرنے کے لیے عامل مقرّر تھا، مگر وہ اوّل درجہ کا ناصبی اور آلِ ابوطالب کا شدید ترین دشمن تھا۔ دورانِ گفتگو میں آلِ ابی طالب میں سے اُن لوگوں کا ذکر چھِڑ گیا جو سُرمن رائے میں مقیم ہیں، وہ یہ کہ ان کا مذہب کیا ہے؟ ان میں صلاحیت کیسی ہے اور بادشاہ کے نزدیک ان کی قدر و منزلت کیا ہے۔

احمد بن عبیداللہ نے بتایا کہ میں نے سُرمن رائے میں علویوں کے اندر اہلِ بیت وسلطانِ وقت اور تمام بنی ہاشم کے نزدیک ہدایت وخاموشی و عفّت و کرم میں حضرت امام حسن بن علیؑ بن محمدؑ ابن رضا علیہ السلام جیسا شخص نہ دیکھا، نہ سُنا۔ یہ لوگ اپنے بزرگوں پر بھی اُن ہی کو مقدّم سمجھتے تھے اور اسی طرح سردارانِ لشکر اور وزرا، وکاتبین اور عوام الناس بھی ان کا احترام کرتے تھے۔

احمد بن عبیداللہ کا بیان ہے کہ ایک دن میں اپنے والد کے پسِ پشت کھڑا تھا۔ اس روز دربارِ عام تھا کہ حاجبینِ دربار آئے اور عرض کیا کہ حضرت ابن رضاؑ دروازے پر ہیں۔

میرے والد نے باوازِ بلند کہا، انھیں فوراً آنے کی اجازت دو۔

پھر میں نے دیکھا کہ ایک نوجوان، سرمگیں آنکھیں، میانہ قد، حسین چہرہ، گداز بدن چہرے سے ہیبت وجلال آشکارا، اندر داخل ہوئے۔ میرے والد نے جب انھیں آتے ہوئے دیکھا تو اُن کے استقبال کے لیے اُٹھ کر خود چند قدم آگے بڑھے۔ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ اُنھوں نے بنی ہاشم میں سے کسی کے لیے یا کسی سردارِ لشکر کے لیے یا کسی ولی عہد کے لیے ایسا کیا ہو۔ جب میرے والد اُن کے قریب پہونچے تو گلے لگایا۔ اُن کے چہرے اور دونوں کاندھوں کو بوسہ دیا، اُن کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں ڈالا اور انھیں لا کر اپنے مصلّے پر بٹھایا، جس پر وہ خود بیٹھے ہوئے تھے، اور اُن کے

پہلو میں اُن کی طرف رُخ کرکے بیٹھ گئے، اُن سے باتیں کرنے لگے اور نام کے بدلے احتراماً اُن کی کنیت استعمال کرتے اور کہتے کہ میرے ماں باپ آپؑ پر فدا ہوں۔ مجھے یہ دیکھ کر بیحد تعجب ہوا اتنے میں چند حاجبینِ دربار آئے اور بولے امیر موفّق آیا ہے۔

امیر موفّق جب میرے والد کے پاس آیا کرتا تو اس کے لیے حاجبین اور مخصوص خدّام آگے بڑھ کر استقبال کرتے، نیز میرے والد کی مجلس (جائے نشست) اور گھر کے دروازے کے درمیان دو پردے لٹکا دیتے، تاکہ بے تکلّف آنا جانا رہے۔

ابھی میرے والد اس نوجوان سے مصروفِ گفتگو ہی تھے کہ اُن کی نظر موفّق کے خادمِ خاص پر پڑی۔

اُنھوں نے اُس نوجوان سے کہا، اے ابو محمّدؑ! میں آپؑ پر قربان، اگر آپؑ چاہیں، تو یہاں سے اُٹھ کر دوسری طرف چلے جائیں۔

پھر اپنے غلام سے کہا، انھیں پردوں کے پیچھے لیجاؤ تاکہ موفق کی نظر ان پر نہ پڑ سکے۔

اِس کے بعد میرے والد نے اُٹھ کر انھیں گلے لگایا، اُن کی پیشانی کو لوبسہ دیا، اور وہ پسِ پردہ چلے گئے۔

میں نے اپنے والد کے حاجبوں اور غلاموں سے پوچھا، یہ بتاؤ کہ یہ کون ہیں جن کے ساتھ میرے والد اس طرح پیش آئے۔

اُنھوں نے عرض کیا، یہ ایک مردِ علوی ہیں، ان کا نام حسنؑ بن علیؑ ہے مگر ابن رضا کے نام سے مشہور ہیں۔

یہ سن کر مجھے اور تعجّب ہوا۔ میں دن بھر اس نوجوان کے اور اپنے والد کے درمیان ان روابط پر سوچتا اور غور کرتا رہا، یہاں تک کہ رات ہوگئی۔ میرے والد کی عادت تھی کہ بعد نمازِ عشا بیٹھتے اور ضروری حکم احکامات کو، نیز جو معاملہ سلطان کے سامنے پیش کرنا ہوتا اسے دیکھتے تھے۔

اب جبکہ وہ ان تمام امور سے فارغ ہو کر بیٹھے، تو میں بھی اُن کے سامنے جا کر بیٹھ گیا۔ تاکہ کچھ دریافت کروں۔

میرے والد نے کہا، احمد! کیا تمھیں کچھ کام ہے؟

میں نے کہا، جی ہاں، بابا۔ اگر آپ کی اجازت ہو تو ایک بات پوچھوں۔

اُنھوں نے کہا، ہاں ہاں، پوچھو۔

میں نے کہا، بابا وہ کون شخص تھا جس کو میں نے دیکھا کہ آپ اس کے ساتھ بڑے

احترام واکرام کا سلوک کر رہے تھے؟ اور فرما رہے تھے کہ میرے ماں باپ آپؑ پر قربان۔

اُنھوں نے کہا، بیٹے! وہ ابنِ رضا ہیں جو رافضیوں کے امام ہیں۔

پھر تھوڑی دیر خاموش رہے، اس کے بعد بولے، بیٹے! اگر یہ خلافت بنی عباس سے نکلی تو بنی ہاشم میں اس خلافت کا مستحق ان کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے۔ اور یہ استحقاق ان کو اپنے فضل و شرف، اپنی عفّت و ہدایت، اپنی صیانتِ نفس، اپنی پرہیزگاری اور عبادت، اپنے بہترین اخلاق و صلاحیت کی بناء پر ہے۔ تم انھیں جب دیکھو گے تو یہ سمجھو گے کہ ایک مردِ جلیل و شریف اور عالم و فاضل کی زیارت سے مستفیض ہو رہا ہوں۔

جب میں نے اپنے والد سے ان کے متعلّق یہ سُنا تو مجھے اپنے والد پر غصہ آیا۔ لیکن میں ان کے حالات لوگوں سے دریافت کرتا اور ان کے متعلّق بحث کرتا رہا۔ میں نے بنی ہاشم سردارانِ لشکر، کاتبانِ حکومت، قاضیانِ مملکت، فقہائے عصر اور تمام لوگوں میں جس کسی سے بھی ان کے متعلّق دریافت کرتا یہی معلوم ہوتا کہ ان لوگوں کے نزدیک ان کا درجہ اعظام و اکرام ہے، سب ان کو اچھے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ اور اہلِ بیت اپنے بوڑھوں اور بزرگوں پر بھی انھیں مقدّم سمجھتے ہیں۔ مگر ہر ایک یہی کہتا کہ وہ رافضیوں کے امام ہیں۔ پھر تو میرے نزدیک ان کی قدر و منزلت اور بڑھ گئی۔ میں نے اُن کے تمام دوست اور دشمن سب کو دیکھا کہ وہ سب اُن کے مدّاح تھے۔

ایک مرتبہ میرے والد کی مجلس میں کچھ اشعری بھی موجود تھے۔ اُن میں سے ایک نے پوچھا، اے ابوبکر! یہ بھی تو بتائیں کہ اُن کے بھائی جعفر کا کیا حال ہے؟

اُنھوں نے کہا، جعفر کون ہے جس کا حال معلوم کیا جائے، یا جس کا نام اُن کے ساتھ لیا جائے۔ جعفر بالاعلان فسق و فجور میں مبتلا رہتا ہے، بے شرم و بے حیا اور شارب الخمر ہے تم نے ایسے لوگ کم ہی دیکھے ہوں گے۔ وہ نرا گدھا اور احمق ہے۔

ایک شُبہے کا ازالہ

واضح ہو کہ ۱۱۰۶ھ میں سُرّ مَن رائے کے اندر روضۂ منورۂ عسکریین ایک عظیم حادثے سے دوچار ہوا اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ سر من رائے پر رومیوں اور اجلافِ عرب نے غلبہ پالیا۔ اُن کے ظلم و ستم سے عاجز آکر وہاں کے سادات و اشراف اپنا گھر بار چھوڑ کر کہیں اور چلے گئے ان رومیوں اور اجلافِ عرب نے روضۂ مقدس کے احترام و اکرام میں بے توجہی سے کام لیا۔

چنانچہ ایک شب روضہ کے اندر چراغ کسی نامناسب جگہ رکھ دیا گیا اور اُس کا جلتا ہوا فتیلہ اتّفاقاً گر پڑا جس سے روضہ کے فرش اور لکڑیوں نے آگ پکڑ لی چونکہ روضہ کے آس پاس کوئی رہ نہ گیا تھا جو اُس کو بروقت بجھا دیتا، اس لیے روضہ کے سارے فروش، دروازے اور مقدس صندوق وغیرہ جل گئے۔ یہ چیز ضعیف العقل شیعوں کے اعتقادات میں کمزوری اور مخالفین و ناصبیوں میں بیباکی و گستاخی میں اضافہ کا سبب بن گئی۔ حالانکہ ان جاہلوں کو یہ نہیں معلوم کہ ایسی چیزوں سے اللہ کی بارگاہ میں ان ذواتِ مقدسہ کی بلندئ مقام اور رفعتِ شان میں کوئی فرق نہیں آتا، بلکہ یہ حادثہ وہاں کے موجود باشندوں سے اللہ کی ناراضگی کی علامت ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر وقت معجزہ ہی ہوتا رہے۔ کیونکہ معجزہ مصالحِ کلّیہ اور اسرارِ خفیّہ کے تابع ہوتا ہے۔ ایسے واقعات و حادثات سے مکلّفین کو اُن کے فریضہ کا احساس دلانا اور اُن کی تنبیہ و آزمائش بھی مقصود ہوتی ہے۔

علاوہ ازیں ایسے واقعات و حادثات تو مدینۂ منورہ کے اندر روضۂ مقدّسہ نبویہ میں بھی پیش آچکے ہیں۔ چنانچہ شیخ کامل و فاضل یحییٰ بن سعید اپنی کتاب "جامع الشرائع" باب اللعان میں تحریر فرماتے ہیں کہ مدینہ جانے کا موقع ملے تو مستحب ہے کہ آنحضرتؐ کے منبر کے پاس نماز پڑھی جائے۔ اور اس کے بعد لکھتے ہیں کہ: مگر اس سال یعنی ۶۵۴ھ میں ماہِ رمضان کے اندر منبرِ رسولؐ اور مسجدِ رسولؐ کی چھتیں سب جل گئیں اور اب اس کے بدلے دوسرا منبر بنایا گیا ہے"

نیز صاحب کتاب "عیون التواریخ" جو فاضل مخالفین میں سے ہیں وہ ۶۵۴ھ کے واقعات کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں کہ "شبِ جمعہ یکم ماہ رمضان ۶۵۴ھ میں مسجد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں آگ لگی اور اس کی ابتدا شمال مغرب کے گوشے سے ہوئی۔ ایک شخص مسجد کے خزانے میں داخل ہوا اُس کے ساتھ آگ تھی اُس سے وہاں کی بعض چیزوں نے آگ پکڑ لی اور پھر

دیکھتے ہی دیکھتے تیزی کے ساتھ چھت بھی جلنے لگی پھر وہاں سے تیزی کے ساتھ آگے بڑھی لوگوں نے آگ بجھانے کی فوراً کوشش کی مگر مسجد کی ساری چھتیں جل گئیں، بلکہ بعض ستونوں کے سیسے بھی پگھل گئے، اور یہ سب کچھ لوگوں کے سونے سے پہلے ہو گیا۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرے کی چھت بھی جل گئی اور لوگوں نے جمعہ کو نمازِ صبح دوسری جگہ پڑھی۔ بلکہ تاریخ کی کتابوں میں تو یہاں تک ہے کہ "قرامطہ نے خانۂ کعبہ کو مسمار کیا اور حجرِ اسود وہاں سے اُٹھا کر لے گئے اور اُسے مسجدِ کوفہ میں نصب کر دیا" مگر اُن میں سے کسی موقع پر کوئی معجزہ ظاہر نہیں ہوا اور اللہ کی طرف سے ان مواقع پر فوراً کوئی روک ٹوک نہیں ہوئی، بلکہ کچھ زمانے کے بعد ان شہروں میں وہاں کے باشندوں پر غضبِ الٰہی کے آثار ظاہر ہوئے جس طرح سامرہ میں روضۂ عسکریین کے جلنے کی وجہ سے غضبِ الٰہی کا اظہار اس طرح ہوا کہ روم پر عربوں کو فتح ہوئی، اُن کے کئی شہر انھوں نے چھین لیے، اُن کے بیشمار آدمی قتل ہوئے اور یہ جنگ کی آگ ان اطراف میں تیز سے تیز تر ہوتی گئی۔

پھر اُن کی سلطنت پر افرنگی قابض ہو گئے، اور اُنھوں نے بھی اُن کے بیشمار آدمی قتل کیے، اور یہ سب نتیجہ تھا اس امر کا کہ انھوں نے امورِ دین میں تساہلی برتی اور ائمہ علیہم السّلام کے احترام میں بے توجہی سے کام لیا۔

امورِ متذکرۂ بالا ہی غضبِ الٰہی کی شہادت کے لیے کافی ہیں۔ اس کے علاوہ بخت نصر کا بیت المقدّس پر قابض ہونا، اس کو منہدم کرنا، اس کے احترام کو برباد کرنا، حالانکہ بیت المقدّس انبیاء، اور اوصیاء، کا تعمیر کردہ تھا۔ وہ سب سے بڑی عبادت گاہ اور سب سے بڑی مسجد تھی قبلۂ اوّل تھا، مگر بخت نصر نے وہاں کئی ہزار بنی اسرائیل کے اصفیاء، وصلحاء، واخیار اور رہبان کو قتل کر ڈالا۔ یہ بھی اس لیے ہوا کہ بنی اسرائیل نے اپنے انبیاءؑ کی نافرمانی کی، اُن کی مدد نہیں کی، اُن کی شان میں گستاخیاں کیں اور انھیں قتل کیا تھا۔

بہرحال جب سُرّ مَن رائے میں روضۂ عسکریینؑ کے جلنے کی خبر جب سلطان حسین کو پہونچی تو اُنھوں نے اس روضہ کی تعمیرِ نو کو اپنے لیے فرضِ عین سمجھا، اور حکم دیا کہ چاروں صندوقوں کی ترصیص و تزیین کر دی جائے اور قبر کے گرد جالی دار ضریح بنا دی جائے جو انتہائی خوش کن اور دیدہ زیب ہو۔

(فقط) تمت بالخیر

حنیف قیصر

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

حصہ ۱۰ دہم

بحار الانوار

مُلّا محمد باقر مجلسی رحمہ اللہ

ترجمہ

مولانا سید حسن اِمداد ممتاز الافاضل

در حالات

حضرت ابو محمد امام حسن علیہ السلام

محفوظ بُک ایجنسی
اِمام بارگاہ مارٹن روڈ کراچی ۵
فون: ۴۲۴۲۸۶

اِس کتاب "بحارُ الانوار" جلد دہم کے ترجمے کے
جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ ہیں۔
نیز اس ترجمے کا کوئی جُز یا کُل کتاب کا بلا اجازت
شائع کرنا خلافِ قانون متصوّر ہو گا۔

مصنف ـــــــ مُلّا باقر مجلسی علیہ الرّحمہ

مترجم ـــــــ سیّد حسن امداد صاحب (ممتاز الافاضل)

طابع ـــــــ سندھ آفسٹ پریس۔ کراچی

کتابت ـــــــ جعفر زیدی

ناشر ـــــــ محفوظ بک ایجنسی۔ مارٹن روڈ کراچی

عرضِ ناشر

مستدرک الوسائل میں ہے کہ اسلام میں کسی کو وہ توفیقات نہیں ملیں جو شیخ الاسلام علاّمہ محمد باقر بن محمد تقی، المعروف بہ علاّمہ مجلسیؒ (ولادت ۱۰۳۷ھ وفات ۱۱۱۰ھ) کو ہاتھ آئیں ایک طرف سے بے پایاں تصنیفات چھوڑیں، دوسری طرف بلند مرتبہ شاگرد چھوڑے۔ پھر راتوں کو بجید عبادت وریاضت بھی کی۔ آپ کے درس سے ایک ہزار علماء وفضلاء برآمد ہوئے۔ آپ اپنے عصر میں مومنین اور حکومتِ وقت کے درمیان رابطہ تھے اور لوگوں کے حوائج پورے ہونے میں اُن کی مدد کرتے تھے (خلاصہ یہ کہ آپ کے مدارج ومراتب حد سے سوا ہیں۔

علاّمہ نوری نقل کرتے ہیں کہ صاحبِ جواہر علیہ الرّحمہ نے بیان فرمایا کہ میں نے خواب میں ایک مکان دیکھا، جس میں بہت سے علماء جمع ہوئے ہیں۔ دروازے پر دربانوں کا پہرہ ہے میں جس وقت اندر گیا تو میں نے اس جگہ کو ہر قسم کے چھوٹے بڑے عالموں سے مملو دیکھا میں نے دیکھا کہ صدرِ مجلس میں علاّمہ مجلسیؒ تشریف فرما ہیں۔ صاحبِ جواہر فرماتے ہیں کہ یہ دیکھ کر میں نے دربان سے پوچھا کہ ان کو یہ شرف کیسے ملا؟ اُس نے جواب دیا کہ یہ ائمۂ معصومینؑ کی بارگاہ میں زیادہ معروف ہیں۔

آپ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے تمام احادیثِ شیعہ کو ایک مجموعہ میں جمع کر دیا جس کا نام بحار الانوار ہے۔ اس عظیم الشان کتاب کی ۲۶ جلدیں ہیں

ہم اس انمول کتاب بحار الانوار کی دسویں جلد آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اِس جلد میں امام حسن علیہ السّلام کے حالاتِ زندگی ہیں۔ اس کے ساتھ اب تک شائع شدہ جلدوں کے دوسرے اور تیسرے ایڈیشن بھی منظرِ عام پر آچکے ہیں۔ بحار الانوار کی گیارھویں جلد حضرت امام مہدی آخر الزّمانؑ کی حیاتِ مبارکہ پر مشتمل ہے جو کہ انشاءاللہ تعالےٰ ماہِ محرّم تک منظرِ عام پر آجائے گی۔

مولانا سیّد حسن امداد صاحب ممتاز الافاضل نے جس تیزی کے ساتھ ترجمے کے کام کو آگے بڑھایا ہے ہم اُس رفتار سے اِس ترجمے کو کتابی شکل میں منتقل نہیں کر سکے۔ مگر اب ادارے کے بلند عزائم اور عوام میں شوق، دلچسپی اور طلب اس کتاب کی اشاعت کے باقی مراحل کو تیزی سے پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں معاون ثابت ہوں گے۔

آپ کی رائے اور صحت مندانہ تنقید اس دشوار مرحلے پر ہمارے لیے مشعلِ راہ ثابت ہو رہی ہیں

اُمید ہے کہ آئندہ بھی اپنے قیمتی مشوروں سے نوازکر اس کارِ خیر میں شریک ہوتے رہیں گے۔
خداوندعالم کی بارگاہ میں دُعاگو ہیں کہ وہ اپنے حبیبؐ اور اُن کی اولادِ طاہرہؑ کے صدقے میں ہمیں خدمتِ دین کی راہ پر ثابت قدم رکھے اور اس راستے میں ہماری توفیقات میں اضافہ فرمائے۔

وَالسَّلام

اے۔ ایچ رضوی

فہرست بحار الانوار جلد دہم

در حالات حضرت ابو محمّد امام حسن علیہ السلام

عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
باب اوّل			
ولادت، اسمائے گرامی و نقشِ خاتم		ولادت امام حسینؑ سے پہلے اُمِّ ایمنؓ کا خواب	۲۶
		رسول اللہؐ کا قول، پھوپھی لائیے یہ بچہ پاک و طاہر پیدا ہوا ہے۔	۲۷
تاریخِ ولادت حضرت امام حسن علیہ السلام	۱۷	حضرت صفیہ کی روایت، حسنؑ زبانِ رسولؐ چُوسنے لگے۔	۲۸
اسمِ گرامی و کنیت و القاب	۱۷		
حضرت امام حسنؑ کا نام بذریعۂ وحی تجویز ہوا	۱۸	حسینؑ سے بازو مَس کیے اور فطرس کو پَر و بال عطا کر دیے گئے۔	۲۸
امام حسنؑ و امام حسینؑ کے نام بذریعۂ وحی تجویز ہوئے	۱۹		
امام حسینؑ کی ولادت پر رسولؐ کا گریہ	۲۰	فطرس کو ناز، کہ مَیں آزاد کردہ حسینؑ ہوں	۲۹
دونوں کی ولادت کے درمیان زمانہ حمل کا فاصلہ	۲۲	قبل از ولادت شہادت کی خبر	۳۰
ولادت ہی کے دن کان میں اذان	۲۲	قتلِ حسینؑ اور آپکی رجعت کی خبر قبل از ولادت	۳۲
عقیقہ کے گوشت میں قابلہ کا حصّہ	۲۲	امام حسینؑ کے پاس دو انگوٹھیاں تھیں	۳۳
امام حسنؑ کا زبانِ رسالتمآبؐ چوسنا	۲۲	امام حسینؑ کی انگوٹھی آئمۂ طاہرینؑ کے پاس ہے	۳۴
شبرؑ و شبیرؑ نام رکھنے کا سبب	۲۴	دردائیل نامی فرشتہ اور حسینؑ کا سہارا	۳۵
اُن کے وہی نام رکھے گئے جو فرزندانِ ہارونؑ کے تھے۔	۲۴	حضرت فاطمہ زہراؑ کے بچّوں کی پرورش لُعابِ دہنِ رسولؐ پر۔	۳۸
نامِ حسینؑ، حسن سے مشتق ہے۔	۲۵	تاریخِ ولادت امام حسین علیہ السلام	۳۸
جنابِ فاطمہ زہراؑ کی نظر میں امام حسینؑ، امام حسنؑ سے بھی زیادہ حسین تھے۔	۲۵	فطرس کا واقعہ	۳۹
		حسنین علیہم السّلام کے اسماء کی تجویز	۳۹
نقشِ خاتم	۲۵	دونوں کے اسمائے گرامی	۴۰
امام حسنؑ کی ولادت سے پہلے اُمّ الفضلؓ کا خواب	۲۵	یہ دونوں نام ان سے قبل عرب میں کسی کے نہ تھے۔	۴۱

عنوانات	صفحہ نمبر
زبانِ رسولؐ دہنِ حسینؑ میں ۔	۴۲
جناب فاطمہؑ کو آنحضرتؐ کی ہدایت ۔	۴۳
عقیقہ کرنا سنّتِ رسولؐ ہے ۔	۴۴
امام حسنؑ کی کنیت و القاب ۔	۴۵
بوقتِ ولادت تسبیح و تہلیل و تمجیدِ الٰہی کرنا ۔	۴۶
ساتویں دن مولود کا عقیقہ ۔	۴۷
رسول اکرمؐ نے اُن کا عقیقہ اپنے ہاتھ سے کیا	۴۷
بالوں کے ہموزن چاندی کا صدقہ ۔	۴۷
بالوں کے وزن کے برابر چاندی ۔	۴۷
عقیقہ کے گوشت کی تقسیم وغیرہ	۴۸
مولود کے کان چھیدنا اور گوشوارے کا استعمال	۴۸
حسنینؑ کی ولادت کے بعد نماز فریضہ کی	۴۹
رکعتوں میں اضافہ ہوا ۔	۴۹
نقشِ خاتم حسنینؑ ۔	۴۹
مدّتِ حمل و مدّتِ رضاعت ۔	۵۰
حسنینؑ کی عمروں میں تفاوت ۔	۵۰
بتوسّطِ حسینؑ، صلصائیل کی خطا معاف	۵۰
ولادتِ امام حسینؑ ۳ شعبان سنہ ۴ھ ۔	۵۲

باب دوم

حسنینؑ کے فضائل اور اُن کی امامت پر نصوص

عنوانات	صفحہ نمبر
حُسَیْنٌ مِنِّیْ وَاَنَا مِنَ الْحُسَیْنِ (الحدیث)	۵۵
آنحضرتؐ نے ابراہیمؑ کو حسینؑ پر فدا کر دیا ۔	۵۵
امام حسنؑ و امام حسینؑ سے عرش کی زینت ہوگی ۔	۵۶
رسول اللہؐ کے ریحانتین ۔	۵۶
ایک عراقی کا مچھر کے خون کے متعلق سوال	۵۷
اور ابنِ عمر کا جواب ۔	
حسینؑ کے دوست اور دوست کے دوست	۵۸
بھی جنّت میں ہوں گے ۔	
رسول اللہؐ کے سامنے حسنینؑ کی زور آزمائی	۵۸
جوانانِ اہلِ جنّت کے سردار ۔	۵۸
حسنینؑ کے بازوؤں کے تعویذ ۔	۵۹
حسنینؑ اوصافِ رسولؐ کے وارث ۔	۵۹
اوصافِ رسولؐ کے وارث ۔	۵۹
باغِ رسالت کے دو پھول ۔	۵۹
حسنؑ و حسینؑ سردارِ جوانانِ اہلِ جنّت ہیں ۔	۶۰
یہ دونوں اہلِ زمین میں سب سے بہتر ہیں ۔	۶۰
حسنینؑ سے رسولؐ کی محبت ۔	۶۰
حسنینؑ سے محبت کرنا رسولؐ سے محبت کرنا ہے	۶۱
حسنینؑ کی عصمت و امامت پر نص ۔	۶۱
یہ دونوں سردارِ جوانانِ اہلِ جنّت ہیں	۶۱
یہ دونوں عرشِ الٰہی کے گوشوارے ہیں ۔	۶۲
حسنینؑ کی آپس میں زور آزمائی ۔	۶۲
حسینؑ کا آغوشِ رسولؐ میں پیشاب کر دینا	۶۲
جبرئیلؑ کے پروں کے تعویذ ۔	۶۳
راستہ روشن کرنے کے لیے بجلی چمکتی رہی ۔	۶۳
حدیقۂ بنی نجار میں حسنینؑ کا جانا اور ایک	۶۴
اژدہے کا حفاظت پر مامور ہونا ۔	۶۴
اے رسولؐ! حسنینؑ اور اُن کے محبوں سے	۶۷
حُب رکھو ۔ (حکمِ خداوندی)	

عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
رسولؐ کو حکم کہ حسنینؑ سے محبت کرو۔	۶۷	اذان۔	۹۱
حسنینؑ کے دوستداروں کی بخشش بشرطیکہ وہ ایمان سے خارج نہ ہوں۔	۶۸	عقیقہ۔	۹۱
حسنینؑ سے محبت کا حکم۔	۶۸	اقرع سے رسولؐ کی ناراضگی۔	۹۱
عُروۃُ الوثقیٰ سے مراد۔	۶۹	حالتِ نماز میں حسنینؑ پشتِ رسولؐ پر۔	۹۲
دشمنانِ حسنین کو رسولؐ کی شفاعت نصیب نہ ہوگی	۶۹	ایک قاتلِ حسینؑ سے ربیع کی گفتگو۔	۹۲
رسولؐ کے باغِ زندگی کے دو پھول۔	۶۹	آنحضرتؐ نے اپنی زبان حسنؑ و حسینؑ کے منہ میں دیدی	۹۳
باغِ حیاتِ رسولؐ کے دو پھول۔	۷۰	آنحضرتؐ کو حسنینؑ کی پیاس گوارا نہ تھی۔	۹۳
حدیث حُسَینٌ مِنّی۔	۷۰	رسولؐ کی اِن دونوں سے فرطِ محبت۔	۹۴
حسینؑ کا شمار اسباط میں ہے۔	۷۰	ان دونوں کے ساتھ رسولؐ کی ملاعبت۔	۹۵
پنجتنِ پاکؑ کی محبت کا اجر۔	۷۱	سواری کی تعریف کے ساتھ سواروں کی بھی تعریف کرو۔	۹۶
حسینؑ کے لیے حُلّۂ جنت کا آنا۔	۷۱	راکب دوشِ نبیؐ۔	۹۶
زمانۂ حمل میں فاطمہ زہراؑ کی کیفیت	۷۱	جناب فاطمہؑ کی لوریاں حسنؑ کے لیے۔	۹۷
ایک دیّوث کے لیے امام حسینؑ کی بد دعا۔	۷۴	جناب فاطمہؑ کی لوریاں حسینؑ کے لیے۔	۹۸
حسنینؑ شبیہِ رسولؐ تھے۔	۷۶	جناب اُمّ سلمہؓ کی لوریاں حسنؑ کے لیے۔	۹۸
حسنینؑ سے محبت و عداوت رکھنا، خدا اور رسولؐ سے محبت و عداوت رکھنا ہے۔	۷۶	جناب اُمّ الفضلؓ کی لوریاں حسینؑ کے لیے۔	۹۸
رسولؐ سجدے میں حسنینؑ آپؐ کی پشت پر۔	۷۷	معجزاتِ حسنؑ و حسینؑ۔	۹۹
جنت کو حسنین علیہما السلام پر ناز ہے	۷۷	کبوتر اور اُس کے بچے۔	۹۹
حسنینؑ کی آپس میں زور آزمائی۔	۷۸	میوہ ہائے جنت کا آنا۔	۱۰۰
پاپیادہ سفرِ حج۔	۷۸	رضوانِ جنت خیاطِ حسنینؑ کی شکل میں۔	۱۰۰
حسنینؑ کیلیے رسولؐ کی تین دعائیں۔	۷۹	میوہ ہائے جنت کا آنا۔	۱۰۲
رسول اللہؐ کی طرح حسنینؑ کی اطاعت لازم ہے	۷۹	مشک و عنبر سے بھرا ہوا جام آنا۔	۱۰۲
باغِ رسالت کے دو پھول	۸۹	مَلَک کا بشکل طائر نازل ہو کر سلام کرنا۔	۱۰۳
حسنینؑ کیلیے آنحضرتؐ کی دعا، تعویذ	۹۰	جبرئیلؑ کے پروں کے تعویذ۔	۱۰۴
مُعَوَّذَتَین حسنینؑ کے تعویذ ہیں جزوِ قرآن نہیں۔	۹۱	دونوں بھائیوں میں زور آزمائی۔	۱۰۴
		معالی امور اور فضائل میں سورۂ والتین کی تفسیر۔	۱۰۵

عنوانات	صفحہ نمبر
امام حسینؑ سے آنحضرتؐ کی محبت آپؐ نے اُن کے لیے سجدے کو طول دیا۔	۱۰۹
آنحضرتؐ نے دورانِ نماز امام حسنؑ کو بوسہ دیا	۱۱۰
امام حسینؑ سے آنحضرتؐ کا خطاب 'اے حسینؑ! تم ابو الائمہ ہو۔	۱۱۱
دامنِ قبا میں پائے حسینؑ کا اُلجھنا	۱۱۱
حسینؑ کے رونے سے رسولؐ کو اذیّت۔	۱۱۲
حسینؑ اسباط میں سے ایک سبط ہیں۔	۱۱۲
حسینؑ کا آغوشِ نبیؐ میں پیشاب کرنا۔	۱۱۲
لڑکے اور لڑکی کے پیشاب میں فرق۔	۱۱۳
حسینؑ کا حالتِ سجدہ میں پُشتِ رسولؐ پر سوار ہونا	۱۱۳
مَیں دوشِ رسولؐ کا راکب ہوں۔	۱۱۴
عبداللہ بن عمرو بن العاص سے امام حسینؑ کی گفتگو	۱۱۴
جبرئیل امین کا امام حسینؑ کو لوریاں دیکر بہلانا۔	۱۱۵
جنّت میں قصرِ حسینی۔	۱۱۶
حسینؑ جوانانِ اہلِ جنّت کے سردار ہیں۔	۱۱۶
امام حسنؑ سیّد اور صلح پسند ہیں۔	۱۱۷
شہزادۂ صلح و سیّد، امام حسنؑ ہیں۔	۱۱۷
سواری ہی عمدہ نہیں بلکہ سوار بھی عمدہ ہے	۱۱۸
حسنینؑ پُشتِ رسولؐ پر۔	۱۱۹
رسولؐ سجدے میں اور حسنؑ پُشت پر۔	۱۲۰
حفاظت کی دُعا۔	۱۲۲
فضیلتِ حسنینؑ ہارون الرّشید کی نظر میں	۱۲۳
حضرت امام حسنؑ کا حلیۂ مبارک۔	۱۲۵
بابِ جنّت پر کتبہ۔	۱۲۵
سردارانِ جناں ؟	۱۲۶
مہدیؑ امام اور عیسیٰؑ ماموم۔	۱۲۶
اے حسنینؑ! تم دونوں کا اونٹ کتنا عمدہ ہے	۱۲۷
رسولؐ سجدۂ خالق میں اور حسنینؑ پُشتِ رسولؐ پر	۱۲۸
آلِ محمدؐ صدقہ نہیں کھاتے۔	۱۲۹
حسنؑ و حسینؑ کا شمار اسباط میں ہے۔	۱۳۱
دُعا برائے حفاظتِ حسنینؑ۔	۱۳۱
شَبَّرؑ و شَبَّیرؑ۔	۱۳۲
امام حسینؑ کیلئے نماز میں سات تکبیریں۔	۱۳۲
کِفلَین سے مراد حسنؑ و حسینؑ ہیں۔	۱۳۳
ہمارا شیعہ کبھی خسارے میں نہیں رہ سکتا۔	۱۳۳
محبانِ پنجتن پاکؑ کیلئے جہنم سے امان۔	۱۳۳
طعامِ جنّت کا آنا۔	۱۳۴
یہ کتنی عمدہ سواری ہے۔	۱۳۵
امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو خوشخطی کا مقابلہ اور جبرئیلؑ کا فیصلہ۔	۱۳۶
ایک بابرکت پیالہ۔	۱۳۷
نزولِ مائدہ برائے پنجتن پاکؑ۔	۱۳۸
بچۂ آہو کے لیے حسینؑ کا مچلنا۔	۱۴۱
حسنینؑ اور اژدہے کی مروحہ جنبانی۔	۱۴۲
قاتلِ حسینؑ کی ہرگز بخشش نہ ہوگی۔	۱۴۶
حضرت موسیٰؑ اور زیارتِ قبرِ حسینؑ۔	۱۴۶
اللہ تعالیٰ محبانِ حسنؑ سے محبت کرتا ہے	۱۴۷

باب سوم

مکارمِ اخلاق اور مخالف و موافق دونوں کو اُنکے فضائل کا اقرار

عنوانات	صفحہ نمبر
حسنینؑ افقہ الناس تھے۔	۱۵۳
حسنینؑ اور ایک گنہگار کی سفارش۔	۱۵۳
حسنینؑ افضل الناس اور اکرم الناس ہیں۔	۱۵۴
ابنِ عباسؓ نے فخریہ حسنینؑ کی رکاب برداری کی	۱۵۴
ایک پیر مرد کو وضو کا صحیح طریقہ بتانا۔	۱۵۵
بڑے بھائی کا احترام۔	۱۵۵
حضرت ایوبؑ اور حضرت امام حسینؑ۔	۱۵۶
جس شے پر اللہ نے لعنت کی ہو اُس میں شفا نہیں ہو سکتی۔	۱۵۶
مستحقینِ صدقہ کون لوگ ہیں ؟	۱۵۷
امام حسنؑ اور امام حسینؑ نے قرض چھوڑ کر وفات پائی۔	۱۵۸
امام زین العابدینؑ نے امام حسینؑ کا قرض ادا کیا	۱۵۸

باب چہارم

نص بر امامتِ حسن مجتبیٰ علیہ السلام

عنوانات	صفحہ نمبر
امیر المومنینؑ کی وصیت اور اُس کے گواہ۔	۱۶۱
امیر المومنینؑ کی وصیت۔	۱۶۱
اسرارِ امامت کی تعلیم۔	۱۶۲
کوفہ جاتے وقت امیر المومنینؑ نے یہ تبرکات اُمِ سلمہؓ کے حوالے کر دیے تھے۔	۱۶۲

باب پنجم

معجزات

عنوانات	صفحہ نمبر
خشک درخت کا سرسبز ہو جانا۔	۱۶۵
اخبار بالغیب۔	۱۶۵
ایک حبشی کو فرزندِ نرینہ کی بشارت۔	۱۶۵
استجابتِ دُعا۔	۱۶۷
کمسنی میں شاہِ روم کے اُن سوالات کے جوابات دیئے جن سے معاویہ عاجز رہا۔	۱۶۸
تجدیدِ عہد کیلئے ابوسفیانؓ کا آنا اور امام حسنؑ کی گفتگو۔	۱۶۹
ایک خبر کی تردید "میرا گھر نہیں جلا"۔	۱۷۰
زیاد کے لیے بد دُعا۔	۱۷۰
حلف کا صحیح طریقہ۔	۱۷۱
آپکی بددُعا سے مرد شامی عورت اور اُسکی زوجہ مرد میں تبدیل ہو گئے۔	۱۷۲
آپؑ نے اپنے اہلِ بیت کو مطلع فرمایا کہ میری زوجہ مجھے زہر دے گی۔	۱۷۲
علمِ ارحام	۱۷۳
آپؑ نے امیر المومنینؑ کی زیارت کرائی۔	۱۷۴
آپؑ نے معاویہ کی فرمائش پر معجزہ دکھا کر اپنی حجت قائم کی۔	۱۷۵
شب و روز میں جو کچھ ہوتا ہے ہم جانتے ہیں۔	۱۷۶
آپؑ نے اپنے پدرِ بزرگوار سے فرمایا۔	۱۷۶

باب ششم

آپؑ کا مکارمِ اخلاق علم و فضل، شرف و جلالتِ قدر اور نادر احتجاجات

عنوانات	صفحہ نمبر
آپؑ کی عبادات، زہد اور تقویٰ	۱۷۹

عنوانات	صفحہ نمبر
معاویہ کی فرمائش پر آپؑ نے بیمثال خطبہ ارشاد فرمایا۔	۱۷۹
وقتِ احتضار گریہ۔	۱۸۰
پاپیادہ حج۔	۱۸۱
بھیک مانگنا صرف تین موقعوں پر جائز ہے	۱۸۱
کمسنی میں امام حسنؑ کی معجزانہ گفتگو اور کثیر لوگوں کا مسلمان ہونا۔	۱۸۲
تعزیت کے ایک خط کا جواب۔	۱۸۶
آپؑ ہر لغت پر مکمل دستگاہ رکھتے تھے۔	۱۸۷
ٹڈی کے پروں پر مکتوب۔	۱۸۷
امام حسنؑ اور طلاق۔	۱۸۸
امام حسنؑ شبیہ رسولؐ تھے۔	۱۸۸
امام حسنؑ کے رعب و جلال سے راستے بند ہوجاتے تھے	۱۸۸
میری زبان گرہ گیر ہو رہی ہے شاید کوئی بزرگ مجھے دیکھ رہا ہے۔	۱۸۹
مجھ میں عظمت نہیں بلکہ اللہ کی دی ہوئی عزت ہے	۱۹۰
حضرت امام حسن علیہ السلام کا زہد۔	۱۹۰
آپؑ نے گھر کا نصف اثاثہ راہِ خدا میں دو مرتبہ دیا۔	۱۹۰
دریا میں غسل باحتیاط کرتے تھے۔	۱۹۱
امام حسنؑ کے پُر از موعظت اشعار۔	۱۹۱
سخاوتِ امام حسن علیہ السلام۔	۱۹۲
آپؑ کی سخاوت کے چند واقعات	۱۹۳
امام حسنؑ کے چند اشعار۔	۱۹۵
مجھے تیرے مال کی ضرورت نہیں تو ابنِ ہندہ ہے تو میں ابنِ فاطمہؑ ہوں۔	۱۹۶

عنوانات	صفحہ نمبر
جب کسی کریم کو دھوکا دیا جائے تو وہ دھوکا کھا جاتا ہے	۱۹۷
ایک مردِ شامی کی گستاخی اور آپؑ کا حلم۔	۱۹۸
حضرت علیؑ کی شان میں مروان کی گستاخی پر آپؑ کی خاموشی اور امام حسنؑ کا جلال۔	۱۹۹
حضرت علیؑ نے فرمایا: اے محمد! سنو! حسنؑ فرزندِ رسولؐ ہیں اور تم میرے فرزند ہو۔	۱۹۹
مجھے فرزندِ فاطمہؑ نہیں بلکہ فرزندِ علیؑ کہو۔	۲۰۰
جنگِ صفین میں امام حسنؑ نے عبداللہ بن عمر کو کھری کھری سُنا دی۔	۲۰۰
شاھدٍ وَّمَشْهُوْدٌ کی تفسیر۔	۲۰۱
دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کیلئے جنت ہے	۲۰۲
امام حسنؑ کا جُود و سخا	۲۰۳
ایک مرد مدنی کا اقرار، مَیں جُود میں امام حسنؑ اور حسینؑ کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔	۲۰۵
ایک شخص نے نئے انداز سے فقر و افلاس کی شکایت کی تو آپؑ نے فرمایا۔	۲۰۷
آپؑ کا ایک مختصر اور جامع خطبہ۔	۲۰۷
باپ کے سامنے بیٹے کو تقریر میں حجاب	۲۰۸
خطبۂ امام حسنؑ	۲۰۸
شرطِ قبولیتِ دُعا۔	۲۰۹
اپنی ساکھ قائم رکھنے کے لیے قرض۔	۲۰۹
پاپیادہ حج۔	۲۱۰
آپؑ نے فقراء کی دعوت قبول فرمالی۔	۲۱۰
جانوروں پر ترحم۔	۲۱۱
مروان علیہ اللعنۃ کی گستاخی۔	۲۱۱
عفو و درگذر	۲۱۱

عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
علمِ فقہ پر عبور۔	۲۱۲	خطبۂ امام حسنؑ اور بیعتِ عام۔	۲۲۸
دربارِ معاویہ میں امام حسنؑ کا خطبہ۔	۲۱۳	وقتِ بیعت آپؑ کا سن۔	۲۳۰
امام حسنؑ کے فیصلے۔	۲۱۵	**باب ہشتم**	
مدینہ میں منازلِ جبریلؑ۔	۲۱۶	**صلح کے علل واسباب**	
خطبۂ امام حسنؑ۔	۲۱۶		
منبرِ شام پر امام حسنؑ کا خطبہ اور عمرو بن العاص کی گستاخی۔	۲۱۷	اگر آپؑ صلح نہ کرتے تو معاملہ عظیم تر ہو جاتا	۲۳۵
شام کے منبر پر خطبۂ امام حسنؑ۔	۲۱۸	جب منکرِ تنزیل سے صلح ہو سکتی ہے تو منکرِ تاویل سے کیوں نہیں ہو سکتی۔	۲۳۵ / ۲۳۵
شاہِ روم کے سوالات کا جواب۔	۲۱۸	شرائطِ صلح حسبِ روایت یوسف بن مازن راسبی۔	۲۳۷
ایک مرد شامی کے سوالات۔	۲۱۹		
امام حسنؑ کی وجہ سے نمازِ عیدین میں سات تکبیریں سنّت ہوئیں۔	۲۲۰	میں نے اپنے شیعوں کی بھلائی کیلئے صلح کی ہے	۲۳۸
پا پیادہ حج۔	۲۲۰	اگر میں جنگ کرتا تو یہ لوگ میری گردن پکڑ کر معاویہ کے حوالے کر دیتے۔	۲۳۹
شر سے بچنے کیلئے مال خرچ کرنا بھی خیر ہے	۲۲۱		
آپؑ کی زبان پر کبھی کسی کیلئے کلمہ فحش جاری ہوا	۲۲۱	امام غائبؑ کیلئے امیر المومنینؑ کی پیشگوئی	۲۴۰
منبرِ کوفہ پر امام حسنؑ کا ایک خطبہ امیر المومنینؑ کی موجودگی میں۔	۲۲۱	ساری قوم کی آواز تھی البقاء، الحیاۃ	۲۴۱
		صلح کے بعد خطبۂ امام حسنؑ۔	۲۴۲
باب ہفتم		صلح پر لوگوں کا اعتراض اور آپؑ کا جواب	۲۴۳
خطبۂ امام حسنؑ، بعد شہادت امیر المومنینؑ اور لوگوں کی بیعت کا حال		صلح کا مقصد مسلمانوں کو خونریزی سے بچانا اور اللہ کی خوشنودی ہے۔	۲۴۴
		امّتِ مسلمہ کے حق میں صلح حق ہے۔	۲۴۴
		اسبابِ صلح (ضمیمہ)	۲۴۵
خطبۂ امام حسنؑ بعد شہادتِ امیر المومنینؑ۔	۲۲۵	**باب نہم**	
خطبۂ امام حسنؑ بیعت کے بعد۔	۲۲۵	**کیفیتِ مصالحت**	
خطبۂ امام حسنؑ بعد شہادتِ امیر المومنینؑ۔	۲۲۷		
امام حسنؑ کے نام مشہور وصیت نامہ۔	۲۲۸	امام حسنؑ کیلئے معاویہ کی سازش	۲۵۵

عنوانات	صفحہ نمبر
امام حسنؑ کا خط معاویہ کے نام۔	۲۵۷
معاویہ کا جواب۔	۲۵۹
امام حسنؑ و امام حسینؑ معاویہ کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔	۲۶۰
صلح کے بعد امام حسنؑ کا خطبہ۔	۲۶۰
شبِ قدر کونسی شب ہے۔	۲۶۲
خطبۂ امام حسنؑ بروایت ابنِ ابی الحدید	۲۶۲
امام حسنؑ سے اہلِ لشکر کی غداری۔	۲۶۳
اہلِ عراق کی غداری اور امامؑ کا معاویہ سے صلح پر مجبور ہونا۔	۲۶۶
صلح نامے کے شرائط۔	۲۷۰
کوفے میں بعدِ شہادتِ امیرالمومنینؑ حضرت امام حسنؑ کا خطبہ۔	۲۷۷
شرائطِ صلح از صاحبِ مناقب۔	۲۸۰
صلح پر لوگوں کی طعنہ زنی اور آپکا جواب	۲۸۲
معاویہ سے چھ ماہ تک جنگ اور عبید اللہ ابنِ عباس کی غداری۔	۲۸۴
حکومت حاصل کرنے کیلئے خونریزی مناسب نہیں۔	۲۸۶
ہم لوگ ہی خلافت کے مستحق اور اہل ہیں	۲۸۶
حضرت امام حسنؑ کا خط معاویہ کے نام۔	۲۸۹
تحریر امام حسنؑ، معاویہ کے نام مع شرائطِ صلح۔	۲۹۰
صلح کے بعد امام حسنؑ کا خطبہ۔	۲۹۱
رجعت کے سلسلے کی ایک روایت۔	۲۹۱
منبرِ کوفہ پر امام حسنؑ کا خطبہ۔	۲۹۲
آلِ محمدؐ پر امتِ محمدؐ کے مظالم۔	۲۹۴

باب دہم

وہ واقعات جو امام حسنؑ و معاویہ و اصحابِ معاویہ کے درمیان پیش آئے

عنوانات	صفحہ نمبر
دربارِ معاویہ میں شانِ امیرالمومنینؑ پر سب و شتم	۲۹۹
دعائے فرج۔	۳۰۰
خطبۂ امام حسنؑ اور ایک اموی مرد کا عورت بن جانا۔	۳۲۰
ہماری حکومت تمہاری حکومت سے دو چند ہوگی	۳۲۳
امام حسنؑ کا جوابی خطبہ اور مجمعے کا آمین کہنا۔	۳۲۳
معاویہ اور امام حسنؑ دونوں ایک ساتھ ایک ہی منبر پر۔	۳۲۴
اللہ ج نے علیؑ کو مومن اور ولید کو فاسق کہا ہے	۳۲۵
امام حسنؑ کا خط زیاد کے نام۔	۳۲۶
امام حسنؑ اور اصحابِ معاویہ کے درمیان مفاخرت	۳۲۷
میری اُمت میں گمراہی کے بھی بارہ امام ہوں گے	۳۳۰
امام حسنؑ کی عمرو بن العاص سے حالتِ طواف میں بحث۔	۳۳۸
قریش کا باہمی تفاخر اور امام حسنؑ کا جواب۔	۳۳۹
امام حسنؑ اور معاویہ کے درمیان مفاخرت	۳۴۰
اللہ ج نے مجھے رذائل اور تجھے فضائل سے دُور رکھا ہے۔	۳۴۰
مروان سے فقروں کا تبادلہ۔	۳۴۲
حبیب بن مسلمہ فہری سے گفتگو۔	۳۴۳
جو تیرہ سے زیادہ تو، تو میرے لئے جنگ کے قابل ہے	۳۴۳

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۳۴۴	مجھ میں عظمت نہیں بلکہ اللہ جؑ کی عطا کردہ عزّت ہے۔	۳۶۵	معاویہ کا مدینے میں خطبہ اور امام حسنؑ کی جوابی تقریر
		۳۶۸	صعصعہ بن صوحان اور معاویہ کا مکالمہ۔
۳۴۴	معاویہ! تو چاہتا ہے کہ بنی ہاشم فقیر بن جائیں	۳۶۹	معاویہ کی مدینے میں آمد اور انصار کا استقبال سے مقاطعہ۔
۳۴۵	اُسامہ بن زید اور عمرو بن عثمان کے درمیان باغ کا قضیہ۔	۳۶۹	عبداللہ ابن عباس سے گفتگو۔
	باب یازدہم	۳۷۲	وضعِ احادیث کا عمل (در منقبتِ معاویہ)۔
	اصحابِ امام حسنؑ اور آپکے معاصرین کے حالات	۳۷۳	شیعانِ علیؑ کا قتلِ عام۔
		۳۷۴	مقامِ منیٰ میں امام حسینؑ کا خطبہ۔
		۳۷۵	عبیداللہ ابنِ عباس کے بچوں کا قتل۔
۳۵۱	آپؑ کا ایک پُرمزاح دوست۔	۳۷۶	حُجر بن عدیؓ کا قتل اور ایک تابعی کے تاثرات۔
۳۵۱	آپؑ کے اصحاب۔	۳۷۶	حُجر بن عدیؓ کے قتل کی خبر سُن کر حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔
۳۵۲	بچے کی ولادت کی تہنیت۔		
۳۵۲	بیٹے کی ولادت پر تہنیت کا طریقہ۔	۳۷۷	عمرو بن الحمق کا قتل۔
۳۵۳	غسل کی مبارکباد دینے کا طریقہ۔	۳۷۹	صعصعہ بن صوحان کا معاویہ کو برسرِ منبر ٹوکنا۔
۳۵۳	آپؑ کے حاجب و دربان۔		
۳۵۳	آپؑ کے اصحاب۔	۳۸۰	معاویہ اور حارثہ بن قدامہ سے فقروں کا تبادلہ
۳۵۴	امام حسنؑ کے حواری۔		**باب دوازدہم**
۳۵۴	ابنِ عباس اور مدحِ علی علیہ السلام		
۳۵۵	ابنِ عباس کی معاویہ اور عمرو بن عاص سے سخت کلامی۔		**حلیۂ مبارک، سنِ شریف شہادت اور تدفین**
۳۵۹	ابنِ عباس اور معاویہ کے مابین خلافت پر بحث۔	۳۸۵	تاریخِ ولادت و شہادت۔
۳۶۱	سعد بن ابی وقاص اور فضائلِ علیؑ	۳۸۶	آپؑ کا حلیۂ مبارک۔
۳۶۳	زینب بنتِ عبداللہ بن جعفر طیار سے یزید بن معاویہ کا پیغام۔	۳۸۶	نام، کنیت اور القاب۔
		۳۸۷	تاریخِ ولادت کی تحقیق۔

عنوانات	صفحہ نمبر
حالاتِ مرض و شہادت۔	۳۸۹
بسترِ مرگ پر امام حسنؑ کے پند و نصائح۔	۳۹۰
سببِ وفات اور حضرت عائشہ کا یوم البغل۔	۳۹۳
جُعدہ کا گھرانا اور اہلِ بیتؑ سے دشمنی۔	۳۹۵
دفنِ امام حسنؑ پر حضرت عائشہ سے امام حسینؑ و حضرت محمد بن حنفیہؓ کی تلخ کلامی۔	۳۹۶
سنِ وفات حسبِ روایت "کافی"	۳۹۸
تاریخِ ولادت باسعادت۔	۳۹۸
آپؑ کو اور آپؑ کی کنیز کو زہر دیا گیا۔	۳۹۹
تاریخِ ولادت و شہادت اور مختلف روایات	۳۹۹
زہر شاہِ روم سے منگوایا گیا تھا۔	۴۰۱
جگر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔	۴۰۳
امام حسنؑ پر گریہ اور بقیع میں اُن کی زیارت کا ثواب۔	۴۰۴
اہلِ بیتؑ کے مصائب پر رسولؐ کا گریہ۔	۴۰۵
تاریخِ وفات میں اختلاف۔	۴۰۵
دوستوں کی جدائی پر گریہ۔	۴۰۶
پہلی عورت جو خچر پر سوار ہوئی۔	۴۰۷
زیارتِ قبرِ امام حسنؑ ہر شب جمعہ میں۔	۴۰۷
حالاتِ وفات حسبِ روایت ابنِ عباس۔	۴۰۷
وصیت نامہ۔	۴۰۸
دفن کے حالات۔	۴۰۹
ارتکابِ جرم سے قبل سزا نہیں۔	۴۱۱
شیخین کا پہلوئے رسولؐ میں دفن از روئے قرآن جائز نہیں تھا۔	۴۱۱
فضال اور ابو حنیفہ کا مناظرہ۔	۴۱۳
حالاتِ وفات حسبِ روایت مغیرہ	۴۱۴
جنازۂ امام حسنؑ پر تیروں کی بارش۔	۴۱۷
سببِ وفات صاحبِ "الارشاد" کے نزدیک۔	۴۱۷
امام حسنؑ کو سونے کا بُرادہ پلایا گیا۔	۴۱۸
وقتِ احتضار۔	۴۱۹
بھائی کی موت پر امام حسینؑ کا مرثیہ۔	۴۲۰
تاریخِ ولادت و وفاتِ شہادت۔	۴۲۰

باب سیزدہم

تعدادِ ازواج و اولاد

عنوانات	صفحہ نمبر
تعدادِ اولاد اور اُنکے حالات۔	۴۲۴
زید بن حسنؑ کی شخصیت۔	۴۲۴
زید بن حسنؑ کے بنی اُمیہ سے تعلقات۔	۴۲۵
حسن بن حسنؑ کے حالات۔	۴۲۶
تعدادِ اولاد و تعدادِ ازواج میں اختلاف	۴۲۹
عبداللہ بن عامر سے معاویہ کا فریب۔	۴۳۱
حالاتِ احرام میں عبدالرحمٰن بن حسنؑ بن علیؑ کا انتقال۔	۴۳۱
فہرستِ ازواج۔	۴۳۱

بحار الانوار

باب ۱

ولادت

اسمائے گرامی و نقشِ خاتم

(١) تاریخِ ولادت حضرت امام حسینؑ

حضرت امام حسین علیہ السلام

اپنے بھائی حضرت امام حسن علیہ السلام کی ولادت کے دس ماہ بیس دن بعد مدینہ منورہ میں بروز پنجشنبہ یا سہ شنبہ ۵ شعبان المعظم ۴ھ کو جس سال جنگِ خندق واقع ہوئی تھی پیدا ہوئے

اسمِ گرامی و کُنیت والقاب

آپؑ کا اسمِ گرامی "حسینؑ" ہے، مگر توریت میں آپؑ کا نام "شبّیرؑ" اور انجیل میں "طاب" ہے۔ آپؑ کی کُنیت ابوعبداللہ اور الخاصّ و ابوعلی ہے۔

آپؑ کے القاب، الشّہید السعید۔ السّبط الثّانی اور الامام الثّالث ہیں۔

(مناقب ابنِ شہر آشوب)

(٢) آپؑ کا سب سے اعلیٰ لقب

کمال الدّین ابنِ طلحہ کا بیان ہے کہ

حضرت امام حسین علیہ السلام کی کُنیت، صرف "ابوعبداللہ" ہے، کوئی اور نہیں ہے۔ ہاں القاب بہت ہیں۔ الرّشید، الطیّب، الوفی، السّیّد، الزکی، المبارک۔

التّابع لمرضاۃ اللہ۔ السّبط۔

لیکن ازروئے منزلت سب سے اعلیٰ لقب وہ ہے جس لقب سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اُن کو اور اُن کے بھائی امام حسن علیہ السلام کو یاد فرمایا ہے کہ یہ دونوں "سیّدا شباب اھل الجنّۃ" ہیں۔ لہٰذا آپؑ کا سب سے اعلیٰ واشرف لقب "اَلسّیّد" ہے اور اسی طرح "اَلسِّبط" بھی آپؑ کا اعلیٰ لقب ہے۔ اِس لیے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے ایک صحیح حدیث ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ حسینؑ "سبط من الاسباط" ہے

★ ابنِ خشّاب کا بیان ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی کُنیت ابوعبداللہ

اور لقب، اَلرَّشِید، الطَّیِّب، الوَفِی، اَلسَّیِّد، المبارک، التَّابِع لمرضاۃ اللّٰہ، الدَّلِیل علیٰ ذاتِ اللّٰہ، اَلسِّبط ہے۔

(کشف الغمہ)

(۳) حضرت امام حسنؑ کا نام بذریعۂ وحی تجویز ہوا

زیدؒ بن علیؑ نے اپنے پدرِ بزرگوار حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ:

"جب امام حسن علیہ السلام پیدا ہوئے تو حضرت فاطمہ زہراؑ نے حضرت علیؑ سے کہا کہ اِس بچّے کا کوئی نام تو رکھیے۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا، نہیں میں اِس کا نام رکھنے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر سبقت نہیں کروں گا۔ اتنے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تشریف لائے تو حضرت حسنؑ کو ایک زرد پارچے میں لپیٹ کر آپؐ کے سامنے لایا گیا۔ آپؐ نے فرمایا: کیا میں نے تم لوگوں کو منع نہیں کیا تھا کہ اسے زرد پارچے میں نہ لپیٹنا؟: پھر آپؐ نے وہ زرد پارچہ نکال کر پھینک دیا، اور سفید پارچہ منگوا کر اس میں لپیٹ دیا۔ اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا تم نے اِس کا کوئی نام بھی رکھا ہے؟ حضرت علی علیہ السلام نے عرض کی، میں اِس کا نام رکھنے میں آپؐ پر ہرگز سبقت نہ کروں گا: آنحضرتؐ نے فرمایا، میں بھی اِس کا نام رکھنے میں اپنے پروردگار پر سبقت نہ کروں گا۔

پس اللہ تعالیٰ نے جبرئیلِ امینؑ کو بذریعۂ وحی حکم دیا کہ:

"سنو! محمدؐ کے گھر ایک بچہ پیدا ہوا ہے، اُن کے پاس اُتر کر جاؤ اُنھیں میرا اسلام کہو، میری طرف سے مبارک باد دو اور کہو، کہ "علیؑ کو تم سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے نسبت تھی" لہٰذا اس (فرزند) کا نام بھی وہی رکھ دو جو ہارونؑ کے فرزند کا نام تھا۔"

یہ حکم پاکر جبرئیلِ امینؑ نازل ہوئے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبارک باد دی اور کہا "اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اس (فرزند) کا وہی نام رکھو جو ہارونؑ کے فرزند کا نام تھا۔"

آنحضرتؐ نے پوچھا کہ ہارونؑ کے فرزند کا کیا نام تھا؟

جبرئیلؑ نے کہا اُس کا نام شبّر تھا۔

آپؐ نے فرمایا (مگر یہ تو عبرانی لفظ ہے اور) میری زبان عربی ہے۔

جبرئیلؑ نے کہا، پھر اس کا نام حسنؑ رکھ دیجیے (جو شبّر کے ہم معنی ہے)
تو آپؐ نے اُن کا نام حسنؑ رکھ دیا۔ (علل الشرائع۔ امالی شیخ صدوق علیہ الرّحمہ)

(۴) امام حسنؑ و امام حسینؑ کے نام بذریعۂ وحی تجویز ہوئے:

تین اسناد کے ساتھ حضرت امام رضا علیہ السّلام سے، اور انھوں نے اپنے آبائے کرام سے، اور انھوں نے حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السّلام سے، اور انھوں نے اسماء بنتِ عُمیس سے روایت کی ہے کہ اسماء کا بیان ہے کہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی ولادت کے موقع پر میں آپؐ کی جدّۂ ماجدہ فاطمہؑ کے پاس بحیثیت قابلہ موجود تھی، چنانچہ جب امام حسنؑ پیدا ہوئے تو نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تشریف لائے اور فرمایا۔ "اے اسماء! میرے فرزند کو میرے پاس لاؤ"۔ میں نے حسنؑ کو ایک زرد پارچے میں لپیٹ کر آپؐ کی خدمت میں حاضر کیا۔ آنحضرتؐ نے وہ زرد پارچہ نکال کر پھینک دیا، اور فرمایا۔ "اے اسماء کیا میں نے تمھیں ہدایت نہیں کی تھی کہ مولود کو زرد پارچے میں نہ لپیٹنا"۔

پھر میں نے حسنؑ کو ایک سفید پارچے میں لپیٹ کر آپؐ کو دیا۔ آپؐ نے داہنے کان میں اذان کہی اور بائیں کان میں اقامت کہی۔ پھر حضرت علیؑ سے فرمایا۔ "میرے فرزند کا تم نے کیا نام رکھا؟"

حضرت علی علیہ السّلام نے عرض کی، یا رسول اللہؐ! میں اِس کا نام رکھنے میں آپؐ پر سبقت کی جرأت نہیں کر سکتا۔ ویسے میں نے چاہا تھا کہ اِس کا نام "حرب" رکھوں۔
نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: میں بھی اِس کا نام رکھنے میں اپنے پروردگار پر سبقت نہیں کر سکتا۔

اِس کے بعد جبرئیلِ امینؑ نازل ہوئے اور کہا۔ "اے محمدؐ! اَلعَلِیُّ الاَعلیٰ آپؐ کو سلام کہتا ہے اور یہ ارشاد فرماتا ہے کہ:

"عَلِیٌّ مِنكَ بِمَنزِلَةِ هَارُونَ مِن مُوسیٰ وَلا
نَبِیَّ بَعدَكَ سَمِّ ابنَكَ هٰذا باسم ابن هارون"

ترجمہ:۔ (علیؑ کو تم سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی مگر تمہارے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا۔ تم اپنے اِس فرزند کا نام ہارونؑ کے فرزند کے نام پر رکھو۔)

آنحضرتؐ نے جبرئیلؑ سے پوچھا، ہارونؑ کے فرزند کا کیا نام تھا ؟
جبرئیلؑ نے عرض کیا "شبّر"
آپؐ نے فرمایا، مگر میری زبان تو عربی ہے۔
جبرئیلؑ نے کہا، پھر آپؐ اِس مولود کا نام "حسنؑ" رکھ دیجیے۔
اسماء بنتِ عُمیس کا بیان ہے کہ پھر آنحضرتؐ نے اس فرزند کا نام حسنؑ رکھدیا
جب حسنؑ کی ولادت کا ساتواں دن آیا تو آپؐ نے دو عدد چتکبرے مینڈھوں پر اُن کا عقیقہ کیا، اور اُن کی قابلہ (دایہ) کو اس کی ایک ران اور ایک دِینار عطا فرمایا۔ اُن کا سر مُنڈوایا اور اُن کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی تصدق فرمائی، اور سر پر زعفران کا لیپ کر دیا، اور فرمایا "اے اسماء بچے کے سر پر خون کا لیپ کرنا رسمِ جاہلیّت ہے۔

★ امام حسینؑ کی ولادت پر رسولؐ کا گریہ

اَسماء کا بیان ہے کہ جب امام حسنؑ کی ولادت کو ایک سال گُذرا تو حسینؑ پیدا ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ فرمایا، اے اسماء! میرے فرزند کو میرے پاس لاؤ۔
میں نے ایک پارچۂ سفید میں لپیٹ کر آپؐ کو دیا۔ آپؐ نے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اور حسینؑ کو اپنی آغوش میں رکھ کر گریہ فرمانے لگے
اسماء کا بیان ہے، میں نے عرض کی، میرے ماں باپ آپؐ پر قربان، آپؐ کیوں گریہ فرما رہے ہیں ؟
آپؐ نے فرمایا کہ میں اپنے اِس فرزند پر گریہ کر رہا ہوں۔
میں نے عرض کی، یارسول اللہؐ! یہ بچہ تو ابھی پیدا ہوا ہے۔ ؟
آپؐ نے فرمایا، ہاں، مگر اِس کو میرے بعد ایک باغی گروہ قتل کرے گا اور اُس گروہ کو میری شفاعت نصیب نہ ہوگی۔
پھر آپؐ نے فرمایا، اے اسماء! دیکھنا، یہ بات تم فاطمہؑ کو نہ بتا دینا اِس لیے کہ اس کے عنقریب ہی تو اِس بچے کی ولادت ہوئی ہے (ابھی وہ زچہ ہے)
پھر آپؐ نے حضرت علیؑ سے پوچھا، تم نے میرے اِس فرزند کا نام کیا رکھا؟
حضرت علیؑ نے عرض کی یارسول اللہؐ! میں اِس کا نام رکھنے میں آپؐ پر

سبقت نہیں کرتا، ویسے میں چاہتا تھا کہ اِس بچّے کا نام "حرب" رکھوں۔

نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا، میں بھی اِس کا نام رکھنے میں اپنے پروردگار پر سبقت نہ کروں گا۔

پھر جبرئیلؑ نازل ہوئے اور اُنھوں نے کہا، اے محمدؐ! اَلعَلِیُّ الاَعلیٰ آپؐ کو سلام کہتا ہے اور یہ ارشاد فرماتا ہے کہ:

"عَلِیٌّ منك کھارون من موسیٰ سَمِّ ابنك ھٰذا باسم ابن ھارون۔"

ترجمہ: (علیؑ کو تم سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی، لہٰذا اپنے اس فرزند کا نام ہارونؑ کے فرزند کے نام پر رکھو۔)

نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا، ہارونؑ کے فرزند کا کیا نام تھا؟

جبرئیلؑ نے کہا، "شبّیر"

نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا، مگر میری زبان تو عربی ہے۔

جبرئیلؑ نے کہا، پھر اس مولود کا نام حُسَینؑ رکھ دیجیے۔

آنحضرتؐ نے اُن کا نام حُسَینؑ رکھ دیا۔

اب جب ساتواں دن آیا تو آنحضرتؐ نے دو چتکبرے مینڈھوں پر اُن کا عقیقہ کیا۔ اور حسینؑ کی قابلہ (دایہ) کو مینڈھے کی ایک ران اور ایک دینار دیے۔ پھر آپؐ نے حسینؑ کا سر منڈوایا اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی تصدّق کی، اُن کے سر پر زعفران کا لیپ کر دیا۔ پھر فرمایا، اے اسماء! بچّے کے سر پر خون کا لیپ کرنا، یہ تو جاہلیت کا طریقہ ہے۔ (عیون اخبار الرّضا، صحیفۃ الرّضا)

★ صحیفۃ الرّضا میں بھی امام رضا علیہ السّلام سے اسی کے مثل روایت ہے۔

★ واعظ نے "شرف النبی" میں، سمعانی نے "فضائل الصّحابہ" میں، نیز ہمارے اصحاب کی ایک جماعت نے اپنی اپنی کتابوں میں حضرت امیر المومنینؑ سے اور حضرت علی ابن الحسین علیہ السّلام سے اور اسماء بنتِ عُمَیس سے اسی کے ہم مضمون روایت نقل کی ہے۔

(مناقب ابنِ شہر آشوب)

⑤ دونوں کی ولادت کے درمیان زمانۂ حمل کا فاصلہ

مندرجہ بالا اسناد کے ساتھ حضرت امام حسن بن علی علیہ السلام سے روایت ہے۔ آپؑ کا نام حسنؑ، ولادت کے ساتویں دن رکھا گیا۔ اور حسنؑ کے نام ہی سے حسینؑ کا نام بھی مشتق ہُوا۔ آپؑ نے یہ بھی فرمایا کہ ہم دونوں کی ولادت کے درمیان زمانۂ حمل کا فاصلہ رہا ہے۔ (عیون الاخبار الرّضا صحیفۃ الرّضا)

⑥ ولادت ہی کے دن کان میں اذان

مندرجہ بالا اسناد کے ساتھ حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام سے روایت ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے کان میں یومِ ولادت نماز والی اذان کہی۔
(عیون الاخبار الرّضا، صحیفۃ الرّضا)

⑦ عقیقہ کے گوشت میں قابلہ کا حصّہ

مندرجہ بالا اسناد کے ساتھ حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے امام حسنؑ و امام حسینؑ کا عقیقہ کیا اور قابلہ کو بکری کی ایک ران اور ایک دینار دیے۔ (عیون الاخبار الرّضا، صحیفۃ الرّضا)

⑧ امام حسنؑ کا زبانِ رسالتمآبؐ چوسنا

جابر بن عبد اللہ رضؓ سے روایت ہے کہ مدّتِ حمل پوری ہونے کے بعد حضرت فاطمہؑ کے یہاں امام حسنؑ کی ولادت ہوئی۔ اور نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے پہلے سے حکم دے دیا تھا کہ جب بچّے کی ولادت ہو تو اُسے سفید پارچے میں لپیٹنا مگر عورتوں نے اُسے زرد پارچے میں لپیٹ دیا۔ نیز جناب فاطمہ زہراؑ نے حضرت علیؑ سے کہا، آپ اِس بچّے کا کوئی نام تجویز کر دیجیے۔ اُنھوں نے کہا، میں اِس کا نام رکھنے میں ہرگز

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر سبقت نہ کروں گا۔

اتنے میں نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تشریف لائے۔ حسنؑ کو گود میں لیا، رُخساروں کو بوسہ دیا، اور اپنی زبان اُن کے دہن میں دے دی، اور حسنؑ آپؐ کی زبانِ شیریں چوسنے لگے۔

پھر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے عورتوں سے فرمایا، کیا میں نے تم سے پہلے ہی نہیں کہہ دیا تھا کہ اِسے زرد کپڑے میں نہ لپیٹنا۔ یہ فرما کر آپؐ نے سفید کپڑا منگا کر اس میں لپیٹ لیا اور وہ زرد کپڑا پھینک دیا۔ پھر بچّے کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اور حضرت علیؑ سے پوچھا، تم نے اس کا نام کیا رکھا ؟

اُنھوں نے عرض کیا، میں اس کا نام رکھنے میں آپؐ پر سبقت نہیں کر سکتا۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا، تو پھر میں بھی اس مولود کا نام رکھنے میں اپنے پروردگار پر سبقت نہیں کروں گا۔

پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبرئیلِ امینؑ کو بذریعۂ وحی حکم ہوا کہ محمدؐ کے گھر ایک فرزند کی ولادت ہوئی ہے تم اُن کے پاس جاؤ، میرا سلام کہو، اور میری طرف سے اور خود اپنی طرف سے اُن کو مبارکباد دو، اور اُن سے کہہ دو کہ :

"اِنَّ عَلِیًّا مِنْکَ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی
فَسَمِّهٖ بِاسْمِ ابْنِ هَارُوْنَ ۔"

ترجمہ : (بیشک علیؑ کو تم سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی۔ لہٰذا اس مولود کا نام ہارونؑ کے فرزند کے نام پر رکھو)

پس جبرئیلِ امینؑ، آنحضرتؐ کی خدمت میں نازل ہوئے، اللہ تعالیٰ کی جانب سے اور اپنی جانب سے انھیں مبارکباد دی، اور کہا، "اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو حکم دیا ہے کہ آپؐ اِس مولود کا وہی نام رکھیں جو ہارونؑ کے فرزند کا تھا۔

آنحضرتؐ نے پوچھا، اُس کا کیا نام تھا ؟

جبرئیلِ امینؑ نے کہا "شبّر"

آپؐ نے فرمایا، مگر میری زبان تو عربی ہے۔

جبرئیلِ امینؑ نے کہا، پھر اس کا نام "حسنؑ" رکھ دیجیے۔

لہٰذا آنحضرتؐ نے اس مولود کا نام حسنؑ رکھ دیا۔

اب جب امام حسینؑ کی ولادت ہوئی تو نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اُس وقت

بھی تشریف لائے اور امام حسینؑ کے ساتھ بھی وہی کچھ ہوا جو امام حسنؑ کی ولادت کے موقع پر ہو چکا تھا۔

پس جبرئیلِ امینؑ نازل ہوئے اور انھوں نے کہا، یا رسول اللہؐ خدائے بزرگ آپؐ کو سلام کہتا ہے اور یہ حکم دیتا ہے کہ:

"اِنَّ عَلِیًّا مِنْكَ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی فَسَمِّهٖ بِاسْمِ ابْنِ هَارُوْن"

ترجمہ: (علیؑ کو آپؐ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی، لہٰذا اِس مولود کا وہی نام رکھیں جو نام ہارونؑ کے فرزند کا تھا۔)

آپؐ نے پوچھا، اُس کا کیا نام تھا؟

جبرئیلِ امینؑ نے کہا، اُس کا نام "شبّیر" تھا۔

آپؐ نے فرمایا، مگر میری زبان تو عربی ہے۔

جبرئیلِ امینؑ نے کہا، پھر اس کا نام "حسینؑ" رکھ دیجیے۔

تو آنحضرتؐ نے اُن کا نام حسینؑ رکھ دیا۔

(معانی الاخبار، علل الشرائع)

۹ شبّرؑ و شبّیرؑ نام رکھنے کا سبب

اعمش نے سالم سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ: "میں نے ان دونوں فرزندوں کا وہی نام رکھا ہے جو ہارونؑ کے دونوں فرزند "شبّر و شبّیر" کے نام تھے۔ (علل الشرائع)

۱۰ اُن کے وہی نام رکھے گئے جو فرزندانِ ہارونؑ کے تھے

عبداللہ ابنِ عبّاسؓ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

"اے فاطمہؑ! حسنؑ و حسینؑ کے نام وہی ہیں جو ہارونؑ کے دونوں فرزندوں شبّر و شبّیر کے نام تھے۔ اس لیے کہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت مکرّم کے برابر ہیں۔ (علل الشرائع)

(۱۱) نامِ حسینؑ، حسنؑ سے مشتق ہے

حضرت امام جعفر صادق بن امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے پدرِ بزرگوار سے روایت کی ہے کہ: جبرئیلِ امینؑ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے پاس امام حسنؑ کا نام اور ایک حُلّہ جنّت بطورِ ہدیہ لائے اور امام حسینؑ کا نام، امام حسنؑ کے نام سے مشتق ہوا۔

(علل الشّرائع ۔ معانی الاخبار)

(۱۲) جناب فاطمہ زہراؑ کی نظر میں امام حُسینؑ امام حسنؑ سے بھی زیادہ حَسین تھے

عمرو بن دینار نے عکرمہ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت فاطمہؑ کے یہاں امام حسنؑ تولّد ہوئے تو وہ اُنھیں لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں آئیں اور آپؐ نے اُن کا نام "حسن" رکھا۔ پھر جب امام حسینؑ تولّد ہوئے تو اُنھیں بھی لے کر آنحضرتؐ کی خدمت میں آئیں اور عرض کی، "یا رسول اللہؐ! یہ بچّہ تو اس سے بھی زیادہ حَسین ہے"۔ آپؐ نے اُن کا نام "حُسین" رکھ دیا۔

(علل الشّرائع ۔ معانی الاخبار)

(۱۳) نقشِ خاتم

حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے: آپؑ نے فرمایا کہ امام حسن علیہ السلام کا نقشِ خاتم "اَلعِزَّۃُ لِلّٰہِ" تھا۔ اور امام حسین علیہ السلام کا نقشِ خاتم "اِنَّ اللّٰہَ بَالِغُ اَمرِہٖ" تھا۔

(عیون الاخبار الرضا ۔ امالی شیخ صدوقؒ)

(۱۴) امام حسنؑ کی ولادت سے پہلے اُمُّ الفضل کا خواب

اُمّ الفضل زوجۂ جناب عبّاسؓ سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے عرض کی، یا رسول اللہؐ! خداوندِ عالم آپؐ پر

اپنی رحمتیں نازل فرمائے، میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آپؐ کے جسمِ مبارک کے اعضا میں سے ایک عضو میری آغوش میں ہے۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا "اِس کی تعبیر یہ ہے کہ فاطمہ زہراؑ کے یہاں ایک فرزند پیدا ہوگا اور تم اُس کی دایہ بنو گی۔"

چنانچہ جب فاطمہ زہراؑ کے یہاں امام حسنؑ کی ولادت ہوئی تو آنحضرتؐ نے انھیں اُمُّ الفضلؓ کے حوالے کیا اور اُمُّ الفضلؓ نے اُنھیں قُثم بن عباسؓ کے دودھ میں شریک کرلیا۔

(۱۵) ولادت امام حسینؑ سے پہلے اُمِّ ایمنؓ کا خواب

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ "ایک مرتبہ اُمِّ ایمنؓ کے پڑوسی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں آئے، اور عرض کی، یا رسول اللہؐ! گزشتہ شب اُمِّ ایمنؓ بالکل نہیں سوئیں روتی ہی رہیں اور روتے روتے صبح کر دی۔

آنحضرتؐ نے اُمِّ ایمنؓ کو طلب کیا۔ جب وہ آئیں تو آپؐ نے فرمایا "اے اُمِّ ایمن! اللہ تعالیٰ تمھیں کبھی نہ رُلائے، یہ تمھارے پڑوسی میرے پاس آئے اور انھوں نے مجھے بتایا کہ تم رات بھر روتی رہیں۔ اللہ تعالیٰ تمھاری آنکھوں کو کبھی نہ رُلائے، آخر بات کیا ہے؟"

اُمِّ ایمنؓ نے عرض کی، یا رسول اللہؐ! میں نے ایک بہت سخت ڈراؤنا خواب دیکھا اور میں رات بھر روتی رہی۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا "آخر بتاؤ تو کہ کیا خواب دیکھا، اِس لیے کہ اللہؐ اور اُس کا رسولؐ اس خواب کی تعبیر سب سے بہتر جانتے ہیں۔

اُمِّ ایمنؓ نے عرض کی، یا رسول اللہؐ! مجھ میں ہمت نہیں کہ اُس خواب کو آپؐ کے سامنے بیان کروں۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا، تمھارے خواب کا مطلب اور تعبیر وہ نہیں ہے جو تم سمجھ رہی ہو۔ لہٰذا، اللہ کے رسولؐ سے وہ خواب بیان کرو۔

اُمِّ ایمنؓ نے عرض کی، میں نے اس شب کو خواب میں دیکھا کہ آپؐ کا ایک عضوِ جسد میرے گھر میں پڑا ہوا ہے۔

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا، اے اُمِّ ایمن! اللہ تمہاری آنکھوں کو سونا نصیب کرے۔ فاطمہؑ کے یہاں حسینؑ پیدا ہونے والے ہیں اور تم حسینؑ کی پرورش کروگی اور اُن کو دودھ پلاؤ گی۔ اِس طرح میرے جسم کا ایک عضو تمہارے گھر میں ہوگا۔

پس جب جناب فاطمہ زہراؑ کے یہاں امام حسینؑ پیدا ہوئے تو ساتویں دن آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ اِس بچّے کا سر مُنڈوایا جائے اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی تصدّق کی جائے، ان کا عقیقہ کیا جائے۔

پھر اُمِّ ایمنؓ نے رسول اللہؐ کی چادر میں حسینؑ کو لپیٹا اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں لائیں۔

آپؐ نے فرمایا، یہ بچّہ بھی بہت اچھا ہے اور اِسے اُٹھا کر لانے والی بھی بہت اچھی ہے اے اُمِّ ایمنؓ! دیکھو یہ ہے تمہارے خواب کی تعبیر۔ (امالی شیخ صدوقؒ)

★ کتاب مناقب میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام، اور ابنِ عبّاسؓ سے بھی یہی روایت ہے۔ نیز اِس روایت کو قیروانی نے کتابِ تعبیر میں صاحبِ فضائلِ صحابہ نے بھی تحریر کیا ہے۔ (مناقب ۔ کتاب التّعبیر۔ فضائل الصّحابہ)

(۱۶) رسولؐ اللہ کا قول، پھوپھی لائیے یہ بچّہ پاک وطاہر پیدا ہوا ہے

اَسماء بنتِ ابی بکر نے حضرت صفیہ بنتِ حضرت عبدالمطّلب سے روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہ زہراؑ کے بطن سے امام حسینؑ کی ولادت ہوئی تو اُس وقت حضرت فاطمہ زہراؑ کی دیکھ بھال میں کر رہی تھی۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مجھ سے فرمایا پھوپھی جان! میرے فرزند کو میرے پاس لائیے۔

میں نے عرض کی، یا رسول اللہؐ! ابھی میں نے اِس بچّے کو نہلا کر پاک نہیں کیا ہے۔

آپؐ نے فرمایا، پھوپھی جان! کیا اِس کو آپ پاک کریں گی، اِس کو تو اللہ تعالیٰ نے پاک و پاکیزہ ہی پیدا کیا ہے۔

(امالی شیخ صدوقؒ)

(۱۷) حضرت صفیہؓ کی روایت
حسینؑ زبانِ رسولؐ چوسنے لگے

انھیں اسناد کے ساتھ حضرت صفیہؑ بنتِ حضرت عبدالمطلبؓ سے روایت ہے کہ جب فاطمہ زہراؑ کے بطن سے امام حسینؑ پیدا ہوئے، میں نے اس مولود کو لاکر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیا۔ آپؐ نے اپنی زبانِ مبارک حسینؑ کے دہن میں دے دی اور حسینؑ آپؐ کی زبانِ مبارک چوسنے لگے، حالانکہ میرا یہ خیال تھا کہ آنحضرتؐ اُن کو دودھ یا شہد چٹائیں گے۔

حضرت صفیہؓ کا بیان ہے کہ اسی اثنا حسینؑ نے پیشاب کر دیا، تو آنحضرتؐ نے اُن کی پیشانی کو بوسہ دیا اور انھیں میرے حوالے کر دیا۔ آنحضرتؐ روتے جاتے اور فرماتے جاتے تھے،

"اے فرزند! اُس قوم پر اللہ کی لعنت جو تجھے قتل کرے گی۔"

یہ بات آپؐ نے تین مرتبہ فرمائی۔ میں نے عرض کیا۔ میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں انھیں کون قتل کرے گا؟

آپؐ نے فرمایا، بنی اُمیہ میں سے ایک باغی گروہ کی اولاد۔ اللہ اُن لوگوں پر لعنت کرے۔ (امالی شیخ صدوقؒ)

(۱۸) حسینؑ سے بازو مَس کیے اور فطرس کو پَر و بال عطا کر دیے گئے

ابراہیم بن شعیب سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت حسینؑ ابنِ علیؑ تولّد ہوتے تو اللہ جل نے جبرئیلِ امینؑ کو حکم دیا کہ وہ ایک ہزار ملائکہ لے کر جائیں اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے اور اپنی جانب سے رسول اللہؐ کو مبارکباد دیں۔

یہ حکم پاکر جبرئیلِ امینؑ نازل ہوتے اور سمندر کے اندر ایک جزیرے کی طرف سے ہو کر گذرے جس میں ایک مَلک فطرس نام کا تھا جو کسی وقت حاملانِ عرش سے تھا

اللہ تعالےٰ نے اُسے کسی کام کے لیے بھیجا تھا۔ اُس نے کام میں تاخیر کی، تو اللہ تعالےٰ نے اُس کے بازو توڑ کر اُسے اسی جزیرے میں ڈال دیا اور وہ سات سو سال تک وہیں پڑا ہوا اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف تھا، یہاں تک کہ حضرت امام حسینؑ تولد ہوئے۔ فطرُس نے جبرئیلِ امینؑ سے دریافت کیا، اے جبرئیل! کہاں کا ارادہ ہے؟

جبرئیلِ امینؑ نے جواب دیا، اللہ تعالےٰ نے محمدؐ کو ایک نعمت عطا کی ہے میں، اللہ تعالےٰ کی جانب سے اور اپنی طرف سے اُنھیں تہنیت دینے کے لیے بھیجا گیا ہوں۔

فطرُس نے کہا، اے اخی جبرئیل! مجھے بھی اپنے ہمراہ لے چلو شاید حضرت محمدؐ میرے لیے دُعا فرمائیں (اور میرا قصور معاف ہو جائے)۔

جبرئیلِ امینؑ نے فطرُس کو اپنے ہمراہ لے لیا۔

جب حضرت جبرئیلِ امینؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اللہ تعالےٰ کی جانب سے اور اپنی جانب سے تہنیت ادا کی۔ پھر آپؐ سے جبرئیلِ امینؑ نے فطرُس کا حال بیان کیا۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا، جاؤ فطرس سے کہدو کہ وہ اپنے بازوؤں کو اِس مولود سے مسح کرے اور پرواز کر کے اپنے اصل مقام پر واپس جائے۔

پس فطرسؑ نے اپنے بازو امام حسینؑ سے مسح کیے، فوراً ہی اُس کے ٹوٹے ہوئے بازو صحیح ہو گئے اور وہ اُڑ کر فضا میں بلند ہو گیا اور عرض کی یا رسول اللہؐ! لیکن اس فرزند کو آپؐ کی اُمت قتل کرے گی۔ اور مجھ پر حسینؑ کے اِس احسان کا بدلہ فرض ہے۔ لہٰذا اِن کا جو بھی زائر اِن کی زیارت کو چلے گا، میں اُس کو اِن تک پہنچاؤں گا۔ جو اِن کو سلام کرے گا میں اُس کے سلام کو اِن تک پہنچاؤں گا، جو اِن پر دُرود بھیجے گا، میں اُس کے دُرود کو اِن تک پہنچاؤں گا۔ یہ کہہ کر وہ فضا میں پرواز کر گیا۔ (امالی شیخ صدوقؒ)

★ محمد بن جعفر رزاہ نے ابنِ ابی خطاب سے، اُنھوں نے موسیٰ بن سعدان سے، اُنھوں نے عبداللہ بن قاسم سے اور انھوں نے ابراہیم بن شعیب سے یہی روایت کی ہے۔ (امالی شیخ صدوقؒ)

(۱۹) فطرس کو ناز، کہ میں آزاد کردہ حسینؑ ہوں

حضرت امام جعفر صادقؑ اور ابنِ عباسؓ سے مناقب ابن شہر آشوب میں فطرس کی یہی روایت مرقوم ہے۔ علامہ طوسیؒ نے مصباح میں قاسم بن ابی العلا ہمدانی سے یہی روایت رقم کی ہے

★ کتاب "المسئلۃ الباھرہ فی تفضیل الزہراءِ الطاھرہ" میں ابو محمد حسن بن طاہر قائنی ہاشمی سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فطرس کو اختیار دیدیا تھا کہ وہ اپنی سزا خود تجویز کرے کہ اُسے دنیا میں سزا دے دی جائے یا آخرت میں۔

فطرس نے اپنے لیے دنیا کی سزا کو منتخب کیا۔ چنانچہ اُس کو اُس کی آنکھوں کی پلکوں کے ذریعے سمندر کے ایک ایسے جزیرے میں لٹکا دیا گیا جس میں کسی جاندار کا گذر نہ تھا اور اُس کے نیچے ایک بدبودار دھواں نکلتا رہتا تھا۔

جب فطرس نے محسوس کیا کہ فرشتے آسمان سے نازل ہو رہے ہیں تو اُن میں سے ایک فرشتے سے جو اُس کے قریب سے گذر رہا تھا، سببِ نزولِ ملائکہ دریافت کیا، تو اُس نے جواب دیا کہ نبیؐ اُمّی وحاشر کے گھر اُن کی بیٹی اور اُن کے وصی کے یہاں ایک ایسا فرزند تولّد ہوا ہے جس کی نسل سے تاقیامت ائمۂ ہُدیٰ پیدا ہوتے رہیں گے۔

فطرس نے جس فرشتے سے دریافت کیا تھا اُس سے درخواست کی کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں میری جانب سے بھی تہنیت پیش کر دینا، اور اُن سے میرا حال بتا دینا۔

الغرض جب نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو فطرس کا حال معلوم ہوا تو آپؐ نے حسینؑ کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے فطرس کے لیے دعا کی کہ اس کی تقصیر معاف فرما دے۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کا قصور معاف فرما دیا۔ تو فطرس خود حاضرِ خدمتِ پیغمبرؐ ہوا، اور نواسے کی پیدائش کی تہنیت پیش کی اور یہ کہتا ہوا اپنی منزل کی جانب پرواز کر گیا کہ "میرا مثل کون ہو سکتا ہے، میں حسینؑ ابنِ علیؑ و فاطمہؑ اور حسینؑ کے جدِّ نامدار احمدِؐ حاشر کا آزاد کردہ ہوں۔"

(مناقب ابنِ شہر آشوب)

(۲۰) قبل از ولادت شہادت کی خبر

عبدالرحمٰن بن کثیر ہاشمی سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے دریافت کیا۔ میں آپؑ پر قربان، یہ بتائیے کہ: اولادِ حسینؑ کو اولادِ حسنؑ پر کس طرح فضیلت حاصل ہے جبکہ وہ دونوں فضل وشرف میں برابر تھے؟

آپؑ نے جواب میں فرمایا، میرا خیال ہے کہ تم لوگ اس بات کو نہ مانو گے مگر خیر سنو! امام حسین علیہ السّلام کی ولادت سے قبل جبرئیلِ امینؑ، حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت

میں نازل ہوئے اور عرض کی کہ آپؐ کے یہاں ایک فرزند پیدا ہوگا جس کو آپؐ کے بعد آپؐ کی اُمّت قتل کر دے گی۔

آپؐ نے فرمایا، "اے جبرئیل! پھر ایسے فرزند کی ہمیں ضرورت نہیں۔"

جبرئیلؑ نے یہ تین بار کہا، اور آپؐ نے یہی جواب دیا۔ پھر آپؐ نے حضرت علیؑ کو بُلایا اور کہا، "جبرئیل امینؑ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خبر لائے ہیں کہ آپؐ کے یہاں ایک فرزند پیدا ہوگا جس کو آپؐ کے بعد آپؐ کی اُمّت قتل کر دے گی۔"

حضرت علی علیہ السلام نے جواب دیا، "یا رسول اللہؐ! پھر ایسے فرزند کی مجھے ضرورت نہیں۔" یہ بات رسول اللہؐ نے تین بار فرمائی اور حضرت علیؑ نے یہی جواب دیا۔

آپؐ نے فرمایا، "مگر وہ فرزند خود امام ہوگا اور اُس کی نسل میں امامت و وراثت باقی رہے گی۔"

پھر آپؐ نے جناب فاطمہ زہراؑ کے پاس کہلا بھیجا کہ اللہ تعالیٰ تمھیں ایک فرزند کے پیدا ہونے کی خوشخبری دیتا ہے اور یہ بھی ارشاد فرماتا ہے کہ میرے بعد میری اُمّت اُس کو قتل کر دے گی۔

حضرت فاطمہ زہراؑ نے عرض کی، "بابا! مجھے ایسے فرزند کی ضرورت نہیں۔"

آپؐ نے تین بار یہی کہلا بھیجا اور جناب فاطمہ زہراؑ نے ہر مرتبہ یہی جواب دیا۔

آپؐ نے پھر کہلایا، "بیٹی سنو! اُس فرزند کی نسل میں امامت و وراثتِ انبیاءؑ اور خزانت ہوگی۔"

حضرت فاطمہ زہراؑ نے عرض کی، "اگر وہ فرزند اللہ تعالیٰ کی نظر میں اتنا جلیل القدر ہے تو مجھے منظور ہے۔"

پھر حضرت فاطمہ زہراؑ کو حمل قرار پایا اور یہ حمل چھ ماہ رہا اور حسینؑ پیدا ہوئے۔ اور چھ ماہ تک حمل میں رہ کر پیدا ہونے والا کوئی بچہ سوائے امام حسینؑ اور حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ کے زندہ نہیں رہا۔ حضرت اُمّ سلمہؓ نے امام حسینؑ کی پرورش کی۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم روزانہ تشریف لاتے، اپنی زبانِ مبارک امام حسینؑ کے دہنِ اقدس میں دیتے، وہ اُس کو چوستے اور شکم سیر ہو جاتے۔ اِس طرح امام حسینؑ کے بدن میں گوشت صرف رسول اللہؐ کے گوشت سے نشو و نما پایا، نہ انھیں حضرت فاطمہ زہراؑ نے کبھی دودھ پلایا اور نہ کسی دوسری عورت نے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے امام حسین علیہ السلام کے لیے یہ آیۂ مبارکہ نازل فرمائی:

"وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا ۚ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ

الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ج (سورۂ احقاف آیت ۱۵)

ترجمۂ آیت: (اور اُس کا پیٹ میں رہنا اور اُس کی دودھ بڑھائی کے تیس۳۰ مہینے ہوئے یہانتک کہ جب اپنی پوری جوانی کو پہنچتا اور چالیس برس (کے سن) کو پہنچتا ہے تو (خدا سے) عرض کرتا ہے۔ پروردگارا! تو مجھے توفیق عطا فرما کہ تو نے جو احسانات مجھ پر اور میرے والدین پر کیے ہیں میں اُن احسانات کا شکریہ ادا کروں اور یہ (بھی توفیق عطا فرما) کہ میں ایسا نیک کام کروں جسے تو پسند فرمائے اور میرے لیے میری اولاد میں صلاح و تقویٰ پیدا فرما۔)

اور اگر وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ کے بجائے وَاَصْلِحْ لِیْ ذُرِّیَّتِیْ فرمایا ہوتا تو آپؑ کی ساری ذریّت امام ہوتی۔ مگر اس کو چند ہستیوں کے لیے مخصوص فرمادیا۔

(علل الشرائع)

۲۱ قتلِ حسینؑ اور آپؑ کی رجعت کی خبر قبل از ولادت

تفسیر علی بن ابراہیم میں آیۂ مبارکہ:

"وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ اِحْسَانًا" (سورۂ احقاف آیت ۱۵)

کی تفسیر میں مرقوم ہے کہ اس آیت میں احسان سے مُراد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہیں اور دو "وَالِدَیْهِ" سے مُراد امام حسنؑ اور امام حسینؑ ہیں۔ اور پھر امام حسینؑ ہی کے لیے فرمایا ہے کہ "حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا"۔ اور یہ اس بنا پر کہ اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو امام حسین علیہ السّلام کی ولادت کی بشارت قبل از حمل ہی دیدی تھی اور یہ کہ امامت اُن کی نسل میں تاقیامت رہے گی پھر یہ بتادیا تھا کہ وہ اور اُن کی نسل قتل ہوگی اور طرح طرح کے مصائب میں گرفتار ہوگی، مگر اس کے عوض میں اللہ تعالیٰ امامت کو اُن کی نسل میں قرار دے گا۔ نیز اس سے بھی مطلع کردیا تھا کہ امام حسینؑ قتل ہوں گے، پھر دنیا میں واپس آئیں گے، اللہ تعالیٰ اُن کی مدد فرمائے گا اور وہ اپنے دشمنوں کو قتل کریں گے اور ساری روئے زمین کے مالک بنیں گے۔ چنانچہ اسی کے متعلق قرآن مجید میں ہے کہ:

(۱) "وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ" (سورۂ قصص آیت ۵)

(۲) "وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ" (سورۃ الانبیاء آیت ۱۰۵)

ترجمہ (۱)

(اور ہم نے چاہا کہ جو زمین میں کمزور و بے بس کر دیے گئے تھے اُن پر احسان کریں)

ترجمہ (۲)

(اور بہ تحقیق ہم نے توذکر (نصیحت) (توریت) کے بعد زبور میں لکھ ہی دیا تھا کہ روئے زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔)

اِسی بِناء پر اللہ تعالےٰ نے اپنے نبیؐ کو بشارت دے دی کہ آپؐ کے اہلِ بیتؑ ساری روئے زمین کے مالک ہوں گے۔ وہ رَجعت کریں گے اور اپنے دشمنوں کو قتل کریں گے۔

چنانچہ؛ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت امام حسین علیہ السّلام کے قتل کی خبر جناب فاطمہ زہراؑ کو دی تو فاطمہؑ نے اُن کا حمل کراہت سے قبول کیا۔

اُس کے بعد حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے راوی سے فرمایا، کیا تم نے کبھی دیکھا ہے کہ کسی کو لڑکا پیدا ہونے کی بشارت دی جائے اور وہ لڑکے کے حمل کو کراہت سے قبول کرے؟ یہی تو وجہ تھی کہ جناب فاطمہ زہراؑ کو جب امام حسینؑ کے قتل کی خبر دی گئی تو اُنھوں نے اُن کے حمل کو کراہت کے ساتھ قبول کیا اور وضع حمل کے وقت بھی غمگین رہیں۔

امام حسن علیہ السّلام اور امام حسین علیہ السّلام کے حمل میں صرف ایک طُہر کا فاصلہ تھا۔ امام حسینؑ بطنِ مادر میں چھ مہینے رہے اور اُن کی رضاعت کا عرصہ چوبیس ماہ رہا۔

چنانچہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے:

"حَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا"

(تفسیر علی بن ابراہیم قمیؒ)

(۲۲) امام حسینؑ کے پاس دو انگوٹھیاں تھیں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے اپنے پدر بزرگوار سے روایت کی ہے کہ امام حسین علیہ السّلام کے پاس دو انگوٹھیاں تھیں

ایک پر " لا اِلٰہ اِلاَّ اللہ عدۃ للقاء اللہ " کندہ تھا۔ اور دوسری پر:
" اِن اللہ بالغ امرہٖ " کندہ تھا۔
حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام کی انگوٹھی پر:
" خِزیُ و شقیُ قاتل الحسین بن علی علیہ السّلام "
کندہ تھا۔ (امالی شیخ صدوقؒ)

(۲۳) امام حسینؑ کی انگوٹھی آئمہ طاہرین کے پاس ہے

محمدؒ بن مسلم کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے دریافت کیا کہ حضرت امام حسین بن علی علیہ السّلام کی انگوٹھی کس کے پاس پہنچی۔ اِس لیے کہ میں نے سُنا ہے کہ آپؑ کی اُنگلی سے (کاٹ کر) کسی نے انگوٹھی لے لی تھی؟

آپؑ نے فرمایا، جو کچھ لوگ بیان کرتے ہیں ایسا نہیں ہے، بلکہ حضرت امام حسینؑ ابن علیؑ نے حضرت علیؑ ابن الحسینؑ کو اپنا وصی بنایا اور اپنی انگوٹھی اُتار کر اُن کی انگلی میں پہنادی اور امرِ امامت اُن کے سُپرد کیا، جیساکہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت امیر المومنینؑ کے ساتھ کیا تھا۔ اور یہی امیر المومنینؑ نے حضرت امام حسن علیہ السّلام کے لیے اختیار کیا پھر امام حسن علیہ السّلام نے امام حسین علیہ السّلام کے ساتھ ہی کیا۔ پھر وہ انگوٹھی میرے پدرِ بزرگوار کے پاس آئی اور پدرِ بزرگوار کے بعد وہ انگوٹھی میرے پاس آئی۔ چنانچہ وہ میرے پاس اب بھی ہے اور میں ہر جمعہ کو اسے پہنتا ہوں، اُس میں نماز پڑھتا ہوں۔

محمدؒ بن مسلم کا بیان ہے کہ پھر میں ایک مرتبہ جمعہ کے دن حضرت امام جعفرؑ صادق کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؑ نماز پڑھ رہے تھے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپؑ نے اپنا دستِ مبارک میری طرف بڑھایا۔ میں نے آپؑ کی انگشتِ مبارک میں ایک انگوٹھی دیکھی جس پر " لا اِلٰہ الاّ اللہ عدۃ للقاء اللہ " کندہ تھا۔

آپؑ نے فرمایا، دیکھو یہ ہے میرے جد حضرت امام حسین علیہ السّلام ابن علی علیہ السّلام کی انگوٹھی۔

(امالی شیخ صدوقؒ)

(۲۴) دردائیل نامی فرشتہ اور حسینؑ کا سہارا

اکمال الدین میں اپنے اسناد کے ساتھ مجاہد سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ابنِ عبّاسؓ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ:

"اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جس کا نام دردائیل ہے جس کے سولہ ہزار بازو ہیں اور ایک بازو سے دوسرے بازو کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین سے آسمان کا فاصلہ ہے۔

ایک دن وہ اپنے دل میں کہنے لگا کیا ہمارے ربّ ذوالجلال کے اوپر بھی کچھ ہے؟ اللہ تعالیٰ کو علم ہو گیا کہ اُس کے دل میں کیا بات آئی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اُس کو سولہ ہزار بازو اور عنایت فرما دیے اور اب اُس کے پاس بتّیس ہزار بازو ہو گئے۔ پھر اُسے حکم ہوا کہ پرواز کرو۔ چنانچہ وہ پانچ سو سال تک پرواز کرتا رہا مگر اُس کا سر عرش کے ستونوں میں سے ایک ستون تک بھی نہ پہنچ سکا۔ اللہ تعالیٰ کو علم ہوا کہ اب یہ تھک چکا ہے تو حکم دیا کہ اے مَلَک! تو اپنی جگہ واپس ہو جا میں ہر عظیم سے اعظم و مافوق ہوں، مجھ سے مافوق کوئی نہیں ہے۔ میں مکان سے بالاتر ہوں۔

اِس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اُس کے تمام بازو سلب کر لیے اور اُسے صفوفِ ملائکہ سے خارج کر دیا۔ جب امام حسین ابنِ علی علیہ السلام تولّد ہوئے تو یہ شبِ جمعہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے جہنّم پر متعین مَلَک کو حکم دیا کہ محمّدؐ کے اس مولود کے صدقے میں آج تو جہنّم کی آگ کو اہلِ جہنّم کے لیے بُجھا دے۔ پھر خازنِ جنّت رضوان کو حکم دیا کہ دنیا کے اندر محمّدؐ کے یہاں نواسہ تولّد ہوا ہے اُس کی خوشی میں جنّت کو خوب آراستہ کر دے اور حورانِ جنّت کی طرف وحی کی کہ دنیا میں محمّدؐ کا فرزند پیدا ہوا ہے۔ لہٰذا تم سب اُس کی ولادت کی خوشی میں اپنے کو اچھی طرح سجا لو۔ اِس کے بعد ملائکہ کو حکم ہوا کہ دنیا میں فرزندِ محمّدؐ کی پیدائش کی مسرّت میں تم سب صف بستہ ہو کر تسبیح و تحمید و تمجیدِ الٰہی میں مشغول ہو جاؤ۔ اور جبرئیلِ امینؑ کو بذریعۂ وحی حکم دیا کہ تم ایک لاکھ فرشتوں کو ساتھ لو، جو ابلق گھوڑوں پر سوار ہوں جن کے زین کسی اور لگام لگی ہوئی ہو، اُن پر موتی اور یاقوت کے ساز سجے ہوں۔ ان کے ساتھ

کچھ اور ملائکہ ہوں جنھیں روحانین کہتے ہیں ان کے ہاتھوں میں نور کے نیزے ہوں اور تم لوگ جاکر میرے نبی محمدؐ کو اُن کے فرزند کی ولادت کی تہنیت پیش کرو، اور انھیں بتادو کہ میں نے اس فرزند کا نام حسینؑ رکھ دیا ہے اور یہ بھی کہہ دو کہ تمہاری اُمّت کے اَشرار جو بدترین سواریوں پر ہوں گے اسے قتل کریں گے۔ پس حسینؑ کے قاتل پر وَیل، اُس کے سرغنہ پر بھی وَیل، اُس کے پیشرو پر بھی وَیل ہو۔ نہ میرا اُس سے کوئی تعلق، نہ اُس کا مجھ سے کوئی تعلق، کیونکہ میدانِ حشر میں جتنے لوگ بھی آئیں گے اُن میں سب سے بڑا مجرم قاتلِ حسین ہی ہوگا۔ قاتلِ حسین اُن لوگوں کے ساتھ جہنّم میں جائے گا جو مُشرک ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس اللہؐ کے ساتھ کوئی اور بھی اللہ ہے۔ جہنّم کو قاتلانِ حسین کو جلانے کا اتنا شوق ہے جتنا اللہؐ کی اطاعت کرنے والوں کو جنّت کا شوق نہیں۔

جب جبرئیلِ امینؑ آسمان سے اُترنے لگے تو اُن کا گذر دردائیل کی طرف سے ہوا۔ دردائیل نے پوچھا، آج کی شب آسمان کا یہ کیا حال ہے۔ یہ فرشتے کیوں اُترتے چلے آرہے ہیں، کہیں قیامت تو برپا ہونے والی نہیں ہے۔ ؟

جبرئیلؑ نے جواب دیا، نہیں، ایسا نہیں ہے بلکہ دنیا کے اندر محمدؐ کے گھر میں ایک فرزند پیدا ہوا ہے اور اللہ تعالےٰ نے مجھے بھیجا ہے تاکہ میں جاکر اُنھیں اُس کی تہنیت پیش کروں۔

دردائیل نے کہا، اے جبرئیل! تمھیں میرے اور اپنے خالق کی قسم جب تم اُن کی خدمت میں پہنچو تو میری جانب سے اُنھیں سلام عرض کرنا اور کہنا کہ آپؐ کو اس مولود کا واسطہ میرے لیے دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ مجھ سے راضی ہو جائے، میرے بازو مجھے واپس عطا فرمادے اور صفوفِ ملائکہ میں جو میرا مقام تھا وہ پھر مجھے عطا فرمادے۔

پس جبرئیل امینؑ، نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں آئے، خدائے عزّوجلّ کے حکم کے مطابق پہلے ولادت کی تہنیت پیش کی، اس کے بعد تعزیت ادا کی۔

آنحضرتؐ نے دریافت فرمایا کیا میری اُمّت اس کو قتل کرے گی؟

جبرئیلؑ نے عرض کی جی ہاں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا، نہیں وہ لوگ ہرگز میری اُمّت میں نہیں ہیں۔

میں بھی اُن لوگوں سے بَری الذّمہ ہوں اور اللہ تعالےٰ بھی اُن لوگوں سے بَری ہے
جبرئیلؑ نے عرض کی، اے محمدؐ! میں بھی اُن لوگوں سے بَری ہوں۔

اِس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جناب فاطمہ زہراؑ کے پاس تشریف لائے، پہلے بچّے کی ولادت کی تہنیت دی، پھر تعزیت، اور تلقینِ صبر فرمائی۔

یہ سُن کر جناب فاطمہ زہراؑ رونے لگیں اور بولیں، کاش میں نے اِس بچے کو پیدا ہی نہ کیا ہوتا۔ پھر کہا، کیا قاتلِ حسین جہنّم میں جائے گا۔؟

آنحضرتؐ نے فرمایا، میں گواہی دیتا ہوں کہ قاتلِ حسین جہنّمی ہے مگر حسینؑ اُس وقت قتل ہوگا جب اس سے ایک امام پیدا ہو جائے گا، پھر اُس سے اُس کے بعد مسلسل ائمۂ ہُدیٰ پیدا ہوتے رہیں گے۔

پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا، میرے بعد یہ لوگ ائمہ ہوں گے۔ علیؑ الہُادی حسنؑ المہتدی، حسینؑ النّاصر، علیؑ ابن الحسینؑ المنصور، محمدؐ بن علیؑ الشافع، جعفرؑ بن محمدؐ النفّاع، موسیٰؑ بن جعفرؑ الامین، علیؑ بن موسیٰؑ الرّضا، محمدؐ بن علیؑ الفعّال، علیؑ بن محمدؐ المؤتمن، حسنؑ بن علیؑ العلّام، اس کے بعد وہ ہوگا جس کے پیچھے عیسیٰؑ بن مریمؑ نماز پڑھیں گے۔

یہ سُن کر حضرت فاطمہ زہراؑ کی گریہ وزاری تھم گئی۔

اِس کے بعد جبرئیلِ امینؑ نے فرشتۂ مذکور (دردائیل) کا قصّہ سُنایا اور یہ کہ اُس پر کیا گذری۔ ابنِ عبّاسؓ کا بیان ہے کہ یہ سُن کر نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے امام حسین علیہ السّلام کو جو ایک پارچۂ صوف میں لپٹے ہوئے تھے، اُٹھایا اور آسمان کی طرف اشارہ کر کے دُعا کی: پروردگار! تجھ پر جو اِس مولود کا حق ہے اُس حق کا واسطہ، بلکہ اس مولود پر اس کے جد محمدؐ و ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ پر اور اسحٰقؑ پر اور یعقوبؑ پر جو تیرا حق ہے اُس حق کا واسطہ اگر تیرے نزدیک علیؑ و فاطمہؑ کے فرزند حسینؑ کی کوئی قدر و منزلت ہے تو تُو دردائیل سے اپنی ناراضگی کو دُور فرمادے اور اُس کو پھر سے پر و بال عنایت فرما اور صفوفِ ملائکہ میں جو اُس کا مقام تھا وہی مقام پھر عطا فرمادے۔

اللہ تعالےٰ نے آنحضرتؐ کی دُعا قبول فرمالی اور اس مَلَک کو معاف فرمادیا اور وہ مَلَک جنّت میں پہچانا ہی اس نام سے جانے لگا کہ یہ رسول اللہؐ اور علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کے فرزند حسینؑ کا غلام ہے۔ (اکمال الدّین واتمام النّعمۃ)

(۲۵) حضرت فاطمہ زہرا کے بچوں کی پرورش لعابِ دہنِ رسولؐ پر

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت فاطمہ زہرا کے شیر خوار بچوں کے پاس تشریف لاتے، اُن کے دہن میں اپنا لعابِ دہن دیتے اور حضرت فاطمہ زہراؑ سے فرماتے کہ اب تم اُن کو دودھ نہ پلانا۔

(الخرائج والجرائح)

(۲۶) تاریخِ ولادتِ امام حسن علیہ السلام

حضرت امام حسن ابن علی علیہ السلام کی کُنیت ابو محمد تھی۔ آپؑ ماہِ رمضان المبارک ۳ھ کی پندرہویں شب کو مدینۂ منورہ میں تولّد ہوئے۔ ولادت کے ساتویں دن حضرت فاطمہ زہرا امام حسنؑ کو ایک پارچۂ حریر میں جسے جبرئیل امینؑ جنّت سے لائے تھے، لپیٹ کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لائیں۔ آنحضرتؐ نے اُن کا نام حسنؑ رکھا۔ اور عقیقہ میں ایک مینڈھا ذبح کیا۔

اِس حدیث کو راویانِ حدیث کی ایک جماعت نے نقل کیا ہے۔ چنانچہ احمد بن صالح تمیمی نے عبداللہ بن عیسیٰ سے اور اُنھوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ روایت کی ہے۔

٭ تاریخِ ولادتِ امام حسین علیہ السلام

حضرت امام حسین علیہ السلام کی کُنیت ابو عبداللہ تھی۔ آپؑ ۵ شعبان المکرم ۴ھ کو مدینۂ منورہ میں تولّد ہوئے۔ آپؑ کی والدۂ گرامی جناب فاطمہ زہراؑ، بعدِ ولادت اُنھیں لے کر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئیں۔ رسول اللہؐ بچے کو دیکھ کر خوش ہوئے اور اُن کا نام حسینؑ رکھا۔ اور عقیقہ میں ایک مینڈھا ذبح کیا۔

(کتاب الارشاد)

(۲۷) فِطرُس کا واقعہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے اور اس روایت کا ذکر ہمارے بہت سے اصحاب نے کیا ہے کہ: حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ فِطرُس ایک فرشتہ تھا جو عرش کا طواف کیا کرتا تھا، اُس سے کسی حکمِ الٰہی کے بجالانے میں ذرا سی تاخیر ہوگئی تو اللہ تعالیٰ جؑ نے اُس کے بازو توڑ کر سمندر کے ایک جزیرے میں ڈال دیا تھا۔

جب حضرت امام حسین علیہ السّلام تولّد ہوئے تو جبرئیلِ امینؑ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حضرت امام حسین علیہ السّلام کی ولادت کی تہنیت دینے کے لیے آئے اور اِس جزیرے سے گذرے تو فطرس نے جبرئیلِ امینؑ سے فریاد کی۔ جبرئیل امینؑ نے کہا، محمدؐ کے گھر ایک فرزند کی ولادت ہوئی ہے اور مجھے تہنیت دینے کے لیے بھیجا گیا ہے، اگر تم چاہو تو میں تمھیں بھی اُن کے پاس اُٹھا کر لے چلتا ہوں۔

فطرس نے کہا ہاں میں بھی چلتا ہوں۔

چنانچہ جبرئیلِ امینؑ نے فطرس کو اُٹھالیا اور اُسے لیجا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سامنے پیش کردیا اور وہ اُنگلی کے اشارے سے آپؐ سے التجا کرنے لگا۔

آپؐ نے فرمایا، اچّھا، تو اپنے شکستہ بازوؤں کو حسینؑ سے مس کر۔

اُس نے اپنے شکستہ بازو مس کیے تو اُن میں جان آگئی اور وہ آسمان کی طرف پرواز کرگیا۔ (کتاب السرائر۔ جامع بزنطی)

(۲۸) حَسَنَین علیہما السّلام کے اسماء کی تجویز

مُسندَ احمد میں ہانی بن ہانی نے حضرت علی علیہ السّلام سے روایت کی ہے اور ایک دوسری حدیث میں ابی غسّان نے اپنے اسناد کے ساتھ حضرت علی علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا، جب حسینؑ تولّد ہوئے تو نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تشریف لائے، اور فرمایا، مجھے میرے فرزند کو دکھاؤ۔ تم لوگوں نے اُس کا کیا نام تجویز کیا ہے ؟

میں نے عرض کی، میں نے اس کا نام حرب تجویز کیا ہے۔

آپؐ نے فرمایا، نہیں، بلکہ یہ حسن ہے

مُسنَد احمد اور مُسنَد ابو یعلیٰ میں ہے کہ جب حسنؑ پیدا ہوئے تو اُن کا نام حمزہ رکھا گیا اور جب حسینؑ پیدا ہوئے تو اُن کا نام جعفر رکھا گیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہؐ نے بُلا کر فرمایا: کہ مجھے حُکم ہوا ہے کہ میں اِن دونوں بچوں کے نام بدل دوں۔

میں نے عرض کی اللہؑ اور اُس کے رسولؐ کو سب سے زیادہ علم ہے (کہ کیا مناسب ہے) تو آنحضرتؐ نے ان دونوں بچوں کے نام حسنؑ و حسینؑ رکھ دیے۔

★ ابنِ عقیل سے بھی اسی طرح کی روایت ہے۔

★ حضرت محمد بن علی الرضا علیہ السلام نے اپنے پدر بزرگوار سے روایت کی ہے کہ: حضرت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اِن دونوں بچوں کے نام حسنؑ و حسینؑ رکھ دوں۔"

★ شرح الاخبار میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب حضرت امام حسن ابنِ علی علیہ السلام تولّد ہوئے تو حضرت جبرئیلِ امینؑ جنّت کے ایک پارچۂ حریر پر اُن کا نام لکھا ہوا لائے اور حضرت رسول اللہؐ کی خدمت میں تحفۃً پیش کیا اور وہ حسنؑ تھا۔ اسی سے حسینؑ کا نام بھی مشتق ہوا۔

★ جب امام حسنؑ تولّد ہوئے تو حضرت فاطمہ زہراؑ انھیں لے کر رسول اللہؐ کی خدمت میں آئیں۔ آپؐ نے اُن کا نام حسنؑ رکھ دیا۔ جب حسینؑ تولّد ہوئے تو فاطمہ زہراؑ اُنھیں بھی لے کر رسول اللہؐ کی خدمت میں آئیں آپؐ نے دیکھا تو فرمایا' یہ تو اس سے بھی زیادہ خوبصورت ہے۔ پھر آپؐ نے اُن کا نام حسینؑ رکھ دیا۔

(۲۹) دونوں کے اَسمائے گرامی

ابنِ بطہ نے اپنی کتاب "ابانہ" میں چار طریقوں سے یہ روایت لکھی ہے۔
اِس میں سے ایک طریقہ یہ ہے کہ ابو الخلیل نے سلمان سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے فرمایا: حضرت ہارونؑ نے اپنے دونوں بیٹوں کے نام شبّر و شبّیر رکھے تھے اور میں نے اپنے دونوں فرزندوں کے نام حسنؑ و حسینؑ رکھے۔

★ مُسنَد احمد حنبل و تاریخ بلاذری نیز کتب شیعہ میں یہ ہے کہ میں نے ان کے نام ہارونؑ کے فرزندوں کے نام پر شبّر و شبّیر اور مشبّر رکھے ہیں۔

★ فردوس الاخبار دیلمی میں سلمان سے روایت ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے

ارشاد فرمایا کہ ہارونؑ نے اپنے فرزندوں کے نام شبّر و شبّیر رکھے اور میں نے اپنے فرزندوں کے نام حسنؑ و حسینؑ رکھے۔

٭ عطاء بن یسار نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ ایک راہب اپنے اونٹ پر سوار ہوکر آیا اور اُس نے کہا، لوگو! مجھے فاطمہ زہراؑ کے گھر کا پتہ بتادو۔

کسی نے پتہ بتادیا تو وہ درِ فاطمہ زہراؑ پر آیا اور عرض کی، بنتِ رسولؐ! ذرا اپنے دونوں فرزندوں کو اندر سے میرے پاس بھیج دیجیے۔

اُنھوںؑ نے حسنؑ و حسینؑ کو باہر بھیج دیا تو راہب نے دونوں کے بوسے لیے اور رونے لگا اور کہنے لگا کہ اِن دونوں کے نام توریت میں شبّر و شبّیر ہیں۔ انجیل میں طاب و طیّب پھر لوگوں سے اُس نے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اوصاف پوچھے۔ لوگوں نے بتائے تو اُس نے کہا: "اَشھَدُ اَن لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ واشھد اَنَّ محمّدا رسول اللّٰہ" (مناقب ابنِ شہر آشوب)

(۳۰) یہ دونوں نام ان سے قبل عرب میں کسی کے نہ تھے

عمران بن سلمان اور عمر بن ثابت دونوں نے بیان کیا کہ حسنؑ و حسینؑ اہلِ جنّت کے ناموں میں سے دو نام ہیں۔ یہ دونوں نام دنیا میں اِس سے پہلے کسی کے نہ تھے۔

جابرؓ سے روایت ہے: نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا، حسنؑ کا نام حسنؑ اس لیے رکھا گیا کہ اللہؑ کے احسان کی ہی وجہ سے زمین و آسمان قائم ہیں۔ اور حسینؑ کا نام احسان سے مشتق ہے۔ نیز علیؑ اور حسنؑ یہ دو نام ہیں اللہؑ کے ناموں میں سے اور حسین تصغیر ہے حسن کی۔۔ ابوالحسن نسابہ کا بیان ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے یہ دو نام یعنی حسن و حسین کو نگاہِ خلق سے پوشیدہ رکھا تھا اور یہ نام فاطمہ زہراؑ کے فرزندوں کے رکھ دیے اِس لیے کہ زمانۂ قدیم سے اِن دونوں کے زمانے تک اہلِ عرب میں سے کوئی ایسا نہیں ملتا جن کے نام حسن و حسین رکھے گئے ہوں۔ نہ اولادِ نزار میں کوئی ایسا ملا اور نہ اہلِ یمن میں سے حالانکہ ان دونوں ناموں کی بڑی کثرت ہے۔ ہاں، اِن میں حَسْن، بسکون سین اور حَسِین بفتح حار وسکون سین ملتا ہے۔ بوزن حبیب۔ لیکن حَسَن بفتح حار و سین ایک پہاڑ کا نام ضرور ہے

(مناقب ابنِ شہر آشوب)

* کتاب الانوار میں مرقوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو حسینؑ کے حمل اور ولادت کی تہنیت دی اور اسی کے ساتھ اِس امر کی تعزیت بھی دی کہ یہ بچّہ قتل کر دیا جائے گا۔
جب جناب فاطمہ زہراؑ کو اِس کا علم ہوا تو انھیں اِس بات سے کراہت محسوس ہوئی، تو یہ آیت نازل ہوئی:

حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۖ وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا (سورۃ الاحقاف آیت ۱۵)

(ترجمہ آیت:)
(اُس کی ماں نے کراہت کے ساتھ اُس کا حمل اُٹھایا اور بکراہت اُسے جنا، اور اُس کے حمل اور دودھ چھڑانے کی مدّت تیس ماہ ہے۔)
عموماً عورتوں کے حمل نو ماہ رہتا ہے۔ چھ ماہ پر پیدا ہونے والا بچہ کبھی زندہ نہیں رہا سوائے حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ اور حسین ابن علی علیہ السّلام کے۔

زبانِ رسولؐ دہنِ حسینؑ میں

غرر ابوالفضل بن خیر نے اپنے اسناد کے ساتھ روایت کی ہے کہ:
حضرت امام حسین علیہ السّلام کی ولادت کے بعد جناب فاطمہ زہراؑ بیمار ہو گئیں جس کی وجہ سے اُن کا دودھ خشک ہو گیا، تو نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے دودھ پلانے والی کو بہت تلاش کرایا مگر کوئی نہ ملی تو آنحضرتؐ بہ نفسِ نفیس خود تشریف لاتے اور حسینؑ کے دہن میں اپنا انگوٹھا دیدیتے۔ اللہ تعالےٰ نے رسول اللہؐ کے انگوٹھے ہی میں حسینؑ کا رزق ودیعت فرما دیا، وہ اسی سے سیر ہو جاتے۔
یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آنحضرتؐ، حسینؑ کے دہن میں اپنی زبان دیدیتے اور اُن کا اِسی طرح پیٹ بھرتے جس طرح کوئی چڑیا اپنے بچّے کو دانہ بھراتی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اسی میں حسینؑ کا رزق ودیعت فرما دیا اور یہ سلسلہ چالیس شب و روز تک جاری رہا۔
اِس طرح حسینؑ کا گوشت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے گوشت سے پرورش پاتا رہا۔

(مناقب ابن شہر آشوب)

(۳۲) جناب فاطمہؑ کو آنحضرتؐ کی ہدایت

برّہ بنتِ اُمیہ خزاعی کا بیان ہے

کہ، جب حضرت فاطمہؑ کے شکمِ مبارک میں حضرت امام حسنؑ تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کسی ضرورت سے بیرونِ مدینہ جانے لگے، آپؐ نے فرمایا، بیٹی! جبرئیلؑ نے مجھے خوشخبری دی ہے کہ تمہارے بطن سے فرزند کی ولادت ہوگی، مگر جب تک میں واپس نہ آجاؤں اُسے دودھ نہ پلانا۔

برّہ کہتی ہے کہ امام حسنؑ کی ولادت کے بعد میں جناب فاطمہ زہراؑ کے پاس گئی تو معلوم ہوا کہ اُنھوں نے تین دن سے امام حسنؑ کو دودھ نہیں پلایا۔

میں نے عرض کی بچّہ مجھے دیجیے، میں اُسے اپنا دودھ پلا دوں۔

جناب فاطمہ زہراؑ نے فرمایا، ہرگز نہیں۔

پھر اُس کے بعد اُن پر مہرِ مادری غالب آئی اور اُنھوں نے بچّے کو اپنا دودھ پلایا

جب آنحضرتؐ تشریف لائے تو دریافت فرمایا، کیا تم نے بچّے کو دودھ پلا دیا۔؟

جناب فاطمہ زہراؑ نے عرض کی، بابا! میں اپنی مامتا سے مجبور ہوگئی، اِس لیے اِس کو اپنا دودھ پلا دیا۔

آپؐ نے فرمایا، جو اللہ تعالےٰ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔

اِس کے بعد امام حسینؑ شکمِ فاطمہؑ میں آئے تو آنحضرتؐ نے پھر فرمایا، بیٹی! مجھے جبرئیلؑ نے خوشخبری سُنائی ہے کہ تمہارے بطن سے فرزند پیدا ہوگا، لہٰذا، خواہ ایک ماہ کا عرصہ کیوں نہ گذر جائے جب تک میں واپس نہ آجاؤں اُس کو دودھ نہ پلانا۔

جناب فاطمہؑ نے عرض کی، اچھا بابا، میں ایسا ہی کروں گی۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم یہ فرما کر مدینہ سے باہر کسی کام سے تشریف لے گئے۔ اِدھر امام حسینؑ کی ولادت ہوئی، مگر فاطمہ زہراؑ نے انھیں دودھ نہیں پلایا تا اینکہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم واپس تشریف لے آئے اور دریافت فرمایا، بیٹی! کیا تم نے بچّے کو دودھ پلا دیا۔؟

جناب فاطمہ زہراؑ نے عرض کی، میں نے دودھ نہیں پلایا ہے۔

یہ سُن کر آنحضرت صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے حسینؑ کو اپنی آغوش میں لیا اور اپنی زبانِ مبارک اُن کے دہن میں دیدی اور وہ آپؐ کی زبان چوسنے لگے۔ یہانتک کہ آنحضرتؐ نے

ارشاد فرمایا، جو اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ اے حسینؑ! یہ امامت تمہارے اندر بھی رہے گی اور تمہاری اولاد میں بھی۔ (مناقب ابنِ شہر آشوب)

(۳۳) عقیقہ کرنا سنّتِ رسولؐ ہے

کمال الدّین بن طلحہ کہتے ہیں۔ واضح ہو کہ امام حسنؑ کا یہ نام اُن کے جد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے رکھا ہے۔ چنانچہ جب وہ تولّد ہوئے تو آنحضرتؐ نے دریافت فرمایا کہ اس بچّے کا کیا نام رکھا ہے؟

اہلِ خانہ میں سے کسی نے عرض کیا "حرب"

آپؐ نے فرمایا، نہیں، اِس کا نام حسنؑ رکھو۔

پھر آپؐ نے امام حسنؑ کا عقیقہ کیا اور اس میں ایک مینڈھا ذبح کیا۔ شافعی نے آنحضرتؐ کے اِس عمل کو مولود کی طرف سے عقیقہ کو سنّتِ نبیؐ ہونے پر استدلال میں پیش کیا ہے۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے یہ عقیقہ خود کیا، فاطمہ زہراؑ کو اِس کے کرنے سے منع فرمایا۔

پھر فاطمہ زہراؑ نے عرض کی کہ اس کے بال مُنڈوا کر بالوں کے برابر چاندی بھی تصدّق کر دیں۔

اُنھوں نے ایسا ہی کیا اور جس دن اُن کے بال اُتارے گئے اُن بالوں کے ہم وزن تقریباً ایک درہم سے کچھ زائد کا صدقہ دے دیا گیا۔ اِسی بناء پر عقیقہ کرنا اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی تصدّق کرنا سنّت قرار پایا۔ کیونکہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے امام حسنؑ کی ولادت کے موقع پر یہ عمل فرمایا تھا تو پھر امام حسینؑ کی ولادت کے موقع پر بھی ایسا ہی کیا۔

★ حنابذی سے روایت ہے کہ حضرت علی علیہ السّلام نے امام حسنؑ کا نام حمزہ رکھا، اور امام حسینؑ کا نام جعفر۔ تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت علی علیہ السّلام کو بُلایا اور فرمایا، مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اِن دونوں بچّوں کے نام تبدیل کر دوں۔

حضرت علی علیہ السّلام نے عرض کی، اللہ اور اُس کا رسولؐ جو چاہے کریں انھیں اختیار ہے۔

آپؐ نے فرمایا، پھر آج سے یہ دونوں حسنؑ اور حسینؑ ہیں۔

اِس روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام حسینؑ کی ولادت تک امام حسنؑ کا نام حمزہ رہا تھا اِس وقت ان دونوں کے نام بدل دِیے گئے اور یہ بھی ممکن ہے کہ امام حسنؑ

جب پیدا ہوئے تو حضرت علیؑ نے اُن کا نام حمزہ رکھا اور آنحضرتؐ نے اس کو تبدیل کر دیا۔ پھر امام حسینؑ پیدا ہوئے تو حضرت علیؑ نے اُن کا نام جعفر رکھا اور آنحضرتؐ نے اُن کا نام بھی تبدیل کر دیا۔ یعنی ان ناموں کی تبدیلی الگ الگ دو وقتوں میں ہوئی۔

○ امام حسنؑ کی کُنیت و القاب

حضرت امام حسن علیہ السلام کی کُنیت ابو محمدؐ تھی کوئی اور کُنیت نہ تھی لیکن آپؑ کے القاب بہت سے ہیں۔ "تقی، طیّب، زکی، سیّد، سبط اور ولی" آپ اپنے ہر لقب سے پکارے جاتے۔ مگر ان القاب میں سب سے زیادہ مشہور لقب "تقی" تھا۔ لیکن آپ کا سب سے اعلیٰ و افضل لقب وہ تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو عطا فرمایا، جو آپؑ کے لیے ایسا مخصوص ہوا کہ آپؑ کی مدح و نعت بن گیا۔ چنانچہ آنحضرتؐ سے یہ صحیح روایت ہے جس کو ائمہ روات اور ثقہ راویوں نے بیان کیا ہے کہ: آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرا یہ فرزند سیّد ہے۔ لہٰذا آپؑ کا سب سے بہترین لقب سیّد ہے۔

- ابنِ خشاب کا قول ہے کہ آپؑ کی کُنیت ابو محمدؐ ہے اور القاب، وزیر۔ تقی۔ قائم۔ طیّب۔ حجت۔ سیّد۔ سبط اور ولی ہیں۔
- اُمّ الفضل سے ایک مرفوع روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی، یا رسول اللہؐ! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ جیسے آپؐ کے جسدِ مبارک کا ایک عضو میرے گھر میں ہے۔

آپؐ نے فرمایا: یہ بہت اچھا خواب دیکھا ہے۔ فاطمہؑ کے ایک فرزند تولّد ہوگا اور تم اس کو قُثّم کے ساتھ دودھ پلاؤ گی۔

چنانچہ امام حسنؑ کی ولادت ہوئی تو میں نے اُن کو قُثّم کے ساتھ رضاعت میں شریک کر لیا۔

- حضرت علی علیہ السلام سے ایک مرفوع روایت ہے کہ جب فاطمہ زہراؑ کے یہاں وضعِ حمل کا وقت قریب ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسماء بنتِ عُمیس اور حضرت اُمِّ سلمہ کو حکم دیا کہ تم دونوں فاطمہؑ کے پاس موجود رہنا۔ جب بچہ تولّد ہو تو اُس کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہنا۔ اِس لیے کہ جس بچے کے کان میں اذان و اقامت کہہ دی جائے گی وہ شیطانؑ

سے محفوظ رہے گا۔ اور جب تک میں نہ آجاؤں اُس وقت تک تم دونوں کچھ اور نہ کرنا۔

چنانچہ جب امام حسنؑ تولّد ہوئے تو دونوں نے ایسا ہی کیا۔ اور نبی صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم تشریف لائے تو آپؐ نے اُن کی ناف باندھی اور آپؐ نے اپنا لعابِ دہن امام حسنؑ کے منھ میں ڈالا اور فرمایا ”پروردگارا! میں اِس بچّے کو اور اِس کی اولاد کو شیطانِ رجیم کے شر سے بچانے کے لیے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔

★ کتاب الفردوس میں نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے یہ روایت مرقوم ہے کہ: آپؐ نے فرمایا، مجھے حکمِ خداوندی ہوا ہے کہ میں ان دونوں بچّوں (فرزندوں) کے نام حسنؑ وحسینؑ رکھ دوں۔ (کشف الغمہ)

۳۴ بوقتِ ولادت تسبیح و تہلیل و تمجیدِ الٰہی کرنا

روایت میں ہے کہ امام حسن و امام حسین علیہما السّلام کی ولادت فاطمہ زہراؑ کے فخذ الایسر (بائیں ران) سے ہوئی، اور یہ بھی روایت ہے کہ حضرت عیسٰیؑ مسیح کی ولادت حضرت مریمؑ کی فخذ الایمن (دائیں ران) سے ہوئی۔ (یہ روایت کتاب الانوار اور دیگر بہت سی کتابوں میں ہے)

★ علائی نے اپنی کتاب میں ایک مرفوع روایت صفیہّ بنتِ عبد المطلب سے نقل کی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ جب حسینؑ ابنِ فاطمہ تولّد ہوئے تو میں فاطمہؑ کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مجھ سے ارشاد فرمایا ”میرے فرزند کو میرے پاس لاؤ“۔

میں نے عرض کی یارسول اللہؐ! ابھی میں نے اِس بچّے کو صاف و پاک نہیں کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا، کیا تم اس کو صاف و پاک کروگی؟ اس کو تو اللہ جلّ نے صاف و پاک ہی پیدا کیا ہے۔

★ روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے خود کھڑے ہو کر امام حسنؑ کو آغوش میں لیا تو وہ تسبیح و تہلیل و تمجیدِ پروردگار کر رہے تھے۔

(عیون المعجزات مرتضٰی)

(۳۵) ساتویں دن مولود کا عقیقہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ولادت کے ساتویں دن ایک مینڈھا ذبح کر کے رہن کر دیا جاتا ہے۔ مولود کا اس دن عقیقہ ہوتا ہے اور اس کا نام رکھا جاتا ہے۔

آپؑ نے فرمایا کہ جناب فاطمہ زہراؑ نے اپنے دونوں فرزندوں کے بال اتروائے اور اُن کے بالوں کے برابر چاندی تصدّق فرمائی۔ (کافی)

(۳۶) رسولِ اکرمؐ نے اُن کا عقیقہ اپنے ہاتھ سے کیا

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے حضرت امام حسنؑ کا اپنے ہاتھ سے عقیقہ کیا اور یہ دُعا پڑھی: **دُعائے عقیقہ:**

اَللّٰھُمَّ عظمھا بعظمہ ولحمھا بلحمہ ودمھا بدمہ وشعرھا بشعرہٖ اَللّٰھُمَّ اجعلھا وقاءً لمحمّد وّاٰلہٖ

(کافی)

(۳۷) بالوں کے ہموزن چاندی کا صدقہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے، آپؑ نے فرمایا کہ حضرت فاطمہ زہراؑ نے اپنے دونوں فرزندوں کا عقیقہ کیا، ساتویں دن دونوں کے بال اُتروائے اور اُن بالوں کے وزن کے برابر چاندی تصدّق فرمائی۔

(۳۸) بالوں کے وزن کے برابر چاندی

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے پدرِ بزرگوار سے روایت فرماتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ایک مینڈھے پر امام حسنؑ کا عقیقہ

فرمایا اور ایک ہی مینڈھے پر امام حسینؑ کا بھی عقیقہ فرمایا اور اُس کے گوشت میں سے قابلہ کو کچھ دیا اور ساتویں دن اُن دونوں کے بال اُتروائے، پھر ان بالوں کو وزن کیا اور ان کے وزن کے برابر چاندی تصدّق فرمائی۔ (کافی)

۳۹ عقیقہ کے گوشت کی تقسیم وغیرہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے: آپؑ نے فرمایا کہ:
رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے امام حسنؑ و امام حسینؑ کی ولادت کے ساتویں دن ان کے نام تجویز فرمائے حسنؑ سے حسینؑ کے نام کو مشتق کیا، عقیقہ میں ایک ایک بکری ذبح کی جس کی ایک ران قابلہ کو دی' مزید گوشت بھی دیا جو ان لوگوں نے کھایا' اور اہلِ محلّہ کو دیا۔ اور فاطمہ زہراؑ نے بچّوں کے بال منڈواکر بالوں کے وزن کے برابر چاندی تصدّق فرمائی۔

(کافی)

۴۰ مولود کے کان چھیدنا اور گوشوارے کا استعمال

حسین بن خالد سے روایت ہے: کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السّلام سے دریافت کیا کہ لڑکا تولّد ہونے کی تہنیت کب دی جائے؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا' جب امام حسن' ابنِ علی علیہ السّلام تولّد ہوئے تو جبرئیلِ امینؑ ساتویں دن تہنیت دینے کے لیے نازل ہوئے اور کہا کہ آپؐ ان کا نام رکھ دیں کُنیت تجویز فرمادیں' سر کے بال اُتروادیں' ان کا عقیقہ کردیں اور ان کے کان چھدوا دیں؛ اور اسی طرح آپؐ کی خدمت میں جبرئیلِ امینؑ امام حسینؑ کی ولادت کے موقع پر ساتویں دن آئے اور وہی کہا جو امام حسنؑ کی ولادت کے موقع پر کہہ چکے تھے۔

حضرت امام رضا علیہ السّلام نے یہ بھی بیان فرمایا کہ ان دونوں بچّوں (امام حسنؑ و امام حسینؑ) کی زُلفیں پیشانی کی بائیں جانب تھیں۔ اور داہنے کانوں کی بائیں کانوں کا اوپری حصّہ چھیدا ہوا تھا۔ داہنے کانوں میں گوشوارے اور بائیں کانوں میں بالیاں تھیں۔

* ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آنحضرتؐ نے اُن دونوں کی زلفیں سر کے درمیانی

حصے میں چھوڑی تھیں اور یہ پیشانی سے زیادہ بہتر معلوم ہوتی ہے۔

(کافی)

(۴۱) حسنینؑ کی ولادت کے بعد نمازِ فریضہ کی رکعتوں میں اضافہ ہوا

عبداللہ بن سلیمان عامری نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے تو دس رکعت نماز (فریضہ) کا حکم لے کر تشریف لائے یعنی پانچ وقتوں میں دو دو رکعت۔ پھر جب امام حسنؑ و امام حسینؑ تولد ہوئے تو آنحضرتؐ نے اللہ تعالےٰ کے تشکر میں سات رکعات کا اور اضافہ فرمایا۔ اور اللہ تعالےٰ نے آپؐ کو اس کی اجازت عطا فرمادی۔ (اس طرح کُل سترہ رکعات نماز ہو گئی۔) (کافی)

(۴۲) نقشِ خاتم حسنینؑ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ امام حسنؑ و امام حسینؑ کا نقشِ خاتم "الحمد للہ" تھا۔

(۴۳) نقشِ خاتم حسنینؑ

حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام کا نقشِ خاتم "اَلعِزَّۃُ لِلّٰہِ" اور حضرت امام حسین علیہ السلام کا نقشِ خاتم: "اِنَّ اللّٰہَ بَالِغُ اَمرِہٖ" تھا۔ (کافی)

(۴۴) مدّتِ حمل کم از کم چھ ماہ ہے

زُرارہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے: آپؑ نے فرمایا کہ جب کوئی بچہ چھ ماہ میں پیدا ہو تو وہ تام الخلقت ہے۔ یہ

اِس لیے کہ حضرت حسین ابنِ علی علیہ السّلام چھ ماہ حمل میں رہے پھر ولادت ہوئی۔
(کافی)

(۴۵) مدّتِ حمل و مدّتِ رضاعت

ہشّام بن سالم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ امام حسین علیہ السّلام چھ ماہ حمل میں رہے اور دو سال تک انھیں دودھ پلایا گیا۔
چنانچہ اللہ تعالیٰ ج کا ارشاد ہے:-

"وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ اِحْسَانًا حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ط وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ط (سورۃ الاحقاف آیت ۱۵)

(ترجمہ آیت)
(اور ہم نے انسان کو وصیّت کی کہ اپنے والدین کے ساتھ احسان کرے۔ اُس کی ماں نے تکلیف کے ساتھ اُس کا حمل برداشت کیا اور تکلیف کے ساتھ اُسے جنا۔ اور اُس کے حمل اور اُس کے دودھ چھڑانے کی مُدّت تیس ۳۰ ماہ ہے۔) (امالی صدوق رح)

(۴۶) حسنین ع کی عمروں میں تفاوت

عبدالرّحمٰن عرزمی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے آپ ع نے فرمایا کہ حضرت امام حسن علیہ السّلام کی ولادت اور امام حسین علیہ السّلام کے ابتدائے حمل کے درمیان ایک طُہر کا فاصلہ تھا۔ اور ان دونوں کی ولادتوں میں چھ ماہ اور دس دن کا فاصلہ تھا۔ (کافی)

(۴۷) بتوسّط حسینؑ صُلصائیل کی خطا معاف

مفضّل نے ایک طویل حدیث امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے:
آپ ع نے فرمایا کہ مومنین کے درمیان ایک فرشتہ تھا جس کا نام صلصائیل تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اُسے کسی کام کے لیے بھیجا لیکن اُس کو کسی وجہ سے کام کی انجام دہی میں تاخیر ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے اُس کے پر و بال نوچ دیے اور اُس کے بازو توڑ کر اُسے سمندر کے جزیروں میں سے ایک جزیرے میں ڈال دیا۔ اور وہ اِسی میں پڑا رہا یہاں تک کہ امام حسین علیہ السلام کی ولادت کی شب آ گئی، تو ملائکہ نے اللہ تعالیٰ سے اجازت چاہی کہ ہم لوگ جا کر رسول اللہؐ و امیر المومنینؑ و فاطمہ زہراؑ کو حسینؑ کی ولادت کی تہنیت ادا کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اجازت دیدی تو فوج در فوج ملائکۂ عرش نیز ہر ہر آسمان سے نازل ہونے لگے اور اس جزیرے سے گذرے جس میں صلصائیل فرشتہ پڑا ہوا تھا۔ جب وہاں صلصائیل کو دیکھا تو ٹھہر گئے۔

صلصائیل نے اُن ملائکہ سے دریافت کیا کہ آسمانوں سے نازل ہو کر کس طرف جانے کا ارادہ رکھتے ہو؟

اُن فرشتوں نے کہا، آج کی شب دنیا میں ایک ایسا مولود تولد ہوا ہے جو اپنے جد رسول اللہؐ، اپنے پدرِ بزرگوار علیؑ، اپنی والدۂ ماجدہ فاطمہ زہراؑ اور اپنے بھائی حسنؑ کے بعد سب سے زیادہ مکرّم و محترم ہے۔ اُس کا نام حسینؑ ہے۔ چنانچہ ہم نے اللہ تعالیٰ سے اجازت چاہی تاکہ نازلِ فرشِ زمین ہو کر اللہ کے حبیب محمد مصطفیٰؐ کو اس مولود کی ولادت کی تہنیت ادا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اجازت فرما دی ہے۔

صلصائیل نے کہا، اے اللہ کے فرشتو! میں تمھیں اُس اللہ کا واسطہ دیتا ہوں جو ہم سب کا رب ہے اور اُس کے حبیب محمدؐ اور اُس مولود کا واسطہ دیتا ہوں مجھے بھی اپنے ہمراہ حبیبِ خداؐ کی خدمت میں لے چلو اور اُن سے تم بھی درخواست کرو اور میں بھی درخواست کروں گا کہ وہ اس مولود کے واسطے سے جو اللہ نے اُنھیں عطا فرمایا ہے دُعا فرمائیں کہ اللہ میری خطا معاف فرمائے اور میرے شکستہ بازو جوڑ دے اور ملائکہ مقربین میں جو میرا مقام تھا وہاں واپس فرما دے۔

وہ فرشتے صلصائیل کو لیے ہوئے رسول اللہؐ کی خدمت میں آئے پہلے اُن کے فرزند حسینؑ کی تہنیت ادا کی، پھر صلصائیل کا سارا قصہ بیان کیا اور عرض کی کہ آپؐ حسینؑ کے حق کا واسطہ دے کر اللہ سے دُعا فرمائیں کہ وہ اس کی خطا کو معاف فرما دے۔ اور اس کے ٹوٹے ہوئے بازو جوڑ دے نیز اس کو ملائکہ مقربین میں جو اُس کا مقام تھا عطا فرما دے۔

یہ سُن کر رسول اللہؐ اُٹھے، فاطمہ زہراؑ کے پاس آئے اور فرمایا، لاؤ میرے فرزند حسینؑ کو مجھے دو۔

جناب فاطمہ زہراؑ نے حسینؑ کو ایک کپڑے میں لپٹا ہوا رسول اللہؐ کو دے دیا۔ آپؐ

اُنھیں لیے ہوئے ملائکہ کے سامنے تشریف لائے۔ آپؐ اُنھیں اپنے دونوں ہاتھوں پر اُٹھائے ہوئے تھے۔ ملائکہ بچّے کو دیکھ کر تہلیل و تکبیر و تحمید کرنے لگے۔ آنحضرتؐ نے رو بقبلہ ہو کر آسمان کی جانب چہرۂ اقدس کیا اور عرض کی، "پروردگارا! تجھے میرے اِس فرزند حسینؑ کے حق کا واسطہ تو صلصائیل کی خطا معاف فرما، اس کے بازو جوڑ دے اور ملائکۂ مقرّبینؑ میں جو اس کا مقام تھا وہ پھر اُسے عطا فرما دے۔"

اللہ تعالےٰ نے اپنے رسولؐ کی دُعاء قبول فرمائی، صلصائیل کی خطا معاف کی اُس کے شکستہ بازو جوڑ دیے اور ملائکۂ مقرّبین میں جو اُس کا مقام تھا وہ اُسے عطا فرمادیا۔

(کتاب غیبت)

(۴۸) ولادتِ امام حسینؑ ۳ شعبان ۴ھ

قاسم بن علاء ہمدانی وکیل حضرت امام حسن عسکری علیہ السّلام کے پاس حضرت حجّت عجّل اللہ فرجہ کی ایک تحریر آئی کہ امام حسین علیہ السّلام بروز پنجشنبہ ۳ شعبان کو تولّد ہوئے۔

★ حسین بن زید نے حضرت جعفر بن محمد علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام ابنِ علیؑ ۵ شعبان ۴ھ کو تولّد ہوئے۔

بحار الانوار

باب ۲

حسنینؑ کے فضائل اور اُن کی امامت پر نصوص

۱ حُسَیْنٌ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنَ الْحُسَیْن (الحدیث)

ترمذی نے اپنے اسناد کے ساتھ یعلی بن مُرّہ سے روایت کی ہے اُن کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا:

"حُسَیْنٌ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنَ الْحُسَیْن"

حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں

"اَحَبَّ اللّٰہُ مَنْ اَحَبَّ حُسَیْنًا"

اللہ جؑ اُسے دوست رکھے گا جو حسین کو دوست رکھے گا

"حُسَیْنٌ سِبْطٌ مِنَ الْاَسْبَاطِ"

حسین اسباط میں ایک سبط ہے

(کشف الغمہ ۔ ترمذی)

۲ آنحضرتؐ نے ابراہیم کو حسینؑ پر فدا کر دیا

تفسیر نقّاش میں اپنے اسناد کے ساتھ ابنِ عبّاسؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں حاضر تھا، آپؐ کے بائیں زانو پر آپؐ کے فرزند ابراہیم تھے اور داہنے زانو پر حسینؑ ابنِ علیؑ تھے۔ آپؐ کبھی اِن کے بوسے لیتے اور کبھی اُن کے۔ دریں اثناء حضرت جبرئیلِ امینؑ پروردگار کی جانب سے وحی لے کر نازل ہوئے۔ جب آپؐ وحی سے فارغ ہوئے تو ارشاد فرمایا:

"میرے پروردگار کی جانب سے میرے پاس جبرئیلِ امینؑ آئے تھے۔ اُنھوں نے کہا کہ اے محمدؐ! آپؐ کا رب آپؐ کو سلام ارشاد فرماتا ہے اور یہ فرماتا ہے کہ "میں تمھارے پاس اِن دونوں کو یکجا نہیں رکھوں گا۔ آپؐ اِن دونوں میں سے کسی ایک کو دوسرے پر قربان کر دیں۔"

یہ سن کر نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ایک نظر ابراہیمؑ پر ڈالی اور گریہ فرمانے لگے، پھر ایک نظر حسینؑ پر ڈالی اور گریہ فرمانے لگے۔

پھر فرمایا ابراہیمؑ کی ماں کنیز ہے اگر ابراہیمؑ کی موت واقع ہو جائے تو اس کی موت پر صرف مجھ کو غم ہو گا۔ اور حسینؑ کی ماں فاطمہؑ ہے اور ان کا باپ علیؑ ہے جو میرا ابنِ عم ہے۔ میرا گوشت اور میرا خون ہے۔ اگر حسینؑ کی موت واقع ہو گئی تو ان کی موت پر میری بیٹی بھی روئے گی، میرے ابنِ عم کو بھی حزن و ملال ہو گا اور مجھے بھی ان کی موت کا غم ہو گا۔ لہٰذا ان دونوں کے حزن و ملال پر اپنے غم کو ترجیح دیتا ہوں۔

اے جبرئیلِ امینؑ میں ابراہیمؑ کو حسینؑ پر قربان کرتا ہوں۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر تین دن کے بعد ابراہیمؑ کی روح قبض ہو گئی اس کے بعد جب بھی نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم حسینؑ کو آتا دیکھتے تو بڑھ کر انھیں بوسہ دیتے، اُنھیں سینے سے لگاتے اور فرماتے میں اُس پر قربان جس پر میں نے اپنے فرزند ابراہیمؑ کو قربان کر دیا۔ (مناقب ۔ تفسیر نقّاش)

۳ — امام حسنؑ و امام حسینؑ سے عرش کی زینت ہو گی

ابنِ عمر سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا، جب قیامت کا دن ہو گا تو عرشِ ربّ العالمین مکمّل طور پر آراستہ کر دیا جائے گا۔ پھر وہاں دو نورانی منبر لائے جائیں گے جو ایک سو میل طویل ہوں گے۔ ایک منبر عرش کے داہنے جانب نصب کیا جائے گا اور دوسرا عرش کے بائیں جانب۔ پھر امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو لایا جائے گا۔ امام حسنؑ ایک منبر پر ایستادہ ہوں گے اور امام حسینؑ دوسرے منبر پر۔ اور اللہ تعالےٰ ان دونوں سے اپنے عرش کو اس طرح زینت دے گا جس طرح عورت اپنے کانوں میں دو گوشوارے پہن کر مزیّن ہوتی ہے۔

(امالی)

۴ — رسول اللہؐ کے ریحانتین

جابر بن عبد اللہ انصاریؓ سے روایت ہے، اُن کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو حضرت علی علیہ السّلام سے

اپنی وفات سے تین دن پہلے فرماتے ہوئے سُنا۔

"اے میرے دونوں پھولوں کے والد! تم پر میرا اسلام ہو۔ میں تم سے اپنے دنیا کے اُن دونوں پھولوں کے متعلق وصیت کرتا ہوں، سنو! عنقریب تمھارے دو ستون منہدم ہو جائیں گے۔ اللہ تمھارا نگراں ہے۔"

چنانچہ جب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے وفات پائی تو حضرت علیؑ نے یہ کہا، یہ ایک ستون تھا جس کے متعلق رسول اللہؐ نے فرمایا تھا۔ جب حضرت فاطمہ زہراؑ نے رحلت فرمائی تو حضرت علیؑ نے کہا، یہ دوسرا ستون ہے جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا تھا۔ (امالی)

★ معانی الاخبار میں بھی حمّاد بن عیسیٰ سے اسی کے مثل روایت ہے۔

(معانی الاخبار)

۵ ــــ ایک عراقی کا مچھر کے خون کے متعلق سوال اور ابنِ عمر کا جواب

ابنِ ابی نعیم سے روایت ہے، اُن کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ عبداللہ ابنِ عمر کے پاس ایک آدمی آیا۔ اُس نے اُن سے پوچھا۔ کیا مچھر کا خون کرنا (مارنا) جائز ہے؟

اُنھوں نے اُس سے پوچھا، تم کہاں کے رہنے والے ہو؟

اُس نے کہا، عراق کا باشندہ ہوں۔

ابنِ عمر نے حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر کہا، ذرا اِس شخص کو دیکھو! یہ مچھر کا خون کرنے کے متعلق سوال کرتا ہے درآنحالیکہ اِن لوگوں نے رسول اللہؐ کے نواسے کا خون بہا دیا (اُس وقت یہ نہ پوچھا کہ یہ جائز ہے یا ناجائز) جن کے متعلق حضرت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا تھا کہ "یہ میری دنیا کے دو پھول ہیں"۔ یعنی حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ۔ (امالی شیخ صدوقؒ)

★ مناقب میں ہے کہ ابو عیسیٰ نے اپنی کتاب الجامع میں اور حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں اور سمعانی نے اپنی کتاب فضائل میں، اور ابنِ بطہ نے اپنی کتاب ابانہ میں ابنِ ابی نعیم سے اِسی کے مثل روایت کی ہے۔

(مناقب ابنِ شہر آشوب)

(۶) حسینؑ کے دوست اور دوست کے دوست بھی جنّت میں ہوں گے

حُذیفہ یمانی سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو دیکھا کہ آپؐ حسینؑ ابنِ علیؑ کا ہاتھ پکڑے ہوئے یہ فرما رہے تھے کہ:

"اے لوگو! یہ حسینؑ ابنِ علیؑ ہے اس کو خوب پہچان لو۔ اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ یہ جنّت میں ہوگا، اِس کے دوست جنّت میں ہوں گے اور اِس کے دوست کے دوست بھی جنّت میں ہوں گے۔"

(۷) رسول اللہؐ کے سامنے حسنینؑ کی زور آزمائی

حضرت علی علیہ السّلام سے روایت ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے سامنے حسنؑ وحسینؑ آپس میں زور آزمائی کر رہے تھے تو نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا۔ ہاں اے حسنؑ! شاباش، ذرا پھرتی سے۔

فاطمہ زہراؑ نے عرض کی، یا رسول اللہؐ! آپؐ چھوٹے کے مقابلے میں بڑے کی ہمّت افزائی فرما رہے ہیں؟

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا، بیٹی! اُدھر حسینؑ کی طرف سے جبرئیلؑ (حسینؑ کی ہمّت افزائی کر رہے ہیں اور) کہہ رہے ہیں کہ ہاں، اے حسینؑ! شاباش، جلدی سے تو میں (اِدھر سے حسنؑ کی ہمّت افزائی کر رہا ہوں اور) کہہ رہا ہوں کہ ہاں اے حسنؑ! شاباش، ذرا تیزی سے

(قرب الاسناد)

(۸) جوانانِ اہلِ جنّت کے سردار

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے اپنے آبائے کرام سے روایت کی ہے:

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ حسنؑ وحسینؑ جوانانِ اہلِ جنّت کے سردار ہیں اور اِن دونوں کے والد اِن دونوں سے بہتر ہیں۔

(قرب الاسناد)

★ انھیں اسناد کے ساتھ روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں نے حسنؑ کو اپنی ہیبت اور اپنا علم عطا کیا اور حسینؑ کو اپنا جُود اور اپنی رحمت عطا کی۔

(قرب الاسناد)

⑨ حسنینؑ کے بازوؤں کے تعویذ

یحییٰ بن خشّاب نے ابنِ عمر سے روایت کی ہے کہ امام حسنؑ و امام حسینؑ کے بازوؤں پر تعویذ تھے جن میں جبرئیلِ امینؑ کے بازوؤں کے پر و بال بھرے ہوتے تھے۔

⑩ و ⑪ حسنینؑ اوصافِ رسولؐ کے وارث

زینب بنتِ ابی رافع سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مرضِ موت میں مبتلا تھے کہ جناب فاطمہ زہراؑ بنتِ رسولؐ اپنے دونوں فرزندوں حسنؑ وحسینؑ کو لے کر آنحضرتؐ کی خدمت میں آئیں اور عرض کی یا رسول اللہؐ! یہ آپؐ کے دونوں فرزند ہیں انھیں بھی اپنی کسی چیز کا وارث بنا دیجیے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا، حسنؑ میری ہیبت اور سیادت کا وارث ہے اور حسینؑ میری شجاعت اور سخاوت کا وارث ہے۔ (خصال)

★ ابراہیم بن علی رافعی سے بھی اسی کے مثل روایت ہے

(اعلام الوریٰ و ارشاد)

⑫ اوصافِ رسولؐ کے وارث

صفوان بن سلیمان سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ حسنؑ کو میں نے اپنی ہیبت اور حلم دیا اور حسینؑ کو میں نے اپنا جُود اور اپنی رحمت دی۔

(خصال)

⑬ باغِ رسالت کے دو پھول

تین اسناد کے ساتھ امام رضا علیہ السلام سے اور اُنھوں نے اپنے آبائے کرام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ فرزند باغِ زندگی کا پھول

ہوتا ہے اور میرے دو پھول حسنؑ و حسینؑ ہیں۔

(عیون الاخبار الرضا)

★ صحیفۃ الرضا میں بھی امام رضا علیہ السلام سے یہی روایت مرقوم ہے۔

(صحیفۃ الرضا)

(۱۴) حسنؑ و حسینؑ سردارِ جوانانِ اہلِ جنت ہیں

مذکورہ بالا اسناد کے ساتھ یہ روایت بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: " الحسن والحسین سیدا شباب اهل الجنة وابوهما خیرٌ منهما۔"

یعنی (حسنؑ و حسینؑ جوانانِ اہلِ جنت کے سردار ہیں اور ان دونوں کے والد ان دونوں سے بہتر ہیں۔) (عیون الاخبار الرضا)

(۱۵) یہ دونوں اہلِ زمین میں سب سے بہتر ہیں

تمیمی کے اسناد کے ساتھ حضرت امام رضا علیہ السلام سے اور انھوں نے اپنے آبائے کرام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

" الحسن والحسین خیر اهل الارض بعدی وبعد ابیهما وامهما افضل نساء اهل الارض "

یعنی (حسنؑ و حسینؑ میرے بعد اور اپنے والد کے بعد اہلِ زمین میں سب سے بہتر ہیں اور اُن کی والدہ اہلِ زمین کی عورتوں میں سب سے افضل ہیں۔)

(عیون الاخبار الرضا)

(۱۶) حسینؑ سے رسولؐ کی محبت

براء بن عازب سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ حسینؑ کو اپنی آغوش میں اُٹھائے ہوئے فرما رہے تھے۔

" اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّهٗ فَاَحِبَّهٗ "

(اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں پس تو بھی اس سے محبت کر۔) (امالی صدوق رہ)

۱۷ حسنینؑ سے محبّت کرنا رسولؐ سے محبّت کرنا ہے

ابو ہریرہ سے روایت ہے اُس کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سُنا، آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ:

"مَن احبّ الحسن والحسین فقد احبّنی ومَن ابغضھما فقد ابغضنی"

یعنی (جس نے حسنؑ و حسینؑ سے محبّت کی اُس نے مجھ سے محبّت کی اور جس نے اِن دونوں سے بغض رکھا اُس نے مجھ سے بغض رکھا۔) (امالی شیخ صدوقؒ)

۱۸ حسنینؑ کی عصمت و امامت پر نص

طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ حضرت امیر المومنین صلوات اللہ وسلامہٗ علیہ نے حسنؑ و حسینؑ سے فرمایا، تم دونوں میرے بعد امام ہوگے، تم دونوں سردارِ جوانانِ اہلِ جنّت ہو، تم دونوں معصوم ہو اللہ تم دونوں کی حفاظت کرے اور جو تم دونوں سے عداوت رکھے اُس پر اللہ کی لعنت۔ (کتاب الرّوضہ)

۱۹ یہ دونوں سردارِ جوانانِ اہلِ جنّت ہیں

حارث نے حضرت علی علیہ السّلام سے روایت کی ہے آپؑ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ:

"الحسن والحسین سیّدا شباب اھل الجنۃ"

یعنی (حسنؑ و حسینؑ سردار ہیں جوانانِ اہلِ جنّت کے۔)

(امالی شیخ صدوقؒ)

(۲۰) یہ دونوں عرشِ الٰہی کے گوشوارے ہیں

زیدؒ بن علیؑ نے اپنے آبائے کرام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے فرمایا:

"الحسن والحسین یوم القیٰمہ عن جنبی عرش الرحمٰن تبارک وتعالیٰ بمنزلۃ الشقین من الوجہ"

یعنی (قیامت کے دن حسنؑ وحسینؑ عرشِ الٰہی تبارک وتعالیٰ کے دونوں پہلوؤں میں اس طرح ہوں گے جیسے چہرے کے دونوں طرف کانوں میں گوشوارے۔"

(امالی شیخ صدوقؒ)

(۲۱) حسنینؑ کی آپس میں زور آزمائی

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حسنؑ وحسینؑ آپس میں زور آزمائی کر رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے کہا، ہاں اے حسنؑ شاباش اور تیزی سے۔ یہ سُن کر فاطمہ زہراؑ نے عرض کی یا رسول اللہ حسینؑ بڑے ہیں آپؐ انھیں شاباشی دے کر ان کی ہمّت افزائی فرما رہے۔؟

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ اِدھر میں حسنؑ کی ہمّت افزائی کر رہا ہوں اور اُدھر جبرئیلِ امینؑ کہہ رہے ہیں کہ اے حسینؑ شاباش، ذرا پھرتی اور تیزی سے۔

(امالی شیخ صدوقؒ)

(۲۲) حسینؑ کا آغوشِ رسولؐ میں پیشاب کردینا

ہشیم نے یونس سے اُس نے حسن سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حسینؑ آنحضرتؐ کے پاس لائے گئے۔ تو آپؐ نے اُن کو اپنی آغوش میں بٹھا لیا تو حسینؑ نے پیشاب کر دیا لوگوں نے آپؐ کی گود سے ہٹانا چاہا آپؐ نے فرمایا نہیں، میرے فرزند کو نہ ہٹاؤ اسے پیشاب کر لینے دو، پھر آپؐ نے پانی منگوایا اور اپنا کپڑا پاک کر لیا۔

(معانی الاخبار)

(۲۳) جبرئیلؑ کے پروں کے تعویذ

کتاب معالم العترۃ الطاہرہ جنابذی میں اُمّ عثمان اُمِّ ولد علی ابن ابی طالبؑ سے روایت ہے کہ آلِ رسولؐ کے پاس ایک مسند تھی جس پر صرف جبرئیل امینؑ آکر بیٹھا کرتے تھے۔ اُس پر کوئی دوسرا نہیں بیٹھتا تھا۔ اور جب جبرئیلِ امینؑ پرواز کر جاتے تو وہ لپیٹ دی جاتی۔ جب وہ پرواز کا ارادہ کرتے تو اپنے بازو پھڑپھڑاتے اور اِس طرح اُن کے پَروبال کے روئیں جھڑ جاتے آنحضرتؐ اُٹھ کر اُسے جمع کر لیتے اور حسنؑ و حسینؑ کے تعویذوں میں بھر دیتے۔

(کشف الغمہ و معالم العترۃ)

★ حلیتہ الاولیاء میں مرقوم ہے، راوی کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم امام حسنؑ کو اپنے کاندھے پر بٹھائے فرما رہے تھے کہ:

"من احبّنی فلیحبّہ" یعنی (جو مجھ سے محبت کرتا ہے اُس پر لازم ہے کہ وہ اِس سے محبت کرے) (کشف الغمہ و حلیتہ الاولیاء)

★ ابوہریرہ سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ جب بھی امام حسنؑ کو دیکھتا ہوں میری آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں۔ کیونکہ میں نے دیکھا تھا کہ ایک دن امام حسنؑ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آغوش میں بیٹھ گئے۔ آنحضرتؐ بار بار ان کا منھ کھولتے اور اپنی زبانِ اقدس اُن کے منھ میں دیدیتے اور فرماتے جاتے کہ:

"اَللّٰھُمَّ اِنّی اَحبّہ واَحبّ مَن یحبّہ"

یعنی (یا اللہ میں اِس سے محبّت کرتا ہوں اور اُس سے محبت کرتا ہوں جو اِس سے محبت کرے) یہ بات آپؐ نے تین مرتبہ فرمائی۔ (کشف الغمہ۔ حلیتہ الاولیاء)

(۲۴) راستہ روشن کرنے کے لیے بجلی چمکتی رہی

تین اسانید کے ساتھ حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حسنؑ و حسینؑ، نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس تھے۔ رات ہوگئی تو آپؐ نے فرمایا: اچھا اب تم اپنی ماں کے پاس چلے جاؤ (چونکہ شب کا اندھیرا ہر طرف پھیل چکا تھا) پس ایک مرتبہ بجلی چمکی اور اور پھر مسلسل چمکتی رہی یہاں تک کہ وہ دونوں فاطمہ زہراؑ کے پاس پہنچ گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اس تجلی کو دیکھتے رہے۔ پھر فرمایا: حمد اُس خدا کی جس نے ہم اہلِ بیت کو مکرّم فرمایا۔

(عیون الاخبار الرّضا)

★ صحیفۃ الرّضا میں بھی امام رضا علیہ السّلام کی یہی روایت مرقوم ہے۔

(صحیفۃ الرّضا)

۲۵ حدیقۂ بنی نجّار میں حسنینؑ کا جانا اور ایک اژدہے کا حفاظت پر مامور ہونا

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے اپنے آبائے کرامؑ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ بیمار ہوئے (جس سے آپؐ صحتیاب ہوگئے تھے) جناب فاطمہ زہراؑ آپؐ کی عیادت کے لیے آئیں۔ اُن کے ہمراہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ بھی تھے۔ آپؑ نے داہنے ہاتھ سے امام حسنؑ کا ہاتھ پکڑا اور بائیں ہاتھ سے امام حسینؑ کا ہاتھ تھاما، دونوں کے درمیان خود ہوگئیں اس طرح آپؑ دونوں بچّوں کو لیے ہوئے بیتِ عائشہ میں جا پہنچیں۔ امام حسنؑ آنحضرتؐ کے داہنے جانب اور امام حسینؑ بائیں جانب بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر میں یہ آنحضرتؐ کے جسدِ اطہر سے متّصل ہوکر اونگھنے لگے۔ آنحضرتؐ نے انھیں نہیں جگایا۔

جناب فاطمہ زہراؑ نے بچّوں سے فرمایا، میرے پیارو! اب تمھارے نانا سو رہے ہیں اِس وقت واپس چلو اور دعا کرو اللہ انھیں صحّت عطا فرمائے۔ تم پھر آنا۔

ان دونوں نے عرض کی، ہم اِس وقت تو نہیں جاتے، آپؑ تشریف لے جائیں۔

چنانچہ امام حسنؑ آنحضرتؐ کے داہنے پہلو میں سو گئے اور امام حسینؑ بائیں پہلو میں۔ مگر رسولِ اکرمؐ کے بیدار ہونے سے قبل ہی یہ دونوں بچّے بیدار ہوگئے (جناب فاطمہ زہراؑ پہلے ہی تشریف لے جا چکی تھیں) بچّوں نے حضرت عائشہ سے دریافت کیا، کہ کیا ہماری مادرِ گرامی یہاں موجود نہیں ہے؟

اُنھوں نے کہا کہ تم دونوں سو گئے تھے اِس لیے وہ اپنے گھر چلی گئیں۔

یہ جواب سُن کر دونوں صاحبزادے اُسی شب کی تاریکی میں اپنے گھر کی طرف چل دیے۔ بادل گرج رہے تھے، بجلی چمک رہی تھی، گھُپ اندھیرا تھا۔ قدرت کی طرف سے ایک روشنی پیدا ہوئی اور وہ دونوں اُسی روشنی کے سہارے چلے جا رہے تھے۔ امام حسنؑ اپنے داہنے ہاتھ سے امام حسینؑ کا بایاں ہاتھ پکڑے ہوئے تھے، یہانتک کہ حدیقۂ بنی نجّار میں پہنچ گئے۔ یہاں سے اُنھیں راستے کا صحیح اندازہ نہ ہو سکا۔ دونوں نے وہیں شب گذارنے کا آپس میں مشورہ

کیا اور ایک دوسرے کے گلے میں بانہیں ڈال کر وہیں سو رہے۔
اِدھر جب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم خواب سے بیدار ہوئے تو دیکھا کہ بچّے موجود نہیں ہیں۔ جناب فاطمہ زہرا کے گھر دریافت کرایا، معلوم ہوا کہ بچّے وہاں بھی موجود نہیں ہیں۔ تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم خود تلاشِ حسنینؑ کے لیے اُٹھے۔ آپؐ پروردگارِ عالم کی جناب میں یہ عرض کرنے لگے کہ یا اللہ! ان بچّوں کا بس تو ہی محافظ ہے مجھے اُن سے مِلا دے۔ اثنائے دُعا آپؐ کے سامنے ایک روشنی نمودار ہوئی، آپؐ اُس روشنی کے ساتھ ساتھ چلتے رہے تا اینکہ آپؐ حدیقۂ بنی نجّار میں جا پہنچے۔ وہاں دیکھا تو دونوں نواسے ایک دوسرے کے گلے میں بانہیں ڈالے ہوئے سو رہے ہیں، بارش ہو رہی ہے مگر ان دونوں پر بارش کا ایک قطرہ بھی نہیں پڑ رہا ہے اور ایک اژدہا جس کے جسم پر بڑے بڑے بال ہیں اور دو بازو ہیں۔ ایک بازو سے امام حسنؑ کو کو ڈھانپے ہوئے ہے اور دوسرے سے امام حسینؑ کو ڈھانپے ہوئے ہے۔
جب آنحضرتؐ نے یہ ماجرا دیکھا تو آپؐ نے کھانسنا شروع کیا۔ وہ اژدہا آپؐ کی آواز سن کر وہاں سے یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ "پروردگارا! تو گواہ رہنا اور تیرے ملائکہ گواہ رہیں کہ میں نے تیرے نبیؐ کے ان دونوں فرزندوں کی حفاظت کی ہے اور بالکل صحیح وسلامت ان دونوں کو تیرے نبیؐ کے حوالے کر دیا ہے۔"
آنحضرتؐ نے فرمایا، اے اژدہے! تو کس قوم وجنس سے ہے؟
اُس نے عرض کی، حضور، میں آپؐ کی طرف قومِ اَجِنّا کا ایک فرستادہ ہوں۔
آنحضرتؐ نے فرمایا، کہاں کے رہنے والے جنّوں کی طرف سے تو یہاں مامور ہوا تھا۔
اُس نے عرض کی، حضور، نصیبین کے جنّوں کی جانب سے۔ بات یہ ہے بنی ملیح کے اَجِنّا کتابِ خدا کی ایک آیت بھول گئے ہیں انھوں نے مجھے آپؐ کی خدمت میں وہ آیت دریافت کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ جب میں اِس مقام پر پہنچا تو مجھے ازغیب ایک منادی نے ندا دی، اے اژدہے! یہ دونوں بچّے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے فرزند ہیں، تو ہر طرح کے آسیب وگزند سے اِن کی حفاظت کر۔
لہٰذا میں نے اِن کی حفاظت کی اور اِنھیں صحیح وسلامت آپؐ کے حوالے کیا۔
یہ کہکر اُس اژدہے نے آپؐ سے وہ آیت پوچھی اور واپس چلا گیا۔
نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حسنؑ کو اُٹھا کر اپنے داہنے کاندھے پر بِٹھا لیا اور حسینؑ کو بائیں کاندھے پر بِٹھا لیا۔ اُدھر سے حضرت علی علیہ السّلام بھی آپؐ کے پاس پہنچ گئے نیز کچھ اصحاب بھی آ گئے اور اصحاب میں سے کسی نے عرض کی یا رسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر

قربان، اپنے ایک نواسے کو مجھے دیدیجیے، تاکہ آپؑ کا بوجھ ہلکا ہو جائے۔

آپؐ نے فرمایا، جاؤ، اللہ نے تمھاری بات سُنی اور اُسے تمھارا مقام معلوم ہے۔

پھر دوسرے صحابی نے بڑھ کر عرض کی: یا رسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں، اِن میں سے ایک نواسے کو مجھے دیدیجیے۔ میں آپؐ کا بوجھ ہلکا کر دوں۔

آپؐ نے فرمایا، ہٹو، جاؤ اللہ نے تمھاری بات بھی سُنی اور اُس کو تمھارا بھی مقام معلوم ہے۔

پھر آنحضرتؐ سے حضرت علیؑ ملے اور عرض کی، یا رسول اللہؐ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان، میرے ایک بچے کو مجھے دیدیجیے، تاکہ میں آپؐ کا بار بٹاؤں۔

یہ سُن کر آنحضرتؐ امام حسنؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، اے حسنؑ! کیا تم اپنے والد کے کاندھے پر جانا چاہتے ہو؟

امام حسنؑ نے عرض کی نانا جان! بخدا مجھے آپؐ کا دوشِ مبارک اپنے والد کے کاندھے سے زیادہ پسند ہے۔

پھر آنحضرتؐ نے امام حسینؑ سے دریافت فرمایا، اے حسینؑ! کیا تم اپنے والد کے کاندھے پر جانا چاہتے ہو؟

امام حسینؑ نے عرض کی، نانا جان، بخدا مجھے اپنے والدِ بزرگوار کے کاندھے سے زیادہ آپؐ کا دوشِ اقدس پسند ہے۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم دونوں کو اپنے دوشِ اقدس پر بٹھائے ہوئے فاطمہ زہراؑ کے گھر پہنچے۔ فاطمہ زہراؑ نے اِن دونوں کے لیے کچھ کھجوریں رکھ چھوڑی تھیں۔ اسے لاکر اِن دونوں کے سامنے رکھا۔ انھوں نے کھجوریں کھائیں، شکم سیر ہوئے اور خوش ہوگئے۔

پھر نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ان دونوں سے فرمایا، اچھا اب اُٹھو اور تم دونوں زور آزمائی کرو تاکہ میں دیکھوں کہ تم دونوں میں کون زیادہ طاقتور ہے۔

دونوں زور آزمائی کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اِسی اثناء، فاطمہ زہراؑ کسی کام سے چلی گئیں۔ جب واپس آئیں تو آنحضرتؐ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا، اے حسنؑ ہاں شاباش اور زور لگاؤ، حسینؑ کو پچھاڑ دو۔

جناب فاطمہ زہراؑ نے عرض کی، بابا جان! بڑا تعجب ہے۔ آپؐ اِن کے مقابلے میں اُن کو اُبھار رہے ہیں، چھوٹے کے مقابلے میں بڑے کی ہمّت افزائی فرما رہے ہیں۔؟

آنحضرتؐ نے فرمایا، بیٹی! کیا تم اِس پر خوش نہیں ہو کہ میں حسنؑ کی ہمّت افزائی

کرتے ہوئے کہوں کہ ہاں شاباش حسینؑ کو پچھاڑ دو، جبکہ اُدھر میرے دوست جبرئیلؑ برابر یہ کہہ رہے ہیں کہ ہاں اے حسینؑ! شاباش، حسنؑ کو پچھاڑ دو۔

★ ابوہریرہ و ابنِ عبّاس و امام جعفر صادق علیہ السلام سے اِسی طرح کی روایت ہے۔ نیز خرکوشی نے اپنی کتاب شرف النبیؐ میں اِسی کے ہم معنی روایت ہارون الرشید سے اور اُس نے اپنے آباء سے کی ہے۔ (امالی شیخ صدوقؒ)

٢٦ اے رسولؐ! حسنینؑ اور اُن کے مُحبّوں سے حُب رکھو، حکمِ خداوندی:

عبدالعزیز نے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے: آپؑ نے ارشاد فرمایا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ:

"یا علی لقد اذھلنی ھٰذان الغلامان یعنی الحسن والحسین اَن اُحبَّ بعدھما احداً اِنّ ربّی امرنی اَن اُحبّھما وَاُحبّ من یُحبّھما"

یعنی: (اے علیؑ مجھے اِن دونوں فرزندوں یعنی حسنؑ وحسینؑ نے حیرت میں ڈال دیا ہے کہ اِن کے بعد کسی اور سے کیسے محبّت کروں۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی مجھے حکم دیا ہے کہ میں اِن دونوں سے محبّت کروں اور جو شخص اِن دونوں سے محبت کرے اُس سے بھی محبّت کروں۔) (کامل الزّیارت)

٢٧ رسولؐ کو حکم کہ حسنینؑ سے محبّت کرو (کامل الزّیارت)

عمران بن حصین سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ: "اے عمران بن حصین! دل میں ہر شے کے لیے کچھ جگہ ہوتی ہے مگر اِن دونوں فرزندوں یعنی حسنؑ وحسینؑ نے تو میرے دل میں کسی شے کے لیے بھی کوئی جگہ ہی نہیں چھوڑی۔"

میں نے عرض کی، یا رسول اللہؐ! ساری ہی جگہ لے لی؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا، میں اکثر باتیں تم سے نہیں چھپاتا:

"اِنّ اللہَ اَمَرَنی بِحُبّھما"، (اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اِن دونوں سے محبّت کروں۔)

(۲۸) کامل الزّیارت ہی میں ابنِ ابی الخطّاب اور ابوذرؓ غفاری سے اِسی کے مثل روایت مرقوم ہے۔ (کامل الزّیارت)

(۲۹) حسنینؑ کے دوستداروں کی بخشش بشرطیکہ وہ ایمان سے خارج نہ ہوں

ربیعہ سعدی نے حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم، حسینؑ کے رُخساروں کے بوسے لے رہے تھے اور فرماتے تھے کہ: "جو شخص

"من احبّ الحسن والحسین وذرّیتھما مخلصًا لم تلفح النار وجھہ ولو کانت ذنوبہ بعدد رمل عالج اِلّا اَن یکون ذنبًا یخرج من الایمان"

یعنی: (جو شخص حسنؑ وحسینؑ اور اُن کی ذرّیت سے خالص محبّت کرے گا، جہنّم کی آگ اُس کے چہرے کو ہرگز نہ جھلسے گی خواہ اُس کے گناہ ریت کے ٹیلے کے برابر ہی کیوں نہ ہوں، سوائے اِس کے کہ اُس نے کوئی ایسا گناہ نہ کیا ہو جو اُسے ایمان سے خارج کردے۔) (کامل الزّیارت)

(۳۰) حسنینؑ سے محبّت کا حکم

عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سُنا، آپؐ فرمارہے تھے:

"من کان یحبّنی فَلیُحبّ ابنیَّ ھٰذین فان اللہ امرنی یُحبّھما۔"

یعنی: (جو شخص مجھ سے محبّت کا دعویدار ہے اُس پر لازم ہے کہ میرے اِن دونوں فرزندوں سے محبّت کرے۔ اِس لیے کہ اللہؑ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اِن دونوں سے محبّت کروں۔)

(کامل الزّیارت)

(۳۱) عُروۃ الوُثقیٰ سے مراد

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"من اراد ان یتمسک بعروۃ اللہ الوثقی التی قال اللہ عزّوجلّ فی کتابہ فلیتوال علیّ ابن ابی طالب و الحسن والحسین فانّ اللہ تبارک وتعالیٰ یحبّھما من فوق عرشہ۔"

یعنی: (جو شخص چاہتا ہے کہ اس مضبوط رسّی کو پکڑے جس کا ذکر اللہؑ نے اپنی کتاب میں کیا ہے تو اُس پر لازم ہے کہ وہ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ اور حسنؑ وحسینؑ سے تولّی رکھے، اِس لیے کہ اللہ ج اپنے عرش پر اِن دونوں سے محبت کرتا ہے۔) (کامل الزیارت)

(۳۲) دشمنانِ حسنینؑ کو رسولؐ کی شفاعت نصیب نہ ہوگی

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

"من البغض الحسن والحسین جاء یوم القیٰمۃ ولیس علی وجھہ لحم ولم تنلہ شفاعتی۔"

یعنی: (جو شخص حسنؑ وحسینؑ سے بغض و دشمنی رکھے گا وہ قیامت کے دن اِس حال میں آئے گا کہ اُس کے چہرے پر گوشت نہ ہوگا اور میری شفاعت اُس کو نصیب نہ ہوگی۔)

(کامل الزیارت)

(۳۳) رسولؐ کے باغِ زندگی کے دو پھول

ابوبصیر سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "قرّۃ عینی النساء و ریحانتی الحسن والحسین"

یعنی: (عورتیں میری خنکیٔ چشم ہیں اور حسنؑ وحسینؑ میرے دو پھول ہیں۔) (کامل الزیارت)

(۳۴) باغِ حیاتِ رسولؐ کے دو پھول

اصبغ نے زاذان سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ حضرت علیؑ ابن ابیطالبؑ کو مقامِ رحبہ (بیرونِ کوفہ) فرماتے ہوئے میں نے سُنا کہ: ”حسنؑ و حسینؑ رسولؐ کے دو پھول ہیں۔“ (کامل الزیارت)

(۳۵) حدیث ”حُسینُ مِنّی“

یعلی بن مُرّہ سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

”حسین منّی و انا من الحسین اَحبَّ اللہ من اَحبَّ حسیناً حسین سبط من الاسباط“

یعنی: (حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں، اللہ اُس کو دوست رکھے گا جو حسینؑ کو دوست رکھے، حسینؑ اسباط میں سے ایک سبط ہے۔)

(کامل الزیارت)

★ کتاب اعلام الوریٰ اور کتاب الارشاد میں بھی سعید سے یہی روایت مرقوم ہے۔

(اعلام الوریٰ ۔ الارشاد)

(۳۶) حسینؑ کا شمار اسباط میں ہے

سعید بن ابی راشد نے یعلی عامری سے روایت کی ہے۔ یعلی عامری کا بیان ہے کہ وہ رسول اللہؐ کے ساتھ دی گئی ایک دعوتِ طعام کے لیے نکلے تو میں نے دیکھا کہ حسینؑ بچّوں میں کھیل رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سب سے آگے بڑھ گئے اور اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دیے اور حسینؑ کبھی بھاگ کر اِدھر آتے اور کبھی دوڑ کر اُدھر جاتے اور آنحضرتؐ اُن کو ہنساتے رہے یہاں تک کہ آپؐ نے حسینؑ کو پکڑ لیا اور اپنا ایک ہاتھ اُن کی ٹھوڑی کے نیچے رکھا، ایک ہاتھ اُن کی گردن کے نیچے رکھا، پھر اپنا منھ حسینؑ کے منھ پر رکھ دیا اور اُن کے بوسے لیے، پھر فرمایا: ”حسین منّی و انا منہ احبّ اللہ

من احبّ حُسیناً حسین سبط من الاسباط "

یعنی : (حسینؑ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں ، اللہ اُس شخص کو دوست رکھتا ہے جو حسینؑ کو دوست رکھتا ہے۔ حسینؑ اسباط میں سے ایک سبط ہے)

(کامل الزیارت)

(۳۷) پنجتن پاکؑ کی محبّت کا اجر

علی بن جعفرؑ صادق نے اپنے بھائی امام موسیٰؑ بن امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے امام حسنؑ و امام حسینؑ کے ہاتھ پکڑے اور ارشاد فرمایا : " من احبّ ھٰذین الغلامین و اباھما و اُمھما فھو معی فی درجتی یوم القیٰمۃ ۔"

یعنی : (جو اِن دونوں بچّوں سے اِن دونوں کے باپ سے اور اِن کی ماں سے محبّت کرے گا وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجے میں ہوگا۔)

(کامل الزیارت)

(۳۸) حسینؑ کیلئے حُلّۂ جنّت کا آنا

ہمارے بعض اصحاب نے تحریر کیا ہے کہ ہشّام بن عروہ نے حضرت اُمّ سلمہ سے روایت کی ہے ۔ اُن کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو دیکھا کہ آپؐ اپنے فرزند حسینؑ کو ایک ایسا حُلّہ پہنا رہے ہیں جو دنیاوی حُلّہ نہیں ہے ۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہؐ ! یہ حُلّہ کہاں سے آیا ہے ؟

آنحضرتؐ نے فرمایا ، یہ میرے رب نے حسینؑ کے لیے بطور تحفہ بھیجا ہے جس کا تانا بانا جبرئیلؑ کے بازوؤں کے رُوؤں سے تیار کیا گیا ہے ۔ اِسے حسینؑ کو پہنا کر آراستہ کر رہا ہوں ۔ آج یومِ زینت ہے اور میں حسینؑ سے محبّت کرتا ہوں ۔

(بحار الانوار)

(۳۹) زمانۂ حمل میں فاطمہ زہراؑ کی کیفیت

مقداد بن اسود کندی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ امام حسنؑ و امام حسینؑ گھر سے نکل گئے تھے تو نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اُن کو تلاش کرنے کے لیے چل دیے ۔

میں بھی آپؐ کے ساتھ تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک سانپ زمین پر پڑا ہوا ہے۔ جب اُس نے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قدموں کی چاپ محسوس کی تو کھڑا ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ کھجور کے درخت سے بھی اونچا اور اونٹ سے بھی زیادہ جسیم تھا اور اُس کے منہ سے شعلے نکل رہے تھے۔ یہ دیکھ کر میں خوفزدہ ہوا، مگر جب اُس نے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو دیکھا تو بالکل دھاگے کے مانند ہو گیا۔ پس آنحضرتؐ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

اے بھائی کندی! تمھیں معلوم ہے یہ کیا کہتا ہے؟

میں نے عرض کی، اللہؐ اور اُس کا رسولؐ ہی بہتر جانتے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا، یہ سانپ کہتا ہے کہ اُس خدا کا شکر ہے کہ جس نے مجھے اب تک زندہ رکھا، تا اینکہ میں فرزندانِ رسولؐ کا نگہبان بن گیا۔

یہ کہہ کر وہ سانپ ریت کی وادی میں چلا گیا۔ پھر میں نے وہاں ایک درخت دیکھا، درآنحالیکہ اس سے قبل وہاں کوئی درخت تھا ہی نہیں، اور اُس دن کے بعد بھی جب ایک مرتبہ میں وہاں گیا تو میں نے کوئی درخت نہیں دیکھا۔

وہ درخت اپنے پتّوں سے ان دونوں (حسنؑ و حسینؑ) پر سایہ کیے ہوئے تھا نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ان دونوں کے درمیان بیٹھ گئے۔ پہلے آپؐ نے حسینؑ کا سر اُٹھا کر اپنے داہنے زانو پر رکھا، پھر حسنؑ کا سر اُٹھا کر اپنے بائیں زانو پر رکھا۔ اِس کے بعد آپؐ نے اپنی زبانِ مبارک حسینؑ کے دہن میں ڈال دی، حسینؑ بیدار ہو گئے اور اے بابا، کہہ کر پھر سو گئے۔ پھر حسنؑ بیدار ہو گئے اور اے بابا کہہ کر وہ بھی سو گئے۔

میں نے عرض کی، ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے حسینؑ ہی بڑے ہیں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا، مومنین کے دلوں میں حسینؑ کی پوشیدہ معرفت ہے اور اگر تمھیں معلوم کرنا ہو تو جا کر اس کی ماں سے اس کے متعلّق پوچھ لو۔

الغرض، جب یہ دونوں نیند سے بیدار ہو گئے تو آنحضرتؐ نے ان دونوں کو اپنے کاندھوں پر بٹھایا۔ پھر میں وہاں سے جنابِ فاطمہ زہراؑ کے درِ دولت پر آ کر کھڑا ہو گیا، تو اندر سے حمامہ کنیز نکلی اور بولی اے کندی بھائی!

میں نے (اُس کی بات کاٹ کر) کہا، تمھیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں دروازے پر کھڑا ہوں؟

اُس نے کہا، میری شہزادی و مالکہ نے مجھ سے فرمایا کہ دروازے پر ایک مرد کندی کھڑا ہے اور وہ میرے قرۃ العین حسینؑ کی منزلت و مقام معلوم کرنا چاہتا ہے۔

یہ سُن کر مجھے بڑی حیرت ہوئی۔ پھر میں دروازے کی طرف پشت کر کے کھڑا ہو گیا جس طرح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حضرت اُمِّ سلمہ کے گھر ہوتے اور میں وہاں جاتا تو دروازے کی طرف پشت کر کے کھڑا ہوتا تھا۔

میں نے حضرت فاطمہ زہرا سے پوچھا، یہ بتائیے کہ حسینؑ کی کیا منزلت ہے؟

ان مخدومہ نے فرمایا، سنو! جب میرا بیٹا حسنؑ تولد ہوا تو میرے بابا ایک دن میرے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا، بیٹی! میں تمھاری پیشانی میں ایسی ضو اور ایسا نور دیکھ رہا ہوں کہ جس کا مطلب یہ ہے کہ تم سے کوئی ایسا بچہ تولد ہوگا جو اس مخلوق کے لیے حجت ہوگا۔

پھر جب حسینؑ کے حمل کو ایک ماہ ہوگیا تو میں نے اپنے جسم میں حرارت محسوس کی اور اس کا ذکر اپنے پدرِ بزرگوار سے کیا۔ آپؐ نے ایک کوزے میں پانی منگوا کر اس پر کچھ دم کیا اور اپنا لعابِ دہن ملا کر مجھے دیا اور فرمایا، لو بیٹی اس کو پی لو۔ میں نے اسے پیا، تو وہ کیفیت جاتی رہی جو میں اپنے جسم میں محسوس کر رہی تھی۔ جب حمل کو چالیس دن ہو گئے تو میں نے محسوس کیا کہ جیسے میری پشت کے اوپر جلد اور لباس کے درمیان کوئی چیونٹی چل رہی ہے اور اسی طرح دوسرا مہینہ بھی تمام ہوگیا تو میں نے اس میں پھڑک اور حرکت محسوس کی اور بخدا اس میں ایسی حرکت تھی کہ جس کی وجہ سے میرا کھانا پینا چھوٹ گیا۔ ایسا معلوم ہوتا کہ جیسے میں دودھ پیے ہوئے ہوں۔ اور اسی حالت میں تیسرا مہینہ بھی گذر گیا اور میں اپنے گھر میں خیر و برکت کی فراوانی محسوس کرنے لگی۔ جب چوتھا مہینہ شروع ہوا تو اللہ تعالیٰ نے میری گھبراہٹ اور پریشانی کو دور کر دیا۔ اور میں نے مسجد میں سکونت اختیار کر لی۔ وہاں سے بغیر ضرورت باہر نہیں آتی تھی۔ اب میں کبھی ہلکا پن اور کبھی بھاری پن محسوس کرتی بظاہر بھی اور بباطن بھی، یہاں تک کہ اسی حال میں پانچواں مہینہ بھی پورا ہوگیا۔ جب چھٹا مہینہ آیا تو اب تاریک سے تاریک رات میں بھی چراغ کی ضرورت نہیں ہوتی تھی اور جب اپنے مصلّے پر تنہائی میں ہوتی تو اپنے اندر تسبیح و تقدیس کی آوازیں سنتی۔ جب چھ ماہ سے نو دن اور زیادہ ہو گئے تو میں نے قوت محسوس کی، اس کا ذکر میں نے حضرت اُمِّ سلمہؓ سے کیا۔ اللہ نے ان کے ذریعے ڈھارس بندھائی۔ جب دس دن زائد ہوئے تو میری آنکھوں پر نیند کا غلبہ ہوا اور اسی عالم میں ایک آنے والے نے آکر اپنے بازوؤں کو میری پشت سے مسح کیا۔ میں اٹھی اور وضو کر کے دو رکعت نماز بجا لائی۔ اس کے بعد پھر میری آنکھوں پر نیند غالب آئی، اور خواب میں ایک آنے والے نے جو سفید لباس میں ملبوس تھا میرے سرہانے آکر قیام کیا۔ اس نے میرے چہرے اور میری پشت پر کچھ دم کیا۔ میں چونک کر اٹھ بیٹھی، مجھے کچھ ڈر محسوس ہوا۔ میں نے پھر وضو کیا اور چار رکعت نماز

پڑھی۔ اِس کے بعد پھر میری آنکھوں پر نیند کا غلبہ ہوا اور خواب میں ایک آنے والا میرے پاس آیا، اُس نے مجھے اُٹھا کر بٹھا دیا اور حفاظت کا تعویذ باندھا۔

اب جب صبح ہوئی تو وہ دن حضرت اُمِّ سلمہ کی باری کا تھا۔ میں نے اپنی کنیز حامہ کا لباس پہنا اور حضرت اُمِّ سلمہ کے گھر آئی۔ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مجھے دیکھا تو آپؐ کے چہرۂ اقدس پر خوشی اور مسرّت کے آثار نظر آئے۔ آپؐ کو مسرور دیکھ کر میری ساری اُلجھنیں اور پریشانیاں دور ہوگئیں اور میں نے شب کا سارا واقعہ آپؐ سے بیان کیا۔

آپؐ نے فرمایا بیٹی! مبارک ہو۔ پہلے آنے والے میرے دوست عزرائیلؑ تھے جو عورتوں کے ارحام پر مقرّر ہیں۔ دوسرے آنے والے میرے دوست میکائیلؑ ہیں جو میرے اہلِ بیتؑ کے ارحام پر مؤکّل ہیں۔ کیا اُنھوں نے تمھارے اوپر کچھ پڑھ کر دم کیا تھا؟

میں نے عرض کی، جی ہاں۔

یہ سُن کر آنحضرتؐ گریہ فرمانے لگے اور مجھے گلے سے لگا لیا، پھر فرمایا اور تیسرے آنے والے میرے حبیب جبرئیلؑ ہیں جنھیں اللہؐ نے تمھارے فرزند کا خادم بنایا ہے۔

پھر میں واپس آئی اور اِس طرح پورا سال گذر گیا۔

(الخرائج والجرائح)

۴۰ ایک دیوث کیلئے امام حسینؑ کی بد دُعا

یعقوب بن جعفر بن ابراہیم جعفری نے ابو ابراہیم سے روایت کی ہے کہ:

ایک مرتبہ حضرت امام حسنؑ و حضرت امام حسینؑ قضائے حاجت کے لیے گھر سے نکلے اور کھجور کے ایک درخت کے پاس پہنچے، وہاں ایک گوشے میں دونوں ایک دوسرے کی طرف پُشت کر کے بیٹھ گئے۔ اللہؐ نے ان دونوں کے درمیان پردے کی ایک دیوار حائل کردی اور جب دونوں رفع حاجت کر چکے تو دیوار بھی اپنی جگہ سے مفقود ہوگئی اور وہاں ایک چشمۂ آب پھوٹ نکلا۔ ان دونوں نے طہارت کی اور پھر وضو کیا، بعدہٗ وہاں سے واپس ہوگئے۔ راستے میں انھیں ایک شخص فظ غلیظ ملا۔ وہ شخص کہنے لگا، تم لوگ اپنے دشمنوں سے نہیں ڈرتے، کہاں سے آرہے ہو؟

اُنھوں نے فرمایا، ہم قضائے حاجت کے لیے گئے تھے اور رفع حاجت کے بعد واپس آرہے ہیں۔

مگر اُس نے باور نہ کیا اور انھیں مارنے کے ارادے سے آگے بڑھا۔ اتنے میں کسی

کی آواز سنائی دی کہ اے شیطان! تو رسولؐ کے فرزندوں کو مارنے کا ارادہ کر رہا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ تو نے کل ان کی ماں کو ضرب لگائی اور انھیں زخمی کیا، دینِ خدا میں بدعت کی اور راہِ راست سے بھٹک گیا۔

اِس آواز کو سن کر حسینؑ بھی اُس پر برہم ہوئے۔ اُس نے حسینؑ پر حملہ کرنے کے لیے جیسے ہی اپنا دستِ نجس بڑھایا تو اُس کا ہاتھ اُس کے کاندھے سے بے حس ہو گیا۔ پھر اُس نے اپنے دوسرے ہاتھ سے بے ادبی کرنے کا ارادہ کیا، مگر اُس کا وہ ہاتھ بھی بے حس ہو گیا۔ اب وہ مجبور ہو کر لجاجت کرنے لگا اور کہنے لگا کہ میں تمھیں تمھارے بابا اور جدّ کا واسطہ دیتا ہوں کہ میرے لیے دعا کریں تاکہ میرے ہاتھ اپنی اصلی حالت پر پلٹ آئیں۔

امام حسینؑ نے دعا کی کہ پروردگارا! اس کے ہاتھ درست فرما دے۔ شاید اِس سے عبرت حاصل کرے۔ اور یہ اِس کے لیے حجت ثابت ہو۔

اللہؑ نے اُس کے ہاتھ درست کر دیے۔

اب وہ دونوں آگے بڑھے تو یہ شخص بھی ان حضرات کے آگے آگے چلنے لگا اور حضرت علی علیہ السلام سے آکر جھگڑنے لگا کہ تم نے اِنھیں جاسوسی کے لیے کہاں بھیجا تھا۔ (یہ واقعہ سقیفہ سے چند ہی روز بعد رونما ہوا۔)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا۔ یہ تو قضائے حاجت کے لیے گئے ہوئے تھے مگر وہ نہ مانا اور اس نے حضرت علی علیہ السلام کی رِدا اِس زور سے کھینچی کہ وہ پھٹ گئی۔

یہ دیکھتے ہی امام حسینؑ نے اُس شخص سے کہا، جا، اللہ تجھے دنیا سے اُس وقت تک نہ اُٹھائے گا جبتک تو اپنی بیوی اور بیٹی کی دلّوثی نہ کرے گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا، اور اُس شخص نے اپنی بیٹی ایک مردِ عراقی کو پیش کر دی۔

الغرض، جب امام حسنؑ و امام حسینؑ اپنے بیت الشرف واپس آئے تو امام حسینؑ نے اپنے بھائی امام حسنؑ سے کہا، میں نے اپنے جد کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ:

"تم دونوں کی مثال حضرت یونسؑ کی سی ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے اُن کو بطنِ ماہی سے نکال کر زمین پر ڈال دیا۔ اُن کے لیے خربوزے کا درخت (بیل) اُگا کر ایک چشمۂ آب جاری کر دیا۔ وہ خربوزہ کھاتے اور چشمے کا پانی پیتے تھے۔" تو میرے جد نے فرمایا کہ چشمہ تمھارے لیے بھی جاری ہو گا، مگر خربوزہ کی تمھیں ضرورت درپیش نہ آئے گی۔[۱]

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یونسؑ کے متعلق ارشاد فرمایا ہے:

"وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰی مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰی حِيْنٍ"۔ (سورۃ الصافات آیت ۱۴۷)

ترجمہ: (اور ہم نے اُن کو ایک لاکھ یا اُس سے کچھ زائد لوگوں کی طرف (پیغمبر بنا کر) بھیجا۔ پس وہ لوگ اُن پر ایمان لے آئے تو ہم نے اُنھیں سامانِ زیست ایک وقتِ معیّن تک کے لیے مہیا کیا۔)

خربوزے کی تو واقعاً ہمیں کوئی ضرورت نہیں مگر اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ چشمے کی ہمیں ضرورت ہے۔ اِس لیے اُس نے ہمارے لیے چشمہ جاری کر دیا۔ اور آئندہ ہم ایک لاکھ سے بھی زیادہ لوگوں کی ہدایت کے لیے مقرر ہوں گے مگر وہ لوگ ایمان نہ لائیں گے اور ایک وقتِ معیّن تک نفع حاصل کرتے رہیں گے۔

امام حسن علیہ السّلام نے فرمایا، ہاں میں نے بھی اپنے جد سے ایسا ہی سُنا ہے

(الخرائج والجرائح)

(۴۱) حسنینؑ شبیہِ رسولؐ تھے

کتاب الارشاد میں مرقوم ہے کہ امام حسن بن علیؑ علیہ السّلام اپنے سینے سے لیکر سر تک نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مشابہ تھے اور حضرت امام حسین بن علی علیہ السّلام سینے سے لیکر پاؤں تک نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مشابہ تھے۔ اور تمام اہلِ خاندان میں یہ دونوں رسولؐ کو سب سے زیادہ محبوب تھے۔ (کتاب الارشاد)

(۴۲) حسنینؑ سے محبّت وعداوت رکھنا خدا ورسولؐ سے محبّت وعداوت رکھنا ہے

زادان نے سلمانؓ سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو امام حسن و امام حسین علیہما السّلام کے متعلق فرماتے ہوئے سُنا ہے

"پروردگارا! میں اِن دونوں سے محبّت کرتا ہوں تو بھی اِن دونوں سے محبت کر، اور اُس سے بھی محبّت کر جو اِن دونوں سے محبّت کرتا ہے۔"

"نیز فرمایا جو حسنؑ وحسینؑ سے محبّت کرتا ہے میں اُس سے محبّت کرتا ہوں اور

جس سے میں محبت کرتا ہوں اُس سے اللہ محبت کرتا ہے اور جس سے اللہ محبت کرتا ہے اُسے وہ جنّت میں داخل کردے گا۔ اور جو حسنؑ وحسینؑ سے دشمنی رکھتا ہے میں اُس سے دشمنی رکھتا ہوں اور جس سے میں دشمنی رکھتا ہوں اُس سے اللہ دشمنی رکھتا ہے۔ جس سے اللہ دشمنی رکھتا ہے، اُسے وہ جہنم میں ڈال دے گا۔"

اور یہ فرمایا کہ "یہ دونوں میری زندگانی دنیا کے دو پھول ہیں۔"

(کتاب الارشاد)

(۴۳) رسولؐ سجدے میں حسنینؑ آپؐ کی پُشت پر

ابنِ مسعود سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نماز پڑھ رہے تھے کہ حسنؑ وحسینؑ آگئے اور دونوں آپؐ کی پُشتِ مبارک پر بیٹھ گئے۔ جب آپؐ نے سجدے سے سرِ اقدس اُٹھایا تو دونوں کو آہستہ سے اُتار دیا اور جب آنحضرتؐ دوبارہ سجدے میں گئے تو وہ دونوں پھر آپؐ کی پُشتِ مبارک پر بیٹھ گئے۔ جب آپؐ نماز سے فارغ ہوگئے تو دونوں کو اپنے داہنے اور بائیں زانوؤں پر بٹھا کر ارشاد فرمایا:

"جو مجھ سے محبت کرتا ہے اُس پر لازم ہے کہ اِن دونوں سے محبت کرے۔"

اور یہ دونوں مباہلہ کے موقع پر اللہ کے نبیؐ کے لیے اللہ کی حجت تھے۔ اور اپنے پدرِ بزرگوار کے بعد دینی اُمور میں اُمّت پر اللہ کی حجّت اور اللہ کے احسان تھے۔

(کتاب الارشاد)

(۴۴) جنّت کو حسنین علیہما السّلام پر ناز ہے

ابی عوانہ نے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے ایک مرفوع حدیث روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ حسنؑ وحسینؑ عرش کے گوشوارے ہیں۔

جنّت نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی، پروردگارا! میرے اندر تو تُو نے کمزوروں اور مسکینوں کو لاکر آباد کردیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، کیا تُو، اِس پر خوش نہیں ہے کہ میں نے تیرے ارکان کو حسنؑ وحسینؑ سے زینت دی ہے۔

یہ سُن کر وہ دلہنوں کی طرح ناز و انداز سے چلنے لگی۔

(کتاب الارشاد)

(۴۵) حسنینؑ کی آپس میں زور آزمائی

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے، آپؑ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ امام حسنؑ و امام حسینؑ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے زور آزمائی کرنے لگے:

آنحضرتؐ نے فرمایا، اے حسنؑ! شاباش حسینؑ کو لیلو۔

جناب فاطمہ زہراؑ نے عرض کی، بابا جان، آپؐ تو بڑے بیٹے کو چھوٹے کے مقابلے میں اُبھار رہے ہیں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا، اور یہ جبرئیلؑ بھی تو یہاں موجود ہیں جو حسینؑ کی طرفداری میں کہہ رہے ہیں کہ ہاں، اے حسینؑ! شاباش حسنؑ کو لیلو (یعنی حسنؑ کو پکڑ کر پچھاڑ دو)۔

(کتاب الارشاد۔ اعلام الوریٰ)

(۴۶) پاپیادہ سفرِ حج

ابراہیم رافعی نے اپنے باپ سے اور اُنھوں نے اُن کے جد سے روایت کی ہے، اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ امام حسنؑ و امام حسینؑ دونوں پاپیادہ حج کے لیے روانہ ہوئے اور آپؑ دونوں جس سوار کی طرف سے ہو کر گذرتے وہ اپنی سواری سے اُتر کر پاپیادہ ہو جاتا۔ بعض لوگوں کو یہ گراں گذرا۔ اُنھوں نے سعد بن ابی وقاص سے کہا کہ پاپیادہ چلنا ہم لوگوں کے لیے بہت گراں ہے اور ہم یہ بھی پسند نہیں کرتے کہ یہ دونوں شہزادے پاپیادہ چلیں اور ہم سواری پر رہیں۔

سعد بن ابی وقاص نے آگے بڑھ کر عرض کی، اے ابو محمدؑ! آپؑ کے ہمراہ جو لوگ چل رہے ہیں اُن میں سے بعض پر اس طرح پیدل چلنا بہت گراں ہے۔ اور لوگ جب آپؑ حضرات کو پاپیادہ چلتے ہوئے دیکھتے ہیں تو انھیں اچھا نہیں لگتا کہ وہ تو سواری پر چلیں اور آپؑ پیدل سفر کریں۔ لہٰذا ہماری یہ گذارش ہے کہ آپؑ حضرات بھی سواری پر تشریف رکھیں۔

امام حسنؑ نے ارشاد فرمایا، نہیں، ہم سواری پر نہیں بیٹھیں گے کیونکہ ہم نے نذر کر لی ہے کہ ہم بیت اللہ الحرام تک پاپیادہ ہی جائیں گے۔ البتہ ہم اپنا راستہ تبدیل کیے دیتے ہیں۔

یہ فرما کر آپؑ حضرات نے اپنا راستہ تبدیل کر دیا۔ (مناقب ابن شہر آشوب۔ کتاب الارشاد)

(۴۷) حسنینؑ کیلئے رسولؐ کی تین دُعائیں

جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ایک مرتبہ امام حسنؑ و امام حسینؑ کا ہاتھ پکڑے ہوئے ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا، سنو! "میں نے اپنے اِن دونوں فرزندوں کو بچپن میں پالا اور بڑے ہوئے تو اُن کے لیے دعائیں کرتا رہا، میں نے اِن دونوں کے لیے تین اُمور کے لیے دُعا کی۔ اللہؐ نے دو دُعائیں تو قبول فرمالیں لیکن ایک دُعا کے لیے منع فرمادیا۔ میں نے دُعا کی کہ: پروردگارا!

" اَنْ یَّجعلھما طاھرین مطھّرین زکیّین "

(اِن دونوں کو طاہر و مطہّر اور پاک وصاف رکھنا۔)

اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمالی۔ اور دوسری دُعا یہ تھی کہ: پروردگارا!

" اَنْ یّقیھما و ذرّیتھما و شیعتھما النّار "

(اِن دونوں کو اور اِن دونوں کی ذرّیت کو اور اِن دونوں کے شیعوں کو جہنّم سے بچانا۔)

اللہ تعالیٰ نے میری یہ دعا بھی قبول فرمالی۔ تیسری دعا میں نے یہ کی کہ پروردگارا!

" اَنْ یّجمع الاُمّۃ علیٰ مُحبّتھما۔ "

(اِن دونوں کی محبّت پر میری اُمّت کو جمع کردینا۔)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمّدؐ! میں اِس کے متعلّق فیصلہ کرچکا ہوں اور ایک بات مقدّر کرچکا ہوں، اور وہ یہ کہ تمھاری اُمّت کا ایک گروہ وہی پورا کردکھائے گا جو یہود و نصاریٰ اور مجوس میں ہوا ہے وہ لوگ تمھاری اولاد کے متعلّق تمھارے عہد سے بے وفائی اور بدعہدی کریں گے، مگر میں نے بھی یہ طے کرلیا ہے کہ جو بھی ایسا کرے گا وہ میرے فضل وکرم سے دور رہے گا میں اس کو اپنی جنّت میں سکونت نہ دوں گا۔ اور قیامت کے دن اُس پر میری نظرِ رحمت نہ ہوگی۔

(مجالسِ مفیدؒ)

(۴۸) رسول اللہؐ کی طرح حسنینؑ کی اطاعت لازم ہے

کتاب مناقب میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

" وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْھُمْ ذُرِّیَّتُھُمْ بِاِیْمَانٍ " (سورۃ الطّور آیت ۲۱)

یعنی : (اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور اُن کی ذرّیّت نے ایمان میں اُن کا اتّباع کیا ۔)
تو حسنؑ و حسینؑ سے بڑھ کر کسی اور کا اتّباع نہیں ہے ۔

اِس کے بعد ارشادِ الٰہی ہے کہ :

" اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ " (سورۃ الطّور آیت ۲۱)

یعنی : (ہم نے اُن کی ذرّیت کو اُن سے مِلا دیا ۔)

تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے ساتھ ان کی ذرّیّت کو رسولؐ سے ملحق فرمادیا۔ اور اس امر کی گواہ قرآن مجید کی یہی آیتیں ہیں ۔ لہٰذا، جس طرح نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو نبوّت کا حق حاصل ہے اسی طرح ان کو امامت کا حق حاصل ہے اور ان کی اطاعت بھی واجب ہے ۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ حاملینِ عرش کے متعلق ارشاد فرماتا ہے :

" اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِۨ الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ۙ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ؕ

(سورۃ المومن آیت ۷، ۸، ۹)

یعنی : (وہ (فرشتے) جو عرش کو اُٹھائے ہوئے ہیں اور وہ جو اُس کے اطراف و جوانب ہیں اپنے پروردگار کی حمد کی تسبیح کرتے ہیں اور اُس پر ایمان رکھتے ہیں مومنوں کے لیے بخشش کی دعا مانگتے ہیں (یہ کہتے ہوئے کہ) پروردگارا ! تیری رحمت اور علم ہر شے پر محیط ہے ۔ پس جنھوں نے توبہ کی اور تیرے راستے کی پیروی کی اُنھیں بخش دے اور اُنھیں عذابِ جہنّم سے بچالے ۔ اے ہمارے رب اُنھیں سدابہار باغوں میں داخل فرما جس کا تو نے اُن سے وعدہ فرمایا ہے ۔ اور جو اُن کے آبا میں سے اور اُن کی بیویوں (ازواج) میں سے اور اُن کی ذرّیّت میں سے نیک ہوں ، (اُن کو بھی بخش دے) بیشک تو ہی زبردست حکمت والا ہے۔ اور اُنھیں بُرائیوں سے محفوظ فرما ۔)

نیز اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے :

" وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ " (سورۃ الفرقان آیت ۷۴)

یعنی : (اور وہ جو کہتے ہیں (دُعا کرتے ہیں) کہ اے ہمارے پروردگار عطا فرما ہمارے لیے ہماری ازواج اور ہماری ذرّیت میں سے آنکھوں کی ٹھنڈک)

اِن الفاظ میں یہ دُعا مانگنے کا سب سے زیادہ حق آنحضرتؐ اور اُن کی ذرّیت کے سِوا کسی کو نہیں ہے۔ لہٰذا اُن کے لیے امامت لازمی ہے۔

• — امام حسنؑ و امام حسینؑ کی امامت کی دلیل وہ روایت بھی ہے جو دو مختلف طریقوں سے اور دو مختلف گروہوں نے بارہ اماموں کی امامت کے متعلق نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے کی ہے۔ اور جب یہ روایت ثابت ہے تو جو بھی بارہ اماموں کی امامت کا قائل ہوگا اس کو لازمًا ان دونوں کی امامت کا قائل ہونا پڑے گا۔

• — ان کی امامت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس میں کسی کو اختلاف نہیں سب تسلیم کرتے ہیں کہ ان دونوں نے لوگوں کو اپنی امامت کے قائل ہونے کی دعوت دی اس لیے یہ دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو یہ دونوں اپنی طرف دعوتِ امامت دینے میں حق پر تھے، یا باطل پر۔

اگر حق پر تھے تو پھر بحث ہی ختم ہو جاتی ہے اور ان دونوں حضرات کی امامت ثابت ہو جاتی ہے۔ اور اگر باطل پر تھے تو اس کے لیے لازم ہے کہ (معاذ اللہ) انھیں فاسق و گمراہ کہا جائے۔ لیکن کوئی بھی مردِ مسلمان اِن دونوں حضرات کو فاسق و گمراہ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ دونوں دعوائے امامت کرنے میں حق پر تھے اور اس طرح ان دونوں حضرات کی امامت ثابت ہے۔

• — ایک اور دلیل ان دونوں حضرات کی امامت کی یہ بھی ہے کہ امام کے طریقۂ تقرّر کو دیکھا جائے۔ وہ یا تو نص ہے یا وصف ہے یا انتخاب ہے۔ اور یہ تینوں باتیں امام حسنؑ و امام حسینؑ کو حاصل ہیں۔ لہٰذا اِن دونوں حضرات کی امامت کا قائل ہونا واجب ہے۔

• — ان دونوں حضرات کی امامت پر اس طرح بھی استدلال ممکن ہے کہ یہ دونوں

حضرات اُٹھے اور انھوں نے دعوائے امامت کیا اور ان کے مقابلے پر اس زمانے میں معاویہؒ اور یزیدؒ کے علاوہ کسی اور نے دعویٰ نہیں کیا اور ان کا فسق بلکہ کفر تک ثابت ہے۔ لہٰذا لازم ہے کہ امام حسنؑ و امام حسینؑ کو امام تسلیم کرلیا جائے۔

- نیز اجماعِ اہلِ بیت علیہم السّلام سے بھی ان دونوں حضرات کی امامت پر استدلال ممکن ہے۔ اِس لیے کہ ان دونوں کی امامت پر تمام اہلِ بیت کا اجماع ہے اور ان کا اجماع حجّت ہے۔
- پھر ایک مشہور حدیث بھی اِن دونوں حضرات کی امامت کی دلیل ہے اور وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

"ابنای ھٰذان امامان قاما او قعدا"

یعنی: (یہ میرے دونوں فرزند امام ہیں خواہ کھڑے ہوں خواہ بیٹھے رہیں)

یعنی آنحضرتؐ کے قول کے مطابق خواہ وہ اس کے لیے جہاد کریں یا بیٹھے رہیں دعوائے امامت کریں یا نہ کریں، بہرحال وہ امام ہیں اور رہیں گے۔

- پھر ان دونوں کا صاحبِ عصمت ہونا، منصوص ہونا اور افضلِ خلق ہونا بھی ان کی امامت کی دلیل ہے۔ نیز خلافت ہمیشہ سے اولادِ انبیاء ہی میں رہی ہے۔ اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی سوائے ان دونوں شہزادوں کے کوئی بھی اولاد باقی نہ تھی۔
- ان دونوں حضرات کی امامت کی دلیلوں میں سے ایک دلیل رسولؐ کا ان دونوں صاحبزادوں کے لیے بیعت لینا ہے اور ان دونوں کے سوا کمسنی میں کبھی کسی کے لیے بیعت نہیں لی گئی۔
- نزولِ سورۂ دہر کے وقت یہ دونوں عالَمِ طفولیّت میں تھے مگر قرآنِ مجید وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ اور جَزَاھُمْ بِمَا صَبَرُوْا، کہہ کر ان کے عمل کو بھی لائقِ ثواب و جزا سمجھتا ہے۔ اور ان کے والدین کے ساتھ ان سے بھی جنّت کا وعدہ کرتا ہے۔
- نیز اِن دونوں کا مباہلے میں (باوجود کمسنی) شریک کیا جانا۔ ابنِ علّان معتزلی کہتے ہیں کہ مباہلے میں ان کی شرکت، اِس امر کی دلیل ہے کہ (باوجود کمسنی) یہ شہزادے مکلّف تھے اس لیے کہ مباہلہ صرف بالغ لوگوں کے ساتھ جائز ہے۔

ہمارے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ حدِ بلوغ سے سن کا کم ہونا کمالِ عقل کے منافی نہیں بلکہ عقل و فہم کے بلوغ پر تکالیفِ شرعیہ عائد ہو جاتی ہیں اور یہ کمالِ عقل اِن دونوں شہزادوں میں مافوق العادت اور خصوصی چیز تھی۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ باوجود کمسنی یہ دونوں مباہلے میں رسولؐ کے لیے حجّتِ الٰہی تھے۔ اگر یہ دونوں امام نہ ہوتے تو اللہ تعالےٰ اِن کی صغر سنی کی بنا پر انھیں اپنے دشمنوں کے مقابلے پر ہرگز بطور حجّت پیش نہ کرتا اور نہ آیت میں ان کی قبولیتِ دُعا ر کا وعدہ فرماتا۔

نیز، اگر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اِن دونوں کے متبادل اور لوگ ملتے تو رسولؐ ان دونوں کے بجائے اُنھیں لے جاتے یا ان لوگوں کے ساتھ انھیں بھی لے لیتے۔ مگر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اِن حضرات پر اعتماد کر کے اِن کے فضل و شرف کو اور دوسروں کے نقص کو واضح کر دیا۔

اور اللہ تعالےٰ نے آیت میں اَنْفُسَنَا پر اَبْنَآءَنَا کے ذکر کو مقدّم کیا تاکہ اِس سے اِن دونوں کا تقربِ منزلت ظاہر ہو۔ اور یہ اعلان ہو جائے کہ یہ اَنْفُسَنَا پر بھی مقدّم ہیں۔ اور یہ اس امر کی دلیل اور سب سے قوی دلیل ہے کہ یہ حضرات اللہ کی مخلوق میں سب سے افضل ہیں۔

واضح ہو کہ اللہ تعالےٰ نے توحید و عدل کے متعلّق ارشاد فرمایا ہے:

"قُلْ یٰاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍۢ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ" (سورۂ آلِ عمران آیت ۶۴)

یعنی: (کہدو (اے رسولؐ!) اے اہلِ کتاب! آؤ اس ایک بات پر (تعاون کرلیں) جو ہمارے اور تمھارے درمیان یکساں ہے۔)

اور نبوّت و امامت کے متعلّق فرمایا ہے:

"فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَکُمْ"

(سورۂ آلِ عمران آیت ۶۱)

یعنی: (پس کہدو (اے رسولؐ) آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بُلالیں اور تم اپنے بیٹوں کو بُلالو۔)

اور شرعی مسائل کے متعلّق فرمایا ہے:

"قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّکُمْ" (سورۃ الانعام آیت ۱۵۲)

یعنی: (کہدو، (اے رسولؐ!) آؤ میں پڑھ کر سُنادوں جن (چیزوں) کو تمھارے رب نے تم پر حرام قرار دیا ہے۔)

تمام مفسّرین کا اِس پر اجماع ہے کہ اَبْنَآءَنَا سے مراد حسنؑ وحسینؑ ہیں۔ اور ابوبکر رازی کہتے ہیں کہ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ یہ دونوں ابنائے رسولؐ ہیں اور لڑکی کا فرزند بھی درحقیقت اپنا فرزند ہوتا ہے۔

• ابو صالح کا بیان ہے کہ اللہ تعالےٰ کے اس قول کے متعلق:

"قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى"

(سورۃ النمل آیت ۵۹)

یعنی: (کہدو (اے رسولؐ!) تمام تعریف اللہؐ کے لیے ہے اور سلام ہو اس کے ان بندوں پر جنھیں اس نے منتخب کیا۔)

ابنِ عبّاسؓ نے کہا کہ اس سے مراد اہلِ بیتِؑ رسولؐ یعنی علیؑ ابنِ ابی طالبؑ و فاطمہ زہراؑ و حسنؑ وحسینؑ اور قیامت تک ان کی اولادیں ہیں۔ یہی اللہؐ کے منتخب بندے ہیں۔

• ابو نعیم فضل بن دکین نے اپنے اسناد کے ساتھ سعید بن جبیر سے روایت کی ہے۔ انھوں نے مندرجۂ ذیل آیت:

"وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا ... الخ (سورۃ الفرقان آیت ۷۶)

یعنی: (اور وہ جو کہتے ہیں کہ ہمارے پروردگار! ہمارے لیے ہماری ازواج اور ہماری ذرّیت کو ..... الخ)

کے متعلق کہا ہے کہ خدا کی قسم یہ آیت بالخصوص امیرالمومنین حضرت علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کے لیے نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ امیرالمومنینؑ اپنی اکثر دعاؤں میں یہ آیت تلاوت کیا کرتے تھے "رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا (یعنی فاطمہؑ) وَذُرِّيّٰتِنَا (یعنی حسنؑ وحسینؑ) قُرَّةَ اَعْيُنٍ۔"

امیرالمومنینؑ اپنی اس دُعاء کے متعلق خود ارشاد فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم میری اس دُعاء کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اللہ تعالےٰ مجھے کوئی خوبصورت بچّہ عطا فرمائے، اور نہ میرا یہ مطلب ہے کہ وہ مجھے کوئی دراز قد فرزند عطا فرمائے، بلکہ میں نے اپنے لیے ایسی اولاد کی دُعاء کی ہے جو اللہ کی اطاعت کرے اور اُللہ سے ڈرے، تاکہ جب میں انھیں دیکھوں کہ وہ اللہؐ کی اطاعت کر رہے ہیں تو میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے: "وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ۝"

یعنی: (اور ہمیں متقیوں کا امام بنا دے۔)

اس آیت کے متعلق حضرت علی علیہ السّلام نے فرمایا: ہم اپنے ماقبل متقیوں کی اقتدا کرتے ہیں، لہٰذا ہم میں سے جو متقی ہیں ہمارے بعد اُن کی اقتدا کی جائے گی۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا" (سورۃ الفرقان آیت ۷۵)

یعنی: (یہ وہی تو ہیں جنھیں جزا میں (جنّت کے) بالاخانے عطا کیے جائیں گے۔ بسبب اس صبر کے جو اُنھوں نے کیا۔)

اِس سے مراد علیؑ ابنِ ابی طالبؑ، حسنؑ و حسینؑ اور فاطمہؑ ہیں۔

"وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۝"

یعنی: (اور وہاں اُنھیں ہدیۂ تہنیت اور سلام پیش کیا جائے گا وہ اس (جنّت) میں ہمیشہ رہیں گے جو عمدہ ٹھکانہ اور (بہترین) مقام ہے۔)

• — اور روایت کی گئی ہے کہ: "وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ"

یعنی: (قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی) (سورۃ التّین آیت ۱)

بھی انھیں حضرات کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

• — حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے آیت:

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ ...." ۔

یعنی: (سورۃ الحدید آیت ۲۸)

(اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ اللہ سے ڈرو اور اُس کے رسولؐ پر ایمان لاؤ تو وہ تمھیں اپنی رحمت کا دوہرا حصّہ دے گا اور تمھارے لیے ایک ایسا نور قرار دے گا جس سے تم چلو پھرو گے۔ .....)

کے متعلق فرمایا کہ كِفْلَيْنِ سے مراد امام حسنؑ و امام حسینؑ ہیں اور نور سے مراد حضرت علی علیہ السّلام ہیں۔

• — ایک اور روایت میں سماعہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے نقل کیا ہے

کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: "نُوراً تمشُونَ بِہٖ" یعنی امام جس کی تم لوگ پیروی کرو اُس محبّت کے ساتھ جو نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو ان دونوں سے تھی۔

• — احمد بن حنبل اور ابوالیعلی موصلی اپنی اپنی مُسندوں میں اور ابنِ ماجہ نے سنن میں اور ابن لبطہ نے ابانہ میں، ابوسعید نے شرف النبی میں اور سمعانی نے فضائل میں اپنے اپنے اسناد کے ساتھ ابوہریرہ سے روایت کی ہے، اُن کا بیان ہے کہ: نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

"مَن اَحبَّ الحسن والحسین فقد اَحبّنی وَ مَن ابغضهما فقد ابغضنی"

یعنی: (جس نے حسنؑ وحسینؑ سے محبّت کی اُس نے مجھ سے محبّت کی اور جس نے ان دونوں سے دشمنی کی اُس نے مجھ سے دشمنی کی۔"

• — جامعِ ترمذی اپنے اسناد کے ساتھ انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے دریافت کیا گیا کہ یہ ارشاد فرمایئے کہ آپؐ کو اپنے اہلِ بیتؑ میں سب سے زیادہ کس سے محبّت ہے؟

فرمایا: حسنؑ وحسینؑ سے۔

پھر فرمایا: "من اَحبَّ الحسن والحسین اَحببتُہٗ وَمن احببتہ اَحبّ اللہ وَمَن اَحبّ اللہ ادخلہ الجنّۃ ومَن ابغضهما ابغضتہ ومن ابغضتُہٗ ابغضہ اللہ ومن ابغضہ اللہ خلّدہ النّار۔"

یعنی: (جو شخص حسنؑ وحسینؑ سے محبّت کرے گا اُس سے میں محبّت کروں گا اور جس سے میں محبّت کروں گا اللہ بھی اُس سے محبّت کرے گا اور اُس کو (اللہ) جنّت میں داخل کرے گا۔ اور جو اِن دونوں سے بُغض رکھے گا اُس سے میں بُغض رکھوں گا اور جس سے میں بُغض رکھوں گا اُس سے اللہ بُغض رکھے گا، اور جس سے اللہ بُغض رکھے گا اُس کو (وہ) جہنّم میں ہمیشہ کے لیے ڈال دے گا۔)

• — جامعِ ترمذی وفضائل احمد وشرف المصطفٰے وفضائل سمعانی وامالی ابنِ شریح وابانہ ابن لبطہ میں مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے امام حسنؑ وامام حسینؑ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: "مَن اَحبّنی اَحبَّ

هٰذین و ابَاهما وَ اُمّهما کان معی فی درجتی
فی الجنّۃ یوم القیٰمۃ

یعنی : (جس نے مجھ سے محبّت کی اور اِن دونوں نیز اِن دونوں کے والد اور والدہ سے محبّت کی وہ جنّت میں میرے ساتھ میرے درجے میں ہوگا قیامت کے دن۔)

• ـــ ابوالحسین نے اپنی ایک نظم میں کتاب نظم الاخبار میں مذکورۂ بالاحدیث کو لعینہٖ نظم کیا ہے۔ (نظم الاخبار)

• ـــ جامعِ ترمذی و ابانہ عکبری و کتاب سمعانی میں اپنے اسناد کے ساتھ اسامہ بن زید سے روایت ہے کہ : ایک مرتبہ میں شب کے وقت ایک کام کے لیے نبیؐ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے بیت الشّرف پر حاضر ہوا۔ دستک دی۔ آپؐ باہر تشریف لائے تو آپؐ کوئی چیز لیے ہوئے تھے مگر میں اندازہ نہ کر سکا کہ کیا چیز ہے۔ جب میں اپنی ضرورت سے فارغ ہو چکا تو عرض کی (یا رسول اللہ! آپؐ کیا چیز لیے ہوئے ہیں؟ آپؐ نے چادر ہٹائی تو دیکھا کہ حسنؑ و حسینؑ کو اپنی گود میں لیے ہوئے ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

" ھٰذان ابنای و ابنا ابنتی اللّٰھم انی احبھما و احبّ من یحبّھما۔ "

یعنی : (یہ دونوں میرے فرزند اور میری بیٹی کے فرزند ہیں، میں اِن دونوں سے محبّت کرتا ہوں اور جو اِن دونوں سے محبّت کرے اُس سے بھی محبّت کرتا ہوں۔)

• ـــ فضائل احمد و تاریخِ بغداد میں اپنے اسناد کے ساتھ عمر بن عبدالعزیز سے روایت ہے کہ ایک زن صالحہ خولہ بنتِ حکیم کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہؐ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اپنے بیت الشّرف سے برامد ہوئے اور آپؐ اپنے دونوں نواسوں حسنؑ و حسینؑ میں سے کسی ایک کو گود میں لیے ہوئے تھے اور فرما رہے تھے " تم ایک جانب رکھدیے جاؤگے، تم سے لوگ تجاہل برتیں گے
تم سے لوگ بُخل سے کام لیں گے درآنحالیکہ تم اللہؐ کے پھول ہو۔ "

• ـــ ابنِ مسعود سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے زانو پر بیٹھے ہوئے تھے، آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ:

"مَن اَحبّنی فلیحبَّ ھٰذین"

یعنی: (جو شخص مجھ سے محبّت کرتا ہے پس وہ اِن دونوں سے بھی محبّت کرے۔)

● ــــ ابنِ مسعود اور ابوہریرہ دونوں سے روایت ہے۔ ان دونوں کا بیان ہے کہ: ایک مرتبہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنے بیت الشّرف سے برآمد ہوئے تو آپؐ کے ساتھ حسنؑ وحسینؑ بھی تھے۔ ایک آپؐ کے اِس کاندھے پر اور ایک آپؐ کے اُس کاندھے پر۔ آپؐ کبھی اِس کو بوسہ دیتے اور کبھی اُس کو بوسہ دیتے یہانتک کہ آپؐ ہم لوگوں کے پاس تشریف لائے تو ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہؐ! کیا آپؐ اِن دونوں سے اتنی محبّت کرتے ہیں؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"مَن احبھما فقد احبّنی ومن ابغضھما فقد ابغضنی"

یعنی: (جس نے اِن دونوں سے محبّت کی اُس نے مجھ سے محبّت کی اور جس نے اِن دونوں سے بُغض رکھا اُس نے مجھ سے بُغض رکھا۔)

● ــــ ترمذی نے جامع میں، سمعانی نے فضائل میں اپنی احادیث کے اندر، یعلی بن مرّہ ثقفی و براء بن عازب و اُسامہ بن زید و ابوہریرہ واُمِّ سلمہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے امام حسنؑ و امام حسینؑ کے متعلّق فرمایا:

"اَللّٰھُمَّ اِنّی اَحِبّھما" (یا اللہ! میں اِن دونوں سے محبّت کرتا ہوں)

ایک روایت میں ہے کہ اِس کے ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا:

"واَحِبَّ مَن اَحبّھما" (اور جو ان دونوں سے محبّت رکھتا ہے میں اُس سے بھی محبّت رکھتا ہوں۔)

● ــــ ابوالحویرث سے روایت ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا:

"اَللّٰھُمَّ احبّ حسنًا وحسینًا واَحبّ من یحبّھما"

یعنی: (یا اللہ! تو حسنؑ وحسینؑ کو دوست رکھ اور جو اِن دونوں کو دوست رکھے تو اُس کو بھی دوست رکھ۔)

● ــــ معاویہ بن عمّار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ:

"اِنّ حبَّ علیؑ قذف فی قلوب المومنین فلا یحبّہ اِلّا مومن ولا یبغضہ اِلّا منافق واِنّ حبَّ الحسن والحسین قذف فی قلوب المومنین والمنافقین والکافرین، فلا ترٰی لھم ذامًا۔"

یعنی: (علیؑ کی محبّت صرف مومنین کے دلوں میں ڈالی جاتی ہے۔ لہٰذا اِن سے وہی محبّت کرے گا جو مومن ہوگا، اور اِن سے بغض وہی رکھے گا جو منافق ہوگا۔ اور حسنؑ و حسینؑ کی محبّت مومنین و منافقین و کافرین کے دلوں میں بھی ڈالی جاتی ہے اس لیے تم ان کی مذمّت کرنے والا کسی کو بھی نہ پاؤگے۔)

• — نیز نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنے عالَمِ نزع میں حسنؑ و حسینؑ کو اپنے پاس بُلایا، اُن کی خوشبو سونگھی انھیں بوسہ دیا اور آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔

(۴۹) باغِ رسالت کے دو پھول

شرف النبی خرکوشی و فردوس الاخبار دیلمی میں ابنِ عمر سے جامعِ ترمذی ، ابوہریرہ سے اور صحیح بخاری و مسند الرّضا میں حضرت امام رضا علیہ السّلام نے اپنے آبارِ کرام سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ:

"الولد ریحانۃ والحسن والحسین ریحانتای من الدّنیا۔"

یعنی: (فرزند (درحقیقت انسان کے باغِ زندگی کا) پھول ہوتا ہے اور حسنؑ و حسینؑ میری دنیاوی زندگی کے دو پھول ہیں۔)

ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

اور یہ روایت شُعبہ و مہدی بن میمون نے بھی محمّد بن یعقوب سے کی ہے نیز یہ روایت بھی کی ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے امام حسنؑ و امام حسینؑ سے فرمایا کہ: "اِنکما من ریحان اللہ" (تم دونوں اللہؑ کے پھول ہو) اور عتبہ بن غزوان کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اُن

دونوں کو اپنی آغوش میں بٹھائے ہوئے تھے کبھی اِن کے بوسے لیتے تھے کبھی اُن کے بوسے لیتے تھے تو کچھ لوگوں نے پوچھا" یارسول اللہ! کیا آپؐ ان دونوں سے محبت کرتے ہیں ؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا :

"مالی لا اُحبّ ریحانتیّ من الدّنیا"

یعنی : (میں دنیا کے اپنے اِن دو پھولوں سے کیوں نہ محبت کروں)

- اور اسی طرح کی روایت راشد بن علی و ابو ایّوب انصاری اور اشعث بن قیس نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے بھی کی ہے۔

حسنینؑ کیلئے آنحضرتؐ کی دُعا، تعویذ

آنحضرتؐ کی شفقت و محبّت کا اظہار اِس روایت سے بھی ہوتا ہے جو صاحبِ حلیۃ الاولیاء نے اپنے اسناد کے ساتھ عبداللہ ابنِ عبّاسؓ اور عبداللہ ابنِ عمر سے نقل کی۔ ان دونوں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ادھر سے امام حسنؑ و امام حسینؑ گذرے جو ابھی بہت کمسن تھے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا" میرے ان دونوں بچّوں کو میرے پاس لاؤ۔ میں ان دونوں پر وہی دُعا، پڑھ کر دم کروں گا جو حضرت ابراہیمؑ نے اپنے دونوں فرزندوں اسمٰعیل و اسحٰاق پر دم کی تھی۔

- پھر فرمایا" میں تم دونوں کو اللہ تعالیٰ کے کلماتِ تامّہ کی پناہ میں دیتا ہوں ہر نظرِ بد سے اور ہر شیطانِ لعین سے اور ہر بَلا سے بچانے کے لیے۔

ابنِ ماجہ نے سُنن میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں اور سمعانی نے فضائل میں اپنے اسناد کے ساتھ ابنِ عباسؓ سے روایت کی ہے کہ: نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم حسنؑ و حسینؑ پر دُعا، پڑھ کر دَم کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے: میں تم دونوں کو اللہ کے کلماتِ تامّہ کی پناہ میں دیتا ہوں، ہر شیطانِ لعین اور ہر بَلا اور ہر چشمِ بد سے بچانے کے لیے اور یہی دُعا حضرت ابراہیمؑ بھی اپنے فرزندوں اسمٰعیل و اسحٰاق پر پڑھ کر دَم کیا کرتے تھے۔

اکثر تفاسیر میں آیا ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اِن دونوں پر معوذتین، (سُورۃُ الفَلَقِ اور سُورۃُ النّاسِ) پڑھ کر دم کیا کرتے تھے۔ اسی بِناء پر ان سوروں کا نام معوذتین پڑ گیا۔ ابو سعید خدری نے اس روایت میں اتنا اضافہ اور کیا ہے کہ پھر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسی طرح حضرت ابراہیمؑ بھی اپنے فرزندوں اسمٰعیلؑ و اسحاقؑ پر تعویذ کیا کرتے تھے

مُعوذتین حسنینؑ کے تعویذ ہیں جزوِ قرآن نہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دُعاء و تعویذ کی کثرت کی ایک دلیل یہ ہے کہ ابنِ مسعود وغیرہ کا قول ہے کہ مُعوذتین یعنی سُورۃُ الفَلَقِ اور سُورۃُ النَّاسِ، یہ دونوں سُورے درحقیقت امام حسنؑ و امام حسینؑ کے تعویذات ہیں، یہ جزوِ قرآن نہیں ہیں۔

اذان : ابنِ بطہ نے اپنی کتاب ابانہ میں اور ابونعیم بن دکین نے اپنے اسناد سے ابورافع سے روایت کی ہے، اُن کا بیان ہے کہ جب امام حسنؑ تولّد ہوئے تو میں نے دیکھا کہ آنحضرتؐ نے اُن کے کان میں اذان کہی اور اسی طرح جب امام حسینؑ تولّد ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کے کان میں بھی اذان کہی۔

عقیقہ : ابنِ غسّان نے اپنے اسناد کے ساتھ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسنؑ اور امام حسینؑ کا عقیقہ ایک ایک بکری پر کیا اور ارشاد فرمایا۔ اِس کا گوشت کھاؤ اور کھلاؤ اور قابلہ (دایہ) کو بکری کی ایک ران دیدو۔ یہ روایت ابنِ بطہ نے ابانہ میں بھی درج کی ہے۔

اقرع سے رسولؐ کی ناراضگی

احمد بن حنبل نے مسند میں ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام حسنؑ و امام حسینؑ کے بوسے لے رہے تھے تو عینیہ نے کہا اور ایک روایت میں ہے! اقرع بن حابس نے کہا کہ میرے تو دس لڑکے ہیں مگر میں ان میں سے کسی ایک کے بھی بوسے نہیں لیتا۔

آنحضرتؐ نے اس کے جواب میں فرمایا: سنو!

"مَنْ لَّا یَرْحَمُ لَا یُرْحَمُ" (جو کسی پر رحم نہیں کرتا، اُس پر بھی کوئی رحم نہیں کرتا۔)

حفص الفرّاء کی روایت میں ہے کہ یہ سُن کر آنحضرتؐ کو اس قدر غصّہ آیا کہ آپؐ کا چہرۂ اقدس سُرخ ہوگیا، اور فرمایا: "اگر تیرے دل سے اللہؐ نے رحم کو سلب کرلیا ہے تو میں اس کا کیا علاج کروں۔ سنو! ہم میں سے جو شخص چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کی عزّت نہ کرے، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

حالتِ نماز میں حسنینؑ پشتِ رسولؐ پر

ابویعلی موصلی نے اپنی مُسند میں ابنِ مسعود سے اور سمعانی نے فضائل میں ابوہریرہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نماز پڑھ رہے تھے، جب آپؐ سجدے میں جاتے تو حسنؑ و حسینؑ آپؐ کی پُشتِ مبارک پر بیٹھ جاتے۔ جب لوگوں نے انھیں منع کرنا چاہا تو آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا، نہیں اِنھیں چھوڑ دو۔ پھر جب آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو اِن دونوں شہزادوں کو اپنی گود میں بٹھا لیا اور فرمایا:

"مَنْ اَحَبَّنِی فَلْیُحِبَّ هٰذَیْنِ"

یعنی (جو شخص مجھ سے محبّت کرتا ہے اُس پر لازم ہے کہ اِن دونوں سے بھی محبّت کرے۔)

حلیۃ الاولیاء کی روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا، اِن کو اپنی حالت پر چھوڑ دو میرے ماں باپ اِن پر قربان، "جو شخص مجھ سے محبّت کرتا ہے اُس پر واجب ہے کہ اِن دونوں سے بھی محبّت کرے۔"

ایک قاتلِ حسینؑ سے ربیع کی گفتگو

تفسیرِ ثعلبی میں مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ ربیع بن خشیم نے ایک ایسے شخص سے کہا جو قتلِ حسینؑ میں شریک تھا کہ "تم لوگ اُن کے سروں کو (کاٹ کر) لٹکائے ہوئے لائے ہو، خدا کی قسم تم لوگوں نے ایسے منتخبِ روزگار ہستیوں کو قتل کیا ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم انھیں دیکھ لیتے تھے تو اُن کے منھ چومتے، انھیں اپنی گود میں بٹھاتے"

اس کے بعد ربیع نے قرآن مجید کی اِس آیت کی تلاوت کی۔

"قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ

اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِي مَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ

(سورۃ الزمر آیت ۴۶)

ترجمۂ آیت : (اے رسولؐ کہدیجیے، اے اللہ! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے، ظاہر اور باطن کے جاننے والے! تو اپنے بندوں کے مابین اُن اُمور میں فیصلہ فرمادے گا جن میں کہ وہ باہم اختلاف کرتے تھے۔)

آنحضرتؐ نے اپنی زبان حسنؑ و حسینؑ کے مُنہ میں دے دی

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ (پانی کا قحط تھا) مسلمان شدید پیاس میں مبتلا ہوگئے۔ فاطمہ زہراؑ، امام حسنؑ و امام حسینؑ کو لے کر نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمتِ بابرکت میں آئیں اور عرض کی، یارسول اللہؐ! یہ دونوں ابھی بہت چھوٹے ہیں، پیاس نہ برداشت کرسکیں گے۔

آنحضرتؐ نے حسنؑ کو بُلایا اور اپنی زبان اُن کے دہن میں دے دی، وہ سیراب ہوگئے۔ پھر حسینؑ کو بُلایا اور ان کے دہن میں بھی اپنی زبان دے دی، وہ بھی سیراب ہوگئے۔

آنحضرتؐ کو حسینؑ کی پیاس گوارا نہ تھی

ابو صالح موذن نے "اربعین" میں ابنِ بطہ نے "ابانہ" میں حضرت علیؑ اور خدری سے اور احمد بن حنبل نے مُسند عشرہ اور فضائل الصحابہ میں عبدالرحمٰن بن ازرق کے توسط کے ساتھ حضرت علیؑ، نیز راویوں کی ایک جماعت نے حضرت اُمِّ سلمہ سے اور میمونہ سے روایت کی ہے، حضرت علی علیہ السلام کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنا پاؤں لحاف میں ڈالے ہوئے تھے کہ حسنؑ نے پانی مانگا۔ آنحضرتؐ خود اُٹھے، ہماری ایک بکری کے پاس پہنچے، اس کا دودھ دُوہا اور ایک پیالے میں حسنؑ کو لاکر دیا اُن کے ہاتھ میں دودھ کا پیالہ دیکھ کر حسینؑ اُن کی طرف لپکے۔ آنحضرتؐ نے اُن کو منع کیا، تو فاطمہ زہراؑ نے عرض کی، یارسول اللہؐ! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ اِن دونوں میں حسنؑ سے زیادہ محبت کرتے ہیں؟

آپؐ نے فرمایا، بیٹی! یہ بات نہیں ہے، بلکہ حسنؑ نے پہلے اپنی پیاس کا اظہار کیا تھا

میں اور تم اور یہ دونوں اور یہ جو زمین پر لیٹے ہیں' (ابوتراب) یہ سب قیامت کے دن ایک ہی جگہ ہوں گے۔ (مناقب ابن شہر آشوب)

(۵۰) رسولؐ کی اِن دونوں سے فرطِ محبّت

ابو حازم نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم، حسنؑ و حسینؑ کا لعابِ دہن چوستے تھے جس طرح کوئی شخص پھل چوستا ہے۔

حسنؑ و حسینؑ سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی فرطِ محبّت کا پتہ اس روایت سے بھی چلتا ہے جس کو یحییٰ بن کثیر اور سفیان ثوری نے اپنے اپنے اسناد سے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم منبر پر تھے کہ حسنؑ و حسینؑ کے رونے کی آواز کان میں آئی۔ آپؐ فوراً بیتاب ہو کر اُٹھے اور ان کے پاس پہنچے، پھر فرمایا: اے لوگو! اولاد سوائے فتنہ کے اور کچھ نہیں ہے۔ میں ان دونوں کی طرف اُٹھ کر بھاگا تو میرے ہوش و حواس گم تھے۔

اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ: فرمایا، اِس کے سوا میری عقل میں کچھ نہ آیا۔

خرکوشی نے اپنی کتاب "لوامع اور شرف النبی" میں، سمعانی نے "فضائل" میں، ترمذی نے "جامع" میں، ثعلبی نے "کشف الغمہ" میں، واحدی نے "وسیط" میں، احمد بن حنبل نے "فضائل" میں، عبداللہ بن بریدہ سے روایت کی ہے، اُن کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد کو بیان کرتے ہوئے سُنا کہ، ایک مرتبہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم منبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اتنے میں حسنؑ و حسینؑ سرخ قمیصیں پہنے ہوئے پاؤں پاؤں آتے ہوئے نظر آئے اور اُن کے پاؤں قمیصوں کے دامنوں سے اُلجھ رہے تھے۔ آنحضرتؐ یہ دیکھ کر فوراً منبر سے اُترے، ان دونوں کو اُٹھایا اور اپنے سامنے لاکر بٹھالیا۔ پھر ارشاد فرمایا:

"اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ" (سورۂ انفال آیت ۲۸)

ترجمۂ آیت: (اللہ نے سچ ارشاد فرمایا ہے کہ) (اس کے سوا نہیں ہے کہ تمھارے اموال اور تمھاری اولاد آزمائش ہیں۔) وغیرہ وغیرہ۔

• ابوطالب حارثی نے کتاب "قوت القلوب" میں تحریر کیا ہے کہ: صرف امام حسنؑ آرہے تھے۔

• ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا:
"ہماری اولاد ہمارے جگر کے ٹکڑے ہیں جو زمین پر چل رہے ہیں"
• معجم طبرانی نے اپنے اسناد کے ساتھ عبداللہ ابنِ مسعود سے موذّن نے اربعین میں اور خطیب نے اپنی تاریخ میں حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے اپنے اسناد کے ساتھ روایت کی ہے کہ، نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ "ہر نبی کی ذرّیت خاص اُس کے صلب سے اللہؐ نے قرار دی ہے لیکن میری ذرّیت کو اللہؐ نے میرے صلب سے اور علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کے صلب سے قرار دیا ہے۔ لڑکی کی اولاد اپنے باپ کی طرف منسوب ہوتی ہے سوائے اولادِ فاطمہؑ کے کہ میں ان کے بچّوں کا باپ ہوں۔"

اور قرآن مجید کی اِس آیت کے متعلّق کہ:
"مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ" (سورۃ الاحزاب آیت ۴۰)
ترجمۂ آیت: (محمّدؐ تم مَردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔)

کہا گیا ہے کہ یہ آیت زید بن حارثہ کے متبنّیٰ ہونے کی نفی کے لیے نازل ہوئی ہے تمھارے مردوں مین سے، کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت جو تم میں سے بالغ ہیں اور اِس بات پر اجماع ہے کہ حسنؑ وحسینؑ اُس وقت بالغ نہ تھے۔

• غزالی نے "اخبار العلوم" میں اور دیلمی نے کتاب "فردوس الاخبار" میں مقدام بن معدی کرب سے روایت کی ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا:
"حَسَنٌ مِّنِّی وَحُسَيْنٌ مِّنْ عَلِیٍّ"
یعنی (حسنؑ مجھ سے ہیں اور حسینؑ علیؑ سے ہیں)
پھر فرمایا: "هُمَا وَدِيعَتِی فِی اُمَّتِی"
(یہ دونوں میری اُمّت کے پاس میری امانت ہیں۔)

اِن دونوں کے ساتھ رسولؐ کی ملاعبت

اِن دونوں کے ساتھ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ملاعبت (کھیل) کے متعلّق وہ روایت ہے جسے ابنِ بطّہ نے "ابانہ" میں چار طریقوں سے رقم کی کہ:
سفیان ثوری نے ابوزبیر سے، اُنھوں نے جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے روایت کی ہے کہ اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ

حسنؑ وحسینؑ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی پُشت پر بیٹھے ہوئے ہیں اور آپؐ فرما رہے ہیں تم دونوں کا اونٹ کتنا اچھا اونٹ ہے اور تم دونوں کتنے اچھے سوار ہو۔

ابنِ نجیح کی روایت ہے۔ حسنؑ وحسینؑ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی پشتِ مبارک پر سوار تھے اور کہتے تھے حلّ حلّ (چل چل) اور خود آنحضرت فرماتے تھے تم دونوں کا اونٹ کتنا اچھا اونٹ ہے۔

سواری کی تعریف کے ساتھ سواروں کی بھی تعریف کرو

سمعانی نے اپنی کتاب "فضائل" میں اسلم غلامِ عمر سے اور اُس نے حضرت عمر بن خطاب سے روایت کی ہے، اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ حسنؑ وحسینؑ آنحضرتؐ کے دوشِ اقدس پر سوار ہیں۔ میں نے کہا، تم دونوں کا گھوڑا کیسا اچھا ہے۔

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا، اور یہ دونوں سوار بھی کتنے اچھے ہیں۔

ابنِ حمّاد نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ حسنؑ وحسینؑ کے لیے اونٹ کی طرح بیٹھ گئے اور ان دونوں کو اپنی پشتِ اقدس پر سوار کیا اور انھیں لے کر چند قدم آگے اور چند قدم پیچھے چلے، پھر فرمایا "تم دونوں کا اونٹ کتنا اچھا اونٹ ہے۔"

۵۱ راکبِ دوشِ نبیؐ

خرکوشی نے اپنی کتاب "شرف النبی" میں عبدالعزیز سے اور اُس نے اپنے اسناد کے ساتھ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت بیٹھے ہوئے تھے کہ حسنؑ وحسینؑ آتے ہوئے نظر آئے۔ آپؐ نے انھیں دیکھا تو اُٹھ کھڑے ہوئے اُن دونوں کو آپؐ تک پہنچنے میں دیر ہوئی تو آپؐ خود آگے بڑھے، ان دونوں کو اُٹھایا اور اپنے دوشِ اقدس پر بٹھالیا اور فرمایا: "یہ کتنی اچھی سواری ہے تم دونوں کی اور کتنے اچھے سوار ہو تم دونوں اور تمھارے باپ تو تم دونوں سے بھی بہتر ہیں۔"

• تفسیر ابو یوسف یعقوب بن سفیان بن عبیداللہ بن موسٰی سے اور اُنھوں نے اپنے اسناد کے ساتھ ابنِ مسعود سے روایت کی ہے کہ: ایک مرتبہ نبی صلّی اللہ

علیہ وآلہ وسلّم نے حسنؑ وحسینؑ کو اُٹھایا۔ حسنؑ کو داہنے طرف گود میں لیا، حسینؑ کو بائیں طرف گود میں لیکر چلے اور فرمایا۔ "یہ کتنی اچھی سواری ہے تم دونوں کی اور کتنے اچھے سوار ہو تم دونوں اور تمھارے باپ تو تم دونوں سے بھی بہتر ہیں۔"

- روایت بیان کی گئی ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حسنؑ وحسینؑ کے گیسو سر کے وسط میں چھوڑے تھے۔
- مرزد کا بیان ہے کہ میں نے ابوہریرہ کو کہتے ہوئے سُنا کہ میرے اِن دونوں کانوں نے سُنا اور میری اِن دونوں آنکھوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنے دونوں ہاتھوں سے حسنؑ وحسینؑ کے بازو تھامے ہوئے تھے اور اُن کے قدم آنحضرتؐ کے قدموں پر تھے اور فرمارہے تھے کہ "اے فاطمہؑ کے نورِ چشمو! میرے کاندھے پر چڑھ جاؤ۔"

ابوہریرہ کا بیان ہے کہ یہ سُن کر وہ دونوں اس طرح چڑھے کہ اُن کے قدم رسولؐ کے سینۂ اقدس پر لٹک رہے تھے۔

آپؐ نے فرمایا، اے فرزندو! منھ کھولو" اور آپؐ نے اُن کے بوسے لیے۔

پھر فرمایا، "پروردگارا! تو بھی اِن سے محبّت کر، میں بھی اِن سے محبّت کرتا ہوں۔"

- کتاب ابن البیّع وابنِ مہدی و زمخشری میں ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ننھے منّے بچّو! فاطمہؑ کے نورِ چشمو! آؤ میرے کاندھے پر سوار ہو جاؤ۔

اِس کے بعد فرمایا "اے اللہ! تو بھی ان سے محبّت کر، میں بھی ان سے محبّت کرتا ہوں بلکہ میں تو اِن دونوں کے محبّت کرنے والوں سے بھی محبت کرتا ہوں۔"

جناب فاطمہؑ کی لوریاں حسنؑ کیلئے

حضرت فاطمہ زہراؑ اپنے فرزند حسنؑ کو جب لوریاں دیتی تھیں تو یہ کہتی تھیں:

اشبہ اباک یا حسنؑ — واخلع عن الحق الرسن

واعبد الھًا ذا منن — ولا توال ذا الاحن

یعنی: اے حسنؑ! تم اپنے بابا جیسے بننا، اور اظہارِ اَسرار سے گریز کرنا

خدائے ذوالمنن کی عبادت کرنا اور بُرائیوں کی طرف رُخ نہ کرنا

جناب فاطمہؑ کی لوریاں حسینؑ کیلئے

اور آپؑ اپنے فرزند حسینؑ کو لوریاں دیتے وقت یہ فرمایا کرتی تھیں

اَنت شبیہ بِاَبِیؑ لست شبیھًا بِعلیؑ

یعنی: "اے حسینؑ" تم تو میرے باباؐ کی شبیہ ہو تم علیؑ کی شبیہ نہیں ہو۔

○ مُسند موصلی میں مرقوم ہے کہ حضرت ابوبکر، حسنؑ کے متعلق حضرت علیؑ کے سامنے یہ شعر پڑھتے تھے:

انت شبیہ بِنَبِیؐ لست شبیھا بِعلیؑ

یعنی: اے حسن! تم تو بالکل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شبیہ ہو، تم علیؑ کی شبیہ نہیں ہو۔
اور حضرت علیؑ یہ سن کر مسکراتے تھے۔

جناب اُمِّ سلمہؑ کی لوریاں حسنؑ کیلئے

حضرت اُمِّ سلمہؑ امام حسنؑ کو لوری دیتے وقت یہ کہتی تھیں:

بِاَبِی ابن علیؑ انت بالخیر ملیؐ
کن کاَسنان حلیؐ کن ککبش الحولیؐ

یعنی: اے فرزندِ علیؑ تم پر میرے باپ قربان، تم سراپا خیر سے بھرے ہوئے ہو۔
شیریں دانتوں والے بن جاؤ، ایک سالہ مینڈھے کے مانند ہو جاؤ۔

جناب اُمُّ الفضلؓ کی لوریاں حسینؑ کیلئے

اور جناب اُمُّ الفضلؓ زوجہ جناب عباسؓ بن عبد المطلبؓ امام حسینؑ کو لوریاں دیتے وقت یہ کہتی تھیں:

یا ابن رسول اللہ یا ابن کثیر الجاہ
فرد بلا اشباہ اعاذہ الٰہی
من امم الدواھی

یعنی : اے رسول اللہؐ کے فرزند، اے کثیر المرتبہ کے فرزند ! تم فرد ہو تمھاری کوئی مثال نہیں، اے میرے اللہ ! میں ان کو تیری پناہ میں دیتی ہوں ہر طرح کی آفات و بلیّات سے۔

(مناقب ابنِ شہر آشوب)

۵۲ معجزاتِ حسنؑ و حسینؑ

احمد بن حنبل نے "مُسند" میں، ابنِ بطّہ نے "ابانہ" میں، نطنزی نے "خصائص" میں، خرکوشی نے "شرف النبیؐ" میں، نیز رواۃ کی ایک جماعت نے اپنے اپنے اسناد کے ساتھ حضرت امیر المومنین علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ: ایک دن شام کے وقت حسنؑ و حسینؑ، نبی صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کے پاس کھیل رہے تھے کہ رات ہوگئی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا، اب تم دونوں اپنی ماں کے پاس چلے جاؤ۔ وہ دونوں اپنی مادرِ گرامی کے پاس جانے کے لیے پلٹے (کہ اس اندھیری رات میں) ایک بجلی مسلسل چمکتی رہی یہاں تک کہ وہ دونوں بجلی کی روشنی میں اپنی مادرِ گرامی فاطمہ زہراؑ کے پاس جا پہنچے۔ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم بجلی کو دیکھتے رہے، پھر فرمایا، حمد اُس خدا کی جس نے ہم اہلِ بیتؑ کو مکرّم فرمایا۔

- سمعانی اور ابو السعادات نے اپنی کتاب "فضائل" میں ابی جحیفہ سے یہی روایت کی ہے، مگر اِن لوگوں نے یہ واقعہ صرف امام حسنؑ کے متعلّق لکھا ہے۔

کبوتر اور اُس کے بچّے

عفیف کندی کی حدیث میں ہے کہ ایک سوار نے اُس سے کہا، جب تم یہ دیکھو کہ علیؑ کے گھر میں ایک کبوتر کے ساتھ اُس کے دو بچّے پرواز کر رہے ہیں تو سمجھ لینا کہ اُن کے یہاں اُن کے فرزند کی ولادت ہوئی ہے۔

اِس کے بعد اور بہت کچھ بیان کرتے ہوئے اُس نے کہا کہ کچھ دنوں بعد نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ظہور کی خبر مجھ تک پہنچی اور مشرّف باسلام ہوا، اور میں دیکھ رہا تھا کہ ایک کبوتر نے علیؑ کے مکان میں بغیر آشیانہ بنائے بچّے نکالے، پھر ناگہاں دیکھا کہ حسنؑ و حسینؑ رسول اللہؐ

کے پاس ہیں تو مجھے اس سوار کی بات یاد آگئی۔

• بسطام کی روایت ہے کہ عفیف کندی کا بیان ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد وہ کبوتر کہیں چلا گیا۔ میں نے پھر اُس کو نہیں دیکھا۔

• ابو عقیل کی روایت میں ہے، اُن کا بیان ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد میں نے اُن کے مکان میں دو چڑیاں اُڑتی ہوئی دیکھیں۔ جب امام حسنؑ کی شہادت ہوئی تو ان میں سے ایک غائب ہو گئی، اور جب امام حسین علیہ السلام کی شہادت ہوئی تو وہ دوسری چڑیا بھی غائب ہو گئی

میوہ ہائے جنّت کا آنا

کتاب "الکشف والبیان" میں ثعلبی نے اپنے اسناد کے ساتھ حضرت امام محمّد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے بیان فرمایا کہ جب نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم علیل ہوئے تو جبرئیلؑ امین آپؐ کی خدمت میں ایک طبق لائے، جس میں انار وانگور تھے آپؐ نے اس میں سے کچھ نوش فرمایا تو اُن اناروں اور انگوروں نے تسبیح پڑھی۔ پھر حسنؑ وحسینؑ آئے، اُنھوں نے بھی اس میں سے تناول کیا اور اُن دونوں پھلوں نے تسبیح پڑھی؛ پھر حضرت علی علیہ السلام تشریف لائے آپؑ نے بھی اس میں سے کچھ نوش فرمایا، اور ان پھلوں نے تسبیح پڑھی۔ پھر آپؐ کے اصحاب میں سے ایک شخص آیا، اس نے بھی اس میں سے کچھ کھایا، مگر ان پھلوں نے تسبیح نہیں پڑھی، تو جبرئیلؑ نے کہا اسے تو نبی یا وصی یا ان کی اولاد کھاتی ہے۔

رضوانِ جنّت خیّاطِ حسنینؑ کی شکل میں

ابو عبداللہ مفیدؒ نیشاپوری نے اپنی "امالی" میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ حسنؑ وحسینؑ کے پاس کپڑے نہ تھے اور عید کا دن قریب آگیا۔ ان دونوں نے اپنی مادرِ گرامی سے کہا کہ اطفالِ مدینہ زرق برق، نئے نئے لباس میں ملبوس ہوں گے، سوائے ہمارے۔ آپؐ ہمارے لیے نئے لباس کیوں نہیں بناتیں۔ جناب فاطمہ زہراؑ نے فرمایا، بچّو! تمھارے لباس درزی کے پاس ہیں، جب وہ لائے گا تو میں تمھیں بھی پہنا دوں گی۔

جب عید کی شب آئی تو بچوّں نے اپنی مادرِ گرامی سے پھر کہا۔ جناب فاطمہؑ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ انھیں اپنے بچوّں پر ترس آیا اور پھر یہی کہہ دیا کہ تمھارے لباس درزی کے پاس ہیں۔

العرض جب رات گہری ہوگئی تو کسی نے دروازے پر دستک دی۔ جناب فاطمہؑ نے دریافت فرمایا، تم کون ہو؟

آنے والے نے عرض کی، بنتِ رسولؐ میں درزی ہوں کپڑے لایا ہوں۔

آپؑ نے دروازہ کھولا، تو دیکھا کہ ایک شخص لباسِ عید لایا ہے۔

حضرت فاطمہ زہرا کا بیان ہے کہ میں نے اس سے زیادہ ہیبت ناک شخص کبھی نہیں دیکھا تھا۔

اُس شخص نے ایک رومال میں بندھے ہوئے کپڑے آپؑ کو دیے اور واپس ہوگیا۔

جناب فاطمہ زہرا اندر آئیں، رومال کھولا تو دیکھا کہ اس میں دو قمیصیں، دو صدریاں، دو اِزار، دو چادریں، دو عمامے اور دو موزے سیاہ رنگ کے تھے۔ آپؑ نے حسنؑ و حسینؑ کو جگایا، انھیں وہ لباس پہنا کر دیکھا۔ اسی دوران رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تشریف لائے، اور فرمایا، بیٹی! تم نے درزی کو دیکھا تھا؟

جناب فاطمہ زہراؑ نے عرض کی، جی ہاں یا رسول اللہؐ۔

آنحضرتؐ نے فرمایا، بیٹی وہ خیّاط (درزی) نہیں تھا، بلکہ وہ رضوان خازنِ جنّت تھا۔

جناب فاطمہ زہراؑ نے عرض کی، بابا جان! یہ آپؐ کو کس نے بتایا؟

آنحضرتؐ نے فرمایا، وہ پرواز کرتے وقت مجھ کو اس کی خبر دے کر گیا ہے۔

• حسن بصری اور اُمِ سلمہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حسنؑ و حسینؑ، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں آئے۔ وہاں جبریل امینؑ بھی موجود تھے۔ یہ دونوں شہزادے جبریل امینؑ کو دحیہ کلبی سمجھ کر اُن کے گرد گھومنے لگے۔ جبریلؑ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے، جیسے وہ کچھ لے رہے ہیں کہ اچانک اُن کے ہاتھ میں سیب و بہی اور انار آگئے اور اُنھوں نے ان دونوں کو دے دیے تو ان کے چہرے خوشی سے کِھل گئے اور دوڑے ہوئے اپنے نانا جان کے پاس پہنچے۔ آنحضرتؐ نے وہ پھل ان سے لے کر سونگھا، پھر فرمایا، ان کو اپنی ماں کے پاس لیجاؤ۔ مگر پہلے اپنے والد کو دکھانا۔

ان دونوں نے ایسا ہی کیا۔ مگر ان حضرات نے اسے کھایا نہیں، رکھ دیا تا اینکہ

نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تشریف لائے، پھر اس کو سب نے مل کر کھایا، مگر وہ پھل کتنا ہی کھایا جاتا، وہ جیسے پہلے تھے ویسے ہی ہوتے جاتے، یہانتک کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے وفات پائی۔

میوہ ہائے جنّت کا آنا

حضرت امام حسین علیہ السّلام کا بیان ہے میری مادرِ گرامی جناب فاطمہ زہرا کی زندگی تک وہ پھل (جو جبرئیل امین نے ہمارے لیے منگائے تھے) نہ خراب ہوئے اور نہ اس میں کمی آئی، مگر جب مادرِ گرامی جناب فاطمہ زہرا کا انتقال ہوا تو انار غائب ہوگیا، صرف سیب و بہی پدرِ عالی قدر کی حیات تک باقی رہے۔ لیکن آپ کی شہادت کے بعد بہی بھی غائب ہوگئی، صرف سیب باقی رہا۔ تا اینکہ میرے برادر و ماں جائے امام حسن علیہ السّلام بھی زہر سے شہید کیے گئے تاہم وہ سیب اس وقت تک باقی رہا جب تک کہ (کربلا میں) مجھ پر پانی بند کیا گیا۔ چنانچہ جب مجھے پیاس محسوس ہوتی تو میں اُسے سونگھ لیا کرتا تو مجھے پیاس میں تسکین ہوجاتی۔ مگر جب پیاس کی شدّت میں اضافہ ہوا تو میں نے اُسے اپنے دانتوں سے کاٹا اور فنا کا یقین ہوگیا۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام (علیؑ ابن الحسینؑ) فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے پدرِ عالی قدر کو اُن کی شہادت سے ایک ساعت قبل یہ فرماتے ہوئے سُنا تھا (جو اوپر ذکر کیا گیا۔) جب آپ شہید ہوگئے تو آپ کی جائے شہادت پر سیب کی خوشبو میں نے محسوس کی لیکن باوجود تلاشِ بسیار کے وہ سیب مجھے دستیاب نہ ہوا۔ بعدِ شہادت جب میں آپ کی قبر کی زیارت کو گیا تو وہ خوشبو باقی رہی جس کو میں نے بخوبی محسوس کیا۔ اب بھی اگر ہمارے شیعوں میں سے کوئی زائر وہ خوشبو محسوس کرنا چاہے تو وقتِ سحر آپ کی قبرِ مطہّر پر جائے اگر مخلص ہوگا تو اُسے وہ خوشبو ضرور محسوس ہوگی۔

مسک و عنبر سے بھرا ہوا جام آنا

"امالی" ابوالفتح حفّار میں ابنِ عبّاس اور ابو رافع سے روایت ہے ان دونوں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے پاس حاضر تھے کہ جبرئیل امین نازل ہوئے اور اُن کے پاس بلّورِ سرخ کا ایک جام تھا جو مسک و عنبر سے مملو تھا

اُنھوں نے آکر کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللہ، اللہ تعالیٰ آپؐ کو سلام کہتا ہے اور یہ تحفہ آپؐ کے پاس بھیجا ہے۔ نیز، ارشاد فرمایا ہے کہ یہ تحفہ علیؑ اور اُن کے فرزندوں کو بھی عطا کیجیے۔

غرض وہ جام جب آنحضرتؐ کے دستِ بابرکت میں آیا تو آپؐ نے تین مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ اور تین مرتبہ اَللہُ اَکْبَر کہا پھر، بزبانِ فصیح اس جام سے آواز آئی: بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

"طٰہٰ ۝ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰی ۝" (سورۂ طٰہٰ آیت ۱-۲)

آنحضرتؐ نے اُسے سونگھا، پھر حضرت علی ابنِ ابی طالبؑ کو دیا۔ جب وہ جام حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھ میں پہنچا تو اس جام سے آواز آئی:

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

"اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللہُ وَ رَسُوْلُہٗ الخ" (سورۂ مائدہ آیت ۵۵)

حضرت علیؑ نے بھی اُسے سونگھا، اور حسنؑ کو دے دیا۔ امام حسنؑ کے ہاتھ میں پہنچا تو اُس سے آواز آئی: بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

"عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ ۝ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِیْمِ ۝" (سورۃ النبا آیت ۱-۲)

امام حسنؑ نے بھی اس جام کو سونگھ کر امام حسینؑ کو دے دیا۔ جب وہ امام حسینؑ کے ہاتھ میں پہنچا تو بولا: بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

"قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی"

(سورۂ شوریٰ آیت ۲۳)

اس کے بعد وہ جام نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس پھر پہنچا اور بولا:

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

"اَللہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ" الخ (سورۂ نور آیت ۳۵)

اس کے بعد معلوم نہیں کہ وہ بقدرتِ خدا وہ جام آسمان پر چلا گیا، یا زمین میں غائب ہو گیا۔ (واللہ اعلم)

(۵۳) مَلک کا بشکلِ طائر نازل ہو کر سلام کرنا

کتاب "المعالم" میں ہے کہ آسمان سے ایک فرشتہ بصورتِ طائر نازل ہوا اور

نبی صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کے دستِ مبارک پر بیٹھ گیا اور اُس نے آپؐ کو نبی کہہ کر سلام کیا۔ اس کے بعد اُڑ کر حضرت علیؑ کے دستِ کرامت پر جا بیٹھا اور آپؑ کو وصی کہہ کر سلام کیا۔ پھر اُڑ کر یکے بعد دیگرے امام حسنؑ و امام حسینؑ کے دستہائے مکرّم پر بیٹھا اور آپؑ دونوں کو خلیفہ کہہ کر سلام کیا۔ آنحضرتؐ نے اس طائر نما فرشتے سے پوچھا، تم فلاں کے ہاتھ پر کیوں نہیں بیٹھے؟

اُس نے جواب دیا، میں ایسی زمین پر نہیں بیٹھتا جس پر اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کی گئی ہے۔ تو پھر اُس (فلاں) کے ہاتھ پر کیوں بیٹھوں گا جس نے اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کی ہے

جبرئیلؑ کے پروں کے تعویذ

اربعینِ موذّن، ابانۂ عکبری وخصائصِ نطنزی میں مرقوم ہے کہ ابنِ عمر کا بیان ہے کہ حسنؑ و حسینؑ کے پاس دو تعویذ تھے جن میں جبرئیلِ امین کے پروں کے روئیں بھرے ہوئے تھے۔

- ایک دوسری روایت میں ہے کہ ان میں جبرئیلؑ کے پر بھرے ہوئے تھے۔
- اُمِّ عثمان، حضرت علیؑ کی اُمِّ ولد کا بیان ہے کہ آلِ محمدؐ کے پاس ایک مسند تھی جس پر سوائے جبرئیلؑ کے کوئی نہیں بیٹھتا تھا۔ جب وہ چلے جاتے تو اُسے لپیٹ کر رکھ دیا جاتا تھا، مگر جب وہ مسند سے اُٹھتے تو اُن کے پروں سے کچھ روئیں اس پر جھڑ جاتے اور جناب فاطمہ زہراؑ انھیں اُٹھا لیتیں پھر ان سے حسنؑ و حسینؑ کے لیے تعویذ بنا دیتی تھیں۔

دونوں بھائیوں میں زور آزمائی

ابوہریرہ و ابنِ عبّاسؓ و حارثؒ ہمدانی و ابوذرؒ و حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ امام حسنؑ و امام حسینؑ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کے سامنے آپس میں زور آزمائی کر رہے تھے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا، ہاں اے حسنؑ شاباش، حسینؑ کو پکڑو۔

جناب فاطمہ زہراؑ نے عرض کی، یا رسول اللہ صؐ! آپؐ چھوٹے کے مقابلے میں بڑے کی ہمّت افزائی فرما رہے ہیں؟

آپؐ نے فرمایا، مگر یہ جبرئیلؑ ہیں جو کہہ رہے ہیں، اے حسینؑ شاباش حسنؑ کو پکڑو۔ [1]

(1۔ مناقب ابنِ شہر آشوب)

(۵۴) معالیِ امور اور فضائل میں سورۂ وَالتِّینِ کی تفسیر

مقاتل بن مقاتل نے مزارم سے اور انھوں نے حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے قولِ خدا "وَالتِّینِ وَالزَّیْتُوْنِ" کی تفسیر میں فرمایا کہ اِس سے مراد حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ "وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ" سے مراد حضرت علیؑ ہیں "وَھٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ" سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہیں نیز فرمایا قرآن مجید کی آیت لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ" اس سے مراد اوّل ہے۔ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ" یعنی: پھر ہم نے اس کو نچلے طبقے میں ڈال دیا۔ یعنی حضرت علیؑ کی عداوت کی وجہ سے اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِس سے مراد حضرت علی علیہ السلام ابنِ ابی طالبؑ ہیں۔ فَمَا یُکَذِّبُکَ بَعْدُ بِالدِّیْنِ ؕ یعنی حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ کی ولایت سے۔

- تمام اہلِ قبلہ (مسلمان) اس روایت پر متفق ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ:

"الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنّة"

یعنی (حسنؑ و حسینؑ سردار ہیں جوانانِ اہلِ جنّت کے)

مذکورہ حدیث کو ابنِ کادش عکبری نے بھی اپنے اسناد کے ساتھ انس بن مالک سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں نے خود آنحضرتؐ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا تھا۔

نیز احمد بن حنبل نے فضائل اور مُسند میں، ترمذی نے جامع میں، ابنِ ماجہ نے سُنن میں، ابنِ بطّہ نے ابانہ میں، خطیب نے تاریخ میں، موصلی نے مُسند میں، واعظ نے شرف المصطفیٰ میں، سمعانی نے فضائل میں اور ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں تین طریقوں سے اور ابن حشیش تمیمی نے اعمش سے بھی مذکورہ بالا حدیث کی روایت کی ہے۔

دارقطنی نے اپنے اسناد کے ساتھ ابنِ عمر سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے

کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

"ابنای ھٰذان سیّدا شباب اھل الجنّۃ وَابوھما خیر منھما۔"

یعنی: (یہ میرے دونوں فرزند جوانانِ اہلِ جنّت کے سردار ہیں اور ان دونوں کے والدان دونوں سے بہتر ہیں۔)

نیز مذکورہ بالا حدیث کی روایت، خدری وابنِ مسعود وجابر انصاری والو جحیفہ والو ہریرہ وعمر بن الخطّاب وحذیفہ وعبداللہ بن عمر واُمّ سلمہؓ ومسلم بن یسار وزبرقان بن اظلم حمیری (جیسے صحابہ) نے کی ہے۔

نیز اس کی روایت اعمش نے ابراہیم سے، اُنھوں نے علقمہ سے اور اُنھوں نے عبداللہ سے کی ہے۔

حلیۃ الاولیاء واعتقاد اہلِ سنّت ومُسند الانصار میں حذیفہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مجھ سے فرمایا: کیا تم نے وہ کیفیت نہیں دیکھی جو مجھ پر طاری ہوئی؟

میں نے عرض کی جی ہاں دیکھی

آپؐ نے فرمایا، ایک فرشتہ نازل ہوا تھا جو اس سے پہلے کبھی نازل نہیں ہوا تھا اُس نے اللہ تعالیٰ سے اجازت لی کہ وہ آکر مجھے سلام کرے اور اس امر کی خوشخبری سُنائے کہ حسنؑ وحسینؑ سردار ہیں جوانانِ اہلِ جنّت کے، اور فاطمہؑ سیّدہ ہیں جنّت کی عورتوں کی

• حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اِس حدیث "الحسن والحسین سیّدا شباب اھل الجنّۃ" کے متعلق دریافت کیا گیا۔ تو آپؑ نے ارشاد فرمایا، خدا کی قسم یہ دونوں جوانانِ جنّت کے سردار ہیں خواہ وہ اوّلین میں سے ہوں یا آخرین میں سے۔

اور نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی یہ مشہور حدیث کہ اہلِ جنّت تمام کے تمام جوان ہوں گے۔ ان دونوں کے کثرتِ فضائل کی وجہ سے، نیز اِس وجہ سے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو اِن دونوں سے بیحد محبت تھی۔ آپؐ نے ان دونوں میں سے ہر ایک کی ولادت پر دو رکعت نمازِ نافلہ کا حکم دیا اور اِس طرح نافلۂ مغرب چار رکعت ہوئی۔

• سیّد بن احمد طبرانی وقاضی ابوالحسن جراحی والوالفتح حفّار والکیا شیرویہ وقاضی نطنزی نے اپنے اسانید کے ساتھ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے روایت

کی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا:

"الحسن والحسین شنفا العرش"

یعنی (حسنؑ وحسینؑ عرش کے دو گوشوارے ہیں)

- اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہ گوشوارے معلّق نہیں ہیں۔
- نیز روایت میں ہے کہ جنّت نے اللہ تعالےٰ سے شکایت کی، کہ پروردگارا! تو نے میرے اندر ضعیفوں اور مسکینوں کو آباد کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، کیا تو اِس بات پر خوش نہیں ہے کہ میں نے تیرے ارکان کو حسنؑ وحسینؑ سے زینت دی ہے۔

یہ سُن کر جنّت اسی طرح ناز دکھانے لگی جس طرح کوئی دُلہن ناز دکھاتی ہے۔

- نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے یہ روایت بھی ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔ قیامت کے دن عرشِ خدا ہر طرح آراستہ کیا جائے گا، پھر نور کے دو منبر لائے جائیں گے جو سو میل کے طویل ہوں گے۔ ایک منبر عرش کے داہنے جانب نصب کیا جائے گا، دوسرا عرش کے بائیں جانب۔ پھر امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو بُلایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ ان دونوں سے اپنے عرش کو اِس طرح زینت دے گا جس طرح عورت اپنے کانوں میں گوشوارے پہنتی ہے۔
- ابی لہیعہ بصری کی روایت میں ہے کہ جنّت نے اللہ تعالےٰ سے درخواست کی کہ وہ جنّت کے ارکان میں سے کسی رُکن کو آراستہ فرمادے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف وحی کی کہ میں نے حسنؑ وحسینؑ کے ذریعے تجھے مزیّن وآراستہ کیا۔

یہ سن کر جنّت بہت مسرور ہوگی۔

- کتاب السؤدد میں اپنے اسناد کے ساتھ سفیان بن سلیم سے اور کتاب ابانہ عکبری میں اپنے اسناد کے ساتھ زینب بنتِ ابی رافع سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اپنے دونوں فرزندوں حسنؑ وحسینؑ کو لیے ہوئے جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی یا رسول اللہؐ! میرے ان دونوں بچّوں کو کچھ عطا فرمادیں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ یہ عرض کی کہ یا رسول اللہؐ! یہ دونوں فرزند آپؐ ہی کے ہیں انھیں بھی اپنی کسی شے کا وارث بنا دیجیے۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا، حسنؑ کے لیے میری ہیبت اور سیادت ہے اور حسینؑ کے لیے

میری جرأت وسخاوت ہے۔

ایک دوسری کتاب میں ہے کہ اِس پر حضرت فاطمہ زہراؑ نے عرض کی:

یارسول اللہؐ! میں اِس پر راضی ہوں۔

اِسی بنا پر امام حسنؑ حلیم اور پُرہیبت تھے اور امام حسینؑ شجاع اور جوّاد تھے۔

• کتاب الارشاد و کتاب الروضہ و اعلام الوریٰ و شرف النبی و جامع ترمذی و ابانۂ عکبری میں آٹھ طریقوں سے انس سے روایت ہے کہ امام حسنؑ سینے سے لے کر سر تک رسول اللہؐ سے مشابہ تھے اور امام حسینؑ سینے سے لے کر پاؤں تک آنحضرتؐ سے مشابہ تھے۔

• راغب اصفہانی نے اپنی کتاب محاضرات میں ابوہریرہ اور بُریدہ سے روایت کی ہے، ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم منبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، آپؐ نے ایک بار مجمع پر نظر ڈالی اور ایک مرتبہ امام حسنؑ پر، پھر فرمایا۔ "اللہ تعالےٰ میرے اِس فرزند کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرا دے گا۔"

اس روایت کو بخاری و خطیب اور خرکوشی اور سمعانی نے بھی اپنی اپنی کتابوں میں تحریر کیا ہے۔

• بخاری و موصلی و ابوالسعادات و سمعانی نے روایت کی ہے کہ:

ایک مرتبہ اسمٰعیل بن خالد نے ابوجحیفہ سے پوچھا کہ کیا تم نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو دیکھا ہے؟

اُس نے کہا، جی ہاں، وہ امام حسنؑ سے بالکل مشابہ تھے۔

• ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حسینؑ بن علیؑ میرے پاس آئے، وہ سر پر عمامہ باندھے ہوئے تھے تو میں سمجھا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پھر سے مبعوث ہو کر آگئے۔

• غزالی اور مکّی نے احیاء العلوم اور "قوت القلوب" میں مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے امام حسنؑ سے فرمایا، "تم خَلق و خُلق میں مجھ سے مشابہ ہو۔"

۵۵ امام حسنؑ سے آنحضرتؐ کی محبت
آپؐ نے اُن کیلئے سجدے کو طول دیا

ابوعلی جبائی نے مُسند ابی بکر بن ابی شیبہ سے اور اُنھوں نے ابنِ مسعود سے یہ روایت کی ہے۔ نیز عبداللہ بن شدّاد نے اپنے والد سے اور ابویعلی موصلی نے اپنی مُسند میں ثابت بنانی سے اُنھوں نے انس سے یہ روایت کی۔ پھر عبداللہ بن شیبہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ ایک مرتبہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو نماز کے لیے بُلایا گیا تو آپؐ کی گود میں امام حسنؑ تھے۔ آنحضرتؐ نے اُن کو اپنے پہلو میں بٹھالیا اور نماز شروع کی جب آنحضرتؐ سجدے میں تشریف لے گئے تو سجدے کو طول دے دیا۔ میں نے مجمعے میں سجدے سے سر اُٹھا کر دیکھا تو امام حسنؑ آپؐ کی پُشتِ مبارک پر سوار تھے۔ الغرض جب آپؐ نے سلام پڑھ کر نماز ختم کی تو لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہؐ! آپؐ اتنا طویل سجدہ تو کبھی نہیں فرماتے تھے۔ آج کیا بات ہوگئی تھی، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اثنائے نماز آپؐ پر وحی نازل ہونے لگی تھی؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا، نہیں، بلکہ میرا فرزند میری پُشت پر بیٹھ گیا تھا۔ مجھے یہ پسند نہ آیا کہ جب تک یہ خود میری پُشت سے نہ اُتر آئے، میں سجدے سے سر اُٹھا لوں۔

- عبداللہ ابنِ شدّاد کی روایت میں ہے کہ آپؐ نے لوگوں کو جواب دیا کہ میرا فرزند میری پُشت پر سوار تھا مجھے یہ پسند نہ آیا کہ جب تک اُس کا جی نہ بھر جائے میں سجدے سے سر اُٹھاؤں۔

- حلیتہ الاولیاء میں ابوبکرہ سے روایت ہے، اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہمارے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ دورانِ نماز امام حسنؑ آگئے جو ابھی بالکل کمسن اور بچے تھے، اور آنحضرتؐ کی پُشتِ مبارک پر بیٹھ گئے۔ آپؐ اُن کو آہستہ آہستہ اُٹھانے لگے۔ جب نماز تمام ہوچکی تو لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپؐ نے اس بچے کے ساتھ وہ کیا جو آج تک آپؐ نے کسی اور بچے کے ساتھ نہیں کیا۔

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا، ہاں، یہ میری باغِ زندگی کا پھول ہے۔

- نیز اسی کتاب (حلیتہ الاولیاء) میں براء بن عازب سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم، امام حسنؑ کو اپنے دوشِ اقدس پر بٹھائے ہوئے ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ اَحبّنی فلیحبّہٗ" یعنی (جو شخص مجھ سے محبّت کرتا ہے پس اس پر اِس کی محبّت لازم ہے)

- "سُنَنِ ابنِ ماجہ و "فضائلِ" احمد میں اپنے اسناد کے ساتھ ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَحِبُّہٗ فَاَحِبَّہٗ وَاَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّہٗ"

یعنی: (یا اللہ! میں اس سے محبّت کرتا ہوں، تُو بھی اس سے محبّت کر، بلکہ اس کے محبّوں سے بھی محبّت کر۔)

- "مُسندِ" احمد میں ابوہریرہ سے روایت ہے: ایک مرتبہ امام حسنؑ رسول اللہؐ کے پاس آئے، اُن کے گلے میں ہار پڑا ہوا تھا، وہ آکر رسول اللہؐ کے سینے سے لگ کر بیٹھ گئے، تو آپؐ نے انھیں اپنے سینے سے چمٹا لیا، پھر ارشاد فرمایا:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَحِبُّہٗ فَاَحِبَّہٗ وَاَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّہٗ"

یعنی: (یا اللہ! میں اس سے محبّت کرتا ہوں، تُو بھی اس سے محبّت کر، بلکہ اس کے محبّوں سے بھی محبّت کر۔)

یہ آپؐ نے تین بار ارشاد فرمایا۔

- ابنِ بطہ نے یہ روایت بہت سے طریقوں سے نقل کی ہے۔
- عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کا بیان ہے کہ ہم لوگ ایک مرتبہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھے کہ امام حسنؑ آگئے اور زمین پر لیٹ گئے۔ آپؐ نے اُن کی قمیص اٹھائی اور اُن کی ٹھوڑی کو بوسہ دیا۔ (مناقب ابنِ شہر آشوب)

(۵۶) آنحضرتؐ نے دورانِ نماز امام حسنؑ کو بوسہ دیا

- ابوقتادہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نماز پڑھ رہے تھے اور اسی حالت میں امام حسنؑ کو بوسہ دیا۔
- خدری سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مشغولِ نماز تھے کہ امام حسنؑ آگئے۔ آنحضرتؐ حالتِ قعود میں تھے کہ اُنھوں نے آپؐ کے گلے میں بانہیں ڈال دیں، تو آنحضرتؐ اُن کو اپنے دونوں ہاتھوں سے سنبھالے ہوئے اُٹھے اور اسی حالت میں آپؐ نے رکوع فرمایا
- "فضائل" عبدالملک میں ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم امام حسنؑ کو بوسے دے رہے تھے۔ یہ دیکھ کر اقرع بن حابس نے کہا، میرے دس فرزند ہیں، مگر میں نے آج تک کبھی کسی کو بوسہ نہیں دیا۔

آنحضرتؐ نے فرمایا، جو کسی پر رحم نہیں کرتا، اُس پر بھی کوئی رحم نہیں کرتا۔

• "مُسند العشرہ" و "ابانہ" عکبری و "شرف النبی" و "فضائل" سمعانی کے اندر چند روایات ایک دوسرے میں مل گئی ہیں۔ عمیر بن اسحاق سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں نے ابو ہریرہ کو دیکھا کہ اُنھوں نے حضرت امام حسن علیہ السّلام ابنِ علی علیہ السّلام سے عرض کی، شہزادے، ذرا مجھے وہ جگہ دکھا دیجیے جہاں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بوسے لیا کرتے تھے۔

امام حسن علیہ السّلام نے اپنے شکمِ مبارک سے قمیص ہٹائی تو ابو ہریرہ نے آپؑ کی ناف کو بوسہ دیا۔

امام حسینؑ سے آنحضرتؐ کا خطاب
اے حسینؑ! تم تو ابو الائمہ ہو

سلیم بن قیس نے حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ امام حسینؑ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے زانوئے اقدس پر رونق افروز تھے اور آنحضرتؐ آپؑ کے بوسے لے رہے تھے، اور فرما رہے تھے:

"اَنْتَ السَّیِّدُ ابنُ السَّیِّدِ اَبُو السَّادۃ، اَنْتَ الاِمامُ ابنُ الاِمام اَبو الائمّۃ، اَنْتَ الحجّۃُ ابنُ الحجّۃ، اَبُو الحُجَجِ تِسعۃ مِنْ صُلْبِكَ وَتاسِعُهُمْ قَائِمُهُمْ"

یعنی: (تم سیّد ابنِ سیّد اور ابو السّادات ہو، تم امام ابنِ امام اور ابو الائمہ ہو تم حجت ابنِ حجت اور نو حجتوں کے باپ ہو جن کا نواں قائم ہوگا۔)

دامنِ قبا میں پائے حسینؑ کا اُلجھنا

ابنِ عمر سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ حسینؑ گھر سے برآمد ہوئے اور اُن کی قبا کا دامن پاؤں میں اُلجھا تو وہ گر پڑے اور رونے لگے، یہ دیکھ کر نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فوراً منبر سے اُترے، اُنھیں اُٹھا کر گلے سے لگایا اور ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ شیطان لعین کو موت دے، اولاد واقعتاً انسان کی آزمائش کے لیے ہوتی ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، مجھے نہیں یاد کہ میں نے خطبے کو کہاں چھوڑا اور منبر سے اُترا۔

○ حسینؑ کے رونے سے رسولؐ کو اذیت

ابو السعادت کی "فضائلِ عشرہ" میں مرقوم ہے کہ یزید بن ابی زیاد کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرۂ عائشہ سے نکل کر بیتِ فاطمہؑ کی طرف سے ہو کر کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ اندر سے حسینؑ کے رونے کی آواز سُنی تو فاطمہؑ سے فرمایا، بیٹی تمھیں نہیں معلوم کہ حسینؑ کے رونے سے مجھے اذیت ہوتی ہے۔

○ حسینؑ اسباط میں سے ایک سبط ہیں

ابن ماجہ نے "سنن" میں، زمخشری نے اپنی کتاب "فائق" میں تحریر کیا ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسینؑ کو دیکھا کہ گلی میں بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر آپؐ اصحاب کے مجمع سے آگے بڑھ گئے اور اپنے ہاتھ پھیلا دیے۔ حسینؑ کبھی اِدھر بھاگتے اور کبھی اُدھر بھاگتے اور آنحضرتؐ اُن کو دیر تک ہنساتے رہے بالآخر آپؐ نے اُن کو پکڑ ہی لیا۔ پھر اپنا ایک ہاتھ اُن کی ٹھوڑی کے نیچے اور ایک ہاتھ سر کے نیچے رکھا اور اُن کے بوسے لیے پھر ارشاد فرمایا:

"اَنَا مِنْ حسین وحسین مِنّی اَحبَّ اللہ مَنْ اَحبَّ حسیناً حسین سِبطٌ مِنَ الاَسباط"

یعنی (میںؐ حسینؑ سے ہوں اور حسینؑ مجھ سے ہے، اللہ اُس شخص سے محبت کرے گا جو حسینؑ سے محبت کرے گا۔ حسینؑ اسباط میں سے ایک سبط ہے)

(مناقب ابنِ شہر آشوب)

۵۷ حسینؑ کا آغوشِ نبیؐ میں پیشاب کرنا

عبدالرحمٰن بن ابی لیلی سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ ہم لوگ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ حسینؑ آ گئے۔ وہ کبھی آنحضرتؐ کی پشتِ اقدس سے لپٹتے اور کبھی شکمِ مبارک سے۔ اِسی اثناء اُنھوں نے پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا "اِنھیں چھوڑ دو (پیشاب کر لینے دو)۔

○ لڑکے اور لڑکی کے پیشاب میں فرق

سُنن ابی داؤد میں ہے کہ ایک مرتبہ حسین علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں پیشاب کر دیا تو لبابہ نے کہا اپنی اِزار مجھے دید یجیے تاکہ میں اِس کو دھو ڈالوں۔

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: "لڑکی کے پیشاب کو دھویا جاتا ہے اور لڑکے کے پیشاب پر صرف پانی ڈالا جاتا ہے"۔

○ حسینؑ کا حالتِ سجدہ میں پُشتِ رسولؐ پر سوار ہونا

احادیثِ لیث بن سعد میں ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ایک جماعت کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے اور حسینؑ جو ابھی بہت چھوٹے تھے آپؐ کے پاس بیٹھے تھے جب رسول اللہؐ سجدے میں جاتے تو حسینؑ اُن کی پُشت پر سوار ہو جاتے اور اپنے دونوں پاؤں ہلا ہلا کر کہتے حَل حَل۔

جب آنحضرتؐ سجدے سے سر اُٹھانے کا ارادہ کرتے تو حسینؑ کو پکڑ کر نیچے بٹھا دیتے مگر جب آنحضرتؐ دوبارہ سجدے میں جاتے تو حسینؑ پھر اُن کی پشتِ مبارک پر بیٹھ جاتے اور کہتے حَل حَل (چل چل)

اِسی طرح حسین علیہ السلام مسلسل یہی کرتے رہے یہانتک کہ آنحضرتؐ نے نماز تمام فرمائی، تو ایک یہودی نے آپؐ سے عرض کی؛ آپ لوگ بچّوں سے اس طرح شفقت کا سلوک کرتے ہیں کہ ایسا ہم لوگ کبھی نہیں کرتے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا، اگر تم لوگ اللہؐ اور اُس کے رسولؐ پر ایمان لاتے تو تم بھی اِسی طرح شفقت و رحم سے پیش آتے۔

اُس نے عرض کی، اگر ایسا ہے تو میں ابھی اللہؐ اور اُس کے رسولؐ پر ایمان لاتا ہوں پھر وہ آنحضرتؐ کو باوجود عظمتِ قدر بچّوں پر اس طرح شفقت و رحم کرتے ہوئے دیکھ کر اسلام لایا۔

(مناقب ابن شہر آشوب)

(۵۸) میںؑ دوشِ رسولؐ کا راکب ہوں

"امالی" حاکم میں مرقوم ہے کہ ابو رافع کا بیان ہے کہ امام حسین علیہ السلام کا بچپن تھا اور میں اُن کے ساتھ کھیلا کرتا تھا۔ جب میری باری آتی تو میں کہتا کہ اب آپ بھی مجھے اپنی پُشت پر سوار کریں۔

وہ کہتے: کیا تم اُس کی پُشت پر سوار ہو گے جس کو رسول اللہؐ نے اپنی پُشتِ مبارک پر سوار کیا ہے؟

یہ سُن کر میں ارادہ ترک کر دیتا۔ اور اُن کی پُشت پر سوار نہ ہوتا۔ اور جب اُن کی سواری کی باری آتی تو میں کہتا، آپ نے مجھے اپنی پُشت پر سوار نہیں کیا۔ لہٰذا میں بھی آپ کو اپنی پُشت پر سوار نہ کروں گا۔

آپؑ فرماتے: کیا تم اُس شخص کو اپنی پُشت پر سوار نہ کرو گے جس کو رسولؐ نے اپنی پُشت پر سوار کیا ہے۔؟

یہ سُن کر میں اُن کو اپنی پُشت پر سوار کر لیتا تھا۔

(مناقب ابنِ شہر آشوب)

(۵۹) عبداللہ بن عمرو بن العاص سے امام حسینؑ کی گفتگو

حضرت امام رضا علیہ السلام نے اپنے آبائے کرام سے روایت کی ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

"مَن اَحَبَّ اَن یَنظر اِلیٰ اَحبِّ اھل الارض الیٰ اھل السماء فَلیَنظُر اِلیٰ الحسین۔"

یعنی: (جو شخص اہلِ آسمان کے نزدیک اہلِ زمین میں سے محبوب ترین ہستی کو دیکھنا چاہتا ہے تو وہ حسینؑ کو دیکھ لے۔)

- اس روایت کو دونوں طبریوں نے اپنی کتاب مناقب و کتابِ فضائل میں اور سمعانی نے فضائل میں اپنے اپنے اسناد کے ساتھ اسمٰعیل بن رجاء سے نقل کیا ہے۔

عمرو ابنِ شعیب کا بیان ہے، ایک مرتبہ حضرت امام حسینؑ ابنِ علیؑ عبداللہ بن عمرو بن العاص کی طرف سے ہو کر گذرے تو عبداللہ نے کہا جو شخص چاہتا ہے کہ ایسی ہستی کو دیکھے جو اہلِ آسمان کے نزدیک اہلِ زمین میں سب سے زیادہ محبوب ہے تو وہ اِس گذرنے والے کو دیکھ لے۔ مگر جنگِ صفّین کی راتوں کے بعد مجھ سے اور اِس سے آج تک بات نہ ہو سکی۔

یہ سُن کر ابوسعید خدری اُسے لیکر امام حسین علیہ السّلام کی خدمت میں آئے امام حسین علیہ السّلام نے دریافت کیا، تم جانتے ہو کہ میں اہلِ آسمان کے نزدیک اہلِ زمین میں سے سب سے زیادہ محبوب شخص ہوں؟ اور اس کے باوجود تم نے یومِ صفّین مجھ سے اور میرے پدرِ بزرگوار سے جنگ کی۔ خدا کی قسم میرے پدرِ بزرگوار تو مجھ سے بہتر تھے۔

عبداللہ نے معذرت چاہی اور عرض کی، میں مجبور تھا، اس لیے کہ نبیِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا حکم ہے کہ اپنے باپ کی اطاعت کرو۔

امام حسین علیہ السّلام نے فرمایا: مگر کیا تم نے اللہ تعالےٰ کا یہ حکم نہیں سُنا ہے کہ:

"وَاِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِىْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا" (سورہٗ لقمان آیت ۱۵)

یعنی: (اور اگر وہ (والدین) کوشش کریں کہ تو میرے ساتھ کسی (ایسے) کو شریک کرے جس کا تجھے علم نہیں، تو اُن کی اطاعت نہ کر۔)

نیز رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ:

"اطاعتِ والدین کا مطلب یہ ہے کہ نیک کاموں میں اُن کی اطاعت کرو۔"

نیز آنحضرتؐ کا یہ بھی ارشاد ہے:

"خالق کی معصیت میں کسی مخلوق کی اطاعت نہ کرو۔"

○ جبریلِ امینؑ کا امام حسینؑ کو لوریاں دے کر بہلانا

کتابُ المسئلۃ الباہرہ فی تفضیل الزّہراء الطّاہرہؑ میں ابو محمّد حسن بن طاہر

قائنی ہاشمی سے روایت ہے، اُنھوں نے کہا کہ حدیث میں آیا ہے کہ: ایک مرتبہ جبریل امینؑ نازل ہوئے تو دیکھا کہ فاطمہ زہرا سو رہی ہیں اور حسینؑ رو رہے ہیں جیسا کہ بچّوں کی عادت ہے کہ وہ اپنی ماں کے لیے رونے لگتے ہیں۔ تو جبریل امینؑ انھیں بہلانے اور لوریاں دینے لگے، یہانتک کہ فاطمہ زہراؑ نیند سے بیدار ہوئیں۔ پھر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فاطمہ زہراؑ کو یہ بات بتائی۔

○ جنّت میں قصرِ حسینی

طبری کا بیان ہے کہ طاؤس یمانی نے ابنِ عبّاس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ میں نے (شبِ معراج) جنّت میں ایک قصر دیکھا جو ایک سفید موتی کا ڈھلا ہوا تھا جس میں کوئی شگاف اور جوڑ نہ تھا۔ میں نے کہا میرے دوست جبریل! یہ قصر کس کا ہے؟

اُنھوں نے عرض کی، آپؐ کے فرزند حسینؑ کا ہے۔

پھر میں آگے بڑھا تو ایک سیب کا درخت دیکھا اس میں سے ایک سیب توڑا اور اُسے چیرا تو اُس میں سے ایک حوریہ (حوراء) نکلی۔ میں نے اُس سے پوچھا تو کس کے لیے ہے؟

تو وہ حوریہ رونے لگی اور کہا میں آپؐ کے فرزند حسینؑ کے لیے ہوں۔

(مناقب ابنِ شہر آشوب)

(۶۰) حسینؑ جوانانِ اہل جنّت کے سردار ہیں

کتاب "شرف النبی" میں جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

"مَن سرّہ اَن یَّنظر الیٰ سیّد شباب اھل الجنّۃ فلینظر اِلی الحسین ابن علی۔"

یعنی: (جو شخص یہ چاہتا ہے کہ جوانانِ اہلِ جنّت کے سردار کو دیکھے تو وہ حسینؑ ابنِ علیؑ کو دیکھ لے۔) (مناقب ابنِ شہر آشوب)

(اعلام الوریٰ)

(۶۱) امام حسنؑ سیّد اور صلح پسند ہیں

عبداللہ بن بُریدہ نے ابن عبّاسؓ سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ہمراہ تھا آپؐ نے حضرت فاطمہ زہراؑ کے دروازے پر تین مرتبہ آواز دی، مگر کوئی جواب نہ ملا تو آپؐ نے ایک باغ کا رُخ کیا اور وہاں تشریف فرما ہوگئے، میں بھی آنحضرتؐ کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ اتنے میں امام حسنؑ برآمد ہوئے، وہ اپنا منھ دھوکر آئے تھے اور گلے میں ایک تسبیح پڑی ہوئی تھی۔ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنے دونوں ہاتھ بڑھائے اور حسنؑ کو لیکر اپنے سینۂ اقدس سے لگایا، اُنھیں بوسہ دیا پھر فرمایا: "میرا یہ فرزند سیّد ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا۔" (مناقب ابن شہر آشوب، اعلام الوریٰ)

(۶۲) شہزادۂ صلح و سیّد، امام حسنؑ ہیں

ابن طلحہ نے ابوبکرہ نفیع بن حارث ثقفی سے مرفوعاً روایت کی ہے اُن کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم حسنؑ بن علیؑ کو اپنے پہلو میں لیے ہوئے مجمع میں آئے۔ کبھی آپؐ مجمع کی طرف نظر کرتے اور کبھی امام حسنؑ کی طرف دیکھتے اور فرماتے کہ: "میرا یہ فرزند سیّد ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کرائے گا۔"

• اس حدیث کی روایت حنابذی نے بھی کی ہے۔ (کشف الغمہ)

صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں براء سے ایک مرفوع روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم امام حسنؑ کو اپنے کاندھے پر بٹھائے ہوئے تھے اور فرما رہے تھے:

"اَللّٰھُمَّ اِنّی اَحِبُّہ فاحِبُّہ"

یعنی: (اے اللہ! میں اس سے محبّت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبّت کر)

سواری ہی عمدہ نہیں بلکہ سوار بھی عمدہ ہے

ترمذی نے بھی مرفوعاً ابنِ عبّاس سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم امام حسنؑ کو اپنے دوشِ اقدس پر اُٹھائے ہوئے تھے۔ ایک شخص نے انھیں دیکھ کر کہا، صاحبزادے آپ کتنی عمدہ سواری پر سوار ہیں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: "سوار بھی کتنا عمدہ ہے۔"

- اِس حدیث کی روایت حنابذی نے بھی کی ہے۔

حافظ ابونعیم اپنی کتاب "حلیۃ الاولیاء" میں ابوبکرہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ، ایک مرتبہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہم لوگوں کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے، آپؐ سجدے میں تھے کہ امام حسنؑ آگئے "وہ ابھی بچّے تھے"، اور آنحضرتؐ کی پُشت پر سوار ہوگئے یا گردن پر سوار ہوئے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے امام حسنؑ کو آہستہ آہستہ اُٹھایا جب آنحضرتؐ نماز تمام کر چکے تو لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہؐ! آپؐ اس بچّے کے ساتھ اتنی محبّت سے پیش آتے ہیں کہ اتنی محبّت سے کسی اور بچّے سے پیش نہیں آتے۔

آپؐ نے فرمایا:

"اِنَّ ھٰذا ریحانتی و اِنَّ ابنی ھٰذا سیّد وعسٰی اَنْ یصلح اللہ بہ بین فئتین من المسلمین

یعنی: (بیشک یہ میرا پھول ہے، اور میرا یہ فرزند سیّد ہے قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرادے)

- حنابذی نے بھی اِس حدیث کو اپنی کتاب میں تحریر کیا ہے۔
- ترمذی نے اپنی صحیح میں ایک مرفوع روایت انس ابنِ مالک سے مرقوم ہے اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے دریافت کیا گیا کہ: آپؐ کو اپنے اہلِ بیؑت میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا حسنؑ و حسینؑ۔

آپؐ اکثر فاطمہ زہرؑا سے فرمایا کرتے تھے کہ: میرے فرزندوں کو لاؤ۔ پھر آپؐ ان دونوں کو سونگھتے اور اپنے سینے سے لگاتے تھے۔

- صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں ابوہریرہ سے روایت ہے: اُن کا بیان ہے کہ:

ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکلا۔ تھوڑا دن چڑھا تھا۔ آپؐ نے نہ مجھ سے کوئی بات کی اور نہ میں نے آپؐ سے کوئی بات کرنے کی جرأت کی یہاں تک کہ آپؐ بنی قینقاع کے بازار میں آگئے۔ پھر وہاں سے واپس ہوئے اور حجرے میں تشریف لے گئے اور فرمایا، کیا یہاں میرا بچھڑا ہے؟ کیا یہاں میرا بچھڑا ہے؟ (یعنی امام حسنؑ) تھوڑی دیر میں حسنؑ دوڑتے ہوئے آگئے اور دونوں نے ایک دوسرے کے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّی اُحِبُّہٗ وَ اُحِبُّ مَنْ یُحِبُّہٗ"

لیعنی: (یا اللہ! میں اس سے محبّت کرتا ہوں اور اُس سے بھی محبّت کرتا ہوں جو اِس سے محبّت کرے۔)

- ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّی اُحِبُّہٗ فَاَحِبَّہٗ وَاَحِبَّ مَنْ یُحِبُّہٗ"

لیعنی: (یا اللہ! میں اِس سے محبّت کرتا ہوں پس تو بھی اس سے محبّت کر اور جو اِس سے محبّت کرے اُس سے بھی محبّت کر۔)

ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ آنحضرتؐ کے اِس ارشاد کے بعد میرے نزدیک امام حسنؑ سے زیادہ کوئی شخص محبوب نہ رہا۔

(۶۳) حسنینؑ پشتِ رسولؐ پر

صحیح ترمذی میں ایک مرقوع روایت مرقوم ہے کہ اُسامہ بن زید کا بیان ہے کہ میں نے ایک شب کسی کام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درِ اقدس پر پہنچا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ آنحضرتؐ باہر تشریف لائے تو آپؐ کوئی چیز لیے ہوئے تھے میں اندازہ نہ کر سکا کہ وہ کیا چیز ہے۔ جب میں اپنی ضرورت سے فارغ ہوا تو عرض کی: یا رسول اللہؐ! آپ یہ کیا چیز لیے ہوئے ہیں؟ آپؐ نے اپنی ردا ہٹائی تو دیکھا کہ حسنؑ و حسینؑ آپؐ کی پُشتِ اقدس پر ہیں۔ آپؐ نے فرمایا:

"ھٰذان ابنای و ابنا ابنتی اللّٰھم انی احبھما فاحبھما واحب من یحبھما۔"

لیعنی: (یہ دونوں میرے نواسے میرے فرزند ہیں اے اللہ میں ان دونوں سے محبّت کرتا ہوں

تو بھی ان دونوں سے محبت کر بلکہ اُس شخص سے بھی محبت کر جو اِن دونوں سے محبت کرے۔)

• صحیح ترمذی میں اپنے اسناد کے ساتھ ابوسعید سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

"الحسن والحسین سید اشباب اھل الجنّة"

یعنی: (حسنؑ وحسینؑ سردار ہیں جوانانِ جنّت کے۔)

رسولؐ سجدے میں اور حسنؑ پُشت پر

ابنِ عمر سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ میں نے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ:

"هما ريحانتای من الدّنيا۔"

یعنی: (یہ دونوں میرے دو پھول ہیں دُنیا میں)

• نسائی نے اپنے اسناد کے ساتھ عبداللہ بن شدّاد سے اور اُس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نمازِ عشاء کے لیے ہم لوگوں کے پاس امام حسنؑ کو گود میں لیے ہوئے تشریف لائے۔ حسنؑ کو بٹھا دیا اور نماز کے لیے تکبیر کہہ کر نماز شروع کی۔ جب آپؐ سجدے میں پہنچے تو سجدے کو کافی طول دے دیا۔ راوی کہتا ہے کہ میرے والد نے بتایا کہ میں نے ذرا سجدے سے سر اُٹھا کر دیکھا کہ آنحضرتؐ کی پُشتِ مبارک پر یہ بچّہ (حسنؑ) سوار ہے۔ یہ دیکھ کر میں دوبارہ سجدے میں چلا گیا۔

الغرض جب آنحضرتؐ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہؐ آپؐ نے اِس نماز کے دوران تو بڑا طویل سجدہ فرمایا۔ ہم لوگوں کو خیال ہوا کہ شاید کوئی حادثہ ہو گیا ہے یا آپؐ پر وحی نازل ہونے لگی ہے؟

آپؐ نے فرمایا، نہیں، بلکہ میرا فرزند میری پُشت پر سوار ہو گیا تھا۔ مجھے بُرا معلوم ہوا کہ جبتک اس کا جی سیر نہ ہو جائے میں سجدے سے سر اُٹھاؤں۔

• ترمذی اور نسائی نے اپنی اپنی صحیح میں اپنے اپنے اسناد کے ساتھ بُریدہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم منبر پر خطبہ دے رہے تھے کہ

اتنے میں حسنؑ و حسینؑ آتے ہوئے نظر آئے۔ وہ سرخ رنگ کی قبائیں پہنے ہوئے تھے اُن کے پاؤں دامانِ قبا میں اُلجھ رہے تھے۔ یہ دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے فوراً اترے اور بڑھ کر اُن دونوں کو اُٹھایا اور لاکر اپنے سامنے بٹھالیا پھر فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ:

"اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ"

یعنی: (سوائے اس کے نہیں ہے کہ تمہارے اموال و اولاد آزمائش ہیں۔)

میں نے دیکھا کہ یہ دونوں بچے آرہے ہیں اور دامنوں سے ان کے پاؤں اُلجھ رہے ہیں میں اسے برداشت نہ کرسکا، خطبے کو منقطع کر کے انھیں اُٹھالیا۔

- حنابذی نے بھی یہی روایت تقریباً اِن ہی الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے۔
- ترمذی نے اپنے اسناد کے ساتھ ابی جحیفہ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تھا اور حسنؑ بن علیؑ آپؐ کے بالکل مشابہ تھے۔
- انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حسنؑ بن علیؑ کے سوا کوئی اور مشابہ نہ تھا۔
- حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ حسنؑ، سینے سے سر تک، اور حسینؑ سینے سے پاؤں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔
- صحیح بخاری میں عقبہ بن حارث سے مرفوع روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ابوبکر نے نمازِ عصر پڑھی اور علیؑ کے ساتھ ٹہلتے ہوئے نکلے، تو دیکھا کہ حسنؑ بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ ابوبکر نے آگے بڑھ کر انھیں اُٹھا کر اپنے کاندھے پر بٹھالیا اور یہ شعر پڑھا:

بِاَبی شبیه بالنّبیؐ لیس شبیهاً بِعلیؑ

یعنی: (میں اپنے باپ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ تو نبیؐ سے مشابہ ہیں علیؑ سے مشابہ نہیں ہیں) اور علیؑ یہ سن کر ہنسنے لگے۔

- حنابذی نے لکھا ہے کہ: اور علیؑ یہ سن کر متبسم ہوئے۔
- اسماعیل بن ابی خالد سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے ابوجحیفہ سے پوچھا: کیا تم نے رسول اللہؐ کو دیکھا تھا؟ اس نے کہا کہ ہاں آپؐ مشابہ بہ حسنؑ تھے

• ابوہریرہ سے روایت ہے ۔ اُن کا بیان ہے کہ میں نے جب بھی حسنؑ بن علیؑ کو دیکھا میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے ۔ اِس لیے کہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم گھر سے باہر تشریف لائے تو مسجد میں مجھے پایا ۔ آپؐ نے میرا ہاتھ پکڑا اور میرا سہارا لیے ہوئے چلنے لگے یہانتک کہ بنی قینقاع کے بازار میں پہنچے ۔ مجھ سے دورانِ راہ کوئی بات نہ کی ، اِدھر اُدھر گھومے ، نظریں دوڑائیں اور واپس ہو گئے ۔ میں بھی آپؐ کے ساتھ واپس ہوا ۔ آپؐ مسجد میں تشریف فرما ہوئے اور مجھ سے فرمایا :

میرے بچھڑے کو آواز دو ۔ (میں نے آواز دی) تو امام حسنؑ دوڑے ہوئے آئے اور آنحضرتؐ کی آغوشِ مبارک میں جا پڑے اور آپؐ کی ریشِ مبارک میں انگلیاں ڈالنے لگے اور آپؐ اُن کا منھ کھول دیتے پھر اپنا دہنِ اقدس اُن کے دہنِ مبارک میں دیدیتے

پھر ارشاد فرماتے :

" اَللّٰھُمَّ اِنِّی اُحِبُّہٗ وَاُحِبُّ مَنْ یُّحِبُّہٗ "

یعنی : (اے اللہ ! میں اِس سے محبّت کرتا ہوں اور اُس سے بھی محبّت کرتا ہوں جو اِس سے محبّت کرتا ہے ۔)

یہ بات آپؐ نے تین مرتبہ فرمائی ۔ (کشف الغمۃ)

• کتاب مناقب میں بھی ابوہریرہ سے اسی کے مثل روایت مرقوم ہے ۔

(مناقب ابنِ شہر آشوب)

۶۵ حفاظت کی دُعا

حنابذی نے اپنے اسناد کے ساتھ عبدالرّحمٰن بن عوف سے روایت کی ہے ، اُن کا بیان ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے فرمایا : اے عبدالرّحمٰن ! کیا میں تمھیں حفاظت کی وہ دُعا بتادوں جو حضرت ابراہیمؑ اپنے دونوں فرزندوں اسمٰعیلؑ اور اسحاقؑ پر پڑھ کر دم کیا کرتے تھے ۔ اور میں اپنے دونوں فرزندوں حسنؑ و حسینؑ پر پڑھ کر دم کیا کرتا ہوں ۔ بولو

" کَفٰی بِسَمْعِ اللّٰہِ وَاعِیًا لِّمَنْ دَعَا وَلَا مَرْمٰی وَرَاءَ
اَمْرَ اللّٰہِ لِرَامٍ رَمٰی "

فضیلتِ حسنینؑ ہارون الرّشید کی نظر میں

اسحٰق بن سلیمان ہاشمی سے مرفوعاً روایت ہے کہ اُس سے اُس کے والد نے کہا کہ ایک مرتبہ میں امیر المومنین ہارون الرّشید کے پاس تھا وہاں حضرت علیؑ کا ذکر ہونے لگا، تو امیر المومنین ہارون الرّشید نے کہا:

"لوگوں کو گمان ہے کہ میں علیؑ ابنِ ابی طالبؑ اور حسنؑ و حسینؑ سے بغض وعداوت رکھتا ہوں۔ نہیں خدا کی قسم ایسا نہیں ہے جیسا کہ لوگ سمجھتے ہیں۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ اُن کی اولاد ہے جن کے ساتھ مل کر ہم نے خونِ حسینؑ کا بدلہ لیا۔ اُن کے قاتلوں کو قتل کیا پھر یہ حکومت ہم لوگوں کو ملی۔ ہم نے اُن کے ساتھ مِل جُل کر رہنا شروع کیا، مگر ان لوگوں نے ہم پر حسد کرنا شروع کردیا، ہم پر خروج کرنے لگے۔ (ورنہ ہمیں معلوم ہے کہ علیؑ ابن ابی طالبؑ اور حسنؑ و حسینؑ کا کیا مرتبہ ہے، سنو!)

خدا کی قسم، بیان کیا مجھ سے امیر المومنین مہدی نے، اُن سے بیان کیا امیر المومنین ابوجعفر منصور نے، اُن سے بیان کیا محمدؒ بن علی بن عبداللہ بن عبّاس نے، عبداللہ بن عبّاسؓ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر تھے کہ فاطمہ زہراؑ روتی ہوئی آئیں۔!

آنحضرتؐ نے پوچھا، بیٹی! کیا بات ہے کیوں روتی ہو؟

اُنھوں نے عرض کی یا رسول اللہؐ! حسنؑ و حسینؑ گھر میں نہیں ہیں معلوم نہیں کہاں چلے گئے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: میرا باپ تم پر نثار گریہ نہ کرو، اللہ تعالیٰ نے انھیں پیدا کیا ہے وہ اُن پر ہم سب سے زیادہ رحم وکرم فرمانے والا ہے۔

پھر آنحضرتؐ نے دعا کی:

"پروردگارا! اگر وہ دونوں خشکی پر ہوں تو اُن کی تو ہی حفاظت فرما، اگر وہ تری میں ہوں تو اُن کو تو سلامت رکھ۔"

اتنے میں جبریل امینؑ نازل ہوئے اور کہا، اے احمدؐ! آپ کوئی غم وہم نہ کریں وہ دونوں دنیا میں بھی صاحبِ فضیلت ہیں اور آخرت میں بھی صاحبِ فضیلت ہیں اور ان دونوں کے والد اُن دونوں سے بہتر ہیں۔ آپؐ کے دونوں فرزند حظیرۂ بنی نجّار میں

سو رہے ہیں اور اللہؐ نے اُن کے لیے ایک فرشتہ مقرر کر دیا ہے جو اُن کی حفاظت کر رہا ہے۔

ابنِ عباسؓ کا بیان ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُٹھے اور ہم بھی آپؐ کے ہمراہ چلے اور حظیرۂ بنی نجار میں پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ امام حسنؑ، امام حسینؑ کے گلے میں بانہیں ڈالے ہوئے سو رہے ہیں اور ایک فرشتہ اپنے ایک پر سے انھیں چھپائے ہوئے ہے۔

آنحضرتؐ نے امام حسنؑ کو اُٹھایا اور فرشتے نے امام حسینؑ کو اٹھالیا مگر ہمیں یہی نظر آیا کہ آپؐ ہی دونوں کو اُٹھائے ہوئے ہیں۔ تو ابوبکر اور ابوایوب انصاری نے عرض کی، یا رسول اللہؐ! ان دونوں میں سے ایک کے بوجھ سے ہلکے ہو جائیے (ہمیں دیدیجیے۔)

آپؐ نے ارشاد فرمایا: نہیں اِن دونوں کو میرے ہی پاس رہنے دو کیونکہ یہ

"فانهما فاضلان فی الدنیا فاضلان فی الآخرة وابوهما خیر منهما"

یعنی: (یہ دونوں دنیا و آخرت دونوں میں صاحبانِ فضیلت ہیں اور اِن دونوں کے والد اِن دونوں سے افضل و بہتر ہیں۔)

اِس کے بعد آپؐ نے فرمایا: خدا کی قسم، آج میں اِن دونوں کے وہ شرف بیان کروں گا جو شرف اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو عطا فرمائے ہیں۔

اِس کے بعد آپؐ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا: اور پوچھا:

"اے لوگو! کیا میں تمھیں ایسا شخص بتاؤں جو ازروئے جد و جدہ تمام انسانوں میں سب سے بہتر ہے؟

لوگوں نے عرض کی جی ہاں ارشاد فرمائیے۔

آپؐ نے فرمایا: وہ حسنؑ و حسینؑ ہیں کہ ان کے جد رسول اللہؐ اور جدہ خدیجہؓ بنتِ خویلد ہیں۔ اچھا کیا میں تم کو ایسا شخص بتا دوں جو ازروئے پدر و مادر تمام انسانوں میں سب سے بہتر ہے؟

لوگوں نے عرض کی جی ہاں یا رسول اللہؐ!

آپؐ نے فرمایا: وہ حسنؑ و حسینؑ ہیں، کیونکہ ان کے پدر علیؑ ابنِ ابی طالبؑ ہیں اور ان کی مادر فاطمہ زہراؑ ہیں۔ کیا میں تمھیں ایسا شخص بتاؤں جو چچا اور پھوپی کی طرف سے

سب سے بہتر ہے؟

لوگوں نے عرض کی جی ہاں، یا رسول اللہؐ!

آپؐ نے فرمایا وہ حسنؑ و حسینؑ ہیں، کہ اُن کے چچا جعفرؓ بن ابی طالبؑ ہیں، اور پھوپی اُمِ ہانیؓ بنتِ ابی طالبؑ ہیں۔

اے لوگو! آگاہ رہو کہ اِن دونوں کے والد جنّت میں ہوں گے اور ان دونوں کی والدہ جنّت میں ہوں گی، ان دونوں کا جد" میں" جنّت میں ہوں گا، ان دونوں کی جدّہ (خدیجہؑ) جنّت میں ہوں گی، ان دونوں کے چچا (جعفرؓ) جنّت میں ہوں گے، اِن دونوں کی پھوپی (اُمِ ہانیؓ) جنّت میں ہوں گی، یہ دونوں جنّت میں ہوں گے اور ان دونوں کے مُحب (چاہنے والے) جنّت میں ہوں گے، بلکہ ان دونوں کے محبّوں کے چاہنے والے بھی جنّت میں ہوں گے۔

حضرتِ امام حسنؑ کا حلیۂ مبارک

احمد بن محمّد بن الیّوب مغیری سے مرفوعاً روایت ہے کہ حضرت امام حسنؑ ابنِ علیؑ کا رنگ گورا سُرخی مائل، سیاہ بڑی بڑی آنکھیں، ہموار رُخسار، سینے سے ناف تک بالوں کی ہلکی سی لکیر، گھنی داڑھی، کانوں تک لٹکتی ہوئی زُلفیں، گردن جیسے چاندی کی صراحی، عظیم اور مضبوط جوڑ وبند، چوڑا چکلا سینہ، میانہ قد، خوبصورت چہرہ، گھونگھریالے بالوں پر سیاہ خضاب لگاتے تھے، سجیلا جسم رکھتے تھے۔

بابِ جنّت پر کتبہ

ابنِ عباسؓ سے ایک مرفوع روایت ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ارشادِ گرامی ہے کہ جب شبِ معراج مجھے آسمانوں پر بیجا یا گیا تو میں نے جنّت کے دروازے پر یہ لکھا ہوا دیکھا:

"لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَلِیٌّ حَبِيْبُ اللّٰهِ اَلْحَسَنُ وَ الْحُسَيْنُ صَفْوَةُ اللّٰهِ فَاطِمَةُ اَمَةُ اللّٰهِ عَلٰى بَاغِضِيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ"

سرداران جنان

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ: ”فاطمہؑ و علیؑ و حسنؑ و حسینؑ حظیرۃ القدس کے اندر ایک سفید رنگ کے قُبّے میں ہوں گے جس کی چھت عرشِ الٰہی ہوگی۔“

انہی سے یہ روایت بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ”میرے یہ دونوں فرزند سردار ہیں جوانانِ اہلِ جنت کے اور ان دونوں کے والد ان دونوں سے بہتر ہیں۔“

ابنِ خالویہ لغوی نے اپنی کتاب ”الاول“ میں ابنِ عباسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

”حسن وحسین سیّدا شباب اہل الجنّۃ مَن احبّھما احبّنی ومن ابغضھما ابغضنی“

یعنی: (حسنؑ و حسینؑ جوانانِ اہلِ جنّت کے سردار ہیں، جس نے اِن دونوں سے محبّت کی اُس نے مجھ سے محبّت کی، جس نے اِن دونوں سے بُغض رکھا اُس نے مجھ سے بُغض رکھا۔)

مہدیؑ امام اور عیسیٰؑ ماموم

جابرؓ بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”اِنّ الجنّۃ تشتاق الیٰ اربعۃ من اھلی قد احبّھم اللہ وامرنی بحبّھم: علی ابن ابیطالب والحسن والحسین والمھدی صلوات اللہ علیھم الذی یصلّی خلفہ عیسیٰ بن مریم علیہ السّلام“

یعنی: (جنّت میرے اہل میں سے چار اشخاص کی مشتاق ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ان سے محبّت ہے اور مجھے بھی ان سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے: یعنی: علیؑ ابن ابیطالبؑ

حسنؑ وحسینؑ اور مہدیؑ صلوات اللہ علیہم جن کے پیچھے حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ نماز پڑھیں گے۔)

- کتاب "الآل" میں عقبہ بن عامر سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنّت نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی پروردگارا کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں فرمایا تھا کہ تو اپنے ارکان میں سے ایک رُکن کو مجھ میں آباد کرے گا۔؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، کیا تو اس پر خوش نہیں ہے کہ میں نے تجھے حسنؑ وحسینؑ کے ذریعے زینت دی؟

یہ سُن کر جنّت اِس طرح ناز دکھانے لگی جیسے دُلہن ناز دکھاتی ہے۔

○ اے حسنینؑ! تم دونوں کا اونٹ کتنا عمدہ ہے؟

کتاب "اربعین لفتوانی" میں جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آنحضرتؐ اپنے چاروں ہاتھ پاؤں کے بَل چل رہے ہیں اور حسنؑ وحسینؑ آپؐ کی پُشت پر بیٹھے ہیں اور آنحضرتؐ اُن سے فرماتے جاتے ہیں "نعم الجمل جملکما ونعم الحملان انتما"

(تم دونوں کا اونٹ کتنا عمدہ ہے؟ اور تم دونوں کتنے اچھے سوار ہو۔)

- لفتوانی نے روایت رقم کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسنؑ کو آواز دی، وہ آئے، تو میں نے دیکھا کہ اُن کے گلے میں ایک ہار پڑا ہوا ہے۔ میں نے خیال کیا کہ ان کی مادرِ گرامی نے انھیں یہ ہار پہنانے کے لیے روک لیا تھا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ہاں اِس طرح۔

تو امام حسن علیہ السلام نے بھی اپنے دونوں ہاتھ آنحضرتؐ کے گلے میں ڈال کر کہا: اِس طرح:

پھر آنحضرتؐ نے فرمایا:

"اَللّٰھُمَّ انّی احبّہ فاحبّہ واحبّ من احبّہ"

یعنی: (اے اللہ! میں اس سے محبّت کرتا ہوں، تو بھی اِس سے محبّت کر۔ اور جو اِس سے محبّت کرے اُس سے بھی محبّت کر۔) "آپؐ نے یہ تین بار ارشاد فرمایا۔"

• لفتوانی کا بیان ہے کہ اس حدیث کی صحت پر سب متفق ہیں، یہ روایت عبداللہ بن ابی بریدہ کی ہے اور بخاری نے "رسیر" میں علی بن سفیان سے اس حدیث کی روایت کی ہے۔

رسولؐ سجدۂ خالق میں اور حسنینؑ پشتِ رسولؐ پر

حافظ ابوبکر محمدؒ لفتوانی نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ امام حسنؑ بن علیؑ نے کہا "السلام علیکم"، تو ابوہریرہ نے انھیں جوابِ سلام دیا پھر کہا "میں اپنے والد کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں اور سجدے میں ہیں۔ اتنے میں امام حسنؑ آئے اور آنحضرتؐ کی پُشت پر سوار ہو گئے۔ پھر امام حسینؑ آئے اور وہ بھی اپنے بھائی کے ساتھ آنحضرتؐ کی پُشت پر سوار ہو گئے۔

چنانچہ میں نے آپؐ کی پُشتِ مبارک پر ان دونوں شہزادوں کا وزن زیادہ دیکھ کر آپؐ کی پُشتِ مبارک سے انھیں اُتار دیا۔ (اس کے بعد جب آنحضرتؐ نے نماز تمام فرمائی تو) ان دونوں کے سروں پر ہاتھ پھیرا اور ارشاد فرمایا:

"مَن احبّنی فلیحبّھما" (ثلاثاً) تین بار فرمایا

یعنی (جو مجھ سے محبّت کرتا ہے اس پر لازم ہے کہ ان دونوں سے بھی محبّت کرے۔)

• ابوہریرہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سُنا:

"من احبّ الحسن والحسین فقد احبّنی ومن ابغضھما فقد ابغضنی۔"

یعنی: (جس نے حسنؑ وحسینؑ سے محبّت کی اس نے مجھ سے محبّت کی۔ اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اُس نے مجھ سے بغض رکھا۔)

• مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عبّاسؓ بن عبد المطلبؓ آنحضرتؐ کی علالت میں آپؐ کی عیادت کو آئے تو آپؐ نے اُن کو جہاں وہ بیٹھے تھے وہاں سے اُٹھا کر اپنے بستر پر بٹھایا اور فرمایا: بچاجان! اللہ تعالیٰ آپ کو مزید بلندیٔ مراتب عطا فرمائے حضرت عبّاسؓ نے عرض کی (یا حضرت!) علیؑ بھی اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں

آپؐ نے انھیں اجازت دی۔ تو حضرت علیؑ اندر آئے اور اُن کے ساتھ امام حسنؑ اور امام حسینؑ بھی تھے۔

حضرت عباسؓ نے عرض کی یا رسول اللہؐ! یہ دونوں آپؐ کے فرزند ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: جی ہاں، چچا جان یہ سب آپؐ ہی کے فرزند ہیں۔ کیا آپ کو ان سے محبّت ہے؟

حضرت عباسؓ نے عرض کی، جی ہاں۔

آپؐ نے فرمایا: جس طرح آپ ان دونوں سے محبّت کرتے ہیں اللہ بھی آپ سے اسی طرح محبّت کرتا ہے۔

آلِ محمدؐ صدقہ نہیں کھاتے

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ کے پاس صدقے کی کچھ کھجوریں آئیں۔ آپؐ نے اُسے تقسیم کیا اور جب فارغ ہوئے تو امام حسنؑ کو گود میں لیا اور اُٹھے تو دیکھا کہ حسنؑ کے منھ میں ایک کھجور ہے اور منھ سے رال ٹپک رہی ہے۔ آپؐ نے اُن کا سر اُٹھایا تو دیکھا کہ حسنؑ کے منھ میں کھجور ہے، آپؐ نے (پیار میں) ان کے جبڑے پر مار کر فرمایا: بیٹا! تھوک دو اسے۔ کیا تمھیں معلوم نہیں ہے کہ آلِ محمدؐ صدقہ نہیں کھاتے؟

- واضح ہو کہ اسی مضمون کی روایت احمد بن حنبل نے بھی اپنی مُسند میں تحریر کی ہے۔ ذرا الفاظ بدلے ہوئے ہیں۔ یعنی امام حسنؑ نے بیان کیا کہ میرے جد نے اپنی اُنگلی میرے منھ میں ڈالی اور فرمایا: "تھوک دو"۔ میں دیکھ رہا تھا کہ میر العابِ دہن آپؐ کی اُنگلی میں لگ گیا ہے۔
- یہی حدیث ابوعمیرہ رشید بن مالک سے دوسرے الفاظ میں روایت کی گئی ہے اور لکھا ہے کہ ایک شخص آنحضرتؐ کے پاس ایک طبق میں کچھ کھجوریں لایا۔

آپؐ نے دریافت فرمایا کہ "یہ ہدیہ ہے یا صدقہ؟"

اُس نے عرض کی: یہ صدقہ ہے۔

یہ سُن کر آپؐ نے وہ کھجوریں اصحاب کی طرف بڑھا دیں۔

راوی کا بیان ہے کہ حسنؑ آپؐ کے سامنے زمین پر بیٹھے تھے مٹی سے آپ کے

ہاتھ اور کپڑے آلودہ تھے۔ راوی کا بیان ہے کہ اس بچے (امام حسنؑ) نے ایک کھجور اُٹھا کر اپنے منہ میں رکھ لی اور آنحضرتؐ نے فوراً ہی اپنی انگشت سے ان کے منہ سے وہ کھجور نکال کر پھینک دی اور فرمایا: ہم آلِ محمدؐ صدقہ نہیں کھاتے:

- لفتوانی کا بیان ہے کہ طبرانی نے اپنے معجم میں ابی عمیرہ سعدی سے سوائے اس حدیث کے کوئی اور حدیث نقل نہیں کی ہے۔
- ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ:

"اِنّا آل محمّدؐ لا نا کل الصدقۃ"

یعنی: (ہم آلِ محمدؐ صدقہ نہیں کھاتے۔)

- معروف کا بیان ہے کہ آنحضرتؐ نے اُن کے منہ میں انگشت ڈالی اور حسنؑ کو اذیّت دینا پسند نہ کیا۔
- اسامہ بن زید سے مرفوعاً روایت ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ایک زانو پر امام حسنؑ کو دوسرے زانو پر امام حسینؑ کو بٹھاتے تھے اور فرمایا کرتے تھے:

"اَللّٰھُمَّ ارحمھما فانی ارحمھما"

یعنی: (اے اللہ! تو ان دونوں پر مہربانی فرما کیونکہ میں بھی ان دونوں پر مہربان ہوں)

- ابوبکر سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم منبر پر تھے اور امام حسنؑ آپؐ کے پہلو میں۔ آپؐ کبھی مجمع کو دیکھتے اور کبھی امام حسنؑ کو۔ پھر فرمایا:

"اِنَّ ابنی ھٰذا سیّد ولعلّ اللہ ان یصلح به ما بین فئتین من المسلمین"

یعنی: (میرا یہ فرزند سیّد ہے اس کے ذریعے اللہ تعالٰی مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرا دے گا۔)

- زید بن ارقم سے روایت ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کے لیے فرمایا: (اے میرے اہلِ بیت)

"اِنَا سِلۡمٌ لِمَنۡ سَالَمۡتُمۡ وَحَرۡبٌ لِمَنۡ حَارَبۡتُمۡ"

یعنی: (میری صلح اُس سے ہے جو تم سے صلح رکھے اور میری جنگ اُس سے ہے جو تم سے جنگ کرے۔)

- احمد بن حنبل نے روایت کی ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حسنؑ و حسینؑ کو

دیکھا اور فرمایا :

"مَنْ اَحَبَّ هٰذَیْنِ وَ اَبَاهُمَا وَ اُمَّهُمَا کَانَ مَعِیَ فِیْ دَرَجَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ"

یعنی : (جو شخص اِن دونوں سے ، اور ان دونوں کے والد اور اِن دونوں کی والدہ سے محبّت رکھے گا وہ قیامت کے روز میرے ساتھ میرے درجے میں ہوگا۔)

- کتاب "الفردوس الاخبار" میں حضرت عائشہ سے اور اُنھوں نے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے روایت کی ہے کہ جنّت نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی : "پروردگارا! (اہلِ جنت) میرے اصحاب وساکنین سبھی متّقین وابرار ہیں لہٰذا مجھے مزیّن تو فرمادے۔"

پس اللہ تعالیٰ عزّوجلّ نے وحی فرمائی "کیا میں نے تجھے حسنؑ وحسینؑ سے زینت نہیں دی ہے ؟" (کشف الغمہ)

۶۶ حسنؑ وحسینؑ کا شمار اسباط میں ہے

یعلی بن مرّہ سے روایت ہے کہ ایک جگہ کھانے پر ہم لوگ مدعو تھے۔ جب ہم نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ نکلے تو دیکھا کہ امام حسنؑ گلی میں کھیل رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر آنحضرتؐ اصحاب کے مجمع سے آگے بڑھے اور اپنے دونوں ہاتھ پھیلادیے۔ آپؐ حسنؑ کے پاس پہنچے اور اُنھیں ہنسانے کی سعی میں کبھی اِدھر اور کبھی اُدھر جاتے یہانتک کہ اُن کو پکڑ لیا۔ پھر اپنا ایک ہاتھ اُن کی ٹھوڑی کے نیچے اور دوسرا سر کے پاس رکھا اور گلے سے لگا کر بوسہ لیا۔ پھر فرمایا : "حسن منّی وانا منہ احبّ اللہ من احبّہ

الحسن والحسین سبطان من الاسباط"

یعنی : (حسنؑ مجھ سے ہے اور میں حسنؑ سے ہوں جو اِن سے محبّت کرے گا اُس سے اللہ محبت کرے گا۔ حسنؑ وحسینؑ اسباط میں سے دو سبط ہیں۔)

(بشارۃ المصطفیٰ)

۶۷ دُعا برائے حفاظتِ حسنینؑ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ

نے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حسنؑ وحسینؑ پر حفاظت کے لیے یہ دعا پڑھ کر اللہ کی پناہ میں دیا:

"اعیذ بکلمٰت اللہ التامۃ واسمائہ الحسنیٰ کلھا عامۃ من شر السامۃ والھامۃ و من شر کل عین لامۃ ومن شر کل حاسد اذا حسد"

اس کے بعد آنحضرتؐ ہماری جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ حضرت ابراہیمؑ اپنے دونوں فرزند حضرتِ اسمٰعیلؑ وحضرت اسحٰقؑ پر حفاظت کے لیے یہی دُعا پڑھ کر پناہِ خدا میں دیتے تھے۔ (کافی)

(۶۸) شبّرؑ و شبّیرؑ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ فرزندِ صالح اللہ کا عطا کردہ پھول ہے جو اللہ اپنے بندوں میں تقسیم فرمایا کرتا ہے اور اس دنیا میں میرے لیے پھول یہ دونوں حسنؑ وحسینؑ ہیں۔ میں نے اِن دونوں کے نام وہی رکھے ہیں جو اسباطِ بنی اسرائیل میں سے دو سبطوں کے تھے۔ یعنی شبّرؑ وشبّیرؑ۔ (کافی)

(۶۹) امام حسینؑ کیلئے نماز میں سات تکبیریں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ایک مرتبہ نماز میں مشغول تھے اور آپؐ کے پہلو میں حسینؑ ابنِ علیؑ بھی تھے۔ آنحضرتؐ نے تکبیر کہی تو حسینؑ صحیح طور پر اَللّٰہُ اَکْبَر ادا نہ کر سکے، اِس لیے آنحضرتؐ مسلسل تکبیر کہتے رہے اور حسینؑ ابنِ علیؑ اَللّٰہُ اَکْبَر صحیح طور پر ادا کرنے کی کوشش کرتے رہے یہاں تک کہ ساتویں مرتبہ حسینؑ ابنِ علیؑ نے صحیح طور پر اَللّٰہُ اَکْبَر کہہ لیا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ اِسی بنا پر سات مرتبہ تکبیر کہنا سنّت قرار پایا۔ (تہذیب)

(۷۰) کِفلَین سے مُراد حسنؑ وحسینؑ ہیں

جعفر فزاری نے ابنِ عباسؓ سے روایت کی ہے کہ اُنھوں نے آیۂ کریمہ
"یٰاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَاٰمِنُوۡا بِرَسُوۡلِہٖ یُؤۡتِکُمۡ کِفۡلَیۡنِ مِنۡ رَّحۡمَتِہٖ" (سورۃ الحدید آیت ۲۸)

ترجمۂ آیت: (اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو، اللہؑ سے ڈرو اور اُس کے رسولؐ پر ایمان لے آؤ۔ تو وہ تمھیں اپنی رحمت سے دوہرا حصّہ دے گا۔)

کی تفسیر میں کہا کہ اس سے مراد حسنؑ وحسینؑ ہیں اور:

"وَیَجۡعَلۡ لَّکُمۡ نُوۡرًا تَمۡشُوۡنَ بِہٖ"

ترجمۂ آیت: (اور تمھارے لیے ایک ایسا نور قرار دے گا جس سے تم چلو پھرو گے)

سے مراد امیرالمومنین علیؑ ابنِ ابی طالبؑ ہیں۔

(تفسیر فرات)

(۷۱) ہمارا شیعہ کبھی خسارے میں نہیں رہ سکتا

علی بن محمد زہری نے جابر انصاریؓ سے اور اُنھوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے اللہ تعالےٰ کے قول:

"یُؤۡتِکُمۡ کِفۡلَیۡنِ مِنۡ رَّحۡمَتِہٖ"

کے متعلّق ارشاد فرمایا کہ اس سے مراد حسنؑ وحسینؑ ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ وہ شخص جس کو اللہ تعالےٰ نے ہمارا شیعہ ہونے کا شرف بخشا ہے وہ دنیا کی خواہ کسی مصیبت میں مبتلا ہو، خواہ اُس کے پاس کھانے کے لیے گھاس پھوس کے سوا کچھ بھی نہ ہو پھر بھی نقصان میں نہیں رہے گا۔ (تفسیر فرات)

(۷۲) محبانِ پنجتنِ پاک کیلئے جہنّم سے امان

مناقب کی بعض کتبِ قدیمہ میں اپنے اسناد کے ساتھ ابنِ عباسؓ سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ میں ایک دن رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے پاس

بیٹھا ہوا تھا اور آپؐ کے سامنے علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ بھی تھے کہ اتنے میں جبریلِ امینؑ ایک سیب لیکر نازل ہوئے اور آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپؐ نے اُسے لیا اور علیؑ کو دے دیا، علیؑ ابنِ ابی طالبؑ نے اُسے لیا اور چوم کر پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واپس کر دیا، آنحضرتؐ نے اُسے لیکر حسنؑ کو دے دیا، حسنؑ نے اُس کو لیا اور اُسے چوم کر آنحضرتؐ کو واپس کر دیا۔ آنحضرتؐ نے اُسے لیا اور حسینؑ کو دے دیا، حسینؑ نے لیا اور اسے چوم کر آنحضرتؐ کو واپس کر دیا، آنحضرتؐ نے اُسے لیکر فاطمہ زہراؑ کو دیا، فاطمہ زہراؑ نے اُسے چوما پھر آنحضرتؐ کو واپس کر دیا۔ آنحضرتؐ نے اُسے لیکر پھر علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کو دیدیا، علیؑ ابنِ ابی طالبؑ نے اُسے لیا اور آنحضرتؐ کو واپس کر دیا، وہ سیب آپؐ کی انگلیوں سے نکل کر گر پڑا اور پھٹ گیا۔ اس کے دو حصے ہو گئے، اور اس میں سے ایک ایسا نور ساطع ہوا جس کی روشنی آسمان تک جا پہنچی اور اُس پر یہ دو سطریں تحریر تھیں:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تحیۃ من اللہ تعالیٰ الیٰ محمدؐ ن المصطفیٰ و علی ن المرتضیٰ و فاطمۃ الزہرآء والحسن والحسین سبطیٔ رسول اللہ وامان لمحبیھا یوم القیامۃ من النار"

یعنی: (اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے۔)

(یہ تحفہ ہے اللہ تعالیٰ کی جانب سے محمدؐ مصطفیٰ و علی مرتضیٰ و فاطمہ زہراؑ و حسنؑ و حسینؑ فرزندانِ رسول اللہ کے لیے اور ان کے محبوں کے لیے قیامت کے دن جہنم سے امان ہے۔)

- ابنِ شاذان نے اپنے اسناد کے ساتھ سلمانؓ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپؐ کو سلام کیا پھر فاطمہ زہراؑ کی ڈیوڑھی پر آیا۔ اُنھوں نے کہا اے بندۂ خدا یہ دونوں حسنؑ و حسینؑ بھوکے ہیں اور رو رہے ہیں اِن دونوں کے ہاتھ تھام کر اِنھیں اِن کے نانا کے پاس پہنچا دو میں نے اِن دونوں کا ہاتھ تھاما اور اِنھیں اُٹھا کر گود میں لیا اور آنحضرتؐ کی خدمتِ بابرکت میں لے گیا۔

طعامِ جنت کا آنا:

آنحضرتؐ نے پوچھا اے میرے فرزندو! حسنؑ و حسینؑ کیا بات ہے، کیوں روتے ہو؟

اُنھوں نے عرض کی، یا رسول اللہ! ہم بھوک سے بیتاب ہیں

آپؐ نے دعا فرمائی کہ: "پروردگارا! اِن دونوں کو کھانا کھلادے"

یہ آپؐ نے تین بار فرمایا:

راوی کا بیان ہے کہ اتنے میں، مَیں نے دیکھا کہ ایک بہی رسول اللہؐ کے ہاتھ میں آگئی جو برف سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں اور مکھن سے زیادہ نرم تھی۔ آنحضرتؐ نے اپنے انگوٹھوں سے اس کو پھاڑ کر دو حصّے کیے، ایک حسنؑ کو دیدیا اور ایک حسینؑ کو۔ اور میں ان دونوں حصّوں کو جو حسنؑ و حسینؑ کے ہاتھوں میں تھے للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔

آنحضرتؐ نے فرمایا اے سلمانؓ یہ طعامِ جنّت ہے۔ اِسے اس وقت تک کوئی نہیں کھا سکتا جبتک کہ قیامت کے دن حساب سے نہ فارغ ہو جائے۔

• طبرانی نے اپنے اسناد کے ساتھ سلمانؓ سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ آنحضرتؐ کے حلقۂ اصحاب میں بیٹھا ہوا تھا کہ اُمِ ایمن آئیں اور عرض کی یا رسول اللہ! حسنؑ و حسینؑ لاپتہ ہیں اور یہ ذرا دن چڑھے کا وقت تھا۔

آنحضرتؐ نے ہم لوگوں سے فرمایا: چلو! ذرا میرے بچّوں کو تلاش کرو۔

چنانچہ ہر شخص ایک ایک سمت روانہ ہوا اور جس سمت کو رسول اللہؐ چلے میں بھی اُسی سمت کو روانہ ہوا۔ چلتے چلتے آنحضرتؐ ایک پہاڑ کے دامن میں پہنچے تو دیکھا کہ حسنؑ و حسینؑ ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے سو رہے ہیں اور وہاں ایک بہت بڑا سانپ ہے جو اپنی دُم پر کھڑا ہے اور اس کے منھ سے شعلے نکل رہے ہیں۔ آنحضرتؐ فوراً اُس کی طرف بڑھے تو اُس نے آپؐ سے مخاطب ہو کر کچھ کہا، پھر اپنا پھن نیچے کیا اور رینگنا شروع کیا اور ایک سوراخ میں داخل ہوگیا۔

یہ کتنی عمدہ سواری ہے:

اس کے بعد آنحضرتؐ حسنؑ و حسینؑ کے پاس پہنچے اِن دونوں کو جُدا کیا۔ ان دونوں کے رُخساروں پر ہاتھ پھیر کر فرمایا: "میرے ماں باپ تم دونوں پر قربان، تم دونوں اللہ کے نزدیک کتنے مکرّم ہو۔"

اِس کے بعد آپؐ نے ایک کو اپنے داہنے کاندھے پر اُٹھایا اور ایک کو بائیں کاندھے پر۔ یہ دیکھ کر میں نے کہا۔ "مبارک ہو تم دونوں کو، تمھاری سواری کتنی اچھی ہے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: "اور یہ دونوں سوار بھی کتنے اچھّے ہیں اور ان دونوں کے والد ان دونوں سے بہتر ہیں۔"

امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی خوشخطی کا مقابلہ اور جبرئیل کا فیصلہ

مرسل روایتوں میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ حسنؑ و حسینؑ بیٹھے ہوئے لکھ رہے تھے۔ امام حسنؑ نے امام حسینؑ سے کہا میرا خط تم سے اچھا ہے۔

امام حسینؑ نے کہا، نہیں میرا خط آپ سے بہتر ہے۔

ان دونوں نے (اپنی والدہ) فاطمہ زہراؑ سے کہا، آپؑ فیصلہ فرمائیں (کہ کس کا خط بہتر ہے۔)

فاطمہ زہراؑ نے نہ چاہا کہ ان میں کسی ایک کی بھی دل شکنی ہو، اِس لیے کہا کہ جاؤ اپنے والد سے اس کا فیصلہ کرالو۔

ان دونوں نے جاکر حضرت علیؑ سے عرض کہ بابا جان آپؑ ہی ہماری خوشخطی کا بہتر فیصلہ فرما دیجیے کہ ہم دونوں میں کس کا خط بہتر ہے؟

حضرت علیؑ نے بھی نہ چاہا کہ ان میں سے کسی ایک کی دل شکنی ہو، اِس لیے فرمایا کہ تمھارا فیصلہ تمھارے نانا جان ہی فرمائیں گے۔

وہ دونوں رسول اللہؐ کے پاس گئے۔ اُنھوں نے بھی نہ چاہا کہ دونوں میں سے کسی ایک کی دل شکنی ہو، لہٰذا فرمایا کہ میں کچھ نہ کہوں گا جبتک جبرئیلؑ سے نہ پوچھ لوں۔

جب جبرئیلؑ آئے تو اُنھوں نے کہا، میں بھی کوئی فیصلہ نہ کروں گا۔ اِس کا فیصلہ اسرافیلؑ کریں گے۔

پھر اسرافیلؑ آئے تو اُنھوں نے بھی کہا کہ فیصلہ میں نہ کرسکوں گا بلکہ میں اللہ ج سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس کا فیصلہ فرما دے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اس کا فیصلہ ان کی والدہ فاطمہ زہراؑ کریں گی۔

فاطمہ زہراؑ نے عرض کی پروردگارا! اگر تیرا یہی حکم ہے تو میں ان کا فیصلہ کرتی ہوں اور بچوں سے فرمایا: میرے گلے میں جو موتیوں کا ہار ہے اِسے توڑ کر اس کے دانے بکھیرتی ہوں تم دونوں میں سے جو بھی زیادہ دانے چُن لے گا اُسی کا خط اچھا ثابت ہوگا۔

یہ کہہ کر آپؐ نے ہار توڑ کر دانے بکھیر دیے۔ جبرئیلؑ اُس وقت قائمہ عرش پر تھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا، جاؤ ان دونوں کے درمیان موتیوں کو دو برابر برابر حصوں میں تقسیم کردو تاکہ ان دونوں میں سے کسی ایک کی بھی دل شکنی نہ ہو۔

جبرئیلؑ نے بحکمِ پروردگار ایسا ہی کیا: یہ ہے اللہ کے نزدیک ان دونوں کی عظمت اور ان کا اکرام۔

ایک بابرکت پیالہ:

رکن الائمہ عبدالحمید بن میکائیل نے اپنے اسناد کے ساتھ حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بھوکے تھے اور گھر میں کھانے کی کوئی شے بھی نہ تھی۔ آپؐ نے مجھ سے فرمایا کہ میری ردا لے آؤ۔

میں نے عرض کی کہاں کا ارادہ فرمایا ہے؟

آپؐ نے فرمایا، میں اپنی بیٹی فاطمہؑ کے پاس جاؤں گا اور حسنؑ و حسینؑ کو دیکھوں گا تو میری یہ بھوک ختم ہو جائے گی۔

آنحضرتؐ یہاں سے فاطمہؑ کے پاس پہنچے اور پوچھا، بیٹی! میرے دونوں فرزند کہاں ہیں؟

انھوں نے عرض کی یا رسول اللہؐ! وہ دونوں تو بھوک کی وجہ سے روتے ہوئے گھر سے نکلے ہیں۔

یہ سُن کر آنحضرتؐ فوراً ان دونوں کی تلاش میں چل دیے۔ راہ میں ابو دردا نظر آئے۔ آپؐ نے کہا: اے عویمر! کہیں تم نے میرے بچوں کو دیکھا ہے؟

انھوں نے عرض کی، جی ہاں یا رسول اللہؐ وہ دونوں بنی جدعان کے باغ کے اندر سائے میں سو رہے ہیں۔

آنحضرتؐ وہاں پہنچے دونوں کو گلے لگایا وہ دونوں رو رہے تھے اور آپؐ ان کے آنسو صاف کرتے جاتے تھے۔

ابو درداء نے عرض کی، یا رسول اللہ! لائیے مجھے دیدیجیے میں ان دونوں کو گود میں لیکر چلتا ہوں۔

آپؐ نے فرمایا: اے ابو درداء! پہلے مجھے ان دونوں کے آنسو صاف کرلینے دو

اُس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث برسالت کیا ہے اگر ان کے آنسوؤں کا ایک قطرہ بھی زمین پر گر گیا تو قیامت تک میری اُمّت میں بھوک باقی رہ جائے گی۔

پھر آپؐ نے خود اُن دونوں کو اُٹھایا، حالت یہ تھی کہ وہ دونوں بھی رو رہے تھے اور آنحضرتؐ بھی رو رہے تھے۔

پس جبرئیلِ امینؑ نازل ہوئے اور عرض کی اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا مُحَمَّدُ! اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ آپؐ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ یہ جزع و فزع کیسا ہے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: اے جبرئیلؑ! میں تکلیف کی وجہ سے نہیں روتا، بلکہ اس لیے روتا ہوں کہ یہ دنیا بھی کس قدر ذلیل جگہ ہے۔

جبرئیلؑ نے عرض کی، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اگر آپؐ کی خوشی ہو تو میں اس پورے کوہِ اُحد کو آپؐ کے لیے سونا بنا دوں اور اس کے علاوہ جو کچھ آخرت میں آپؐ کے لیے میرے پاس ہے اُس کے عطا کرنے میں کوئی کمی نہ کروں گا۔

آپؐ نے فرمایا؛ نہیں۔

جبرئیلؑ نے عرض کی؛ کیوں؟

آپؐ نے فرمایا؛ اِس لیے کہ اللہ تعالیٰ اِس دُنیا کو پسند نہیں فرماتا، اگر دُنیا اُسے پسند ہوتی تو کبھی کسی کافر کو وہ عطا نہ فرماتا۔

جبرئیلؑ نے عرض کی؛ اے محمدؐ! وہ بڑا پیالہ جو گھر کے ایک گوشے میں اُلٹا پڑا ہوا ہے اُسے منگوا لیجیے۔

آنحضرتؐ نے اُسے منگوایا تو اُس کے اندر ثرید اور گوشت بھرا ہوا تھا۔

جبرئیلؑ نے عرض کی؛ اے محمدؐ! آپؐ بھی تناول فرمائیے اور اِن دونوں فرزندوں کو اور اپنے اہلِ بیتؑ کو بھی کھلائیے۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر اُسے سب نے مل کر کھایا اور خوب شکم سیر ہو گئے پھر آپؐ نے وہ پیالہ ہمارے یہاں بھی بھیجدیا، یہاں بھی سب لوگ کھا کر سیر ہو گئے، مگر اُس کے اندر ثرید (شوربا) اور گوشت میں کوئی کمی نہیں آئی وہ اپنے حال پر رہا۔ میں نے اس پیالے سے بڑھ کر بابرکت پیالہ کبھی نہیں دیکھا۔ پھر وہ پیالہ اُٹھا لیا گیا۔

(۷۳) نزولِ مائدہ برائے پنجتنِ پاکؑ:

علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بعض اصحاب کے

بعض مؤلفات میں دیکھا ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت نے مرسلاً یہ روایت کی ہے کہ ایک دن نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم، فاطمہ زہراؑ کے گھر تشریف لائے اور فرمایا "اے فاطمہؑ آج تمھارا بابا تمھارے مہمان ہے۔

اُنھوں نے عرض کی باباجان! حسنؑ وحسینؑ کھانا مانگ رہے تھے مگر میرے پاس کچھ تھا ہی نہیں جو اُنھیں کھلاؤں۔

یہ سُن کر آنحضرتؐ اندر داخل ہوئے اور علیؑ وفاطمہؑ وحسنؑ وحسینؑ کے ساتھ تشریف فرما ہوئے۔ فاطمہؑ متفکر ہوئیں کہ اب کیا انتظام کروں۔ ادھر آنحضرتؐ نے آسمان کی طرف نظر اُٹھائی ہی تھی کہ چند لمحے بعد جبریلؑ نازل ہوئے اور عرض کی اے محمدؐ! العلیّ الاعلیٰ آپؐ کو سلام کہتا ہے اور تحیّۃ واکرام کے ساتھ آپؐ کو مخصوص کرتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ علیؑ وفاطمہؑ وحسنؑ وحسینؑ سے پوچھیں کہ وہ جنّت کا کونسا پھل کھانا چاہتے ہیں؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: اے علیؑ، اے فاطمہؑ، اے حسنؑ اور اے حسینؑ! ربّ العزّت کو علم ہے کہ تم کو بھوک کی شدّت نے بیچین کردیا ہے، بتاؤ تمھیں جنّت کا کونسا پھل پسند ہے

سب خاموش رہے کسی نے کوئی جواب نہ دیا تو حضرت حسینؑ ابنِ علیؑ نے عرض کی کہ اے باباجان امیر المومنینؑ! کیا آپ کی اجازت ہے؟ اے مادرِ گرامی سیّدۃ نساء العالمین! کیا اجازت ہے؟ اے بھائی حسنؑ الزکی! کیا اجازت ہے کہ میں آپ سب حضرات کی جانب سے جنّت کے کسی پھل کا انتخاب کروں؟

سب نے کہا، ہاں ہاں، اے حسینؑ! تم منتخب کرو، تمھارے انتخاب پر ہم سب ہی راضی ہیں۔

امام حسینؑ نے عرض کی، یا رسول اللہؐ! جبریلؑ سے فرمادیں کہ ہم رُطبِ تازہ کھانا چاہتے ہیں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا، بیشک اللہ تعالیٰ کو بھی معلوم ہے کہ تمھیں کیا پسند ہے پھر فرمایا، اے فاطمہؑ! اٹھو اور حجرے میں جو کچھ ہے اُسے اُٹھالاؤ۔

فاطمہؑ اندر گئیں اور ایک بلور کا طبق اُٹھالائیں جس میں رُطب تازہ بھرے ہوئے تھے، جو ہر رنگ کے ریشمیں رومال سے ڈھکا ہوا تھا اور اس وقت رُطب کا موسم بھی نہ تھا۔

آنحضرتؐ نے پوچھا، اے فاطمہؑ! یہ کہاں سے آگئے۔؟

تو اُنھوں نے بھی وہی آیت پڑھی جو حضرت مریمؑ نے کہا تھا جس کو قرآن مجید میں اللہ نے اس طرح نقل فرمایا ہے:

"ھُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ ط اِنَّ اللّٰہَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ (سورۂ آلِ عمران آیت ۳۷)

یعنی: (یہ اللہ کی جانب سے (آیا) ہے۔ بیشک اللہ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔)

نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اُٹھے وہ طبق لیا اور اسے سب کے سامنے رکھدیا پھر ارشاد فرمایا: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اور اس میں سے ایک رُطب اُٹھایا اور حسینؑ کے منھ میں ڈالا اور فرمایا اے حسینؑ! اللہ تمھارے لیے یہ مبارک اور خوشگوار کرے پھر دوسرا رُطب اُٹھایا حسنؑ کے منھ میں ڈالا اور فرمایا، اے حسنؑ! تمھیں یہ رُطب اللہ مبارک وخوشگوار کرے، پھر تیسرا رُطب اُٹھایا اور فاطمہؑ کے منھ میں ڈالا اور فرمایا: اے فاطمہؑ! اللہ تمھیں یہ رُطب مبارک وخوشگوار کرے، پھر چوتھا رُطب اُٹھایا، اور علیؑ کے منھ میں ڈالا اور فرمایا، اے علیؑ! تمھیں یہ رُطب اللہ مبارک اور خوشگوار کرے

اس کے بعد آپؐ نے علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کو ایک رُطب اور دیا اور فرمایا: اے علیؑ! اللہ تم کو یہ گوارا اور مبارک کرے۔ پھر آپؐ اُٹھے اور بیٹھ کر وہ رُطب سب نے مل کر کھائے اور سیر ہوگئے تو وہ خوان آسمان کی طرف بلند ہوگیا۔ (اللہ کے اذن سے)

اس کے بعد فاطمہ زہراؑ نے عرض کی باباجان! آج میں نے آپؐ سے یہ ایک عجیب ہی بات دیکھی ہے۔

آپؐ نے فرمایا، اے فاطمہؑ! وہ پہلا رُطب جب میں نے اُٹھا کر حسینؑ کے منھ میں دیا تو میں نے سُنا کہ میکائیلؑ واسرافیلؑ دونوں کہہ رہے ہیں کہ اے حسینؑ! تمھیں اللہ یہ رُطب گوارا ومبارک کرے: تو میں نے بھی انھیں کے مطابق کہدیا۔ پھر دوسرا رُطب اُٹھا کر حسنؑ کے منھ میں رکھا، تو میں نے سُنا کہ میکائیلؑ واسرافیلؑ کہہ رہے ہیں کہ: اے حسنؑ! تمھیں یہ رُطب اللہ خوشگوار کرے تو میں نے بھی اُنھیں کے مطابق کہدیا: پھر تیسرا رُطب اُٹھا کر تمھارے منھ میں دیا تو سُنا کہ جنّت سے حوریں جھانک رہی ہیں اور بہت خوش ہو کر کہہ رہی ہیں کہ اے فاطمہؑ! آپؑ کو یہ رُطب اللہ گوارا ومبارک کرے میں نے بھی انھیں کے مطابق کہدیا۔ جب میں نے چوتھا رُطب اُٹھا کر علیؑ کے منھ میں رکھا تو میں نے سُنا کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے آواز آرہی ہے کہ اے علیؑ! تم کو یہ رُطب گوارا ومبارک ہو

میں نے بھی ندائے الٰہی کے مطابق کہدیا۔ پھر میں نے ایک اور رُطب لیکر علیؑ کو دیا۔ اس کے بعد ایک اور دیا، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آتی رہی "اے علیؑ! تم کو یہ رُطب گوارا اور مبارک ہو" میں، اللہ تعالیٰ کے اجلال و اکرام میں کھڑا ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ اے محمدؐ! میں اپنے عزّت وجلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم اِس وقت سے لیکر قیامت تک یونہی ایک ایک رُطب علیؑ کو دیتے رہے تو میں بھی مسلسل کہتا رہوں گا، مبارک اور گوارا ہو۔

بچّہ آہو کیلئے حسینؑ کا مچلنا

بعض روایات میں ہے کہ ایک مرتبہ ایک اعرابی نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی "یارسول اللہؐ! میں نے ایک ہرنی کا بچّہ شکار کیا ہے اور آپؐ کے دونوں فرزندوں حسنؑ و حسینؑ کے لیے لایا ہوں۔

آپؐ نے اُس کا ہدیہ قبول فرمایا، اُسے دُعا دی۔ اتفاق یہ کہ اس وقت امام حسنؑ اپنے نانا کے پاس کھڑے تھے۔ اُنھوں نے بچّہ آہو کی طرف رغبت سے دیکھا تو آنحضرتؐ نے وہ بچّہ آہو امام حسنؑ کو دے دیا۔ ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ امام حسینؑ آگئے اور دیکھا کہ بھائی کے پاس بچّہ آہو ہے اور وہ اُس سے کھیل رہے ہیں۔

امام حسینؑ نے پوچھا "اے اخی! یہ بچّہ آہو آپؑ کے پاس کہاں سے آیا ہے؟"

اُنھوں نے کہا، "یہ مجھے نانا جان نے دیا ہے۔"

یہ سُن کر امام حسینؑ دوڑتے ہوئے نانا کے پاس پہنچے اور عرض کی نانا جان آپؐ نے بھائی کو بچّہ آہو دیا، مگر مجھے نہیں دیا۔ وہ یہی بار بار کہتے رہے لیکن آنحضرتؐ خاموش تھے۔ جب حسینؑ کا اصرار بڑھنے لگا اور قریب تھا کہ رونے لگیں کہ اسی اثنا میں ہم لوگوں نے دروازۂ مسجد پر شور و غُل سُنا۔ نظر اُٹھا کر دیکھا کہ ایک ہرنی اپنے بچّے کو لیے ہوئے آرہی ہے اور اُس کے پیچھے ایک بھیڑیا ہے جو اُسے گھیر کر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں لا رہا ہے۔ خدمتِ اقدس میں پہنچ کر اُس ہرنی نے بزبانِ فصیح عرض کی، "یارسول اللہ! میرے دو بچّے تھے، ایک بچّہ تو صیّاد آپؐ کی خدمت میں پکڑ کرلے آیا اور یہ دوسرا بچّہ میرے پاس رہ گیا تھا جو میرے لیے باعثِ تسکین تھا اور ابھی میں اِسے دودھ پلا رہی تھی کہ میں نے سُنا کہ کوئی آواز دے رہا ہے: "اے ہرنی! اپنے اس بچّے کو لیکر

رسول اللہؐ کی خدمت میں بہت جلد حاضر ہو کیونکہ حسینؑ اپنے نانا کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بضد ہو کر رونے لگیں، تمام ملائکہ اپنے اپنے مصلائے عبادت سے سر اُٹھائے ہوئے اُنھیں دیکھ رہے ہیں۔ اگر حسینؑ نے رونا شروع کر دیا تو سارے ملائکہ بھی گریہ کناں ہو کر حسینؑ کا ساتھ دیں گے۔

میں نے یہ بھی سُنا کہ ایک کہنے والا کہہ رہا ہے۔ اے ہرنی! جلدی کر اور حسینؑ کے چہرے پر آنسو بہنے سے پہلے پہنچ جا۔ اگر ایسا نہ کیا تو اس بھیڑیے کو تجھ پر مسلط کر دوں گا جو تجھے مع تیرے بچّے کے کھا جائے گا۔

یا رسول اللہؐ! میں اپنا بچہ آپؐ کی خدمت میں لیکر حاضر ہوئی ہوں، بہت دور دراز علاقے سے آئی ہوں، اللہ نے میرے لیے زمین کو سمیٹ دیا، تاکہ میں حسینؑ کے چہرے پر آنسو بہنے سے قبل آپؐ کی خدمت میں اپنے بچّے کو لیکر حاضر ہو جاؤں۔ اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ میں حسینؑ کے چہرۂ پُر نور پر آنسو بہنے سے قبل ہی آپہنچی۔

یہ سُن کر اصحابِ رسولؐ نے تکبیر و تہلیل کی آوازیں بلند کیں۔ پھر آنحضرتؐ نے ہرنی کے لیے خیر و برکت کی دعا فرمائی۔ امام حسینؑ نے وہ بچّہ لے لیا، اپنی مادرِ گرامی کے پاس آئے تو فاطمہ زہراؑ بھی اُسے دیکھ کر بیحد خوش ہوئیں۔

حسنینؑ اور اژدہے کی مروحہ جنبانی:

سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں ایک انگوروں کا گچھا بے موسم کے کہیں سے تحفہ ہدیہ آیا۔ آپؐ نے مجھ سے فرمایا اے سلمانؓ! میرے دونوں فرزندوں حسنؑ و حسینؑ کو بلا لاؤ تاکہ وہ بھی میرے ساتھ یہ انگور کھائیں۔

سلمانؓ کا بیان ہے کہ یہ حکم پا کر میں حسنؑ و حسینؑ کی مادرِ گرامی کے گھر پہنچا۔ وہاں یہ دونوں نہ ملے تو اُن کی بہن اُمِ کلثومؑ کے پاس آیا۔ یہاں بھی وہ موجود نہ تھے تو میں نے اِس کی اطلاع آنحضرتؐ کو دی۔

یہ سُن کر آپؐ بیچین ہو کر اُٹھے اور فرمانے لگے ہائے میرے فرزند، ہائے میری آنکھوں کی ٹھنڈک، جو شخص مجھے اِن دونوں کا پتہ بتائے گا، میں اُس کے لیے جنّت کا وعدہ کرتا ہوں۔

پس جبریل امینؑ نازل ہوئے اور عرض کی، اے محمدؐ! آپؐ اس قدر بیچین کیوں ہیں؟

آپؐ نے فرمایا کہ میں اپنے فرزندوں حسنؑ و حسینؑ کے لیے بیچین ہوں اِس لیے کہ مجھے یہودیوں کی دشمنی سے خطرہ ہے۔

جبرئیل نے عرض کی: اے محمدؐ آپ اُن کے لیے منافقین کی دشمنی سے ڈریں کیونکہ یہودیوں سے زیادہ وہ ان دونوں کے دشمن ہیں اور اے محمدؐ! آپ آگاہ ہوں کہ آپؐ کے دونوں فرزند حسنؑ و حسینؑ بنی دحداح کے باغ میں سو رہے ہیں۔

یہ سُن کر نبی صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم فوراً اس باغ کی طرف روانہ ہو گئے۔ میں بھی آنحضرتؐ کے ہمراہ تھا۔ باغ میں پہنچے تو دیکھا کہ وہ دونوں ایک دوسرے کے گلے میں باہیں ڈالے ہوئے سو رہے ہیں اور ایک اژدہا اپنے منھ میں پھولوں کا گچھا لیے ہوئے ان کی مِروحہ جنبانی کر رہا ہے۔ (پنکھا جھَل رہا ہے)

جب اس اژدہے نے آنحضرتؐ کو دیکھا تو اپنے منھ سے وہ گُچھا گرا دیا اور بولا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللہ، میں اژدہا نہیں ہوں بلکہ ملائکۂ کرّوبین میں سے ایک مَلک تھا اور چشم زدن کے لیے میں ذکرِ خدا سے غافل ہو گیا تھا تو اللہ تعالیٰ مجھ پر غضبناک ہو گیا اور اُس نے مجھے اژدہے کی شکل میں مسخ کر دیا، جیسا کہ آپؐ دیکھ رہے ہیں پھر مجھے اُس نے آسمان سے زمین پر پھینک دیا۔ اور میں برسوں سے تلاش کر رہا تھا کہ کوئی ایسا مل جائے جو اللہ کے نزدیک مکرّم و محترم ہو، جس کی شفاعت پر اللہ مجھے معاف فرما کر میری اصلی حالت اور مقام کی طرف پلٹا دے۔ کیونکہ وہ ہر شے پر قادر ہے۔

الغرض آنحضرتؐ نے بچّوں کو اُٹھا کر پیار کیا، اپنے زانو پر بٹھایا اور فرمایا: اے میرے فرزندو! دیکھو، یہ اژدہا، ملائکۂ کرّوبین میں سے ایک مَلک تھا، یہ چشم زدن کے لیے عبادتِ خداوندی سے غافل ہو گیا تھا اللہ تعالیٰ نے اِس کو مسخ کر دیا۔ اب تم دونوں اِس کیلئے اللہ سے سفارش کر دو تاکہ اس کی مشکل آسان ہو۔

یہ سُن کر حسنؑ و حسینؑ فوراً اُٹھے وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی اور دعا کی "پروردگار تجھے میرے جدِ جلیل القدر تیرے حبیب محمّد مصطفیٰؐ اور میرے پدرِ بزرگوار علیِ مرتضیٰ اور میری مادرِ گرامی فاطمہ زہراؑ کے حق کا واسطہ اس مَلک کو اِس کی اصل حالت پر پلٹا۔"

ابھی یہ دعا ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ جبریل امینؑ فرشتوں کے ایک گروہ کے ساتھ آسمان سے نازل ہوئے اور اس مَلک کو خوش خبری سُنائی کہ اللہ تجھ سے راضی ہو گیا اور اس نے تجھے پھر تیری اصلی حالت پر پلٹا دیا۔

پھر یہ تمام فرشتے اس مَلک کو لیکر تسبیح کرتے ہوئے بطرفِ آسمان پرواز کر گئے۔

پھر جبریل امینؑ آنحضرتؐ کے پاس واپس آئے اور مسکراتے ہوئے عرض کی: یا رسول اللہؐ! وہ مَلَک وہاں پہنچ کر ساتویں آسمان کے ملائکہ پر فخر کر رہا ہے کہ کون ہے میرا مثل؟ میری شفاعت سیّدین سبطین حسنؑ و حسینؑ نے فرمائی ہے۔

• عروہ بارقی سے حکایت کی گئی ہے، اُن کا بیان ہے کہ میں نے ایک سال حج کیا پھر مسجدِ رسولؐ میں پہنچا تو دیکھا کہ رسول اللہؐ تشریف فرما ہیں اور آپؐ کے گرد دو ننھے ننھے بچے ہیں، آپؐ کبھی ایک بچے کو پیار کرتے ہیں اور کبھی دوسرے کو۔ جب لوگوں نے یہ دیکھا تو بالکل خاموش رہے تاکہ آنحضرتؐ اس سے فارغ ہو لیں۔ مگر لوگ یہ نہ سمجھ سکے کہ آپؐ کو ان دونوں بچوں سے اتنی زیادہ محبّت کیوں ہے؟

راوی کا بیان ہے کہ میں آپؐ کے پاس آیا آپؐ ابھی اسی میں مشغول تھے میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! یہ دونوں آپؐ کے فرزند ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: یہ دونوں میری بیٹی کے بیٹے اور میرے ابنِ عم کے فرزند ہیں یہ مجھے لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ یہ وہ ہیں جو میری آنکھ اور میرے کان ہیں، ان کا نفس میرا نفس ہے اور میرا نفس ان کا نفس ہے، اور یہ وہ ہیں کہ ان کے محزون ہونے سے میں محزون ہوتا ہوں اور میرے محزون ہونے سے یہ محزون ہوتے ہیں۔

میں نے عرض کی یا رسول اللہؐ! یہ تو بڑے تعجب کی بات ہے کہ آپؐ ان سے یوں پیش آرہے ہیں اور ان سے اتنی محبّت فرمارہے ہیں

آپؐ نے فرمایا: اے شخص سُن! میں تجھے ان کے بارے میں بتاتا ہوں، "جب میں شبِ معراج آسمان پر لیجایا گیا اور جنّت میں داخل ہوا تو جنّت کے باغات میں سے ایک درخت کے پاس پہنچا، اُس سے ایسی عمدہ خوشبو آرہی تھی کہ میں تعجب میں پڑ گیا۔

جبریلؑ نے عرض کی، اے محمّدؐ! آپؐ اس درخت کی خوشبو پر اتنا تعجب نہ کریں اِس کا پھل تو اس سے بھی زیادہ خوشبودار ہے۔

پھر جبریلؑ نے اُس کا پھل توڑ کر مجھے بطورِ تحفہ دیا اور مجھے کھلایا، پھر ہم آگے بڑھے اور ایک دوسرے درخت کے پاس پہنچے۔

جبریلؑ نے کہا، اے محمّدؐ! آپؐ اس درخت کا پھل کھائیں، یہ اُسی درخت کے مشابہ ہے جس کا پھل آپؐ پہلے کھا چکے ہیں۔ یہ بھی بہت لذیذ اور بہت خوشبودار ہے۔

یہ کہہ کر جبریلؑ نے اس درخت کا پھل بھی مجھے بطورِ تحفہ دیا اور کہا اسے سونگھ کر دیکھیے۔

میں نے کہا، اے اخی جبریلؑ! میں نے ان دونوں درختوں سے زیادہ عمدہ اور خوشبودار تو کوئی درخت نہیں دیکھا۔

جبریلؑ نے عرض کی، اے محمدؐ! آپؐ کو معلوم ہے کہ ان دونوں درختوں کے نام کیا ہیں؟

میں نے کہا، مجھے نہیں معلوم۔

انھوں نے عرض کی، ایک کا نام حسن ہے دوسرے کا نام حسینؑ ہے۔ اب جب آپؐ زمین پر تشریف لے جائیں تو اپنی زوجہ خدیجہؓ سے مقاربت فرمائیں۔ یہ پھل جو آپؐ نے کھائے ہیں انہی کے جوہر سے فاطمہؑ پیدا ہوں گی اور پھر اُن کی شادی آپؐ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ سے کریں اُن سے دو فرزند پیدا ہوں گے جن میں سے ایک کا نام اللہ تعالیٰ نے حسنؑ رکھا ہے، اور دوسرے فرزند کا نام حسینؑ۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا بیان ہے کہ میں نے ایسا ہی کیا جیسا کہ جبریلؑ نے کہا تھا مگر اِس کے بعد بھی مجھے ان دونوں درختوں کا بیحد شوق رہا۔

پھر جبریلؑ نے عرض کی، جب آپؐ کو ان دونوں درختوں کے پھل کھانے کی خواہش ہو تو حسنؑ و حسینؑ کو سونگھ لیا کریں۔

چنانچہ پھر جب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو ان پھلوں کی خواہش ہوتی تو آپؐ حسنؑ و حسینؑ کو سونگھ لیتے اور بوسہ دے لیتے اور فرماتے کہ اخی جبریلؑ نے سچ کہا تھا۔

اِس کے بعد آنحضرتؐ حسنؑ و حسینؑ کو بوسے دیتے جاتے اور فرماتے جاتے کہ:

"اے میرے صحابیو! مجھے اِن دونوں سے اتنی محبت ہے کہ جی چاہتا ہے میں اپنی حیات اِن دونوں میں تقسیم کر دوں، ساری دنیا میں یہ میرے دو پھول ہیں۔"

آنحضرتؐ نے حسنؑ و حسینؑ کے متعلق جو کچھ ارشاد فرمایا اُس پر لوگوں کو بڑا تعجب ہوا گر نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا اُس وقت کیا حال ہوتا اگر وہ دیکھتے کہ کس طرح ان کا خون بہایا جا رہا ہے اُن کے مرد قتل کیے جا رہے ہیں، اُن کے بچے ذبح کیے جا رہے ہیں، اُن کے مال و اسباب لوٹے جا رہے ہیں، اُن کی عورتیں اسیر کی جا رہی ہیں۔ ان ظالموں پر جنھوں نے یہ ظلم کیے اللہ اور اُس کے ملائکہ اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔

وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ (سورۃ الشعرا)

○ قاتلِ حسینؑ کی ہرگز بخشش نہ ہوگی:

فردوس الاخبار میں دیلمی نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے روایت تحریر کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ بن عمرانؑ نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگی کہ: "اے میرے پروردگار! میرے بھائی ہارونؑ نے وفات پائی، تو انھیں بخش دے۔" اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے موسیٰ! تم اوّلین و آخرین میں جس کی بخشش کی دعا کرتے میں اسے بخش دیتا سوائے قاتلِ حسینؑ ابنِ علیؑ کے، اس لیے کہ مجھے اُس سے ضرور انتقام لینا ہے۔

○ حضرت موسیٰؑ اور زیارتِ قبرِ حسینؑ:

روایت کی گئی ہے کہ حضرت موسیٰؑ بن عمران ستّر ہزار ملائکہ کے ساتھ حضرت حسینؑ ابنِ علیؑ کی قبر کی زیارت کو آئے تھے۔

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا:

"اَللّٰھم انّی احبّہ فاحبّہٗ و اَحبّ من یحبّہٗ"

یعنی (پروردگارا! میں اِس سے محبّت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبّت کر، بلکہ جو اِس سے محبّت کرے تو اُس سے بھی محبّت کر) (یعنی حسینؑ ابنِ علیؑ سے)

یہ حدیث آپؐ نے تین بار ارشاد فرمائی۔

- ابوسعید سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا:

"الحسن والحسین سیّدا شباب اَھل الجنّۃ الّا ابنَیِ الخالۃ عیسٰی ویحییٰ بن زکریّاؑ"

یعنی: (حسنؑ و حسینؑ سردار ہیں جوانانِ اہلِ جنّت کے، سوائے دو خالہ زاد بھائی حضرت عیسیٰؑ اور حضرت یحییٰؑ بن زکریاؑ کے۔)

- ابنِ عمر نے آنحضرتؐ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

"والحسن والحسین ھما ریحانتی مِن الدنیا"

یعنی: (حسنؑ و حسینؑ یہی میرے دو پھول ہیں دنیا میں سے)

- یعلی بن مرّہ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

"الحسینُ منّی وَاَنَا من حسین اَحبّ اللہ مَن اَحبّ حسینا، حسین سبط من الاسباط"

یعنی: (حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں اللہ تعالیٰ اُس سے محبت کرتا ہے جو حسینؑ سے محبّت کرتا ہے حسینؑ اسباط میں سے ایک سبط ہے۔)

- حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

"الحسن و الحسین یوم القیٰمۃ عن جنبي عرش الرّحمٰن بمنزلۃ الشنفین من الوجہ"

یعنی: (حسنؑ و حسینؑ قیامت کے دن عرشِ رحمٰن کے دونوں پہلوؤں میں ہوں گے جس طرح چہرے کے دونوں جانب کانوں کے گوشوارے۔)

- حذیفہ نے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا:

"الحسین اُعطی من الفضل مالم یعط اَحدٍ مِن وُلد اٰدم ماخلا یوسف بن یعقوب"

یعنی: (حسینؑ (ابنِ علیؑ) کو (اللہ تعالیٰ نے) وہ فضل و شرف عطا کیا جو اولادِ آدمؑ میں سے کسی کو نہیں عطا کیا سوائے یوسفؑ بن یعقوبؑ کے۔)

- حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے بیان فرمایا کہ:

"سألت الفردوس ربّھا عزّوجلّ فقالت اي ربّ زیّنی. فان اصحابي و اھلی اتقیاء اَبرار۔ فاوحی اللہ الیھا اولم اُزیّنك بالحسن و الحسین"

یعنی: (جنّت الفردوس نے اپنے پروردگار سے عرض کی اے پروردگار! مجھے زینت دے اس لیے کہ میرے اصحاب اور میرے اندر رہنے والے تو متقی و پرہیزگار لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا میں نے تجھے حسنؑ و حسینؑ کے ذریعے سے زینت نہیں دی ہے؟)

- ابنِ نما نے اپنی کتاب "مثیر الاحزان" میں تاریخِ بلاذری سے یہ روایت نقل کی ہے کہ محمد بن یزید مبرد نحوی نے اپنے اسناد کے ساتھ یہ بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پلٹ کر فاطمہ زہراؑ کے گھر آئے تو دیکھا کہ وہ دروازے سے لگی ہوئی کھڑی ہیں: آپؐ نے پوچھا، میری پیاری بیٹی کیا بات ہے، یہاں کیوں کھڑی ہو؟

اُنھوں نے عرض کی، باباجان! آپؐ کے دونوں فرزند صبح سے کہیں نکل گئے ہیں مجھے پتہ نہیں کہاں ہیں؟

یہ سُن کر آنحضرتؐ اُن دونوں کو تلاش کرنے کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ تلاش کرتے کرتے آپؐ ایک پہاڑ کے غار تک جا پہنچے وہاں دیکھا کہ دونوں سو رہے ہیں اور ایک سانپ گڈلی مارے ہوئے اُن کے سرہانے بیٹھا ہوا اُن کی حفاظت کر رہا ہے۔ آپؐ نے اُس کو دعا دی پھر امام حسنؑ کو اپنے داہنے کاندھے پر اور امام حسینؑ کو بائیں کاندھے پر اُٹھایا۔ اتنے میں جبرئیلؑ نازل ہوئے اور اُنھوں نے حسینؑ کو اپنی آغوش میں لے لیا۔

اِس کے بعد یہ دونوں شہزادے آپس میں فخر کیا کرتے، امام حسنؑ کہتے کہ مجھے اُس نے اُٹھایا جو بہترین اہلِ زمین ہے اور امام حسینؑ کہتے کہ مجھے اُس نے اُٹھایا جو بہترین اہلِ آسمان ہے

(۷۴) اللہ تعالیٰ محبانِ حسنؑ سے محبت کرتا ہے:

کتاب الدُّر میں عبداللہ بن احمد بن حنبل نے ابوہریرہ سے اور اُنھوں نے آنحضرتؐ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آنحضرتؐ نے امام حسنؑ کے لیے فرمایا:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّی اُحِبُّہٗ فَاَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّہٗ"

یعنی: (پروردگارا! میں اِس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اُس سے محبت کر جو اِس سے محبت کرتا ہے۔) (کتاب اللہ)

- عبداللہ نے اپنے والد سے اور اُنھوں نے اپنے رجال کے واسطے سے عمیر بن اسحاق سے روایت کی ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت حسنؑ بن علیؑ کے ساتھ تھا کہ ابوہریرہ سے ملاقات ہوگئی۔

اُنھوں نے کہا، مجھے وہ جگہ دکھائیے جہاں میں نے رسول اللہؐ کو بوسے لیتے ہوئے دیکھا تھا، اور آپؐ کی قمیص کی طرف اشارہ کیا۔

آپؐ نے قمیص کا دامن اُٹھا کر ناف کھول دی۔

- اور اُنھوں نے اپنے رجال سے یہ روایت بھی کی ہے کہ ہم لوگ ایک مرتبہ نبیؐ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں حاضر تھے کہ حسنؑ بن علیؑ آگئے اور وہ آنحضرتؐ کے سینے پر بیٹھ گئے اور پیشاب کر دیا۔ ہم نے جلدی سے انھیں اُتارنا چاہا۔

آپؐ نے فرمایا یہ میرا بیٹا ہے، یہ میرا بیٹا ہے۔

پھر آنحضرتؐ نے پانی منگوا کر اُسے پاک کر لیا۔

- زبیر کے غلام مسہر سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ آپس میں گفتگو کر رہے تھے کہ اہلِ بیتِ نبیؐ میں آنحضرتؐ سے سب سے زیادہ مشابہ کون ہے؟ اتنے میں عبداللہ بن زبیر آگئے۔

اُنھوں نے کہا کہ میں بتاتا ہوں کہ آنحضرتؐ سے سب سے زیادہ مشابہ کون ہے؟ اور وہ حسنؑ بن علیؑ ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ وہ کبھی آتے اور آنحضرتؐ سجدے میں ہوتے تو وہ آپؐ کی پُشتِ مبارک پر بیٹھ جاتے اور جبتک وہ خود نہ اُترتے انھیں کوئی نہ اُتارتا۔ کبھی وہ آتے اور آنحضرتؐ حالتِ رکوع میں ہوتے تو وہ آنحضرتؐ کے دونوں پیروں (ٹانگوں) کے درمیان سے نکل کر دوسری طرف ہوجاتے اور آپؐ (بعدِ فراغتِ نماز) فرماتے:

"ھو ریحانتی مِنَ الدُّنیا وَ اِنَّ ابنی ھٰذا سیّد یصلح اللہ بہ بین فِئتَین مِنَ المسلمین۔

یعنی: ("ساری دُنیا" میں میرا یہ پھول ہے، میرا یہ فرزند سیّد ہے۔ یہی مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا۔)

نیز فرمایا:

"اَللّٰھُمَّ اِنّی احبہٗ و اَحِبّ مَن یُحبہٗ"

یعنی: (پروردگار! میں اس سے محبّت کرتا ہوں بلکہ اُس سے بھی محبّت کرتا ہوں جو اِس سے محبّت کرے۔)

• عبداللہ نے ... سے روایت کی ہے ... میں

اصحاب سے روایت کی ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت حسن بن علی کے ساتھ تھا

کہ ابوہریرہ سے ملاقات ہوئی

انھوں نے کہا کہ مجھے وہ جگہ دکھائیے جہاں میں نے رسول اللہ کو بوسے لیتے ہوئے

دیکھا تھا اور آپ کی قمیص کی طرف اشارہ کیا۔

آپ نے قمیص کا دامن اٹھا کر ناف کھول دی۔

• اور انھوں نے اپنے رجال سے روایت کی کہ ہم لوگ ایک مرتبہ نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ حسن بن علی آگئے اور وہ آنحضرت

کے سینے پر بیٹھ گئے اور پیشاب کر دیا۔ ہم نے جلدی سے انھیں اتارنا چاہا۔

آپ نے فرمایا میرا بیٹا ہے ...

بحار الانوار

باب ۳

مکارمِ اخلاق

اور

مخالف و موافق دونوں کو اُن کے فضائل کا اقرار

① حسنینؑ افقہ النّاس تھے

کسی اعرابی نے عبداللہ بن زبیر اور عمر بن عثمان سے کوئی مسئلہ پوچھا اور فتویٰ چاہا، تو ہر ایک نے دوسرے پر ٹال دیا۔

اعرابی نے کہا، اللہ تعالیٰ سے ڈرو! میں ہدایت لینے آیا ہوں، کیا دین کے مسائل میں بھی ایک دوسرے پر ٹالا جاتا ہے۔

پھر اِن دونوں نے اُسے حسنؑ و حسینؑ کے پاس بھیج دیا۔ امام حسنؑ و امام حسینؑ نے اُسے شرعی حکم (فتویٰ) سے آگاہ فرمایا تو اعرابی نے (ان حضراتؑ سے خوش ہو کر عبداللہ اور عمر بن عثمان کی مذمّت میں) یہ شعر پڑھا۔

جعل اللہ حرّ وجیھکما نعلین　　　　نسبتًا یطأھما الحسنان

(اللہ تعالیٰ تم دونوں (عبداللہ و عمر) کے منھ کے چمڑے کا جوتا بنائے جسے حسنؑ و حسینؑ پہنا کریں۔) (مناقب ابنِ شہر آشوب)

② حسنینؑ اور ایک گنہگار کی سفارش

اسماعیل بن یزید نے اپنے اسناد کے ساتھ حضرت محمّد بن علیؑ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی حیات میں کسی شخص نے کوئی قصور کیا اور روپوش ہو گیا، یہانتک کہ ایک سنسان راستے پر اُسے حسنؑ و حسینؑ مل گئے۔ اُس نے ان دونوں شہزادوں کو اپنے کاندھوں پر بٹھایا اور انھیں لیکر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی، یا رسول اللہؐ! میں اللہ اور ان دونوں کا واسطہ دے کر پناہ چاہتا ہوں۔

یہ سُن کر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مسکرائے اور اپنے دہنِ اقدس پر ہاتھ رکھ لیا

پھر اُس سے فرمایا: اچھا جاؤ تم آزاد ہو اور حسنؑ و حسینؑ سے فرمایا: اے بچو! میں نے اس کے متعلق تم دونوں کی سفارش قبول کر لی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

"وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ○" (سورۃ النساء آیت ۶۴)

ترجمۂ آیت: (اور اگر یہ لوگ اُسی وقت جبکہ اُنھوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا، آپؐ کے پاس آجاتے اور اللہؔ سے معافی مانگ لیتے، اور اُن کے لیے رسولؐ بھی اللہؔ سے مغفرت چاہتا، تو وہ ضرور اللہؔ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے۔)

○ حسنینؑ افضلُ النّاس اور اکرمُ النّاس ہیں

اخبارِ لیث بن سعد میں اپنے اسناد کے ساتھ مرقوم ہے کہ ایک شخص نے نذر کی کہ (اگر میرا یہ کام ہو گیا تو) میں ایک بوتل تیل ایسے شخص کے پاؤں پر ملوں گا جو قریش میں سب سے افضل ہو گا۔

اُس سے کہا گیا کہ آجکل مخرمہ انسابِ قریش کا سب سے بڑا عالم ہے اُس سے دریافت کرو۔ چنانچہ وہ مخرمہ کے پاس آیا اور اُس سے دریافت کیا۔ وہ سٹھیا چکا تھا اور اس کے پاس اُس کا بیٹا مسور بیٹھا تھا۔ مخرمہ نے اپنے پاؤں بڑھا دیے کہ لے اِن پر مالش کر دے۔ مسور نے کہا: یہ سٹھیا گئے ہیں اِن کا دماغ کام نہیں کرتا۔ لہٰذا انھیں چھوڑو یہ جس طرح جاہلیت میں تھے ویسے ہی پھر ہو گئے۔

اِس کے بعد اُس نے امام حسنؑ و امام حسینؑ کے پاس بھیج دیا اور کہا کہ اِن دونوں کے پاؤں کی مالش کر دو، اِس لیے کہ یہی دونوں آجکل افضل النّاس و اکرم النّاس ہیں۔

(مناقب ابنِ شہر آشوب)

○ ابنِ عباسؓ نے فخریہ حسنینؑ کی رکاب برداری کی:

مدرک بن ابی زیاد کی روایت میں ہے، ایک مرتبہ عبداللہ ابنِ عباسؓ نے حضرت امام حسن علیہ السلام کی اور پھر حضرت امام حسین علیہ السلام کے گھوڑے کی رکاب تھامی اور

انھیں سوار کیا تھا۔ تو میں نے ان سے کہا آپ تو ان دونوں سے سن میں بڑے ہیں پھر بھی آپ ان کی رکاب تھامتے ہیں۔ ؟

اُنھوں نے جواب دیا، او بدذات! تجھے کیا معلوم کہ یہ دونوں کون ہیں۔ سُن! یہ دونوں فرزندانِ رسولؐ ہیں، اللہ تعالیٰؑ نے جو کچھ نعمتیں ہمیں دی ہیں کیا ان میں یہ نعمت نہیں ہے، کہ اللہ تعالیٰؑ نے مجھے ان کی رکاب تھامنے اور انھیں سوار کرنے کی توفیق دی۔

ایک پیرمرد کو وضو کا صحیح طریقہ بتانا

رویانی کی کتاب "عیون المحاسن" میں ہے کہ ایک مرتبہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کہیں سے گذر رہے تھے، دیکھا کہ ایک مرد بزرگ وضو غلط طریقے سے کر رہا ہے۔ یہ دیکھ کر یہ دونوں بھائی آپس میں بحث کرنے لگے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ تم وضو صحیح نہیں کرتے۔ پھر اُس مرد بزرگ سے کہا، اے شیخ! ذرا آپ ہی ہمارا فیصلہ کر دیں ہم دونوں آپ کے سامنے وضو کرتے ہیں آپ دیکھ کر بتائیں کہ کس کا وضو صحیح ہے۔

پھر ان دونوں نے اُس بزرگوار کے سامنے وضو کیا اور پوچھا: بتائیے ہم دونوں میں سے کس کا وضو صحیح ہے ؟

اس مرد بزرگ نے کہا: شہزادو! تم دونوں کا وضو صحیح ہے، مجھ بوڑھے جاہل کا وضو غلط تھا۔ اب میں نے آپ حضرات سے وضو کا صحیح طریقہ سیکھ لیا۔ اور آپ حضرات کے سامنے توبہ کرتا ہوں۔ واقعاً آپ اپنے جد کی اُمّت پر بڑی ہی مہربانی اور بہت شفقت فرماتے ہیں۔

بڑے بھائی کا احترام:

حضرت امام محمدؐ باقر علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ حضرت امام حسینؑ حضرت امام حسن علیہ السّلام کے سامنے تعظیماً گفتگو نہیں کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت محمدؐ حنفیہؒ بھی حضرت امام حسین علیہ السّلام کے سامنے خاموش رہتے تھے۔

حضرت ایوبؑ اور حضرت امام حسینؑ

لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰؑ نے حضرت ایوبؑ کے متعلق فرمایا ہے کہ:

"نِعْمَ الْعَبْدُ" (یہ کتنا اچھا بندہ ہے) (سورہ ص آیت ۴۴)

اور امام حسنؑ و امام حسینؑ کے لیے ہے کہ:"

"نعم المطیّۃ مطیّتکما و نعم الراکبان انتما"

یعنی: (کتنی اچھی سواری ہے تم دونوں کی اور کتنے اچھے سوار ہو تم دونوں۔)

نیز اللہ تعالیٰؑ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے: (موسیٰؑ نے کہا کہ)

"اِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِیْ فَاعْتَزِلُوْنِ" (سورۃ الدخان آیت ۲۱)

یعنی: (اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے ہو تو مجھ سے الگ ہو جاؤ)

اسی طرح امام حسینؑ نے بھی کہا تھا:

"اِنْ لَّمْ تُصَدِّقُوْنِیْ فَاعْتَزِلُوْنِیْ وَ لَا تَقْتُلُوْنِیْ"

یعنی: (اگر تم مجھے نہیں مانتے تو مجھے چھوڑ دو اور مجھے قتل نہ کرو۔)

(مناقب ابن شہر آشوب)

۳ جس شے پر اللہؑ نے لعنت کی ہو اُس میں شفا نہیں ہو سکتی

ابوسعید عقیص تمیمی سے روایت ہے۔ ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسنؑ و امام حسینؑ دریائے فرات میں اپنی اِزار پہنے ہوئے غسل فرمارہے تھے۔ میں ادھر سے گذرا تو عرض کی ' فرزندانِ رسولؐ! آپؑ حضرات نے اپنی اِزاروں کو خراب و فاسد کرلیا۔

اُنھوں نے جواب دیا: اے ابوسعید! اِزاروں کا خراب و فاسد ہونا ہمارے نزدیک دین کے فاسد و خراب ہونے سے کہیں بہتر ہے اور پھر جس طرح خشکی پر جانور ہوتے ہیں اسی طرح پانی میں بھی جانور رہتے ہیں۔

پھر آپؑ نے مجھ سے دریافت فرمایا، تم کہاں جارہے ہو؟

میں نے عرض کی یہی پانی لینے آیا ہوں۔

آپؑ نے پوچھا پانی کیا کروگے؟

میں نے عرض کی، دوا کے لیے میں یہ آبِ تلخ پیوں گا، اُمید ہے کہ اس سے جسم کا اماس دور ہوکر پیٹ صاف ہوجائے۔

اُنھوں نے فرمایا: ہم تو نہیں سمجھتے کہ جس شے پر اللہ نے لعنت کی ہو اس کو شفا کا ذریعہ بنا دے۔

میں نے عرض کی، یہ کیسے؟

اُنھوں نے فرمایا: اِس طرح کہ جب اللہ تعالےٰ قومِ نوح پر غضبناک ہوا تو آسمان کے دروازے کھول دیے اور موسلا دھار بارش ہونے لگی پھر زمین کو حکم دیا اور اس کے چشموں نے اسے دبالیا تو اللہ نے اس پر لعنت کی اور اسے نمکین اور شوریدہ بنادیا۔

(کافی)

- حمدان بن سلیمان کی روایت میں ہے کہ امام حسنؑ و امام حسینؑ نے فرمایا کہ: ابوسعید! تم وہ پانی لے رہے ہو جو ہماری ولایت سے ہر روز تین بار انکار کرتا ہے سنو! اللہ تعالیٰ نے ہماری ولایت پانی پر پیش کی تھی، پس جس پانی نے اقرار کیا وہ شیریں اور خوش ذائقہ ہوگیا، اور جس پانی نے انکار کیا اُس کو اللہ تعالےٰ نے تلخ، نمکین اور کھارا بنادیا۔

(کافی)

۴ مستحقینِ صدقہ کون لوگ ہیں؟

عبدالرحمٰن عرزمی نے حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے: آپؑ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسن اور امام حسین علیہما السّلام مقامِ صفا پر تشریف فرما تھے کہ ایک سائل نے آکر سوال کیا۔

اُنھوں نے فرمایا: صدقہ لینا تو اسی وقت حلال ہے جب کسی پر کوئی تکلیف دہ قرض ہو، یا اُسے حد درجہ نقصان ہوگیا ہو، یا ایسے فقر میں مبتلا ہوگیا ہو جو اسے زمین گیر کردے یہ بتا، تیرے اندر ان میں سے کوئی چیز ہے؟

اُس نے عرض کی، جی ہاں۔

یہ سن کر اُن دونوں نے اُسے عطا فرمایا۔

اس سے قبل وہ سائل عبداللہ بن عمر و عبدالرحمٰن بن ابی بکر سے سوال کرچکا تھا اور ان لوگوں نے بغیر کچھ پوچھے ہوئے اُس کو دے دیا تھا۔ تو وہ سائل پھر پلٹ کر ان لوگوں کے پاس گیا اور کہا: کیا بات ہے کہ آپ لوگوں نے مجھ سے وہ سوال نہیں کیا جو امام حسنؑ اور

امام حسین علیہما السّلام نے کیا۔

پھر اُس نے بتایا کہ مجھ سے امام حسن و امام حسین علیہما السّلام نے یہ سوال دریافت کیا تھا۔

تو اُن لوگوں نے کہا (اُن دونوں کی بات ہی کیا ہے) علم تو اُن کی غذا ہے۔

(کافی ۔ کتاب العدہ)

۵ امام حسن و امام حسین علیہما السّلام نے قرض چھوڑ کر وفات پائی

معاویہ بن وہب نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے: آپؑ نے فرمایا کہ جب حضرت امام حسن علیہ السّلام نے وفات پائی تو ان پر قرض تھا اور جب حضرت امام حسین علیہ السّلام شہید ہوئے تو اُن پر بھی قرض تھا۔

(اقول) امام زین العابدینؑ نے امام حسینؑ کا قرض ادا کیا

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ سید ابنِ طاوس علیہ الرحمہ اپنی کتاب "کشف الحجۃ" میں اپنے اسناد کے ساتھ عبداللہ ابن بکیر کی کتاب سے اور اُنھوں نے اپنے اسناد کے ساتھ حضرت امام ابوجعفر محمدّ باقر علیہ السّلام سے روایت کی ہے: آپؑ نے فرمایا کہ جب حضرت امام حسین علیہ السّلام نے شہادت پائی تو آپؑ پر قرض تھا اور حضرت علی ابن الحسینؑ امام زین العابدینؑ علیہ السّلام نے اپنی ایک جائیداد تین لاکھ پر فروخت کی تاکہ اس سے حضرت امام حسین علیہ السّلام کے قرض خواہ کو ادا کر دیں جس سے آپؑ نے وعدہ کیا تھا کہ وہ ادا کریں گے۔

بحار الانوار

باب ۴

نص بر امامتِ حسن مجتبیٰ

علیہ السلام

[illegible]

باب ۹

[illegible] اسناد [illegible]

[illegible] اسناد کے ساتھ حضرت امام جعفر [illegible]

[illegible] جب حضرت امام [illegible]

[illegible] حضرت امام حسین [illegible]

[illegible]

(۱) امیرالمومنینؑ کی وصیّت اور اُسکے گواہ

سلیم بن قیس سے روایت ہے کہ جس وقت امیرالمومنین حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السّلام نے اپنے فرزند امام حسن علیہ السّلام کو اپنا وصی بنایا اُس وقت میں بھی وہاں موجود تھا۔ آپؑ نے اپنی وصیّت پر امام حسین علیہ السّلام و محمّد حنفیہؒ اور اپنی تمام اولاد نیز رؤسائے شیعہ اور اہلِ بیتؑ کو گواہ بنایا۔ پھر کتاب اور اسلحے اُن کے سپرد کیے اور فرمایا: اے فرزند! نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں تمھیں اپنا وصی بناؤں اور اپنی کتابیں اور اسلحے تمھارے حوالے کروں جس طرح آنحضرتؐ نے اپنی کتابیں اور اسلحے میرے حوالے کیے تھے، اور مجھے یہ بھی حکم دیا تھا کہ میں تم کو حکم دے دوں کہ جب تمھارا بھی سفرِ آخرت قریب ہو تو یہ سب تبرّکات اپنے بھائی حسینؑ کے حوالے کر دینا۔

پھر امیرالمومنین علیہ السّلام نے امام حسین علیہ السّلام سے فرمایا کہ تمھارے لیے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے یہ حکم دیا تھا کہ تم وقتِ آخر یہ تبرّکات اپنے اس فرزند کے سپرد کر دینا، یہ فرما کر آپؑ نے حضرت علی ابن الحسین علیہ السّلام کا ہاتھ پکڑا۔ پھر آپؑ نے ان سے فرمایا کہ تمھیں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے یہ حکم دیا تھا کہ تم یہ تبرّکات اپنے فرزند محمّد بن علی علیہ السّلام کے حوالے کرنا اور انھیں میری طرف سے اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی طرف سے سلام کہنا۔ (اعلام الوریٰ۔ کلینیؒ)

(۲) امیرالمومنینؑ کی وصیّت

شیخ محمّد یعقوب کلینیؒ نے اپنے اکثر اصحاب سے ان کے اسناد کے ساتھ حضرت امام محمّد باقر علیہ السّلام سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔

(اعلام الوریٰ۔ کلینیؒ)

۳ اَسرارِ امامت کی تعلیم

اپنے اسناد کے ساتھ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے آپؑ نے فرمایا کہ جب حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا وقتِ وفات قریب آیا تو آپؑ نے اپنے فرزند امام حسن علیہ السلام سے فرمایا: "میرے قریب آؤ تاکہ میں وہ اَسرار تمھارے حوالے کردوں جو اسرار رسول اللہؐ نے میرے حوالے کیے تھے اور وہ امانتیں تمھارے سپرد کردوں جو امانتیں آنحضرتؐ نے میرے سپرد فرمائی تھیں۔

پس امام حسن علیہ السلام نے بھی اسی طرح وصیّت فرمائی:

(اعلام الوریٰ)

۴ کوفہ جاتے وقت امیر المومنینؑ نے یہ تبرّکات اُمِّ سلمہؓ کے حوالے کر دیے تھے

صاحبِ اعلام الوریٰ نے اپنے اسناد کے ساتھ شہر بن خوشب سے روایت کی ہے کہ جب امیر المومنین علیہ السلام کوفہ جانے لگے تو آپؑ نے کتابیں اور وصیّت نامہ حضرت اُمِّ سلمہؓ کے پاس ودیعت رکھ دیا اور جب حضرت امام حسن علیہ السلام کوفہ سے مدینہ واپس آئے تو حضرت اُمِّ سلمہؓ نے وہ تبرّکات حضرت امام حسن علیہ السلام کے حوالے کر دیے۔ (اعلام الوریٰ)

بحار الانوار

باب ۵

معجزات

(۱) خشک درخت کا سرسبز ہو جانا

ہیثم نہدی نے اپنے اسناد کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے: آپؑ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسن علیہ السلام بغرضِ عمرہ روانہ ہوئے۔ آپؑ کے ہمراہ اولادِ زبیر میں سے بھی ایک شخص تھا جو آپؑ کی امامت کا قائل تھا۔ راستے میں یہ لوگ ایک منزل پر ٹھہرے اور ایک کھجور کے باغ کے نیچے جو پانی نہ پانے کی وجہ سے خشک ہو گیا تھا اُترے۔ امام حسن علیہ السلام کے لیے ایک درخت کے نیچے فرش کر دیا گیا اور اُس مردِ زبیری کے لیے قریب ہی دوسرے درخت کے نیچے فرش بچھا دیا گیا۔ زبیری نے سر اُٹھا کر دیکھا اور کہا: کاش! اس درخت پر کھجوریں ہوتیں تو کھا کر لطف حاصل کرتے۔

حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: کیا تمھارا کھجوریں کھانے کو جی چاہتا ہے؟

اُس نے عرض کی، جی ہاں۔

حضرت امام حسن علیہ السلام نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند فرمائے اور دعا کی جس کو وہ زبیری نہ سمجھ سکا کہ کیا دعا تھی۔ ناگاہ وہ درخت سرسبز ہو گیا۔ اس میں پتّے اور شاخیں پیدا ہو کر پھل لگے۔

وہ شتربان جس کو کرائے پر لائے تھے، یہ اعجاز دیکھ کر بولا: خدا کی قسم یہ تو سحر ہے۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: تجھ پر وائے ہو یہ سحر نہیں ہے بلکہ فرزندِ رسولؐ کی دعا ہے جو قبول ہوئی۔ پھر وہ اس درخت پر چڑھے اور اتنی کھجوریں توڑیں کہ سب کے لیے کافی ہو گئیں۔ (بصائر الدرجات، کافی جلد ۱ ص ۴۶۲)

- کتاب الخرائج والجرائح میں بھی عبداللہ سے اسی کے مثل روایت ہے۔ (الخرائج والجرائح)

(۲) اخبار بالغیب

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آبائے کرام سے روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت امام حسن علیہ السلام نے اپنے بھائی امام حسین علیہ السلام اور عبداللہ بن جعفر سے فرمایا کہ معاویہ نے آپ دونوں کی مقررہ رقم ارسال کی ہے جو فلاں روز چاند دیکھتے ہی آپ حضرات کو مل جائے گی۔

حضرت کے اس ارشاد کے بموجب وہ رقم اسی دن ملی جس دن آپؑ نے فرمایا تھا اور چاند بھی اسی روز نظر آیا۔ جب ان حضرات کو اپنی اپنی رقوم ملیں تو امام حسن علیہ السلام کے ذمّے بہت سا قرض تھا اسے ادا کیا اور بقیّہ اپنے اہلِ بیت اور موالیوں پر تقسیم کر دیا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے بھی اس رقم سے اپنا قرض ادا کیا اور رقم میں جو حصّہ بچ گیا اُس کے تین حصّے کیے۔ ایک حصّہ اپنے اہلِ بیت اور موالیوں پر تقسیم کر دیا اور بقیّہ اپنے اہل وعیال کو دے دیا۔ اور حضرت عبداللہ ابنِ جعفرؓ نے اپنے حصّے کی رقم سے اپنا قرض ادا کیا اور بقیہ معاویہ کے فرستادہ کو دے دیا، تاکہ وہ جا کر معاویہ کو بتادے کہ ان حضرات نے اس رقم کا کیا کیا۔ تو پھر معاویہ نے عبداللہ بن جعفرؓ کے پاس اچھی خاصی رقم بھیج دی۔

(الخرائج والجرائح)

(۳) ایک حبشی کو فرزندِ نرینہ کی بشارت

مندل بن اُسامہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اور اُنھوں نے اپنے آبائے کرام سے روایت کی ہے کہ: ایک مرتبہ امام حسن علیہ السلام مکّۂ مکرمہ سے مدینۂ منورہ پاپیادہ چلے تو آپؑ کے پائے مبارک پر آماس آگیا۔ عرض کیا گیا کہ فرزندِ رسولؐ آپؑ سواری پر تشریف رکھیں تاکہ پاؤں کا ورم اُتر جائے۔

آپؑ نے فرمایا: نہیں میں سواری پر نہ بیٹھوں گا۔ البتہ یہاں سے چل کر ہم ایک ایسی منزل پر قیام کریں گے جہاں ایک حبشی سے ملاقات ہوگی جس کے پاس ورم کی دوا ہوگی، تم وہ دوا خرید لینا۔

آپؑ کے موالیوں میں سے کسی نے عرض کی، یا حضرت! اب تو کوئی ایسی منزل آنے والی نہیں ہے جس میں دوا فروخت ہوتی ہو۔

آپؑ نے فرمایا: ہاں وہ حبشی ہمارے آگے ہے۔

اس کے بعد سب لوگ کئی میل تک آگے چلے گئے تو واقعتاً انھیں ایک حبشی ملا۔

امام حسن علیہ السّلام نے اپنے مَولیٰ (غلام) سے فرمایا۔ دیکھ تیرے سامنے وہ حبشی ہے اُس سے وہ دوا قیمتاً خرید لا۔ (وہ غلام جب خریدنے گیا تو) حبشی نے کہا یہ دوا تم کس کے لیے خرید رہے ہو؟

غلام نے کہا امام حسنؑ ابنِ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کے لیے۔

حبشی نے کہا، مجھے اُن کے پاس لے چلو۔

جب وہ حبشی آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے عرض کی، فرزندِ رسولؐ! میں آپؑ کا دوستدار ہوں، اس لیے آپؑ سے اس کی قیمت نہ لوں گا۔ بس میرے لیے دعا فرما دیجیے تاکہ اللہ تعالیٰ مجھے ایک اچھّا فرزند عطا فرما دے جو محبِ اہلِ بیت ہو۔ میں اپنی زوجہ کو دردِزہ میں چھوڑ آیا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: اچھّا اپنے گھر واپس ہو جا، تو دیکھے گا کہ اللہ تعالےٰ نے تجھے ایک صحیح وسالم فرزند عطا فرما دیا ہے۔

وہ حبشی خوش خوش واپس ہوا گھر آکر دیکھا تو امام علیہ السّلام کی دعا سے فرزند پیدا ہو چکا تھا۔ یہ دیکھ کر وہ حبشی انتہائی خوشی کے عالَم میں پھر امام حسن علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؑ کے حق میں دعائے خیر کرنے لگا۔

ادھر امام حسن علیہ السّلام نے وہ تیل اپنے پاؤں پر ملا اور ابھی آپؑ کھڑے بھی نہ ہوئے تھے کہ پاؤں کا ورم جاتا رہا۔

(الخرائج والجرائح)

(۴) استجابتِ دعا

حسین بن محمّد نے معلّیٰ سے اُنھوں نے احمد بن محمّد سے، اُنھوں نے محمّد بن علی بن نعمان سے، اُنھوں نے صندل سے، اُنھوں نے ابواُسامہ سے اسی کے مثل (مندرجہ بالا روایت کے مثل) یہاںتک روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے ایک فرزند عنایت فرما دیا جو ہمارے شیعوں میں سے ہوگا۔

(نوٹ) علّامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام حسنؑ کے اکثر معجزات باب ماجریٰ بینہ وبینِ معاویہ اور بابِ وفات وغیرہ میں تحریر کر دیے ہیں۔

⑤ کمسنی میں شاہِ روم کے اُن سوالات کے جوابات دینا جن سے معاویہ عاجز رہا :

روایت کی گئی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام مقامِ رحبہ میں تھے کہ ایک شخص آپؑ کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا اور عرض کی : یہ بتائیے کیا میں آپؑ کی رعایا اور آپؑ کے مُلک کا آدمی ہوں ؟

آپؑ نے فرمایا نہیں ، نہ تو میری رعایا میں سے ہے اور نہ میرے مُلک کا آدمی ہے۔ بلکہ ابنِ اصفر (شاہِ روم) نے تجھے چند سوالات دے کر معاویہ کے پاس بھیجا تھا مگر معاویہ اُن سوالات کا جواب نہ دے سکا اور اُس نے اس کے لیے میرے پاس بھیج دیا۔

اُس نے عرض کی ، یا امیر المومنینؑ ! آپؑ نے سچ فرمایا۔ واقعتاً معاویہ نے مجھے پوشیدہ طور پر آپؑ کے پاس بھیجا ہے اور آپؑ مطّلع ہو گئے حالانکہ یہ بات اللہ تعالےٰ کے سوا کسی اور کو معلوم ہی نہ تھی۔

آپؑ نے فرمایا : وہ سوالات میرے اِن دونوں فرزندوں میں سے جس سے چاہے پوچھ لے۔

اُس نے عرض کی میں یہ سوالات اِس گیسو والے (یعنی حسنؑ) سے پوچھوں گا۔

یہ کہہ کر وہ امام حسن علیہ السلام کے پاس آیا۔

امام حسنؑ نے فرمایا ، تم یہ سوالات دریافت کرنا چاہتے ہو کہ :

(۱) حق و باطل میں کتنا فاصلہ ہے ؟

(۲) زمین و آسمان کے درمیان کتنا فاصلہ ہے ؟

(۳) مشرق و مغرب کے مابین کتنا بُعد ہے ؟

(۴) قوسِ قزح کیا شے ہے ؟

(۵) زنخہ (مخنّث) کو کیسے پہچانا جائے کہ یہ مذکّر ہے یا مؤنّث ؟

(۶) وہ دس چیزیں کیا ہیں جو ایک سے بڑھ کر دوسری شدید تر ہیں ؟

اُس نے عرض کی : جی ہاں یہی پوچھنا چاہتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا : سُنو !

(۱) حق و باطل میں چار انگشت کا فاصلہ ہے۔ جو اپنی آنکھوں سے دیکھو وہ حق ہے

اور جو اپنے کانوں سے سنو وہ باطل ہے۔

(۲) زمین و آسمان کے مابین دعائے مظلوم اور نگاہ کی ایک سیر کا فاصلہ ہے۔

(۳) مشرق و مغرب کے مابین آفتاب کی ایک دن کی مسافت کا فاصلہ ہے۔

(۴) قزح تو شیطان کا نام ہے۔ اور یہ درحقیقت قوسِ الٰہی ہے جو سرسبزی اور اہلِ زمین کے لیے غرق سے امان کی علامت ہے۔

(۵) زنخہ (مخنّث) وہ ہے کہ جس کا پتہ نہ چلے کہ یہ مرد ہے یا عورت، اس کے لیے بلوغ کا انتظار کیا جائے اگر وہ مرد ہوگا تو اسے احتلام ہوگا، اگر عورت ہوگی تو اسے خونِ حیض آئے گا اور اُس کے پستان اُبھر آئیں گے۔ ورنہ اُس سے کہا جائے کہ پیشاب کر۔ اگر اُس کے پیشاب کی دھار دیوار پر پہنچے تو وہ مرد ہے اگر اُس کا پیشاب اُس کے پاؤں پر گرے جیسے اونٹنی کا پیشاب گرتا ہے تو وہ عورت ہے۔

(۶) وہ دس چیزیں جن میں ایک سے بڑھ کر ایک شدید تر ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ شدید پتھر کو پیدا کیا ہے مگر اس سے زیادہ شدید لوہا ہے جو پتھر کو بھی کاٹ دیتا ہے، اور لوہے سے زیادہ شدید آگ ہے جو لوہے کو پگھلا دیتی ہے اور آگ سے زیادہ شدید پانی ہے اور پانی سے زیادہ شدید بادل ہے، اور بادل سے زیادہ شدید ہوا ہے جو بادل کو اُٹھائے پھرتی ہے، ہوا سے زیادہ شدید مَلک ہے جو ہوا کو حرکت دیتا ہے اور اس مَلک سے زیادہ شدید مَلکُ الموت ہے جو اُسے بھی موت دے گا، اور مَلکُ الموت سے زیادہ شدید وہ موت ہے جو مَلکُ الموت کو بھی مار دے گی اور موت سے زیادہ شدید حکمِ خدا ہے جو موت کو بھی دفع کر دیتا ہے۔ (الخرائج والجرائح)

(۶) تجدیدِ عہد کیلئے ابوسفیانؑ کا آنا اور امام حسنؑ کی گفتگو:

محمد بن اسحاق نے اپنے اسناد کے ساتھ روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ ابوسفیانؑ حضرت علی علیہ السلام کے پاس آیا اور بولا: اے ابوالحسنؑ! میں تمہارے پاس ایک کام سے آیا ہوں۔

آپؑ نے پوچھا کیا کام ہے؟

اُس نے عرض کی، ذرا میرے ساتھ اپنے ابنِ عم محمدؐ کے پاس چلو اور اُن سے کہو کہ وہ مجھ سے از سرِ نو معاہدہ کریں اور ایک عہد نامہ تحریر فرمادیں۔

حضرت علی علیہ السّلام نے فرمایا: اے ابوسفیان! رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تم سے ایک عہد کر چکے ہیں آنحضرتؐ اپنے عہد سے تا ابد نہ پلٹیں گے (نئے عہد کی ضرورت نہیں)۔

اِدھر یہ گفتگو ہو رہی تھی اور اُدھر حضرت فاطمہ زہراؑ پسِ پردہ تھیں اور سامنے امام حسنؑ بیٹھے تھے جن کی عمر اس وقت چودہ ماہ کی تھی۔

ابوسفیانؒ نے کہا: بنتِ محمدؐ! اِس بچے سے کہو وہ اپنے نانا سے میرے لیے بات کرے اور وہ اپنی اس گفتگو سے عرب وعجم کی سیادت حاصل کرے۔

یہ سُن کر امام حسن علیہ السّلام نے اس کی طرف رُخ کیا اور اپنا ایک ہاتھ اُس کی ناک پر اور دوسرا اُس کی داڑھی پر مارا۔ پھر بحکمِ خدا یوں گویا ہوئے کہ:

"اے ابوسفیان! پہلے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہو تاکہ میں تمہارا شفیع بن سکوں۔"

یہ سُن کر حضرت علی علیہ السّلام نے فرمایا:

"حمد اُس خدا کی جس نے آلِ محمدؐ اور ذرّیتِ محمدؐ مصطفٰے میں سے ایسے کو پیدا کیا جو یحییٰ بن زکریاؑ کی نظیر ہے وَاٰتَیْنٰہُ الْحُکْمَ صَبِیًّا۔"

(نوٹ) یہ قصہ کتبِ سیَر میں ۸ھ کا فتحِ مکّہ کے حالات میں مذکور ہے جب ابوسفیان، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے پاس مشرکین سے عہد نامے کی تجدید اور مدّت میں توسیع کے لیے درخواست لے کر آیا تھا۔ اِس طرح امام حسنؑ کا سن اُس وقت چودہ ماہ نہیں بلکہ پانچ سال کا تھا۔

(سیرت ابن ہشام جلد ۲ ص ۳۹۶، مناقب جلد ۱ ص ۲۰۶، ارشاد مفید ص ۶۰۔ اعلام الوریٰ۔)

ایک خبر کی تردید "میرا گھر نہیں جلا":

ابوحمزہ ثمالی نے حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا کہ، ایک مرتبہ امام حسن علیہ السّلام کہیں تشریف فرما تھے کہ کسی نے آکر آپؑ کو

یہ اطلاع دی کہ فرزندِ رسولؐ! آپؑ کا گھر جل گیا۔

آپؑ نے فرمایا نہیں میرا گھر نہیں جلا۔

اتنے میں ایک دوسرا شخص آیا: اُس نے کہا: فرزندِ رسولؐ! آپؑ کے گھر کے پہلو میں جو گھر ہے اس میں آگ لگی اور ہم لوگوں کو یقین ہوگیا کہ اس کے ساتھ آپؑ کا گھر بھی جل جائے گا، مگر اللہ نے اس آگ کا رُخ دوسری طرف پھیر دیا اور آپؑ کا گھر بچ گیا۔

○ زیاد کیلئے بددعا

ایک مرتبہ کچھ لوگ حضرت حسن بن علی علیہ السّلام کے پاس زیادؔ لعن کے مظالم کی فریاد لیکر آئے، تو آپؑ نے دونوں ہاتھ بلند کیے اور عرض کی:

"پروردگارا! تو زیاد بن ابیہ سے ہم پر اور ہمارے شیعوں پر مظالم کا مواخذہ فرما اور اُسے جلد عذاب میں مبتلا فرما کر ہمیں دکھلا دے، بیشک تو ہر شے پر قادر ہے۔"

راوی کا بیان ہے کہ زیادؔ لعن کے داہنے ہاتھ کے انگوٹھے میں ایک دانہ نکلا اور ورم بڑھ کر گردن تک پہنچ گیا اور اسی میں وہ مر گیا۔

○ حلف کا صحیح طریقہ:

ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت امام حسن علیہ السّلام پر ایک ہزار دینار کا جھوٹا دعویٰ کیا، حالانکہ آپؑ پر اس کا کوئی قرض نہ تھا۔ چنانچہ یہ دونوں قاضی شریح کے پاس پہنچے۔ اُس نے امام حسن علیہ السّلام سے کہا: کیا آپؑ حلف اُٹھائیں گے؟

آپؑ نے فرمایا: اگر یہ حلف سے کہے گا تو اتنی رقم اس کو دے دوں گا۔

شریح نے اس شخص سے کہا کہ کہو:

"باللہ الذی لا الٰہ الا ھو عالم الغیب والشھادۃ"

امام حسنؑ نے فرمایا، نہیں، میں اِن الفاظ میں حلف نہیں چاہتا، بلکہ، یہ اس طرح کہے: "بِاللّٰہِ اِنَّ لَکَ عَلَیَّ ھٰذَا" اور مجھ سے ایک ہزار دینار لیلے۔

اُس شخص نے یہی کہا، اور ایک ہزار دینار لے لیے لیکن جونہی اپنے مقام سے اُٹھا

اور لڑکھڑاکر گر پڑا اور مر گیا۔ لوگوں نے امام حسنؑ سے اس کے متعلق دریافت کیا۔

آپؑ نے فرمایا، میں ڈرا کہ اگر یہ اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرتا ہے تو اس توحید کے اقرار کی برکت سے اللہ تعالیٰ اُسے معاف فرمادے گا۔ (اسی بناء پر یہ حلف لیا گیا جس سے اس پر عذاب نازل ہوا۔)

آپؑ کی بددعا سے مردِ شامی عورت اور اُس کی زوجہ مرد میں تبدیل ہو گئے :

محمد فتال نیشاپوری نے اپنی کتاب "مونس الحزین" میں اپنے اسناد کے ساتھ تحریر کیا ہے کہ کسی شامی نے حضرت امام حسن علیہ السلام سے معاویہ کے مظالم برداشت کرنے کے متعلق بات کی :

آپؑ نے فرمایا (جس کا مفہوم یہ ہے) کہ اگر میں دعا کروں تو اللہ تعالےٰ عراق کو شام اور شام کو عراق، عورت کو مرد اور مرد کو عورت میں تبدیل فرمادے۔

اُس مردِ شامی نے کہا، بھلا اس پر کون قادر ہے ؟

آپؑ نے فرمایا: دُور ہو جا اے عورت، تجھے شرم نہیں آتی کہ مردوں کے درمیان بیٹھی ہوئی ہے۔

آپؑ کا یہ فرمانا تھا کہ اُس شامی نے محسوس کیا کہ وہ عورت بن گیا۔

پھر آپؑ نے فرمایا، اور تیری زوجہ مرد بن گئی۔ تو اس سے حاملہ ہوگا اور تیرے شکم سے مخنث پیدا ہوگا۔

چنانچہ جیسا آپؑ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔ پھر وہ مردِ شامی اور اس کی زوجہ دونوں آپؑ کی خدمت میں آئے، توبہ کی اور معافی مانگی۔ آپؑ نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی اور وہ دونوں اپنی پہلی حالت پر آگئے۔

آپؑ نے اپنے اہلِ بیت کو مطلع فرمایا کہ میری زوجہ مجھے زہر دے گی

حسن بن ابو العلاء نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ:

حضرت امام حسن علیہ السلام نے اپنے اہلِ بیت سے فرمایا کہ میں زہر سے شہید کیا جاؤں گا۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زہر سے شہید کیا گیا۔

آپؑ کے اہلِ بیت نے کہا، آپؑ کو کون زہر دے گا؟

آپؑ نے فرمایا، میری کوئی کنیز یا میری کوئی زوجہ۔

لوگوں نے کہا، پھر اسے نکال باہر کیجیے یا اپنی زوجیت سے خارج کیجیے اللہ تعالےٰ اُس پر لعنت کرے۔

آپؑ نے فرمایا: افسوس، میں ایسا نہیں کر سکتا، اُسی کے ہاتھوں سے میری موت واقع ہوگی اور اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اگر میں اسے نکال باہر بھی کروں تب بھی اُسی کے ہاتھوں میرا قتل ہے۔ یہ اللہ تعالےٰ کا قطعی فیصلہ اور لازمی حکم ہے۔

تھوڑے ہی دنوں بعد معاویہ نے امام حسن علیہ السلام کی زوجہ کے پاس آدمی بھیجا۔ راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد امام حسن علیہ السلام نے اپنی اُس زوجہ سے پوچھا کیا پینے کے لیے کچھ دودھ ہے؟

اُس نے کہا، جی ہاں۔ اور پھر اُس میں وہ زہر ملا دیا جو معاویہ نے اُس کے پاس بھیجا تھا۔ جب آپؑ نے وہ دودھ پیا تو فوراً جسم میں زہر کا اثر محسوس کیا اور فرمایا: او دشمنِ خدا تو نے مجھے قتل کر دیا، اللہ تعالےٰ تجھے قتل کرے۔ مگر سُن! کہ مجھ جیسا تجھے کوئی شوہر نہ ملے گا، اور اُس دشمن، فاسق اور لعین سے تجھے تا ابد بھلائی نصیب نہ ہوگی

(مناقب ابنِ شہر آشوب)

۷ علمِ ارحام:

ابو جعفر بن رستم طبری نے اپنی کتاب "الدلائل" میں اپنے اسناد کے ساتھ ابنِ عباسؓ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے سامنے سے ایک گائے گزری۔

آپؑ نے اُس کو دیکھ کر فرمایا اس کے شکم میں بچہ ہے اور وہ مادہ ہے، اُس کی پیشانی سفید اور دُم کا سرا بھی سفید ہوگا۔

یہ سُن کر ہم لوگ اُس قصاب کے ساتھ گئے۔ جب اُس نے ذبح کیا تو دیکھا کہ اُس کے شکم میں واقعاً مادہ بچہ تھا اور ویسا ہی تھا جیسا آپؑ نے فرمایا تھا۔ یہ دیکھ کر ہم لوگوں نے آپؑ سے کہا، کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا ہے "وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ" (سورۂ لقمان کی آیت ۳۴)

یعنی : (اور وہی جانتا ہے کہ ارحام میں کیا ہے)

پھر آپؑ کو اس کا علم کیسے ہو گیا ؟

آپؑ نے فرمایا : وہ علم مخزون و مکنون ، مجزوم و مکتوم کہ جس پر کوئی ملک مقرّب اور نبیؐ مرسل بھی مطّلع نہیں ہے ۔ اس کو سوائے محمدؐ اور اُن کی ذرّیت کے کوئی نہیں جانتا ۔ (کتاب النجوم)

۸ آپؑ نے امیرالمومنینؑ کی زیارت کرائی

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب " مولد النبیؐ و مولد الاصفیاء " میں اپنے اسناد کے ساتھ جابرؓ سے اور اُنھوں نے حضرت امام ابوجعفر محمدؑ باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ کچھ لوگ حضرت امام حسن علیہ السلام کے پاس آئے اور عرض کی کہ آپؑ کے پدرِ بزرگوار جو معجزات ہمیں دکھایا کرتے تھے ویسے ہی معجزے آپؑ بھی ہمیں دکھائیے ۔

آپؑ نے فرمایا : کیا تم لوگ اس پر ایمان لاؤ گے ؟

اُنھوں نے عرض کی ، جی ہاں ، بخدا ہم اس پر ایمان لائیں گے ۔

آپؑ نے فرمایا ، کیا تم لوگوں نے میرے پدرِ بزرگوار کو دیکھا ہے ؟

اُنھوں نے عرض کی ، جی ہاں ہم اُن کو اچھی طرح جانتے پہچانتے ہیں ۔

یہ سُن کر آپؑ نے پردے کا ایک گوشہ اُٹھایا ، تو حضرت امیرالمومنینؑ پسِ پردہ تشریف فرما تھے ۔ آپؑ نے پوچھا ، کیا تم لوگ اِن کو پہچانتے ہو ؟

سب نے بالاتفاق کہا ، جی ہاں ۔ یہ امیرالمومنین علیہ السلام ہیں ۔ اب ہم لوگ گواہی دیتے ہیں کہ آپؑ واقعاً ولیؐ خدا اور امیرالمومنین علیہ السلام کے بعد امام ہیں ۔ آپؑ نے امیرالمومنین علیہ السلام کو اُن کی موت کے بعد ہمیں اس طرح دکھایا ہے جس طرح آپؑ کے پدرِ بزرگوار نے ابوبکر کو مسجدِ قبا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد آنحضرتؐ کی زیارت کرائی تھی ۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا : تم لوگوں پر وائے ہو ، کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سُنا ہے کہ " وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ ۝ (سورۃ البقرۃ ۱۵۴)

یعنی : (اور جو اللہ کی راہ میں قتل ہوئے انھیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم اس کا شعور نہیں رکھتے)

جب یہ قولِ خداوندی عام لوگوں کے لیے ہے جو راہِ خدا میں قتل کر دیے گئے ہیں۔ تو پھر ہمارے بارے میں تم لوگ کیا کہو گے ؟

انھوں نے کہا، ہم ایمان لائے اور اے فرزندِ رسولؐ ! ہم آپؑ کی امامت کی تصدیق کرتے ہیں۔ (کتاب النجوم)

⑨ آپؑ نے معاویہ کی فرمائش پر معجزہ دکھا کر اپنی حجّت قائم کی

ابو محمّد عبداللہ بن محمّد احمری المعروف بہ ابنِ داہر رازی نے اپنے اسناد کے ساتھ حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ جب حضرت امام حسنؑ اور معاویہ کے درمیان صلح ہو چکی تو دونوں ایک کھجوروں کے باغ میں یکجا بیٹھ گئے تو معاویہ نے کہا، اے ابو محمّدؑ ! مجھے خبر ملی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کی مقدار وزن میں بتا دیا کرتے تھے، کیا اس طرح کا کچھ علم آپؑ کو بھی ہے ؟ کیونکہ آپؑ حضرات کے شیعوں کا گمان ہے کہ زمین و آسمان میں سے کسی شے کا علم آپؑ حضرات سے پوشیدہ نہیں ہے۔

حضرت امام حسن علیہ السّلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اس کی مقدار وزن میں بتلاتے تھے، میں تعداد میں بتاؤں گا۔

معاویہ نے کہا، پھر بتائیے اس درخت پر کتنی عدد کھجوریں ہیں ؟

آپؑ نے فرمایا: چار ہزار اور چار کھجوریں ہیں۔

معاویہ کے حکم سے ساری کھجوریں توڑ کر شمار کی گئیں تو چار ہزار اور تین گنی گئیں۔

آپؑ نے فرمایا، بخدا، نہ میں نے جھوٹ کہا ہے اور نہ مجھے جھٹلایا جا سکتا ہے۔

اتنے میں آپؑ نے دیکھا کہ عبد بن عامر کریز کے ہاتھ میں ایک کھجور ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اے معاویہ ! خدا کی قسم، اگر اس کا خیال نہ ہوتا کہ تم کافر ہو جاؤ گے تو میں تمھیں یہ بھی بتا دیتا کہ تم آئندہ کیا کیا کارنامے انجام دو گے۔ یہ اس لیے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے زمانے میں آنحضرتؐ کو جھٹلانے والا مسلمانوں میں کوئی نہ تھا اور تم لوگ جھٹلاؤ گے اور کہو گے کہ حسنؑ تو اس زمانے میں بہت کمسن تھے انھوں نے اپنے جد سے سنا ہی کب ہو گا۔ بس اتنا تو سن ہی لو کہ "تم زیاد کو اپنے نسب میں شامل کرو گے، حُجر بن عُدی کو قتل کرو گے اور شہر شہر سے بہت سے سر کاٹ کر تمھارے پاس بھیجے جائیں گے

چنانچہ ایسا ہی ہوا، معاویہ نے زیادؔ کو اپنے نسب میں شامل کیا، حُجر بن عدیؓ کو قتل کیا اور عمر بن الحمق خزاعیؓ کا سر کاٹ کر اس کے پاس بھیجا گیا۔

۱۰ شب و روز میں جو کچھ ہوتا ہے ہم جانتے ہیں

عبدالغفار رجازی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ:
آپؑ نے فرمایا کہ حضرت امام حسن علیہ السلام کے پاس دو شخص بیٹھے ہوئے تھے۔
آپؑ نے ایک سے فرمایا، تم نے گزشتہ شب کو فلاں شخص سے یہ یہ باتیں کہی تھیں
اُس کو بڑا تعجب ہوا اور کہا ارے یہ تو سب کچھ جانتے ہیں۔
آپؑ نے فرمایا، دن و رات میں جو کچھ بھی ہوتا ہے ہم وہ سب جانتے ہیں۔
پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو حلال و حرام اور تنزیل و تاویل کا علم دیا اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے وہ تمام علم حضرت علی علیہ السلام کو دے دیا۔ (الخرائج والجرائح)

۱۱ آپؑ نے اپنے پدرِ بزرگوار سے فرمایا

حضرت امام حسن علیہ السلام نے (حضرت علی علیہ السلام کے خلیفہ ہونے سے قبل) اپنے پدرِ بزرگوار سے فرمایا: بابا جان! عرب کے لوگوں کی یہ فطرت ہے کہ پہلے جذبات میں بہہ جاتے ہیں بعد میں انھیں ہوش آتا ہے۔ آپؑ دیکھیں گے کہ یہ لوگ دوڑے آئیں گے اور اپنی سواریاں آپؑ کے پاس بٹھائیں گے، اور اگر آپؑ بچھو کی طرح کسی سوراخ میں چھپ کر بھی بیٹھ جائیں تب بھی یہ آپؑ کو ڈھونڈ نکالیں گے۔

بحار الانوار

باب ۶

آپؐ کا مکارمِ اخلاق

علم و فضل، شرف و جلالتِ قدر

اور

نادر احتجاجات

ANSAR

① آپؑ کی عبادات، زُہد اور تقویٰ

مفضل بن عمر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے، اُنھوں نے اپنے پدرِ بزرگوار سے، اُنھوں نے اپنے پدرِ عالیقدر سے روایت کی ہے: آپؑ نے فرمایا کہ: حضرت امام حسن ابنِ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ علیہ السلام اپنے زمانے میں سب سے زیادہ عبادت گذار، سب سے بڑے زاہد اور سب سے افضل تھے۔ آپؑ حج کرتے تھے تو پاپیادہ، بلکہ کبھی کبھی پابرہنہ۔

جب موت کا ذکر کرتے تو گریہ فرماتے، جب قبر کا ذکر کرتے تو گریہ فرماتے، جب حشر و نشر کا ذکر کرتے تو گریہ فرماتے، جب صراط پر سے گذرنے کا ذکر کرتے تو گریہ فرماتے، جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کا ذکر کرتے تو ایک چیخ مارتے اور غش کھا کر گر پڑتے۔

جب اپنے رب کے حضور میں نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو آپؑ کا بند بند کانپنے لگتا۔ جب جنّت و جہنّم کا ذکر کرتے تو عقربِ گزیدہ کی طرح تڑپنے لگتے اور اللہ تعالےٰ سے جنّت کے لیے دعا کرتے اور جہنّم سے پناہ چاہتے۔

آپؑ جب قرآن مجید کی تلاوت فرماتے اور اس میں جہاں کہیں بھی "یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" آتا، فوراً کہتے لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ۔

آپؑ کو کسی حال میں بھی ذکرِ خدا سے خالی نہیں دیکھا گیا۔ آپؑ سب سے زیادہ صادق اللہجہ، سب سے زیادہ فصیح البیان تھے۔

○ معاویہ کی فرمائش پر آپؑ نے بیمثال خطبہ ارشاد فرمایا

ایک مرتبہ معاویہ سے کہا گیا کہ کیا اچھا ہوتا اگر آپ حسنؑ ابنِ علیؑ ابنِ ابیطالبؑ سے خطبہ دینے کی فرمائش کرتے، تاکہ ان کا سارا نقص ظاہر ہو جاتا۔

چنانچہ معاویہ نے امام حسن علیہ السلام کو بُلوایا اور کہا کہ آپؑ منبر پر جا کر ہم لوگوں کو کچھ

وعظ و پند کریں۔

پس آپؑ کھڑے ہوئے اور منبر پر تشریف فرما ہونے کے بعد حمد و ثنائے الٰہی بجالائے: پھر فرمایا: اے لوگو! جو ہمیں جانتا ہے وہ تو جانتا ہی ہے، جو نہیں جانتا وہ جان لے کہ: میں حسنؑ ابنِ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ ہوں۔ میں سیدۃ النساء فاطمہ زہراؑ بنتِ رسول اللہؐ کا فرزند ہوں، میں اُس کا فرزند ہوں جو تمام مخلوقات میں سب سے بہتر ہے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرزند ہوں، میں صاحبِ فضائل کا فرزند ہوں، میں صاحبِ معجزات و دلائل کا فرزند ہوں، میں امیر المومنین کا فرزند ہوں، میں اپنے حق سے محروم کر دیا گیا ہوں، میں اور میرا بھائی حسینؑ دونوں جوانانِ اہلِ جنت کے سردار ہیں، میں رکن و مقام کا فرزند ہوں، میں مکہ و منیٰ کا فرزند ہوں، میں مشعر و عرفات کا فرزند ہوں۔

معاویہ نے کہا، چھوڑیے ان باتوں کو ذرا رُطب کے متعلق کچھ بیان کیجیے۔

آپؑ نے فرمایا: رُطب کے دانے ہوا سے بڑے ہوتے ہیں، گرمی سے پک جاتے ہیں اور ٹھنڈک سے لطیف و طیب ہو جاتے ہیں۔

یہ کہہ کر آپؑ پھر سلسلۂ کلام کی طرف پلٹے اور فرمایا: میں خلقِ خدا کا امام ہوں میں محمدؐ رسول اللہ کا فرزند ہوں۔

یہ سُن کر معاویہ خوفزدہ ہوا کہ آگے نہیں معلوم یہ کیا کہہ دیں اور لوگوں کو حقیقت کا علم ہو جائے تو فتنہ برپا ہو جائے گا۔ اس لیے اُس نے کہا: اے ابو محمدؐ! بس جو کچھ آپؑ نے کہا وہ کافی ہے اب آپؑ منبر سے اتر آئیں۔

امام حسن علیہ السلام منبر سے نیچے اُتر آئے۔ (امالی صدوقؒ)

(۲) وقتِ احتضار گریہ

حضرت امام رضا علیہ السلام نے اپنے آبائے کرام سے روایت کی ہے کہ جب حضرت امام حسن بن علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کا وقتِ وفات قریب آیا تو آپؑ رونے لگے آپؑ سے کہا گیا: فرزندِ رسول! آپؑ گریہ فرماتے ہیں درآنحالیکہ آپؑ کو تو رسول اللہؐ کے پاس ایک خاص مقام حاصل ہے، آپؑ کے تو رسول اللہؐ نے بڑے فضائل و مراتب بیان فرمائے ہیں، پھر یہ کہ آپؑ نے بیس حج پاپیادہ کیے ہیں، تین مرتبہ تو آپؑ نے اپنا نصف مال راہِ خدا میں دیا حد یہ ہے کہ ایک پاؤں کا جوتا اپنے لیے رکھا اور ایک پاؤں کا راہِ خدا میں دیا!

آپؑ نے فرمایا: میرے رونے کی دو وجہیں ہیں، ایک ہولِ قیامت اور دوسری فرقتِ احباب۔ (امالی صدوقؒ)

۳ پاپیادہ حج :

ابنِ بکیر کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام ابوعبداللہ جعفر صادق علیہ السّلام سے دریافت کیا کہ میں نے سُنا ہے کہ حضرت امام حسن بن علی علیہ السّلام نے بیس حج پاپیادہ کیے۔؟

آپؑ نے فرمایا، ہاں حضرت امام حسنؑ بن علیؑ نے پاپیادہ حج کیے اور محملیں و سواریاں آپؑ کے ساتھ چلتی تھیں۔ (قرب الاسناد)

• ابنِ موسیٰ نے اسدی سے اُنھوں نے نخعی سے، اُنھوں نے حسن بن سعید سے اُنھوں نے مفضّل بن یحییٰ سے اُنھوں نے سلیمان سے اور اُنھوں نے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔ (علل الشّرائع)

۴ بھیک مانگنا صرف تین موقعوں پر جائز ہے

حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے۔ آپؑ نے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ عثمان بن عفّان مسجدِ نبوی کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک سائل نے اُن سے سوال کیا اور اُنھوں نے اُس کو پانچ درہم دیے جانے کا حکم دیا۔

اس سائل نے کہا (کچھ اور مخیّر حضرات کا) پتہ بتا دیجیے۔

عثمان نے کہا، وہ چند نوجوان جو تم کو نظر آرہے ہیں، (یہ کہہ کر اُنھوں نے مسجد کے ایک گوشے کی طرف اشارہ کیا، جہاں امام حسنؑ، امام حسینؑ اور عبداللہ بن جعفرؑ بیٹھے ہوئے تھے) اُس سائل نے اُن حضرات کے پاس پہنچ کر سلام کیا پھر اُن سے سوال کیا۔

امام حسن علیہ السّلام نے فرمایا: اے شخص! سوال کرنا، جائز و حلال نہیں ہے مگر صرف تین مواقع پر؛ کوئی ناگہانی مصیبت ہوئے یا قرض نے مجبور کر دیا ہو یا فقر و افلاس نے پست کر دیا ہو۔

بتاؤ! تمھیں ان تینوں میں سے کون سی مجبوری پیش آگئی ہے۔؟

سائل نے عرض کی، جی ہاں اِنہی تینوں میں سے ایک مجبوری ہے۔
امام حسن علیہ السلام نے حکم دیا، اسے پچاس دینار دیدیے جائیں۔ امام حسینؑ نے حکم دیا میری طرف سے اسے اُنچاس (۴۹) دینار دیے جائیں، عبداللہ بن جعفرؑ نے حکم دیا میری طرف سے اس کو اڑتالیس (۴۸) دینار دیے جائیں۔
سائل یہ سب لیکر واپس ہوا اور عثمان بن عفان کے پاس سے گذرا۔
اُنھوں نے پوچھا کچھ کام بنا؟
سائل نے عرض کی، جی ہاں۔ آپ کے پاس آیا تھا اور آپ نے جو کچھ مجھے دیا تھا وہ تو آپ کو معلوم ہی ہے، مگر آپ نے مجھ سے کچھ نہ پوچھا کہ میں کیوں مانگ رہا ہوں، مگر اُس گیسوؤں والے سے جب میں نے سوال کیا تو اُس نے مجھ سے دریافت کیا کہ آخر یہ بھیک مانگنے اور سوال کرنے کی کیا وجہ درپیش ہے۔ اِس لیے کہ سوال کرنا صرف تین ہی صورتوں میں جائز ہے۔
میں نے انھیں تین وجوہات میں سے ایک وجہ بتائی۔ اُنھوں نے مجھے پچاس دینار دیے، دوسرے نے اُنچاس دینا دیے، تیسرے نے اڑتالیس دینار دیے۔
عثمان نے کہا: ایسے نوجوان تم کو کہاں ملیں گے۔ یہ صاحبان تو دودھ کے بدلے عِلم پی پی کر بڑے ہوئے ہیں اور خیر و حکمت سے بھرے ہوئے ہیں۔ (خصال)

(۵) کمسنی میں امام حسنؑ کی معجزانہ گفتگو اور کثیر لوگوں کا مسلمان ہونا

ابو یعقوب یوسف بن جراح نے اپنے اسناد کے ساتھ حذیفہ بن یمان سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ایک پہاڑ پر تھے اور میرا خیال ہے کہ وہ کوہِ حرا وغیرہ تھا۔ آپؐ کے ساتھ ابوبکر و عمر و عثمان و علیؑ اور مہاجرین و انصار کی ایک جماعت تھی اور انس بھی موجود تھے۔ حذیفہ آپؐ سے باتیں کر رہے تھے کہ اتنے میں حسنؑ ابنِ علیؑ آہستہ آہستہ وقار کے ساتھ آتے ہوئے نظر آئے۔
جب آنحضرتؐ نے انھیں دیکھا تو فرمایا: جبرئیلؑ ان کو آہستہ آہستہ چلا رہے ہیں اور میکائیل ان کو سنبھالے ہوئے ہیں۔
پھر فرمایا: یہ میرا فرزند ہے، طاہر ہے، میرے نفس سے ہے، میری پسلیوں سے

ایک پسلی ہے۔ میرا انوسہ ہے، میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ میرے والد اس پر قربان۔

پھر آنحضرتؐ اٹھے اور ہم سب بھی آپؐ کے ساتھ اٹھے۔ آپؐ حسنؑ سے فرماتے جاتے تو میرا سیب (میوۂ دل) ہے، تو میرا پیارا ہے، میری جان ہے۔

پھر آپؐ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور ان کو ساتھ لے کر چلے، آپؐ کے ساتھ ہم بھی چلے اور آکر ایک جگہ تشریف فرما ہوئے، ہم سب بھی آپؐ کے گرد بیٹھ گئے۔ ہماری نظریں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر جمی ہوئی تھیں مگر آپؐ مسلسل حسنؑ کی طرف دیکھے جا رہے تھے آپؐ نے فرمایا: یہ بچہ میرے بعد ہادی و مہدی ہوگا۔ یہ ربُّ العالمین کی طرف سے میرے پیغام کو عام کرے گا اور میرے آثار سے لوگوں کو روشناس کرائے گا، یہ میری سنّت کو زندہ کرے گا اور اپنے اعمال و افعال میں میرے امور کا ذمّے دار ہوگا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی نظر ہے اللہ ج اُس پر رحم فرماتا ہے جس کو اس کی معرفت حاصل ہے جو اِس کے معاملے میں میرے ساتھ نیکی کرے، جو اِس کے بارے میں میرا لحاظ و پاس کرے اللہ تعالیٰ اُس پر رحم فرمائے۔

ابھی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنا سلسلۂ کلام قطع بھی نہیں فرمایا تھا کہ ایک اعرابی اپنی چھڑی گھسیٹتا ہوا آگیا۔

جب آنحضرتؐ نے اُسے دیکھا تو فرمایا: اب تم لوگوں کے پاس ایک ایسا شخص وارد ہو رہا ہے جس کی دُرشت گفتگو سے تم لوگ کانپ اٹھوگے۔ یہ تم لوگوں سے چند سوالات کرے گا مگر اس کی گفتگو بہت ترش ہوگی۔

اتنے میں وہ اعرابی بھی قریب آپہنچا اور بغیر سلام کیے ہوئے بولا: تم لوگوں میں محمدؐ کون ہے؟

ہم نے کہا، کیا ارادہ ہے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا، تم اس سے درگزر کرو (بات کرنے دو)

اُس نے کہا: اے محمدؐ! میں نے اِس سے قبل تمھیں نہیں دیکھا تھا اور میں بغیر دیکھے ہی تمہارا دشمن تھا، مگر اب تو دشمنی اور بڑھ گئی۔

آنحضرتؐ یہ سن کر متبسّم ہوئے لیکن ہم لوگوں کو اُس پر سخت غصّہ آرہا تھا اور ارادہ ہوا کہ اس کے ساتھ کچھ کیا جائے۔

مگر آنحضرتؐ نے اشارے سے منع فرمایا کہ تم لوگ خاموش رہو۔

اعرابی نے کہا: اے محمدؐ! تمھارا خیال ہے کہ تم نبی ہو اور گزشتہ انبیا پر بہتان

رکھتے ہو۔ حالانکہ تمھارے پاس تمھاری نبوّت کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

آپؐ نے فرمایا: اے اعرابی! تجھے کیا معلوم (کہ میرے پاس کوئی دلیل ہے یا نہیں)

اُس نے کہا: اچھا اپنی دلیل پیش کرو۔

آپؐ نے فرمایا: اگر تو پسند کرے تو میرے اعضاء میں سے ایک عضو دلیل پیش کرے اور یہ سب سے پختہ دلیل ہوگی۔

اعرابی نے کہا، کیا عضو بھی بات چیت کر سکتا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: ہاں۔

پھر فرمایا: اے حسنؑ! اُٹھو۔

اعرابی نے اپنے دل میں کہا، یہ خود تو مقابلے پر آتے نہیں ایک بچے کو مجھ سے بات کرنے کے لیے کھڑا کر دیا ہے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا (گھبراؤ نہیں) جو کچھ تو پوچھے گا، یہ بچہ بتائے گا۔

اتنے میں حسنؑ آگے بڑھے اور بولے: اے اعرابی! ٹھہر جا

ما غبیًّا سألت وابن غبی — بل فقیہًا اذن وأنت الجھول

فان تك قد جھلت فانّ عندی — شفاء الجھل ما سأل السئول

وبحرًا لا تقسمہُ الدّوالی — تراثًا کان اورثہ الرّسول

ترجمۂ اشعار:

ترجمہ شعرا: تو کسی غبی (کند ذہن) ابن غبی سے سوال نہیں کرے گا بلکہ جس سے تو سوال کرے گا وہ فقیہ اور سراپا گوش ہے اور تو سخت جاہل ہے۔

ترجمہ شعر۲: اور اگر تو جاہل ہے تو میرے پاس مرضِ جہل کا علاج موجود ہے جو تو چاہے سوال کر۔

ترجمہ شعر۳: یہ ایک سمندر ہے جو ختم نہیں ہو سکتا، یہ وہ میراث ہے جو اُس کو رسولؐ سے ملی ہے۔

تو نے بڑی زبان درازی و جسارت کی ہے اور حد سے تجاوز کر گیا ہے، تو نے اپنے نفس کو دھوکے میں رکھا ہے مگر انشاء اللہ تعالیٰ تو یہاں سے بغیر ایمان لائے ہوئے نہیں جائے گا۔

یہ سُن کر اعرابی مسکرایا اور کہا: اچھا، آگے چلیے۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: سُن: تم لوگ اپنے جرگے میں جمع ہوئے اور

ناواقفیت ولاعلمی کی بنا پر جو باتیں تم لوگوں میں پھیلی ہوئی تھیں اُن کا تذکرہ ہوا تو تم لوگوں نے سوچا کہ محمدؐ ایک شاخِ بے ثمر ہیں اُن کے آل اولاد نہیں ہے اور تمام عرب اُن کا دشمن ہے، اُن کے خون کا بدلہ لینے والا کوئی نہ ہوگا اس لیے اُن کو قتل کرو گے تو تمھاری قوم تمھیں انعام و اکرام دے گی۔ یہ سوچ کر تم نے قتل کرنے کا پختہ ارادہ کیا اور اپنا نیزہ اُٹھا کر چلے تو تمھاری آنکھوں کی بصارت جاتی رہی، راستہ چلنا دشوار ہو گیا، مگر اِس خوف سے کہ کہیں یہ بات مشہور نہ ہو جائے کسی طرح ہمارے پاس آپہنچے، مگر تمھارا آنا تمھارے لیے بہتر ہی ہوا۔

اب میں تمھارے سفر کا مفصّل حال بیان کرتا ہوں۔ سنو! تم اپنے گھر سے رات کے وقت نکلے تو مَطلع بالکل صاف تھا، اتنے میں شدید ہوائیں چلنے لگیں جس سے اندھیرا چھا گیا، بادل گھِر آئے بارش ہونے لگی۔ اب تم (لقیط بن زرارہ کے) اُس سرخ گھوڑے کے مانند ہو گئے (جس کے متعلق اُس نے کہا ہے کہ) اگر یہ آگے بڑھے تو نحر ہو جائے اور پیچھے مڑکر بھاگے تو اس کی ٹانگیں کاٹ دی جائیں۔ اُس وقت نہ تمھیں کسی چلنے والے کے قدموں کی چاپ سنائی دے رہی تھی اور نہ کسی آگ روشن کرنے والے کی بھونکوں کی آواز آرہی تھی گھنگھور گھٹائیں چھا گئیں، آسمان کے سارے ستارے چھُپ گئے ایک ستارہ بھی نہ تھا کہ جس سے تم راستے کا اندازہ کرتے اور نہ کوئی ایسا نشان کہ جس سے پتہ چلتا۔ تم عام راستے سے ہٹ گئے اور ایک بہت گہری وادی میں اُتر گئے۔ اس سے اوپر چڑھے تو راستے سے اور دُور ہوتے گئے، ہوا تم کو اُڑائے لیے جا رہی تھی، کانٹے چبھے جا رہے تھے آندھی چل رہی تھی بجلی چمک رہی تھی، ٹیلوں اور پہاڑیوں سے تمھیں وحشت ہو رہی تھی جھاڑیاں کاٹ کھائے جا رہی تھیں، یکایک تم نے دیکھا تو تم ہم لوگوں کے پاس تھے، اب تمھاری آنکھوں میں خوشی دوڑ گئی تمھارا سارا رنج وغم کافور ہو گیا۔

اعرابی نے کہا: صاحبزادے! آپؑ نے یہ کیسے بتا دیا؟ اور یہ سب کچھ بتا کر تو آپؑ نے میرے دل کے دریچے کو کھول دیا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ ان تمام حالات کا مشاہدہ کر رہے تھے اور میری کوئی بات آپؑ سے پوشیدہ نہیں گویا آپؑ کے پاس علم غیب ہے۔ اچھا اب یہ بتائیے کہ اسلام کیا ہے؟

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

وہ اعرابی فوراً اسلام لایا اور اچھا مسلمان بن گیا۔ آنحضرتؑ نے اس کو قرآن مجید کی کچھ تعلیم دی، پھر

پھر اُس نے عرض کی، یا رسول اللہؐ! کیا میں اپنی قوم میں جا کر اُنھیں یہ ساری

باتیں بتادوں ؟

آنحضرتؐ نے اُسے اجازت دی، وہ واپس ہوا۔ اِس کے بعد پھر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اُس کے ساتھ اُس کی قوم کی ایک جماعت بھی آئی اور سب کے سب دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔

چنانچہ اِس کے بعد جب بھی لوگ امام حسن علیہ السلام کو دیکھتے تو کہتے کہ آپؑ کو وہ چیز عطا کی گئی ہے جو دنیا میں کسی کو عطا نہیں ہوئی ہے۔ (کتاب العدد)

⑥ تعزیت کے ایک خط کا جواب

محمّد بن مسلم سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سُنا کہ حضرت امام حسن ابنِ علی علیہ السلام کی ایک دختر کے انتقال پر آپؑ کے چند اصحاب نے آپؑ کو تعزیت کا خط لکھا تو آپؑ نے اُن کے خط کے جواب میں یہ تحریر فرمایا:

امّا بعد: میری فلاں دختر کی تعزیت کے سلسلے میں تم لوگوں کا خط مجھے ملا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابتلاء، وآزمائش، صبر اور اس کے حکمِ قضا کے سامنے سرِ تسلیم خم کر کے میں اللہؔ سے اجر و ثواب کا طالب ہوں۔ واقعتًا ان مصائب و حادثات نے ہمیں بہت دُکھ اور تکلیف پہنچائی۔ وہ قابلِ الفت احباب جو ہماری معرفت رکھتے تھے وہ برادرانِ ایمانی جو ہم سے محبّت کرتے تھے دیکھنے والے جنھیں دیکھ کر خوش ہو جاتے تھے، آنکھیں جنھیں دیکھ کر ٹھنڈک محسوس کرتی تھیں وہ گذر گئے۔ ان کی زندگی کے ایّام پورے ہو گئے، انھیں موت آگئی وہ اپنے اخلاف کو چھوڑ گئے اور کوچ کر گئے۔ اب وہ مُردوں کی قبرستانوں میں ہیں آپس میں پڑوسی ہو کر بھی پڑوسی نہیں ہیں، اتنے قریبی پڑوسی ہو کر بھی نہ آپس میں ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں نہ ایک دوسرے کی زیارت کو آتے جاتے ہیں۔ ان کے اجسام اپنے اہل و عیال سے دُور ہیں، اُن کی بزم' احباب سے خالی ہے۔ جیسے مکانوں میں یہ رہتے تھے، نہ اب ایسا مکان نظر آتا ہے نہ جائے قیام، وہ اپنے مانوس گھروں سے نکل کر ایک پُر وحشت گھر میں ہیں۔ وہ بچّی میری کنیز تھی، وہ اُس راستے پر روانہ ہو گئی جس پر اوّلین جا چکے اور آخرین جائیں گے۔ والسّلام

(امالی مفیدؒ)

⑦ آپؑ ہر لغت پر مکمل دستگاہ رکھتے تھے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آبائے کرام کے واسطے سے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے دو شہر ہیں ایک مشرق میں دوسرا مغرب میں۔ ان دونوں کی شہر پناہ کی دیواریں لوہے کی ہیں۔ ہر شہر میں ایک ایک سونے کے دروازے ہیں جن میں ستر ستر ہزار زبانیں بولی جاتی ہیں ان میں ہر قوم الگ الگ زبان (لغت) استعمال کرتی ہے اور ان تمام زبانوں (لغات) سے میں واقف ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ ان دونوں شہروں کے اندر کیا کچھ ہے اور ان دونوں پر اللہ تعالیٰ کی حجت (امام) میرے اور میرے بھائی حسینؑ کے سوا کوئی نہیں ہے۔ (الخرائج والجرائح)

- احمد بن حسین نے اپنے باپ سے ان ہی اسناد کے ساتھ اسی کے مثل روایت کی ہے۔ (الخرائج والجرائح)
- ابن ابی عمیرؒ سے اسی کے مثل روایت ہے۔ (مناقب ابن شہر آشوب)

⑧ ٹڈی کے پروں پر مکتوب

مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسن علیہ السلام اور عبداللہ بن العباسؓ ایک ہی دسترخوان پر بیٹھے ہوتے تھے کہ ایک ٹڈی آکر دسترخوان پر بیٹھ گئی تو عبداللہ بن العباسؓ نے امام حسن علیہ السلام سے پوچھا: اس ٹڈی کے پروں پر کیا لکھا ہوا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس کے پروں پر یہ تحریر ہے:

"اَنَا اللّٰه لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنا ربما ابعث الجراد لقومٍ جياعٍ ليأكلوه و ربّما أبعثها نقمة على قومٍ فناءً كلّ أطعمتهم"

یعنی: (میں ہوں اللہ، نہیں ہے کوئی اللہ لیکن میں (سوائے میرے) میں ہی بھیجتا ہوں ان ٹڈیوں کو کبھی ایسی قوم کی طرف جو بھوکی ہے تاکہ وہ اسے کھائیں اور کبھی بھیجتا ہوں ایک قوم کی طرف بر بنائے عذاب تاکہ یہ اُس قوم کی ساری غذا کھا جائیں۔)

یہ سُن کر عبداللہؓ ابن عباسؓ نے اُٹھ کر امام حسن علیہ السلام کی پیشانی کو بوسہ دیا اور عرض کی: یہ ہے علمِ مکنون۔ (الخرائج والجرائح)

⑨ امام حسنؑ اور طلاق

ابنِ محبوب نے عبداللہ بن سنان سے اور اُنھوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے: آپؑ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک شخص حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں آپؑ کے پاس ایک مشورے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ حسنؑ و حسینؑ اور عبداللہ ابن جعفرؓ نے میری دختر سے شادی کا پیغام دیا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: جس سے مشورہ لیا جاتا ہے اس کو معتمد سمجھ کر، تو سنو! حسنؑ عورتوں کو طلاق دے دیا کرتے ہیں، لہٰذا تم اپنی بیٹی کی شادی حسینؑ سے کر دو۔ وہ تمھاری دختر کے لیے بہتر ثابت ہوں گے۔ (کتاب المحاسن)

⑩ امام حسنؑ شبیہِ رسولؐ تھے

زہری نے انس بن مالک سے روایت کی ہے: ان کا بیان ہے کہ حضرت امام حسن بن علی علیہ السلام سے زیادہ کوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ نہ تھا۔ (کتاب الارشاد)

⑪ امام حسنؑ کے رُعب وجلال سے راستے بند ہو جاتے تھے

محمدؔ بن اسحاق نے اپنی کتاب میں تحریر کیا ہے کہ بعدِ رسولؐ امام حسن علیہ السلام کو جو شرف لوگوں میں حاصل تھا وہ کسی اور کو نہ تھا۔ آپؑ کے گھر کے دروازے پر آپؑ کے لیے فرش بچھایا جاتا۔ جب آپؑ بیت الشرف سے باہر تشریف لاتے تو اس فرش پر جلوہ افروز ہوتے اور راستہ بند ہو جاتا۔ آپؑ کی عظمت وجلالت کے پیشِ نظر کوئی ایک شخص بھی اُدھر سے نہ گذرتا تھا۔ جب آپؑ یہ محسوس فرماتے تو اُٹھ کر اندر تشریف لے جاتے اور لوگوں کی اُس راستے سے آمدورفت شروع ہو جاتی تھی۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے خود دیکھا کہ آپؑ سفرِ مکہ میں پا پیادہ چل رہے تھے ۔خلقِ خدا میں سے جس نے بھی آپؑ کو پا پیادہ چلتے دیکھا سواری سے اُتر کر پا پیادہ چلنے لگا، یہاں تک کہ سعد بن ابی وقاص کو بھی میں نے پیدل چلتے دیکھا۔ (مناقب ابنِ شہر آشوب)

میری زبان گرہ گیر ہو رہی ہے شاید کوئی بزرگ مجھے دیکھ رہا ہے

ابو سعادات نے اپنی کتاب "الفضائل" میں تحریر کیا ہے کہ حضرت امام حسن ابنِ علی علیہ السلام ابھی صرف سات سال کے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلسِ وعظ میں حاضر رہتے، وحی کی باتیں سنتے، اُسے یاد رکھتے پھر اپنی مادرِ گرامی کے پاس آتے اور اُن سے جو کچھ سنتے وہ سب بیان کر دیتے، اور جب حضرت علیؑ آتے اور حضرت فاطمہ زہرا سے بھی نازل ہونے والی آیات کی باتیں بعینہٖ سنتے تو دریافت فرماتے کہ اے بنتِ رسولؐ! آپؑ کو اس کا علم کیسے ہو جاتا ہے؟

حضرت فاطمہ زہراؑ کہتیں کہ مجھے آپؑ کے فرزند حسنؑ سے معلوم ہو جاتا ہے۔

چنانچہ ایک دن حضرت علی علیہ السلام گھر کے کسی گوشے میں چھپ کر بیٹھ گئے اور حسنؑ وحی کے ذریعے سے نازل ہونے والی آیات سُن کر آئے، چاہا کہ اپنی والدۂ گرامی کو سُنائیں مگر آپؑ کی زبان گرہ گیر ہوئی اور بیان کرنے سے قاصر رہے۔ آپؑ کی والدۂ گرامی کو حیرت ہوتی کہ حسنؑ وحی کی ترجمانی نہیں کر سکے۔

امام حسن علیہ السلام نے عرض کی، آپؑ حیرت نہ کریں، معلوم ہوتا ہے کہ میرا کوئی بزرگ سُن رہا ہے اُن کے رُعب سے میری زبان میں تلجلج پیدا ہو گیا ہے۔

یہ سُن کر حضرت علی علیہ السلام باہر تشریف لے آئے اور امام حسن علیہ السلام کا منھ چوم لیا۔

- اور ایک روایت میں ہے کہ امام حسنؑ نے عرض کی، والدۂ گرامی میں بیان نہیں کر سکتا، میری زبان گُنگ ہو رہی ہے شاید کوئی بزرگ مجھے دیکھ رہا ہے۔

(مناقب)

(۱۲) مجھ میں عظمت نہیں، بلکہ اللہ کی دی ہوئی عزت ہے

ایک مرتبہ حضرت امام حسن علیہ السلام سے عرض کیا گیا کہ آپؑ میں بڑی عظمت و بزرگی ہے۔

آپؑ نے فرمایا: (عظمت نہ کہو) مجھ میں عزت ہے۔
پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:
"وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (سورۂ منافقون آیت ۸)
یعنی: (اور عزت تو اللہ کے لیے ہے اور اُس کے رسولؐ اور مومنین کے لیے ہے۔)

(مناقب)

• واصل بن عطا کا قول ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام میں نشانیاں انبیاء کی اور رُعب و جلال بادشاہوں کا سا تھا۔ (مناقب)

(۱۳) حضرت امام حسن علیہ السلام کا زُہد

"روضۃ الواعظین" میں ہے کہ جب حضرت امام حسن علیہ السلام وضو کرنے کے لیے بیٹھتے تو آپؑ کا جوڑ جوڑ کانپنے لگتا، چہرہ زرد پڑ جاتا۔ آپؑ سے اس کی وجہ پوچھی گئی۔
آپؑ نے فرمایا: جو شخص اللہ کی بارگاہ میں کھڑا ہو اُس کا جوڑ و بند کانپنا اور چہرہ زرد پڑ جانا ہی چاہیے۔

○ آپؑ نے گھر کا نصف اثاثہ: راہِ خدا میں دو مرتبہ دیا

جب آپؑ مسجد میں پہنچتے تو اپنا سر اوپر کی طرف کر کے عرض کرتے۔ "پروردگارا! تیرا مہمان تیرے دروازے پر ہے، اے احسان کرنے والے! تیری بارگاہ میں ایک گنہگار حاضر ہوا ہے۔ اے کریم! اپنے کرم سے میری تمام بُرائیوں کو دُور فرما دے۔

عبداللہ بن عمر نے عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ امام حسن علیہ السلام نے پچیس حج پاپیادہ کیے، حالانکہ آپؑ کے ہمراہ سواریاں بھی ہوتی تھیں۔

آپؑ نے اپنا آدھا اثاثہ دو مرتبہ راہِ خدا میں خیرات کیا، یہاںتک کہ ایک پاؤں کا جوتا راہِ خدا میں دیدیا اور ایک پاؤں کا اپنے پاس رکھا، ایک پاؤں کا موزہ بھی راہِ خدا میں دیدیا اور ایک پاؤں کا اپنے پاس رکھا۔ (مناقبِ ابنِ شہر آشوب)

(۱۴) دریا میں غسل باحتیاط کرتے تھے

عبدالرحمٰن بن ابی لیلی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسن علیہ السلام مع اپنی ردا کے دریائے فرات میں اُتر گئے۔ میں نے عرض کی، فرزندِ رسولؐ! اپنے کپڑے تو اُتار لیے ہوتے۔ (تاکہ غسل کرنے میں سہولت ہوتی)

آپؑ نے فرمایا: اے عبدالرحمٰن! دریا میں پانی کے جانور بھی ہوتے ہیں۔

امام حسنؑ کے پُر از موعظت اشعار

دزی کدر الایّام اِنّ صفاءھا
تولّی بایّام السرور الذّواھب

وکیف یغرُّ الدّھر مَن کان بینہ
وبین اللیالی محکمٰت التجارب
زمانے سے وہ شخص کیسے دھوکا کھا سکتا ہے جس کے سامنے دن رات کے واضح تجربات موجود ہیں۔

یہ دو اشعار بھی آپؑ ہی کے ہیں۔

قُلْ لِلْمُقِیْم بِغَیْرِ دَارِ اِقَامَۃ
حَانَ الرَّحِیْل فَوَدِّعِ الْأَحْبَابا
اُس شخص سے کہدو جو اس جگہ مقیم ہے جہاں اُس کے قیام کی جگہ نہیں، کہ کوچ کا وقت آگیا اپنے احباب سے رخصت ہو جاؤ۔

اِنّ الّذین لقیتھم وصحبتھم
صاروا جمیعًا فِی القُبُورِ تُرابا
تمھارے سارے ملاقاتی اور سارے اصحاب سب کے سب ہی قبر میں مٹی ہو چکے ہیں۔

یہ شعر بھی آپؑ ہی کا ہے :

یا اَھْلَ لذّاتِ دُنیا لا بقاءَ لَھا إنَّ المُقامَ بظلٍّ زائلٍ حُمُق	اے دنیا کی لذات سے لطف اندوز ہونے والو ! ڈھلتی ہوئی چھاؤں میں قیام کرنا تو حماقت ہی ہے ۔

نیز یہ دو اشعار بھی آپؑ ہی کے ہیں :

لَکِسْرَةٌ مِنْ خَسِیْسِ الْخُبْزِ تشبعنی وَشَرْبَةٌ مِنْ قراحِ الْماءِ تَکْفِیْنی	معمولی روٹی کے ایک ٹکڑے سے میرا پیٹ بھر جاتا ہے ، اور پانی کا ایک پیالہ میرے پینے کے لیے کافی ہے ۔
وَطمرةٌ مِنْ رَقِیْقِ الثَّوْبِ تَسترنی حیًا وَّ اِنْ مُتُّ تَکْفِیْنی لتکفِیْنی	بوسیدہ اور ہلکا سا کپڑا بھی زندگی میں میرے جسم کو ڈھانپ لیتا ہے اور جب میں مرجاؤں گا تو میرے لیے کفن کافی ہوگا ۔

○ سخاوتِ امام حسن علیہ السّلام :

- روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسن علیہ السّلام سے کسی شخص نے سوال کیا تو آپؑ نے اُس کو پچاس ہزار درہم اور پانچ سو دینار عطا فرما دیے اور فرمایا : ایک مزدور بلا لاؤ تاکہ وہ یہ سب تمھارے ساتھ اٹھا کر پہنچا دے ۔

جب وہ مزدور لے آیا تو آپؑ نے ایک سبز رنگ کی خوبصورت ایرانی چادر اُس کو دی اور فرمایا کہ : یہ مزدور کی مزدوری ہے ۔

- ایک مرتبہ ایک اعرابی آپؑ کے پاس آیا ۔ آپؑ نے حکم دیا " اس وقت جو کچھ میرے خزانے میں ہے وہ سب اس کو دیدو ۔ "

جب دیکھا گیا تو خزانے میں اس وقت بیس ہزار دنیار تھے آپؑ نے وہ سب ہی اُس اعرابی کو دیدیے ۔

اعرابی نے عرض کی مولا ! آپؑ نے تو کچھ چھوڑا ہی نہیں کہ میں اپنی حاجت بیان کروں اور آپؑ کی مدح کروں ۔

آپؑ نے فرمایا : (سنو ! کہ ہم کیا ہیں)

نَحنُ اُناسٍ نوالنا خضل یَرتع فیہِ الرّجاءِ و الاَمل	ہم وہ لوگ ہیں کہ ہماری سخاوت کے سبزہ زار میں امّید و آس لے کر آنے والے اس میں سے چَر جاتے ہیں۔
تَجودُ قبلَ سُؤال اَنفُسنَا خوفاً علیٰ ماءِ وجہِ مَن یَّسل	ہم لوگ سوال سے قبل ہی عطا کر دیتے ہیں تاکہ بیچارے سائل کے چہرے کی آب سوال سے نہ اُتر جائے۔
لَو عَلِمَ البحر فضلَ نائِلنَا لَغاضَ مِن بعدِ فیضہ خَجل	اگر سمندر کو معلوم ہو جائے کہ ہم لوگ کتنے سخی ہیں، تو وہ بھی اپنی سخاوت پر شرمندہ اور نادم ہو جائے۔

(۱۵) آپؑ کی سخاوت کے چند واقعات

ابو جعفر مدائنی نے ایک طویل بیان میں کہا ہے کہ: ایک مرتبہ حضرت امام حسنؑ و حضرت امام حسینؑ اور حضرت عبداللہؓ بن جعفر طیارؓ حج کے ارادے سے چلے۔ راستے میں ان کا سامان (ضائع) گم ہو گیا۔ بھوک و پیاس کا غلبہ شدید ہو گیا۔ ایک گھاٹی (دامنِ کوہ) میں ایک خیمہ نظر آیا۔ وہاں ایک بڑھیا تھی، اُس سے پانی کی درخواست کی۔

بُڑھیا نے کہا، یہ بکری ہے اس کا دودھ دُوہ کر پی لو۔

اُنھوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر اُس سے کہا، اب ہمیں کچھ کھلاؤ بھی۔

بُڑھیا نے کہا، میرے پاس اِس بکری کے سوا کچھ نہیں ہے۔ تم میں سے کوئی اس کو ذبح کر دے تو میں آپ لوگوں کے لیے کھانا تیّار کر دوں۔

چنانچہ ان میں سے ایک نے بکری کو ذبح کر کے گوشت بُڑھیا کو دیا، اُس نے گوشت بھون کر اُن کے سامنے رکھ دیا، سب نے حسبِ ضرورت کھایا اور وہیں کچھ دیر قیلولہ کیا پھر جب چلنے لگے تو اُس سے کہا کہ ہم قبیلۂ قریش کے افراد ہیں، اِدھر آ نکلے ہیں جب ہم اپنے وطن واپس ہوں تو ہم سے ملنا، ہم لوگ تمھارے ساتھ اچھا سلوک کریں گے: یہ کہہ کر روانہ ہو گئے۔

جب اُس کا شوہر آیا اور اسے حال معلوم ہوا تو اُس نے بُڑھیا کو زد وکوب کیا۔ پھر کچھ عرصے کے بعد بُڑھیا کے حالات ناگفتہ بہ ہو گئے تو اُس نے وہاں سے کوچ کیا! وہ مدینہ سے گذر رہی تھی کہ امام حسن علیہ السّلام نے دیکھ لیا۔ آپؑ نے اُسے ایک ہزار بکریاں اور

ایک ہزار دینار دیے۔ اور ایک آدمی کے ساتھ اُس کو حضرت امام حسین علیہ السّلام کے پاس بھیجا، آپؑ نے بھی اس کو اتنا ہی دیا۔ پھر حضرت عبد اللہ ابنِ جعفر طیارؓ کے پاس بھیجا اُنھوں نے بھی اُس کو اتنا ہی دیا۔

- بخاری کی روایت ہے کہ: ایک شخص مقروض تھا، امام حسن علیہ السّلام نے اُس کو قرض کی ادائیگی کے لیے رقم دی، پھر سائل نے آپؑ سے کچھ اور مانگا۔
آپؑ نے حکم دیا کہ اس کو چار سو درہم دیے جائیں، مگر لکھتے وقت چار سو درہم کے بجائے چار سو دینار لکھ دیے۔ پھر آپؑ کو اس تحریر کی جانب متوجہ کیا گیا۔ تو آپؑ نے وہ تحریر لے کر اُس پر چار لاکھ درہم کا اور اضافہ فرما دیا۔
- ایک مرتبہ آپؑ نے سُنا کہ مسجدِ حرام کے پہلو میں ایک شخص اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہا ہے کہ وہ اس کو دس ہزار درہم دیدے۔
یہ سُن کر آپؑ اپنے بیت الشرف واپس ہوئے اور اُس شخص کے پاس دس ہزار درہم بھیج دیے۔
- ایک مرتبہ آپؑ مصروفِ طعام تھے کہ کچھ لوگ آپؑ کے پاس آگئے۔ سلام کیا اور بیٹھ گئے۔
آپؑ نے فرمایا سب لوگ آجاؤ، یہ کھانا کھانے ہی کے لیے رکھا ہوا ہے۔
- ایک مرتبہ ایک مرد غازی آپؑ کے پاس آیا اور عرض کی مجھ سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ آلہٖ وسلّم کی نافرمانی ہوگئی ہے۔
آپؑ نے فرمایا، یہ تو نے بہت بُرا کیا، کیسے ہوگئی؟
اُس نے عرض کی کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ ":
"لَا یُفْلِحُ قَوْمٌ مَلَکَتْ عَلَیْھِمْ اِمْرَأۃٌ"
یعنی : (وہ قوم کبھی فلاح نہ پائے گی جس کی حکمراں عورت ہو۔)
اور میری عورت مجھ پر حاکم بن گئی ہے۔ اُس نے ایک غلام خریدنے کے لیے رقم دی۔ میں نے غلام خریدا، مگر وہ مجھ سے چھوٹ کر بھاگ گیا۔
آپؑ نے فرمایا، پھر تو تین باتوں میں سے ایک بات اختیار کر۔ اگر تو چاہے تو غلام کی قیمت۔
اُس نے عرض کی، جی ہاں، بس آگے کی ضرورت نہیں۔ میں نے اسی کو اختیار کیا۔
آپؑ نے اُس کو غلام کی قیمت دیدی۔

• فضائلِ عکبری میں اپنے اسناد کے ساتھ ابو اسحاق سے روایت ہے کہ: حضرت امام حسن بن علیؑ علیہ السّلام نے جُعدہ بنتِ اشعس سے سنّتِ نبوی کی بنا پر عقد کیا اور اُسے ایک ہزار دینار بھیج دیے۔

• حسن بن سعید نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ: حضرت امام حسن علیہ السّلام کے عقد میں دو عورتیں تھیں، ایک تمیمیہ دوسری جعفیہ۔ آپؑ نے دونوں کو ایک ساتھ طلاق دے دی اور مجھے اُن دونوں کے پاس بھیجا کہ جاکر انہیں طلاق کی اطّلاع دیدو۔ اور کہو کہ عدّہ رکھیں، اور آکر مجھے بتاؤ کہ یہ اطّلاع پاکر ان دونوں نے کیا کہا، اور دس ہزار میں سے اتنا اتنا دونوں کو دو۔ نیز اتنا گھی اور اتنا شہد بھی دے دو۔

چنانچہ میں جعفیہ کے پاس آیا اور کہا، تم کو طلاق ہوگئی ہے عدّہ رکھو۔
یہ سُن کر اُس نے ٹھنڈی سانس بھری، پھر کہا، افسوس! اس جدا ہونے والے محبوب سے میرا ساتھ بہت کم رہا۔

اور تمیمیہ کے پاس جاکر اطّلاع دی تو اُسے یہ بھی پتہ نہ تھا کہ عدّہ کیا ہوتا ہے چنانچہ جب عورتوں نے بتایا تو وہ خاموش رہی۔

میں نے واپس آکر اس کی اطّلاع امام حسنؑ کو دی تو جعفیہ کی بات پر آپؑ زمین کریدنے لگے پھر فرمایا: خیر، اگر میں رُجوع کروں گا تو اسی جعفیہ کی طرف۔

• انس کا بیان ہے کہ امام حسن علیہ السّلام کے سامنے آپؑ کی ایک کنیز نے پھولوں کا ایک گلدستہ پیش کیا۔

آپؑ نے فرمایا، جا میں نے تجھے راہِ خدا میں آزاد کیا۔
میں نے عرض کی، اتنی سی بات پر آزاد کر دیا؟
آپؑ نے فرمایا: اس ادب کی تعلیم تو ہمیں اللہ تعالیٰ نے دی ہے وہ فرماتا ہے:
”وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا“ (سورۃ النسآء آیت ۸۶)
یعنی (اور جب کوئی تمھیں سلام کرے تو تم اس کو بہتر انداز میں سلام کرو)
اور اس کنیز کے لیے سب سے بہتر اس کی آزادی ہے۔

امام حسنؑ کے چند اشعار

سخاوت کی تعریف میں امام حسن علیہ السّلام کے یہ چند اشعار ہیں:

اِنَّ السخاءَ علی العباد فریضۃ لِلّٰہِ یقرأُ فی کتاب محکم	کتابِ محکم (قرآن) کے پڑھنے سے یہی پتہ چلتا ہے کہ اللہؑ کے لیے سخاوت کرنا بندوں پر فرض ہے۔
وعد العباد الاَسخیاءَ جنانہ واَعدَّ للبخلاءِ نارَ جہنّم	اللہ تعالیٰ نے اپنے سخی بندوں سے جنّت کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور بخیلوں کے لیے جہنّم فراہم کردی ہے۔
من کان لاتندی یداہ بنائل للرّاغبین فلیس ذاکَ بمسلم	جس شخص کا ہاتھ سائلوں کے دینے کے لیے نہیں اُٹھتا وہ مسلمان ہی نہیں ہے۔

• آپؑ کی سخاوت کے سلسلے میں یہ روایت ہے کہ آپؑ ایک مرتبہ معاویہ کے پاس شام تشریف لے گئے، وہاں آپؑ کے سامنے بہت سا مال اور اس کی فہرست رکھدی گئی۔ جب آپؑ دربار سے اُٹھنے لگے تو کسی غلام نے آپؑ کی جوتیاں سیدھی کردیں، آپؑ نے سارا مال مع فہرست اس کو بخش دیا۔

(۱۶) مجھے تیرے مال کی ضرورت نہیں تو ابنِ ہندہ ہے، تو میں ابنِ فاطمہؑ ہوں:

ایک مرتبہ معاویہ مدینہ آیا اور صبح ہی سے بیٹھ گیا، جو بھی ملاقات کو آتا گیا اُس کو پانچ ہزار سے ایک لاکھ تک حسبِ منزلت عطا کرتا رہا۔ سب کے آخر میں امام حسنؑ تشریف لائے۔

معاویہ نے کہا، اے ابو محمدؑ! تم نے آنے میں تاخیر سے کام لیا۔ شاید تم چاہتے ہو کہ میں قریش میں بخیل سمجھا جاؤں۔ اس لیے تم نے انتظار کیا کہ میرے پاس سارا مال ختم ہوجائے کچھ دینے کو نہ رہے تو آؤ۔ اچھا، اے غلام! آج مجموعی طور پر جتنی داد دہش کی ہے اس کے برابر حسنؑ کو دیدے۔ اور اے ابو محمدؑ! میں ہندہ کا فرزند ہوں۔

امام حسن علیہ السّلام نے فرمایا: اے ابو عبدالرحمٰن! مجھے اس کی ضرورت نہیں اسے واپس لیجاؤ، میں بھی فاطمہؑ بنتِ رسولؐ کا لختِ جگر ہوں۔

جب کسی کریم کو دھوکا دیا جائے تو وہ دھوکا کھا جاتا ہے:

مبرّد کامل میں مرقوم ہے کہ مروان بن حکم کا بیان ہے کہ مجھے حسنؑ ابنِ علیؑ کا خچّر بیحد پسند تھا۔ مجھ سے ابنِ ابی عتیق نے کہا: اگر میں تجھے وہ خچّر دے دوں تو تجھے میری تیس حاجتیں پوری کرنی پڑیں گی۔

اُس نے کہا، مجھے منظور ہے۔

ابنِ ابی عتیق نے کہا جب قوم جمع ہو تو میں قریش میں سے ایک ایک کے فضائل بیان کرنا شروع کروں گا لیکن امام حسنؑ کی کوئی فضیلت بیان نہ کروں گا تم مجھ پر ملامت کرنا۔

الغرض جب قوم جمع ہوئی تو ابنِ ابی عتیق، قریش میں سے ایک ایک کے فضائل بیان کرنے لگا۔

مروان نے کہا: تو نے ابو محمدؑ کی کوئی فضیلت بیان نہیں کی، حالانکہ اُن کے تو وہ فضائل ہیں جو کسی ایک کے بھی نہیں ہیں۔

ابنِ ابی عتیق نے کہا: میں نے تو اشرافِ قریش کا تذکرہ کیا ہے، ہاں اگر میں انبیاء کا تذکرہ کرتا تو سب سے پہلے اُن کا ذکر کرتا۔

جب حضرت امام حسنؑ مجمع سے نکلے اور اپنی سواری کی طرف بڑھے تو آپؑ کے پیچھے پیچھے ابنِ ابی عتیق بھی چل دیا۔

امام حسن علیہ السلام نے پوچھا: کیا تجھے مجھ سے کوئی حاجت ہے اور آپؑ نے تبسّم فرمایا:

اُس نے عرض کی، جی ہاں۔ اس خچّر کی۔

یہ سُن کر امام حسنؑ خچّر سے اُتر گئے اور وہ خچّر اُسے عطا فرمایا۔

واقعاً کسی سخی و کریم کو جب دھوکا دیا جاتا ہے تو وہ دھوکا کھا جاتا ہے۔

ایک مردِ شامی کی گستاخی اور آپؑ کا حلم

مبرّد اور ابنِ عائشہ دونوں نے روایت کی ہے کہ ایک شامی نے آپؑ کو ایک مرتبہ سواری پر دیکھا تو آپؑ کو بُرا بھلا کہنے اور بد دعا دینے لگا۔ مگر امام حسن علیہ السّلام نے اُس کو کوئی جواب نہ دیا۔ جب وہ بُرا بھلا کہہ کر فارغ ہو چکا تو آپؑ اُس کے قریب گئے، اور سلام کیا پھر مسکراتے ہوئے فرمایا: اے شیخ! میرا خیال ہے کہ تم یہاں مسافر ہو شاید تمھیں شُبہ ہوا ہے۔ اگر تم ناراض ہو تو میں تمھیں راضی کروں، اگر کچھ حاجت ہو تو تمھیں عطا کروں، اگر راستہ بھول گئے ہو تو میں راستہ بتاؤں، اگر تمھارا بوجھ وزنی ہے تو میں اُٹھا کرلے چلوں اگر بھوکے ہو تو کھانا کھلاؤں، اگر کپڑے نہ ہوں تو کپڑے پہناؤں، اگر محتاج ہو تو تمھیں مال دے کر غنی کردوں، اگر تمھیں شہر بدر کیا گیا ہو تو تمھیں پناہ دیدوں، اس کے علاوہ اگر اور کوئی حاجت ہو تو میں اسے پورا کردوں۔ کیا ہی اچّھا ہوتا اگر تم میرے یہاں مہمان ہوتے کیونکہ میرے پاس جگہ بھی کشادہ ہے، مال و دولت کی بھی کمی نہیں ہے۔ لہٰذا جب تک یہاں سے کوچ کرو، اس وقت تک میرے پاس ہی رہو۔

مردِ شامی آپؑ کی مخلصانہ اور مشفقانہ گفتگو سے اس قدر متاثر ہوا کہ ضبطِ گریہ نہ کرسکا بہت نادم ہوا اور بولا:

"اَشھدُ اَنّکَ خلیفۃ اللہ فی ارضہٖ، "اَللہُ اَعلم حَیثُ یَجعلُ رسالتہ" وکُنتُ اَنتَ وَاَبوکَ اَبغض خلق اللہ اِلیَّ و اَلآن اَنتَ اَحبُّ خلق اللہ اِلیَّ"۔

یعنی: (میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ اللہ کی زمین پر اللہ کے خلیفہ ہیں۔ واقعاً "اللہ تعالیٰ سب سے بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنا امرِ رسالت کس کے حوالے کرے"۔ آج تک میں آپؑ کا اور آپؑ کے پدرِ بزرگوار کا دنیا میں سب سے بڑا دشمن تھا، مگر اِس وقت سے میں آپؑ کو سب سے زیادہ دوست رکھتا ہوں۔")

یہ کہہ کر وہ اپنا سامان آپؑ کے یہاں لایا اور کوچ کرنے تک آپؑ ہی کا مہمان رہا، اور آپؑ کا پکّا معتقد ہو گیا۔ (مناقب)

(۱۷) حضرت علیؑ کی شان میں مروان لعین کی گستاخی پر آپؑ کی خاموشی اور امام حسینؑ کا جلال:

ابنِ اسحاق عدل سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ مروان بن حکم لعین نے خطبہ دیا اس میں حضرت علی علیہ السلام کا تذکرہ کر کے بہت بُرا بھلا کہا، اور امام حسن علیہ السلام وہیں بیٹھے ہوئے تھے۔ جب یہ خبر حضرت امام حسین علیہ السلام کو ہوئی تو آپؑ مروان لعین کے پاس آئے اور بولے، یا بن الزرقاء! تیری یہ مجال کہ تو علیؑ کی شان میں گستاخی کرے۔ پھر آپؑ حضرت امام حسن علیہ السلام کے پاس آئے اور عرض کی، اے بھائی!، یہ آپؑ کے پدر بزرگوار کو بُرا کہہ رہا تھا اور آپؑ سن رہے تھے لیکن آپؑ نے اُس کو کچھ نہ کہا۔

آپؑ نے فرمایا، اے اخی حسینؑ!، میں ایسے شخص سے کیا کہوں جو مسلّط کر دیا گیا ہے، وہ جو چاہتا ہے کہتا ہے اور جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

- مروی ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام سے کبھی کسی کے لیے ایک ناگوار کلمہ تک نہیں سُنا گیا، مگر صرف ایک موقع پر، اور وہ یہ کہ آپؑ کے اور عمرو بن عثمان کے درمیان کسی زمین کا تنازع تھا۔ آپؑ نے فرمایا ہمارے پاس عمرو بن عثمان کے لیے سوائے اِس کے کہ اُس کی ناک رگڑ دی جائے اور کچھ نہیں ہے۔

○ حضرت علیؑ نے فرمایا، اے محمدؒ! سُنو! حسنؑ فرزندِ رسولؐ اور تم میرے فرزند ہو

یوم جمل، حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے حضرت محمد بن حنفیہؒ کو بُلایا اُنھیں اپنا نیزہ دیا اور فرمایا کہ یہ نیزہ لو اور اُس اونٹ پر حملہ کرو۔

محمد حنفیہؒ گئے مگر بنی ضبہ نے اُنھیں آگے نہ بڑھنے دیا۔ جب وہ اپنے پدرِ بزرگوار کی خدمت میں واپس آئے تو امام حسن علیہ السلام نے اُن کے ہاتھ سے نیزہ لے لیا اور خود اُس اونٹ پر حملہ کرنے کے لیے بڑھے، اور بڑھ کر اونٹ پر نیزے سے وار کر دیا۔ پھر آپؑ اپنے پدرِ بزرگوار کی خدمت میں آئے، آپؑ کے نیزے میں خون لگا ہوا تھا۔ یہ دیکھ کر محمد بن حنفیہؒ کا چہرہ شرمندگی سے متغیر ہو گیا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: (بیٹا!) بُرا ماننے (یا شرمندہ ہونے) کی بات نہیں، یہ تو فرزندِ رسولؐ ہیں اور تم میرے فرزند ہو۔ (مناقب ابن شہر آشوب)

(۱۸) مجھے فرزندِ فاطمہؑ نہیں بلکہ فرزندِ علیؑ کہو

ایک مرتبہ حضرت امام حسن علیہ السلام خانۂ کعبہ کے طواف میں مشغول تھے کسی نے آپؑ کو دیکھ کر کہا، یہ فرزندِ فاطمہ زہراؑ ہیں۔

یہ سُن کر آپؑ اُس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: مجھے فرزندِ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کہو اس لیے کہ میرے پدرِ بزرگوار میری والدۂ گرامی سے افضل و بہتر ہیں۔

جنگِ صفّین میں امام حسنؑ نے عبداللہ بن عمر کو کھری کھری سُنادی:

جنگ صفّین کے موقعے پر عبداللہ بن عمر نے حضرت امام حسنؑ کو آواز دے کر بلایا اور کہا کہ مجھے آپؑ سے کچھ بات کہنی ہے۔ امام حسنؑ صف سے باہر نکلے اور اُس کے پاس پہنچ گئے۔

اُس نے کہا، دیکھو! تمھارے والد کے لوگ دشمن ہیں اُن پر سبّ وشتم کرتے ہیں، اس لیے کہ اُن کا دامن خونِ عثمان سے آلودہ ہے، تم اُن کو خلافت سے ہٹادو تو ہم سب لوگ تمھاری بیعت کرلیں گے۔

یہ سُن کر امام حسن علیہ السلام نے عبداللہ بن عمر کو ایسی ایسی سُنائی کہ وہ دم بخود ہوکر واپس پلٹ گیا۔

اس پر معاویہ نے کہا، یہ بھی تو اپنے باپ (علیؑ) ہی کا بیٹا ہے۔

(مناقب ابنِ شہر آشوب)

(۱۹) شَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ کی تفسیر

کمال الدّین ابنِ طلحہ نے اپنی کتاب "کشف الغمہ" میں تحریر کیا ہے کہ:

ابوالحسن علی بن احمد واحدی نے اپنی تفسیر "الوسیط" میں اپنے اسناد کے ساتھ روایت کی ہے

کہ ایک شخص کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں مسجدِ مدینہ میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث بیان کر رہا ہے اور لوگ اُس کے گرد بیٹھے ہوئے ہیں؛ میں نے اُس سے کہا، مجھے یہ بتائیے کہ قرآن مجید کی آیت "شَاهِدٍ وَّمَشْهُودٍ" (سورۃ البروج آیت ۳) سے کیا مراد ہے ؟

اُس نے کہا کہ ہاں، شاہد سے مراد یومِ جمعہ ہے اور مشہود سے مراد یومِ عرفہ ہے

یہ سُن کر میں آگے بڑھا تو ایک دوسرا شخص بھی بیٹھا ہوا احادیثِ رسولؐ بیان کر رہا تھا۔ میں نے اُس سے پوچھا کہ شَاهِدٍ وَّمَشْهُودٍ سے کیا مراد ہے ؟

اُس نے کہا شاہد سے مراد یومِ جمعہ اور مشہود سے مراد یومِ نحر (قربانی) ہے

میں وہاں سے بھی آگے بڑھا تو دیکھا کہ ایک کمسن لڑکا جس کا چہرہ دینار کی طرح دمک رہا تھا، بیٹھا ہوا احادیثِ رسولؐ بیان کر رہا تھا۔ میں نے اُس سے بھی پوچھا کہ شاہد ومشہود سے کیا مراد ہے۔ ؟

اُس نے کہا: ہاں، سنو! شاہد سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور مشہود سے مراد یومِ قیامت ہے۔ کیا تم نے قرآن مجید کی یہ آیات نہیں سُنی ہیں۔

"يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا" (سورۃ الاحزاب آیت ۴۵)

اور دوسرے مقام پر قرآن مجید میں ہے:

"ذَٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذَٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُودٌ"

(سورۂ ہود آیت ۱۰۳)

- پھر میں نے لوگوں سے پوچھا، وہ پہلے صاحب کون ہیں ؟
  لوگوں نے کہا، وہ ابنِ عباس ہیں۔
- میں نے پھر پوچھا، وہ دوسرے صاحب کون ہیں ؟
  لوگوں نے بتایا کہ وہ عبد اللہ ابنِ عمر ہیں۔
- اور یہ لڑکا کون ہے ؟
  لوگوں نے کہا، یہ حسنؑ ابنِ علی بن ابی طالبؑ ہیں۔
  اور واقعہ یہ ہے کہ امام حسنؑ کا قول ہی احسن تھا۔

○ دنیا مومن کیلئے قید خانہ اور کافر کیلئے جنّت ہے

ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسن علیہ السّلام غسل فرماکر اپنے بیت الشرف سے نکلے لباسِ فاخرہ زیب تن کیے ہوئے، پاکیزہ ہیئت، نورانی صورت حُسنِ ظاہر سے آراستہ، خوشبو سے معطّر، چمکتا دمکتا چہرہ، از سرتا پا ظاہری و معنوی خوبیوں سے مکمّل، اقبالمندی ہر طرح عیاں، گرد و پیش سے خوشحالی آشکار یعنی قضا و قدر کا یہ فیصلہ کہ خوش بختی ان کا وصفِ خاص ہے، غرضکہ اس شان سے اپنے تیز رفتار بغلے پر سوار ہوئے اور سائلین و ملاقاتیوں کی صفوں کے درمیان اس طرح روانہ ہوتے کہ اگر ان کو حضرت عبد مناف دیکھتے تو اُن پر اتنا فخر و مباہات کرتے کہ سب (حاسدوں) کی ناک رگڑتے اور تفاخر کے دن ہزاروں کے مقابلے کے لیے انھیں رکھتے۔

آپؑ آگے بڑھے ہی تھے کہ میانِ راہ، یہودیوں کا ایک بوڑھا فقیر پھٹے پُرانے کپڑے پہنے ہوئے سامنے آیا۔ بیمار بُری حالت میں، افلاس کا مارا، لاغرِ محض، ہڈی سے چمڑا لگا ہوا، ضعف و ناتوانی سے قدم اُٹھانا دشوار، ایسی بُری حالت کہ جیسے اب دم اب گھڑی، دھوپ سے سارا جسم جلا بُھنا جا رہا تھا۔ پابرہنہ، عذابِ جذام میں مبتلا، کثیر فاقوں کی وجہ سے پیٹ بالکل کمر سے لگا ہوا، اور کاندھے پر ایک گھڑا پانی سے بھرا ہوا۔

غرض ایسی حالت کہ جسے دیکھ کر سخت سے سخت دل انسان کو بھی ترس آجائے۔ اُس نے امام حسنؑ کو دیکھا تو بولا کہ ذرا ٹھہریے فرزندِ رسولؐ اور انصاف کیجیے۔

آپؑ نے فرمایا، کس بات کا انصاف؟

اُس نے کہا آپؑ کے جد فرماتے ہیں کہ:"

"اَلدُّنیَا سِجنُ المُؤمِنِ وَالجَنَّۃُ الکَافِر"

یعنی (دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنّت ہے۔)

آپؑ مومن ہیں اور میں کافر ہوں۔ مگر میں تو یہ دیکھ رہا ہوں کہ دنیا آپؑ کے لیے جنّت ہے آپؑ اس سے متنعم و لذّت یاب ہو رہے ہیں اور میرے لیے یہ دنیا جہنّم ہے۔ اس کی مضرّتوں نے مجھے ہلاک اور فقر و فاقے نے تباہ کر رکھا ہے۔

جب امام حسن علیہ السّلام نے اس یہودی کی طعنوں سے بھری ہوئی گفتگو سُنی تو آپؑ نے برجستہ، بتائیدِ ایزدی اپنے خزانۂ علم و فہم سے اُس کا جواب اخذ کیا اور فرمایا:

سُن اے شیخ ! دارِ آخرت میں اللہ تعالیٰ نے میرے لیے اور مومنین کے لیے وہ وہ چیزیں مہیا فرمائی ہیں کہ جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ کسی کان نے سُنا ہے، اگر تو اُن کو دیکھ لے تو تجھے معلوم ہو جائے کہ دارِ آخرت میں منتقل ہونے سے پہلے اِس دنیا میں (جس حال میں تو مجھے دیکھ رہا ہے) رہنا واقعتاً میرے لیے قیدخانے سے کم نہیں ہے۔ اور دارِ آخرت میں اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے اور کافروں کے لیے جو عذابِ مقیم اور آتشِ جہنّم فراہم کر رکھی ہے اگر تو اس کو دیکھ لے تو تیری سمجھ میں آجائے کہ دارِ آخرت میں پہنچنے سے پہلے یہ دُنیا (اور تیری یہ موجودہ حالت) تیرے لیے مقابلتاً جنّت ہے۔ (کشف الغمہ)

۲۰ امام حسنؑ کا جود و سخا :

صاحبِ کتاب "صفۃ الصّفوۃ" نے اپنے اسناد کے ساتھ زید بن جذعان سے روایت کی ہے، اُن کا بیان ہے کہ: حضرت امام حسن علیہ السّلام نے پچیس ۲۵ حج پا پیادہ کیے، حالانکہ سواریاں آپؑ کے ہمراہ ہوتی تھیں۔

آپؑ کے جود و سخا کے متعلّق وہ روایت بھی ہے جو سعید بن عبدالعزیز نے کی ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسن علیہ السّلام نے ایک شخص کو سُنا کہ وہ دعا مانگ رہا ہے کہ پروردگارا! اُسے کہیں سے دس ہزار درہم دلا دیے۔

یہ سُن کر آپؑ گھر آئے اور اس کے پاس دس ہزار درہم بھیج دیے۔

- نیز ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السّلام کے پاس ایک سائل آیا اور آپؑ سے اپنی حاجت پیش کی۔

آپؑ نے فرمایا: اے شخص! واقعتاً تمھاری حاجت میرے نزدیک بیحد اہم ہے اور ہم خوب جانتے ہیں کہ تمھیں اس سلسلے میں کتنے درہم و دینار کی ضرورت ہے، مگر ممکن ہے کہ میں تمھاری ضرورت کے مطابق نہ دے سکوں، ویسے تو راہِ خدا میں کثیر رقم کا دینا بھی قلیل ہی ہے تاہم جو کچھ میں تمھیں دے سکتا ہوں بس اسی کو قبول کر لو تو بہتر ہے۔

اُس نے عرض کی، فرزندِ رسولؐ! میں آپؑ کی عطا کردہ قلیل رقم لیکر بھی آپؑ کا بیحد شکر گذار ہوں گا۔ اور سمجھوں گا کہ آپؑ نے مالِ کثیر عطا فرمادیا ہے۔

آپؑ نے اپنے منشی و محتسب کو بُلا کر اپنے اخراجات و مصارف کا حساب کرایا اور فرمایا کہ ان تین لاکھ درہموں میں جو خرچ سے فاضل ہے وہ لے آؤ۔

وہ پچاس ہزار درہم لے آیا۔
آپؑ نے فرمایا، اور وہ پانچ سو دینار تم نے کیا کیے ؟
اُس نے عرض کی، وہ میرے پاس موجود ہیں۔
آپؑ نے فرمایا، اسے بھی لے آؤ۔
وہ اُسے بھی لے آیا۔
آپؑ نے یہ سارے درہم و دینار اُس سائل کو عطا فرما دیے اور کہا کہ اِن سب کو اُٹھا کر لے جانے کے لیے مزدور لے آؤ۔
وہ ایک مزدور لے آیا، آپؑ نے اپنی چادر عنایت کی اور فرمایا: یہ چادر مزدور کی مزدوری ہے۔
آپؑ کے غلاموں نے عرض کی، پھر اب ہم لوگوں کے پاس تو کچھ بھی نہیں رہا۔
آپؑ نے فرمایا: نہ سہی، لیکن مجھے اُمّید ہے کہ میرے لیے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا عظیم اجر و ثواب ہے۔

● آپؑ کے جود و سخا کے متعلق ایک اور روایت ہے جو ابوالحسن مدائنی نے بیان کی ہے۔
اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسن و حضرت امام حسین اور جناب عبداللہ ابنِ جعفر طیّار علیہم السّلام حج کے لیے چلے۔ راستے میں ان کا سامانِ سفر ضائع ہو گیا اور بھوک و پیاس نے غلبہ کیا۔ تاہم یہ حضرات مشغولِ سفر تھے کہ ایک خیمے پر نظر گئی وہاں جا کر دیکھا تو خیمے میں ایک ضعیفہ موجود تھی۔ انھوں نے کہا: اے ضعیفہ! تمھارے پاس کچھ پینے کیلئے ہے؟
ضعیفہ نے کہا: ہاں ہاں۔
انھوں نے اپنی اپنی سواریاں بٹھا دیں۔ مگر اس ضعیفہ کے پاس ایک بکری کے سوا کچھ نہ تھا، جو خیمے کے ایک گوشے میں بندھی ہوئی تھی۔
ضعیفہ نے کہا: آپؑ اس بکری کا دودھ دُوھ کر پی لیں۔
ان لوگوں نے ایسا ہی کیا۔
پھر پوچھا: اے ضعیفہ! تمھارے پاس کچھ کھانے کے لیے بھی ہے ؟
اُس نے کہا: میرے پاس تو اس بکری کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ تم میں سے کوئی اس بکری کو ذبح کر دے تو میں کھانے کے لیے بھون کر کچھ تیّار کر دوں گی۔
یہ سن کر اُن میں سے ایک نے اُٹھ کر بکری کو ذبح کیا، کھال اتاری اور گوشت ضعیفہ

کو دے دیا، اس نے کھانا تیار کر کے اُن کے سامنے رکھ دیا۔ اُن حضرات نے کھانا کھایا، کچھ دیر ٹھہرے۔ جب چلنے لگے تو بولے کہ ہم لوگ قبیلۂ قریش کے افراد ہیں مدینے میں رہتے ہیں اگر کبھی تمھارا مدینے آنا ہو تو ہم سے ضرور ملنا تاکہ ہم تمھارے ساتھ کچھ حُسنِ سلوک کریں۔ وہ لوگ یہ کہکر وہاں سے رخصت ہوئے۔ ادھر اس ضعیفہ کا شوہر آگیا۔ اُس نے سارا واقعہ اپنے شوہر کو سُنایا تو وہ آگ بگولہ ہوگیا اور بولا: کمبخت تو نے میری بکری ایسے لوگوں کے لیے ذبح کردی جن کو تو پہچانتی بھی نہیں پھر یہ کہتی ہے کہ وہ قبیلۂ قریش کے افراد تھے۔ الغرض کچھ مدت کے بعد ان دونوں کو مدینے جانے کا اتفاق ہوا۔ وہ مدینے میں اونٹ فروخت کر کے دوسرا سامان خریدنے لگے کہ اسی اثنا میں وہ ضعیفہ ایک گلی سے گذری۔ امام حسنؑ نے اُسے پہچان لیا لیکن وہ آپؑ کو نہ پہچان سکی۔ آپؑ نے فوراً اپنے غلام کو دوڑایا کہ اسے بُلا لاؤ۔ وہ آئی تو فرمایا: اے خدا کی بندی! کیا تو مجھے پہچانتی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپؑ نے فرمایا: مَیں فلاں دن اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ تیرا مہمان تھا۔ اُس نے کہا: ہاں ہاں، میرے ماں باپ آپؑ پر فدا ہوں، یاد آیا۔

امام حسنؑ نے حکم دیا کہ صدقات میں آئی ہوئی بکریوں میں سے ایک ہزار بکریاں خرید کر اسے دی جائیں، اس کے علاوہ ایک ہزار دینار بھی اس کو دیے۔ اس کے بعد اپنے غلام کے ساتھ اس ضعیفہ کو امام حسینؑ کے پاس بھیجا۔ اُنھوں نے پوچھا: تمھیں میرے بھائی حسنؑ نے کیا دیا ہے؟ اُس نے کہا: ایک ہزار بکریاں اور ایک ہزار دینار۔ لہٰذا آپؑ نے بھی اُسے اتنا ہی دیے جانے کا حکم دیا۔ پھر آپؑ نے اُسے اپنے غلام کے ساتھ عبداللہ بن جعفرؓ کے پاس بھیجا۔ انھوں نے بھی دو ہزار بکریاں اور دو ہزار دینار عطا کیے۔ پھر وہ ضعیفہ اپنے شوہر کے ساتھ واپس چلی گئی۔ مناقب میں ابوجعفر مدائنی سے بھی یہی روایت ہے صرف اتنا فرق ہے کہ عبداللہ بن جعفرؓ نے بھی اس کو امام حسن و حسینؑ کے مانند ایک ہزار بکریاں اور ایک ہزار دینار دیے۔ (کشف الغمہ)

(۲۱) ایک مردِ مدنی کا اقرار: میں جُود میں امام حسنؑ و حسینؑ کا مقابلہ نہیں کر سکتا

صاحب "کشف الغمہ" تحریر کرتے ہیں کہ امام حسن علیہ السّلام کی سخاوت کا مندرجہ بالا قصہ نمبر (۱۵) بہت مشہور ہے اور یہی واقعہ ایک دوسرے سلسلے سے بھی مروی ہے۔ اس میں یہ ہے کہ ان تینوں حضرات کے ہمراہ ایک مردِ مدنی بھی سفر کر رہا تھا۔ وہ بڑھیا جب مدینہ آئی تو عبداللہ بن جعفر طیّارؓ کے پاس پہنچی، اُنھوں نے کہا، پہلے تم دونوں شہزادوں، حسنؑ و حسینؑ کے پاس جاؤ۔

چنانچہ وہ امام حسن علیہ السّلام کے پاس آئی۔ آپؑ نے اُس کو ایک سو اونٹ دیے۔

پھر امام حسین علیہ السلام کے پاس آئی، آپؑ نے اُس کو ایک ہزار بکریاں عطا کیں۔ اس کے بعد وہ عبد اللہ ابنِ جعفرؓ طیار کے پاس آئی، اُنھوں نے کہا کہ اونٹ اور بکریاں تو یہ دونوں شہزادے دے ہی چکے اب اس کو ایک لاکھ درہم دیدیے جائیں۔ یہ سب کچھ لیکر، پھر وہ مرد مدنی کے پاس پہنچی تو اُس نے کہا "میں جود و بخشش میں بھلا اُن حضرات کا کیا مقابلہ کرسکتا ہوں میں تو اُن کا عُشر عشیر بھی نہیں دے سکتا، میں تجھ کو کچھ آٹا اور منقّیٰ دیتا ہوں۔

چنانچہ اُس نے یہ بھی لے لیا اور واپس چلی گئی۔ (کشف الغمہ)

- ابنِ سیرین کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ امام حسن علیہ السلام نے ایک عورت سے عقد فرمایا، تو اُس کے پاس سو کنیزیں اور ہر کنیز کے ساتھ ایک ہزار درہم روانہ کیے

- "حلیۃ الاولیاء" میں ابو نجیح سے روایت ہے۔ حضرت امام حسنؑ ابنِ علیؑ نے پاپیادہ حج فرمایا اور اپنا آدھا مال فقرا پر تقسیم کر دیا۔

- شہاب بن ابی عامر سے روایت ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے دو مرتبہ اپنے مال کا آدھا حصہ راہِ خدا میں تقسیم کر دیا۔ یہانتک کہ ایک پاؤں کا جوتا بھی دیدیا۔

- علی بن زید بن جدعان سے روایت ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے دو مرتبہ اپنا سارا مال راہِ خدا میں دے دیا، اور تین مرتبہ اپنے سارے مال کا نصف حصہ خیرات کیا، یہانتک کہ ایک پاؤں کا جوتا بھی خیرات کر دیا اور ایک پاؤں کا خود رکھ لیا اور ایک پاؤں کا موزہ خیرات کر دیا، ایک پاؤں کا خود رکھ لیا۔

- قرہ بن خالد کا بیان ہے ایک مرتبہ میں نے محمد بن سیرین کے گھر کھانا کھایا۔ جب سیر ہو چکا تو رومال لیا اور کھانے سے ہاتھ اُٹھا لیا۔

اس پر محمد بن سیرین بولے کہ حضرت امام حسنؑ بن علیؑ کا ارشاد ہے کہ کھانا اتنا اہم نہیں کہ جس میں کسی کے لیے حصہ چھوڑا جائے۔

- حسن بن سعید نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے دو عورتوں سے بیس ہزار اور ایک مشکیزہ شہد پر عقدِ متعہ فرمایا تو اُن میں سے ایک نے یہ مصرع پڑھا:

"متاع قلیل من حبیب مفارق"

یعنی: (یہ متاعِ قلیل ہے جُدا ہونے والے محبوب کی طرف سے)

• ایک مرتبہ ایک شخص نے آپؑ سے آکر کہا کہ فلاں شخص آپؑ کو بُرا کہہ رہا تھا۔ آپؑ نے جواب دیا، تم نے مجھ کو زحمت میں مبتلا کردیا۔ اب مجھے اپنے لیے اور اُس کے لیے اللہؔ سے طلبِ مغفرت کرنی ہے۔ (کشف الغمہ)

(۲۲) ایک شخص نے نئے انداز سے فقر و افلاس کی شکایت کی تو آپؑ نے فرمایا

مروی ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص حضرت امام حسنؑ بن علیؑ کے سامنے کھڑا ہوگیا اور عرض کرنے لگا: یا ابن امیر المومنینؑ! اُس اللہؔ کا واسطہ جس نے آپؑ کو اُن تمام نعمتوں سے نوازا ہے جس کے لیے آپؑ اُس کی بارگاہ میں کسی کی سفارش لیکر نہیں گئے تھے بلکہ یہ سب اُس نے از خود آپؑ کو عطا فرمایا ہے۔ ذرا میرے اور میرے دشمن کے درمیان انصاف فرما دیجیے۔ وہ ایسا بے رحم اور ظالم ہے کہ نہ کسی بوڑھے کا لحاظ کرتا ہے اور نہ کسی بچے پر رحم کرتا ہے۔

آپؑ تکیے کا سہارا لیے ہوئے تھے، یہ سُن کر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا: تیرا دشمن کون ہے جس سے تیری دادخواہی کی جائے۔؟

اُس نے عرض کی، فقر و افلاس۔

یہ سُن کر آپؑ نے گردن جھکا کر قدرے سکوت فرمایا، پھر سر اُٹھا کر اپنے خادم سے کہا۔ تیرے پاس جتنی رقم ہے وہ لیکر آ۔

وہ پانچ ہزار درہم لیکر آگیا اور آپؑ کے سامنے رکھ دیے۔

آپؑ نے فرمایا: اس شخص کو دیدو۔ پھر اُس سے فرمایا: تمھیں ان ہی قسموں کا واسطہ جو تم نے مجھے دی ہیں کہ جب کبھی تمھارا یہ دشمن تم پر ستم ڈھانے کے لیے آئے تو تم میرے ہی پاس دادخواہی کے لیے فوراً آنا۔ (کتاب العدد)

(۲۳) آپؑ کا ایک مختصر اور جامع خطبہ

احمد بن قاسم نے سلسلہ وار ابوالجارود سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سُنا کہ ایک مرتبہ امیر المومنین علیہ السلام نے حضرت

امام حسن علیہ السلام سے فرمایا: اے بیٹا حسنؑ! آج تم خطبہ دو۔ اور اُمّہات اور اپنی اولاد سے فرمایا کہ تم سب کھڑے ہو کر میرے فرزند کا خطبہ سُنو!

امام حسن علیہ السلام کھڑے ہوئے، پہلے حمدِ الٰہی بجا لائے، نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر درود بھیجا، اس کے بعد ارشاد فرمایا: امیر المومنینؑ ایسے باب اور ایسے بیت ہیں کہ جو اس میں داخل ہوا اُس نے امن پایا اور جو اس سے نکل بھاگا وہ کافر ہوا۔ یہ میرا قول ہے میں اپنے اور تم سب کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا طالب ہوں۔

یہ فرما کر آپؑ منبر سے نیچے اُتر آئے۔ تو حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام اُٹھے اور امام حسن علیہ السلام کی پیشانی کا بوسہ لیا اور فرمایا، میرے ماں باپ تم پر فدا پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی:

ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ

(سورۂ آلِ عمران آیت ۳۴)

یعنی: (ان میں سے بعض بعضوں کی ذرّیت ہیں۔ اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔)

(تفسیر فرات)

(۲۴) باپ کے سامنے بیٹے کو تقریر میں حجاب

ابو جعفر حسنی اور حسن بن حیاش نے ایک سلسلے کے ساتھ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام نے حضرت امام حسن علیہ السلام سے ارشاد فرمایا: اے فرزند! کھڑے ہو کر خطاب کرو، میں بھی تو سنوں کہ تم کیسا خطبہ دیتے ہو۔

اُنھوں نے عرض کی، بابا جان! میں آپؑ کی موجودگی میں یہ جسارت کیسے کر سکتا ہوں اس لیے کہ جب میں دورانِ تقریر آپؑ پر نظر کروں گا تو اپنی کم مائیگی پر مجھے حجاب آئے گا۔

چنانچہ حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام نے تمام اُمّہات اور اپنی اولاد کو جمع کیا اور خود ایک طرف چھپ کر بیٹھ گئے تاکہ اپنے فرزند دلبند کی تقریر سُنیں۔ اس کے بعد امام حسن علیہ السلام اُٹھے اور اس طرح خطبہ شروع کیا۔

خطبۂ امام حسنؑ: حمد اُس اللہ کی جو ایسا یکتا ہے کہ اس کی تشبیہ بھی ممکن نہیں وہ ہمیشہ سے ہے بغیر پیدائش کے وہ قائم ہے

بغیر کلفت کے، وہ خالق ہے بغیر مثال کے، وہ موصوف ہے بغیر غایت کے، وہ معروف ہے بغیر محدودیت کے، وہ صاحبِ عزت ہے، وہ ہمیشہ سے قدیم ہے اور قِدم میں رہے گا، سب کے دل اُس کی ہیبت سے لرزتے ہیں، اس کی عزت و قوت کے آگے عقلیں گم ہیں، اس کی قدرت کے سامنے گردنیں خم ہیں، کوئی بشر اس امر کا تصور بھی نہیں کر سکتا کہ اس کی جبروتیت کتنی ہے، لوگ اس کے جلال کی حقیقت کا ادراک بھی نہیں کر سکتے۔ اس کی مخلوق خوب جانتی ہے کہ وہ لامحدود ہے، وہ دنیا کی آنکھوں کو دیکھتا ہے، دنیا کی آنکھیں اس کو نہیں دیکھ سکتیں، وہ لطیف و خبیر ہے۔

اَمّا بَعدُ، حقیقت یہ ہے کہ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ ایک ایسا باب ہیں کہ جو اس میں داخل ہوا وہ مومن ہے اور جو اس سے باہر نکل گیا وہ کافر ہے، یہ میں کہتا ہوں اور یہ میرا قول ہے اور میں اپنے اور تم سب کے لیے اللہؐ سے مغفرت کا طالب ہوں۔

پھر حضرت علی علیہ السلام اُٹھے اور امام حسن علیہ السلام کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا۔ ”ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝“

(تفسیر فرات)

(۲۵) شرطِ قبولیتِ دعاء

کتاب العدہ میں اپنے اسناد کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے عبداللہ بن جعفر طیار سے ملاقات کی اور فرمایا: اے عبداللہ! وہ مومن کیسے ہو سکتا ہے جو اللہ کی تقسیم سے ناراض ہو، اس کی منزلت کو حقیر سمجھے حالانکہ اس پر حاکم اللہؐ ہے۔ سنو! جس شخص کے دل میں سوائے رضائے الٰہی کے اور کوئی وسوسہ نہ ہو، تو میں ضامن ہوں کہ وہ دعا کرے گا تو اس کی دعا قبول ہوگی۔ (کافی)

(۲۶) اپنی ساکھ قائم رکھنے کیلئے قرض

کتاب العدہ میں ابوبصیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ میں کچھ لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ اب امام حسن علیہ السلام کا ہاتھ خالی ہے اُن کے پاس کوئی مال و دولت نہیں ہے۔ تو آپؑ نے مدینہ میں ایک شخص کے

پاس اپنا آدمی بھیج کر اس سے ایک ہزار درہم قرض لیے اور صدقات کی رقوم وصول کرنے والے محصّل کے پاس وہ رقم ارسال کردی اور کہلا بھیجا کہ یہ ہمارے مال کی زکوٰۃ ہے۔ تو لوگوں کی یہ غلط فہمی دُور ہوگئی اور سمجھ گئے کہ امام حسن علیہ السّلام خالی ہاتھ نہیں ہیں اُن کے پاس مال ہے جب ہی تو انھوں نے اپنے مال کی زکوٰۃ نکالی ہے۔ (کافی)

(۲۷) پاپیادہ حج :

ابنِ بکیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا کہ حضرت امام حسن علیہ السّلام جب حج کے لیے تشریف لیجاتے تو محملیں اور سواریاں ساتھ ہوتیں اور آپؑ پاپیادہ چلا کرتے۔ (کافی)

(۲۸) آپؑ نے فقراء کی دعوت قبول فرمائی

کتاب "الفنون" ابنِ احمد مؤدّب اور "نزہتہ الابصار" ابنِ مہدی میں مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسن علیہ السّلام چند فقراء کی طرف سے ہوکر گذرے، وہ لوگ کچھ ٹکڑے زمین پر رکھے ہوئے تھے اور ارادہ کر رہے تھے کہ بیٹھیں اور چُن چُن کر انھیں کھائیں۔

جب اُنھوں نے آپؑ کو دیکھا تو بولے: اے دخترِ رسولؐ کے فرزند! آپؑ بھی تشریف لائیے اور ہمارے ساتھ کھانا کھائیے۔

یہ سُن کر آپؑ سواری سے اُترے اور فرمایا:

"اِنَّ اللہَ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَکْبِرِیْنَ"

(اللہ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔)

یہ کہہ کر آپؑ اُن کے ساتھ بیٹھ گئے اور کھانے لگے یہاں تک کہ تمام فقراء سیر ہوگئے اور آپؑ کی برکت سے خوراک اپنے حال پر باقی رہی۔

پھر آپؑ نے اُن لوگوں کو اپنے یہاں دعوت دی، انھیں کھانا کھلایا اور کپڑے پہنائے۔

حاکم نے اپنی کتاب امالی میں حضرت امام حسن علیہ السّلام کے لیے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا، اگر کسی کو اپنے جد پر فخر ہے تو میرے جد رسول اللہؐ ہیں، اگر

کسی کو اپنی ماں پر ناز ہے تو میری ماں بتولِ عذراؑ ہیں، اگر کسی کو اپنے ملاقاتیوں پر ناز ہے، تو میرے ملاقاتی جبریل امینؑ ہیں۔ (مناقب ابن شہر آشوب)

(۲۹) جانوروں پر ترحم

مناقب کی بعض معتبر کتابوں میں اپنے اسناد کے ساتھ نجیح سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ آپؑ کھانا تناول فرما رہے ہیں اور ایک کتا آپؑ کے سامنے بیٹھا تھا۔ آپؑ ایک لقمہ خود کھاتے اور ایک لقمہ کتے کو ڈال دیتے۔

میں نے عرض کی، فرزندِ رسولؐ! آپؑ اس کتے کو بھگا کیوں نہیں دیتے؟

آپؑ نے فرمایا، اسے رہنے دو مجھے اللہ تعالیٰ سے حیا آتی ہے کہ ایک ذی روح میرے سامنے ہو میں کھانا کھاتا رہوں اور اسے نہ کھلاؤں۔

مروان علیہ اللعنۃ کی گستاخی

موثق راویوں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مروان بن حکم علیہما اللعنۃ نے حضرت امام حسن علیہ السلام پر سبّ و شتم کیا۔ جب وہ سب کچھ کہہ چکا تو آپؑ نے فرمایا:

سُن! میں تجھے معاف نہ کروں گا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کروں گا، اگر تو نے یہ باتیں سچ کہی ہیں تو اللہ تعالیٰ تجھے تیرے سچ کی جزا دے گا اور اگر تو نے جھوٹ کہا ہے تو اللہ تعالیٰ تیرے اس جھوٹ کی سزا دے گا کیونکہ خداوندِ عالم مجھ سے بھی زیادہ سخت سزا دینے والا ہے۔

عفو و درگذر

ایک روایت میں ہے کہ آپؑ کے ایک غلام سے کوئی ایسی خطا سرزد ہوگئی جس سے وہ مستحقِ سزا تھا۔

آپؑ نے اُس کو زدوکوب کرنے کا حکم دیا۔

غلام نے عرض کی، اے میرے آقا! "وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ

آپؑ نے فرمایا: جا میں نے تجھے معاف کیا

اُس نے پھر کہا: اے میرے آقا! "وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ"

آپؑ نے فرمایا: جا میں نے تجھے راہِ خدا میں آزاد کیا۔ میں نے جو کچھ تجھ کو عطا کیا تھا یہ اس پر مستزاد ہے۔

۳۰ علمِ فقہ پر عبور:

محمد بن مسلم سے روایت ہے: اُن کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت سنی ہے اُن دونوں حضرات نے بیان فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسن علیہ السلام حضرت امیر المومنینؑ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ لوگ آئے اور بولے اے ابو محمدؑ! ہم لوگ امیر المومنینؑ سے ملنا چاہتے ہیں۔

آپؑ نے دریافت فرمایا: کیا کام ہے؟

اُنھوں نے عرض کی، ایک مسئلہ پوچھنا چاہتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: وہ مسئلہ کیا ہے ہمیں بھی تو بتاؤ۔؟

اُنھوں نے عرض کی، مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص اپنی عورت کے ساتھ ہمبستر ہوا۔ جب وہ فارغ ہو کر اُٹھا تو عورت بھی اُٹھی اور اُس نے جا کر ایک باکرہ کنیز سے سحق کیا اور اپنے بدن میں پڑا ہوا نطفہ اُس کے بدن میں انڈیل دیا۔ وہ کنیز حاملہ ہوگئی۔ اس کے لیے حکم شرعی کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: مسئلہ تو واقعاً مشکل ہے جس کے لیے حضرت ابوالحسنؑ ہی درکار ہیں، مگر میں بھی اس مسئلہ کا حل بتاتا ہوں، اگر میں نے صحیح جواب بتا دیا تو سمجھنا کہ یہ امر اللہ ہی کی جانب سے ہے اور امیر المومنینؑ کی جانب سے ہے، اور اگر میں نے جواب میں غلطی کی تو سمجھ لو کہ یہ میری طرف سے ہے، مگر انشاء اللہ تعالیٰ غلطی کا امکان نہیں ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: سنو! اس کا جواب یہ ہے کہ اُس عورت سے اس باکرہ کنیز کا مہر لیا جائے گا، اِس لیے کہ بچہ پیدا ہو ہی نہیں سکتا جبتک کہ اس کی بکارت زائل نہ ہو۔ پھر اُس عورت کو رجم و سنگسار کیا جائے گا، کیونکہ وہ محصنہ اور شوہر دار ہے، اور اُس کنیز کے متعلق انتظار کیا جائے گا یہانتک کہ اُس کے بطن سے بچہ پیدا ہو۔ جب وہ پیدا ہو جائے تو بچہ صاحبِ نطفہ یعنی اس کے باپ کو واپس کیا جائے گا اور اُس کنیز کو زنا کی حد کے برابر کوڑے لگائے جائیں گے۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر وہ لوگ امام حسنؑ کے پاس سے حضرت امیر المومنینؑ کی خدمت

میں آئے۔

آپؑ نے فرمایا، تم لوگوں نے حسنؑ سے کیا مسئلہ پوچھا، اور اُنھوں نے تمھارے مسئلے کا کیا جواب دیا۔؟

اُن لوگوں نے امام حسنؑ کے حل کردہ مسئلے کی تفصیل بتائی۔

آپؑ نے فرمایا، اگر یہ مسئلہ مجھ سے پوچھا جاتا، تو جو کچھ میرے فرزند نے کہا ہے اس سے زائد میں بھی نہ بتاتا۔ (مسئلہ حل ہوچکا مزید ضرورت نہیں)

(کافی)

۳۱ دربارِ معاویہ میں امام حسنؑ کا خطبہ

مروی ہے کہ ایک مرتبہ عمرو بن العاص نے معاویہ سے کہا کہ حسنؑ بن علیؑ کو آدمی بھیج کر بُلایا جائے اور آپ اُنھیں حکم دیں کہ منبر پر جا کر خطبہ دیں۔ ہوسکتا ہے کہ وہ خطاب نہ کرسکیں اور ناکام رہیں، یہ ایسی بات ہمارے ہاتھ آجائے گی کہ ہم لوگ اُن پر طعنہ زن ہوسکیں گے۔

چنانچہ معاویہ نے امام حسن علیہ السّلام کو بُلوایا اور رؤسائے اہلِ شام کو بھی جمع کیا، امام حسنؑ منبر پر تشریف لے گئے۔

حمد و ثنائے الٰہی بجالائے، پھر فرمایا: اے لوگو! جو ہمیں پہچانتا ہے اُس کے نزدیک میں پہچانا ہوا ہوں، مگر جو نہیں پہچانتا اس کو بتا دوں کہ میں اسلام میں سب سے پہلے مسلمان ابنِ عمِ رسولؐ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کا فرزند ہوں میری والدۂ گرامی فاطمہؑ بنتِ رسول اللہؐ ہیں، میرے جدِ نامدار حضرت محمدؐ بن عبداللہ نبیٔ رحمت ہیں، میں بشیر کا فرزند ہوں، میں سراجِ منیر کا فرزند ہوں، میں اس کا فرزند ہوں جو رحمۃ للعٰلمین بنا کر بھیجے گئے، میں اُن کا فرزند ہوں جو سارے جنّ و انس کی طرف مبعوث برسالت ہوئے۔

(ابھی آپؑ نے یہاں تک فرمایا تھا کہ) معاویہ بولا، اے ابو محمدؑ! ذرا رُطب (کھجور) کی تعریف کیجیے۔

اُس کا مقصد آپؑ کو شرمندہ کرنا تھا۔

امام حسن علیہ السّلام نے فرمایا: ہوا کھجوروں کو بڑھاتی ہے گرمی اس کو پکاتی ہے، رات اس کو ٹھنڈک پہنچاتی ہے اور اس میں لطافت و لذّت پیدا کرتی ہے۔

یہ کہہ کر امام حسن علیہ السّلام نے پھر اپنے سابقہ سلسلۂ کلام کو شروع کر دیا اور

فرمایا: میں اس کا فرزند ہوں جو مستجاب الدّعوات ہے، میں اُس کا فرزند ہوں جو صاحبِ شفاعت اور واجب الاطاعت ہے، میں اس کا فرزند ہوں جو سب سے پہلے اپنی قبر سے خاک جھاڑتا ہوا اُٹھے گا، میں اس کا فرزند ہوں جو جنّت کے دروازے کو دستک دے گا اور وہ کھول دیا جائے گا، میں اس کا فرزند ہوں جس کی معیّت میں ملائکہ نے مقاتلہ کیا اور جس کے لیے مالِ غنیمت حلال ہوا، اور ایک ماہ کی مسافت تک اس کے رُعب سے فتح ہوئی۔

پھر آپؑ اسی طرح مسلسل اسی انداز میں اپنا تعارف کراتے رہے۔ یہانتک کہ معاویہ کی آنکھوں میں دنیا تیرہ و تاریک ہوگئی۔ اہلِ شام وغیرھم میں سے جو لوگ آپؑ کو نہیں جانتے تھے وہ بھی جان گئے کہ حسنؑ کون ہیں۔

اس کے بعد آپؑ منبر سے اُتر آئے۔ تو معاویہ نے آپؑ سے کہا:

اے حسنؑ! تم کو اُمید تھی کہ تم خلیفہ بنو گے، مگر اس منزل پر نہیں پہنچے۔

امام حسن علیہ السلام نے جواب دیا: سنو! خلیفہ وہ ہے جو سیرتِ رسولؐ پر چلے اور حکمِ خدا پر عمل کرے۔ خلیفہ وہ نہیں ہے جو ظلم و جور کرے، سُنّتوں کو معطّل کردے اور دنیا کو اپنا مائی باپ بنالے، یہ تو بادشاہت ہے جو ایک بادشاہ سے دوسرے بادشاہ کو ملتی ہے کچھ دن وہ مزے اُڑا لیتا ہے، پھر اس کی بادشاہت ختم ہوجاتی ہے اس کو لذّتوں کی بدہضمی ہوجاتی ہے اور اس کی سزا اس کو بھگتنی پڑتی ہے۔ چنانچہ، اس کے متعلق اللہ کا ارشاد ہے:

"اِنْ اَدْرِیْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ"

(سورۃ الانبیاء آیت ۱۱۱)

یعنی (میں سمجھتا ہوں کہ شاید یہ تمھارے لیے آزمائش اور ایک معیّنہ مدّت تک کی پونجی ہے۔)

یہ فرما کر آپؑ نے معاویہ کی طرف اشارہ کیا، پھر اُٹھ کھڑے ہوئے اور واپس روانہ ہوگئے۔

معاویہ نے عمرو بن العاص سے کہا: بخدا تیرا ارادہ مجھے رُسوا کرنے کا تھا جو تونے مجھے یہ مشورہ دیا۔ اہلِ شام وغیرھم ابتک تو یہی جانتے تھے کہ حسب و نسب میں ہمارا کوئی مثل نہیں ہے مگر آج حسنؑ نے بتادیا۔

عمرو بن العاص نے جواب دیا، یہ تو ایسی بات ہوگئی ہے جسے دفن نہیں کیا جاسکتا اور یہ لوگوں میں اس قدر مشہور رہے کہ جس کو بدلا نہیں جاسکتا۔

یہ سُن کر معاویہ خاموش ہوگیا۔ (احتجاج طبرسی)

(۳۲) امام حسنؑ کے فیصلے

قاضی نعمان نے اپنی کتاب "شرح الاخبار" میں اپنے اسناد کے ساتھ تحریر کیا ہے کہ: ایک مرتبہ ایک اعرابی نے حضرت ابوبکر سے مسئلہ پوچھا کہ میں حالتِ احرام میں تھا مجھے شترمرغ کے چند انڈے ملے، میں نے انھیں بھون کر کھالیا۔ اب مجھ پر اس کا کیا کفّارہ واجب ہے؟

اُنھوں نے کہا، اے اعرابی! تمھارا مسئلہ مشکل ہے، جاؤ عمر سے دریافت کرو۔ وہ اُن کے پاس گیا تو اُنھوں نے اُسے عبدالرحمٰن کے پاس بھیجا۔ وہ بھی نہ بتا سکے۔ جب یہ سب عاجز ہوگئے تو بولے کہ اُس کشادہ پیشانی والے کے پاس چلے جاؤ۔ تو وہ حضرت علیؑ کے پاس آیا، تو آپؑ نے فرمایا:

(یہ بھی کوئی مشکل مسئلہ ہے) اسے تو میرے ان دونوں فرزندوں میں سے کسی سے دریافت کرلو۔

امام حسنؑ اُس سے مخاطب ہوئے اور کہا، اے اعرابی! کیا تیرے پاس اونٹ بھی ہیں؟

اُس نے کہا، جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا، پھر جتنے شترمرغ کے انڈے تم نے کھائے ہیں، اتنی ہی اونٹنیاں لو، اُنھیں حاملہ کراؤ، جب اُن کے بچّے پیدا ہوں تو انھیں خانۂ کعبہ کی طرف لے جاؤ اور قربانی کرو۔

امیرالمومنین علیہ السّلام وہاں موجود تھے ہی۔ آپؑ نے فرمایا، مگر اونٹنیوں میں سے بعض کا حمل ساقط بھی تو ہو جاتا ہے؟

امام حسن علیہ السّلام نے عرض کی، جی ہاں۔ اگر بعض اونٹنی کا حمل ساقط ہو جاتا ہے تو بعض انڈا بھی تو گندہ ہو جاتا ہے۔

امیرالمومنین علیہ السّلام نے فرمایا: اے لوگو! جس ذات نے حضرت سلیمانؑ بن داؤد کو فہم عطا فرمایا تھا، اُسی نے اِس بچّے کو بھی زیورِ فہم وذکا عطا فرمایا ہے۔

(مناقب)

علّامہ مجلسی علیہ الرّحمہ فرماتے ہیں کہ امام حسن علیہ السّلام کے بہت سے قضایا

فقیہ وکافی کی کتاب الحدود وکتاب قضایا وکتاب الدیات میں موجود ہیں بخوفِ طوالت میں اسے نقل نہیں کر رہا ہوں۔

(۳۴) مدینہ میں منازلِ جبریلؑ

ابنِ سنان نے ایک مرد کوفی سے روایت کی، کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسنؑ نے ایک شخص سے گفتگو کرتے ہوئے پوچھا: تم کس شہر کے رہنے والے ہو۔ ؟

اُس نے عرض کی، میں کوفہ کا باشندہ ہوں۔

آپؑ نے فرمایا، اگر تم اس وقت مدینہ میں ہوتے تو میں تمھیں اپنے گھروں میں منازلِ جبریل امینؑ دکھاتا۔

○ خطبۂ امام حسن علیہ السلام

محمدؒ بن سیرین کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی علیہ السلام نے اپنے فرزند امام حسن علیہ السلام سے کہا، لوگوں کو جمع کرو۔

جب لوگوں جمع ہو گئے تو امام حسن علیہ السلام نے مجمع کو اس طرح خطاب کیا۔

پہلے حمد وثنائے الٰہی بجالائے، کلمۂ شہادتین زبان سے جاری کیا، پھر فرمایا:

اے لوگو! سنو! اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی ذات کے لیے منتخب فرمایا، اپنے دین کے لیے ہمیں پسند فرمایا، اپنی مخلوقات میں سے ہمیں چُن لیا اور ہم پر اپنی کتاب اور اپنی وحی نازل کی۔ خدا کی قسم اب اگر کوئی شخص ہمارے حق کی ادائیگی میں ذرا بھی کوتاہی کریگا تو اللہ تعالےٰ اُس کو اس کا حق دینے میں دنیا وآخرت دونوں جگہ کمی کردے گا اور اس کا پتہ تم لوگوں کو کچھ دنوں بعد چلے گا۔

پھر امام حسن علیہ السلام منبر سے اُترے اور لوگوں کے جمع ہونے کی خبر اپنے پدر بزرگوار کو دی۔ اُنھوں نے آپؑ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا: میرے ماں باپ تم پر قربان "ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ۔"

○

منبرِ شام پر امام حسنؑ کا خطبہ اور عمرو بن العاص کی گستاخی

"عقد الفرید" ابنِ عبدربہ واندلسی اور مدائنی نے بھی یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ عمرو بن العاص نے معاویہ سے کہا اگر تم حسنؑ بن علیؑ کو حکم دیتے کہ وہ منبر پر جاکر لوگوں سے خطاب کریں تو ہو سکتا ہے کہ وہ تقریر نہ کر سکیں اور لوگوں کی نظر میں اُن کی وقعت و منزلت کم ہو جائے۔

چنانچہ معاویہ نے ایسا ہی کیا، امام حسنؑ کو خطبہ دینے کے لیے کہا۔ آپؑ منبر پر گئے حمد و ثناء کی، پھر فرمایا: اے لوگو! جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے، مگر جو نہیں پہچانتا وہ آگاہ ہو، کہ میں حسنؑ بن علیؑ ابنِ ابی طالبؑ ہوں۔ میں سب سے پہلے اسلام لانے والے کا فرزند ہوں، میری مادرِ گرامی فاطمہؑ بنتِ رسول اللہؐ ہیں۔ میں بشیر و نذیر کا فرزند ہوں، میں اُس کا فرزند ہوں جو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا گیا۔

اور ابنِ عبدربہ کی روایت میں ہے کہ: آپؑ نے فرمایا۔ اگر تم لوگ اس روئے زمین پر اپنے نبیؐ کے فرزند کو تلاش کرو گے تو میرے اور میرے بھائی کے سوا کسی اور کو نہ پاؤ گے۔

ابھی آپؑ کی تقریر یہاں تک پہنچی تھی کہ معاویہ نے آواز دی۔ اے ابو محمدؑ! ذرا آپؑ رُطب (کھجور) کی تعریف کریں، (اِس سے اُس کا مقصد یہ تھا کہ امام حسنؑ شرمندہ ہوں اور اُن کا سلسلۂ کلام منقطع ہو جائے۔)

آپؑ نے فرمایا: سنو! ہوا کھجوروں کو گدراتی ہے، دھوپ انھیں پکاتی ہے، رات انھیں ٹھنڈک پہنچاتی اور لذّت پیدا کرتی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپؑ نے فرمایا: سنو! بادِ شمالی اس کو گابھا کرتی ہے، بادِ جنوب اس میں پھل نکالتی ہے، سورج اس کو پکاتا ہے، چاند اس میں لذّت پیدا کرتا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ عمرو بن العاص نے کہا: اے ابو محمدؑ! اگر کسی کو پائخانے کی حاجت ہو تو کیا کرے؟

آپؑ نے فرمایا، وہ چٹیل میدان میں اتنی دور نکل جائے کہ لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہو جائے اور قبلہ کی طرف آگا پیچھا کر کے نہ بیٹھے، پائخانے سے فارغ ہو کر کسی ہڈّی یا گوبر سے استنجا نہ کرے، ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے۔ (عقد الفرید۔ مناقب)

(۳۴) شام کے منبر پر خطبۂ امام حسنؑ

منہال بن عمر سے روایت ہے کہ: ایک مرتبہ معاویہ نے حضرت امام حسنؑ سے کہا آپؑ منبر پر جا کر اپنا نسب بیان کیجیے۔

چنانچہ آپؑ منبر پر تشریف لے گئے۔ پہلے حمد و ثنائے الٰہی بجا لائے پھر فرمایا:

اے لوگو! جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے، مگر جو نہیں پہچانتا میں اسے بتاتا ہوں کہ میں کون ہوں (سنو!) میں مکّہ و منیٰ کا فرزند ہوں، میں مروہ و صفا کا فرزند ہوں، میں نبی مصطفیٰؐ کا فرزند ہوں، میں اُس کا فرزند ہوں جو اونچے پہاڑوں کی چوٹیوں سے بھی بلند ہے، میں اُس کا فرزند ہوں جس کے چہرے اور محاسن پر شرم وحیا کا غازہ تھا میں سیّدۃ النسّاء فاطمۃ الزّہراؑ کا فرزند ہوں اور اُس کا فرزند ہوں جو تمام عیوب سے پاک تھا، جس کا دامن ہر طرح سے صاف و ستھرا تھا۔

ابھی آپؑ کی تقریر یہاں تک پہنچی تھی کہ مؤذّن نے اذان دی اور بولا:

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه

آپؑ نے فرمایا، اے معاویہ! یہ بتا، یہ محمدؐ کون ہیں؟ یہ محمدؐ میرے باپ ہیں یا تیرے باپ ہیں؟ اگر تو یہ کہے کہ یہ میرے باپ نہیں ہیں تو تُو کافر ہے اور اگر تو اقرار کرے کہ "واقعاً محمدؐ تیرے باپ ہیں" تو تُو میرے حق کا اقرار کرے گا۔

پھر فرمایا: قبیلۂ قریش سارے عرب پر محض اس لیے فخر کرتا ہے کہ محمدؐ ان میں سے ہیں اور اہلِ عرب سارے عجم پر محض اس لیے فخر کرتے ہیں کہ محمدؐ ان میں سے ہیں۔ اور اہلِ عجم بھی عرب کے حق کو اس لیے تسلیم کرتے ہیں کہ محمدؐ ان میں سے ہیں۔ (غضب کی بات یہ ہے کہ)، قریش نے سارے حقوق ہم لوگوں کے نام سے حاصل کیے لیکن ہمیں ہمارے حقوق نہیں دیے۔

(۳۵) شاہِ روم کے سوالات کا جواب

شاہِ روم نے معاویہ کے پاس یہ تین سوالات لکھ بھیجے کہ بتاؤ؟

(۱) وہ جگہ کون سی ہے جو آسمان کے عین وسط میں ہے؟

(۲) وہ قطرۂ خون کونسا ہے جو سب سے پہلے زمین پر گرا۔؟

(۳) وہ کون سی جگہ ہے جس پر سورج کی شعاع صرف ایک مرتبہ پڑی ؟
معاویہ ان سوالات کے جوابات نہ دے سکا تو اس نے حضرت امام حسن علیہ السلام سے التجا کی۔

آپؑ نے فرمایا کہ ۱۔ خانۂ کعبہ وسطِ آسمان ہے۔ ۲۔ پہلا قطرۂ خون جو زمین پر گرا وہ حضرت حوّاؑ کا ہے۔ ۳۔ اور وہ جگہ جہاں سورج کی شعاع ایک بار پڑی، دریائے نیل کی وہ جگہ ہے جہاں حضرت موسیٰؑ نے اپنا عصا مارا تھا (اور سطحِ دریا ظاہر ہوئی اُس سطح پر صرف ایک بار سورج کی شعاع پڑی اور سطحِ آب مل گئی پھر اب تک ظاہر نہ ہوئی)

ایک مردِ شامی کے سوالات

بادشاہِ روم کے سوالات کا جواب بھی امام حسن علیہ السلام ہی نے دیا۔ آپؑ سے دریافت کیا گیا کہ: وہ مقام کونسا ہے جس کا کوئی قبلہ نہیں ؟

آپؑ نے فرمایا: خانۂ کعبہ کا کوئی قبلہ نہیں (وہ خود قبلہ ہے)

دوسرا سوال، وہ کون ہے جس کی کسی سے قرابت داری نہیں ؟

آپؑ نے فرمایا "وہ ربّ ہے"۔

مردِ شامی نے آپؑ سے دریافت کیا کہ یہ بتایئے کہ:

حق و باطل میں کتنا فاصلہ ہے ؟

فرمایا: صرف چار انگشت کا۔ جو آنکھ سے دیکھ لو وہ حق ہے، جو کان سے سنو وہ اکثر باطل ہوتا ہے۔

پوچھا: ایمان و یقین کے درمیان کتنا فاصلہ ہے۔؟

فرمایا: چار انگشت کا فاصلہ ہے۔ جو بات ہم سُنیں اس پر ایمان، جو آنکھ سے دیکھ لیں اُس پر یقین۔

پوچھا: آسمان و زمین کے درمیان کتنا فاصلہ ہے ؟

فرمایا: ایک نظر کا اور مظلوم کی دعا کے پہنچنے کا۔

پوچھا: مشرق و مغرب کے درمیان کتنا فاصلہ ہے ؟

فرمایا: آفتاب کی ایک دن کی مسافت بھر۔

امام حسنؑ کی وجہ سے نمازِ عیدین میں : سات اور پانچ تکبیریں سنّت ہوئیں

ابوالفضل شیبانی نے اپنی کتاب "امالی" میں اور ابنِ ولید نے اپنے اسناد کے ساتھ جابر بن عبداللہؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام (ابھی اتنے کمسن تھے کہ) ان کی زبان سے صاف الفاظ نہیں نکلتے تھے، رُک رُک کر بولتے تھے۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نمازِ عید کے لیے چلے تو آپؐ کے ساتھ امام حسنؑ بن علیؑ بھی تھے۔ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اَللّٰہُ اَکْبَر کہہ کر نماز شروع فرمائی امام حسنؑ نے بھی اَللّٰہُ اَکْبَر کہا، آنحضرتؐ بہت خوش ہوئے اور مسلسل تکبیریں کہتے رہے اور آپؐ کے ساتھ امام حسنؑ بھی تکبیریں کہتے رہے یہانتک کہ آپؐ نے ساتھ مرتبہ تکبیر کہی اور امام حسنؑ بھی تکبیر کہتے رہے، ساتویں تکبیر پر امام حسنؑ نے توقّف کیا تو نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے بھی توقّف فرمایا (اور پہلی رکعت پڑھی اس کے بعد) دوسری رکعت کے لیے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اُٹھے اور تکبیر کہی تو امام حسنؑ نے بھی تکبیر کہی۔ چنانچہ رسول اللہؐ نے مسلسل پانچ تکبیریں کہیں اور آپؐ کے ساتھ امام حسنؑ بھی تکبیر کہتے رہے۔ پانچویں تکبیر پر امام حسنؑ ٹھہر گئے تو رسول اللہؐ بھی ٹھہر گئے۔ اس بِنا پر عیدین کی نمازوں میں اتنی تکبیریں سنّتِ رسولؐ قرار پائیں۔

- اور ایک روایت میں ہے کہ یہ واقعہ امام حسین علیہ السلام کا ہے۔

پاپیادہ سفرِ حج :

عبدالحمید بن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ میں تحریر کیا ہے کہ:
محمّد بن حبیب نے اپنی کتاب "امالی" میں روایت کی ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے پچیس ۲۵ حج پاپیادہ کیے جبکہ سواریاں آپؐ کے ہمراہ چلتی تھیں۔ اور دو مرتبہ اپنا سارا مال راہِ خدا میں دیا۔ اور تین مرتبہ اپنا آدھا مال راہِ خدا میں تصدّق کیا، یہانتک کہ ایک پاؤں کا جوتا اور ایک پاؤں کا موزہ بھی دیدیا۔ اور ایک پاؤں کا جوتا اور موزہ رکھ لیا۔

○ شر سے بچنے کیلئے مال خرچ کرنا بھی خیر ہے

مروی ہے کہ: ایک مرتبہ امام حسن علیہ السلام نے ایک شاعر کو کچھ عطا فرمایا: تو آپؑ کے ہمنشینوں میں سے کسی نے کہا "سبحان اللہ" شاعر تو اللہ تعالیٰ کی معصیت کرتا ہے اور غلط اور بہتان نظم کیا کرتا ہے (آپؑ نے ایسے شخص کو عطا فرمایا۔)

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: اے بندۂ خدا! سُن، تیرا بہتر مال وہ ہے جس کو تو اپنی عزّت بچانے پر صرف کردے۔ کارِ خیر یہ بھی ہے کہ شر سے خود کو بچایا جائے۔

(مناقب ابنِ شہر آشوب)

۳۶ آپؑ کی زبان پر کبھی کسی کیلئے کلمۂ فحش جاری نہ ہوا

زبیر بن بکّار اور ابنِ عون نے عمیر بن اسحاق سے روایت کی ہے اُن کا بیان ہے کہ میں نے حسن بن علی علیہ السلام سے کبھی کوئی کلمۂ فحش کسی کے لیے نہیں سُنا۔

چنانچہ امام حسنؑ اور عمرو بن عثمان کے درمیان کسی زمین کا تنازعہ تھا حضرت امام حسین علیہ السلام نے تصفیہ کے لیے ایک بات پیش کی عمرو بن عثمان نہ مانا۔

اس پر حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا (چھوڑو) اب میرے لیے اس کے سوا کوئی اور چارہ نہیں کہ اس کی ناک رگڑ دی جائے۔

آپؑ کا سخت ترین جملہ اور فحش جملہ بس یہ تھا جو آپؑ سے سُنا گیا۔

(کتاب العدد)

۳۷ منبرِ کوفہ پر امام حسنؑ کا ایک خطبہ امیر المومنینؑ کی موجودگی میں

بیان کیا جاتا ہے کہ اہلِ کوفہ میں سے ایک گروہ حضرت امام حسن علیہ السلام پر طعنہ زن ہوا کرتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ امام حسن علیہ السلام تو بالکل ہی کم سخن اور گُنگ ہیں یہ اپنی حقّانیت کی کوئی دلیل قائم نہ کرسکیں گے۔

یہ بات امیر المومنین علیہ السلام تک پہنچی تو آپؑ نے امام حسن علیہ السلام کو بُلایا

اور فرمایا: اے فرزندِ رسولؐ! اہلِ کوفہ نے تمھارے متعلق ایسی بات کہی ہے جو مجھے بُری معلوم ہوئی
امام حسنؑ نے عرض کیا: یاامیر المومنین! یہ لوگ کیا کہتے ہیں؟
آپؑ نے فرمایا: یہ کہتے ہیں کہ حسنؑ تو زبان کے گونگے ہیں یہ کوئی حجت قائم نہیں کر سکتے۔ لہٰذا یہ منبر ہے اس پر کھڑے ہو کر لوگوں کو بتاؤ۔
امام حسنؑ نے عرض کیا: یاامیر المومنینؑ! اگر آپؑ میری نظر کے سامنے ہوں گے تو میں بول نہ سکوں گا۔
امیر المومنینؑ نے فرمایا: اچھا، میں تمھارے مجمعے کے بالکل پیچھے بیٹھوں گا۔
پھر آپؑ نے نماز جامعہ کا اعلان فرما دیا۔ لوگ جمع ہوتے، امام حسن علیہ السلام منبر پر تشریف لے گئے اور ایک مختصر مگر فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔ لوگوں کا روتے روتے بُرا حال ہو گیا۔ اس کے بعد فرمایا:
"اے لوگو! تم اپنے پروردگار کی طرف سے عطا کردہ عقل سے کام لو۔ "اللہ تعالیٰ نے آدمؑ و نوحؑ و آلِ ابراہیمؑ و آلِ عمرانؑ کو تمام عالمین پر منتخب کیا۔ ان میں بعض بعض کی ذرّیت ہے اور اللہ جو سُننے والا اور جاننے والا ہے۔"
ہم لوگ آدمؑ کی ذرّیت میں سے ہیں، نوحؑ کے خاندان سے ہیں، ابراہیمؑ کی منتخب اولاد ہیں، نسلِ اسمٰعیلؑ کا خلاصہ ہیں اور حضرت محمدؐ کی آلؑ میں سے ہیں۔ ہم لوگ تمھارے درمیان ایسے ہیں جیسے یہ بلند و بالا آسمان، یہ فرشِ زمین اور یہ چمکتا ہوا سورج، ہم لوگ مثل شجرِ زیتون کے ہیں جو نہ شرقی ہے نہ غربی جس کا تیل بابرکت ہے، اس شجر کی جڑ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، علیؑ ابنِ ابی طالبؑ اس کا تنا ہیں اور خدا کی قسم ہم لوگ اس شجر کے پھل ہیں جو شخص اس شجر کی کسی شاخ سے متعلق ہوا اُس نے نجات پائی اور جس نے اس کو چھوڑ دیا وہ جہنّم میں گرا۔"
امام حسن علیہ السلام کی یہ تقریر سن کر امیر المومنین علیہ السلام مجمع کے کنارے سے اُٹھے اس حال میں کہ آپؑ کی ردا آپؑ کے پیچھے سے گھسٹتی جاتی تھی یہاں تک کہ آپؑ امام حسنؑ کے ساتھ منبر پر بلند ہوئے، اُن کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا: فرزندِ رسولؐ! تم نے اپنی حجت قوم پر ثابت کر دی، ان لوگوں پر تمھاری اطاعت واجب ہے اور ویل اور جہنّم ہے اُس کے لیے جو تمھارا مخالف ہو۔

(کتاب العدد)

○ ○ ○

بحار الانوار

باب

خطبۂ امام حسنؑ

بعدِ شہادتِ امیرالمومنینؑ

اور لوگوں کی بیعت کا حال

(۱) خطبۂ امام حسنؑ بعد شہادتِ امیر المومنینؑ

جابر نے ثمالی سے اور انھوں نے حبیب بن عمر سے روایت کی ہے جس شب کو امیر المومنین علیہ السلام نے شہادت پائی اس کے دوسرے دن حضرت امام حسنؑ منبر پر خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور حمد وثنائے الٰہی کے بعد ارشاد فرمایا:

اے لوگو! اس شب میں قرآن نازل ہوا، اسی شب میں حضرت عیسٰیؑ بن مریم آسمان پر اُٹھائے گئے، اسی شب میں یوشعؑ بن نون قتل ہوئے اور اسی شب میں حضرت امیر المومنینؑ میرے پدر بزرگوار نے بھی رحلت فرمائی۔ خدا کی قسم ان سے قبل گذرنے والے اوصیاء ہوں یا ان کے بعد آنے والے اوصیاء ہوں جنّت کی طرف جانے میں میرے پدرِ بزرگوار سے کوئی آگے نہیں بڑھ سکتا۔ جب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میرے پدرِ عالی قدر کو کسی جنگ پر روانہ کرتے تو جبرئیلؑ امین آپؑ کے داہنے ہوتے اور میکائیلؑ آپؑ کے بائیں ہوتے۔

اُنھوں نے سونے اور چاندی کے سکّوں میں سے سات سو درہم کے سوا کچھ نہیں چھوڑا اور یہ بھی وہ رقم ہے جو آپؑ کی عطاء سے بچ رہی تھی جس سے آپؑ اپنے اہلِ بیت کے لیے ایک خادم خریدنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ (امالی شیخ صدوقؒ)

(۲) خطبۂ امام حسنؑ بیعت کے بعد

ہشّام بن حسّان سے روایت ہے، اُن کا بیان ہے کہ جب (بعدِ شہادت امیر المومنینؑ) لوگوں نے امام حسن علیہ السلام کی خلافت کے لیے بیعت کرلی تو میں نے سُنا کہ آپؑ لوگوں کے مجمع سے خطاب فرما رہے تھے۔ چنانچہ آپؑ نے اپنے اس خطبے میں فرمایا:

"ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے وہ گروہ ہیں جو غالب ہونے والا ہے، ہم رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی قریب ترین عترت ہیں، ہم آنحضرتؐ کے طیّب وطاہر اہلِ بیتؑ ہیں

ہم ان دوگرانقدر چیزوں میں سے ایک ہیں جن کو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنی اُمّت میں چھوڑ گئے ہیں۔ ہم ثانی ہیں کتاب اللہ کے، جس میں ہر شے کی تفصیل موجود ہے جس کے قریب باطل نہ سامنے سے آسکتا ہے نہ پیچھے سے۔ اس کتاب کی تفسیر بآوازِ بلند ہمیں پکارتی ہے اور ہم اس کی تاویل اپنے ظن وگمان پر نہیں کرتے، بلکہ یقین کی بنا پر اس کے حقائق بیان کرتے ہیں۔ لہٰذا تم لوگوں کو چاہیے کہ ہماری ہی اطاعت کرو جو تم پر فرض ہے اس لیے کہ اللہ کی اطاعت اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت کے ساتھ ہی ساتھ ہماری اطاعت کا بھی حکم ہے:

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ" (سورۃ النّساء آیت ۵۹)

ترجمہ: (اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اطاعت کرو اور اُن کی جو تم میں سے صاحبانِ امر ہوں۔)

اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا ہے:

"وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَی الرَّسُوْلِ وَاِلٰۤی اُولِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ" (سورۃ النّساء آیت ۸۳)

ترجمہ: (اور اگر وہ اُس کو رسولؐ کے اور اپنوں میں سے صاحبانِ امر کے سامنے پیش کر دیتے تو اُن میں سے تحقیق کرنے والے لوگ اُس کی حقیقت کو جان لیتے۔)

پھر فرمایا:

اور دیکھو! میں تم لوگوں کو شیطانؔ کی پکار سے ڈراتا ہوں وہ تمھارا کھلّم کھلا دشمن ہے ورنہ تم لوگ اس کے دوستدار ہو جاتے جس کے لیے وہ کہتا ہے کہ:

"لَا غَالِبَ لَکُمُ الْیَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّیْ جَارٌ لَّکُمْ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَکَصَ عَلٰی عَقِبَیْهِ وَقَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْکُمْ اِنِّیْۤ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ" (سورۃ الانفال آیت ۴۸)

ترجمہ: (آج لوگوں میں سے کوئی ایسا نہیں جو تم پر غالب آسکے اور میں تمھارا مددگار ہوں پھر جب دونوں لشکر مقابل ہوئے تو وہ (شیطانؔ) اپنے الٹے پاؤں بھاگ نکلا اور کہنے لگا، میں تو تم سے بالکل الگ ہوں، میں وہ چیزیں دیکھ رہا ہوں کہ جو حقیقتاً، تم نہیں دیکھ سکتے۔)

اُس وقت تم لوگ نیزوں، تلواروں، ڈنڈوں اور تیروں کا نشانہ بن جاؤگے پھر اُس وقت کسی کا ایمان لانا نفع نہ دے گا جبتک کہ وہ پہلے ایمان نہ لا چکا ہو اور اپنے ایمان سے اس نے کسبِ خیر نہ کیا ہو۔ (مجالس مفید، امالی شیخ مفیدؒ)

(۳) خطبۂ امام حسنؑ بعد شہادتِ امیرالمومنینؑ

ابو طفیل سے روایت ہے کہ امام حسن علیہ السلام نے بعد وفات امیرالمومنینؑ خطبہ دیا اور اس میں امیرالمومنین علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ آپؑ خاتم الوصیّین اور خاتم الانبیاء کے وصی تھے۔ آپؑ صدّیقین و شہداء و صالحین کے امیر تھے۔

اس کے بعد فرمایا:

اے لوگو! تم سے ایک ایسا شخص جُدا ہو گیا کہ جس سے نہ اوّلین سبقت لیجا سکے اور نہ آخرین اس کے مراتب تک پہنچ سکیں گے۔ جب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم انھیں لشکر کا علمدار بنا کر بھیجتے تو جبریلِ امینؑ آپؑ کے داہنے جانب اور میکائیلؑ آپؑ کے بائیں طرف ہوتے اور جبتک اللہ تعالیٰ ان کو فتح نہ دیدے وہ پلٹتے نہ تھے۔ اُنھوں نے اپنے ترکے میں نہ کوئی درہم چھوڑا نہ دینار سوائے تھوڑی سی رقم کے جو آپؑ اپنے ایک کمسن بچّے کے لیے چھوڑ گئے۔ اس کے علاوہ بیت المال میں بھی سوائے سات سو درہم کے، جو آپؑ کے وظیفے سے بچ رہے تھے اور وہ بھی اِس لیے بچائے تھے کہ اُمِ کلثومؑ کے لیے ایک خادم خریدتے۔

پھر فرمایا: جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے مگر جو نہیں پہچانتا اُس کو معلوم ہو کہ میں حضرت محمدؐ، نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا فرزند حسنؑ ہوں۔

پھر آپؑ نے قرآن کی یہ آیت پڑھی جو حضرت یوسف علیہ السلام کا قول ہے:

"وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ"

ترجمہ: (میں نے اپنے آباء ابراہیمؑ واسحاق اور یعقوبؑ کی پیروی کی) (سورۂ یوسف آیت ۳۸)

پھر فرمایا: میں بشیر کا فرزند ہوں، میں نذیر کا فرزند ہوں، میں اُس کا فرزند ہوں جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا تھا، میں سراجِ منیر کا فرزند ہوں، میں اس کا فرزند ہوں جو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا گیا تھا، میں اُن اہلِ بیتؑ میں سے ہوں جن سے اللہ تعالیٰ نے رِجس کو دُور رکھا اور اس طرح پاک رکھا جو پاک رکھنے کا حق ہے، میں اُن اہلِ بیتؑ میں سے ہوں جن پر جبریلؑ نازل ہوا کرتے تھے اور پھر وہیں سے پرواز کر جایا کرتے تھے، میں اُن اہلِ بیتؑ

میں سے ہوں جن کی مودّت اور ولایت اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہے۔ چنانچہ اُس قرآن میں جو حضرت محمدؐ پر نازل کیا گیا ہے فرمایا:

"قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ط وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً ....." (سورۂ شوریٰ آیت ۲۳)

ترجمہ: (کہدیجیے، میں تم سے اس کا (رسالت کا) کوئی صلہ نہیں مانگتا سوائے اقربا کی محبّت کے اور جس کسی نے یہ نیکی کمائی ....)

اقترافِ حسنہ (نیکی کمانا) سے مراد ہماری مودّت ہے۔ (امالی شیخ مفید)

تفسیرِ فرات میں بھی ابوالفضل سے اسی کے مثل روایت ہے۔ (تفسیرِ فرات)

(۴) امام حسنؑ کے نام مشہور وصیت نامہ

حضرت امام حسن علیہ السّلام اپنے پدرِ بزرگوار کی طرف سے آپؑ کے اہل وعیال اور اولاد و اصحاب پر وصی تھے۔ امیر المومنینؑ نے اپنے اوقاف و صدقات کے متعلق امام حسنؑ کو وصیت فرمائی تھی۔ اس کے لیے ایک مشہور عہد نامہ اور وصیت نامہ تحریر فرمایا تھا۔ جو ارکانِ دین اور حکمت کے سرچشموں اور آدابِ زندگی پر مشتمل تھا اور آپؑ کے اس وصیت نامے کو جمہور علماء نے بھی نقل کیا ہے اور اکثر فقہا نے اس سے اپنے دینی و دنیاوی مسائل حل کیے ہیں۔ جب امیر المومنین علیہ السّلام نے وفات (شہادت) پائی تو امام حسن علیہ السّلام نے خطبہ دیا جس میں اپنے حقِ امامت و خلافت کو بیان کیا تو آپؑ کے پدرِ بزرگوار کے اصحاب نے آپؑ کی بیعت اس امر پر کی کہ جس سے ان کی جنگ اس سے میری جنگ جس سے اُن کی صلح اُس سے میری صلح۔

○ خطبۂ امام حسنؑ اور بیعتِ عام

ابو مخنف لوط بن یحییٰ نے اشعث بن سوار سے اور انھوں نے ابواسحاق سبیعی وغیرہ سے روایت کی ہے، اُن کا بیان ہے کہ: جس شب کو حضرت امیر المومنین علیہ السّلام نے وفات پائی، اس کی صبح کو حضرت امام حسن ابنِ علی علیہ السّلام نے خطبہ دیا۔

پہلے آپؑ حمد و ثنائے الہٰی بجا لائے پھر رسول اللہؐ پر درود بھیجا، پھر فرمایا کہ:

آج کی شب اُس ہستی نے وفات (شہادت) پائی ہے کہ جس سے کسی عمل میں نہ اوّلین میں سے کوئی سبقت حاصل کرسکا اور نہ آخرین میں سے کوئی شخص کسی عمل میں اُس کا ہم پلّہ ہو سکے گا۔ آپؑ جب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ساتھ جہاد پر جاتے تو اپنی جان پر کھیل کر آنحضرتؐ کی حفاظت کرتے اور آنحضرتؐ اپنے لشکر کا عَلم اُن کو دے کر جنگ کے لیے روانہ کرتے تو جبریل امینؑ اُن کے داہنے جانب اور میکائیلؑ اُن کے بائیں جانب ہوتے اور یہ اُس وقت تک نہ پلٹتے جبتک کہ اللہ تعالےٰ اُن کے دونوں ہاتھوں پر فتح نہ دیدے۔

اسی شب میں حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ بھی آسمان پر اُٹھائے گئے تھے۔ اسی شب میں حضرت یوشعؑ بن نون نے وفات پائی تھی (جو حضرت موسیٰؑ کے وصی تھے)

آپؑ نے نہ کوئی درہم چھوڑا نہ دینار سوائے سات سو درہم کے جو آپؑ کے وظیفے میں سے بچے ہوئے تھے تاکہ وہ اس رقم سے اپنے اہلِ بیت کے لیے ایک خادم خرید فرمادیں۔

یہ کہہ کر امام حسن علیہ السّلام کے گریہ گلوگیر ہوا آپ رونے لگے اور آپؑ کے ساتھ مجمع بھی رونے لگا۔ اس کے بعد فرمایا:

میں بشیر کا فرزند ہوں، میں نذیر کا فرزند ہوں، میں اُس کا فرزند ہوں جو اللہ کے اذن سے اللہ تعالیٰ کی طرف لوگوں کو دعوت دینے والا تھا، میں سراجِ منیر کا فرزند ہوں میں اُن اہلِ بیتؑ میں سے ہوں جن سے اللہ تعالےٰ نے رِجس کو دُور رکھّا اور انھیں اس طرح پاک رکھّا ہے جس طرح پاک رکھنے کا حق ہے، میں اُن اہلِ بیتؑ میں سے ہوں جن کی مودّت اللہ نے اپنی کتاب میں فرض کی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۭ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ۔" (سورۂ شوریٰ آیت ۲۳)

ترجمہ: (کہہ دیجیے (اے رسولؐ!) میں تم سے اس (رسالت) کا کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے اقربا کی مودّت کے اور جس کسی نے یہ نیکی کمائی، ہم اُس کی اِس نیکی (محبّت) میں اور اضافہ کردیں گے۔)

پھر فرمایا: اس آیت میں حَسَنَۃً سے مراد ہم اہلِ بیتؑ کی مودّت ہے۔

اس کے بعد آپؑ بیٹھ گئے تو آپؑ کے سامنے عبداللہ ابنِ عباسؓ کھڑے ہوئے اور بولے:۔۔۔ اے لوگو! یہ تمھارے نبیؐ کے فرزند ہیں، یہ تمھارے امام کے وصی ہیں، لہٰذا ان کی بیعت کرو۔

لوگوں نے ان کی بات مان لی اور کہا یہ ہمارے لیے سب سے زیادہ پسندیدہ ہیں، اور

اِن کا حق ہم لوگوں پر سب سے زیادہ ہے؛
یہ کہہ کر سب لوگ آپؑ کی خلافت کی بیعت کے لیے بڑھے۔
یہ واقعہ روزِ جمعہ ۲۱ر ماہِ رمضان المبارک سنہ ۴۰ھ کا ہے۔
پھر آپؑ نے اپنے عمّال مقرّر کیے، امراء کو احکامات جاری کیے اور ابنِ عبّاسؓ کو بصرہ روانہ کیا اور اپنے امور کی دیکھ بھال کرنے لگے۔ (ارشاد، مفیدؒ)

علاّمہ مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ اس خطبے کی روایت ابن ابی الحدید نے ابوالفرج سے اُنھوں نے ابو اسحاق سبیعی سے، اُنھوں نے ہبیرہ بن مریم سے کی ہے۔ نیز یہ خطبہ میں نے کتاب مقاتل ابوالفرج اصفہانی میں بھی دیکھا ہے۔

۵ — وقتِ بیعت آپؑ کا سن

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کی وفات (شہادت) کے بعد امام حسنؑ کی بیعت بروز جمعہ ۲۱ر ماہ رمضان المبارک سنہ ۴۰ھ میں کی گئی اور وقتِ بیعت آپؑ کا سن سینتیس سال کا تھا۔ (مناقب)

- ہشّام بن محمّد نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ جب حضرت امیرالمومنین علیہ السلام قتل کر دیے گئے تو امام حسن علیہ السلام منبر پر تشریف لے گئے چاہا کہ مجمع سے خطاب کریں مگر گریہ گلوگیر ہوا، تھوڑی دیر بیٹھ کر پھر کھڑے ہوئے اور فرمایا:

حمد اس خدا کی جو اوّل ہے اور ازل سے واحد ہے عظیم ہیبت والا ہے، اپنی کبریائی اور جبروت میں سب سے بڑا ہے۔ اس نے جس چیز کو ایجاد کیا یا جس چیز کو پیدا کیا وہ خود ہی کیا، ایسا نہیں تھا کہ اس سے پہلے کوئی شے رہی ہو کہ جس کی مثال کو سامنے رکھ کر یہ چیزیں پیدا کی ہوں، ہمارا رب لطیف ہے، ربوبیّت کا لطف وکرم رکھتا ہے۔ جو چیزیں ایجاد کیں اپنے علم وخبر کی بنا پر، جو چیزیں پیدا کیں وہ اپنی قدرت سے حکم دے کر، اُس کی خلقت کا کوئی بدلنے والا نہیں اور اس کی صنعت کا کوئی تغیّر دینے والا نہیں، اس کی حکمت کا کوئی جاننے والا نہیں، اس کے حکم کا کوئی رد کرنے والا نہیں، اس کی دعوت کا کوئی ٹھکرانے والا نہیں اس نے جو چاہا پیدا کیا۔ اس کی سلطنت کو زوال نہیں، اس کی مدّتِ سلطنت ختم ہونے والی نہیں، وہ ہر شے کے اوپر ہے اور بلند ہے وہ ہر شے کے قریب ہے، اس کی تجلّی ہر مخلوق پر ہے مگر اس کو کوئی دیکھ نہیں سکتا وہ اعلیٰ ترین منزل پر ہے وہ خود اپنے نور کے پردوں میں ہے، وہ خود

اپنی بلندی کی وجہ سے بلند ہے اور مخلوق کی نگاہوں سے پوشیدہ ہے اس نے مخلوقات پر اپنی طرف سے گواہ مبعوث فرمائے، اور اس نے مخلوقات میں بشارت دینے والے اور اُس کے عذاب سے ڈرانے والے انبیاء بھیجے تاکہ جس کو ہلاک کرے تو دلیل کے ساتھ اور جس کو حیات بخشے تو دلیل کے ساتھ یہ انبیاء اس لیے آئے تاکہ بندے اپنے رب کو پہچانیں، جس سے وہ ناواقف ہیں اس کی ربوبیّت کا اقرار کریں جس سے ان کو انکار ہے۔

حمد اُس خدا کی جس نے ہم اہلِ بیتؑ کو بہترین خلافت سے نوازا۔ ہم لوگ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے سوگ میں عند اللہ اجر کے طالب ہیں۔ اور امیر المومنین علیہ السّلام کے سوگ میں بھی اجر و ثواب کے امّیدوار ہیں، اُن کی وفات سے سارے شرق و غرب پر مصیبت نازل ہوگئی۔

خدا کی قسم، امیر المومنینؑ نے اپنے ترکے میں سوائے چار سو درہم کے نہ کوئی اور درہم چھوڑا، نہ دینار۔ اور اس رقم سے وہ چاہتے تھے کہ اپنے گھر والوں کے لیے ایک غلام خرید فرمائیں، اور میرے پیارے جد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مجھ سے بیان فرمایا کہ امرِ امامت کے مالک ہمارے اہلِ بیتؑ میں سے بارہ امام ہوں گے، اور ہم سے ہر ایک یا تو قتل کیا جائے گا یا زہر سے شہید کیا جائے گا۔

پھر آپؑ منبر سے اُتر آئے، ابنِ ملجم کو طلب کیا۔ وہ آیا تو کہنے لگا:

فرزندِ رسولؐ! آپؑ مجھے زندہ چھوڑیں تو میں آپؑ کے لیے مفید رہوں گا، اور شام میں آپؑ کے دشمن کو ختم کروں گا۔

مگر امام حسن علیہ السّلام نے تلوار اُٹھائی، اُس نے اپنے ہاتھ سے تلوار کو روکا تو اُس کی انگلی کٹ گئی۔ پھر آپؑ نے اُس کے سر کے بالکل بیچ میں تلوار ماری اور اسے قتل کر دیا اللہ تعالیٰ، ابنِ ملجم ملعون پر لعنت کرے۔

بحارالانوار

باب ۸

صلح کے علل واسباب

ANSAR

(۱) اگر آپؑ صلح قبول نہ کرتے تو معاملہ عظیم تر ہو جاتا

عمر ابن ابی نصر نے سدیر سے روایت کی ہے اُن کا بیان ہے کہ: ایک مرتبہ میں اپنے فرزند کے ہمراہ حضرت امام ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا۔

آپؑ نے فرمایا: اے سدیر! تم میرے سامنے اپنے اعتقادات بیان کرو، اگر ان میں افراط و اغراق ہو گا تو میں تمھیں اس سے باز رہنے اور آگاہ کرنے کی ہدایت کروں گا اور اگر ان میں تفریط و تقصیر پاؤں گا تو صحیح کی طرف رہنمائی کروں گا۔

سدیر کا بیان ہے کہ میں آنجناب کے سامنے اپنے معتقدات بیان کرتا گیا، تو ایک مقام پر امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: ٹھہر جاؤ، میں تمھیں بتاتا ہوں۔

سنو! وہ علم جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کے سپرد فرمایا تھا جو اس کا عارف اور معتقد ہے وہ مومن اور جو اس کا منکر ہے وہ کافر ہے اُن کے بعد (اُس علم کے وارث) امام حسن علیہ السلام ہوئے۔

میں نے عرض کیا، مگر اُن کی وہ منزلت کہاں، اُنھوں نے تو اپنی وہ منزلت معاویہ کے حوالے کر دی؟

آپؑ نے فرمایا، خاموش! اُنھوں نے جو کچھ کیا وہ اسے خوب جانتے تھے، اگر آپؑ ایسا نہ کرتے تو معاملہ عظیم سے عظیم تر ہو جاتا۔ (علل الشرائع جلد ۱ صفحہ ۲۰۰)

(۲) جب منکرِ تنزیل سے صلح ہو سکتی ہے تو منکرِ تاویل سے کیوں نہیں ہو سکتی

(امام حسنؑ کا جواب)

ابو سعید عقیص سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام حسنؑ

ابنِ علیؑ ابنِ ابی طالب علیہ السلام سے عرض کیا کہ: فرزندِ رسولؐ! جب آپؑ کو معلوم تھا کہ حق آپؑ کا ہے کسی دوسرے کا نہیں ہے اور معاویہ گمراہ اور باغی ہے تو پھر آپؑ نے اُس کی صلح کی پیشکش کو کیوں قبول فرمایا؟

آپؑ نے فرمایا: اے ابوسعید! یہ بتاؤ، کیا میں اللہ جل کی مخلوقات پر اللہ تعالیٰ کی حجت اور اپنے پدر بزرگوار کے بعد لوگوں کا امام نہیں ہوں؟

میں نے عرض کیا، جی ہاں (آپؑ یقیناً امام و حجتِ خدا ہیں)

آپؑ نے فرمایا: کیا میں وہ نہیں ہوں کہ میرے لیے اور میرے بھائی کے لیے جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا تھا کہ حسنؑ و حسینؑ یہ دونوں امام ہیں خواہ وہ (امامت کے لیے) کھڑے ہوں یا بیٹھے رہیں؟

میں نے عرض کیا جی ہاں (بیشک)

آپؑ نے فرمایا: پھر میں اگر اس کے لیے کھڑا ہوتا تو بھی امام رہتا اور اب جبکہ میں بیٹھا ہوں تب بھی امام ہوں۔

اے ابوسعید! میرے صلح قبول کرنے میں بھی وہی مصلحت تھی جو حدیبیہ سے پلٹتے وقت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بنی ضمرہ و بنی اشجع اور اہلِ مکّہ کی صلح کی پیشکش قبول کرنے میں مصلحت تھی۔ وہ لوگ تو سرے سے وحی و تنزیل ہی کے منکر تھے اور معاویہ اور اصحابِ معاویہ تو صرف تاویل کے منکر ہیں۔

اے ابوسعید! جبکہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے امام ہوں تو پھر میں جنگ کروں یا صلح، میرے کسی اقدام میں خامی اور نقص ممکن نہیں خواہ میری مصلحت لوگوں کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے جب کشتی میں سوراخ کیا ایک لڑکے کو قتل کیا، اور ایک گرتی ہوئی دیوار کو سنبھال دیا، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اُن کے اِن تمام افعال پر ناراض ہوئے کیونکہ اس کی حکمت و مصلحت اُن پر مشتبہ تھی مگر جب حضرت خضرؑ نے اُن کو مصلحت بتائی تو وہ راضی ہو گئے۔

بس یہی حال میرا ہے کہ میری صلح کی مصلحت تم لوگوں کو نہیں معلوم اس لیے تم لوگ مجھ سے ناراض ہو۔ سنو! اگر میں ایسا نہ کرتا تو معاویہ روئے زمین پر ہمارے کسی ایک شیعہ کو بغیر قتل کیے نہ چھوڑتا۔ (علل الشرائع جلد ۱ صفحہ ۲۰۰)

(نوٹ) اس کے بعد شیخ صدوق علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ محمد بن بحر شیبانی رض نے اپنی

مشہور کتاب " الفروق بین الاباطیل والحقوق " میں جناب امام حسن علیہ السلام اور معاویہ کے درمیان معاہدے کا ذکر کیا ہے اور اس سلسلے میں اُنھوں نے یوسف بن مازن راسبی کی روایت کے متعلق ایک سائل کے سوال کا جواب دیا ہے، وہ روایت یہ ہے کہ:

بیان کیا ابوبکر محمد بن حسن بن اسحاق بن خزیمہ نیشاپوری نے کہ بیان کیا مجھ سے زید بن اخرم نے اور اُن سے بیان کیا ابوداؤد نے، اُن سے بیان کیا قاسم بن فضل نے، اُن سے بیان کیا یوسف بن مازن راسبی نے کہ امام حسن علیہ السلام نے معاویہ سے ان شرائط پر صلح کی کہ:

شرائطِ صلح حسبِ روایت یوسف بن مازن راسبی:

① معاویہ اپنے لیے کبھی امیر المومنین کا لقب اختیار نہ کرے گا۔
② وہ آپؑ کو اپنے سامنے کسی قسم کی گواہی دینے کی زحمت نہ دے گا۔
③ وہ حضرت علیؑ کے شیعوں سے کوئی تعرّض نہ کرے گا۔
④ وہ لوگ جو جنگِ جمل اور جنگِ صفّین میں حضرت علیؑ کے ساتھ رہ کر شہید ہوئے ہیں اُن کی اولاد کو ایک لاکھ درہم دے گا، اور یہ رقم دارِ ابجرد کے خراج سے ادا کرے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ دیکھیے کتنی لطیف ترکیب سے امام حسن علیہ السلام نے معاویہ کو امامتِ مومنین سے ساقط کر دیا۔

پھر یوسف بن مازن راسبی کہتا ہے کہ میں نے قاسم بن مخیمہ کو بیان کرتے ہوئے سُنا کہ معاویہ نے جو عہد امام حسن علیہ السلام سے کیے تھے اُن میں سے کسی ایک عہد کو بھی اس نے پورا نہیں کیا، اس لیے کہ میں نے امام حسن علیہ السلام کا وہ خط دیکھا ہے جو آپؑ نے معاویہ کو لکھا تھا اور جس میں آپؑ نے اُن تمام مظالم اور بدعہدیوں کو ایک ایک کر کے گنوایا تھا جو اُس نے خود آپؑ اور شیعانِ علیؑ پر ڈھائے تھے۔ چنانچہ اس خط میں آپؑ نے سب سے پہلے عبداللہ بن یحییٰ حضرمی اور ان کے ساتھ قتل کیے جانے والوں کو تحریر فرمایا ہے۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یوسف بن مازن راسبی نے امام حسنؑ اور

معاویہ کے معاملے میں جو کچھ بیان کیا ہے ایک طرح کا صلح نامہ اور معاہدہ کہا جائے گا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ آگے بڑھ کر یہ کہتا ہے کہ: " مگر معاویہ نے امام حسنؑ سے جو عہد کیے تھے اس نے ان میں سے ایک کو بھی پورا نہیں کیا۔" یہ نہیں کہا کہ امام حسنؑ نے اس بات پر معاویہ کی بیعت کی تھی۔ اس لیے کہ بیعت میں خود بیعت کرنے والا عہد کیا کرتا ہے اور اس پر لازم ہے کہ وہ اس کو پورا کرے۔

بیعت نہ کرنے کی سب سے مستحکم اور ٹھوس دلیل یہ ہے کہ آپؑ نے معاہدے میں یہ شرط رکھ دی تھی کہ معاویہ کبھی اپنے لیے امیر المومنین کا لقب اختیار نہ کرے گا۔ اس لیے کہ امام حسنؑ خود اپنی نظر میں تو مومن بہرحال تھے۔ لہٰذا آپؑ نے اُس سے عہد لیا کہ تو خود کو امیر المومنین نہ کہنا۔ اِس کا مطلب یہ ہے تو خود کو میرا اور حقیقی مومنین کا امیر نہ سمجھنا۔

(۳) ـــــ میں نے اپنے شیعوں کی بھلائی کیلئے صلح کی ہے

ابو سعید عقیص سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ جب حضرت امام حسن علیہ السلام نے معاویہ کی طرف سے صلح کی پیشکش قبول فرمائی تو کچھ لوگ آپؑ کے پاس آئے اور انھوں نے اس صلح پر آپؑ کی ملامت کی۔

آپؑ نے فرمایا: وائے ہو تم لوگوں پر، تمھیں کیا معلوم کہ میں نے کیا کیا؟ خدا کی قسم میں نے جو کیا ہے وہ اپنے شیعوں کی بھلائی کے لیے ہر اُس چیز سے بہتر کیا ہے جس پر آفتاب طلوع کرتا یا غروب کرتا ہے۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ میں تم لوگوں کا امام ہوں، اور میری اطاعت تم لوگوں پر فرض ہے، میں جوانانِ جنّت کے دو سرداروں میں سے ایک ہوں اور میری جنّت کی سرداری پر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے نص فرما دی ہے؟

لوگوں نے کہا، جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تم لوگوں کو معلوم نہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام نے جب کشتی میں سوراخ کیا، گرتی ہوئی دیوار کو سیدھا کیا اور ایک لڑکے کو قتل کیا، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ناگوار ہوا اس لیے کہ اس میں جو راز اور جو حکمت تھی وہ انھیں معلوم نہ تھی اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت خضر علیہ السلام کا عمل پُر از حکمت اور درست تھا۔

کیا تمھیں نہیں معلوم کہ ہم لوگوں میں سے ہر ایک اپنے زمانے کے ظالم و سرکش سے مقہور رہے گا، سوائے قائم (آلِ محمدؐ) عج کے جن کے پیچھے حضرت عیسیٰؑ بن مریم روح اللہ

نماز پڑھیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی ولادت کو پوشیدہ رکھا اور ان کی ذات کو پردۂ غیب میں رکھے گا تاکہ کوئی شخص اُن پر قابو پانے کی کوشش ہی نہ کرسکے۔ وہ میرے بھائی حسینؑ کی اولاد میں سے ان کی نویں پشت میں ہوں گے۔ جو کنیزانِ عالم کی سردار (نرجس خاتونؑ) کے بطن سے ہوں گے، اللہ تعالیٰ اُن کے زمانۂ غیبت میں ان کی عمر کو طویل کردے گا، پھر ان کو ظاہر فرمائے گا تو وہ ایک ایسے جوان کی صورت میں ہوں گے جس کی عمر چالیس سال ہو۔ تاکہ دنیا والوں کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے (احتجاج طبرسی ص۱۴۸)

- کمال الدین و اتمام النعمہ میں سدیر سے بھی اسی کے مثل روایت ہے۔

(کمال الدین جلد ا ص۳۲۲)

۴ اگر میں جنگ کرتا تو یہ لوگ میری گردن پکڑ کر معاویہ کے حوالے کردیتے

زید بن وہب جہنی سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ جب امام حسن علیہ السلام پر مدائن میں نیزے سے وار کیا تو میں حاضرِ خدمت ہوا۔ آپؑ اُس وقت شدید درد و تکلیف میں مبتلا تھے۔

میں نے عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! لوگ (اس واقعے سے) بہت حیران و پریشان ہیں، اب آپؑ کی کیا رائے ہے؟

آپؑ نے فرمایا کہ: میری نظر میں خدا کی قسم معاویہ میرے لیے ان لوگوں سے بہتر ہے ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ یہ ہمارے گروہ کے ہیں مگر ان لوگوں نے ہمیں قتل کرنا چاہا، ہمارا سارا سامان لوٹ لیا اور ہمارا سارا مال و اسباب چھین لیا۔ خدا کی قسم، اگر میں معاویہ سے یہ عہد لیکر معاملہ طے کرلیتا کہ وہ ہمارا خون نہ بہائے گا اور ہمارے اہل و عیال کو پناہ دے گا تو یہ اس سے بہتر تھا کہ یہ لوگ ہمیں قتل کردیں اور ہمارے خاندان کو تباہ و برباد کردیں۔

سنو! وہ تو خیریت ہی ہوئی کہ میں نے معاویہ سے ابھی جنگ نہیں چھیڑی تھی، ورنہ یہ لوگ تو میری گردن پکڑ کر مجھے اس کے حوالے کردیتے۔

خدا کی قسم، اگر میں معاویہ سے باعزت صلح کرلوں تو یہ اس سے بہتر ہے کہ میں اُس کا قیدی بنادیا جاؤں، پھر وہ یا مجھے قتل کردے یا مجھ پر احسان کر کے میری جان بخش دے اور بنی ہاشم کا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس کے سامنے سر جھک جائے اور معاویہ اور اس کی اولاد ہمیشہ ہمارے زندوں اور مُردوں پر احسان جتاتے پھریں۔

امامؑ غائب کیلئے امیر المومنینؑ کی پیشگوئی :

زید بن وہب جہنی راوی ہیں کہ میں نے امام حسن علیہ السلام سے عرض کیا کہ: فرزندِ رسولؐ! کیا آپؑ اپنے گروہ کو اس طرح چھوڑ دیں گے جیسے بھیڑوں کا وہ جُھنڈ جس کا کوئی چرواہا نہ ہو؟

آپؑ نے فرمایا: اچھا تو اے جہنی بھائی! پھر تم ہی بتاؤ کہ میں کیا کروں؟ خدا کی قسم، مجھے یاد ہے اور ثقات نے مجھے بتایا ہے کہ ایک دن امیر المومنین علیہ السلام نے مجھے خوش و مسرور دیکھا تو فرمایا: اے حسنؑ! تم خوش ہو رہے ہو؟ اُس دن تمہارا کیا حال ہوگا، جب تم دیکھو گے کہ تمہارا باپ قتل کر دیا گیا۔ اُس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب اس امارت پر بنی اُمیہ کا قبضہ ہوگا، اور اس کا امیر ایک بڑے حلق اور وسیع آنتوں والا ہوگا کتنا ہی کھائے اُس کا جی سیر نہ ہوگا۔ جب وہ مرے گا تو نہ آسمانوں میں کوئی اُس کا مددگار ہوگا اور نہ زمین پر اُس کا کوئی ہمدرد۔ شرق سے غرب تک اُس کا تسلّط ہوگا۔ لوگ اُس کے مطیع ہو جائیں گے، اُس کی سلطنت طویل ہوگی، وہ بدعت و گمراہی کو رواج دے گا، حق اور سنّتِ رسولؐ مردہ و بیجان ہو کر رہ جائے گی، وہ مال اپنے ہی دوستوں میں تقسیم کرے گا اور اس کے حقداروں کو محروم رکھے گا، اس کے مُلک میں مومن ذلّت کی زندگی بسر کرے گا، اُس کی سلطنت میں فاسقوں کو تقویت حاصل ہوگی۔ وہ (مسلمانوں کا مال) اپنے مددگاروں میں باری باری تقسیم کرے گا اللہ کے بندوں کو اپنا غلام سمجھے گا، اُس کی سلطنت میں حق کی راہیں مسدود ہوں گی، باطل کھل کر سامنے آجائے گا۔ اللہ تعالےٰ کے صالح بندوں پر لعنت کی جائے گی، وہ اپنے مخالفین کو قتل کرے گا اور اپنے موافقین کو مقرّب بنالے گا۔

اسی طرح ہوتا رہے گا، یہانتک کہ آخر زمانے میں خصوصاً اس وقت جبکہ بہت ہی سخت دور آئے گا، اللہ تعالیٰ ایک شخص کو بھیجے گا جس سے لوگ ناواقف ہوں گے اور اسے ملائکہ کی تائید حاصل ہوگی۔ اللہ ج اُس کی نصرت کرنے والوں کو گزند نہ پہنچنے دے گا، اپنی نشانیوں سے اس کی مدد فرمائے گا، روئے زمین پر اس کو غالب رکھے گا، سب لوگ خواہ خوشی سے خواہ مجبوراً اس کے مطیع ہو جائیں گے، وہ ساری زمین کو عدل وانصاف اور روشنی و بُرہان سے بھر دے گا، طول و عرض میں جتنے ممالک ہوں گے وہ سب اس کے زیرِ نگیں ہوں گے اُس وقت کوئی کافر بغیر ایمان لائے نہ بچے گا۔ کوئی بد قماش بغیر صالح بنے ہوئے نہ رہ

جائے گا، اُس کی حکومت میں تمام درندے اصلاح قبول کرلیں گے۔ زمین اپنے نباتات کو اُگل دے گی، آسمان سے برکتیں نازل ہوں گی، زمین کے خزانے اُبل پڑیں گے اور وہ چالیس سال تک مشرق و مغرب پر حکومت کرے گا، وہ لوگ بڑے خوش نصیب ہوں گے جو اُس کے عہد کو پائیں گے اور اس کی گفتگو کو سُنیں گے۔ (احتجاج صـ ۱۴۹-۱۴۸)

(۵) ساری قوم کی آواز تھی اَلبقاء اَلحیاۃ

اعلام الدّین دیلمی میں مذکور ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السّلام نے اپنے پدرِ بزرگوار کی شہادت کے بعد ایک خطبہ دیا، جس میں پہلے حمد و ثنائے الٰہی بجالائے، پھر فرمایا:

خدا کی قسم میں اہلِ شام کے ساتھ جنگ سے اس لیے نہیں کترا رہا ہوں کہ میں دب گیا، یا میری فوج قلیل ہے، بلکہ اس لیے کہ پہلے ہم لوگ اتّحاد و اتّفاق اور صبر و استقلال کے ساتھ ان سے جنگ کرتے تھے، مگر اب وہ اتّحاد آپس کی عداوت سے بدل گیا ہے، اور صبر و استقلال کی جگہ بے صبری آگئی ہے، پہلے تم لوگ ہمارے ساتھ چلتے تھے تو تمھاری دنیا کے آگے تمھارا دین ہوتا تھا، اور اب تمھارا یہ حال ہے کہ تمھارے دین کے آگے تمھاری دنیا ہے پہلے تم ہمارے لیے تھے اور ہم تم لوگوں کے لیے، مگر آج تم لوگ ہماری مخالفت پر کمر بستہ ہو۔

پھر تم دو مقتولین میں پھنسے ہوئے ہو، ایک صفّین کے مقتولین جن پر تم لوگ آنسو بہاتے ہو، دوسرے نہروان کے مقتولین، جن کے خون کا تم لوگ انتقام لینا چاہتے ہو مگر سُنو! صرف آنسو بہانے والے کبھی کامیاب نہ ہوں گے اور انتقام کے طالب انتقام لے لیں گے۔

معاویہ نے مجھے ایک ایسے امر کی دعوت دی ہے جس میں نہ عزّت ہے اور نہ انصاف۔ اب تم لوگ بتاؤ کہ تمھارا کیا ارادہ ہے؟ اگر تمھیں اپنی جان عزیز ہے تو میں اس کی دعوت کو بادلِ ناخواستہ قبول کرلوں، اور اگر تم لوگ جان پر کھیلنے کو تیار ہو تو ہم بھی اللہ کی راہ میں اسے صَرف کرنے کے لیے تیار ہیں اور فیصلہ اللہ پر چھوڑ دیں۔

سارے مجمع نے آواز دی ہمیں بقا چاہیے ہمیں زندگی چاہیے۔

(اعلام الدّین دیلمی)

(نوٹ) اس خطبے کو چند فقرات کے فرق کے ساتھ ابنِ اثیر جذری نے جلد ۲ صـ ۱۳ میں "اسد الغابہ" سے نقل کیا ہے۔ نیز تذکرۃ الخواص صـ ۱۱۲ میں بھی تھوڑے فرق کے ساتھ یہ خطبہ موجود ہے۔

⑥ صلح کے بعد خطبۂ امام حسنؑ

سلیم بن قیس سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ (صلح نامے کی تکمیل کے بعد) جب حضرت امام حسن علیہ السلام اور معاویہ ایک جگہ جمع ہوئے۔ آپؑ منبر پر تشریف لے گئے حمد وثنائے الٰہی کے بعد آپؑ مجمع سے مخاطب ہوئے اور فرمایا:

اے لوگو! معاویہ کا خیال ہے کہ میں نے اس کو خلافت کا اہل سمجھا ہے اور خود کو اس کا اہل نہیں سمجھا ہے مگر معاویہ کا یہ خیال غلط ہے از روئے کتابِ خدا اور از روئے قولِ رسولؐ میں تمام لوگوں میں اس کا سب سے زیادہ اہل ہوں۔ مَیں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر سارے لوگ میری بیعت، میری اطاعت اور میری نصرت کرتے تو میں انھیں آسمان کا قطرہ قطرہ اور زمین کی برکتوں کا خزانہ عطا کرتا۔

اچھا، اے معاویہ! تو بتا کہ تجھے اِس امرِ خلافت کی لالچ کیوں ہے؟ جبکہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم یہ فرما گئے ہیں کہ اگر کسی قوم میں سب سے زیادہ صاحبِ علم موجود ہو، اور اسے چھوڑ کر اس قوم کا کوئی شخص عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لے تو پھر یہ حکومت ہمیشہ سفلوں کے ہاتھوں میں چلتی رہے گی۔ یہاں تک کہ وہ قوم گوسالہ پرستی کی طرف پلٹ جائے گی۔

چنانچہ (انبیاءِ ماسبق کی تاریخوں میں اس کی مثال موجود ہے کہ) بنی اسرائیل نے حضرت ہارونؑ کو چھوڑا اور گوسالہ کی پرستش کرنے لگے، حالانکہ انھیں معلوم تھا کہ حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کے خلیفہ ہیں۔ پس اسی طرح اس اُمّت نے علیؑ کو چھوڑا حالانکہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو یہ کہتے ہوئے سُن چکے تھے کہ علیؑ کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے حاصل تھی سوائے نبوّت کے، اس لیے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

علاوہ بریں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم بھی اگرچہ اپنی قوم کو اللہ جل کی طرف دعوت دیتے تھے (مگر ایک وقت ایسا آیا کہ) انھیں اپنی قوم کو چھوڑ کر غار میں پناہ لینا پڑی اس لیے کہ آپؐ نے کسی کو اپنا مددگار نہ پایا۔ اگر آپؐ کو وہاں مددگار مل جاتے تو آپؐ غار کی پناہ نہ لیتے۔ بالکل اسی طرح، اے معاویہ! اگر مجھے اعوان و انصار مل جاتے تو میں ہرگز تجھ سے صلح نہ کرتا۔

نیز، جب حضرت ہارونؑ کو اُن کی قوم نے کمزور بنا دیا اور قریب تھا کہ اُن کو

قتل کر دے ' اُن کے پاس نہ کوئی ناصر تھا نہ مددگار ، تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو اختیار دے دیا اور نبی صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کو بھی اختیار ملا جب وہ اپنی قوم سے نکل کر چلے گئے کیونکہ آپ ؐ نے بھی اس قوم سے جنگ کرنے کے لیے اعوان و انصار نہیں پائے تھے ۔ اسی طرح مجھے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اختیار حاصل ہے جبکہ اُمّت نے مجھے چھوڑ کر غیر کی بیعت کر لی اور میری کوئی مدد کرنے والا نہیں ۔

یہ انبیاءِ ماسبق کی سُنّتیں اور مثالیں ہیں جس کی ایک دوسرا پیروی کرتا چلا آرہا ہے ۔ اے لوگو ! اگر تم لوگ مشرق سے مغرب تک تلاش کرو گے تو تمھیں روئے زمین پر ایک شخص بھی نہ ملے گا جو نبی ؐ کا فرزند ہو ، سوائے میرے اور میرے بھائی کے ۔

۷ صلح پر لوگوں کا اعتراض اور آپ ؑ کا جواب :

ابو حمزہ نے حضرت امام محمّد باقر علیہ السّلام سے روایت کی ہے ۔

آپ ؑ نے فرمایا کہ (صلح کے بعد) ایک شخص جس کا نام سفیان بن لیلیٰ تھا اپنی سواری پر امام حسن علیہ السّلام کے پاس پہنچا ، آپ ؑ اُس وقت اپنے صحنِ خانہ میں تشریف فرما تھے ۔ اُس نے آواز دی :

" اے مومنین کے رسوا کرنے والے تجھ پر سلام ۔

آپ ؑ نے فرمایا : سواری سے اُترو اور جلدی نہ کرو ۔

یہ سُن کر وہ سواری سے اُترا ، اپنی سواری کو صحنِ خانہ میں باندھا اور خراماں خراماں چل کر آپ ؑ کے پاس پہنچا ۔

آپ ؑ نے فرمایا : ابھی تم نے کیا کہا تھا ؟

اُس نے کہا کہ میں نے کہا تھا ' اے مومنین کے رسوا کرنے والے تجھ پر سلام ۔

آپ ؑ نے پوچھا : یہ تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ میں نے مومنین کو رسوا اور ذلیل کیا ۔

اُس نے کہا : اس لیے کہ آپ ؑ نے اُمّت کی حکومت تو سنبھالی مگر پھر اس کا ہار اپنی گردن سے اُتار کر اس سرکش و ظالم کے گلے میں ڈال دیا جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے خلاف حکم چلاتا ہے ۔

امام حسن علیہ السّلام نے فرمایا : سُنو ! میں بتاتا ہوں کہ میں نے ایسا کیوں کیا ۔ میں نے اپنے پدرِ بزرگوار کو کہتے ہوئے سُنا ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ

..کچھ زیادہ دن نہ گذریں گے کہ اس اُمّت کی باگ ڈور ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں چلی جائے گی جس کا حلق کشادہ ہوگا، پیٹ بڑا ہوگا وہ کتنا بھی کھائے اُس کا جی سیر نہ ہوگا"

اور ایسا شخص یہی معاویہ ہے، اِس لیے میں نے ایسا کیا۔

اچّھا یہ بتاؤ تم میرے پاس کیوں آئے ہو۔

اُس نے کہا، آپؑ کی محبت کھینچ لائی ہے۔

آپؑ نے فرمایا: واللہ،

اُس نے کہا، واللہ،

آپؑ نے فرمایا: خدا کی قسم اگر کوئی بندہ دیلم میں بھی اسیر ہو اور ہماری محبت رکھتا ہے تو ہماری محبت اُس کو ہمیشہ نفع پہنچائے گی۔ ہماری محبت سے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جیسے ہوا کی وجہ سے درختوں سے پتّے جھڑ جاتے ہیں۔ (رجال کشی ص ۷۳)

• اختصاص میں بھی علی بن نعمان سے اسی کے مثل روایت ہے۔

(اختصاص ص ۸۲)

۸ صلح کا مقصد مسلمانوں کو خونریزی سے بچانا اور اللہ کی خوشنودی ہے

دولابی نے مرفوعاً جبیر بن نضیر سے اور اُنھوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں مدینہ گیا تو حضرت امام حسن علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: "عرب کے بڑے بڑے سردار میرے قابو میں تھے، میری جس سے صلح ہوتی وہ اس سے صلح رکھتے جس سے میری جنگ ہوتی وہ اُس سے جنگ کرتے، مگر میں نے اس (حکومت) کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور مسلمانوں کو خونریزی سے بچانے کے لیے ایسا کیا ہے۔"

نیز روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امام حسنؑ کو دیکھ کر فرمایا: "پروردگارا! تو اس کو سلامت رکھ اور اس کے ذریعے اُمّت کو بھی صلح و سلامتی عطا فرما"۔ (کشف الغمہ)

۹ اُمّتِ مسلمہ کے حق میں صلح حق ہے

محمّد بن مسلم نے حضرت امام محمّد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ: آپؑ نے فرمایا:

"خدا کی قسم جو کچھ بھی حضرت امام حسن بن علی علیہ السّلام نے کیا وہ اُمّتِ مسلمہ کے حق میں تمام چیزوں سے بہتر ہے جن پر آفتاب طالع ہوتا ہے"۔

خدا کی قسم قرآن مجید کی یہ آیت (اطاعتِ امام کے لیے) نازل ہوئی ہے۔

"اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ" (سورۃ النسآء آیت ۷۷)

ترجمہ (کیا تم ان لوگوں کو نہیں دیکھتے جن سے کہا گیا کہ جہاد و قتال سے ہاتھ روک لو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔")

تو وہ نہ مانے اور قتال پر مُصر ہوئے:

"فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ" (سورۃ النسآء آیت ۷۷)

ترجمہ (مگر جب قتال اُن پر واجب کیا گیا) تو..

"قَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ..." (سورۃ النسآء آیت ۷۷)

ترجمہ (اُن لوگوں نے کہا، ہمارے پروردگار، تو نے (ابھی) ہم پر قتال کیوں واجب کر دیا، تو نے اسے مدّتِ قریب تک کے لیے کیوں نہ مؤخّر کر دیا۔)

"نُجِبْ دَعْوَتَكَ وَ نَتَّبِعِ الرُّسُلَ" (سورۃ ابراہیم آیت ۴۴)

(تاکہ ہم تیری اس دعوت (حکم) کو قبول کرتے اور رسولوں کی اتباع کرتے۔)

یعنی وہ لوگ یہ چاہتے تھے کہ حکمِ قتال عہدِ امام قائمؑ تک کے لیے مؤخّر کر دیا جاتا

(روضۃ الکافی ص ۳۳)

اِس سلسلے کی بعض احادیث بابِ شہادتِ امام حسن علیہ السّلام میں ہدیۂ ناظرین کی جائیں گی۔

۵ اسبابِ صلح: (ضمیمہ)

علّامہ سیّد مرتضیٰ علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "تنزیہ الانبیاء" میں تحریر فرمایا ہے کہ: "اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حضرت امام حسن علیہ السّلام کے پاس کیا عذر ہے اپنے اس اقدام پر، کہ انھوں نے خلافت و حکومت سے خود دستبردار ہو کر اسے معاویہ کے سپرد کر دیا، حالانکہ اُس کا فسق و فجور ظاہر و آشکارا تھا۔ اسبابِ خلافت سے اُس کا

دُور کا بھی واسطہ نہ تھا، وہ ان صفات سے بالکل عاری تھا جو ایک خلافت کے مستحق میں ہونی چاہیے۔ اس کے بعد آپؑ اس کے عطایا کو بھی قبول فرماتے ہیں اور اس سے میل ملاپ بھی رکھنے لگے، حالانکہ آپؑ کے مددگاروں کی تعداد بھی حاضر تھی، آپؑ کے اصحاب بھی کم نہ تھے اور آپؑ کی بیعت کرنے والے ایسے تھے کہ آپؑ کے لیے اپنی جان اور اپنا مال قربان کرنے کے لیے بھی تیار تھے۔ یہی وجہ ہے کہ صلح کے بعد وہ لوگ آپؑ کو "مُذِلَّ المُؤمِنِین" کے نام سے پکارنے لگے اور آپؑ کے مُنھ پر آپؑ کو بُرا کہنے لگے؟

جواب:

اس اعتراض کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ جب کھُلی ہوئی حجتوں اور مضبوط و مستحکم دلیلوں سے یہ بات ثابت ہے کہ آپؑ امام ہیں، معصوم ہیں، آپؑ مؤید و مُوفق من اللہ ہیں تو ضروری ہے کہ آپؑ کے تمام اقدامات کو تسلیم کر لیا جائے اور انھیں صحت پر محمول کیا جائے۔ اگر اس کے اسباب تفصیلاً معلوم نہ ہوں اور اگر معلوم بھی ہوں تو وہ طبیعت کو پسند نہ ہوں جیسا کہ ان اسباب کا خلاصہ، میں اپنی ان کتابوں میں پیش کر چکا ہوں۔

اب رہ گیا یہ کہ وہ کیا سبب اور کیا امر داعی ہوا جس کی بنا پر آپؑ نے یہ اقدام فرمایا؟ تو وہ بالکل صاف اور واضح ہے۔

بات یہ تھی کہ آپؑ کے گرد جو آپؑ کے اصحاب کا حلقہ تھا وہ اگرچہ تعداد میں زیادہ تھا، مگر ان میں سے اکثر کے دلوں میں کھوٹ تھی، ان کے قلوب صاف نہ تھے، وہ معاویہ کی دولت کی طرف آنکھیں بند کر کے کھُلم کھُلا گرے جا رہے تھے۔ وہ لوگ آپؑ سے تو اس کا اظہار کر رہے تھے کہ ہم آپؑ کے ناصر و مددگار ہیں، اور آپؑ کو جنگ کے لیے اُبھار رہے تھے لیکن چاہتے یہ تھے کہ آپؑ کو گھیر کر لے چلیں اور معاویہ کے حوالے کر دیں۔ مگر قبل اس کے کہ آپؑ ان کے فریب میں آئیں، آپؑ نے اسے محسوس کر لیا اور اُن لوگوں کے مکر و فریب میں نہ آئے اور موقع و وقت کے گزرنے سے پہلے آپؑ حکومت سے دستبردار ہو گئے۔ چنانچہ آپؑ نے اس بات کو مختلف مواقع پر اور مختلف الفاظ میں واضح بھی فرما دیا کہ:

"میں نے اپنے اور اپنے خاندان اور اپنے مخلص اصحاب کے مقدس خون کو بہنے سے بچانے کے لیے جنگ بندی اور عارضی صلح کی پیشکش کو قبول کر لیا۔"

نیز جب آپؑ نے معاویہ کو بذریعۂ خط یہ اطلاع دی کہ میرے پدر بزرگوار کی شہادت کے بعد لوگوں نے میری بیعت کر لی ہے لہٰذا تم بھی میری اطاعت سے روگردانی نہ کرو۔

تو معاویہ نے اس کے جواب میں لکھا کہ اگر میں یہ سمجھتا کہ تم مجھ سے بہتر حکومت چلا سکتے ہو

مجھ سے بہتر لوگوں پر نظم وضبط قائم رکھ سکتے ہو، مجھ سے بہتر دشمنانِ اسلام کے مقابلے میں حیلہ وتدبیر سے کام لے سکتے ہو اور تمام امور پر تم مجھ سے بہتر قابو پا سکتے ہو تو ضرور تمہاری بیعت کر لیتا، درآنحالیکہ میں جانتا ہوں کہ ہر بھلائی تم میں موجود ہے۔

اُس نے اپنے اس خط میں یہ بھی لکھا کہ، اب ہمارا اور تمھارا معاملہ بالکل ویسا ہی ہے جیسے بعدِ وفاتِ (شہادت) رسولؐ ابوبکر اور تم لوگوں کا معاملہ تھا۔

پھر آپ نے کوفہ میں اپنے اصحاب کے سامنے انھیں جہاد پر آمادہ کرنے کے لیے ایک خطبہ دیا، اس میں جہاد کی فضیلت اور صبر واستقلال اور ثباتِ قدم کا اجر وثواب بیان کیا اور کہا کہ تم لوگ اپنے لشکر کو یکجا کر کے گھاٹی میں پہنچاؤ۔

مگر سب خاموش رہے کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ عدی بن حاتم نے جب یہ دیکھا تو پکار کر کہا۔" سبحان اللہ، تم لوگ اپنے امام کے حکم پر لبیک نہیں کہتے۔ اچھّا، مصر کے خُطبا کہاں ہیں۔؟

یہ سن کر قیس بن سعد وغیرہ اُٹھے اور خوب خوب بولے۔ مگر مجھے معلوم ہے کہ جو شخص قول میں تحفّظِ ذہنی سے کام لے گا وہ عمل میں تو بدرجۂ اولیٰ ایسا ہی کرے گا۔

اور انہی لوگوں میں سے تو ایک شخص تھا جو ساباط کے اندر کمین گاہ میں بیٹھ گیا اور اپنی کدال سے آپؑ پر حملہ آور ہوا جو آپؑ کی ران پر لگی اور اسے پھاڑتی ہوئی ہڈّی تک پہنچ گئی۔ آپؑ کو زخمی حالت میں مدائن پہنچا دیا گیا۔ وہاں کے والی اُس وقت مختارؒ کے چچا سعد بن مسعود تھے۔ امیرالمومنین علیہ السلام ہی نے انھیں وہاں کا والی مقرر فرمایا تھا۔ انھوں نے آپؑ کو اپنے گھر میں رکھا، طبیب بُلایا، اُن کی تیمارداری کی۔ جب صحتیاب ہو گئے تو آپؑ کو قصرِ بیض المدائن منتقل کر دیا۔

غور کا مقام ہے کہ ایسی قوم سے سلامتی کی اُمید کون رکھ سکتا ہے، چہ جائیکہ یہ اُمید رکھی جائے کہ وہ لوگ آپؑ کی نصرت ومدد کریں گے۔

ایک مرتبہ حجر بن عدی نے آپؑ سے کہا کہ آپؑ نے تو مومنین کا منھ کالا کر دیا۔ تو اس کے جواب میں آپؑ نے فرمایا:

" اس قوم میں سے ہر ایک تو ایسا نہیں ہے کہ جو تم چاہتے ہو وہی وہ بھی چاہے اور جو تمھاری رائے ہے وہی اس کی بھی رائے ہو۔ سُنو! مَیں نے جو کچھ کیا ہے وہ محض تم لوگوں کی بقا کے لیے کیا ہے۔

• عبّاس بن ہشّام نے اپنے باپ سے، اُنھوں نے ابی مخنف سے، اُنھوں نے

ابو الکنود عبد الرحمٰن بن عبید سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ جب امام حسن علیہ السلام نے معاویہ کی صلح کی پیشکش کو قبول فرمالیا تو اِس ترکِ قتال اور جنگ بندی پر قوم آپس میں اظہارِ افسوس کرنے لگی۔

چنانچہ اس صلح کے دو سال بعد ایک گروہ نے آکر آپؑ سے ملاقات کی اور سلیمان بن صرد خزاعی نے آپؑ سے کہا کہ ہم لوگوں کو ابتک تعجب ہے کہ معاویہ سے آپؑ نے صلح کیوں کرلی جبکہ صرف اہلِ کوفہ میں سے آپؑ کے پاس چالیس ہزار کی فوج تھی جو اپنے گھر بیٹھے ہوئے وظیفہ پارہی تھی اور اُن کے ساتھ اُن کی اولاد اور متبعین بھی تھے، اور اُن کے علاوہ اہلِ بصرہ وحجاز میں بھی آپؑ کے شیعہ موجود تھے۔

پھر آپؑ نے اس معاہدے میں نہ اپنے تحفظ کے لیے کوئی دفعہ رکھی اور نہ بیت المال کے عطیہ میں سے کوئی حصہ مقرر کرایا۔ اور پھر اگر آپؑ کو یہ کرنا ہی تھا تو تمام اہلِ مشرق ومغرب میں سے ذی وجوہ اشخاص کو اس معاہدے پر گواہ بناتے اور اس معاہدے میں یہ لکھتے کہ معاویہ کے بعد حکومت آپؑ کو ملے گی۔ تو یہاں تک بھی گوارا کرنا ہم لوگوں کے لیے آسان ہوتا مگر اس نے تو آپؑ سے معاہدے میں جو چیز رکھی اس میں سے کسی ایک کو بھی پورا نہیں کیا بلکہ معاہدے کے فوراً بعد بھرے مجمعے میں کہہ دیا کہ میں نے کچھ شرطیں قبول کیں جو کچھ وعدے کیے تو وہ صرف اِس لیے کہ جنگ کی آگ نہ بھڑکے اور فتنہ ختم ہو جائے۔ اب جبکہ سب لوگ ایک ہو گئے تو وہ ساری شرطیں اور سارا معاہدہ میرے پاؤں کے نیچے ہے۔

خدا کی قسم، اس سے اس کی مراد آپؑ تھے اور آپؑ کے اور اُس کے درمیان کا معاہدہ تھا۔ اس طرح اُس نے معاہدے کو خود ہی توڑ دیا۔

لہٰذا، اب اگر آپؑ چاہیں تو کسی حیلے سے جنگ از سرِ نو شروع کر دیں۔ اور مجھے اجازت دیں کہ میں آپؑ سے پہلے کوفہ پہنچوں وہاں سے معاویہ کے عامل کو نکال باہر کروں اور سلیمان کے ساتھ جو لوگ آئے تھے ان سب نے بھی یہی کہا۔

حضرت امام حسن علیہ السلام نے جواب دیا: سنو! تم لوگ ہمارے شیعہ اور ہمارے دوستدار ہو، اگر میرا مقصد دنیاوی اقتدار اور حصولِ سلطنت ہوتا، تو میں ایسا کرتا اور پھر اس کے لیے دوڑ بھاگ کرتا، اور جنگ چھیڑتا۔ معاویہ نہ مجھ سے زیادہ بہادر ہے اور نہ ایسا ہے کہ اس پر کوئی قابو نہ پاسکے۔

مگر میں تم لوگوں کی رائے سے متفق نہیں ہوں۔ میں نے جو کچھ کیا اس کا مقصد سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ اُمّتِ مسلمہ کا خون نہ بہے۔ اس لیے تم لوگ راضی برضائے الٰہی رہو۔

اس کی حکومت کو مان لو، اپنے گھروں میں بیٹھو اور جنگ وجدال سے ہاتھ روک لو۔ یا آپؑ نے یہ فرمایا کہ تم لوگ اپنا ہاتھ روکے رکھو یہانتک کہ اس فاجر سے نجات ملے۔

بہرحال حضرت امام حسن علیہ السلام کے مندرجہ بالا کلام سے دلوں کی تشفی ہو جاتی ہے اور اس سلسلے میں جتنے شبہات ہیں وہ سب دُور ہو جاتے ہیں۔

- نیز روایت کی گئی ہے کہ جب معاویہ نے آپؑ سے درخواست کی کہ آپؑ مجمعے میں خطبہ دیں اور ہمیں بتائیں کہ آپؑ کے دل میں اس سلسلے میں کیا ہے۔؟ تو آپؑ کھڑے ہوئے پہلے حمد و ثنائے الٰہی بجالائے پھر فرمایا:

"اے لوگو! اگر تم جابلق اور جابرس (مشرق و مغرب) کے درمیان ڈھونڈو کہ کوئی ایسا شخص مل جائے جس کے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں تو تمہیں سوائے میرے اور میرے بھائی حسینؑ کے اور کوئی نہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اولیاء کے ذریعے تم لوگوں کی ہدایت فرمائی ہے۔ سنو! حکومت جو میرا حق ہے اس کے لیے معاویہ مجھ سے جھگڑے پر آمادہ ہے۔ لہٰذا محض صلاحِ اُمّت کے لیے اور اس لیے کہ اُمّت کا خون نہ بہے مَیں نے اسے چھوڑ دیا۔ اور تم لوگ میری بیعت اِس پر کر چکے ہو کہ جس سے میری صلح ہوگی اُس سے تم لوگوں کی بھی صلح ہوگی۔ لہٰذا میرا ارادہ ہے کہ مَیں اس سے صلح کر لوں، اس لیے کہ میری رائے میں خونریزی سے بہتر یہ ہے کہ ایسی بات کر دی جائے جس میں خونریزی نہ ہو۔ اسی میں مَیں نے تم لوگوں کی بھلائی چاہی، اور یہ کہ جو شخص آئندہ حکومت کا متمنّی ہو اس کے لیے میرا یہ عمل حجت بن جائے۔

الغرض حضرت امام حسن علیہ السلام نے (اسبابِ صلح) کے متعلّق جتنی باتیں کہیں ان سب سے یہ امر روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ آپؑ مقہور و مغلوب اور صلح کر لینے پر مجبور تھے۔ آپؑ نے صلح کر کے دینِ اسلام اور اُمّتِ مسلمہ کو ضررِ عظیم سے بچا لیا۔

لیکن سائل کا دوسرا سوال، یہ کہ:

حضرت امام حسن علیہ السلام اپنی امامت سے دستبردار ہو گئے:

تو نعوذ باللہ، ایسا نہیں ہے۔ اِس لیے کہ کسی امام سے حصولِ امامت کے بعد یہ عہدۂ امامت نکل نہیں سکتا، اور ہمارے اکثر مخالفین کے نزدیک بھی امامت و خلافت کے متعلّق یہی ہے کہ اگر کوئی امام و خلیفہ اپنی امامت و خلافت سے دستبردار بھی ہو جائے تو یہ عہدہ اس سے نکل نہیں سکتا۔ ہاں، یہ عہدہ اس سے اُس وقت نکل جائے گا جب وہ دین میں کوئی بدعت کرے گا گناہانِ کبیرہ کا مرتکب ہو۔ اور اس کی دستبرداری مؤثّر بھی ہوگی تو اس وقت جب وہ بلا جبر و اکراہ خود اپنے اختیار سے دستبردار ہوا ہو۔ اگر بجبر و اکراہ دستبردار ہوا ہے تو اس کا کوئی اثر نہ ہوگا۔

نیز آپؑ نے امرِ امامت وخلافت معاویہ کے حوالے نہیں کیا، بلکہ آپؑ نے مقاتلہ اور مغالبہ سے ہاتھ روکا اور جنگ بندی اس لیے قبول کرلی کہ آپؑ کے اعوان وانصار مفقود تھے ہر طرف انتشار وافتراق تھا اس لیے معاویہ کو قہر وغلبہ حاصل ہوگیا، اور اگر بالفرض آپؑ نے اس کو زبانی تسلیم بھی کرلیا ہو تو چونکہ بجبر واکراہ تسلیم کیا، اس لیے اس کا کوئی اثر نہیں۔

تیسری بات بیعت کی۔ اگر بیعت سے مراد ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر اظہارِ رضا کرنا اور جنگ سے کنارہ کش ہونا ہے تو ایسا ہوسکتا ہے لیکن میں اس کے اسباب بیان کرچکا اور یہ کہ وہ کس طرح بجبر واکراہ واقع ہوا، اِس لیے آپؑ پر اس کی کوئی حجت قائم نہیں کی جاسکتی جس طرح آپؑ کے پدرِ بزرگوار سے خلفاءِ متقدمین کی خلافت پر رضا کا اظہار کرایا گیا تو اُن پر بھی کوئی حجت قائم نہ ہوسکی تھی۔

اور اگر بیعت سے مراد یہ ہے کہ آپؑ نے بخوشی ورغبت اپنی رضا کا اظہار کیا تو حالات شاہد ہیں کہ ایسا نہیں ہے۔ آپؑ کے تمام مشہور خطبات واقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ آپؑ نے مجبوراً بادلِ ناخواستہ ایسا کیا، ورنہ وہ ہمیشہ یہی سمجھتے رہے کہ خلافت ہماری ہے ہم اس خلافت کے تمام لوگوں سے زیادہ حقدار ہیں ہم جھگڑے سے بچ رہے ہیں تاکہ دینِ اسلام اور اُمّتِ مسلمہ پر کوئی آنچ نہ آئے۔

چوتھی بات یہ کہ معاویہ سے آپؑ نے عطایا قبول کیے:

تو جہاں میں نے حضرت امیرالمومنینؑ کے عمل کو پیش کیا وہاں پورے دلائل کے ساتھ واضح کردیا ہے کہ کسی ظالم وجابر واہلِ جور واستبداد سے اُس کا لینا جائز ہے اس کے لینے میں نہ کوئی حرج ہے نہ یہ باعثِ ملامت ہے اور صلہ وبخشش لینا تو مناسب بلکہ واجب ہے اس لیے کہ ہر وہ مال جو کسی ایسے شخص کے ہاتھ میں ہو جو اُمّتِ مسلمہ کی حکومت پر زبردستی قابض ہوگیا ہو، امام پر اور تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اس سے چھین لیں خواہ بخوشی ہو خواہ بجبر واکراہ اور اس مال کو برمحل صرف کردیں۔

اور کسی کو حق نہیں جو یہ کہے کہ آپؑ معاویہ سے جو کچھ بطورِ صلہ قبول فرماتے تھے اس کو صرف اپنی ذات یا اپنے اہل وعیال پر صَرف کرتے تھے دوسرے کو نہیں دیتے تھے اِس لیے کہ یہ وہ چیز ہے کہ جب تک اس کا قطعی علم نہ ہو اس کا دعوٰی نہیں کیا جاسکتا۔ اُس وقت تک وہ اس میں سے خود اپنے اور اپنے اہل وعیال پر بھی صَرف نہ فرماتے تھے، اس لیے کہ اس میں خود آپؑ کا اور آپؑ کے اہل وعیال کا بھی حق بنتا تھا اور لازماً وہ اس میں سے مستحقین کو بھی دیتے تھے، مگر اس بات کا اظہار کیونکر ہوتا، اِس لیے کہ آپؑ بربنائے تقیہ یہ کام پوشیدہ طور پر کرتے تھے

لہٰذا آپؑ کو ضرورت تھی کہ یہ اموال آپؑ ازراہِ صلہ قبول فرمائیں اور اس کی بھی ضرورت تھی کہ آپؑ ان اموال کو یا اس میں سے کچھ حصّے کو مستحقین مسلمین تک پوشیدہ طور سے پہنچادیں چنانچہ تاریخ بتاتی ہے کہ آپؑ اپنے مال کا کثیر حصّہ تصدق فرمادیا کرتے تھے، اِس لیے فقرا کی امداد اور حاجتمندوں کی حاجت روائی شاید اسی سلسلے کی کڑیاں ہوں۔

اب رہ گیا معاویہ سے اظہارِ دوستی؛

تو یہ آپؑ نے کبھی نہیں کیا اور نہ اسے چھپایا۔ یہ بات آپؑ کے کلام سے ظاہر ہے خواہ معاویہ کے سامنے ہو خواہ اس کی غیر موجودگی میں اور اگر آپؑ ایسا کسی خوف کی بنا پر اصلاحِ احوال یا عظیم شر سے محفوظ رہنے کے لیے کرتے بھی تو یہ آپؑ پر واجب تھا اِس لیے کہ آپؑ کے پدرِ بزرگوار نے بھی تو اپنے متقدّمین کے ساتھ شرِ عظیم سے محفوظ رہنے کے لیے ایسا ہی کیا تھا۔

اور سب سے زیادہ تعجّب لوگوں کے اس دعوے پر ہے کہ امام حسن علیہ السّلام معاویہ کی امامت کے قائل ہو گئے تھے؛ اس لیے کہ یہ بات بدیہی طور پر ظاہر ہے کہ آپؑ اس کا یقین رکھتے اور صاف صاف کہتے تھے کہ معاویہ اس قابل بھی نہیں کہ کوئی امام یا نائبِ امام اس کو اپنی طرف سے کسی جگہ کا والی بنائے چہ جائیکہ خود معاویہ کی امامت کا قائل ہونا۔

اس طرح کا خیال تو صرف اسی شخص کا ہوگا جو عامی و جاہل ہو حشوی ہو اور اپنے بزرگوں کی تقلید سے مجبور ہو۔

(نوٹ) صلح کے اسباب کے متعلّق وہ روایات جو اِن ابواب میں پیش کردی گئی ہیں اس کے دیکھنے کے بعد میرے خیال میں اب اس موضوع پر کسی تفصیلی بحث کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

بحار الانوار

باب ۹

کیفیتِ مصالحت

ANSAR

ریاض الادب

باب ۴

[illegible]

(۱) امام حسنؑ کیلئے معاویہ کی سازش

معاویہ نے عمرو بن حریث واشعث بن قیس وحجر بن حارث وشیث بن ربعی کے پاس ان کے جشموں پر فرداً فرداً ایک ایک جاسوس بھیجے اور انھیں یہ پیغام دیا کہ اگر تم حسنؑ بن علیؑ کو قتل کردو تو میں تمھیں دو لاکھ درہم اور شامی فوج کا ایک دستہ دوں گا نیز اپنی دختروں میں سے کسی ایک دختر سے تمھاری شادی کردوں گا۔

جب یہ خبر امام حسن علیہ السلام کو ملی تو آپؑ نے احتیاط شروع کردی، اپنے لباس کے نیچے زرہ پہننے لگے، اور جب بھی ان لوگوں کے ساتھ نماز کے لیے جاتے تو اندر زرہ پہن لیا کرتے چنانچہ ان ہی میں سے کسی ایک نے ایک مرتبہ آپؑ پر بحالتِ نماز میں تیر چلایا، مگر وہ کارگر نہ ہوا اس لیے کہ آپؑ زرہ پہنے ہوئے تھے۔ مگر جب آپؑ مظلم ساباط سے ہوکر گذر رہے تھے تو ان ہی میں سے کسی ایک نے آپؑ پر زہر آلود خنجر سے حملہ کردیا، جس سے آپؑ زخمی ہوگئے۔ آپؑ نے حکم دیا کہ مجھے بطن جریحی پر پہنچاؤ۔ وہاں کے عامل اُس وقت مختارؒ کے چچا ابن ابی عبید بن مسعود تھے۔

پھر آپؑ نے ان لوگوں سے فرمایا: تم لوگوں پر وائے ہو، سُنو! معاویہ نے میرے قتل پر جو وعدہ تم لوگوں سے کیا ہے وہ ہرگز پورا نہ کرے گا اور میرا خیال ہے کہ اگر میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے کر صلح کرلوں تو بھی وہ مجھے نہ چھوڑے گا کہ میں اپنے جد کے دین کی تبلیغ کرسکوں۔ ہاں، یہ تو کرسکتا ہوں کہ بالکل تنہائی میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا رہوں، مگر جو اس کا نتیجہ ہوگا وہ بھی سُن لو، گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تمھاری اولاد بنی امیہ کی اولاد کے دروازے پر ایک ایک قطرہ پانی اور دانے دانے کا سوال کررہی ہے اور وہ لوگ تمھاری اولاد کو نہ پانی دیتے ہیں نہ دانہ۔ خیر

"وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ۝" (الشعرا ۲۲۷)

یعنی (ظلم کرنے والے عنقریب جان لیں گے کہ کس انقلاب نے ان کو اُلٹ پلٹ کر رکھ دیا ہے۔)

یہ سن کر وہ لوگ آپؑ سے معذرت خواہ ہونے لگے مگر اب ان کا عذر بے سود تھا اور فوراً امام حسن علیہ السلام نے معاویہ کو یہ خط تحریر فرمایا:

اما بعد: "میری آرزو تھی کہ میں حق کو زندہ کروں گا اور باطل کو مٹا دوں گا مگر میری یہ آرزو یاس سے بدل گئی۔ ہاں تمھاری مراد پوری ہو گئی۔ لو، میں یہ حکومت تمھارے لیے چھوڑتا ہوں، اگرچہ میں جانتا ہوں کہ میرے حکومت کے چھوڑنے کی وجہ سے تمھاری عاقبت تباہ ہو جائے گی، مگر خیر میری چند شرطیں ہیں جو میں تمھارے سامنے رکھتا ہوں، اگرچہ ہماری ان شرطوں کو پورا کرنا یقیناً تمھارے لیے گراں ہوگا، لیکن اگر عہد شکنی کرو گے تو بھی اس کے بوجھ تلے دبے ہی رہو گے اس سے ہلکے نہیں ہو سکتے۔"

اس کے بعد آپؑ نے ایک دوسرے کاغذ پر شرائط تحریر کیے اور اُسے قسم دلائی کہ ان شرائط کو پورا کرنا، غداری نہ کرنا۔ اور اے معاویہ! تو بھی عنقریب اسی طرح نادم و پشیمان ہوگا جس طرح تیرے علاوہ دوسرے لوگ باطل کے لیے برسرِ پیکار ہو کر یا حق کو چھوڑ کر بیٹھ رہنے پر نادم و پشیمان ہوئے، مگر اُس وقت ندامت و پشیمانی کچھ کام نہ دے گی۔ والسلام

(عیون اخبار الرضا)

(نوٹ) حضرت امام حسن علیہ السلام کی نظر میں بہت سے لوگوں کی ندامتیں اور پشیمانیاں تھیں مثلاً۔ ۱۔ زبیر جو جنگِ جمل کے موقعے پر نادم ہوئے۔ جس کا ذکر امیر المومنینؑ نے بھی کیا ہے۔

۲۔ عبداللہ ابنِ عمر ابنِ خطاب جن کے فضائل میں سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ جب ان کے سامنے کوئی قابلِ افسوس بات ہوتی تو کہتے، مجھے دنیا میں کسی بات پر افسوس نہیں ہے، افسوس فقط اس کا ہے کہ میں نے علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کے ساتھ مل کر گروہِ باغی سے جنگ کیوں نہ کی، کیوں بیٹھا رہ گیا۔

۳۔ حضرت ام المومنین عائشہ، جب ان کو کوئی شخص جنگِ جمل یاد دلاتا تو فرماتی تھیں، بس ایک شدنی تھی جو ہو گئی۔ خدا کی قسم، اگر بالفرض رسول اللہؐ سے میرے بیس فرزند مانند عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام کے ہوتے اور ان کی موت یا اُن کے قتل پر مجھے رونا پڑتا تو میرے لیے یہ آسان تھا، اس افسوس سے جو میں علیؑ سے جنگ کرنے کے لیے نکلی۔

۴۔ سعد بن ابی وقاص کو جب یہ خبر ملی کہ حضرت علی علیہ السلام نے ذوالثدیہ کو قتل کر دیا ہے تو اُسے اپنی ابتدا سے آخر تک تمام باتیں یاد آئیں، اُسے بڑا قلق اور رنج ہوا اور بولا۔ "خدا کی قسم، اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ بات ایسی ہے تو میں اُن کے

پاس جاتا خواہ گھٹنوں کے بل کیوں نہ ہو۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ جب معاویہ آیا تو سعد بن ابی وقاص اس کے پاس گئے۔

معاویہ نے کہا، اے ابو اسحاق! امامِ مظلوم (عثمان) کے خون کا عوض لینے میں تم ہماری مدد کیوں نہیں کرتے؟

سعد نے جواب دیا کہ: سنو! اگرچہ میں نے آنحضرتؐ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا تھا کہ "علیؑ کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی"۔۔ مگر اس کے باوجود میں نے تیرے ساتھ رہ کر علیؑ سے جنگ کی۔

معاویہ نے کہا، واقعاً، کیا تم رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو یہ فرماتے ہوئے سُن چکے تھے؟

سعد نے جواب دیا، ہاں، اور اگر ایسا نہ سُنا ہو تو اللہ ج کرے یہ دونوں کان بہرے ہو جائیں۔

معاویہ نے کہا (یہ سُننے کے بعد بھی جب تم اُن سے جنگ کر چکے) تو پھر اب تمھارے پاس ہماری مدد نہ کرنے اور بیٹھ رہنے کے متعلق کوئی عذر نہیں۔ اس لیے کہ اگر واقعاً میں نے اپنے کان سے رسول اللہؐ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہوتا تو اس کے بعد میں علیؑ سے ہرگز ہرگز جنگ نہ کرتا۔

امام حسنؑ کا خط معاویہ کے نام

ابن ابی الحدید معتزلی نے اپنی کتاب "شرح نہج البلاغہ" میں ابو الفرج اصفہانی کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ امام حسن علیہ السلام نے ایک خط معاویہ کے نام جندب بن عبداللہ یزدی کی معرفت روانہ کیا، اور اس میں یہ تحریر کیا کہ:

"یہ خط ہے حسنؑ بن علیؑ امیر المومنینؑ کا معاویہ بن ابی سفیان کے نام

سلام علیکم: میں اس اللہ ج کی حمد کرتا ہوں کہ جس کے سوا کوئی اللہ نہیں ہے۔

امّا بعد: تم پر واضح ہو کہ اللہ تعالےٰ نے محمد صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو تمام عالمین کے لیے رحمت اور مومنین کے لیے احسان بنا کر بھیجا، اور آنحضرتؐ نے کارِ رسالت کو بدرجۂ اتم انجام دیا، اس میں کوئی کوتاہی نہیں کی جب آپؐ کے ذریعے اللہ تعالیٰ حق کو ظاہر کر چکا اور شرک کو مٹا چکا تو قبیلۂ قریش کو

ایک خصوصیت سے نوازا اور یہ کہا:

"اِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ" (سورۃ الزخرف آیت ۴۴)

(بیشک یہ ذکر تمہارے لیے ہے اور تمہاری قوم کے لیے بھی ہے)

پھر جب آنحضرتؐ نے وفات پائی تو آپؐ کی سلطنت وحکومت کے لیے اہلِ عرب میں نزاع شروع ہوگئی تو قبیلۂ قریش نے ان کے سامنے یہ دلیل پیش کی کہ ہم لوگ اُنؐ کے قبیلہ کے ہیں، اُنؐ کے خاندان کے ہیں۔ لہٰذا ہم لوگ اُنؐ کے وارث ہیں، تم لوگوں کے لیے یہ جائز نہیں کہ محمدؐ کی سلطنت وحکومت کے لیے ہم سے جھگڑا کرو۔ اہلِ عرب نے دیکھا قریش بات تو صحیح کہتے ہیں، جو لوگ محمدؐ کی سلطنت کے لیے ان سے جھگڑیں گے ان کے مقابلے میں قریش کی حجّت ودلیل کی کوئی رد نہیں۔ لہٰذا اہلِ عرب خاموش ہوگئے اور یہ سلطنت وحکومت انھوں نے قبیلۂ قریش کے سپرد کردی۔

پھر جو دلیل قریش نے اہلِ عرب کے سامنے پیش کی تھی وہی دلیل ہم لوگوں نے قریش کے سامنے پیش کی۔ تو انھوں نے وہ انصاف ہمارے ساتھ نہیں کیا جو عرب والوں نے اُن کے ساتھ کیا تھا۔ ان لوگوں نے یہ حکومت اہلِ عرب کے مقابلے میں اس دلیل اور اس انصاف پر پائی، مگر جب ہم آلِ محمدؐ نے وہی دلیل اُن کے سامنے پیش کی اور ان سے انصاف کے طالب ہوئے تو انھوں نے ہمیں بھگا دیا اور ہم لوگوں پر ظلم کیا اور ناانصافی کرنے پر سب کے سب متحد ہوگئے اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی ایک وعدہ گاہِ انصاف ہے اور وہی حاکم ومددگار ہے۔

جن لوگوں نے ہمارے حق کو اور ہمارے نبیؐ کی حکومت کو ہم سے چھینا وہ خواہ کتنے ہی صاحبِ فضیلت اور سابق الاسلام رہے ہوں، ہمیں اُن پر تعجب ہے کہ یہ ناانصافی اُنھوں نے کیسے کی؟ اور ہم لوگ اس وقت خاموش رہے جھگڑا آگے نہیں بڑھایا، اس خوف سے کہ منافقین اس جھگڑے سے فائدہ اُٹھائیں گے اور دین میں فساد پھیلائیں گے۔

مگر آج تو اے معاویہ! تجھ پر ہر شخص کو تعجب ہوگا کہ تو ایک ایسی چیز کی طرف لپک رہا ہے جس کا تو اہل نہیں ہے، نہ تجھے کوئی دینی فضیلت حاصل ہے اور نہ تو اسلام میں کوئی ممدوح شخصیت ہے۔ تو عرب کے گروہوں میں سے ایک گروہ کا فرزند ہے، تو قریش میں اُن لوگوں کا فرزند ہے جو رسول اللہؐ کے سب سے بڑے دشمن تھے۔ اللہ تعالیٰ ہی تجھ سے اس کا حساب لے گا۔ تو جب عنقریب واپس جائے گا تو تجھے معلوم ہوجائے گا کہ آخرت کا گھر کس کے لیے ہے۔ بخدا، تو عنقریب اپنے رب کے دربار میں حاضر ہوگا اور وہ تجھے تیرے ان اعمال کا بدلہ دے گا جو تو اپنے جانے سے پہلے بھیج چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ ظالم نہیں ہے۔

(میرے پدرِ عالی قدر) حضرت علی علیہ السلام نے شہادت پائی اُن پر اللہ کی رحمت ہو جس دم آپؑ کی روح قبض ہوئی، جس دن آپ پر اللہ نے اسلام کے ذریعے احسان فرمایا، اور جس دن وہ پھر زندہ اُٹھائے جائیں گے، ان کے بعد مسلمانوں نے اُن کی حکومت کا مجھے والی بنایا ہے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اِس مٹنے والی دنیا سے کوئی ایسی چیز نہ دے جس سے میری آخرت کی نعمات میں کمی ہو۔

مَیں یہ خط تجھے اس لیے لکھ رہا ہوں تاکہ مَیں تیرے معاملے میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بَری الذمہ ہو جاؤں۔ دیکھ! اگر تو میری بات مان جاتا ہے تو تجھے آخرت میں اجرِ عظیم ملے گا اور اس میں اُمتِ مسلمہ کی بھلائی بھی ہوگی۔ باطل پر ضد اور ہٹ دھرمی چھوڑ دے اور جس طرح تمام مسلمانوں نے میری بیعت کی ہے اسی طرح تو بھی بیعت کر لے، اس لیے کہ تو خود جانتا ہے کہ مَیں اِس امرِ خلافت کا سب سے زیادہ اللہ کے نزدیک حقدار ہوں، بلکہ ہر اُس شخص کے نزدیک بھی جس کا دل توبہ و انابت کی طرف مائل ہے۔

معاویہ! دیکھ، خدا سے ڈر، سرکشی چھوڑ اور مسلمانوں کو خونریزی سے بچا۔ بخدا، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تجھے اس خونریزی سے کوئی فائدہ نہ پہنچے گا۔ تسلیم و اطاعت کی منزل کی جانب قدم بڑھا اور اُس شخص سے جھگڑا نہ کر جو امرِ خلافت کا سب سے زیادہ حقدار ہے تاکہ جنگ و عناد کی بھڑکتی ہوئی آگ ٹھنڈی پڑ جائے۔ یہ بھی گوش گذار کیے دیتا ہوں کہ اگر تُو نے انکار کیا اور اپنی سرکشی اور گمراہی پر جما رہا تو مَیں مسلمانوں کی فوج لے کر تیرے علاقے میں اُترنے ہی والا ہوں، پھر اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان فیصلہ فرمائے گا اور یقیناً وہی تو بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

معاویہ کا جواب:

معاویہ نے امام حسن علیہ السلام کے اس خط کے جواب میں یہ لکھا:

تم نے جو مجھے صلح اور امن و آشتی کی دعوت دی ہے اُسے میں سمجھا لیکن اگر میں یہ سمجھتا کہ تم رعایا پر مجھ سے زیادہ نظم و ضبط قائم رکھ سکتے ہو اور اس اُمت کے معاملے میں تم مجھ سے زیادہ احتیاط سے کام لے سکتے ہو، مجھ سے بہتر سیاست کر سکتے ہو اور تمام مال و دولت کو مجھ سے زیادہ قوّت کے ساتھ سنبھال سکتے ہو اور دشمنوں کے مقابلے کی تم مجھ سے بہتر تدبیر کر سکتے ہو، تو یقیناً مَیں تمھاری دعوت کو قبول کر لیتا، اور تمھیں اِس خلافت کا اہل سمجھتا۔ لیکن مجھے معلوم ہے، مَیں تم سے زیادہ طویل عرصے تک والی رہا ہوں۔ اِس اُمت

کا تم سے زیادہ مجھے تجربہ ہے۔ مَیں تم سے زیادہ مُسن ہوں اس لیے مَیں اس امر کا زیادہ حقدار ہوں۔ تم نے جس حکومت و خلافت کے تسلیم کرنے کی مجھے دعوت دی ہے، اس حکومت و خلافت کے لیے تم مجھے تسلیم کرو، میری اطاعت کرو اور میرے بعد امامت و خلافت تمھارے لیے ہوگی۔ نیز اہلِ عراق کے بیت المال میں اس وقت جتنی رقم ہے وہ سب تمھاری ہے جہاں چاہو لے جاؤ اور عراق کے جس صوبے کا بھی تم چاہو اس کا خراج اپنی گذر بسر کے لیے لیتے رہنا تمھیں ہر سال پہنچتا رہے گا۔

اُمّید ہے کہ تم میری اطاعت سے روگردانی نہ کروگے۔ اللہ تعالیٰ اپنی اطاعت پر میری اور تمھاری دونوں کی مدد فرمائے۔ وَالسَّلام:

جندب کا بیان ہے کہ جب میں معاویہ کا یہ جوابی خط لیکر امام حسن علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے عرض کیا کہ: وہ شخص آپؑ پر فوج کشی کی تیاری کر رہا ہے بہتر یہ ہے کہ آپؑ اپنا لشکر لے کر آگے بڑھ جائیں تاکہ جنگ اس کی سرحد میں ہو۔ اور اگر آپؑ کا یہ خیال ہے کہ ہم اس کو اپنا مطیع و منقاد بنا کر رہیں گے، تو اس کے لیے آپؑ کو صفین سے بھی بڑی جنگ لڑنی پڑے گی۔

آپؑ نے فرمایا: دیکھو! مَیں کچھ کروں گا۔

پھر انھوں نے میرا مشورہ قبول نہیں کیا اور اسے بھلا دیا۔

(مقاتل الطّالبین ص ۳۷ تا ص ۴۰)

(۲) امام حسن و امام حسین علیہما السّلام معاویہ کو اچھا نہیں سمجھتے تھے

ابنِ علوان نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے اور آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار سے روایت کی ہے۔ آپؑ نے بیان فرمایا کہ حضرت امام حسن علیہ السّلام اور حضرت امام حسین علیہ السّلام دونوں معاویہ پر تنقید بھی کیا کرتے، اسے برا بھی کہتے اور اس کا جزیہ بھی قبول کیا کرتے تھے۔ (قرب الاسناد)

(۳) صلح کے بعد امام حسنؑ کا خطبہ

صلح کے بعد معاویہ نے امام حسن علیہ السّلام سے کہا: ذرا کچھ ہم لوگوں کے فضائل

بیان کیجیے۔

یہ سُن کر آپؑ اُٹھے اور منبر پر تشریف فرما ہو کر" پہلے حمد و ثنائے الٰہی بجا لائے، پھر محمدؐ و آلِ محمدؐ پر دُرود بھیجا اس کے بعد فرمایا:

اے لوگو! جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے، مگر جو نہیں پہچانتا وہ پہچان لے کہ مَیں کون ہوں۔ مَیں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا فرزند حسنؑ ہوں، مَیں بشیر و نذیر کا فرزند ہوں، مَیں اُس کا فرزند ہوں جو رسالت کے لیے منتخب ہوا۔ مَیں اُس کا فرزند ہوں جس پر ملائکہ دُرود بھیجتے ہیں، مَیں اُس کا فرزند ہوں جس کے صدقے میں اِس اُمّت کو شرف ملا۔ مَیں اُس کا فرزند ہوں جن کے پاس جبریلِ امینؑ اللہ ج کا پیغام لیکر نازل ہوا کرتے تھے، مَیں اُس کا فرزند ہوں جو تمام عالمین کے لیے رحمت بنا کر مبعوث کیا گیا۔

اتنا سُن کر معاویہ اپنی دیرینہ عداوت و حسد کو نہ چھپا سکا اور بولا:

اے حسنؑ! ذرا رُطَب (کھجور) کی تعریف کیجیے کہ وہ کیسے پیدا ہوتی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ہَوا اس کو بار آور کرتی ہے، سورج اس کو گدراتا ہے، چاند اس میں رنگ پیدا کرتا ہے، گرمی اس کو پکاتی ہے اور رات اس میں ٹھنڈک پیدا کرتی ہے۔

یہ کہہ کر آپؑ پھر اپنے سلسلۂ کلام کی طرف پلٹ گئے اور فرمایا:

مَیں اُس کا فرزند ہوں جس کی دعا اللہ ج کی بارگاہ میں قبول ہوئی، مَیں اس کا فرزند ہوں جو اپنے اور اپنے رب کے درمیان دو کمانوں کا فاصلہ رکھتا تھا یا اس سے بھی کم، مَیں اس کا فرزند ہوں جس کے سامنے قبیلۂ قریش مجبور ہو کر جھکے، مَیں اس کا فرزند ہوں جس کا اتّباع کرنے والا خوش نصیب اور انھیں چھوڑنے والا بد نصیب ہے، مَیں اس کا فرزند ہوں جس کے پاس آسمان کی خبریں مسلسل آتی رہیں۔ مَیں اُن کا فرزند ہوں جن سے اللہ نے رجس کو دُور رکھا ہے اور انھیں پاک رکھا ہے جو پاک رکھنے کا حق ہے۔ (ابھی آپؑ نے یہیں تک کہا تھا کہ)

معاویہ پھر بولا۔ اے حسنؑ! میرا خیال ہے کہ تمھارا نفس تم کو خلافت کے لیے اُبھار رہا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اے معاویہ! وائے ہو تجھ پر، خلیفہ وہ ہے جو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی سیرت پر چلے اور حکمِ خدا پر عمل کرے اور مَیں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہم لوگ ہدایت کے پرچم ہیں اور تقویٰ کے مینار ہیں اور تو اے معاویہ! سنّتوں کو مٹانے والا اور بدعتوں کو زندہ کرنے والا ہے، تو نے اللہ ج کے بندوں کو اپنا غلام و کنیز سمجھ لیا ہے، دینِ خدا کو کھیل جانتا ہے لیکن دیکھ! جس نشے میں تو ہے وہ ہرن ہو جائے گا، اب تیری زندگی تھوڑی سی ہے مگر اس کا عذا

ہمیشہ باقی رہ جائے گا۔

اے معاویہ! خدا کی قسم، اللہ تعالیٰ نے دو مُلک پیدا کیے ہیں ایک مشرق میں اور دوسرا مغرب میں۔ ایک کا نام جابلقا ہے اور دوسرے کا نام جابلسا ہے اور ان دونوں میں ہمارے جد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سوا کوئی دوسرا رسول نہیں بھیجا گیا۔

شبِ قدر کون سی شب ہے؟

(دورانِ خطبۂ امام حسنؑ) معاویہ نے پھر کہا، اچھا، اے ابو محمدؑ! ہمیں یہ بتائیے کہ شبِ قدر کون سی شب ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ہاں، اس طرح کے مسائل پوچھا کرو۔ سنو! اللہ تعالیٰ نے سات آسمان پیدا کیے، سات زمینیں پیدا کیں، جنوں کو سات سے پیدا کیا اور انسانوں کو سات سے پیدا کیا۔ لہٰذا تم شبِ قدر کو ۲۳ سے ۲۷ تک کے درمیان تلاش کرو۔

اس کے بعد آپؑ وہاں سے اُٹھ کر چلے آئے۔ (تحفۃ العقول)

خطبۂ امام حسنؑ بروایت ابنِ ابی الحدید

ابنِ ابی الحدید معتزلی کا بیان ہے کہ ابو الحسن مدائنی نے روایت کی ہے کہ صلح کے بعد معاویہ نے حضرت امام حسن علیہ السلام سے کہا کہ آپؑ لوگوں کے سامنے کوئی خطبہ دیں۔

آپؑ نے اس سے انکار کیا تو اُس نے قسم دے کر کہا۔ جب آپؑ مجبور ہوئے تو آپؑ کے لیے ایک کرسی رکھی گئی۔ آپؑ اس پر تشریف فرما ہوئے اس کے بعد فرمایا:

حمد اُس خدا کی جو اپنے مُلک کا اکیلا مالک ہے اور اپنی ربوبیّت میں واحد و یکتا ہے۔ وہ جسے چاہے مُلک عطا کرے اور جس سے چاہے چھین لے اُس خدا کی حمد جس نے ہماری وجہ سے تم مومنین کو مکرّم کیا۔ تمھارے اوّلین کو شرک سے نکالا، تمھارے آخرین کو خونریزی سے بچایا۔ تم لوگوں کے سامنے ہم پہلے بھی سخت مصائب میں مبتلا تھے اور اب بھی ہیں خواہ تم لوگ شکر گزار بنو یا ناشکری کرو۔

اے لوگو! علیؑ کے رب نے جس وقت علیؑ کی روح قبض کی اس وقت وہ علیؑ کو سب سے زیادہ جانتا تھا۔ اُن کو ایسے فضائل سے مختص کیا کہ وہ فضائل تم میں نہیں ہیں اور

نہ تم آئندہ وہ فضائل پا سکتے ہو۔

افسوس، افسوس، غور کرو کتنے عرصے تک تم لوگوں نے اُن کے اُمور کو تہ و بالا کرنے کی کوشش کی مگر اللہ جؔ نے ان کی بات اونچی ہی رکھی۔ انھوں نے بدر اور دیگر غزوات میں تم لوگوں سے جنگ کی، تمھیں جرعہ ہائے تلخ پلائے، تمھاری گردنیں جھکا دیں، لہٰذا اگر تم لوگ ان سے بغض رکھو تو کیا یہ قابلِ ملامت نہیں۔

خدا کی قسم اس اُمّتِ محمدی کی قیادت اور سیادت جبتک بنی اُمیہ میں رہے گی، کبھی آسودہ حالی نہیں دیکھ سکتے، چونکہ تم لوگوں نے طاغوت کی اطاعت کر لی اور اب اپنے شیاطین کی طرف مائل ہو، اس لیے اللہ جؔ نے تم لوگوں کو ایسے فتنے میں مبتلا کر دیا ہے جس سے تم بغیر ہلاک ہوئے نہیں بچ سکتے۔ خیر تم لوگوں نے اپنی رغبتِ بد اور کوتاہیٔ عقل کی وجہ سے جو کچھ ماضی میں کیا یا آئندہ کرو گے اس کا حساب اللہ جؔ کے سامنے دینا ہوگا۔

اس کے بعد آپؑ نے فرمایا:

اے اہلِ کوفہ! کل تم سے ایک ایسا شخص جُدا ہوا جو اللہ جؔ کے تیروں میں سے ایک ایسا تیر تھا جو اللہ جؔ کے دشمنوں کو ٹھیک اپنا نشانہ بناتا تھا۔ قریش کے فاسق و فاجر لوگوں کے لیے تباہی و بربادی کا سبب تھا، وہ ہمیشہ ان کی گردنیں پکڑ کر سینے پر سوار ہو جاتا تھا، وہ نہ اللہ تعالےٰ کے معاملے میں کبھی لائقِ ملامت رہا، نہ مالِ خدا میں کبھی بد دیانتی کرتا تھا، نہ دشمنانِ خدا سے جنگ میں اُس نے کبھی منھ موڑا، اُس نے کتابِ خدا کے اصل مقصد کو پورا کیا، قرآن کے ہر حکم کو قبول کیا اُس کی رہنمائی پر گامزن رہا اور نہ اللہ جؔ کے معاملے میں اُس نے کسی ملامت کرنے والے کی پروا کی۔ اللہ تعالیٰ اُن پر اپنی طرف سے دُرود اور رحمت نازل فرمائے۔

معاویہ نے آپؑ کے اس خطبے کو سن کر کہا۔ جلد باز اکثر غلطی کر بیٹھتا ہے اور تاخیر سے کام لینے والا اکثر صحیح اقدام کرتا ہے۔ واقعتاً مجھے کیا ضرورت پڑی تھی کہ میں نے جلد بازی میں امام حسنؑ سے خطبے کی فرمائش کر دی۔ (شرحِ نہج البلاغہ ابنِ ابی الحدید)

(۴) امام حسنؑ سے اہلِ لشکر کی غدّاری

حارث ہمدانی سے مروی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد لوگ حضرت امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور بولے: آپؑ اپنے پدرِ بزرگوار کے نائب اور اُن کے وصی ہیں۔ ہم لوگ آپؑ کی بات سُنیں گے اور آپؑ کی اطاعت کریں گے اب آپؑ حکم فرمائیں۔

حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: تم لوگ جھوٹے ہو، جب تم لوگوں نے اُس کے ساتھ وفا نہ کی جو مجھ سے بہتر تھا تو پھر میرے ساتھ کیا وفا کرو گے۔ تم لوگوں کی بات پر مَیں کیسے اطمینان اور بھروسہ کروں۔ اچھا، اگر تم سچے ہو تو لشکر گاہِ مدائن ہماری اور تمھاری وعدہ گاہ ہے وہاں مجھ سے ملاقات کرو۔

یہ کہہ کر آپؑ اپنی سواری پر سوار ہوئے اور آپؑ کے ساتھ جو لوگ جانا چاہتے تھے وہ بھی اپنی سواریوں پر بیٹھ گئے، مگر اکثریت نے ساتھ چھوڑ دیا، جو کہا تھا اس پر قائم نہیں رہے جو وعدہ کیا تھا اُس کو پورا نہیں کیا اور جس طرح اس سے پہلے اِن لوگوں نے امیر المومنین علیہ السلام سے دھوکا کیا تھا اسی طرح امام حسن علیہ السلام سے بھی دھوکا کیا۔

جب آپؑ نے یہ حال دیکھا تو کھڑے ہوئے اور خطبہ دیا۔ اس میں فرمایا:

"آخر تم لوگوں نے ہمارے ساتھ بھی وہی دھوکا کیا جو مجھ سے پہلے (امیر المومنینؑ) کے ساتھ دھوکا کر چکے ہو۔ اچھا یہ بتاؤ کہ مجھے چھوڑنے کے بعد تم لوگ کس امام کی ہمراہی و معیّت میں جنگ کرو گے۔ کیا اس کافر وظالم کے ساتھ رہ کر جو کبھی اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان ہی نہیں لایا اور اس نے اور بنی اُمیہ نے اپنے کو مسلمان ظاہر بھی کیا تو صرف تلوار کے ڈر سے۔

دیکھو! اگر بنی امیہ کا کوئی فرد باقی نہ رہ جائے صرف اس میں سے ایک بوڑھی عورت کہ جس کے منہ میں دانت بھی نہ ہو تو وہ باقی رہ جائے وہ بھی دینِ خدا سے روگردانی کرے گی۔ یہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ارشاد ہے (کسی غیر کا نہیں)

پھر آپؑ نے چار ہزار کے لشکر کے ساتھ وہاں سے کوچ فرمایا جو بنی کندہ پر مشتمل تھا اور اُسے حکم دیا کہ آگے بڑھ کر مقامِ ابنار پر پڑاؤ ڈالے اور جبتک میرا کوئی حکم نہ پہنچے تم لوگ کوئی اقدام نہ کرنا۔

غرض جب اس لشکر نے وہاں پہنچ کر پڑاؤ ڈالا اور معاویہ کو خبر ہوئی تو اس نے سردارِ لشکر کندہ کے پاس قاصد بھیج کر کہلایا کہ اگر تم ہمارے پاس آجاؤ تو میں تم کو شام و جزیرہ کے کسی علاقے کا والی بنا دوں گا۔

نیز اس کے پاس پانچ لاکھ درہم بھی بھیجے۔ اس دشمنِ خدا کندی سردار نے درہم لے لیے اور امام حسن علیہ السلام کا ساتھ چھوڑ کر اپنے مخصوصین واہلِ خاندان میں سے دو سو آدمیوں کے ساتھ معاویہ سے جا ملا۔

یہ خبر جب امام حسن علیہ السلام کو پہنچی تو آپؑ نے ایک خطبہ دیا اور فرمایا:

اے لوگو سنو! وہ کندی معاویہ سے جا ملا، اس نے میرے اور تمھارے ساتھ

غدّاری کی ہے۔ دیکھو! میں تم لوگوں کو بار بار بتا چکا ہوں کہ تم لوگوں میں وفا نہیں ہے، تم دنیا کے بندے ہو مگر میں اس کی جگہ دوسرے شخص کو بھیجوں گا اور مجھے معلوم ہے وہ شخص بھی ہمارے ساتھ وہی کرے گا جو اُس کا ساتھی کر چکا ہے، وہ ہمارے معاملے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کا کوئی پاس ولحاظ نہ کرے گا۔

پھر آپؑ نے قبیلۂ مراد کے ایک شخص کو چار ہزار کا لشکر دے کر بھیجا اور لوگوں کے سامنے اس کو کھڑا کر کے اُسے تاکید کی، پھر مجمع کو یہ بھی بتایا کہ کندی کی طرح یہ بھی غدّاری کرے گا۔ مگر اس نے سب کے سامنے حلف سے کہا کہ میں ایسا نہیں کروں گا۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: دیکھ لینا، یہ بھی غدّاری کرے گا۔

اب جبکہ یہ مرادی چار ہزار کا لشکر لے کر انبار پہنچا تو معاویہ نے اس کے پاس بھی اپنے قاصد بھیجے اور وہی لکھا جو اس سے پہلے اس مرد کندی کو لکھ چکا تھا اور اس کے پاس بھی پانچ لاکھ درہم بھیجے اور وعدہ کیا کہ شام اور جزیرہ میں جو علاقہ تو پسند کرے گا میں تجھے اس کا والی بنادوں گا۔

چنانچہ اس مرادی نے بھی امام حسن علیہ السلام کا ساتھ چھوڑا اور معاویہ سے جاملا۔ اس نے اپنے عہد وحلف کا بھی لحاظ نہ کیا۔ یہ اطلاع جب امام حسن علیہ السلام کے پاس پہنچی تو آپؑ نے پھر مجمع کو خطاب فرمایا، اور کہا: میں بار بار تم کو بتا چکا ہوں کہ تم لوگ اللہ جل کے عہد کو پورا نہ کروگے، اور دیکھو! وہ تمھارا قبیلۂ مراد کا ساتھی بھی ہم سب سے غدّاری کر گیا اور معاویہ کی طرف چلا گیا۔

اس کے بعد معاویہ نے امام حسن علیہ السلام کو خط لکھا کہ:

"اے ابنِ عم! آپؑ ہمارے اور اپنے درمیان قرابت کا لحاظ کریں دیکھیں کہ لوگوں نے اس سے پہلے آپؑ کے پدرِ بزرگوار سے غدّاری کی تھی اسی طرح آپؑ سے بھی غدّاری کی ہے"

ادھر مجمع نے امام حسن علیہ السلام سے کہا کہ صرف چند آدمیوں کی غدّاری اور بدعہدی سے کیا ہوتا ہے جبکہ ہم سب لوگ آپؑ کے ساتھ ہیں۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: اچھا، میں ایک بار تمھیں پھر موقع دیتا ہوں اگرچہ یہ مجھے معلوم ہے کہ تم لوگ بھی غدّاری سے باز نہ آؤگے، اب ہمارا پڑاؤ مقامِ نخیلہ میں ہوگا، وہاں اگر مجھ سے ملو تو بہتر ہے مگر بخدا، میں جانتا ہوں کہ تم عہد کو پورا نہ کروگے اور پیماں شکنی کروگے۔

اس کے بعد امام حسن علیہ السلام نخیلہ کی جانب روانہ ہوئے وہاں آپؑ

نے دس دن تک قیام فرمایا، مگر وہاں چار ہزار آدمیوں کے سوا اور کوئی نہیں پہنچا۔ انتظارِ بسیار کے بعد آپؑ کوفہ کی جانب واپس ہوئے اور برسرِ منبر ایک خطبہ دیا کہ:

"بڑا تعجب ہے اس قوم سے جس کو نہ کوئی شرم و حیا ہے اور نہ جس کا کوئی دین ہے۔ خدا کی قسم اگر میں یہ امرِ حکومت اِس (معاویہ) کے سپرد کر دوں تو تم لوگوں کو بنی امیہ کے ہاتھوں تا ابد چین نصیب نہ ہوگا۔ خدا کی قسم، یہ لوگ تم کو اس قدر ستائیں گے کہ تم لوگ تمنّا کرو گے کہ کاش تم پر اس کے بدلے کسی حبشی کی حکومت ہوتی۔ خیر، اگر ہم تم لوگوں کو اپنا مُعین و مددگار پاتے تو ہرگز حکومت اس کے حوالے نہ کرتے۔ اس لیے کہ یہ بنی امیّہ کے لیے حرام ہے مگر اے دنیا کے بندو! تم پر تُف ہے۔"

پھر اہلِ کوفہ میں سے اکثر نے معاویہ کو خط لکھا کہ ہم لوگ تمھارے ساتھ ہیں اگر تم چاہو تو ہم لوگ امام حسنؑ کو گرفتار کر کے تمھارے پاس بھیج دیں۔

اس کے بعد ان لوگوں نے امام حسنؑ کے خیمے پر حملہ کر دیا، اُسے لُوٹ لیا اور اُن پر کسی اسلحہ سے وار کر کے زخمی کر دیا۔

پھر امام حسن علیہ السلام نے معاویہ کو اس کے خط کے جواب میں لکھا:

"یاد رکھو! یہ حکومت یہ خلافت صرف میرا اور میرے اہلِ بیتؑ کا حق ہے اور تیرے لیے اور تیرے خاندان کے لیے حرام ہے یہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے خود سُنا ہے:"

خدا کی قسم اگر میں ایسے لوگوں کو پاتا جو میرے حق کو پہچانتے اس سے انکار نہ کرتے اور حق پر ثابت قدم ہوتے تو ہرگز یہ حکومت تیرے حوالے نہ کرتا اور تجھے تیری اِس سرکشی کا مزا چکھا دیتا۔

اس کے بعد آپؑ کوفہ واپس آگئے۔ (الخرائج والجرائح)

(۵) اہلِ عراق کی غدّاری اور امامؑ کا معاویہ سے صلح پر مجبور ہونا

جب معاویہ بن ابی سفیان کو یہ خبر ملی کہ امیر المومنین علی ابنِ ابی طالبؑ نے شہادت پائی اور لوگوں نے ان کے فرزند امام حسن علیہ السلام کی بیعت کر لی ہے

تو اس نے قبیلۂ حمیر کے ایک شخص کو جاسوس بنا کر کوفہ میں اور بنی قین میں سے ایک شخص کو جاسوس بنا کر بصرہ روانہ کیا، تاکہ یہ لوگ وہاں کے حالات سے بذریعۂ تحریر مطلع کرتے رہیں اور امام حسن علیہ السلام کے خلاف سازشیں کریں۔

امام حسن علیہ السلام کو اس کا علم ہو گیا۔ آپؑ نے حکم دیا کہ حمیری کو کوفہ میں بنی حمام سے اور قینی کو بنی سلیم سے نکالا جائے۔

چنانچہ انھیں تلاش کیا گیا اور ان کی گردنیں ماردی گئیں۔

اس کے بعد آپؑ نے معاویہ کو خط لکھا: اما بعد: تم نے لوگوں کو بھڑکانے اور سازش کرنے کے لیے اپنے آدمی بھیجے اور لوگ دیکھ رہے ہیں کہ گویا تم ٹکرانا چاہتے ہو اور مجھے بھی اس کا یقین ہے۔ لہٰذا انتظار کرو۔ انشاء اللہ۔

معاویہ نے آپؑ کے خط کا جواب دیا: جس کی تفصیل کی یہاں چنداں ضرورت نہیں اور اس کے بعد امام حسن علیہ السلام اور معاویہ کے درمیان متعدد خطوط و مراسلات آتے اور گئے۔ جن میں امام حسن علیہ السلام نے اپنے استحقاقِ حکومت کی دلیلیں اپنے پدرِ بزرگوار پر جن لوگوں نے تقدم حاصل کیا اور ابنِ عمِ رسولؐ کی حکومت کو جن لوگوں نے چھین لینا چاہا، اُن پر تنقید فرمائی کہ جن کی تفصیل باعثِ طوالت ہے۔

اس کے بعد معاویہ نے عراق کا قصد کیا تاکہ اس پر قبضہ کرے۔ چنانچہ جب وہ جسر منبج تک پہنچ گیا (جو حدودِ شام میں حلب سے دس فرسخ پر واقع ہے) تو امام حسنؑ نے بھی اپنی جگہ سے حرکت فرمائی اور حجر بن عدیؓ کو روانہ کیا تاکہ تمام عُمّال کو کوچ کا حکم دے اور لوگوں کو جہاد کے لیے آمادہ کرے۔ پہلے تو لوگوں نے سُستی دکھائی، پھر آمادہ ہوئے۔ آپؑ کے پاس مخلوط قسم کی فوج جمع ہو گئی۔ کچھ ان میں آپؑ کے اور آپؑ کے پدرِ بزرگوار کے دوستدار تھے کچھ ان میں حکمین کی رائے پر تھے جو قتال پر معاویہ کو ترجیح دیتے تھے، کچھ فساد برپا کرنے والے عناصر تھے جو مالِ غنیمت کی طمع میں ساتھ ہو گئے تھے۔ بعض لوگ شک میں مبتلا تھے کہ حق کدھر ہے بعض اپنے روسائے قبیلہ کی اتباع میں آئے تھے جنھیں دین سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔

الغرض امام حسن علیہ السلام اپنی فوج کو لیے ہوئے حمام عمر پہنچے، پھر دیرِ کعب کا راستہ لیا اور ساباط میں پُل سے ہٹ کر منزل کی۔ وہاں شب بسر فرمائی۔ جب صبح ہوئی تو ارادہ ہوا کہ اپنے ساتھیوں کو آزما کر دیکھیں کہ وہ کہاں تک میری اطاعت میں پختہ ہیں اور یہ کہ دوست اور دشمن میں امتیاز ہو جائے اور معاویہ اور اہلِ شام سے مقابلہ اور جنگ کی صورت میں اپنی بصیرت پر عمل کریں۔

لہٰذا آپؑ نے حکم دیا کہ نمازِ جماعت کے لیے اعلان کر دیا جائے۔ اور جب سب لوگ جمع ہو گئے تو منبر پر گئے اور ایک خطبہ دیا جس میں فرمایا

" اللہ ہی سزاوارِ حمد ہے جب کبھی بھی حمد کرنے والے حمد کریں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اس اللہ کے سوا کوئی اللہ نہیں، جب بھی گواہی دینے والے اس کی گواہی دیں، نیز میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں جن کو اللہ نے حق کے ساتھ بشارت دینے والا بنا کر بھیجا اور ان کو اپنی وحی کا امانت دار بنایا، اللہ ان پر اور ان کی آل پر درود بھیجے۔

امّا بعد، بخدا میں چاہتا ہوں کہ اللہ کے فضل و کرم سے اللہ کی مخلوق کو سب سے زیادہ نصیحت کرنے والا ہو جاؤں، نہ کسی مسلمان سے کینہ رکھوں نہ کسی کا برا چاہوں۔ سنو! وہ باہمی اتحاد جسے تم ناپسند کر رہے ہو وہ تمھارے لیے اس افتراق سے بہتر ہے جس کو تم لوگ پسند کرتے ہو۔ اور یہ بھی سمجھ لو کہ میں تم لوگوں کے لیے تم سے بہتر نگاہ رکھتا ہوں لہٰذا میرے حکم کی مخالفت اور میری رائے کو مسترد نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ میری اور تم لوگوں کی مغفرت فرمائے اور ہمیں اور تمھیں ایسی شے کی طرف رہنمائی فرمائے جس میں اس کی رضا و مشیت ہو۔

راوی کا بیان ہے کہ آپؑ کے یہ فقرات سن کر مجمع میں سے لوگ ایک دوسرے کو تکنے لگے اور بولے کیا خیال ہے ؟ ان کے اس کہنے کا کیا مطلب نکل رہا ہے ؟

کچھ لوگوں نے کہا ہمارا تو یہ خیال ہے کہ ان کا ارادہ معاویہ سے صلح کر لینے اور اسے حکومت سپرد کر دینے کا ہے۔

یہ سن کر مجمع سے آواز آئی، پھر تو بخدا یہ شخص کافر ہو گیا،

یہ کہہ کر لوگوں نے آپؑ کے خیمے پر حملہ کر دیا، اسے لوٹ لیا یہانتک کہ وہ مصلیٰ جس پر آپؑ محوِ عبادت تھے نیچے سے گھسیٹ لیا۔ پھر عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن جعال ازدی نے بڑھ کر آپؑ کے دوش سے ردا چھین لی اور بغیر ردا صرف تلوار لٹکائے ہوئے باقی رہ گئے۔

چنانچہ آپؑ نے اپنی سواری کا گھوڑا طلب کیا اور اس پر بیٹھ گئے، آپؑ کے گرد آپؑ کے شیعوں اور مخصوصین نے حلقہ کر لیا، اور آپؑ پر حملہ آوروں کو دفع کرتے رہے۔

آپؑ نے حکم دیا کہ اہلِ ربیعہ و ہمدان کو بلاؤ۔

وہ لوگ آ کر آپؑ کے گرد حلقہ بند ہو گئے اور اسی طرح وہ سب لوگوں کے حملوں کا دفاع کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔

جب آپؑ کا گذر مظلم ساباط سے ہوا تو بنی اسد کا ایک شخص جراح بن سنان نامی آپؑ کی طرف تیزی سے دوڑتا ہوا آیا اور آپؑ کے گھوڑے کی لجام پکڑ کر برچھی سے آپؑ کی ران پر حملہ کر دیا جو آپؑ کی ران کو چیرتی ہوئی ہڈی تک اتر گئی۔ امام حسنؑ نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اس کے گلے میں ڈال دیا اور دونوں زمین پر گر گئے۔ اتنے میں امام حسنؑ کے شیعوں میں سے عبداللہ بن خطل طائی نام کے ایک شخص نے جھپٹ کر اُس کے ہاتھ سے برچھی چھین لی اور اس سے اُس کے پیٹ پر دھکا دیا کہ اتنے میں اُس کا ساتھی ظبیان بن عمارہ اس پر گر پڑا اور اس کی ناک کٹ گئی جس سے وہ مر گیا۔ اور دوسرے کو گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا۔

اب امام حسن علیہ السلام کو ایک چارپائی پر اُٹھا کر مدائن لایا گیا اور آپؑ کو سعد بن مسعود ثقفی کے یہاں لایا گیا جو امیر المومنین علیہ السلام کے زمانے میں وہاں کا عامل تھا اور امام حسن علیہ السلام نے اُسے برقرار رکھا تھا۔ وہاں امام حسن علیہ السلام نے خود اپنے زخم کا علاج کیا پھر روسائے قبائل نے درپردہ معاویہ کو خطوط لکھے، اُس کو اپنی اطاعت کا یقین دلایا اور اُسے اس طرف آنے کی دعوت دی، اور لکھا کہ ہم لوگ ضامن ہیں کہ جب تیرا لشکر قریب آجائے گا تو ہم لوگ امام حسن علیہ السلام کو پکڑ کر تیرے حوالے کر دیں گے یا دھوکے سے انھیں قتل کر دیں گے۔

اس کی اطلاع امام حسن علیہ السلام کو ملی۔ پھر قیس بن سعد کا خط بھی آپؑ کو موصول ہوا، جس کو آپؑ نے عبیداللہ بن عباس کے کوفہ سے روانگی کے وقت اس کے ساتھ کر دیا تھا اور حکم دیا تھا کہ اس کو اپنی سرحد میں داخل نہ ہونے دے اور اگر اس گیر و دار میں وہ کام آجائے تو اس کی جگہ قیس بن سعد امیرِ لشکر رہے گا۔

قیس بن سعد کے خط سے آپؑ کو یہ اطلاع ملی کہ ان لوگوں نے معاویہ کو مقامِ حیونیہ پر جو مسکین کے بالمقابل ہے وہاں اُتارا ہے اور معاویہ نے عبیداللہ بن عباس کو اپنی طرف آجانے کی لالچ دلائی اور ایک لاکھ درہم دینے کو کہا، جس میں نصف فوراً دے گا اور نصف کوفہ میں داخل ہونے کے بعد۔

چنانچہ عبیداللہ بن عباس راتوں رات چپکے سے اپنے مخصوصین کے ساتھ معاویہ کے لشکر میں چلا گیا۔ جب صبح ہوئی تو فوج نے دیکھا کہ ان کا امیر ہی غائب ہے۔ پھر قیس بن سعد نے ان کو نماز پڑھائی اور ان کے امور کے نگراں بن گئے۔

اب امام حسن علیہ السلام کو مزید احساس ہوا کہ قوم نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا اور اہلِ حکمین کی نیتیں خراب ہیں اس لیے وہ سب آپؑ کو بُرا کہتے، کافر قرار دیتے ہیں

اور آپؑ کے خون کو حلال گردانتے ہیں اور اسی لیے ان لوگوں نے آپؑ کا سارا مال و اسباب لوٹ لیا ہے اور اب آپؑ کے ساتھ آپؑ کے اور آپؑ کے پدرِ بزرگوار کے چند مخصوصین اور شیعوں کے سوا کوئی بھی ایسا نہیں جو ان اہلِ حکمین کے فریب میں نہ آیا ہو۔ یہ اتنی کم تعداد میں ہیں کہ شام کی فوجوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

پھر معاویہ نے آپ کو جنگ بندی اور صلح کے لیے خط لکھا اور اُس نے وہاں خطوط بھیج دیے جو امام حسنؑ کے فوجی سرداروں نے اس کو لکھا تھا کہ ہم لوگ امام حسنؑ کو گرفتار کر کے تیرے حوالے کر دیں گے یا دھوکے سے قتل کر دیں گے۔ نیز اُس نے یہ بھی لکھا کہ وہ اِس صلح کے لیے جتنی بھی شرطیں ہوں تسلیم کر کے وعدہ کرتا ہے کہ اس کی وفا کرے گا، اگرچہ امام حسنؑ کو معاویہ کی باتوں پر بھروسہ نہ تھا اور وہ جانتے تھے کہ یہ سب کچھ اس کا حیلہ اور فریب ہے مگر اس کے قبول کرنے کے سوا آپؑ کے پاس کوئی چارہ نہ تھا کہ جنگ بند کریں اور صلح کی پیشکش قبول کر لیں اس لیے کہ آپؑ کے ساتھ والے ایسے تھے کہ جیسا میں نے بتایا کہ وہ اپنی نظر میں آپؑ کو حق پر نہیں سمجھتے تھے، فتنہ و فساد برپا کرنا چاہتے تھے، بلکہ ان میں سے اکثر تو آپؑ کے خون کے پیاسے تھے۔ پھر آپؑ کے چچازاد بھائی (عبید اللہ ابن عباس) کا ساتھ چھوڑ دینا اور جمہور مسلمین کا دنیا کی طرف مائل ہونا اور آخرت کی طرف رُخ نہ کرنا۔

صلحنامے کے شرائط:

مذکورہ بالا وجوہات کی بنا پر امام حسن علیہ السلام کو بڑی حجت کے بعد عند اللہ اور عند النّاس خود کو معذور سمجھتے ہوئے معاویہ کی بات مان لینی پڑی۔

آپؑ نے صلحنامے میں مندرجہ ذیل شرائط رکھے۔

۱ حضرت امیر المومنین علیہ السلام پر سبّ و شتم کو ترک کر دیا جائے گا۔

۲ حضرت علی امیر المومنین علیہ السلام کے شیعوں کو امان دی جائے گی اور انہیں کسی طرح کا کوئی گزند نہ پہنچایا جائے گا۔

۳ ہر حقدار کو اُس کا حق پہنچایا جائے گا۔

معاویہ نے یہ تمام شرطیں قبول کر لیں اور حلف کے ساتھ اس امر کا وعدہ کیا کہ وہ اِن شرائط کو پورا کرے گا۔

الغرض جب جنگ بندی اور صلحنامے کی ساری کارروائی مکمل ہو چکی تو معاویہ

وہاں سے روانہ ہوا اور نخیلہ پر پہنچ کر ٹھہرا۔ جمعے کا دن تھا، لوگوں کے ساتھ دوپہر کی نماز پڑھی اور مندرجہ ذیل خطبہ دیا۔

"لوگو! سُنو، میں نے تم لوگوں سے جنگ کی تو نہ اس لیے کہ تم لوگ نماز پڑھو، نہ اِس لیے کہ تم لوگ روزہ رکھو، نہ اس لیے کہ تم لوگ فریضۂ حج ادا کرو، نہ اِس لیے کہ تم لوگ زکوٰۃ ادا کرو، کیونکہ یہ سب تو تم لوگ کرتے ہی ہو، بلکہ میں نے جنگ اس لیے کی تھی کہ تم لوگوں پر حکومت کروں اور وہ اللہ نے مجھے عطا کردی حالانکہ تم لوگ اس کو ناپسند کرتے رہے۔ واضح ہو کہ میں نے حسنؑ سے چند باتوں کا وعدہ کیا ہے اور انھیں زبان دی ہے، مگر اب وہ سب میرے پاؤں کے نیچے ہے میں ان میں سے کسی ایک وعدے کو بھی پورا نہ کروں گا۔"

یہ کہہ کر وہ کوفہ میں داخل ہوا اور وہاں چند دن قیام کیا۔ جب اہلِ کوفہ سے بیعت لینے کا کام بھی مکمل ہو گیا تو اس نے ایک خطبہ دیا اور اس میں امیرالمومنین علیہ السلام کی اور امام حسن علیہ السلام کی بدگوئی کی۔ اس مجمع میں امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام بھی موجود تھے۔ یہ سُن کر امام حسین علیہ السلام اُٹھے کہ اس کی رد کریں، مگر امام حسن علیہ السلام نے انھیں پکڑ لیا کہ تم خاموش رہو۔ پھر خود اُٹھے اور فرمایا:

"اے علیؑ کا اِن الفاظ میں ذکر کرنے والے سُن! میں حسنؑ ہوں میرے والدِ بزرگوار علیؑ ہیں اور تو معاویہؔ ہے تیرا باپ صخر ہے۔ میری والدۂ گرامی فاطمہؑ ہیں تیری ماں ہندہ ہے، میرے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور تیرا جد حرب ہے، میری جدۂ ماجدہ حضرت خدیجہؑ ہیں اور تیری دادی قتیلہ ہے۔ اب ہم دونوں میں از روئے حسب ونسب اور از روئے ذکر و شرف جو کمتر ہو۔ اور جو کفر ونفاق میں آگے ہو اس پر اللہ کی لعنت۔"

اور مجمع نے آواز دی آمین آمین۔ (ارشاد شیخ مفید ۲/ ص ۱۷۳-۱۷۰)

(مقاتل الطالبین)

عبدالحمید بن ابی الحدید کا بیان ہے کہ جب معاویہ عراق کی طرف چلا اور جسر منبج تک پہنچا تو (کوفے میں) نمازِ جمعہ کے لیے اعلان ہوا۔ جب لوگ جمع ہو گئے تو امام حسن علیہ السلام گھر سے نکلے منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا:

"امّا بعد: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر جہاد واجب کیا ہے اور اس کا نام کراہت رکھا۔ پھر اُس نے جہاد کرنے والے مومنین سے فرمایا کہ:

صبر سے کام لینا اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

"اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ۔ (سورۂ انفال آیت ۴۶)

لہٰذا اے لوگو! جو تم چاہتے ہو وہ بغیر سختیاں جھیلے اور بغیر صبر کیے نہیں پا سکتے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ معاویہ کو اس امر کا پتہ چل گیا ہے کہ ہم لوگوں کا لشکر کشی کا ارادہ ہے اس لیے اُس نے خود ہی پیش قدمی کی ہے۔ لہٰذا اللہ تمھارا بھلا کرے نکل کھڑے ہو اور مقامِ نخیلہ پر اپنے لشکر گاہ میں جا پہنچو۔ وہاں جمع ہو کر ہم بھی دیکھیں اور تم بھی دیکھو کہ مناسب کیا ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ سارے مجمع پر سکوت طاری تھا کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔

جب عدی بن حاتم نے یہ دیکھا تو اُٹھے اور بولے:

"دیکھو! میں حاتم کا فرزند ہوں۔ واہ واہ کس قدر بُرا موقف ہے تمھارا کہ اپنے امام اور اپنے نبیؐ کے نواسے کو جواب تک نہیں دیتے۔ اچھا، مصر کے وہ خطباء کہاں ہیں جن کی زبانیں دعوے تو بڑے بڑے کرتی ہیں مگر جب موقع آتا ہے تو لومڑی کی طرح بھاگ نکلتے ہیں۔ کیا تم لوگ اللہ کی ناراضگی اور نافرمانی اور ننگ و عار سے بھی نہیں ڈرتے۔

پھر وہ حضرت امام حسن علیہ السلام کی طرف رُخ کرکے بولے:

آپؑ صحیح راستے پر ہیں مگر آپؑ کے پہلو بہ پہلو دشواریاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپؑ کو ان دشواریوں سے نکلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اچھا لیجیے ہم نے اپنے لشکر گاہ کا رُخ کیا۔ اب جو ہمارا ساتھ دینا چاہے وہ ساتھ دے۔

یہ کہہ کر وہ مسجد سے نکلے۔ بابِ مسجد پر سواری موجود تھی، اُس پر سوار ہوئے اور سیدھے نخیلہ کی طرف روانہ ہو گئے اور اپنے غلام کو حکم دیا کہ میری ضروریات کا سامان وہاں پہنچا دینا۔

اس طرح عدی بن حاتم حضرت امام حسن علیہ السلام کے لشکر کے پہلے سپاہی تھے

اِس کے بعد قیس بن عبادہ انصاری اور معقل بن قیس ریاحی و زیاد بن خصفہ تیمی ان لوگوں نے دوسروں کی لعنت ملامت کی انھیں جہاد پر اُبھارا اور حضرت امام حسن علیہ السلام سے ان لوگوں نے بھی وہی کہا جو عدی بن حاتم نے کہا تھا۔

حضرت امام حسن علیہ السلام نے ان لوگوں کو جواب دیا: اللہ تم لوگوں پر رحم فرمائے تم لوگ سچے ہو اور میں تو ہمیشہ سے تم لوگوں کو جانتا ہوں کہ تم میں صدقِ نیّت، وفا اور مودّتِ صحیحہ ہے۔ اللہ تمھیں جزائے خیر دے۔

یہ کہہ کر آپؑ منبر سے اُتر آئے۔

اس کے بعد لوگ مسجد سے نکلے اور لشکر مرتب ہونے لگا اور خروج کا سامان کیا جانے لگا۔

اِدھر امام حسن علیہ السلام بھی گھر سے نکل کر لشکر گاہ کی طرف آئے اور کوفہ پر اپنا نائب مغیرہ بن نوفل بن حارث کو بنایا، اور اُسے حکم دیا کہ لوگوں کو آمادۂ جہاد کر کے میری طرف روانہ کرے۔

الغرض حضرت امام حسن علیہ السلام ایک لشکرِ عظیم کے ساتھ روانہ ہوئے اور دَیرِ عبد الرحمٰن پر منزل فرمائی۔ وہاں تین دن قیام فرمایا، تاکہ پورا لشکر جمع ہو جائے۔

اس کے بعد آپؑ نے عبید اللہ ابنِ عباس کو بلایا اور فرمایا: اے ابنِ عم! میں تمھارے ساتھ بارہ ہزار کا لشکر اور چند قاریانِ مصر جن میں سے ہر ایک اپنی جگہ ایک دستہ ہے، بھیج رہا ہوں، ان کے ساتھ نرمی اور خوش اخلاقی سے پیش آنا، انھیں اپنی مجلس میں تقرّب دینا، اِس لیے کہ یہ لوگ امیر المومنین علیہ السلام کے قابلِ بھروسہ اور باوثوق لوگوں میں سے باقی بچے ہیں۔ ان سب کو ہمراہ لیکر فرات کے کنارے جاؤ، دریا عبور کرو۔ آگے بڑھو گے تو تمھیں مسکن ملے گا، وہاں سے اور آگے چلو گے تو معاویہ کے مدِّ مقابل ہو گے۔ اور جب تمھارا اور اس کا سامنا ہو تو اُس وقت تک ہاتھ روکے رہنا کہ میں بھی آجاؤں، اس لیے کہ میں بھی تمھارے پیچھے پیچھے ہی آرہا ہوں۔ لیکن ہر روز مجھے اپنے حالات سے مطلع کرتے رہنا اور ان دونوں سے مشورہ لیتے رہنا۔ یعنی جب تک وہ جنگ نہ چھیڑے تم بھی نہ چھیڑنا۔ اور اگر تمھیں کوئی گزند پہنچے تو پھر تمھاری جگہ قیس بن سعد ہوں گے اور اگر ان کو بھی کوئی خدانخواستہ گزند پہنچ جائے تو پھر ان کی جگہ سعید بن قیس امیرِ لشکر ہوں گے۔

الغرض عبید اللہ ابنِ عبّاس سارا لشکر لیکر چلے اور شینور پہنچے اور وہاں سے چل کر مقام شاہی پہنچے، اور وہاں سے فرات کے کنارے کنارے مسکن پہنچے۔

اِدھر امام حسن علیہ السلام حمام عمر کے راستے پر چلے تو دیرِ کعب پہنچے۔ پھر وہاں سے صبح کو چلے تو ساباط پر خیمہ زن ہوئے۔ اور وہاں وہ واقعات پیش آئے جن کا ذکر اس سے قبل کیا جا چکا ہے۔

دوسری طرف معاویہ چلا اور قریہ حیونیہ پہنچا۔ اِدھر سے عبید اللہ بن عبّاس بڑھے اور اُنھوں نے بھی اپنا پڑاؤ معاویہ کے بالکل مقابل ڈال دیا۔ دوسرے دن معاویہ نے عبید اللہ ابنِ عبّاس سے کہلایا کہ امام حسنؑ کی مجھ سے صلح پر خط و کتابت ہو چکی ہے اور وہ حکومت میرے سپرد کرنے والے ہیں۔ لہٰذا اگر تم اس وقت سے پہلے میرے حلقۂ اطاعت میں

آجاؤ گے تو تم متبوع ٹھہرو گے اور دوسرے لوگ تمھارے متبع ہوں گے، ورنہ تم متبوع نہیں بلکہ متبع سمجھے جاؤ گے اور اگر تم میرے پاس آجاؤ تو ایک لاکھ درہم دوں گا، جس میں سے فی الحال نصف دوں گا اور کوفہ میں داخل ہوں گا تو دوسرے نصف بھی دے دوں گا۔

اس پیغام کو سُن کر عبید اللہ شب کے وقت چھپ کر معاویہ کے لشکر میں جا پہنچے اور معاویہ نے ان سے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔

اِدھر جب صبح ہوئی تو لشکر کو انتظار ہوا کہ عبید اللہ ابن عبّاس آئیں تو اُن کے ساتھ نمازِ صبح پڑھیں۔ مگر وہ موجود ہوتے تو نکلتے۔ بالآخر لوگوں نے تلاش کیا مگر وہ نہ ملے اور قیس بن سعد نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور خطاب کیا۔ اس میں عبید اللہ کا ذکر کیا اور انھیں سخت سُست کہا۔ پھر اہلِ لشکر کو صبر و ثبات کا حکم دیا اور دشمن کے مقابلے میں آگے بڑھنے کا حکم دیا۔

اہلِ لشکر نے کہا کہ ہم آپ کی اطاعت کے لیے تیار ہیں آپ اللہ کا نام لیکر ہمارے ساتھ آگے بڑھیں:

پھر وہاں سے دشمن کی طرف آگے بڑھ گئے۔

یہ دیکھ کر معاویہ کی طرف سے بسر بن ارطاۃ نکلا، اُس نے اہلِ عراق کو آواز دی کہ وائے ہو تم لوگوں پر، یہ کیا کر رہے ہو، تمھارا سردارِ لشکر تو ہمارے یہاں آکر بیعت کر چکا ہے اور تمھارے امام حسنؑ نے صلح کر لی ہے۔ پھر کیوں تم لوگ اپنی جان دیتے ہو؟

یہ سُن کر قیس بن سعد نے اپنے لشکر کو پکار کر کہا: تم لوگ دو باتوں میں سے ایک پر تیار ہو جاؤ یا تو بغیر امام کی موجودگی کے جنگ شروع کر دو یا پھر جا کر اس گمراہ کی تم بھی بیعت کر لو۔

لوگوں نے کہا: ہم لوگ تو بغیر امامؑ کی موجودگی کے جنگ کریں گے۔

چنانچہ وہ لوگ بڑھے اور اہلِ شام پر حملہ کر کے انھیں پس پا ہونے پر مجبور کیا۔

پھر معاویہ نے قیس بن سعد کو خط لکھا۔ اس میں اپنی طرف آنے کی دعوت دی اور امان کا وعدہ کیا۔

قیس نے اس کے جواب میں لکھا "نہیں خدا کی قسم ایسا ہر گز نہ ہوگا، بلکہ ایسا اُس وقت ہی ہو سکتا ہے جب میرے اور تیرے درمیان نیزہ ہوگا۔

جب معاویہ اس کے اس جواب پر مایوس ہوا تو اس کو دوسرا خط لکھا کہ تو یہودی ابنِ یہودی ہے بلاوجہ تکلیف اُٹھا رہا ہے اور اپنی جان کو ایسے کام کے لیے ہلاک کر رہا ہے جس میں

تیرا کوئی فائدہ نہیں اس لیے کہ اگر فریقین میں سے وہ غالب ہوا جو تجھے محبوب ہے تو وہ بھی تجھے نکال دے گا اور اگر وہ غالب آیا جو تیرا مبغوض ہے تو وہ تجھے قتل کر دے گا اور تیرا باپ تو ہمیشہ دوسرے کی کمان پر زہ چڑھاتا تا اور بغیر کسی غرض کے تیر چلاتا تھا۔ اسی لیے اس کی قوم نے اس کا ساتھ نہ دیا یہاں تک کہ اس کی موت کا دن آگیا اور وہ مقامِ حوران میں شہر بدر کیا ہوا عالمِ مسافرت میں مر گیا۔" والسلام

قیس بن سعد نے معاویہ کے خط کے جواب میں تحریر کیا کہ:

"امّا بعد، بیشک تو بُت پرست ابنِ بُت پرست ہے جبریہ اسلام میں داخل ہوا اور جبتک رہا افتراق پیدا کرتا رہا اور بخوشی دائرۂ اسلام سے نکل گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے اندر تیرا کوئی حصہ نہیں رکھا۔ تو ہمیشہ اللہ اور اس کے رسولؐ سے جنگ کرتا رہا اور مشرکین کے گروہوں میں شامل رہا، تو ہمیشہ اللہ اور اس کے رسولؐ اور اس کے مومن بندوں کا دشمن رہا، اور تو نے جو میرے باپ کے متعلق کہا ہے، تو سُن، میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ انھوں نے ہمیشہ اپنی ہی کمان پر زہ چڑھائی اور اپنی ہی غرض کے لیے تیر چلایا، مگر ان لوگوں نے شور مچایا جو اُن کی گرد کو نہیں پا سکتے تھے اور اُن کے شرف تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ تیرا خیال ہے کہ میں یہودی ابنِ یہودی ہوں۔ تو سُن، یہ تو بھی جانتا ہے اور سارے لوگ جانتے ہیں کہ میں اور میرے والد ہمیشہ اس دین کے دشمن رہے جس کو چھوڑ چکے تھے اور اس دین کے ناصر و مددگار رہے جس میں داخل ہوئے تھے۔ والسّلام

معاویہ نے جب قیس بن سعد کا یہ خط پڑھا تو اُسے غیظ آگیا اور چاہا کہ اس کا جواب لکھے مگر عمرو بن عاص نے کہا نہیں اُسے چھوڑو، اگر تم اُسے جواب دو گے تو وہ اس سے بھی زیادہ سخت جواب دے گا۔ اور اگر اسے چھوڑ دو گے تو جیسے سب لوگ تمہاری بیعت کریں گے وہ بھی کرلے گا۔

لہٰذا معاویہ رُک گیا۔ پھر معاویہ نے عبداللہ بن عامر اور عبدالرحمٰن بن سمرہ کو امام حسن علیہ السلام کے پاس صلح کا پیغام دے کر بھیجا۔ ان دونوں نے آکر آپؑ کو صلح کی پیشکش کی اور معاویہ کی شرائط آپؑ کے سامنے رکھیں کہ اب تک جو گذر گیا وہ گذر گیا آئندہ اس کے پیچھے کوئی نہیں پڑے، علیؑ کے شیعوں میں سے کسی ایک کو بھی کوئی گزند نہ پہنچایا جائے گا۔ اور علیؑ کا جب بھی ذکر کیا جائے گا تو خیر کے ساتھ۔

پھر امام حسن علیہ السلام نے جن شرائط کا اضافہ کیا وہ بھی اس صلحنامے میں لکھدیں۔ تو معاویہ کے اس صلحنامے کو امام حسنؑ نے قبول کرلیا۔ اور قیس بن سعد اپنے تمام

ساتھیوں کو لے کر کوفہ واپس ہو گیا۔

● سعید بن سوید سے روایت ہے کہ معاویہ نے نخیلہ میں ہم لوگوں کے ساتھ نمازِ جمعہ کے خطبے میں کہا۔ خدا کی قسم میں نے تم لوگوں سے اس بات کے لیے جنگ نہیں کی ہے کہ تم لوگ نماز پڑھو، روزہ رکھو، حج بجالاؤ اور زکوٰۃ ادا کرو، اس لیے کہ یہ سب کام تو تم لوگ کرتے ہی ہو، میری جنگ تو صرف اس لیے تھی کہ مجھے تم لوگوں پر حکومت مل جائے مگر اللہ نے تم لوگوں کی مرضی کے خلاف یہ حکومت عطا ہی کر دی۔

● عبداللہ بن شریک جب اس کا تذکرہ کرتے تو کہا کرتے کہ خدا کی قسم یہ حد درجہ ہتک اور رسوائی کی بات ہے۔

● ابوالفرج کا بیان ہے کہ پھر معاویہ کوفہ کے اندر نخیلہ میں خطبہ دینے کے بعد داخل ہوا، اس انداز سے کہ اُس کے آگے آگے خالد بن غرفطہ تھا اور اُس کے ساتھ حبیب بن حمار اس کا جھنڈا اُٹھائے ہوئے تھا۔ کوفہ میں آ کر وہ مسجدِ کوفہ میں باب الفیل سے داخل ہوا اور لوگ اُس کے پاس جمع ہو گئے۔

● ابوالفرج نے عکار بن سائب کی ایک روایت اپنے اسناد کے ساتھ نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی ابن ابی طالبؑ منبرِ کوفہ پر خطبہ دے رہے تھے کہ ایک شخص آیا اور اُس نے کہا: یا امیر المومنینؑ! خالد بن غرفطہ مر گیا۔

آپؑ نے فرمایا: نہیں، خدا کی قسم وہ نہیں مرا ہے اور نہ مرے گا جب تک کہ وہ مسجد کے اُس دروازے سے داخل نہ ہو جائے۔

یہ کہہ کر آپؑ نے بابُ الفیل کی طرف اشارہ کیا۔ پھر فرمایا:

اس کے ساتھ گمراہی کا جھنڈا ہو گا جسے حبیب بن حمار اُٹھائے ہوئے ہو گا۔

راوی کا بیان ہے کہ اتنے میں مجمعے سے ایک شخص اُٹھا اور بولا: یا امیر المومنینؑ! میں حبیب بن حمار ہوں، مگر میں تو آپؑ کا دوستدار اور شیعہ ہوں؟

آپؑ نے فرمایا: ہاں ایسا ہی ہو گا جیسا میں نے کہا ہے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ معاویہ کے آگے آگے خالد بن غرفطہ تھا اور اس کے ساتھ حبیب بن حمار اس کا جھنڈا اُٹھائے ہوئے تھا۔

ابوالفرج کہتے ہیں کہ مالک بن سعید کا بیان ہے کہ یہ واقعہ مجھ سے اعمش نے بیان کیا اور کہا، یہ واقعہ مجھ سے اس گھر والے نے بیان کیا۔ (یہ کہہ کر اس نے سائب بن عکار کے گھر کی طرف اشارہ کیا) کہ اُس نے امیر المومنین علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سُنا تھا۔

ابوالفرج کا مزید بیان ہے کہ جب امام حسن علیہ السلام اور معاویہ کے درمیان صلح کی تکمیل ہو چکی تو معاویہ نے قیس بن سعد کے پاس آدمی بھیجا کہ آکر میری بیعت کرو۔ اور قیس بن سعد کو آنا پڑا۔ وہ ایک طویل القامت شخص تھا، اور اونچے گھوڑے پر سوار ہوا کرتا تھا پھر بھی اس کے پاؤں زمین پر خط دیا کرتے تھے۔

جب لوگوں نے چاہا کہ قیس بن سعد کو معاویہ کے سامنے پیش کریں تو اُس نے کہا: میں نے تو قسم کھائی ہے کہ میں معاویہ سے اُس وقت ہی ملاقات کروں گا جب میرے اور اُس کے درمیان نیزہ یا تلوار ہو گی۔

معاویہ نے حکم دیا کہ نیزہ اور تلوار لا کر سامنے رکھ دی جائے تاکہ اُس کی قسم اُتر جائے۔

اور ابوالفرج نے تحریر کیا ہے کہ جب حضرت امام حسن علیہ السلام اور معاویہ کے درمیان صلح ہو چکی تو قیس بن سعد اپنے چار ہزار لشکر کے ساتھ گوشہ گیر ہو گیا اور اُس نے معاویہ کی بیعت سے انکار کر دیا۔ پھر اسے زبردستی بیعت کے لیے لایا گیا۔ معاویہ تخت پر بیٹھا تھا اور اُن کے لیے ایک کرسی رکھ دی گئی۔

معاویہ نے پوچھا، اے قیس! کیوں اب تو میری بیعت کرو گے؟

اُنھوں نے کہا، ہاں اور اپنا ہاتھ کھول کر اپنے زانو پر رکھ دیا۔ معاویہ کی طرف نہیں بڑھایا، بلکہ معاویہ نے خود ہی اپنے تخت سے جھک کر قیس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور اس طرح بیعت لے لی۔ (مقاتل الطالبین ص۵)

⑥ کوفے میں بعد شہادتِ امیرالمومنینؑ حضرت امام حسن علیہ السلام کا خطبہ

کتاب "مناقب" میں ہے کہ جب حضرت امیرالمومنین علیہ السلام شہادت پر فائز ہو چکے تو حضرت امام حسن علیہ السلام نے کوفے میں خطبہ دیا کہ:

" اے لوگو! آگاہ رہو کہ یہ دُنیا بلاؤں اور فتنوں کا گھر ہے اور یہاں کی ہر شے زوال پذیر اور مضمحل ہونے والی ہے۔ خطبہ دیتے ہوئے جب آپؑ نے یہ فرمایا کہ میں تم سے بیعت لیتا ہوں، اس بات پر کہ جس سے میں جنگ کروں تم بھی جنگ کرو اور جس سے میں صلح کروں تم بھی صلح کرو۔"

تو سارے مجمعے نے پکار کر کہا، ہم لوگوں کو بسر وچشم منظور ہے اے مومنین کے

امام ! آپؑ جو حکم فرمائیں ہم لوگ آپؑ کی اطاعت کریں گے۔

پھر آپؑ نے وہاں دو ماہ قیام فرمایا، اور اپنے عُمّال کو از سرِ نو ترتیب دیا۔ عبداللہ کو بصرے بھیجا تو معاویہ نے عراق کی راہ لی۔ امام حسن علیہ السلام نے اُس کو خط لکھا: " امّا بعد: تم پر واضح ہو کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو سارے عالمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجا اور آپؐ کے ہاتھوں حق کو غالب کیا اور شرک کا قلع قمع کرایا۔ اُن کی وجہ سے اہلِ عرب کو بالعموم عزّت بخشی، پھر ان میں سے بالخصوص جسے چاہا شرف عطا فرمایا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

" وَ اِنَّہٗ لَذِکۡرٌ لَّکَ وَ لِقَوۡمِکَ " (سورہ زخرف آیت ۴۴)

ترجمہ آیت: (اور بیشک یہ تیرے لیے اور تیری قوم کے لیے ایک نصیحت ہے)

مگر جب آپؐ نے رحلت فرمائی تو آپؐ کے بعد اہلِ عرب حکومت کے لیے آپس میں جھگڑنے لگے۔ انصار نے کہا:

" مِنّا امیرٌ و مِنکم امیرٌ " (ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک امیر تم میں سے)

تو قریش نے کہا، ہم لوگ محمدؐ کے وارث ہیں اور ان کے اہلِ خاندان ہیں۔ ہم حقدار ہیں۔ ہم سے اُن کی حکومت اور سلطنت کے لیے جھگڑا نہ کرو۔

اور اہلِ عرب نے قریش کی اس دلیل کو مان کر ان کے حق کو تسلیم کر لیا، مگر وہی دلیل جسے اہلِ عرب نے قریش کے لیے تسلیم کر لیا تھا، جب ہم اہلِ بیتؑ نے قریش کے سامنے پیش کی تو قریش نے اس کے ماننے سے انکار کر دیا، اور ہمارے ساتھ انصاف نہیں کیا۔"

معاویہ نے امام حسن علیہ السلام کے خط کا جواب جندب یزدی کی معرفت یہ دیا۔

" تم نے محمدؐ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے متعلّق اپنے خط میں جو کچھ لکھا وہ میں سمجھا، واقعتاً وہ اوّلین و آخرین میں سب سے زیادہ فضل و شرف کے حقدار ہیں، پھر تم نے جو یہ لکھا ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد مسلمانوں کے درمیان حکومت کے لیے نزاع ہوئی تو اس میں تم صاف و صریحاً فلاں و فلاں و ابو عبیدہ وغیرہ کی عیب جوئی اور چغلی کر رہے ہو۔ تمھاری یہ بات مجھے ناگوار گذری اس لیے کہ ساری اُمّت جانتی ہے کہ قریش اس حکومت کے زیادہ حقدار ہیں۔ تمھیں یہ بھی معلوم ہے کہ حکمین نے فیصلہ کیا کیا تھا، پھر تم اپنے باپ کے حق کی وجہ سے اس حکومت کا مطالبہ مجھ سے کیوں کر رہے ہو جبکہ تمھارے باپ ہی حکومت سے خارج ہو چکے تھے۔

پھر معاویہ نے لکھا: امّا بعد: بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے

معاملے میں جو چاہتا ہے کرتا ہے اس کے حکم کو کوئی پسِ پشت ڈالنے والا نہیں ہے۔ وہ بہت حساب کرنے والا ہے۔

مگر خبردار! کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھاری موت ان کمینے اور پست لوگوں کے ہاتھوں لکھی ہو اور اس سے مایوس ہی رہو کہ تم ہم لوگوں میں کوئی نقص نکال سکو۔ ہاں، اگر تم اپنے موجودہ دعوے کو چھوڑ دو اور میری خلافت تسلیم کر لو تو میں نے جو وعدہ کیا ہے اس کو وفا اور تمھاری شرطوں کو پورا کروں گا۔ اور میرے بعد خلافت تمھارے لیے ہوگی کیونکہ تم تمام لوگوں میں سب سے بہتر ٹھہرو گے۔

● ایک روایت میں یہ ہے کہ معاویہ نے خط کے جواب میں لکھا کہ "اگر میں جانتا کہ تم حکومت کرنے کے لیے مجھ سے زیادہ قوی شخص ہو لوگوں میں مجھ سے زیادہ نظم و ضبط قائم کرنے میں بہتر ہو دشمنوں کے خلاف مجھ سے زیادہ حیلہ و تدبیر کرنے والے ہو اور بیت المال کی مجھ سے زیادہ حفاظت کرنے والے ہو تو میں یقیناً تمھاری بیعت کر لیتا اس لیے کہ میں جانتا ہوں کہ تم ہر خیر کے اہل ہو۔"

اس کے بعد لکھا کہ: "میرا اور تمھارا معاملہ بالکل مشابہ ہے اس معاملے سے جو بعدِ رسولؐ، ابوبکر اور تمھارے باپ کے درمیان پیش آیا تھا۔"

امام حسن علیہ السلام نے معاویہ کے اس خط کا جواب یہ دیا کہ:

اما بعد: تمھارا خط مجھے ملا۔ اس میں چند باتوں کا تم نے تذکرہ کیا ہے، اس پر مطلع ہوا، مگر اس کا جواب اس لیے چھوڑتا ہوں کہ کہیں فساد نہ برپا ہو جائے اور فتنہ و فساد سے تو میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ اب تم حق کے تابع ہو جاؤ، اس لیے کہ تم خوب جانتے ہو کہ اس کا اھل کون ہے، اگر میں جھوٹ کہتا ہوں تو اس کا گناہ مجھ پر ہے۔"

اِس کے بعد معاویہ نے لوگوں کو کوچ کا حکم دیا، جب وہ اپنی فوج کے ساتھ منزلِ جسر منبج پر پہنچا تو امام حسن علیہ السلام نے بھی حجر بن عدیؒ کو روانہ کیا اور جہاد کے لیے لوگوں کو کوچ کا حکم دیا۔ پہلے تو لوگوں نے سُستی دکھائی، پھر اُن میں کچھ جذبۂ جہاد اُبھرا، اِس لیے کہ آپؑ کے لشکر میں مختلف خیالات کے لوگ موجود تھے کچھ آپؑ کے شیعہ تھے، کچھ حکمیّن والے تھے، کچھ وہ لوگ تھے جو شک میں مبتلا تھے کہ حق کس طرف ہے اور کچھ لوگوں میں قبائلی تعصّب تھا، کچھ کا مقصد صرف فتنہ و فساد تھا، غرض ایسے ہی لوگوں کے ساتھ آپؑ بھی منزلِ حمامِ عمر تک جا پہنچے۔

شرائطِ صلح از صاحب مناقب

صاحبِ مناقب نے سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے سارے رونما ہونے والے واقعات لکھے اور آخر میں تحریر کیا کہ: پھر امام حسن علیہ السلام نے عبداللہ بن حارث بن عبدالمطلب کو معاویہ کے پاس بھیجا، تاکہ اس امر کی توثیق اور تاکید ہو جائے کہ وہ مسلمانوں میں

۱۔ کتابِ خدا اور سنّتِ رسولؐ پر عمل کرے گا۔

۲۔ اس کے بعد امیر کا انتخاب شوریٰ سے ہوگا۔

۳۔ وہ حضرت علی علیہ السلام پر سبّ وشتم ترک کردے گا۔

۴۔ وہ شیعانِ علیؑ کو امن وامان سے رہنے دے گا اور ان میں کسی ایک سے بھی کوئی تعرّض نہ کرے گا۔

۵۔ وہ صاحبِ حق کا حق اس تک پہنچائے گا۔

۶۔ وہ آپؑ کے حق میں پچاس ہزار درہم سالانہ کا اضافہ کرے گا۔

معاویہ نے ان تمام شرائط کو قبول کیا اور حلف اُٹھایا کہ اس کی پابندی کرے گا اس عہدنامے پر عبداللہ بن حارث، عمرو بن ابی سلمہ، عبداللہ بن عامر ابن کریز اور عبدالرّحمٰن بن ابی سمرہ وغیرہ گواہ بنے۔

- ایک اور روایت میں ہے کہ معاویہ سے صلح کے موقعے پر امام حسن علیہ السلام نے ایک مختصر سی تقریر فرمائی اور اس میں فرمایا:

"اے لوگو! اگر تم جابلقا اور جابلسا (مشرق ومغرب) کے درمیان کسی ایسے شخص کو تلاش کرو کہ جس کے جد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہوں تو تم سوائے میرے اور میرے بھائی کے کسی کو نہ پاؤ گے۔ معاویہ نے مجھ سے جھگڑا کیا اُس حق کے بارے میں جو واقعتًا میرا ہے تو جس نے صلاحِ اُمّت کی خاطر اور محض اس لیے کہ مسلمان خونریزی سے بچ سکیں، میں نے اپنے حق کو چھوڑ دیا۔ تم لوگ اِس بات پر بیعت کر چکے ہو کہ جس سے میری صلح ہوگی اس سے تم لوگوں کی بھی صلح ہوگی۔ تو میں نے صلح ہی کو بہتر سمجھا اور یہ اس لیے بھی کہ آئندہ جو بھی امارت وحکومت کی تمنّا کرے اُس کے لیے میرا یہ عمل حجّت بن جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ دَور تم لوگوں کے لیے پُر فتن ہوگا اور ایک عرصے تک کے لیے مفید بھی۔

- دوسری روایت میں ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ میں نے صلح اور جنگ بندی

اس لیے کی کہ امّت خونریزی سے محفوظ رہے۔ نیز مجھے اپنی اور اپنے خاندان اور مخلص اصحاب کی جان کا بھی خطرہ تھا۔

- یہ بھی روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ اے اہلِ عراق! میں نے تمھیں تین باتوں کی وجہ سے چھوڑا۔

۱۔ تم نے میرے پدرِ بزرگوار کو قتل کیا۔ ۲۔ تم نے مجھے نیزے سے زخمی کیا۔ اور ۳۔ تم نے میرا سارا مال واسباب لوٹ لیا۔

- ایک روایت میں ہے کہ صلح کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے بھائی حضرت امام حسن علیہ السلام کے پاس روتے ہوئے آئے اور جب واپس ہوئے تو ہنستے ہوئے۔

آپؑ کے غلاموں نے کہا، یہ کیا؟

آپؑ نے فرمایا، میں نے اپنے بھائی سے پوچھا کہ آپؑ کے حکومت وخلافت سپرد کر دینے کا کیا سبب ہوا؟ تو اُنھوں نے فرمایا وہی سبب ہوا جو میرے پدرِ بزرگوار کو مجھ سے پہلے ہو چکا تھا۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر معاویہ نے امام حسین علیہ السلام کو بیعت کے لیے طلب کیا، تو امام حسن علیہ السلام نے فرمایا اے معاویہ! اِن کو بیعت کے لیے جبر و زبردستی مجبور نہ کرو۔ یہ تا ابد بیعت نہ کریں گے خواہ قتل ہو جائیں، اور یہ قتل نہ ہوں گے جبتک کہ ان کے اہلِ بیت نہ قتل ہو جائیں اور ان کے اہلِ بیت قتل نہ ہوں گے جبتک کہ سارے اہلِ شام قتل نہ ہو جائیں۔

- مسیّب بن نجبہ فزاری وسلیمان بن صرد خزاعی نے امام حسن علیہ السلام سے عرض کیا کہ: ہم لوگوں کو ابتک تعجب ہے کہ آپؑ کے پاس بصرہ اور حجاز کے علاوہ صرف کوفے کی چالیس ہزار فوج تھی اور پھر بھی آپؑ نے معاویہ سے صلح کر لی؟

آپؑ نے فرمایا: اے مسیّب! ہاں ایسا ہی ہوا، مگر اب تم لوگوں کی کیا رائے ہے؟

انھوں نے کہا: ہماری رائے تو یہ ہے کہ آپؑ پلٹ جائیں، کیونکہ اس نے وہ معاہدہ توڑ دیا۔

آپؑ نے فرمایا: اے مسیّب! غدّاری اور نقضِ عہد میں کوئی بھلائی نہیں۔ اگر میں ارادہ بھی کروں، تو نہیں کر سکتا۔

اور صلح کے بعد حجر بن عدی نے عرض کی، کاش! آج کے دن سے پہلے آپؑ

بھی مر جاتے اور آپؑ کے ساتھ ہم لوگ بھی مر جاتے، یہ دن دیکھنا تو نہ پڑتا اس لیے کہ ہم لوگ اپنا مقصد نہ پاکر غمگین واپس ہوئے اور وہ لوگ اپنا مقصد پاکر خوش و مسرور واپس ہوئے۔

امام حسن علیہ السلام اُس وقت تو خاموش رہے مگر جب تنہائی میں اس سے ملاقات ہوئی تو فرمایا کہ: اے حجر! میں نے مجلسِ معاویہ میں تمہاری باتیں سُنیں، مگر ہر شخص تو وہ نہیں چاہتا جو تم چاہتے ہو۔ ہر شخص تو وہ رائے نہیں رکھتا جو تمھاری رائے ہے۔ خدا کی قسم، میں نے جو کچھ کیا ہے وہ صرف تم لوگوں کی بقا کے لیے کیا ہے۔

○ صلح پر لوگوں کی طعنہ زنی اور آپؑ کا جواب

تفسیر ثعلبی، مُسند موصلی اور جامع ترمذی میں ہے (یہاں الفاظ جامع ترمذی کے ہیں) کہ:

"یوسف بن مازن راسبی سے روایت ہے کہ جب حضرت امام حسن علیہ السلام نے صلح کی پیشکش قبول فرمائی تو ان کی ملامت کی جانے لگی اور انھیں پکارا جانے لگا کہ اے مومنین کو ذلیل کرنے والے اور چہروں کو سیاہ کرنے والے!

تو آپؑ نے فرمایا: دیکھو! میری ملامت نہ کرو۔ اس صلح کرنے میں مصلحت تھی (سنو! میں بتاؤں کہ) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ "بنی اُمیہ کے لوگ ایک کے بعد ایک خطبہ دے رہے ہیں۔"

یہ دیکھ کر آپؐ کو سخت ملال ہوا تو حضرت جبریل امینؑ سورۃ الکوثر اور سورۃ القدر لے کر نازل ہوئے۔

دوسری روایت میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ اس خواب کے بعد پہلے یہ آیت نازل ہوئی:

"اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِیْنَ ۙ۝ ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ ۙ۝ مَآ اَغْنٰی عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یُمَتَّعُوْنَ ۝"

(سورۃ الشعرا آیات ۲۰۵ تا ۲۰۷)

ترجمہ: (اگر ہم انھیں برسوں آسودگی عطا فرمائیں۔ پھر ان کے پاس وہ (عذاب) آجائے جس کا اُن سے وعدہ کیا گیا تھا تو وہ آسودگی جو انھیں عطا کی گئی تھی ان کے کس کام آئی (آئے گی) ؟

اس کے بعد سورۃ القدر نازل ہوا : یعنی اللہ تعالیٰ نے شبِ قدر کو اپنے نبی کے لیے ایک ہزار مہینوں سے بہتر قرار دیا جو بنی امیہ کی حکومت کا دَور ہوگا۔

- نیز سعید بن یسار و سہل بن سہل سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے خواب میں دیکھا کہ اُن کے منبر پر بندر چڑھتے اور اُترتے ہیں۔ یہ دیکھ کر آپؐ کو ایسا دُکھ ہوا کہ پھر مرتے دَم تک آپؐ کو کسی نے ہنستے نہیں دیکھا۔
- نیز، یہی روایت حضرت امام جعفر بن امام محمدؑ علیہ السلام سے بھی ہے۔
- مُسند موصلی میں ہے کہ آپؐ نے خواب میں دیکھا کہ آپؐ کے منبر پر سُور چڑھ رہے ہیں وغیرہ۔
- قاسم بن فضل حرانی کا بیان ہے کہ ہم لوگوں نے بنی اُمیہ کی حکومت کے زمانے کو شمار کیا وہ ایک ہزار مہینوں پر مشتمل تھی۔
- عبدالحمید بن ابی الحدید نے ابوالفرج اصفہانی کے حوالے سے پورے اسناد کے ساتھ روایت کی ہے۔

سفیان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں صلح کے بعد حضرت حسن بن علی علیہ السلام کے پاس گیا، دیکھا کہ وہ اپنے گھر کے صحن میں بیٹھے ہوئے ہیں اور آپؐ کے پاس ایک گروہ تھا میں نے پکار کر کہا اَلسّلامُ علیكَ یا مذلَّ المومنین اے مومنین کو ذلیل کرنے والے تم پر سلام۔

آپؑ نے جواب دیا۔ وعلیكَ السّلام یا سفیان : اُتر کر آؤ۔

میں اُترا، اپنی سواری باندھی اور آپؑ کے پاس آکر بیٹھ گیا۔

آپؑ نے پوچھا: ابھی تم نے کیا کہا تھا؟

میں نے کہا کہ: السلام علیكَ یا مذلّ المومنین۔

آپؑ نے فرمایا: مگر تمھارے منھ سے ہمارے لیے یہ کیوں نکلا؟

میں نے کہا: خدا کی قسم آپؑ پر میرے باپ فدا ہوں، آپؑ نے تو اس سرکش سے صلح کر کے اور اس لعین جگر خوارہ کے بیٹے کو حکومت سپرد کر کے ہم لوگوں کی گردنیں جھکا دیں۔ حالانکہ آپؑ کے پاس ایک لاکھ فوج تھی جو آپؑ کے سامنے جان دے دیتی اور اللہ تمام لوگوں کو آپؑ پر متفق کر دیتا۔

آپؑ نے فرمایا: اے سفیان! ہم اہلِ بیت کو جب ایک حقیقت کا عِلم ہو جاتا ہے تو پھر ہم اسے نہیں چھوڑتے۔ میں نے حضرت علی علیہ السلام کو بیان کرتے

ہوئے سُنا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو بیان فرماتے ہوئے سُنا کہ :
" کچھ زیادہ شب و روز نہ گذریں گے کہ اِس اُمت کی حکومت ایک ایسے شخص کو ملے گی جس کی سُرین بھاری ہوگی، حلق پھیلا ہوا ہوگا، وہ کتنا بھی کھا جائے اُس کا پیٹ نہ بھرے گا اللہ تعالیٰ اس کو نگاہِ رحمت سے کبھی نہ دیکھے گا، وہ اُس وقت مرے گا جب آسمان پر اس کی طرف سے کوئی معذرت چاہنے والا اور زمین پر اُس کا کوئی مددگار و ناصر نہ ہوگا " اور وہ معاویہ ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مشیت کو پورا کر کے رہے گا۔

ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ موذن نے اذان دے دی، ہم لوگ کھڑے ہو گئے اور ایک شخص کے پاس گئے جو اپنی اونٹنی کو دوہ رہا تھا۔ اُس نے ایک برتن میں دودھ دیا جسے آپؑ نے کھڑے کھڑے پی لیا اور مجھے بھی پلایا۔ پھر ہم لوگ ٹہلتے ہوئے مسجد میں گئے۔

آپؑ نے فرمایا: اے سفیان تم یہاں کس کام سے آئے تھے ؟
میں نے عرض کیا کہ صرف آپؑ لوگوں کی محبّت مجھے یہاں کھینچ لائی تھی۔ اُس ذات کی قسم جس نے محمدؐ کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔
آپؑ نے فرمایا: اے سفیان! پھر یہ خوشخبری سُن لو کہ میں نے حضرت علیؑ کو یہ بیان کرتے ہوئے سُنا کہ میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ:
" میرے اہلِ بیتؑ اور اُمت میں سے جو اُن کے محب اور دوستدار ہیں حوضِ کوثر پر اس طرح وارد ہوں گے "، (یہ کہہ کر آپؑ نے ہاتھ کی دو انگلیوں سے اشارہ فرمایا جس میں سے ایک انگلی بڑی تھی اور ایک چھوٹی)۔
اور اے سفیان دوسری خوشخبری یہ بھی سُن لو کہ:
" یہ دنیا ہر نیکوکار و بدکار کے لیے اُس وقت تک کشادہ ہے کہ جبتک آلِ محمدؐ میں سے امامِ حق ظہور نہ فرمائے۔ "
(کتاب مناقب۔ جامعِ ترمذی)

(۸) معاویہ سے چھ ماہ تک جنگ اور عبیداللہ ابنِ عبّاس کی غدّاری

فضل بن شاذان نے اپنی ایک کتاب میں تحریر کیا ہے کہ حضرت امام حسنؑ

اپنے پدرِ بزرگوار کی شہادت کے بعد ماہِ شوال میں معاویہ سے جنگ کے لیے نکلے اور مقامِ کسکر میں دونوں لشکروں میں مڈبھیڑ ہوئی۔ چھ ماہ تک جنگ جاری رہی۔ امام حسن علیہ السلام نے اپنے چچازاد بھائی عبیداللہ ابنِ عباس کو اپنے لشکر کے آگے رکھا تھا۔ معاویہ نے اس کے پاس ایک لاکھ درہم بھیجدیے تو وہ لشکر کا علم لیے ہوئے آگے بڑھا اور معاویہ کے لشکر سے جا ملا۔ اِدھر امام حسن علیہ السلام کا لشکر بغیر سردار کے رہ گیا تو قیس بن سعد بن عبادہ نے کھڑے ہو کر لشکر سے خطاب کیا کہ:

"اے لوگو! تم لوگ اِس جیسے شخص کے جانے سے ہول میں نہ پڑو کیونکہ یہ اور اس کا باپ دونوں ہی ایسے تھے کہ ان سے کبھی کوئی خیر نہیں دیکھا گیا۔"

اس کے بعد وہ لشکر کو ہدایات دینے لگا۔ مگر امام حسن علیہ السلام پر ربیع الاوّل کے مہینے میں اُن کے لشکر میں سے کچھ لوگوں نے حملہ کر دیا، اُن کا خیمہ لُوٹ لیا اور سارا سامان لے گئے اور ابنِ بشر اسدی نے آپؑ کی کمر پر نیزے کا وار کر دیا جس سے زخمی ہو کر آپؑ مدائن چلے گئے۔ آپؑ نے وہاں مختار کے چچا ابنِ عبید کے یہاں پناہ لی۔

(رجال کشی)

- مقاتل الطّالبین ابی الفرج اصفہانی میں ہے کہ قیس بن سعد نے اپنے لشکر کو یوں خطاب کیا کہ:

"اے لوگو! اس بزدل نے جو کام کیا ہے اس سے خاطر برداشتہ نہ ہو اور اس کو کوئی اہمیّت نہ دو اور ہول میں نہ پڑو۔ یہ اور اس کا باپ اور اس کا بھائی سب ایسے ہی تھے کہ جنھوں نے کبھی کوئی اچھّا کام نہیں کیا۔ اس کا باپ رسولِ خداؐ کا چچا تھا۔ بدر میں جنگ کے لیے نکلا تو ابوالیسر کعب بن عمرو انصاری نے اس کو گرفتار کر لیا اور آنحضرتؐ کی خدمت میں لایا، تو آپؐ نے اس کا فدیہ لیا اور مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ اس کے بھائی کو بصرے کا والی بنایا گیا، اس نے مالِ خدا اور مالِ مسلمین میں چوری کی اور اس سے کنیزیں خریدیں اور یہ سمجھا کہ یہ اُس کے لیے حلال ہے اور خود اُس کو بھی یمن کا والی بنایا گیا وہاں یہ بسر بن ارطاۃ کے مقابلے سے گریز کر کے وہاں اپنے لڑکے کو چھوڑ کر بھاگا۔ چنانچہ اس کے لڑکے کو لوگوں نے قتل کر دیا اور اب جو کچھ اس نے کیا وہ تمھارے سامنے ہے۔"

پھر اس نے پکار کر کہا:

اے لوگو! اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ یہ شخص ہم لوگوں کی فوج سے نکل گیا۔ آؤ اب ہم سب مل کر دشمن سے جنگ کریں گے۔ (مقاتل الطّالبین صفحہ ۴۲)

(۱۱) حکومت حاصل کرنے کیلئے خونریزی مناسب نہیں

شعبی کا بیان ہے کہ جس وقت مقامِ نخیلہ میں امام حسن علیہ السلام نے معاویہ سے صلح فرمائی، میں وہاں موجود تھا۔ معاویہ نے امام حسن علیہ السلام سے کہا کہ آپؑ کھڑے ہو کر مجھے کو بتائیں کہ آپؑ نے یہ حکومت چھوڑ دی اور اسے میرے سپرد کردیا ہے

امام حسن علیہ السلام اُٹھے، حمد و ثنائے الٰہی بجالائے پھر فرمایا:

امّا بعد: سب سے زیادہ ہوشیار وہ ہے جو متّقی ہے اور سب سے زیادہ احمق وہ ہے جو فاسق و فاجر ہے۔ یہ حکومت جس کے متعلّق میرے اور معاویہ کے درمیان اختلاف ہے۔ اگر یہ اس کا حق ہے تو پھر وہ مجھ سے زیادہ اس کا حقدار ہے اور اگر یہ میرا حق ہے تو پھر بھی میں نے اسے صلاحِ اُمّت اور خونریزی سے بچنے کے لیے چھوڑا تاکہ تم لوگوں کی آزمائش ہوجائے۔

(کشف الغمۃ ص۱۴۱، اسد الغابہ جلد ۲ ص۱۴)

(۱۲) ہم لوگ ہی خلافت کے مستحق اور اہل ہیں

ابو عمر زاذان سے روایت ہے، اُن کا بیان ہے کہ جب امام حسن علیہ السلام معاویہ سے صلح فرما چکے تو معاویہ نے لوگوں کو جمع کیا، منبر پر گیا، خطبہ دیا اور بولا کہ حسنؑ ابنِ علیؑ نے مجھے خلافت کا اہل سمجھا اور خود کو اس کا اہل نہیں سمجھا۔

اُس وقت امام حسن علیہ السلام منبر کے قریب ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ جب وہ خطبے سے فارغ ہوا تو امام حسن علیہ السلام کھڑے ہوئے، حمدِ خدا بجالائے، پھر واقعۂ مباہلہ کا تذکرہ کیا اور فرمایا:

"پس (آیۂ مباہلہ نازل ہونے کے بعد) رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم انفسنا کی جگہ میرے پدرِ بزرگوار کو، ابنائنا کی جگہ مجھے اور میرے بھائی کو اور نسائنا کی جگہ میری والدۂ گرامی کو لے گئے، اس لیے کہ ہم ہی لوگ اُن کے اھل اور اُن کی آل ہیں۔ وہ ہم سے ہیں اور ہم اُن سے ہیں۔

اور جب آیۂ تطہیر نازل ہوئی تو ہم ہی لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اُمّ سلمہؓ کی چادر میں جمع کیا جو خیبری چادر تھی اور فرمایا:

"اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰٓؤُلَآءِ اَھْلُ بَیْتِیْ وَعِتْرَتِیْ وَ اَذْھِبْ عَنْھُمُ الرِّجْسَ وَطَھِّرْھُمْ تَطْھِیْرًا"

یعنی: (پروردگارا! بلاشبہ یہی میرے اھلِ بیت اور میری عترت ہیں اور تو اِن سے ہر طرح کے رِجس کو دُور رکھ اور انھیں ایسا پاک رکھ جیسا پاکیزگی و طہارت کا حق ہے۔"

پس اس چادر کے اندر سوائے میرے اور میرے بھائی اور میرے پدرِ بزرگوار اور میری والدۂ گرامی کے اور کوئی دوسرا رسول اللہؐ کے ساتھ نہ تھا۔

نیز کسی کو اجازت نہیں کہ مسجد کے اندر سوائے میرے جد نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور میرے پدرِ بزرگوار کے' داخل ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہم لوگوں پر خصوصی فضل وکرم ہے۔

پھر تم لوگ یہ بھی دیکھ چکے ہو کہ رسول اللہؐ کے نزدیک ہماری کیا قدر و منزلت تھی۔ چنانچہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حکم دیا کہ مسجد کے اندر کھلنے والے ہر ایک کے دروازے بند کر دیے جائیں سوائے ہم لوگوں کے دروازے کے۔

اِس بات پر لوگوں کو گلہ ہوا۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: سُنو! میں نے اپنی مرضی سے نہ کسی کا دروازہ بند کرایا ہے اور نہ کسی کا دروازہ کھُلا رکھا ہے بلکہ یہ بند کرنے اور کھُلے رہنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔

معاویہ کو یہ غلط فہمی ہے کہ میں نے اس کو خلافت کا اَھل سمجھ لیا ہے اور خود کو اس کے لیے نا اَھل سمجھا ہے۔ معاویہ جھوٹ بولتا ہے۔ ہم لوگ کتابِ خدا اور قولِ رسولؐ کی بنا پر اِس خلافت کے حقیقی اَھل اور مستحق ہیں، مگر جب سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے رحلت فرمائی ہے ہم اَھل بیتؑ اُس وقت سے اب تک مسلسل مظلوم رہے اور اللہ ہی اس کا فیصلہ فرمائے گا۔ ہمارے حقوق اِن لوگوں نے غصب کیے ہیں، جبراً ہماری گردنوں پر سوار ہو گئے ہیں، ہمارے خلاف لوگوں کو بھڑکایا ہے۔ مالِ فیٔ (غنیمت) میں سے بھی ہمارا حصّہ دینا بند کر دیا اور ہماری مادرِ گرامی کو جو کچھ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہبہ کر گئے تھے اُسے بھی غصب کر لیا۔

میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر رسول اللہؐ کی جدائی کے بعد لوگ میرے

پدرِ بزرگوار کی بیعت کر لیتے تو وہ زمین و آسمان کی برکتوں سے اِس قدر فیضیاب ہوتے کہ اے معاویہ آج تو اس کی قطعی لالچ نہ کرتا۔ مگر جب یہ خلافت اپنے معدن سے نکل گئی تو اس کے لیے قریش نے جھگڑے شروع کر دیے اور آزاد کردہ رسولؐ اور اُن کی اولاد کو یعنی تجھے اور تیرے اصحاب کو بھی اس کی حرص دامنگیر ہوئی، اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم فرما گئے ہیں کہ جب کسی قوم کا والی وحکمراں کوئی ایسا شخص ہو کہ اس سے بھی زیادہ صاحبِ علم اِس قوم میں موجود ہو تو وہ مسلسل پستی کی طرف جائے گی۔ یہاں تک کہ وہ اس پستی پر پلٹ کر پہنچ جائے گی جس کو وہ چھوڑ کر آگے بڑھی تھی۔

چنانچہ بنی اسرائیل نے حضرت ہارُونؑ کو چھوڑا درآنحالیکہ وہ جانتے تھے کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے خلیفہ ہیں، مگر اس کے باوجود وہ سامری کے متّبع ہو گئے، اور اِس اُمّت نے میرے پدرِ بزرگوار کو چھوڑ کر غیروں کی بیعت کر لی۔ حالانکہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کو فرماتے ہوئے سُن چکے تھے کہ:

"یَا عَلِیُّ اَنْتَ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی" لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ"

یعنی: (اے علیؑ تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارُونؑ کو موسیٰؑ سے تھی۔ سوائے نبوّت کے)

اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کو دیکھ چکے تھے۔ آپؐ نے میرے پدرِ بزرگوار کو غدیرِ خم کے دن اپنا جانشین مقرر کر دیا تھا اور حکم دیا تھا کہ جو لوگ اس مجمع میں موجود ہیں اُن کا فریضہ ہے کہ اُن لوگوں کو بتا دیں جو یہاں موجود نہیں ہیں۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم اپنی قوم کو اللہ کی طرف دعوت دے رہے تھے مگر (دیکھا کہ قتل کا منصوبہ ہے تو) بھاگ کر غار میں پناہ لی اور اگر آپؐ اپنے مددگار پاتے تو ہرگز نہ بھاگتے۔

میرے پدرِ بزرگوار نے بھی (تلوار نہ اُٹھائی) اپنا ہاتھ روکا، انھیں قسم دیدے کر اپنا حق منوانے کی سعی کرتے رہے، فریاد کرتے رہے، مگر کوئی فریاد کو نہ پہنچا۔

جب ہارُونؑ کو بنی اسرائیل نے کمزور بنا دیا اور قریب تھا کہ انھیں قتل کر دیں تو انھیں اللہ تعالیٰ نے گنجائش دیدی اور نبی صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کو بھی اللہ تعالیٰ نے گنجائش دیدی جبکہ آپؐ نے غار میں پناہ لی، اس لیے کہ انھیں مددگار نہیں ملے۔ اسی طرح میرے پدرِ بزرگوار کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے گنجائش مل گئی۔ اب اِس اُمّت نے ہم لوگوں کو چھوڑ کر اے معاویہ! تیری بیعت کر لی۔ اگلے وقت کی یہ رسمیں اور مثالیں ہیں جو ایک کے پیچھے ایک چلی آ رہی ہیں۔

اے لوگو! یقین کرو کہ اگر تم لوگ مشرق و مغرب کے درمیان کسی ایسے شخص کو تلاش کرو جو فرزندِ نبیؐ ہو، تو سوائے میرے اور میرے بھائی کے اور کسی کو نہ پاؤ گے۔ اور میں نے یہ صلح

کر لی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ شاید یہ تم لوگوں کے لیے آزمائش کا دور ہو اور ایک معیّنہ مدت کے لیے ہو۔ (امالی شیخ)

(۱۳) حضرت امام حسنؑ کا خط معاویہ کے نام

حضرت امام حسن علیہ السّلام کے مکاتیب میں سے ایک خط یہ ہے جو آپؑ نے امیر المومنین علیہ السّلام کی وفات کے بعد جب سب لوگ آپؑ کی بیعت کر چکے تو آپؑ نے معاویہ کو تحریر فرمایا تھا۔

"بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ یہ خط ہے اللہ کے بندے حسن ابنِ امیر المومنین علیہ السّلام کی طرف سے معاویہ بن صخرا کے نام۔

اَمّا بَعدُ: واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو سارے عالمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجا، اُنؐ کے ذریعے حق کو ظاہر فرمایا اور باطل کو مٹایا، اہلِ شرک کو ذلیل کیا، اور اہلِ عرب کو عموماً اور ان میں سے جس کو چاہا خصوصاً عزّت و شرف بخشا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "یہ ذکر تمھارا ہے اور تمھاری قوم کا ہے۔"

جب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے وفات فرمائی تو آپؐ کے بعد آپؐ کی حکومت کے لیے عرب میں نزاع چھڑ گئی۔ انصار نے کہا "مِنَّا اَمِیْرٌ وَ مِنْکُمْ اَمِیْرٌ" (یعنی ایک امیر ہمارا ہوگا اور ایک امیر تمھارا ہوگا۔")

اور قریش نے کہا ہم لوگ محمدؐ کے وارث ہیں، اُن کے خاندان کے ہیں، لہٰذا محمدؐ کی حکومت کے لیے ہم لوگوں سے نزاع نہ کرو۔

اِس دلیل پر اہلِ عرب خاموش ہو گئے اور قریش کے حق کو تسلیم کر لیا۔ مگر اب ہم آنحضرتؐ کے حقیقی وارث ہیں اُنؐ کے ذوالقربیٰ ہیں، لہٰذا اس کے لیے تمھارا ہم لوگوں سے نزاع کرنا ناحق ہے اس کا اثر اسلام میں ممدوح نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہمارے درمیان انصاف کرے گا۔ اور میری دعا تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو اِس دنیا میں ایسی چیز نہ دے جس سے ہمارے آخرت کے حصّے میں کمی ہو۔

اور تمھیں معلوم ہو کہ جب امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام اِس دُنیا سے رخصت ہونے لگے تو اُنھوںؑ نے اپنے بعد مجھے اس حکومت کا والی مقرّر فرما دیا تھا۔

پس، اے معاویہ! اللہ سے ڈرو، اُمّتِ محمدؐ کا خیال کرو اور وہ کام کرو جس سے یہ خونریزی سے

محفوظ رہے اور امورِ اُمّت درست ہوں۔ والسّلام

امام حسن علیہ السّلام کی تحریروں میں سے ایک تحریر وہ بھی ہے جو آپؑ نے اپنے اور معاویہ کے درمیان بطور صلحنامے کے تحریر فرمایا تھا۔ اس لیے کہ وہ چاہتے تھے کہ امتِ محمدؐ کا خون نہ بہے اور فتنہ و فساد کی آگ بجھ جائے۔ وہ تحریر یہ ہے۔

○ تحریرِ امام حسنؑ معاویہ کے نام مع شرائطِ صلح :

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ ۔ یہ وہ شرائط ہیں جن پر حسنؑ ابنِ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ نے معاویہ بن ابی سفیان سے صلح منظور کی۔ صلح اس امر پر کی ہے کہ وہ مسلمانوں کی حکومت اس کے حوالے کر دیں گے بشرطیکہ :

۱۔ وہ (معاویہ) مسلمانوں پر حکومت کتابِ خدا و سنّتِ رسولِ خداؐ اور سیرتِ خلفائے صالحین کے مطابق کرے گا۔

۲۔ معاویہ بن ابی سفیان اپنے بعد کے لیے کسی کو اپنا ولیعہد نہیں بنائے گا، بلکہ یہ امر اس کے بعد شوریٰ بین المسلمین کے ذریعے طے پائے گا۔

۳۔ وہ تمام لوگوں کو امان دے گا۔ خواہ وہ اللہ کی زمین کے کسی حصّے میں بستے ہوں چاہے وہ اہلِ شام ہوں یا اہلِ عراق یا وہ اہلِ حجاز ہوں، اہلِ یمن ہوں یا کسی اور خطّے کے رہنے والے ہوں۔

۴۔ علیؑ بن ابی طالبؑ کے اصحاب اور آپؑ کے دوستداروں کی جان، اُن کا مال، اُن کی عورتیں اور اُن کے بچّے ہر طرح محفوظ و مامون رہیں گے، اُن کو کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے گا۔

۵۔ اور معاویہ بن ابی سفیان اللہ تعالیٰ سے عہد کرتا ہے کہ وہ اِن شرائط کی پابندی کرے گا، اس عہد کو پورا کرے گا اور امام حسنؑ بن علیؑ، ان کے بھائی حسینؑ ابنِ علیؑ اور اہلِ بیتِ رسول اللہؐ میں سے کسی فرد کا بھی برا نہ چاہے گا، نہ بظاہر اور نہ بباطن۔ اور یہ لوگ دنیا کے کسی گوشے میں بھی ہوں وہ (معاویہ) ان لوگوں کو خوفزدہ نہ کرے گا۔

اِس صلح نامے کے گواہ فلاں فلاں ہیں اور ویسے تو اللہ ہی گواہی کے لیے بہت کافی ہے۔ والسّلام

صلح کے بعد امام حسن علیہ السلام کا خطبہ

جب صلح کی بات پختہ ہوگئی تو معاویہ نے امام حسن علیہ السلام سے گذارش کی کہ آپؑ لوگوں کے مجمعے میں اعلان کردیں کہ آپؑ نے معاویہ سے صلح کرلی ہے اور حکومت اس کے سپرد کردی ہے۔

آپؑ نے اسے قبول فرمالیا۔ اور کھڑے ہوکر حمد وثنائے الٰہی بجالائے پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا، اس کے بعد فرمایا:

اے لوگو! سمجھداروں میں سب سے زیادہ سمجھدار شخص متقی ہے اور احمقوں میں سب سے زیادہ احمق شخص فاسق وفاجر ہے۔ سُنو! اگر تم لوگ جابلق وجابلس (مشرق و مغرب) کے درمیان کسی ایسے شخص کو تلاش کرو جس کے جدِ بزرگوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں، تو تم لوگ سوائے میرے اور میرے بھائی حسینؑ کے اور کسی کو نہ پاؤ گے۔ نیز تمھیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے جد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے تم لوگوں کی ہدایت فرمائی تمھیں گمراہی سے نکالا، تم سے جہالت دُور کی، تم لوگ ذلیل تھے تمھیں عزت بخشی، تم لوگ قِلّت میں تھے تم میں کثرت پیدا کی۔ اس معاویہ نے مجھ سے اس حق کے لیے جھگڑا کیا جو واقعتاً میرا حق ہے اس کا نہیں ہے مگر میں نے سوچا کہ کسی طرح اُمّتِ جد کی بھلائی ہو اور فتنہ وفساد ختم ہو۔ تم لوگ میری بیعت اِس بات پر کرچکے ہو کہ جس سے میری جنگ ہوگی اس سے تم لوگوں کی بھی جنگ ہوگی اور جس سے میری صلح ہوگی اس سے تمھاری بھی صلح ہوگی۔ لہٰذا میں نے طے کیا کہ میں معاویہ سے صلح کرلوں اور اپنے اور اس کے درمیان جنگ وجدال ختم کردوں، کیونکہ میری رائے میں خونریزی سے بہتر یہ ہے کہ صلح ہو۔ اس صلح سے میرا مقصد صرف تم لوگوں کی بھلائی اور بقا ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ دَور تمھاری آزمائش کا ہے جو ایک مدّتِ معیّنہ تک چلے گا۔

رجعت کے سلسلے کی ایک روایت

کتاب الغیبۃ میں ایک طویل روایت ہے جو رجعت (قربِ قیامت میں ائمہؑ وانبیائے اولوالعزم کا دوبارہ ظاہر ہونا) کے سلسلے میں مفضّل بن عمر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کی ہے۔ آپؑ نے فرمایا: "اے مفضّل! (جب رجعت ہوگی تو) امام حسن علیہ السلام اپنے

جدّ بزرگوار حضرت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں جائیں گے اور عرض کریں گے نانا جان! میں امیرالمومنینؑ کے ساتھ (مدینے سے ترکِ وطن کرکے) کوفے میں رہا یہانتک کہ وہ عبدالرّحمن بن ملجم علیہ اللعن کی تلوار کی ضرب سے شہید ہوگئے اور انھوں نے مجھے اپنا وصی اسی طرح مقرّر فرمایا جس طرح آپؐ نے اُن کو اپنا وصی مقرّر فرمایا تھا۔ معاویہ کو میرے پدرِ بزرگوار کی شہادت کی خبر ملی تو اُس نے زیاد ملعون کو ڈیڑھ لاکھ فوج دے کر کوفے کی جانب روانہ کیا اور اُسے حکم دیا کہ وہ مجھے اور میرے بھائی حسینؑ کو میرے سارے بھائیوں اور میرے اہلِ بیت اور میرے شیعوں اور دوستداروں کو گرفتار کرے اور ہم لوگوں سے معاویہ کے لیے بیعت لے۔ جو بیعت سے انکار کرے اس کی گردن مار دے اور اس کا سر معاویہ کے پاس بھیج دے۔ ٭

٭ منبرِ کوفہ پر امام حسنؑ کا خطبہ (مسلسل)

٭ جب مجھے معاویہ کے اس اقدام کا علم ہوا تو میں گھر سے نکلا اور نماز کے لیے مسجدِ کوفہ پہنچا، پھر منبر پر گیا تو لوگ جمع ہوگئے۔ میں نے خطبہ شروع کیا۔ پہلے حمد وثنائے الٰہی بجالایا اس کے بعد کہا:

”اے گروہِ مردم! سارا دیار مٹ گیا، سارے آثار محو ہوگئے۔ اب صبر ممکن نہیں گروہِ شیطانی اور بد دیانتوں کی حکومت نے بے قرار کردیا ہے۔ خدا کی قسم! اس وقت آیاتِ قرآنی کا مطلب واضح ہوا، اس کے مشکلات ظاہر ہوئے، ہمیں اسی وقت توقع تھی کہ اس آیت کی پوری تاویل سامنے آجائے گی:

”وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْــًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۔“ (سورۂ آلِ عمران آیت ۱۴۴)

ترجمۂ آیت:-

(اور محمدؐ نہیں ہیں مگر رسول، ان سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے ہیں۔ اگر وہ مرجائیں یا قتل ہوجائیں تو کیا تم لوگ اپنے پچھلے دین پر واپس لوٹ جاؤ گے؟ جو بھی اپنے پچھلے دین کی طرف پھرا، وہ اللہ کو کوئی ضرر نہیں پہنچائے گا۔ اور اللہ شکرگذاروں کو جزا دے گا۔)

میرے جد نے رحلت فرمائی، میرے پدرِ بزرگوار قتل کر دیے گئے لوگوں کے دلوں میں وسواس خنّاس بولنے لگا اور فتنے کا زاغ کائیں کائیں کرنے لگا، تم لوگوں نے سنّتِ رسولؐ کی مخالفت شروع کر دی۔ ہائے وہ فتنہ کسقدر اندھا اور بہرا تھا کہ نہ کسی پکارنے والے کی آواز سُنتا تھا اور نہ کسی منادی کی ندا پر لبیک کہتا تھا، نہ فتنہ پرور لوگوں کی مخالفت پر آمادہ تھا۔ کلمۂ نفاق کھُل کر سامنے آگیا، افتراق و انشقاق کے پرچم لہرانے لگے، شام و عراق کی مِراقی فوجیں برسرِ پیکار ہوگئیں۔

خیر، اے لوگو! اللہ تم پر رحم کرے اب پھر سے شروع کرو اور نورِ واضح اور علمِ بے پایاں کی طرف آجاؤ، اُس نور کی طرف آجاؤ جو بُجھایا نہیں جا سکتا، اُس حق کی طرف قدم بڑھاؤ جو چھپایا نہیں جا سکتا۔

اے لوگو! خوابِ غفلت سے چونکو، گہرے اندھیرے سے نکلو، اُس ذات کی قسم جس نے دانے کو شگافتہ کیا ہے، جو مخلوقات کا پالنے والا ہے، جو بڑا عظمت والا ہے، اگر تم لوگوں میں سے ایک گروہ بھی صفائیٔ قلب اور خلوصِ نیّت سے میرے ساتھ ہو جائے جس میں نفاق کا شائبہ اور افتراق کا خیال نہ ہو تو میں تلوار کے ساتھ قدم قدم پر جہاد کروں گا، تلواروں، نیزوں اور سواروں سے گھیر کر اُس کا راستہ تنگ کر دوں گا۔ اللہ تم لوگوں پر رحم کرے بولو! کیا ارادہ ہے؟

مگر معلوم ہوتا تھا کہ تمام لوگوں کے منہ میں خاموشی کی لگام لگی ہوئی ہے، سوائے بیس۲۰ افراد کے کہ وہ اُٹھ کر بولے:

"فرزندِ رسولؐ! ہم لوگوں کو صرف اپنے نفسوں اور اپنی تلواروں پر اختیار ہے۔ ہم حاضر ہیں جو حکم دیجیے۔ بخوشی قبول کریں گے۔ آپؑ کی رائے پر چلیں گے۔ آپؑ جو چاہیں ہمیں حکم دیں"

پس میں نے نظر اُٹھا کر داہنے اور بائیں دیکھا، مگر سوائے اُن بیس۲۰ آدمیوں کے اور کوئی بھی نظر نہ آیا۔ فوراً میں نے اپنے دل میں کہا کہ مجھے اس وقت اپنے جدّامجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی سیرت پر عمل کرنا چاہیے۔ وہ بھی ایک عرصے تک چھپ کر اللہ کی عبادت کرتے رہے حالانکہ اُس وقت آپؐ کے پاس اُنتالیس۳۹ آدمی موجود تھے، مگر اللہ تعالےٰ نے چالیس پورے کر دیے تب آپؐ نے حکمِ خدا اور امرِ الٰہی کو ظاہر فرمایا۔

پس اسی طرح اگر میرے پاس بھی چالیس آدمی ہوتے تو میں راہِ خدا میں جہاد کرتا اور پورا پورا جہاد کا حق ادا کر دیتا۔

پھر میں نے اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیا اور عرض کیا، پروردگارا! تو دیکھتا

تو ہے کہ میں نے ان لوگوں کو نیکی کی طرف دعوت دی، بُرائیوں سے ڈرایا، امر و نہی سے کام لیا مگر یہ لوگ دعوت دینے والے کی آواز پر لبیک کہنے سے غافل ہیں اور نصرت چھوڑ بیٹھے ہیں، اطاعت میں کوتاہی کر رہے ہیں اور دشمنوں کی مدد کر رہے ہیں۔ لہٰذا پروردگارا! تو اِن پر اپنی طرف سے ایسا عذاب نازل فرما، جو اِس ظالم قوم سے کبھی رد نہ ہو سکے۔ یہ کہکر منبر سے اُتر آیا۔

اس کے بعد میں نے کوفے کو چھوڑا اور مدینہ واپس چلا آیا اور معاویہ کی فوج نے تمام مسلمانوں کو خوب ہی لوٹا، اور اُن لوگوں کو تہہ تیغ کیا جو اس سے لڑ نہیں رہے تھے، عورتوں اور بچوں کو بھی قتل کیا۔ میں ان لوگوں کو بتا آیا ہوں کہ تم لوگوں میں وفا نہیں ہے، میری بیعت توڑ کر معاویہ کی بات قبول کرو گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا میں نے کہا تھا۔

آلِ محمدؐ پر اُمّتِ محمدؐ کے مظالم

عبد الحمید ابنِ ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ میں یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق ابنِ امام محمدؑ باقر علیہ السلام نے اپنے کسی صحابی سے فرمایا:

" اے فلاں! تمھیں معلوم ہے کہ ہم لوگوں نے قریش کے کیسے کیسے مظالم برداشت کیے۔ اور انھوں نے ہمیں کس کس طرح ستایا۔ ہمارے شیعوں اور دوستداروں کو ان لوگوں نے کیا کیا دُکھ دیے؟

سُنو! رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے رحلت فرمائی، وہ اُمّت کو بتا گئے کہ ہم اہلِ بیت اُمّت میں سب سے افضل و اولیٰ ہیں۔ مگر قریش نے خلافت وحکومت کے معاملے میں ہمیں نظر انداز کیا اس کو اصل معدن سے نکال کر ہماری ہی دلیل کو انصار کے سامنے پیش کیا (انھوں نے خاموشی سے تسلیم کر لیا۔) پھر قریش نے یکے بعد دیگرے عنانِ حکومت سنبھالی۔ یہانتک کہ جب حکومت ہم لوگوں تک پلٹ کر آئی تو ان ہی لوگوں نے ہماری بیعت توڑی اور ہم سے جنگ چھیڑی اور صاحبِ حکومت کو مسلسل اُلجھائے رکھا، یہانتک کہ انھیں قتل کر دیا۔

پھر اُن کے فرزند حسنؑ سے بیعت کی گئی تو اُن سے بھی غدّاری کی، انھیں صلح پہ مجبور کر دیا اور اہلِ عراق نے توان پر حملہ کر کے خنجر سے زخمی کیا، سارا مال واسباب لوٹ لیا۔ پھر اُن کے زخموں کا علاج کیا گیا، بالآخر انھوں نے معاویہ سے بحالتِ مجبوری صلح کر لی اور اس طرح اُنھوں نے اپنی اور اپنے اہلِ بیت کی جان بچائی۔

اس کے بعد اہلِ عراق میں سے بیس ہزار افراد نے امام حسینؑ کی بیعت قبول کی اور اُن

سے بھی غداری کی اور ان سے جنگ کرنے کے لیے آئے۔ حالانکہ ابھی ان کی بیعت ان لوگوں کی گردنوں پر تھی، بالآخر انھیں بھی قتل کر دیا۔

اس کے بعد ہم اہلِ بیت مسلسل ذلیل کیے جاتے رہے، ظلم سہتے رہے، حقیر بنائے گئے، حق سے محروم رکھے گئے، قتل کیے گئے، خوف کے عالم میں زندگی بسر کرتے رہے، ہمیں ہمیشہ اپنی اور اپنے دوستوں کی جان کا خطرہ رہا۔ پھر کاذبوں اور منکروں کو اپنے کذب و انکار کی وجہ سے موقع ملا کہ وہ ہر شہر میں والیانِ حکومت، قاضیانِ بدطینت اور عاملانِ دوں فطرت کے دربار میں تقرّب حاصل کرلیں۔ پھر انھوں نے جھوٹی اور مصنوعی حدیثیں بیان کرنی شروع کر دیں اور ہم لوگوں سے منسوب کر کے ایسی ایسی روایتیں بیان کیں کہ ہم لوگوں نے نہ کبھی کہا تھا اور نہ کبھی کیا تھا، تاکہ سب لوگ ہمارے دشمن بن جائیں اور بعدِ وفاتِ امام حسنؑ عہدِ معاویہ میں تو وہ چیزیں اور زیادہ ہوگئیں حالت یہ ہوئی کہ ہر شہر میں ہمارے شیعہ قتل کیے گئے اور محض شبہے پر کہ یہ محبِ اہلِ بیت ہے، اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے گئے۔ جو شخص ہماری محبت اور ہم سے وابستگی کا ذکر کرتا اُسے قید کر دیا جاتا، اُس کا مال و اسباب لوٹ لیا جاتا، اُس کا گھر مسمار کر دیا جاتا، اور عبید اللہ ابنِ زیادؑ سے قاتلِ امام حسینؑ تک تو یہ بلائیں اور یہ مصیبتیں سخت سے سخت اور زیادہ سے زیادہ تر ہوتی گئیں۔ اس کے بعد حجاجؒ کا زمانہ آیا تو اس نے ان شیعوں کا پوری طرح قتلِ عام شروع کر دیا۔ ذرا سے شبہے یا ذرا سی تہمت پر انھیں گرفتار کر لیا جاتا، نوبت یہاں تک پہنچی کہ لوگوں کو کافر و زندیق کہا جانا پسند تھا مگر شیعانِ علیؑ کہا جانا پسند نہ تھا۔ نیز یہ عالم ہوگیا کہ وہ راوی جن کا تذکرہ خیر سے ہوتا ہے اور شاید وہ پرہیزگار اور سچے بھی سمجھے جاتے ہیں، وہ ایسی عجیب و غریب احادیث اپنے گذشتہ خلفاء کے فضائل میں بیان کرنے لگے کہ حیرت ہوتی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے نہ تو ایسی کوئی شے پیدا کی اور نہ ایسا ممکن ہے، نہ ہوا ہے۔ مگر راویوں کی کثرت کی وجہ سے وہ اس روایت کو صحیح سمجھتا ہے۔

بحار الانوار

باب ۱۰

وہ واقعات جو
امام حسنؑ ومعاویہ واصحابِ معاویہ
کے درمیان پیش آئے

۱ دربارِ معاویہ میں شانِ امیرالمومنینؑ پر سبّ و شتم........!

شعبی و ابومخنف و یزید بن ابی حبیب مصری سے روایت کی گئی ہے اُن سب کا بیان ہے کہ تاریخِ اسلام میں کوئی دن ایسا نظر نہیں آتا کہ جس میں لوگ مباحثے اور مناظرے کے لیے جمع ہوئے ہوں اور اس میں اتنا شور و غل ہوا ہو اور اتنی بلند آواز سے گفتگو ہوتی ہو اور اتنے شدید مبالغے سے کام لیا گیا ہو جتنا اس دن ہوا جب معاویہ بن ابی سفیان کے پاس عمرو بن عثمان بن عفان و عمرو بن العاص و عتبہ بن ابی سفیان، ولید بن عتبہ بن ابی معیط اور مغیرہ بن شعبہ جمع ہوئے اور سب نے ایک بات پر اتّفاق کیا۔

عمرو بن العاص نے معاویہ سے کہا: آپ حسنؑ بن علیؑ کے پاس آدمی بھیج کر انھیں کیوں نہیں یہاں بُلاتے۔ اُنھوں نے اپنے باپ کی سیرت کو زندہ کیا ہے اور ایسا زندہ کیا ہے کہ اُن کے پیچھے لوگ بھاگتے ہیں تو اُن کے جوتے مچ مچ کرتے ہیں۔ جو وہ حکم دیتے ہیں اس کی تعمیل کی جاتی ہے اور جو کہتے ہیں اس کی تصدیق کی جاتی ہے اور یہی دونوں باتیں ایسی ہیں جو انھیں اس سے بھی زیادہ بلندی پر پہنچا دیں گی۔ اگر تم انھیں یہاں بُلواؤ تو ہم لوگ اُن کی اور اُن کے باپ کی منقصت کریں، اُن پر اور اُن کے باپ پر سبّ و شتم کریں، اُن کی اور اُن کے باپ کی قدر و منزلت کو گھٹائیں اور اس کے لیے جم کر بیٹھیں تاکہ اُن کے متعلق بات سچ ثابت ہو۔

معاویہ نے کہا، مگر مجھے ڈر ہے کہ وہ تم لوگوں کی گردنوں میں ذلت کا ایسا طوق نہ ڈال دیں جو قبر میں جاتے وقت بھی تم لوگوں کی گردنوں سے نہ اُتر سکے۔ خدا کی قسم، میں انھیں جب بھی دیکھتا، اُن کے قریب جانے سے گھبراتا ہوں کہ کہیں ڈانٹ نہ پڑ جائے۔

عمرو بن العاص نے کہا، کیا تمھیں اس کا ڈر ہے کہ اُن کا باطل ہمارے حق پر اور اُن کا مرض ہماری صحت پر حاوی آجائے گا؟

معاویہ نے کہا، نہیں۔

عمرو بن العاص نے کہا، تو پھر انھیں بُلا بھیجو۔

عُتبہ نے کہا، میں اس رائے سے متفق نہیں ہوں، خدا کی قسم وہ جتنے زیادہ اور بڑے بڑے کیڑے تمھارے اندر نکال دیں گے اِس سے زیادہ تم لوگ اُن میں نہیں نکال سکتے۔ معلوم ہے اُن کا تعلق اُس خاندان سے ہے جو بحث و مناظرے والا ہے۔

بالآخر لوگوں نے حضرت امام حسن علیہ السّلام کے پاس آدمی بھیجا۔ اُس نے آپؑ سے جاکر کہا کہ معاویہ نے آپؑ کو بُلایا ہے۔

آپؑ نے پوچھا، اُس کے پاس اور کون ہے؟

آدمی نے کہا، اُس کے پاس فلاں فلاں لوگ ہیں۔

امام حسنؑ نے فرمایا: آخر اُن سبھوں پر چھت کیوں نہیں پھٹ پڑتی اور اُن پر ایسا کوئی عذاب نازل کیوں نہیں ہوجاتا کہ جس کی اُن کو خبر بھی نہ ہو۔

اِس کے بعد آپؑ نے خادمہ کو آواز دی کہ میرا لباس لاؤ، اس کے بعد آپؑ نے یہ دُعا پڑھی:

دُعائے فرج

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَدْرَاُبِكَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ وَ اَسْتَعِیْنُ بِكَ عَلَیْھِمْ فَاكْفِنِیْھِمْ بِمَا شِئْتَ وَ اَنّٰی شِئْتَ مِنْ حَوْلِكَ وَ قُوَّتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔"

ترجمہ۔ "پروردگارا! میں تیرے ذریعے ان لوگوں کی گردنوں کو نشانہ بناتا ہوں اور اِن لوگوں کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور اِن لوگوں کے مقابلے میں تجھ سے مدد چاہتا ہوں پس میری مدد فرما جس چیز سے چاہے اور جب چاہے۔ اپنی قوّت و طاقت کے ساتھ اے ارحم الرّاحمین۔"

پھر آپؑ نے اس فرستادہ سے کہا، یہ دعائے فرج ہے۔

اس کے بعد جب آپؑ معاویہ کے پاس پہنچے تو اُس نے مرحبا اور خوش آمدید کہتے ہوئے مصافحہ کیا۔

امام حسن علیہ السّلام نے فرمایا: تمھارا تحیۃ سلامتی کی علامت ہے اور مصافحہ بتاتا ہے کہ جان کی امان ہے۔

معاویہ نے کہا، ہاں ایسا ہی ہے۔ اِن لوگوں نے آپؑ کے پاس میرے منع کرنے کے باوجود آدمی بھیج کر آپؑ کو بُلایا ہے تاکہ آپؑ کو قائل کر دیں کہ عثمان مظلوم قتل ہوئے اور انھیں آپؑ کے باپ نے قتل کیا۔ لہٰذا ان کی باتیں سُنیں اور اس کا جواب دیں اور جیسی باتیں یہ لوگ کریں ویسا ہی جواب آپؑ بھی دیں اور ان کے جواب میں میری موجودگی آپؑ کے لیے مانع نہ ہونی چاہیے۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا، سبحان اللہ، کیا بات کہی ہے یہ گھر کسی اور کا نہیں تیرا ہے اس گھر میں تو تیرا ہی حکم چلے گا۔ واللہ، جو ان لوگوں نے ارادہ کیا ہے اس میں تمھاری مرضی ہے تمھیں شرم کرنی چاہیے کہ تم فحش پر راضی ہو گئے اور اگر تمھاری مرضی نہ تھی مگر یہ لوگ تم پر غالب آ گئے تو تمھیں شرم کرنی چاہیے کہ تم اتنے کمزور ہو۔ آخر ان دو باتوں میں سے کسی ایک کا اقرار اور اعتذار تو کرو۔ مگر جہاں تک میرا تعلق ہے اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ لوگ اس مقصد سے یہاں جمع ہیں تو میں بھی ان ہی کی تعداد کے برابر بنی ہاشم میں سے کچھ لوگوں کو اپنے ساتھ لاتا۔ مجھے تنہا پا کر یہ لوگ اپنی کثرت سے مجھے مرعوب کرنا چاہیں گے، مگر خیر اللہ تعالیٰ میرا پشت پناہ آج بھی ہے اور آج کے بعد بھی۔ اچھا اب یہ لوگ جو کچھ کہنا چاہیں کہیں میں سُنوں گا۔

"اور نہیں ہے کوئی قوّت اور نہیں ہے کوئی طاقت مگر صرف اللہ بزرگ و برتر کی دی ہوتی۔"

سب سے پہلے عمرو بن عثمان بن عفان نے گفتگو کا آغاز کیا اور بولا:

آج جیسا دن تو کبھی سُننے میں نہیں آیا کہ خلیفۃ المسلمین عثمان بن عفان کے قتل کے بعد بنی عبد المطّلب کے افراد روئے زمین پر آج بھی باقی ہیں۔ افسوس یہ اُن کی بہن کے فرزند تھے، اسلام میں صاحبِ فضیلت و منزلت تھے، رسول اللہؐ کے خاص صحابہ میں سے تھے مگر بد قسمتی سے اِن لوگوں نے ظلم و فتنہ پروری و حسد کی بنا پر اُن کا خون ناحق بہایا اور اس چیز کے طالب ہوئے جس کے وہ اہل نہ تھے۔ ہائے کس قدر ذلّت و رسوائی کی بات ہے حسنؑ اور سارے بنی عبد المطّلب قاتلانِ عثمان بن عفان ابھی زندہ ہیں روئے زمین پر چل پھر رہے ہیں، اور عثمان اپنے خاک و خون میں غلطاں ہیں اور ان ہی کا خون نہیں بلکہ جنگِ بدر کے انیسؔ مقتولین بنی امیہ کا خون ابھی تم لوگوں کے ذمّے باقی ہے۔

اس کے بعد عمرو بن العاص پہلے حمد و ثنائے الٰہی بجا لایا، اس کے بعد بولا:

اے فرزندِ ابوتراب! ہم لوگوں نے تمھارے پاس آدمی بھیج کر اس لیے بُلایا ہے کہ

تاکہ تم پر ثابت کر دیں کہ تمھارے باپ نے ابوبکر صدّیق کو زہر دیا، عمر فاروق کے قتل میں شریک رہے اور عثمان ذوالنّورین کو انھوں نے ناحق قتل کرایا، اور اس خلافت کے دعویدار ہوئے جس کا اُن کو کوئی حق نہ تھا۔ اُنھوں نے عثمان کی بُرائیاں کیں اور اُن کے خلاف فتنہ و فساد برپا کر دیا۔

عمرو بن العاص نے مزید کہا:

اے بنی عبدالمطّلب ! اللہ کبھی یہ نہیں کرے گا کہ حکومت تم لوگوں کو عطا کرے اور تم لوگ وہ کام نافذ کرو جو تمھارے لیے حلال نہیں ہے۔ اور اے حسنؑ ! تمھارے دل میں تو یہ ہے کہ تم امیرالمومنین بننے والے ہو مگر تمھارے پاس اس کے لیے نہ عقل ہے اور نہ سمجھ، یہ تو تم سے سلب کر لی گئی ہے پھر تم کیسے بنو گے، تمھیں تو قریش میں احمق سمجھ کر چھوڑ دیا گیا ہے یہ سب تمھارے باپ کی بداعمالیوں کا نتیجہ ہے۔ ہم لوگوں نے تمھیں اس لیے بُلایا ہے کہ تمھیں بھی گالیاں سُنائیں اور تمھارے باپ کو بھی، اور تمھارے لیے یہ ممکن نہیں کہ ہم پر عتاب کرو، ہماری کسی بات کی تکذیب کرو اور اگر تمھارا خیال ہے کہ ہم لوگ جھوٹ بول رہے ہیں اور تم لوگوں پر اتّہام لگا رہے ہیں یا خلافِ حق گفتگو کر رہے ہیں تو بات کرو، ورنہ سمجھ لو کہ تم اور تمھارے باپ بدترین مخلوق ہیں۔

خیر تمھارے باپ سے تو اللہ نے ہم لوگوں کو چھٹکارا دلا دیا۔ اب رہ گئے تم، تو تم ہم لوگوں کے قابو میں ہو اور تمھارے لیے ہم لوگ کچھ طے کریں گے، اگر ہم لوگوں نے تمھیں قتل کر دیا تو نہ اللہ کے نزدیک یہ کوئی گناہ ہوگا اور نہ لوگوں کے نزدیک یہ کوئی بُرائی اور عیب ہے۔

پھر عتبہ بن ابی سفیان بولا: اور گفتگو کی ابتدا اس نے اس طرح کی کہ:

اے حسن ! تمھارے باپ قریش کے لیے بدترین انسان تھے وہ سب سے زیادہ قطع رحم کرنے والے سب سے زیادہ خون بہانے والے تھے۔ اور تمھارا شمار تو حضرت عثمان کے قاتلوں میں ہے۔ ہم لوگوں کو حق پہنچتا ہے کہ اِس جرم کی پاداش میں تمھیں قتل کر دیں یہ سزا تم پر از روئے کتابِ خدا ہے اور اِس ہی بنا پر ہم لوگ تم کو قتل کرنے والے ہیں۔ تمھارے باپ سے تو اللہ نے چھٹکارا دیا وہ قتل ہو گئے، اب جو تم خلافت کی آس لگائے ہوئے ہو تو یہ ممکن نہیں۔

پھر ولید بن عتبہ بن ابی سلیط نے بھی اسی طرح کی بات کی جیسی اس کے ساتھیوں نے کی تھی اور بولا:

اے گروہِ بنی ہاشم ! سب سے پہلے تم ہی لوگوں نے عثمان کی عیب گیری شروع کی اُن کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا، یہانتک کہ خلافت کی حرص میں تم لوگوں نے انھیں قتل کر ڈالا

اور حکومت کی لالچ کی، طلبِ دنیا کے لیے تم لوگوں نے قطع رحم کیا، اُمّت کی ہلاکت اور خونریزی پر اُتر آئے حالانکہ عثمان رشتے میں تم لوگوں کا ماموں ہوتا تھا اور وہ کتنا اچھا ماموں تھا۔ نیز وہ رشتے میں تم لوگوں کا داماد بھی ہوتا تھا اور وہ کتنا اچھا داماد تھا مگر سب سے پہلے تم ہی لوگوں نے اس سے حسد کیا اور اس پر طعنہ زنی شروع کی، یہانتک کہ اُس کے قتل کے مرتکب ہوئے۔ بتاؤ کیا رائے ہے؟ اللہ تعالےٰ تم لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟

پھر مغیرہ بن شعبہ بولا اور اس کی ساری گفتگو علی علیہ السّلام کی بُرائی کرنے پر تھی۔ اُس نے کہا:

اے حسنؑ! حقیقت یہ ہے کہ عثمان مظلوم قتل ہوئے اور تمھارے باپ کسی بہانے بھی اِس قتل سے بَری نہیں ہو سکتے۔ اور اس کے علاوہ، اے حسنؑ! ہم لوگوں کا خیال ہے تمھارے باپ کے گروہ کے لوگ ہی عثمان کے قاتل ہیں۔ وہ ان سب کو پناہ دیے ہوئے تھے، ان کا دفاع کرتے تھے اور عثمان کے قتل پر راضی تھے۔ واللہ، وہ طویل السّیف اور زبان دراز تھے، وہ زندوں کو قتل کیا کرتے اور مُردوں پر عیب لگایا کرتے تھے۔ میرا خیال ہے کہ بنی ہاشم، بنی اُمیّہ کے لیے اچھے ہیں مگر اس سے زیادہ اچھے بنی اُمیّہ، بنی ہاشم کے لیے ہیں۔ اور تم جسقدر اچھے معاویہ کے لیے ہو اس سے زیادہ اچھا معاویہ تمھارے لیے ہے۔

اے حسنؑ! تمھارے باپ تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اُن کی حیات ہی میں دشمن تھے۔ اُنھوں نے آنحضرتؐ کی وفات سے پہلے اُن کے قتل کا ارادہ بھی کیا، مگر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو اُن کے ارادے کی خبر ہو گئی۔ پھر وہ ابوبکر کی بیعت کے لیے تیّار نہ ہوتے تو انھیں قید کر کے لایا گیا، اس کے بعد اُنھوں نے ابوبکر کے خلاف سازش کی اور انھیں زہر دے کر قتل کرا دیا، اِس کے بعد عمر سے آمادۂ فساد ہوتے اور اُن کی گردن مار دینے کا ارادہ کیا اور اُن کے قتل میں شریک رہے۔ پھر عثمان پر طعنہ زنی کی اور اُنھیں قتل کروا دیا، وہ اِن سب کے خون میں شریک رہے۔ پھر،

اے حسنؑ! تم ہی بتاؤ اللہ کی طرف سے ایسے شخص کو کیا منزلت اور فضیلت مل سکتی ہے؟ اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب منزل میں وعدہ کیا ہے کہ وہ مقتول کے وارث و والی کو طاقت دے گا اور معاویہ اس مقتول کا والی و وارث ہے جو ناحق قتل ہوا۔ لہٰذا اگر ہم لوگ تمھیں اور تمھارے بھائی کو قتل کر دیں تو یہ حق پہنچتا ہے۔ خدا کی قسم، عثمان کے خون کا عوض صرف خونِ علیؑ نہیں ہو سکتا۔ اور اے بنی عبدالمطّلب! یہ بھی سُن لو کہ اللہ کبھی ایسا نہیں کرے گا کہ نبوّت اور حکومت دونوں تمھارے خاندان میں جمع کر دے۔

اتنا کہہ کر مغیرہ خاموش ہوا تو،

حضرت ابو محمدؑ حسن ابنِ علی علیہ السلام نے تکلّم کے لیے لب کھولے اور بولے۔

"حمد اُس خدا کی جس نے تمھارے پہلے والوں کی ہدایت ہمارے پہلے والوں کے ذریعے کی اور تمھارے آخر والوں کی ہدایت ہمارے آخر والوں سے کی اور درود و سلام ہو ہمارے بزرگ و سردار محمدؐ نبی پر اور اُن کی آلؑ پر۔"

اِس کے بعد فرمایا:

(تم لوگ تو کہہ چکے) اب میری بات سُنو، اور اے معاویہ! پہلے میں تجھ سے اپنی گفتگو کا آغاز کرتا ہوں۔

یہ کہہ کر آپؑ معاویہ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا:

خدا کی قسم، اے ازرق! تیرے سوا کسی اور نے مجھے بُرا نہیں کہا اور نہ اِن لوگوں نے مجھے بُرا کہا، نیز، نہ تیرے سوا کسی اور نے مجھے دشنام کیا اور نہ ان لوگوں نے مجھے بُرا کہا۔ بلکہ صرف تو نے مجھے بُرا کہا اور صرف تو نے مجھے دشنام دیا محض اپنی بدزبانی وکجروی وسرکشی اور ہم لوگوں سے حسد کی بنا پر اور محض اِس لیے کہ تجھے حضرت محمدؐ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے پُرانی اور نئی ہر طرح کی دشمنی ہے۔

اے ازرق! ذرا غور کر کہ بخدا، اگر میں اور یہ لوگ مسجدِ رسولؐ میں بیٹھ کر بحث کرتے اور ہمارے گرد مہاجرین وانصار ہوتے تو ان کی مجال نہ تھی کہ اس طرح منھ زوری کرتے جس طرح یہ لوگ اب کر رہے ہیں، اور نہ یہ اس طرح پیش آتے جس طرح اِس وقت پیش آرہے ہیں۔

اچھا، اب اے گروہِ مرداں! جو یہاں جمع ہو اور ہمارے خلاف ایک دوسرے کے معاون بنے ہوئے ہو، مجھ سے سُنو! اور جس سچ اور حق بات کا تمھیں علم ہے اُسے نہ چھپانا اور جو بات غلط کہوں اُس کی تصدیق نہ کرنا۔ اور اے معاویہ! میں پہلے تجھ ہی سے شروع کرتا ہوں اور تیرے متعلّق میں وہی کہوں گا جو تجھ میں ہے۔

اب میں تم لوگوں کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا تم لوگ جانتے ہو کہ وہ شخص جس پر تم لوگ سبّ وشتم کرتے ہو یہ وہی ہے جس کو دونوں قبلوں کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھنے کا شرف حاصل ہے؟ اور اے معاویہ! تو اسے اس وقت ضلالت وگمراہی سمجھتا تھا اور لات وعزّیٰ کی پرستش کرتا تھا؟ یہ وہی شخص تو ہے جس نے دونوں موقعوں پر بیعت کی (بیعتِ رضوان کے موقعے پر بھی اور بیعتِ فتحِ مکّہ کے موقعے پر بھی) جبکہ اے معاویہ! تم

اوّل کافر رہے اور آخر میں ناکث اور بیعت شکنی کے مرتکب ہوئے۔

پھر فرمایا، میں تمھیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں، بتاؤ کیا تمھارے علم میں ہے کہ میں سچ کہہ رہا ہوں کہ یہی شخص (جس پر تم سبّ وشتم کرتے ہو) غزوۂ بدر میں تم لوگوں سے جنگ کرنے کے لیے رسول اللہؐ کے ساتھ جب آیا تو اس کے ہاتھ میں رسول اللہؐ کا علم تھا، اور اے معاویہ! تیرے ہاتھ میں مشرکین کا جھنڈا تھا، تو لات وعزیٰ کی پرستش کرتا تھا اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور مومنین سے جنگ کو فرض اور واجب سمجھتا تھا۔ اور جب یہی شخص تم لوگوں سے جنگ کرنے کے لیے غزوۂ اُحد میں آیا تو اس کے ساتھ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا علم تھا اور تیرے ساتھ اے معاویہ! مشرکین کا جھنڈا تھا، تمام مواقع پر اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کی حجّت کو واضح اور آپؐ کی دعوت کو حق ثابت کیا، آپؐ کی خبر کی تصدیق کی آپؐ کے عَلَم کو سربلند رکھا اور ان تمام مواقع پر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو دیکھا کہ آپؐ اس شخص (حضرت علیؑ) سے بہت خوش اور راضی ہیں۔

پھر میں تم لوگوں کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں، بتاؤ کیا تمھارے علم میں ہے کہ: رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے بنی قریظہ وبنی نضیر کے قلعے کا محاصرہ کیا، پھر عمر بن خطّاب کو مہاجرین کا علمبردار بنا کر اور سعد بن معاذ کو انصار کا علمبردار بنا کر محاذِ جنگ پر روانہ کیا۔ سعد بن معاذ جنگ کرتے ہوئے زخمی ہوئے تو اسی حالت میں اُٹھا کر لائے گئے، مگر عمر بن خطّاب بھاگ کر واپس آگئے۔ وہ اپنے اہلِ لشکر کو بزدل کہتے تھے اور اُن کے اہلِ لشکر اُن کو بزدل کہتے تھے۔ یہ حال دیکھ کر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

"لاعطین الرایۃ غداً رجلاً کراراً غیر فرار یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ یفتح اللہ علیٰ یدیہ۔"

یعنی: (لازماً کل میں ایسے مرد کو اپنا علم عطا کروں گا جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہوگا اور اللہ اور اس کا رسولؐ اس سے محبت کرتے ہوں گے وہ کرّار وغیرِ فرّار ہوگا وہ اس وقت تک نہیں واپس ہوگا جب تک اللہ اس کے دونوں ہاتھوں پر فتح نہ دے دے۔"

یہ سُن کر حضرت ابوبکر وحضرت عمر اور ان دونوں کے علاوہ اور بھی مہاجرین و انصار نے آنحضرتؐ کے سامنے خود کو اس کے لیے پیش کیا۔ اور حضرت علیؑ اس وقت آشوبِ چشم میں مبتلا تھے، مگر آنحضرتؐ نے اسی حالت میں ان کو بلوایا اور اپنا لعابِ دہن ان کی آنکھوں میں لگایا آنکھیں فوراً اچھی ہوگئیں۔ پھر آپؐ نے اپنا عَلَم ان کو عطا فرمایا۔ وہ لیکر گئے اور جب تک

اللہ نے ان کے ہاتھوں پر فتح نہ دے دی محاذِ جنگ سے واپس نہ آئے۔ اور اے معاویہ! تو اُس وقت مکّے میں دشمنِ خدا اور دشمنِ رسول بنا ہوا تھا۔ اب تم ہی بتاؤ کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی مدد کرنے والا اور اللہ اور اس کے رسولؐ سے دشمنی رکھنے والا، کیا دونوں برابر ہو جائیں گے۔؟

اور میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تو اُسلام بھی لایا تو صدقِ دل سے اسلام نہیں لایا بلکہ ڈر کی وجہ سے تو نے کلمۂ اسلام زبان پر جاری کر لیا جو کچھ زبان پر تھا وہ دل میں نہ تھا۔

میں تم لوگوں کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں، بتاؤ کیا تمھارے علم میں ہے کہ: رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے غزوۂ تبوک کے موقعے پر علیؑ کو مدینہ میں اپنا نائب بنا کر چلے تو منافقین نے طرح طرح کی باتیں کہنی شروع کیں (کہ رسول اللہ ان سے ناراض ہیں) تو علیؑ نے آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ! مجھے یہاں چھوڑ کر نہ جائیں، اس لیے کہ آپؐ نے کسی غزوے میں مجھے نہیں چھوڑا، ہمیشہ اپنے ساتھ لے گئے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: "اے علی! تم میرے وصی اور میرے خلیفہ ہو میرے اہلِ بیت میں تمھاری منزلت وہی ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے حاصل تھی۔"

اس کے بعد آنحضرتؐ نے علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا:

"اے لوگو! جس نے مجھے دوست رکھا اُس نے اللہ کو دوست رکھا اور جس نے علیؑ کو دوست رکھا اُس نے مجھے دوست رکھا، جس نے میری اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے علیؑ کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی جس نے مجھ سے محبّت کی اس نے اللہ سے محبّت کی اور جس نے علیؑ سے محبّت کی اُس نے مجھ سے محبّت کی۔"

میں پھر تم لوگوں کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں، بتاؤ کیا تم لوگ جانتے ہو کہ حجّۃ الوداع کے موقعے پر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا:

"اے لوگو! میں نے تم لوگوں کے درمیان دو چیزیں چھوڑی ہیں ایک کتابِ خدا ہے، اس میں جن چیزوں کو حلال کیا گیا ہے انھیں حلال سمجھنا اور جن چیزوں کو حرام کیا گیا ہے ان کو حرام سمجھنا۔ قرآن کی محکم آیتوں پر عمل کرنا اور متشابہ آیتوں پر ایمان رکھنا اور یہ کہنا کہ قرآن میں جو آیتیں، اللہ نے نازل فرمائی ہیں ان سب پر ہم لوگ ایمان لائے۔ دوسرے میرے اہلِ بیتؑ اور میری عترت سے محبّت رکھنا اور ان لوگوں کو دوست رکھنا جو ہمارے اہلِ بیتؑ

کو دوست رکھے اور ان کے دشمنوں کے مقابلے میں ان کی مدد کرنا۔ یہ دونوں چیزیں جبتک قیامت کے دن حوضِ کوثر پر میرے پاس نہ پہنچ جائیں مسلسل تمھارے درمیان باقی رہیں گی۔"

اُس وقت آپؐ منبر پر تھے، آپؐ نے علیؑ کو قریب بُلایا اور اُن کے بازوؤں کو اپنے ہاتھوں سے پکڑ کر کہا:

"پروردگارا! تو اُسے دوست رکھ جو اِسے دوست رکھے، تو اُسے دشمن رکھ جو اِسے دشمن رکھے، پروردگارا! جو علیؑ کو دشمن رکھے تو اُسے نہ زمین میں بیٹھنے کی جگہ دے، نہ آسمان میں بلند ہونے کی، بلکہ جہنّم کے سب سے نیچے کے طبقے (ھاویہ) میں اُسے پہنچادے۔"

میں تمھیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں بتاؤ کیا تمھیں معلوم ہے کہ: رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ایک مرتبہ حضرت علیؑ سے فرمایا:

"اے علیؑ! تم قیامت کے دن میرے حوضِ (کوثر) سے لوگوں کو اس طرح کھدیر (بھگا) دو گے جس طرح تم لوگ کسی اجنبی اونٹ کو اپنے گلّے سے مار کر بھگا دیتے ہو۔"

میں تمھیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں بتاؤ، کیا تمھیں معلوم ہے کہ: رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مرضِ موت میں مبتلا تھے، حضرت علیؑ آپؐ کی خدمت میں گئے تو آنحضرتؐ اُنھیں دیکھ کر گریہ فرمانے لگے۔ حضرت علیؑ نے پوچھا:

یا رسول اللہؐ! آپؐ کے گریہ کرنے کا کیا سبب ہے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: اے علیؑ! میں اس پر گریہ کرتا ہوں کہ "میری اُمّت کے لوگوں کے دلوں میں تمھاری طرف سے کدورتیں پوشیدہ ہیں جسے یہ لوگ میری وفات کے بعد ظاہر کریں گے۔"

میں تمھیں اللہ کا واسطہ دیکر پوچھتا ہوں، کیا تمھیں معلوم ہے جب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا وقتِ وفات قریب ہوا تو آپؐ کے اہلِ بیت آپؐ کے پاس جمع تھے تو آپؐ نے فرمایا:

"پروردگارا! یہی میرے اہل اور میری عترت ہیں، تُو دوست رکھ اُس کو جو اِن کو دوست رکھے۔ تُو اِن کے دشمنوں کے خلاف اِن کی مدد فرما۔" (پھر فرمایا)

" اِنّما مثل اھل بیتی فیکم کسفینۃ نوحؑ من دخل فیھا

نجا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرَقَ "

یعنی (بیشک میرے اہلِ بیت کی مثال تم لوگوں کے درمیان سفینۂ نوحؑ کی ہے جو اس سفینے میں داخل ہوا اُس نے نجات پائی جس نے اس کو چھوڑ دیا وہ غرق ہو گیا۔)

میں تمھیں خدا کا واسطہ دیکر پوچھتا ہوں، بتاؤ، کیا تمھیں معلوم ہے کہ اصحابِ رسولؐ میں سب سے پہلے حضرت علیؑ نے سارے لذّاتِ دنیا کو اپنے اوپر حرام کیا تو، یہ آیت نازل ہوئی: " یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ۝ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَیِّبًا ۪ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝ (سورۃ المائدہ آیت ۸۷-۸۸)

ترجمۂ آیت: (اے ایمان والو! وہ پاک و طیّب چیزیں جو اللہ نے تم لوگوں پر حلال کر دی ہیں انھیں اپنے اوپر حرام نہ کر لو، اور حد سے تجاوز نہ کرو اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا اور جو حلال و طیّب روزی اللہ نے تم کو دی ہے اُسے کھاؤ اور ڈرو اُس اللہ سے جس پر تم ایمان لائے ہو۔)

نیز علیؑ کے پاس عِلمِ منایا (موت کا عِلم) و عِلمِ قضایا وفصل الخطاب و رسوخ العلم اور شانِ نزولِ قرآن کا عِلم تھا اور وہ اس گروہ میں شامل ہیں جن کی تعداد دس تھی اور جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے خبر دی تھی کہ یہ لوگ واقعی مومن ہیں اور تم لوگوں کا شمار اس گروہ سے ہے جس کی تعداد بھی تقریباً اتنی ہی تھی اور جن کے لیے زبانِ رسالتؐ سے لعنت کی گئی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تمھارے سارے گھرانے پر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے لعنت کی تھی۔

میں تمھیں اللہ کا واسطہ دیکر پوچھتا ہوں بتاؤ کیا تمھیں یاد ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے تمھیں بُلانے کے لیے آدمی بھیجا تاکہ تم سے بنی خزیمہ کے لیے خط لکھوائیں جن پر خالد بن ولید نے ظلم کیا تھا تو رسولؐ کے فرستادہ نے آکر کہا "وہ ابھی کھانا کھا رہا ہے"۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے تیرے پاس تین مرتبہ پے در پے آدمی بھیجا اور ہر مرتبہ فرستادہ نے آکر یہی کہ " وہ ابھی کھانا کھا رہا ہے "۔ تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے بددعا کی کہ: "پروردگارا! اِس کا پیٹ کبھی نہ بھرے"، اور خدا کی قسم، یہ کھانے کا عذاب تجھ پر تا قیامت چلتا رہے گا۔

امام حسن علیہ السلام نے پھر فرمایا:
میں تم لوگوں کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، بتاؤ تمھیں علم ہے کہ میں سچ کہہ رہا ہوں اور وہ یہ کہ اے معاویہ! ایک مرتبہ تمھارا باپ سُرخ اونٹ پر سوار تھا تمھارا بھائی اس کی نکیل پکڑے ہوئے آگے آگے تھا اور تم اونٹ کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے اور یہ جنگِ احزاب کا موقع تھا، آنحضرت ص نے دیکھا تو اونٹ پر سوار راکب، اونٹ کے آگے چلنے والے قائد، اونٹ کے پیچھے چلنے والے سائق تینوں پر لعنت کی۔ تیرا باپ اونٹ پر راکب تھا تو اونٹ کے پیچھے سائق تھا اور تیرا بھائی اونٹ کے آگے قائد تھا جو اس وقت یہاں بیٹھا ہوا ہے۔

پھر فرمایا:
میں تم لوگوں کو اللہ کی قسم دیکر پوچھتا ہوں، بتاؤ کیا تمھیں معلوم ہے کہ:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوسفیان پر سات موقعوں پر لعنت کی۔

۱۔ سب سے پہلے جس وقت آپ مکے سے مدینے کے لیے اور ابوسفیان شام سے آیا تو اُس نے آپ کو سخت سُست کہا اور گالی دی اور ارادہ کیا کہ آپ پر حملہ کرے مگر اللہ تعالیٰ نے اُس کو واپس کر دیا۔

۲۔ دوسرے، یومِ عیر (اونٹوں کے قافلے کے دن) جسے ابوسفیان نے بھگا دیا تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بچ جائے۔

۳۔ تیسرے، یومِ اُحد اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہم لوگوں کا مولا ہے تم لوگوں کا کوئی مولا نہیں تو ابوسفیان نے جواب میں کہا ہم لوگوں کا عزّیٰ ہے تم لوگوں کا کوئی عزّیٰ نہیں۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ اور اس کے رسول اور تمام مومنین نے اُس پر لعنت کی۔

۴۔ چوتھے، جس دن ابوسفیان نے تمام قریش اور ہوازن کو لیکر آیا اور عینیہ غطفان و یہود کو لیکر آیا، مگر اللہ تعالیٰ نے انھیں پلٹا دیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

"وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۭ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۔" (سورۃ الاحزاب آیت ۲۵)

اس میں ابوسفیان اور اس کے اصحاب کو کفار سے تعبیر کیا گیا ہے اور اے معاویہ! تُو اس وقت مکے میں اپنے باپ کے دین پر تھا اور حضرت علی اُس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اُن کے دین پر تھے۔

۵۔ "پانچویں یومِ احزاب" جس دن ابوسفیانؒ تمام قریش کو اور عیینہ بن حصین بن بدر غطفان کو لیکر آیا تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اُس کے قائدین سائقین اور متبعین پر لعنت فرمائی تو عرض کیا گیا، یا رسول اللہؐ! کیا اس کے پیچھے پیچھے کوئی مومن نہیں آرہا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: صرف پیچھے پیچھے آنے سے مومن پر لعنت کا کوئی اثر نہیں پڑے گا مگر ان کے قائدین میں کوئی مومن نہیں ہے نہ اس میں کوئی نجات یافتہ ہے۔

۶۔ چھٹے: قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوفًا أَنْ يَبْلُغَ مَحِلَّهُ"

(سورۃ الفتح آیت ۲۵)

ترجمۂ آیت: (وہ وہی ہیں جنھوں نے کفر اختیار کیا اور تمھیں مسجدِ حرام سے اور قربانی کے جانوروں کو اُن کی قربان گاہ پر پہنچنے سے روکا۔)

تم نے اور تمھارے باپ نے اور مشرکینِ قریش نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو مسجدِ حرام تک پہنچنے سے روکا۔ اور اس میں بھی تم لوگوں کو کافر کہا گیا ہے۔

۷۔ ساتویں: یومِ ثنیہ (گھاٹے والے دن) یہ وہ دن تھا جس میں بارہ آدمیوں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر دھاوا (حملہ) کیا۔ ان میں سات آدمی بنی اُمیہ میں سے تھے اور پانچ پورے قریش میں سے۔ تو اللہ اور اُس کے رسولؐ نے اُن پر لعنت بھیجی۔

اس کے بعد امام حسن علیہ السلام نے فرمایا:

میں تم لوگوں کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، بتاؤ، کیا تمھیں علم ہے کہ جب مسجدِ رسولؐ میں عثمان کی بیعت کی جارہی تھی تو ابوسفیانؒ ان کے پاس آکر بولا:

اے بھتیجے! کیا ہم لوگوں پر کوئی آنکھ (نگراں) ہے؟

انھوں نے کہا نہیں۔

ابوسفیان نے کہا، پھر تو یہ خلافت بنی اُمیہ کے خوابوں میں ہی گردش کرتی رہنی چاہیے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں ابوسفیان کی جان ہے کہ نہ کوئی جنّت ہے اور نہ کوئی جہنّم ہے۔

(نوٹ) اسی مضمون کی روایت استیعاب اور اصابہ جلد ۴ صفحہ ۸۷ میں بھی موجود ہے۔

نیز فرمایا: میں تم لوگوں کو خدا کی قسم دے کو پوچھتا ہوں، بتاؤ، کیا تم لوگوں کو

معلوم ہے کہ جب عثمان کی بیعت کی جا چکی تو ابو سفیانؓ نے امام حسین علیہ السلام سے کہا بھتیجے ذرا مجھے بقیعِ غرقد لے چلو۔ امام حسین ؑ اسے لیکر بقیع گئے تو اس نے قبروں کے درمیان کھڑے ہو کر کہا: "اے قبروں میں سونے والو! جس چیز کے لیے تم ہم لوگوں سے جنگ کیا کرتے تھے وہ آج ہم لوگوں کے ہاتھ آگئی اور تمہاری ہڈیاں بوسیدہ ہو رہی ہیں۔"

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: "اے بوڑھے! خدا تیرا چہرہ سیاہ کرے۔"

یہ کہہ کر آپؑ نے اُس کے ہاتھ کو پکڑ کر جھٹک دیا اور اگر نعمان بن بشیر ابو سفیانؓ کا ہاتھ پکڑ کر اسے واپس نہ لاتا تو یقین ہے کہ وہ ہلاک ہو جاتا۔

الغرض، اے معاویہ! یہ باتیں تجھ سے متعلّق ہیں کیا تو میری ان باتوں میں سے کسی ایک بات کی بھی رد کر سکتا ہے ؟

نیز تیرے مطاعن میں سے ایک یہ بھی ہے، اے معاویہ! کہ تیرا باپ ابو سفیانؓ چاہتا تھا کہ اسلام لائے مگر تُو نے اس کو ایک شعر لکھ بھیجا جو قریش میں بہت مشہور تھا اور اِسی طرح تُو نے اس کو اسلام لانے سے روک دیا۔

اور یہ بھی سُن لے کہ تجھے عمر ابنِ خطّاب نے شام کا والی بنایا تو اُس وقت تُو نے خیانت کی، پھر تجھے عثمان نے والی بنایا تو تُو اُس کی موت کی تمنا کرتا تھا، اور ان میں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ تُو نے حضرت علی علیہ السلام سے جنگ کی باوجودیکہ تُو اُن کے فضل و شرف اور علم کو جانتا تھا، اور یہ بھی جانتا تھا کہ وہ اللہ اور اللہ کے بندوں کے نزدیک تجھ سے اور تیرے علاوہ دوسروں سے اس خلافت کے زیادہ حقدار تھے، مگر تُو نے اپنے مکر و فریب سے لوگوں کو اندھا بنا دیا اور خلقِ خدا کا خون اِس طرح بہایا جیسے کوئی آخرت پر ایمان نہ رکھتا ہو اور سزا سے نہ ڈرتا ہو۔ خیر، جب تیرا وقت پورا ہو جائے گا تو تُو بدترین جگہ جائے گا اللہ تعالیٰ بھی تجھ پر نگاہ رکھے ہوئے ہے۔

اے معاویہ! یہ تیرے خاص خاص مطاعن ہیں، تیرے دیگر عیوب اور بُرائیوں کو میں بخوفِ طوالت چھوڑتا ہوں۔

اچھا اب اے عمر بن عثمان! تم اپنی حماقت کی وجہ سے اس لائق نہیں کہ ان امور میں دخل دو۔ تمہاری مثال تو بالکل اُس مچھّر کی طرح ہے جس نے کھجور کے درخت سے کہا کہ اپنے کو سنبھالو، میں تم پر سے اُترنا چاہتا ہوں۔

تو کھجور کے درخت نے جواب دیا: میاں مچھّر! تم مجھ پر جب بیٹھے تھے اُس وقت مجھے کونسا تمہارا بوجھ محسوس ہوا تھا کہ اب جب تم اُترو گے تو مجھے کوئی دھچکا لگے گا۔ اِسی طرح

بخدا میرے نزدیک تمھاری دوستی ہی کی کب اہمیت تھی کہ آج تمھاری دشمنی مجھ پر گراں گذرے گی.

اچھا، جو باتیں تم نے کہی ہیں اُن کا جواب بھی سُن لو۔

یہ بتاؤ کہ تم جو علیؑ کو بُرا کہتے ہو وہ کیوں ؟ کیا اُن کے حسب میں کوئی نقص ہے ؟ یا رسول اللہؐ سے اُن کا کوئی دُور کا بھی لگاؤ نہ تھا، یا اُنھوں نے اسلام کو کوئی گزند پہنچایا، یا اپنے کسی فیصلے میں ناانصافی سے کام لیا، یا وہ دُنیا کے حریص تھے ؟ اگر تم ان میں سے کوئی ایک بات بھی کہو گے تو جھوٹ ہی کہو گے۔

تمھارا یہ کہنا کہ غزوۂ بدر میں جو انیس۱۹ مشرکینِ بنی اُمیہ قتل ہوئے تمھارے ان انیس۱۹ مقتولین کا خون ہم لوگوں پر باقی ہے، تو سُنو! یہ سب حکمِ خدا اور حکمِ رسولؐ سے قتل ہوئے تھے، اور میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ بنی ہاشم میں سے بھی انیس۱۹ اور انیس۱۹ کے بعد تین قتل ہوں گے. اس کے بعد بنی اُمیہ میں سے انیس۱۹ اور انیس۱۹ افراد ایک ہی مقام پر قتل ہوں گے یہ ان مقتولین کے علاوہ ہیں جو مختلف مقامات پر قتل ہوں گے اور جن کا شمار اللہ کے سوا کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔

چنانچہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپؐ نے فرمایا کہ

"جب چھپکلی کے تیس۳۰ بچے پیدا ہو جائیں گے تو وہ لوگ مالِ خدا کو باری باری کھائیں گے، اللہ کے بندوں کو اپنا غلام بنائیں گے، کتابِ خدا میں دخل اندازی کریں گے، اور جب اُن کی تعداد تین سو دس ہو جائے گی تو لعنت کے مستحق ہو جائیں گے اور جب اُن کی تعداد چار سو پچھتر تک پہنچ جائے گی تو ایک کھجور کے چبانے میں جتنا وقت لگتا ہے اس سے بھی کم وقت اُن کی ہلاکت میں لگے گا۔"

ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ حَکَم بن ابی العاص آگیا۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: دھیمی آواز سے باتیں کرو چھپکلی سُن رہی ہے۔

یہ بات اُس وقت ہوئی جب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے خواب میں ان لوگوں کو دیکھ لیا تھا اور یہ کہ آپؐ کے بعد اس اُمّت پر ان لوگوں میں سے کون حاکم ہوگا یہ دیکھ کر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو بیحد دُکھ اور قلق ہوا تھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: "لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ"

(شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔)

امام حسن علیہ السّلام نے فرمایا: "پس میں گواہی دیتا ہوں کہ علیؑ ابنِ

ابی طالبؑ کی شہادت کے بعد تم لوگوں کی سلطنت صرف ہزار مہینے ہی قائم رہے گی جس کی مدّت اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب میں بتادی ہے۔

اور اب تو اے عمرو بن العاص عیب دار، لعین اور ابتر تو کتا ہے، تیری پیدائش اس طرح ہوئی کہ تیری ماں زانیہ تھی تو کئی مشترک نطفوں سے پیدا ہوا اِس لیے تیرے دعویدار قریش کے بہت سے مرد تھے۔ ان میں سے ابوسفیان بن حرب و ولید بن مغیرہ و عثمان بن حارث و نصر بن حارث بن کلدہ اور عاص بن وائل تھے۔ ہر ایک کو دعویٰ تھا کہ تُو اس کے نطفے سے پیدا ہوا ہے، مگر جیت اُس کی ہوئی جو از روئے حسب سب سے زیادہ لئیم و خبیث اور زانی تھا۔

پھر جب تُو بڑا ہوا تو بولا کہ میں محمدؐ کا دشمن ہوں۔ اور عاص بن وائل نے کہا کہ محمدؐ ایک منقطع النّسل شخص ہیں اُن کے کوئی اولاد نہیں۔ تو آیت نازل ہوئی کہ:

"اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ۔"

(اے رسولؐ! بیشک تمہارا دشمن (ہی) منقطع النّسل ہے۔)

تیرا حال یہ تھا کہ تیری ماں عبدالقیس کے پاس حرام کاری کے لیے جایا کرتی، کبھی گھروں میں جاتی، کبھی اُن کے مردوں کے پاس وادیوں میں جاتی اور ہر مقام پر دیکھا جاتا کہ رسول اللہؐ کا تُو سب سے بڑا دشمن ہے اور سب سے زیادہ تکذیب کرنے والا ہے۔

علاوہ ازیں، تُو بھی ان اصحاب کی کشتی میں تھا جو نجاشی کے پاس حبشہ گئے تھے تاکہ نجاشی کو جعفر بن ابی طالبؑ اور تمام مہاجرین کا خون بہانے کے لیے طیش دلائیں، مگر تیری مکاریوں نے خود تجھے گھیر لیا۔ تیری ساری کوششیں رائیگاں ہوگئیں، تیری آرزویں خاک میں مل گئیں، تیری ساری دوڑ دھوپ بیکار ہوئی، تیری ساری باتیں جھوٹی ثابت ہوئیں اور کافروں کی بات نیچی اور اللہ کی بات اونچی ہوگئی۔

اور عثمان کے متعلق تیری باتیں تو اے بے حیا اور اے بے دین! تُو نے ہی تو ان کے خلاف آگ بھڑکائی اور پھر بھاگ کر فلسطین چلا گیا اور اُن کا کام تمام ہونے کا انتظار کرتا رہا، جب تجھے عثمان کے قتل کی خبر ملی تو تُو معاویہ سے مل گیا، اور اے خبیث! اس طرح تُو نے دوسرے کی دنیا کے لیے اپنے دین کو فروخت کر دیا۔

ہم تیری ملامت اس لیے نہیں کر رہے ہیں کہ تو ہم لوگوں کا دشمن ہے بلکہ تُو دورِ جاہلیّت اور اسلام دونوں میں نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا دشمن تھا۔ چنانچہ تُو نے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ہجو میں ستّر اشعار کہے۔ جب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو

اس کی خبر ہوئی تو آپؑ نے کہا:

"پروردگارا! نہ میں شعر کہتا ہوں اور نہ شعر کہنا مجھے زیب دیتا ہے
تو عمرو بن العاص پر اُس کے ہر شعر کے عوض ایک ہزار لعنت بھیج۔"

پھر اے عمرو بن العاص، اے غیر کی دنیا پر اپنے دین کو قربان کرنے والے! تو نجاشی کے پاس دوبارہ تحفے اور ہدیے لیکر گیا، مگر یہ تیرا دوسرا سفر بھی پہلے کی طرح ناکام رہا اور ہر مرتبہ تُو، مایوس و بے نیلِ مرام ہی واپس آیا۔ یہ سب تُو نے جعفرؓ اور اصحابِ جعفرؓ کو ہلاک کرانے کے ارادے سے کیا تھا۔

اب اے ولید بن عقبہ! تو سُن، بخدا علیؑ سے بُغض رکھنے پر میں تجھے کیا ملامت کروں، اس لیے کہ انھوں نے تیری شراب نوشی کی سزا پر تجھے اسّی (۸۰) کوڑے لگائے۔ غزوۂ بدر میں تیرے باپ کو قتل کیا، تاہم تو ان پر سبّ وشتم کیسے کرسکتا ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو قرآن کی دس آیات میں مومن کہا ہے اور تجھے فاسق کے نام سے یاد کیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

"اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا يَسْتَوُنَ"

(سورۃ السجدۃ آیت ۱۸)

نیز فرماتا ہے:

"اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ۔" (سورۃ الحجرات آیت ۶)

اور قریش کے تذکرے میں تیرا کیا کام تُو، تو اہلِ صفوریہ کے ایک گدھے کا بچہ ہے جس کا نام ذکوان ہے۔

(نوٹ) تذکرۂ ابنِ جوزی ص ۱۱۸ کے اندر ولید کے قصّے میں ہے کہ ۲۶ھ میں جب ولید بن عقبہؓ والیٔ کوفہ تھا تو اُس نے شراب کے نشے میں صبح کی نماز چار رکعت پڑھا دی۔ لوگ حضرت عثمان کے پاس آئے اور اُنھوں نے گواہی دی کہ ولید نے شراب پی تھی، تو حضرت عثمان نے اپنا درّہ حضرت علیؑ کی طرف پھینکا اور کہا، تم اس پر حد جاری کرو، حضرت علیؑ نے امام حسنؑ سے فرمایا، اُٹھو اور اس پر حد جاری کرو۔ امام حسنؑ نے معذرت چاہی تو آپؑ نے حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کی طرف وہ کوڑا بڑھایا اور فرمایا تم حد جاری کرو، عثمان کے خوف سے وہ بھی تیار نہ ہوئے۔ تو حضرت علیؑ خود ہی اُٹھے ولید کے پاس پہنچے اور چالیس کوڑے لگائے اس لیے کہ وہ کوڑا دو شاخ والا تھا۔ جب ولید نے حضرت علیؑ کو گالی دی تو حضرت عقیل بن ابی طالبؑ وہاں موجود تھے وہ

بولے، اے فاسق! تجھے نہیں معلوم کہ تو کون ہے؟ کیا تو اہلِ صفوریہ کا ایک گدھا نہیں ہے
تیرا باپ وہاں کا ایک یہودی تھا۔

اب تیرا یہ الزام لگانا کہ ہم لوگوں نے عثمان کو قتل کیا ہے، تو بخدا طلحہ و زبیر اور حضرت عائشہ کی یہ مجال نہ ہوئی کہ وہ یہ الزام حضرت علیؓ پر لگائیں، تو پھر تو، یہ الزام کیسے لگاتا ہے۔ کاش تو، اپنی ماں ہی سے پوچھ لیتا کہ تیرا باپ کون ہے اس لیے کہ جب اُس نے ذکوان کو چھوڑا تو اُس نے تجھے عقبہ بن ابی سلیط سے چپکا دیا اور اس سے منسوب ہو کر تو نے رفعت و وقار حاصل کر لیا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے تیرے باپ کے لیے اور تیری ماں کے لیے ننگ و عار مہیّا کر رکھا ہے اور دنیا و آخرت دونوں میں تم لوگوں کے لیے رسوائی ہے۔ تم لوگ اسی کے مستحق ہو، "اللہ" اپنے بندوں پر کبھی ظلم نہیں کرتا۔

مگر اے ولید! سن تو سہی کہ تو، سن میں اس سے بڑا ہے جس کا تو بیٹا بنا ہوا ہے اور جس سے تو اپنا نسب جوڑتا ہے۔ پھر تو علیؓ کو کیسے گالیاں دیتا ہے۔ کاش، تو، ذرا سوچ تو تجھ پر واضح ہو جائے گا کہ تیرا باپ کوئی اور ہے وہ نہیں ہے جس کے بیٹے ہونے کا تو دعویدار ہے۔ تیری ماں نے تو تجھ سے خود کہہ دیا تھا کہ "اے بیٹے! تیرا باپ خدا کی قسم عقبہ سے بھی زیادہ خبیث و لئیم تھا۔

لیکن اب تو اے عتبہ بن ابو سفیان! خدا کی قسم تو، نہ ایسا سمجھ دار ہے کہ تجھے جواب دوں اور نہ صاحبِ عقل ہے کہ تجھے عتاب کروں، نہ تجھ میں کوئی خیر ہے جس کی اُمّید رکھی جائے نہ شر ہے کہ جس سے ڈرا جائے، اس لیے اگر تو نے علیؓ کو گالیاں دی ہیں تو میں یہ نہیں کروں گا کہ غیظ میں آکر تجھے بھی گالیاں دینے لگوں، اِس لیے کہ تو میرے نزدیک حضرت علیؓ کے غلاموں کے برابر بھی نہیں کہ میں تجھے عتاب کے قابل سمجھوں۔ مگر ہاں، اللہ تعالیٰ تیری اور تیرے باپ کی، تیری ماں اور تیرے بھائی کی تاک میں لگا ہوا ہے اس لیے کہ تو، اُن لوگوں کی ذرّیت میں سے ہے جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس طرح فرمایا ہے:

"عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝ تَصْلَىٰ نَارًا حَامِيَةً ۝ تُسْقَىٰ مِنْ عَيْنٍ آنِيَةٍ ۝ لَّيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ إِلَّا مِن ضَرِيعٍ ۝ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِي مِن جُوعٍ ۝" (سورۃ الغاشیہ آیت ۳ تا ۷)

(ترجمۂ آیات)۔

(مشقت زدہ و درماندہ، بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔ اُنھیں کھولتے ہوئے چشمے کا پانی پلایا جائے گا، اور وہ خاردار جھاڑیوں کے سوا اُن کا کوئی کھانا نہ ہوگا جو نہ تو غذا بیت بخش ہوگا اور نہ ہی بھوک سے بے نیاز کر سکے گا۔)

اور تیرا یہ دھمکانا کہ تو، مجھے قتل کر دے گا تو (اے بیچیا!) تو نے اُسے کیوں نہیں قتل کیا

جسے تُو نے اپنے بستر پر اپنی زوجہ سے حرام کاری کرتے ہوئے خود پایا، اور تیری زوجہ کے بطن سے جو اولاد پیدا ہوئی اس میں تم دونوں شریک رہے، نتیجے میں وہ بچے بھی تجھ سے منسوب ہوئے جو واقعتاً تیرے نطفے سے نہیں تھے۔ افسوس اگر تُو اُس سے اِس کا انتقام لینے کے لیے سوچتا تو تجھے حق تھا چہ جائیکہ تُو مجھے قتل کرنے کی دھمکی دیتا ہے۔

نیز اگر تُو علیؑ پر سبّ وشتم کرتا ہے تو میں اس پر تیری ملامت نہ کروں گا اس لیے کہ انھوں نے جنگ میں تیرے بھائی کو قتل کیا اور تیرے دادا کو علیؑ ابنِ ابی طالبؑ اور حمزہ ابنِ عبدالمطّلبؑ دونوں نے مل کر قتل کیا اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے ہاتھوں تیرے بھائی اور دادا دونوں کو جہنّم کی آگ میں جھونک دیا اور انھیں دردناک عذاب میں مبتلا کیا۔

(اس کے بعد امام حسن علیہ السّلام مغیرہ بن شعبہ کی طرف رُخ کیا) فرمایا

اے مغیرہ بن شعبہ! تُو تو ہے ہی دشمنِ خدا، کتابِ خدا کو پسِ پُشت ڈالنے والا ہے۔ اللہ کے نبی کی تکذیب کرنے والا ہے، تُو زانی ہے، تجھ پر رجم واجب ہے، تیرے خلاف (زنا کی) شہادتیں، عادل، نیک کردار اور متّقی لوگوں نے دی ہیں۔ پھر بھی تیرے رجم کو مؤخّر کر دیا گیا اور حق کو باطل سے، سچ کو جھوٹ سے دبا دیا گیا۔ تیرے لیے اللہ نے دردناک عذاب اور دنیاوی زندگی میں رسوائی فراہم کر رکھی ہے اور آخرت کا عذاب تو سب سے زیادہ رُسوا کُن ہے۔

(نوٹ) مغیرہ کی زنا کا قصّہ تاریخ میں بہت مشہور ہے جس کو حاکم نے مستدرک جلد ۳ ص ۴۴۸ پر تحریر کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مغیرہ بن شعبہ جس وقت ۱۷ھ میں والی کوفہ تھا اُس نے اُمِّ جمیل سے زنا کیا اور اُس زنا کے چار گواہ، ابوبکرہ و نافع بن حارث و شبل بن معبد و زیاد بن عبید حضرت عمر کے سامنے پیش ہوئے۔ پہلے تین گواہوں نے تو صریحی گواہی دی مگر چوتھے نے یہ محسوس کر کے کہ حضرت عمر مغیرہ کو رسوا نہیں کرنا چاہتے۔ لہٰذا صاف وصریح گواہی دینے میں کمزوری دکھائی، اِس لیے حضرت عمر نے مغیرہ کو حدِ زنا سے بَری کیا اور اِن پہلے تین گواہوں پر حدِ قذف (بہتان) جاری کر دیا۔

حضرت امام حسن علیہ السّلام نے اسی واقعے کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ پھر کہا، اور اے مغیرہ! تُو نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی تذلیل، اُن کے حکم کی مخالفت اور اُن کی ہتک حرمت کرتے ہوئے حضرت فاطمہؑ بنتِ محمدؐ کو اتنا مارا کہ وہ خوناً خون ہو گئیں اور اُن کا حمل ضائع ہو گیا حالانکہ اُن سے آنحضرتؐ فرما گئے تھے کہ "اے فاطمہؑ! تم جنّت کی تمام عورتوں کی سردار ہو۔"... خدا کی قسم اے مغیرہ! تیری بازگشت جہنّم ہے۔

اُنھوں نے جو بددُعا تجھے دی ہے اُس سے تُو بچ نہ سکے گا۔

اچھا، اب تُو، یہ بتا کہ کن اسباب کی بنا پر تُو، علیؑ پر سبّ وشتم کرتا ہے؟ کیا اُن کے حسب میں کوئی نقص ہے؟ یا وہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے کنارہ کش تھے اور دُوری اختیار کیے ہوئے تھے؟ یا اُن کی وجہ سے اسلام پر کوئی مصیبت نازل ہوگئی تھی؟ یا اُنھوں نے کوئی ظالمانہ فیصلہ کیا تھا؟ یا وہ دُنیا کی طرف راغب تھے؟

اگر تُو نے اِن میں سے ایک بات بھی کہی تو تُو جھوٹ ہی بولے گا اور ساری دُنیا تجھ کو جھٹلائے گی۔

اے مغیرہ! کیا تیرا خیال ہے کہ عثمان مظلوم قتل ہوئے اور اُن کو علیؑ نے قتل کیا۔؟ خدا کی قسم علیؑ اس الزام سے بالکل پاک اور بری ہیں۔ لیکن، بالفرض علیؑ نے عثمان کو مظلوم قتل کیا، تو تجھے کیا۔ تُو نے تو نہ زندگی میں اُن کی مدد کی اور نہ مرنے کے بعد ہمدردی کا اظہار کیا، تُو، تو مسلسل طائف میں رہ کر سرکشوں کی حمایت، امورِ جاہلیت کا احیاء اور اسلام کو مٹانے کی فکر کرتا رہا، اس کے نتیجے میں جو ہونا تھا وہ کل ہوگیا۔

اور بنی ہاشم و بنی اُمیہ کے معاملے کو پیش کرنا تو یہ محض تیرا دعویٰ ہے اور خلافت کے متعلق اور تیرے ساتھیوں کا سلطنت کے بارے میں قول جس کے تم لوگ مالک بنے بیٹھے ہو تو سُنو! فرعون چار سو سال تک مصر کا مالک بنا رہا اور حضرت موسٰیؑ و ہارونؑ دونوں ہی نبی مرسل تھے، اُنھوں نے جو مصائب برداشت کیے وہ عیاں ہے اصل مُلک تو اللہ کا ہے جسے وہ نیکوکاروں کو بھی دیتا ہے اور فاسقوں و بدکاروں کو بھی دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَإِنْ أَدْرِي لَعَلَّهُ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ"

(سورۃ الانبیاء آیت ۱۱۱)

ترجمۂ آیت: (میں نہیں جانتا مگر اتنا کہ شاید یہ (خدا کے عذاب میں تاخیر) تمھارے لیے آزمائش اور ایک معیّنہ مدّت تک کی پونجی ہے۔)

نیز ارشاد فرماتا ہے:

"وَإِذَا أَرَدْنَا أَن نُّهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا"

(سورۃ الاسرا آیت ۱۶) (بنی اسرائیل)

ترجمۂ آیت: (جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا قصد کرتے ہیں تو اُس کے دولت مندوں کو (اطاعت کا) حکم دیتے ہیں پھر بھی وہ اُس میں نافرمانیاں کرتے ہیں پس حجّت تمام ہونے پر ہم اُسے برباد کر دیتے ہیں)

اس کے بعد حضرت امام حسن علیہ السلام اُٹھے اور اپنا لباس سمیٹتے ہوئے بولے:

"اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ"

ترجمۂ آیت: (خبیث عورتیں، خبیث مردوں کے لیے اور خبیث مرد، خبیث عورتوں کے لیے۔") (پھر فرمایا)

خدا کی قسم، اے معاویہ! اس سے مراد تُو اور تیرے یہ ساتھی اور تیرے دوستدار ہیں۔

"وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝" (سورۂ نور آیت ۲۶)

ترجمۂ آیت: (اور پاک و پاکیزہ عورتیں پاک و پاکیزہ مردوں کے لیے اور پاک و پاکیزہ مرد پاک و پاکیزہ عورتوں کیلئے ہیں اور وہ بری ہیں لوگوں کی بکواس سے اور ان کیلئے مغفرت اور باعزت روزی ہے)

اس سے مراد علیؑ ابنِ ابی طالبؑ، اُن کے اصحاب اور اُن کے دوستدار ہیں۔

پھر امام حسن علیہ السلام وہاں سے یہ کہتے ہوئے چل دیے، اچھا اب جو کچھ تم نے کیا اُس کا مزا، اور جو اللہ تعالےٰ نے تمھارے لیے اور ان لوگوں کے لیے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں دردناک عذاب فراہم کر رکھا ہے اس کا مزا چکھنا۔

جب آپؑ وہاں سے چلے گئے تو معاویہ نے اپنے اصحاب سے کہا؛

"یہ تم لوگوں نے جو حرکت کی ہے اس کا مزا چکھو۔"

ولیدؔ نے جواب دیا، بخدا جو تم نے مزا چکھا وہی ہم لوگوں نے بھی چکھا ہے اور یہ سارے حملے تو تم پر تھے۔

معاویہ نے کہا: کیا میں نے تم لوگوں سے نہیں کہا تھا کہ تم لوگ اُن کا مقابلہ نہ کرسکو گے اور کیا یہ مزا تم لوگوں نے ہمیں پہلی مرتبہ چکھایا ہے یا پہلی مرتبہ اُس شخص سے ذلیل ہونا پڑا ہے۔ یہ تو جب بھی کھڑا ہوا اس نے میری دنیا تاریک کردی۔ میں نے چاہا تھا کہ (تم لوگوں کے سہارے) اس پر چھا جاؤں گا مگر تم لوگوں میں نہ آج دم تھا اور نہ آج کے بعد دم ہوگا۔

راوی کا بیان ہے کہ معاویہ اور اُس کے اصحاب کے ساتھ امام حسن علیہ السلام کی جو بحث ہوئی، جب مروان بن حکم نے سُنی تو دوڑا ہوا آیا: دیکھا کہ ابھی سب لوگ معاویہ کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔

مروان نے پوچھا: یہ حسنؑ بن علیؑ کی اچھل کود کی کیا خبر مجھ تک پہنچی ہے؟

لوگوں نے کہا: ہاں، یہ خبر صحیح ہے۔

اُس نے کہا، پھر تم لوگوں نے مجھے کیوں نہ بُلالیا۔ خدا کی قسم میں اُن کو اُن کے باپ کو اور اُن کے خاندان بھر کو ایسی ایسی گالیاں سُناتا کہ کنیزیں اور غلام تک اُسے گانا بنا لیتے۔

معاویہ نے کہا، مگر ان لوگوں نے بھی تمھارے لیے کچھ نہیں چھوڑا۔ سب کچھ کہا، مگر یہ لوگ جانتے تھے کہ مروان بڑا زبان دراز اور فحش گو ہے۔

مروان نے کہا: اچھا، اے معاویہ! تم انھیں آدمی بھیج کر ابھی بُلاؤ۔

معاویہ نے امام حسنؑ بن علیؑ کے پاس آدمی بھیجا۔

جب فرستادہ امام حسنؑ کے پاس پہنچا تو آپؑ نے اُس سے کہا: اب وہ سرکش مجھ سے مزید کیا چاہتا ہے؟ اچھا، اگر اُس نے مجھ سے پھر ویسی ہی باتیں کہیں تو اُسے ایسی ایسی سُناؤں گا کہ جس کا ننگ و عار تاقیامت اُس پر باقی رہ جائے گا۔

یہ کہہ کر امام حسن علیہ السلام روانہ ہوئے۔ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ سب لوگ ابھی تک اسی طرح بیٹھے ہوئے ہیں اور مروان بھی وہاں موجود ہے۔

امام حسن علیہ السلام نے معاویہ سے کہا: اب مجھے کیوں بُلایا ہے؟

اُس نے کہا: میں نے تم کو نہیں بُلایا، بلکہ مروان نے بُلایا ہے۔

مروان بولا: اے حسنؑ! تم قریش کے لوگوں کو گالیاں دیتے ہو؟

آپؑ نے فرمایا: پھر تیرا کیا ارادہ ہے؟

اُس نے کہا، خدا کی قسم، میں تمھیں اور تمھارے باپ اور تمھارے گھر بھر کو وہ گالیاں سُناؤں گا کہ کنیزیں اور غلام اسے گیت بنا لیں گے۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: اے مروان! مگر نہ میں نے تجھے گالی دی ہے اور نہ تیرے باپ کو گالی دی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے تجھ پر لعنت کی ہے، تیرے باپ پر لعنت کی ہے، تیرے گھر والوں پر، تیری ذریت پر اور تیرے باپ کے صلب سے جو لوگ تاقیامت پیدا ہوں گے اُن سب پر لعنت کی ہے۔

خدا کی قسم، اے مروان! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس لعنت سے جو اُنھوں نے تجھ پر اور تیرے باپ پر کی تھی نہ تو انکار کر سکتا ہے اور نہ وہ لوگ انکار کر سکتے ہیں جو اِس وقت یہاں موجود ہیں۔

اور اے مروان! اللہ تعالیٰ نے جو تجھے ڈرایا، اِس سے تیری سرکشی اور بڑھ گئی۔

چنانچہ اللہ اور اُس کے رسولؐ نے سچ کہا ہے کہ:

"وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ فِي الْقُرْآنِ ۚ وَنُخَوِّفُهُمْ فَمَا

یَزِیۡدُھُمۡ اِلَّا طُغۡیَانًا کَبِیۡرًا۔" (سورۂ بنی اسرائیل آیت ۶۰)

ترجمۂ آیت: (اور قرآن میں لعنت کیا ہوا شجرہ (نسل) قرار دیا۔ اور جیسے جیسے ہم اُنھیں ڈراتے ہیں، اُن کی سرکشی اور زیادہ بڑھتی جاتی ہے۔)

اے مروان! سُن، حسبِ ارشادِ رسولؐ، شجرۂ ملعونہ فی القرآن سے تُو اور تیری ذرّیت مراد ہے۔

یہ سُن کر معاویہ فوراً اُٹھا اور اُس نے بڑھ کر امام حسن علیہ السّلام کے منھ پر ہاتھ رکھ دیا اور بولا: بس بس اے ابو محمدؑ! تم تو کبھی فحش گو نہ تھے۔

اس کے بعد امام حسن علیہ السّلام نے اپنا لباس سمیٹا، اُٹھے اور باہر نکل آئے۔ اور وہ مجلس بھی منتشر ہوگئی۔ لوگ غیظ و حزن میں بھرے ہوئے اور سیاہ روئی کے ساتھ متفرق ہوگئے۔ (احتجاج طبرسی ص ۱۳۳-۱۳۰، تذکرۃ الخواص سبط ابن جوزی ص ۱۱۲-۱۱۴)

(نوٹ:)

حکم بن العاص اور مروان پر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے لعنت فرمائی ہے اس کا تذکرہ ابنِ حجر مکّی نے اپنی کتاب" اصابہ فی تمیز الصّحابہ" میں بھی کیا ہے نیز اِس کا ذکر" استیعاب فی معرفۃ الاصحاب و اسد الغابہ، و طبقات ابنِ سعد میں بھی ہے۔

۲ خطبۂ امام حسنؑ اور ایک اموی مرد کا عورت بن جانا

روایت میں ہے کہ عمرو بن عاص نے معاویہ کو مشورہ دیا کہ حسنؑ ابنِ علیؑ کی گفتگو میں روانی نہیں ہے اِس لیے جب منبر پر جائیں گے اور لوگوں سے اُن کی نگاہیں ملیں گی تو شرم کے مارے بول نہ سکیں گے۔ لہٰذا ان سے کہو کہ منبر پر جائیں۔

معاویہ نے کہا، اے ابو محمدؑ! ذرا آپؑ منبر پر جائیے اور ہم لوگوں کو وعظ کیجیے۔

یہ سُن کر امام حسن علیہ السّلام اُٹھے منبر پر گئے، پہلے حمد و ثنائے الٰہی بجالائے پھر فرمایا: اے لوگو! جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے مگر جو مجھے نہیں پہچانتا میں اُسے بتاتا ہوں کہ میں حسنؑ ابنِ علیؑ ہوں، میں سیّدۃ النّساء فاطمہؑ بنتِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا فرزند ہوں، میں فرزندِ رسولؐ ہوں، میں نبیؐ خدا کا فرزند ہوں، میں سراجِ منیر

کا فرزند ہوں، میں بشیر ونذیر کا فرزند ہوں، میں اُس کا فرزند ہوں جو تمام عالمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا، میں اُس کا فرزند ہوں جو تمام جنّ وانس کے لیے مبعوث ہوا ہے، میں اُس کا فرزند ہوں جو رسول اللہ ص کے بعد خلقِ خدا میں سب سے بہتر ہے۔ میں اُس کا فرزند ہوں جو صاحبِ فضائل ہے، میں اُس کا فرزند ہوں جو صاحبِ معجزات و دلائل ہے، میں امیر المومنینؑ کا فرزند ہوں، میں وہ ہوں جو اپنے حق سے محروم کر دیا گیا، جوانانِ جنّت کے دو سرداروں میں سے ایک سردار ہوں، میں رُکن و مقام کا فرزند ہوں، میں مکّے و منیٰ کا فرزند ہوں، میں مشعرِ حرام و عرفات کا فرزند ہوں۔

یہ سُن کر معاویہ کو طیش آیا، اور بولا: یہ سب چھوڑیئے، ذرا کھجور کی تعریف بیان کیجیے۔

آپؑ نے فرمایا: ہَوا کھجور کو پھلاتی ہے، گرمی اُس کو پکاتی ہے، رات کی ٹھنڈک اس میں لذّت پیدا کرتی ہے۔

یہ کہکر آپؑ نے اپنے پچھلے سلسلۂ کلام کی طرف واپس آئے اور فرمایا: میں اُس صاحبِ شفاعت کا فرزند ہوں جس کی اطاعت فرض ہے۔ میں اُس کا فرزند ہوں جس کی معیّت میں فرشتوں نے بھی مقاتلہ کیا، میں اُس کا فرزند ہوں جس کے سامنے سارا قریش جھک گیا، میں اُس کا فرزند ہوں جو تمام مخلوقات کا سرتاج ہے، میں محمدؐ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا فرزند ہوں۔

یہ دیکھ کر معاویہ ڈرا کہ کہیں لوگوں میں انقلاب نہ برپا ہو جائے لہذا فورًا بولا: اے ابو محمدؑ! بس اب منبر سے اُتر آئیں جو کچھ کہہ چکے یہی بہت کافی ہے۔

پھر آپؑ منبر سے اُتر آئے تو معاویہ نے آپؑ سے کہا: تمھیں (شائد) خیال ہے کہ تم اب خلیفہ بننے والے ہو، مگر تم کہاں اور یہ خلافت کہاں؟

امام حسن علیہ السّلام نے فرمایا: سُنو! خلیفہ تو وہی ہے جو کتابِ خدا اور سنّتِ رسولِ خدا ص پر عمل پیرا ہو۔ خلیفہ وہ نہیں، جو ظلم وجور کی راہ اختیار کرے سنّت کو معطّل کر دے اور دنیا کو اپنا ماں باپ سمجھنے لگے۔ اچھا، بادشاہت کر لو اور اس سے چند دن فائدہ اُٹھا لو، پھر اِس کی لذّتیں ختم ہو جائیں گی اور اس کا خمیازہ باقی رہ جائے گا۔

اس مجمعے میں بنی اُمیّہ کا ایک جوان موجود تھا۔ وہ امام حسن علیہ السّلام پر گرم (ناراض) ہو گیا اور آپؑ کو آپؑ کے پدرِ بزرگوار کو حد سے زیادہ سخت سُست کہنے لگا۔ تو امام حسن علیہ السّلام نے اس کو بددعا دی اور کہا: "پروردگارا! جو نعمت اس کے پاس ہے

اسے تبدیل کردے اور اسے عورت بنادے۔

آپؑ کا یہ فرمانا تھا کہ وہ اُموی جوان اپنے اندر تبدیلی محسوس کرنے لگا، اور دیکھتے ہی دیکھتے بالکل عورت بن گیا، اس کی داڑھی جھڑ گئی اور اُس کی شرمگاہ عورت کی شرمگاہ میں تبدیل ہوگئی۔

امام حسن علیہ السّلام نے اُس سے کہا: دُور ہو، مردوں کے مجمع میں تیرا کیا کام، تُو تو عورت ہے۔

اِس کے بعد امام حسن علیہ السّلام تھوڑی دیر خاموش رہے، پھر اپنا لباس سمیٹا اور جانے کے لیے تیّار ہوئے تو عمرو بن عاص نے کہا: ابھی آپؑ بیٹھیے اور مجھے چند مسائل آپؑ سے دریافت کرنے ہیں۔

امام حسن علیہ السّلام نے فرمایا: جو چاہو پوچھ لو۔

عمرو بن عاص نے کہا: یہ بتائیے کہ: کرم کیا ہے، نجدت کیا ہے اور مروّت کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: کرم، بخشش کرنا، قبل سوال کسی کو کچھ دینا۔ اور نجدت (دلیری) اپنی عزّت وحرمت کی حفاظت کرنا، اور مصائب پر صبر کرنا۔ اور مروّت کسی شخص کا اپنے دین کی حفاظت کرنا، اپنے نفس کو گندگی سے بچانا، فرائض کی ادائیگی اور حقوق کی ادائیگی کے لیے تیّار رہنا اور کھُل کر سلام کرنا۔

پھر آپؑ وہاں سے چلے آئے اور معاویہ نے عَمرو بن عاص کو اُس کے عہدے سے معذول کردیا کہ تُو نے اہلِ شام کے خیالات خراب کیے ہیں۔

عَمرو بن عاص نے کہا: اس کی پروانہ کر۔ اہلِ شام تجھ سے محبّت اس لیے نہیں کرتے کہ انھیں دین وایمان سے محبّت ہے بلکہ اس دنیا کی وجہ سے محبّت کرتے ہیں جو تیری طرف سے انھیں ملتی ہے اور پھر تیرے پاس تلوار بھی ہے اور مال بھی۔ ایسی حالت میں حسنؑ ابنِ علیؑ کو اپنی تقریر سے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔

الغرض جب اُس اُموی جوان کے عورت بن جانے کی خبر مشہور ہوئی تو اُس کی زوجہ روتی ہوئی امام حسن علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ امام حسن علیہ السّلام کو اُس بیچاری عورت پر رحم آیا اور اُس کے لیے دُعا کی، اللہ تعالیٰ نے پھر اُس کو مرد بنادیا

(الخرائج والجرائح)

(۳) ہماری حکومت تمہاری حکومت سے دو چند ہوگی:

اسماعیل بن ابان نے اپنے اسناد کے ساتھ امام حسن ابنِ علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک دن، جب معاویہ حکومتِ ظاہری پر قابض ہوگیا تو ایک دن آپؑ مسجدِ رسولؐ میں بنی اُمیہ کے حلقے سے گذرے، تو وہ لوگ آپؑ کی طرف آنکھوں سے اشارہ کررہے تھے اور آپؑ نے اُن کو آنکھوں سے اشارہ کرتے ہوئے دیکھ لیا۔ تو آپؑ نے پہلے دو رکعت نماز پڑھی، پھر اُن لوگوں سے کہا: میں نے تم لوگوں کو آنکھوں سے اشارہ کرتے ہوئے دیکھ لیا ہے مگر یاد رکھو کہ بخدا اگر تم لوگ ایک دن حکومت کروگے تو ہم لوگ دو دن حکومت کریں گے، اگر تم لوگ ایک مہینہ حکومت کروگے تو ہم لوگ دو مہینے حکومت کریں گے، اگر تم لوگ ایک سال حکومت کروگے تو ہم لوگ دو سال حکومت کریں گے۔ پھر ہم لوگ تمہاری حکومت میں کھاتے پیتے بھی رہیں گے اور شادی بیاہ بھی کرتے رہیں گے، گھومتے پھرتے بھی رہیں گے مگر تم لوگ ہم لوگوں کی حکومت میں نہ کھا سکو گے، نہ پی سکو گے، نہ شادی بیاہ کرسکو گے۔

اِس پر ایک شخص نے آپؑ سے پوچھا:

اے ابو محمدؑ! یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اِس لیے کہ آپؑ لوگ سخی ترین مردم ہیں۔ سب سے زیادہ مہربان اور سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں، پھر ان لوگوں کی سلطنت میں تو آپؑ لوگ امن سے رہیں گے اور اپنی سلطنت میں آپؑ لوگ ان کو امن نہ دیں گے۔

آپؑ نے فرمایا: یہ اس لیے کہ اِن لوگوں نے شیطان لعہ کی تدبیر میں آکر ہم سے دشمنی کی اور شیطان لعہ کی تدبیر کمزور ہوتی ہے اور ہم لوگ اللہ کی تدابیر کے ساتھ ان سے دشمنی کریں گے اور اللہ کی تدبیر مضبوط ہوتی ہے۔

(۴) امام حسنؑ کا جوابی خطبہ اور مجمعے کا آمین کہنا:

شعبی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ معاویہ مدینے آیا اور خطبہ دینے کے لیے کھڑا ہوا تو حضرت علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کی بُرائیاں کرنے لگا۔ یہ سُن کر امام حسن علیہ السلام کھڑے ہوگئے۔ پہلے حمد وثنائے الٰہی بجالائے اس کے بعد فرمایا:

اے لوگو! سُنو، اللہ تعالیٰ نے جب بھی کسی نبی کو مبعوث کیا اُس کا وصی بھی اُسی کے

اہلِ بیت میں سے مقرر فرمایا، نیز کوئی بھی نبی ایسا نہیں گذرا کہ جس کا کوئی دشمن مجرمین میں سے نہ ہو۔ چنانچہ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اُن کے وصی تھے اور میں علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کا فرزند ہوں۔ اور اے معاویہ! تو صخر کا فرزند ہے تیرا جد حرب ہے، میرے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ تیری ماں ہند ہے، میری مادرِ گرامی فاطمہؑ زہرا ہیں، میری جدّہ ماجدہ حضرت خدیجہ ہیں، تیری دادی نثیلہ ہے اب آؤ ہم سب مل کر کہیں کہ اللہ کی لعنت ہو اس پر جو ہم لوگوں میں از روئے حسب لئیم اور پست ہو جو از روئے کفر سب سے آگے ہو سب سے زیادہ گمنام ہو، جو نفاق میں سب سے شدید ہو۔

یہ سنتے ہی مسجد میں موجود سارے مجمع نے کہا آمین۔

یہ دیکھ کر معاویہ منبر سے اُتر آیا اور اس نے اپنی تقریر ختم کردی۔

(احتجاج طبرسی ص۱۴۵)

(۵) معاویہ اور امام حسنؑ دونوں ایک ساتھ ایک ہی منبر پر

روایت کی گئی ہے کہ جب معاویہ کوفے میں آیا تو اُس سے کہا گیا کہ حسنؑ بن علیؑ کا مقام لوگوں کے دلوں میں بہت بلند ہے اس لیے تم حکم دو کہ وہ منبر پر تم سے پست زینے پر کھڑے ہوں، تاکہ اُن کی کمسنی اور کم سخنی لوگ محسوس کریں اور لوگوں کے دلوں میں اُن کا مرتبہ گھٹ جائے۔ معاویہ نے انکار کیا مگر لوگ اصرار کرتے رہے۔

بالآخر معاویہ نے حکم دے دیا۔ چنانچہ امام حسن علیہ السلام معاویہ سے پست زینے پر کھڑے ہوئے اور حمد و ثنائے الٰہی کے بعد ارشاد فرمایا:

اما بعد، اے لوگو! اگر تم لوگ اس کے اور اس کے (یعنی مشرق و مغرب کے) درمیان کسی ایسے شخص کو تلاش کرو کہ جس کا جد نبی ہو تو میرے اور میرے بھائی کے سوا اور کسی کو نہ پاؤ گے۔ مگر میں نے اپنا حق اس سرکش و نافرمان کو عطا کردیا۔

یہ کہہ کر آپؑ نے اپنے ہاتھ سے منبر کے اوپر معاویہ کی طرف اشارہ کیا، جو اُس وقت منبر کے اس مقام پر بیٹھا ہوا تھا جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھا کرتے تھے۔ پھر آپؑ نے فرمایا کہ:

"میں نے سوچا کہ مسلمانوں کا خون بہنے سے بہتر یہ ہے کہ (میں صلح پر ہی اکتفا کروں) ان کا خون نہ بہے۔ پھر معاویہ کی طرف اشارہ کر کے کہا: "اِنْ اَدْرِیْ لَعَلَّهٗ

فِتۡنَةٌ لَّكُمۡ وَمَتَاعٌ اِلٰی حِیۡنٍ ۔" (سورۃ الانبیاء آیت ۱۱۱)

معاویہ نے کہا اس سے تمہاری مراد کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: میں نے بھی اس سے وہی مراد لیا ہے جو اللہ نے مراد لیا ہے۔

یہ سُن کر معاویہ کھڑا ہو گیا اور ایک فتنہ و فساد اور فحش باتوں سے بھرا ہوا خطبہ دیا جس میں اُس نے امیرالمومنین علیہ السلام کو گالیاں دیں۔

اور یہ سُن کر امام حسن علیہ السلام کھڑے ہو گئے اور کہا: اے ہند جگر خوارہ کی اولاد! تیری یہ مجال کہ امیرالمومنین علیہ السلام کو گالیاں دے۔ سُن، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"مَنۡ سَبَّ عَلِیًّا فَقَدۡ سَبَّنِیۡ وَمَنۡ سَبَّنِیۡ فَقَدۡ سَبَّ اللّٰهَ وَمَنۡ سَبَّ اللّٰهَ اَدۡخَلَهُ اللّٰهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِیۡهَا مُخَلَّدًا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّقِیۡمٌ ۔"

یعنی: (جس نے علیؑ کو بُرا کہا اُس نے مجھے بُرا کہا اور جس نے مجھے بُرا کہا اُس نے خدا کو بُرا کہا، اور جس نے خدا کو بُرا کہا اُس کو اللہ جہنّم کی آگ میں ڈال دے گا جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر مسلسل عذاب ہوگا۔)

یہ کہہ کر امام حسن علیہ السلام منبر سے نیچے اُتر آئے اور اپنے گھر چلے آئے۔ اس کے بعد آپؑ نے وہاں نماز نہیں پڑھی۔ (احتجاج طبرسی صـ ۱۴۵)

(۶) اللہ نے علیؑ کو مومن اور ولیدؑ کو فاسق کہا ہے

ابومخنف لوط بن یحیٰی، نیز دیگر علماء نے اپنی کتابوں میں تحریر کیا ہے کہ:

امام حسن علیہ السلام اور ولید بن عتبہؑ کے درمیان گفتگو ہوئی تو امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: "میں تیری ملامت اس پر نہیں کرتا کہ تو علیؑ کو بُرا کہتا ہے اس لیے کہ علیؑ نے تیری شراب نوشی پر تجھ کو اسّی کوڑے لگائے، اور جنگِ بدر میں حکمِ رسولؐ سے تیرے باپ کو قتل کیا۔ قرآن مجید کی متعدد آیات میں اللہ نے علیؑ کا نام مومن رکھا ہے اور تجھے فاسق کہا ہے۔"

(امالی شیخ صدوقؒ مجلس نمبر ۴ صـ ۲۴)

چنانچہ حسان بن ثابت نے اپنے اشعار میں بھی نظم کیا ہے جس کا ایک شعر یہ ہے

أنزل اللّٰہ فی الکتاب علینا	اللہ نے قرآن میں علیؑ اور ولید کے
فی علیٍّ وفی الولیدِ قرآنا	بارے میں نازل فرمایا ہے کہ :

دوسرا شعر یہ ہے :-

فتبوّأ الولید منزلَ کفر	پس ولید کو بمنزلۂ کفر فرمایا ہے
وعلیٌّ تبوّأ الایمانا	اور علیؑ کو بمنزلۂ ایمان ارشاد فرمایا ہے

("تذکرہ" سبطِ ابن جوزی ص ۱۱۵)

⑦ امام حسنؑ کا خط زیادؔ کے نام

ابنِ ابی الحدید معتزلی نے ابوالحسن مدائنی کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ زیادؔ نے امام حسن علیہ السلام کے کسی صحابی کو طلب کیا جس کے لیے امان نامہ موجود تھا۔ تو امام حسنؑ نے زیادؔ کو خط تحریر فرمایا:

"یہ خط حسنؑ ابنِ علیؑ کا زیادؔ کے نام :

امّابعد : تجھے معلوم ہے کہ میں نے اپنے اصحاب کے لیے امان حاصل کرلی ہے مگر مجھے اطلاع ملی ہے کہ تُو میرے اصحاب میں سے فلاں سے متعرّض ہورہا ہے، میں چاہتا ہوں کہ تُو اس سے متعرّض نہ ہو اور اگر طلب کرنا ہے تو بھلائی کے لیے طلب کر۔

والسلام

جب امام حسن علیہ السلام کا خط زیادؔ کے پاس پہنچا (یہ اس زمانے کا واقعہ ہے کہ جب معاویہ نے اُس کو اپنے نسب میں شامل کرلیا تھا) تو اُس کو غصہ آیا۔ اس لیے کہ آپؑ نے اُس کو خط میں محض زیاد لکھا تھا۔ زیاد ابنِ ابی سفیان نہیں لکھا تھا، اِس لیے اُس نے خط کا جواب دیا۔

یہ خط زیادؔ بن ابی سفیان کا ہے حسنؑ کے نام :

امّابعد : تمھارا خط اس فاسق کے لیے آیا جو تمھارے اور تمھارے باپ کے فاسق شیعوں کا مرجع ہے۔ خدا کی قسم، اگر وہ تمھاری جلد اور گوشت کے درمیان بھی ہو تو میں اُس کو طلب کروں گا۔ اور مجھے آدمیوں کا گوشت کھانا سب سے زیادہ پسند ہے اور منجملہ اُن کے تمھارا گوشت بھی ہے۔

والسلام

امام حسن علیہ السلام نے زیاد کا خط پڑھا اور وہ معاویہ کو بھیج دیا۔ معاویہ کو وہ خط پڑھ کر غصہ آیا اور اُس نے زیادؔ کو خط لکھا :

یہ خط ہے معاویہ بن ابی سفیان کا زیاد کے نام:
امّا بعد: تیرے پاس دو دماغ ہیں ایک ابوسفیان کا دماغ اور ایک سُمیّہ کا دماغ۔ جو دماغ تجھے ابوسفیان کی طرف سے ملا ہے اس میں حلم اور حزم ہے مگر جو دماغ تجھے سُمیّہ سے ملا ہے تو اس کا تو مثل ہی نہیں۔ حسنؑ بن علیؑ نے مجھے خط لکھا ہے کہ تم نے اُنکے اصحاب میں سے ایک صحابی سے تعرّض کیا ہے مگر تم اس سے کوئی تعرّض نہ کرو۔ میں نے اِس کا اختیار تم کو نہیں دیا ہے۔

(۸) امام حسن علیہ السّلام اور اصحاب معاویہ کے درمیان مفاخرت

بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ امام حسن علیہ السّلام معاویہ کے پاس گئے جب اُس کے دربار میں پہنچے تو دیکھا کہ وہاں معاویہ کے پاس مروانؔ بن حکمؔ و مغیرہؔ بن شعبہ اور ولیدؔ بن عقبہ اور عتبہ بن ابی سفیان بھی موجود ہیں اور ان میں سے ہر ایک بنی ہاشم کے مقابلے میں فخر کر رہا ہے اور ان کی بُرائی کر رہا ہے اور ایسی ایسی باتیں کہیں جو امام حسن علیہ السّلام کو بُری معلوم ہوئیں۔

امام حسن علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا: سُنو! میں اپنے آبا و اجداد کی بہترین شاخوں میں سے ایک شاخ ہوں، جو عرب میں سب سے زیادہ مکرّم تھے۔ ہمارا النسب لائقِ فخر ہے ہمارا حسب مایۂ ناز ہے۔ یہ شجرۂ طیّبہ کی ایک شاخ ہے جو اُگی اور بڑھی جس کے تنے قائم رہے اور پھل پاک و پاکیزہ آئے۔ اسی میں اصلِ اسلام و علمِ نبوّت ہے جب ہمارے سامنے کو فخر کرتا ہے تو ہم اس سے بھی کہیں زیادہ بلند نظر آتے ہیں جب ہمارے سامنے کوئی عزّت دار بنتا ہے تو ہم اس سے بھی بالاتر ہوتے ہیں۔ ہم لوگ تو وہ بحرِ ذخّار ہیں جو کبھی خشک نہیں ہوگا، وہ بلند پہاڑ ہیں جس کو کوئی سر نہیں کر سکتا۔

مروان لعن نے کہا: اے حسنؑ! تم اپنے منھ سے اپنی بڑی تعریف کرتے ہو اور اپنے ہاتھ سے اپنا بہت ناک اونچی کرتے ہو۔ افسوس (تمھیں معلوم ہے کہ ہم لوگ کون ہیں) ہم لوگ بادشاہ اور سردارِ قبائل ہیں، ہم لوگ با عزّت قائدینِ قوم ہیں، ہم کسی کے سامنے نہیں جھکتے جو عزّت ہماری ہے وہ تمھاری نہیں، جو قابلِ فخر ہم میں ہے وہ تم میں نہیں ہے۔
اس کے بعد مغیرہ بن شعبہ بولا: کہ میں نے تمھارے باپ کو مشورہ دیا تھا مگر اُنھوں نے

میرے مشورے کو قبول نہیں کیا اور اگر قطعِ قرابت کو میں مکروہ نہ سمجھتا تو شام والوں میں شامل ہوتا۔ حالانکہ تمھارے والد یہ جانتے تھے کہ میں قیس کی عیاری اور ثقیف کے ثبات قدم اور اُن کے تجربوں کے ذریعے قبیلوں کو گھاٹ گھاٹ کا پانی پلا تا رہوں۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: اے مروان! کیا تُو مجھے بزدل، سُست، کمزور اور عاجز سمجھ کر ایسی گفتگو کر رہا ہے۔ تو سمجھتا ہے کہ میں اپنے منھ سے اپنی تعریف کرتا ہوں؟ میں رسول اللہؐ کا فرزند ہوں، تیرا خیال ہے کہ میں اپنے ہاتھ سے اپنی ناک اونچی کر رہا ہوں؟ تجھے معلوم ہے کہ میں جوانانِ اہلِ جنّت کا سردار ہوں؛ تکبر اور گھمنڈ کی بات وہ کرتا ہے جو پست ہو اور اپنے کو بلند ظاہر کرنا چاہتا ہو۔ بڑائی کا اظہار وہ کرتا ہے جس میں بڑائی نہ ہو اور وہ اپنے کو بڑا ظاہر کرنا چاہتا ہو۔ ہم لوگ اہلِ بیتِ رحمت ہیں، سرچشمۂ کرم ہیں، خیر کی جگہ ہیں، ایمان کا خزانہ ہیں۔ اسلام کا نیزہ اور دین کی تلوار ہیں۔ تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے، جب تک میں تجھ پر ملامت کے تیر نہ برساؤں گا تُو خاموش نہیں ہو گا۔ اچھا، یاد کر اُس دن کو جس میں شکست کھا کر واپس ہوا اور ڈر کے مارے پلٹ آیا۔ اور مالِ غنیمت کے بدلے تجھے شکست ملی۔ اُس دن کو یاد کر جب تُو نے طلحہ سے غداری کی اور اُسے قتل کیا، پھٹکار ہو تجھ پر! تیرے چہرے پر جِلد کتنی سخت ہے کہ اس پر شرمندگی کے آثار نہیں۔

یہ سُن کر مروان نے اپنا سر جھکا لیا اور مغیرہ مبہوت ہو گیا۔

(نوٹ ''ابنِ اثیر جذری نے اسد الغابہ میں تحریر کیا کہ طلحہ کے قتل کا سبب یہ ہوا کہ مروان بن حکم نے اس کو ایک ایسا تیر مارا جو اس کی ران میں پیوست ہو گیا۔ یہ اُس وقت ہوا جب طلحہ معرکۂ جنگ میں کھڑا تھا۔ جب اُس کی ران کے زخم کا منھ بند کیا جاتا تو اس کا پورا پاؤں پھول جاتا، جب چھوڑ دیا جاتا تو خون جاری ہو جاتا۔ تو طلحہ نے کہا: اب جانے دو۔ یہ اللہ کی طرف سے مارا ہوا تیر ہے چنانچہ وہ اُسی وقت مر گیا اور مروان نے کہا، آج کے بعد میں خون کا مطالبہ نہ کروں گا

نیز ابان بن عثمان کی طرف رُخ کر کے کہا: میں نے تیرے باپ کے ایک قاتل کو تو ختم کر دیا۔''

الغرض اس کے بعد امام حسن علیہ السلام نے مغیرہ کی طرف رُخ کیا اور فرمایا:

او قبیلۂ سقیف کے کانے! تُو قریش میں سے کب ہے؟ جو میں تجھ پر مفاخرت کروں۔ وائے ہو تجھ پر، کیا تُو مجھے نہیں جانتا؟ میں تمام عالمین کی عورتوں کی سیّدہ

اور اللہ کی تمام کنیزوں میں سب سے بہتر کنیز کا فرزند ہوں۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ہم لوگوں کو علمِ الٰہی کی غذا کھلائی ہے اس لیے قرآن کی تاویل اور مشکل احکام کا علم ہمارے پاس ہے ہماری عزّت غالب ہے، ہمارا کلمہ بلند ہے، ہمارے ہی لیے فخر اور خوبی زیب دیتی ہے اور تُو اُس قوم سے ہے کہ نہ جاہلیّت میں اُن کا کوئی نسب (سلسلۂ خاندان) تھا اور نہ اسلام میں ان کو کوئی حصّہ ملا۔ جس وقت شیروں کی آپس میں ٹکّر ہو رہی ہو اور مقابلے کے لوگ آپس میں جنگ کر رہے ہوں تو اُس وقت ایک بھاگے ہوئے غلام کی کیا حیثیت، جو فخر کرے؟ ہم لوگ سردار ہیں ہماری بحث قائدین کی بحث ہے، ہم لوگ اپنے حق کی حمایت کر رہے ہیں اور ننگ و عار کو اپنے صحن سے دور رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں ہم عدیم النّظیر شریفوں کی اولاد ہیں۔

پھر تُو نے امیر المومنین ع کو مشورہ دیا اور سمجھا کہ میں خیر الانبیاء کے وصی کی بھلائی کر رہا ہوں، حالانکہ تیری عجزِ فہم پر اُن کی پوری نگاہ تھی، تیری مہمل گوئی سے وہ زیادہ واقف تھے۔ تیرے دل میں بغض وحسد بھرا ہوا تھا۔ تیری آنکھیں بتا رہی تھیں کہ تو غدّار ہے اس لیے تُو اسی قایل تھا کہ تیری بات رد کر دی جائے، وہ ہرگز ایسے نہ تھے کہ گمراہوں کو اپنا بازو اور مددگار بنائیں۔

نیز تُو کہتا ہے کہ کاش میں قیس کی عیّاری اور ثقیف کے ثباتِ قدم کو لیے ہوئے صفّین میں ہوتا، تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے تُو نے یہ کیسے کہہ دیا، کیا اس موقعے پر عاجزی دکھانا اور جنگ کے وقت راہِ فرار اختیار کرنا ہی تیری عیّاری اور تیرا ثباتِ قدم ہے۔ خدا کی قسم اگر تیرے اوپر ہاتھ ڈال دیتے تو تجھے خود معلوم ہے کہ پھر تجھے کوئی بچانے والا نہ تھا۔ عورتیں بیقرار ہو کر بین کر کر کے روتیں۔

قیس کی زعارت وعیّاری کا جو تُو نے ذکر کیا تو قیس کا تجھ سے کیا ربط، تُو ایک بھاگا ہوا غلام تھا اور بنی ثقیف کہلانے لگا، دوسرے کے طفیل میں اپنا وقار بڑھا رہا ہے تُو، بنی ثقیف کے مردوں میں سے نہیں ہے۔ تُو جوتے گنٹھا کرتا (پرانے جوتوں کی مرمّت کرنا) اور مویشی چرایا کرتا تھا۔ تجھے میں نے جنگوں میں پہچانا۔ ایک غلام کے پاس بھلا ثباتِ قدم کہاں؟

پھر تیری یہ بھی خواہش کہ امیر المومنین ع سے مدِّ مقابل ہوتا، حالانکہ تُو خوب جانتا ہے کہ وہ ایک بہادر شیر اور سمِّ قاتل ہیں۔ نیزہ بازی کے وقت تو ابلیس کا گروہ بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا، پھر بھلا یہ بجّو اور کیڑے مکوڑے ان کو کب پا سکتے ہیں۔ تیرا اُن سے کیا وصلت (میل) و قرابت۔ تیرا اُن سے اتنا ہی تعلق ہے جتنا ایک پانی کے کیڑے اور خشکی کے ہرن میں ہوتا ہے بلکہ اس سے بھی بہت دُور۔

یہ سُن کر مغیرہ اُٹھ گیا اور امام حسن علیہ السّلام فرمانے لگے:

میں بنی اُمیّہ سے معذرت خواہ ہوں کہ مجھے ایک غلام سے گفتگو کرنی پڑی۔

معاویہ نے مغیرہ سے کہا، تم واپس جاؤ۔ یہ لوگ بنی عَبدِ مناف ہیں، نہ ان سے صنادید مقابلہ کر سکتے ہیں اور نہ بڑے سے بڑا ان سے مفاخرت کر سکتا ہے۔ اِس کے بعد اُس نے امام حسن علیہ السلام کو قسم دلائی کہ آپؑ خاموش رہیں۔

لہٰذا امام حسن علیہ السلام خاموش ہو گئے۔

(احتجاج طبرسیؒ)

⑨ میری اُمت میں گمراہی کے بھی بارہ امام ہوں گے

سلیم بن قیس سے روایت ہے کہ میں نے عبداللہ بن جعفرؑ بن ابی طالبؑ کو بیان کرتے ہوئے سُنا، اُنھوں نے بتایا کہ ایک مرتبہ معاویہ نے مجھ سے کہا کہ تم امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی بیحد تعظیم کرتے ہو۔ حالانکہ وہ دونوں، نہ تم سے بہتر ہیں اور نہ اُن کے باپ تمھارے باپ سے بہتر ہیں۔ اور اگر فاطمہؑ رسولؐ کی بیٹی نہ ہوتیں تو میں یہ بھی کہتا کہ تمھاری ماں اسماء بنتِ عمیسؓ بھی فاطمہؑ سے کم نہ تھیں۔

عبداللہؑ کا بیان ہے کہ یہ سُن کر مجھے اتنا غصہ آیا کہ میں اپنے آپے میں نہ رہ سکا اور بولا:

"اے معاویہ! تجھ کو ان دونوں کی، ان کے والد کی اور انکی والدہ کی معرفت نہیں ہے۔ خدا کی قسم وہ دونوں مجھ سے بہتر، اُن کے والد میرے والد سے بہتر اور اُن کی والدہ میری والدہ سے بہتر ہیں۔ میں جب کمسن تھا اس وقت میں نے خود رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو اِن دونوں کے اور ان کے والد کے فضائل بیان کرتے ہوئے سُنا ہے جو مجھے یاد ہیں۔

اس وقت مجلسِ معاویہ میں امام حسن علیہ السلام و امام حسین علیہ السلام اور عبداللہ بن جعفرؓ و ابنِ عبّاس اور ان کے بھائی فضل کے سوا کوئی اور نہ تھا۔

معاویہ نے کہا: خدا کی قسم، میرے نزدیک تم جھوٹے نہیں ہو۔ بتاؤ رسول اللہؐ نے کیا فرمایا تھا۔

عبداللہ ابن جعفرؓ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے: آپؐ نے فرمایا کہ:

"انا اولٰی بالمؤمنین من انفسھم، من کنت اولٰی بہ

مِنْ نفسہٖ فَاَنتَ یا اَخی اَولیٰ بہٖ مِن نفسہٖ "

یعنی "میں مومنین سے زیادہ اُن کی جانوں کا مالک ہوں، اور جس کی جان کا اُس سے زیادہ میں مالک ہوں، اے میرے بھائی! تم بھی اُس کی جان کے اُس سے زیادہ مالک ہو۔")

اور علیؑ اُس وقت رسول اللہؐ کے سامنے کھڑے تھے۔ یہ کہہ کر آنحضرتؐ نے اپنا ہاتھ علیؑ کے شانے پر رکھا (اُس وقت گھر میں حسنؑ و حسینؑ و عمر بن اُمِ سلمہ و اسامہ بن زید موجود تھے) اور اُس وقت گھر میں فاطمہ زہراؑ و اُمِ ایمنؓ و ابوذرؓ و مقدادؓ و زبیر بن العوام بھی موجود تھے۔ آپؐ نے تین مرتبہ یہی فرمایا، پھر آپؐ نے ائمہ اثنا عشر علیہم السّلام کی امامت پر نص فرمائی۔ اس کے بعد فرمایا کہ:

"ولاُمّتی اثنا عشر امام ضلالۃ کلّھم ضالٌّ مُضلٌّ عشرۃ من بنی اُمیّۃ ورجلان مِن قریش، وزر جمیع الاثنی عشر وما اضلّوا فی اعناقھما۔"

یعنی (میری اُمّت میں گمراہی کے بارہ امام ہوں گے جو سب کے سب گمراہ ہوں گے اور جو ہر ایک گمراہ اور گمراہ کُن ہوگا۔ اُن میں دس بنی اُمیّہ میں سے ہوں گے اور دو آدمی قریش میں سے ہوں گے اور ان ہی دونوں قریشی اماموں کی گردنوں پر اِن بارہ گمراہ اماموں کی گمراہی کا بوجھ ہوگا۔)

معاویہ نے کہا، اے عبداللہ ہمیں ان گمراہ اماموں کے نام تو بتاؤ، پھر آپ نے ان دو قریشی اماموں کے اور دس بنی اُمیّہ کے اماموں کے نام بتائے کہ آلِ ابوسفیان میں اس کا فلاں بیٹا فلاں سے ہوگا اور حکم بن العاص میں سے سات ہوں گے

معاویہ نے کہا: جو کچھ تم نے کہا اگر یہ سچ ہے تو پھر میں اور مجھ سے پہلے اور تین اور اُن کے متبعین و انصار سب ہی ہلاک ہوئے۔ صرف تم اہلِ بیت اور تمھارے شیعہ بچ گئے

عبداللہ بن جعفرؓ نے کہا کہ جو کچھ میں نے کہا ہے وہ بخدا سچ ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا ہے۔

یہ سُن کر معاویہ حسنؑ و حسینؑ اور ابن عبّاس کی طرف مخاطب ہوا اور کہا: یہ عبداللہ بن جعفرؓ کیا کہتے ہیں (یہ اس وقت کی بات ہے جب وہ حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد اسی سال مدینے میں آیا تھا۔)

ابن عبّاس نے جواب دیا۔ جن لوگوں کے نام انھوں نے بتائے ہیں کہ وہ موجود تھے

انھیں بُلاکر دریافت کرلے۔

معاویہ نے عمر بن اُمِّ سلمہ اور اُسامہ کو بُلوایا۔ انھوں نے گواہی دی کہ عبداللہ ابن جعفر نے جو کہا ہے وہ سچ ہے۔ ہم لوگوں نے بھی رسول اللہؐ کو کہتے ہوئے یہی سُنا ہے جو عبداللہ بن جعفر نے سُنا ہے۔

اِس کے بعد معاویہ نے حسنؑ وحسینؑ وابنِ عبّاس وفضل وابن اُمِّ سلمہ اور اسامہ کی طرف رُخ کیا اور بولا، کیا تم لوگ بھی وہی کہتے ہو جو عبداللہ ابنِ جعفرؓ نے کہا ہے۔

سب نے جواب دیا کہ ہاں۔

معاویہ نے کہا: پھر تو اے بنی عبدالمطّلب تم لوگ ایک امرِ عظیم کا دعویٰ کر رہے ہو اور اس پر قوی دلیل رکھتے ہو اور واقعًا اگر یہ بات سچ ہے تو پھر تم لوگ جانتے ہو اور اس بات کو پوشیدہ رکھتے ہو اور لوگ ہیں کہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور اندھے ہو رہے ہیں اور واقعی جو کچھ تم لوگوں نے کہا، اگر یہ سچ ہے تو پوری اُمّت تباہ ہوئی اپنے دین سے پلٹ گئی اور اپنے پروردگار کی منکر ہوگئی اور اپنے نبی سے انکار کر بیٹھی صرف تم اہلِ بیت اور وہ لوگ جن کا قول بھی تم ہی لوگوں کا قول ہے وہی بچ رہے ہیں مگر وہ تو بہت تھوڑے سے ہیں۔

ابن عبّاس نے معاویہ کو جواب دیا کہ سنو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ۔" (سورۂ سبا آیت ۱۳)

پھر ارشاد فرمایا:

"وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ" (سورۂ صٓ آیت ۲۴)

اور اے معاویہ! ہم لوگوں کی قلّت پر تعجّب نہ کر بلکہ بنی اسرائیل پر تعجّب کر کہ ساحروں نے فرعونؑ سے کہا:

"فَاقْضِ مَا أَنتَ قَاضٍ" (سورۂ طٰہٰ آیت ۷۲)

اور یہ کہہ کر ساحر حضرت موسیٰؑ پر ایمان لے آئے اور اُن کی نبوّت کی تصدیق کی پھر حضرت موسیٰؑ اپنے متبعین کو جو بنی اسرائیل میں سے تھے لیکر چلے، دریا کو قطع کیا اور عجیب عجیب معجزات دکھلائے۔ پھر یہی لوگ جو موسیٰؑ کی تصدیق کرتے تھے اور توریت پر ایمان لائے تھے اور اس کی تلاوت بھی کرتے تھے اُن کے دین کا اقرار بھی کرتے تھے جب اُن بُتوں کی طرف سے ہو کر گذرے جن کی عبادت کی جاتی تھی تو کہنے لگے:

"قَالُوا يَا مُوسَى اجْعَل لَّنَا إِلَٰهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ ۚ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ۔" (سورۂ اعراف ۱۳۸)

ترجمۂ آیت : "(اُنھوں نے کہا: اے موسیٰؑ ہم لوگوں کے لیے بھی ایک ایسا ہی معبود بنا دو جیسا اِن لوگوں کے پاس بہت سے معبود ہیں۔ موسیٰ نے کہا بیشک تم لوگ بڑے جاہل ہو۔")

پھر ہارونؑ کو چھوڑ کر ساری قوم گو سالہ کی طرف جھک پڑی:

"فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰـهُكُمْ وَاِلٰـهُ مُوْسٰى" (سورہ طٰہٰ ۸۸)

ترجمۂ آیت: (پس اُنھوں نے کہا: یہ تمھارا معبود ہے اور موسیٰ کا معبود ہے۔)

یہ سارے قصے ختم ہوئے تو حضرت موسیٰؑ نے ان لوگوں سے کہا:

"يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ" (سورہ مائدہ ۲۱)

(اے میری قوم! تم لوگ ارضِ مقدّس میں داخل ہو جاؤ۔)

اور اُن لوگوں کا جواب وہ تھا جو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے۔

بالآخر حضرت موسیٰؑ کو کہنا پڑا کہ:

"رَبِّ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِيْ وَاَخِيْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ۔" (سورہ مائدہ ۲۵)

ترجمۂ آیت: (اے میرے پروردگار! میں صرف اپنی ذات کا اور اپنے بھائی کا ہی ذمّے دار ہوں۔ اب تو ہم میں اور اس فاسق قوم میں جدائی ڈال دے۔)

پس اِس اُمّت کا اُن لوگوں کا اتّباع کرنا جو رسول اللہؐ کے ساتھ رہ چکے تھے اور زبان سے محمدؐ کے دین اور قرآن مجید کا اقرار بھی کرتے تھے اتنا تعجّب خیز تو نہیں، جتنا اُس قوم کا کردار باعثِ تعجب ہے جس نے اپنے زیورات پگھلا کر گوسالہ بنایا، پھر اس کی طرف جھکے اس کی عبادت کرنے لگے اس کو سجدہ کرنے لگے اور یہ سمجھنے لگے کہ یہی رب العالمین ہے اور حضرت ہارونؑ کو چھوڑ کر ساری قوم اس پر متفق ہو گئی۔

لہٰذا یہاں بھی ہمارے اس امام کے ساتھ جس کو ہمارے درمیان وہی منزلت حاصل تھی جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی اور جو اہلِ بیتِ رسولؐ میں سے تھا۔ محض چند اشخاص باقی رہ گئے تھے سلمانؓ، ابوذرؓ، مقدادؓ اور زبیر۔ اور جب زبیر بھی پھر گئے تو آپؑ کے ساتھ صرف تین اشخاص ہی رہ گئے تھے جو مرتے دم تک ساتھ رہے۔

اے معاویہ! تو اس پر تعجب کرتا ہے کہ اللہ نے یکے بعد دیگرے ایک ایک کا نام گنوا دیا ہے۔ تو سُن، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے غدیرِ خم میں اور اِس کے علاوہ متعدّد مواقع پر اِس کی نص فرمائی اور اُمّت کو ان لوگوں کی اطاعت کا حکم دیا اور یہ بتایا کہ

"اَوّلهم علیٌّ بن ابی طالب ولیُّ کلِّ مومنٍ وَ مومنةٍ من بعدہٖ وانّہ خلیفته فیهم ووصیّه"

یعنی: (ان ائمہ میں پہلے علیؑ ابنِ ابی طالبؑ ہیں جو میرے بعد ہر مومن و مومنہ کے ولی ہیں میرے خلیفہ اور میرے وصی ہیں ۔)

نیز رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے جب جنگِ موتہ میں فوج بھیجی تو فرمایا:

"علیکم جعفر فان هلك فزید ، فان هلك فعبد اللہ بن رواحة"

یعنی: (تم سب پر میں نے جعفر کو علمبردار بنایا، اگر وہ شہید ہو جائیں تو پھر زید علمبردارِ لشکر ہوں گے اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبد اللہ بن رواحہ علمبردار ہوں گے ۔)

چنانچہ وہ سب شہید ہو گئے ۔ جب ایک جنگ میں بھیجے ہوئے لشکر کی علمبرداری کو بغیر نص کیے ہوئے آپؐ نے نہیں چھوڑا تو تمھارا کیا خیال ہے کہ آپؐ ساری اُمّت کو یونہی چھوڑ کر چلے جائیں گے اور یہ نہ بتائیں گے کہ آپؐ کے بعد خلیفہ کون ہوگا تاکہ یہ لوگ خود خلیفہ منتخب کرلیں ۔ گویا اُمّت کی رائے و انتخاب اپنے لیے رسول کی رائے و انتخاب سے زیادہ بہتر ہے ۔ تو درحقیقت اُمّت نے جو کچھ کیا وہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بیان کرنے ، نص کر دینے اور انتخاب کے بعد عمداً کیا ۔ حالانکہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان لوگوں کو تاریکی ، اگومگو اور شبہے میں نہیں چھوڑا تھا ۔

اب وہ چار گروہ جنھوں نے علیؑ کے ساتھ جنگ کی اُنھوں نے رسول اللہؐ کی طرف جھوٹ منسوب کر دیا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی ایسا نہیں کرے گا کہ نبوّت اور خلافت دونوں ہم اہلِ بیت میں جمع کر دے تاکہ اِن لوگوں کی گواہی اور کذب و مکر سے اُمّت اشتباہ میں پڑ جائے ۔

ابنِ عبّاس کی اس تقریر کو سُن کر معاویہ نے امام حسن علیہ السّلام سے کہا:

بولو ! اے حسن ! تم کیا کہتے ہو ؟

آپؑ نے فرمایا: اے معاویہ ! جو کچھ میں نے اور ابنِ عبّاس نے کہا وہ تو تم نے سُن ہی لیا مگر اے معاویہ ! مجھے تیری بے شرمی اور اللہ کے مقابلے میں جرأت پر تعجب ہے کہ تُو نے (بعدِ شہادتِ علیؑ) یہ کہا کہ مسلمانو ! تمھارے اندر جو سرکش و ظالم تھا وہ تو قتل ہو گیا

اور اب خلافت اپنے اصل معدن کی طرف پلٹ کر آگئی۔ اے معاویہ! سچ بتا، کیا معدن خلافت ہم لوگ نہیں ہیں، بلکہ تُو ہے؟ افسوس ہے تجھ پر اور ان تینوں پر جنھوں نے تجھے اس جگہ پر لا بٹھایا اور تیرے لیے اِس رسم کا دروازہ کھول دیا۔ میں تجھ سے ایک بات کہتا ہوں، اگرچہ تُو اس کا اہل نہیں ہے۔ مگر اِس لیے کہتا ہوں کہ میرے باپ کی اولاد اور جو لوگ ہمارے گرد و پیش ہیں سب سُن لیں۔

سُنو! اللہ تعالیٰ نے اُمّتِ مُسلمہ کو چند باتوں پر متّفق کر دیا ہے اس میں باہم کوئی اختلاف نہیں کوئی جھگڑا نہیں کوئی افتراق نہیں، سارے مسلمان اِس اَمر پر متّفق ہیں کہ ہم سب گواہی دیتے ہیں کہ: "نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اُس اللہ کے اور یہ کہ محمدؐ اللہ کے رسول اور اُس کے بندے ہیں"، اور پانچ وقت کی نمازیں اور زکوٰۃ فرض ہے، ایک مہینے ماہِ رمضان کے روزے فرض ہیں، حِج بیت اللہ فرض ہے اور اسی طرح اور بہت سی بیشمار باتیں ہیں، اطاعتِ الٰہی کے سلسلے میں جس پر سب متّفق ہیں۔ اور ساری اُمّت اس پر بھی متّفق ہے کہ زنا حرام ہے، چوری حرام ہے، جھوٹ بولنا، قطعیّت اور خیانت حرام ہے اور اسی طرح کی بیشمار باتیں جو معصیت کے ذیل میں آتی ہیں ان سب پر باہم متّفق ہیں۔

اگر اُمّت میں اختلاف ہے تو سنّتوں میں۔ مگر جس چیز نے ان کو فرقوں اور گروہوں میں تقسیم کر دیا اور ایک دوسرے پر لعنت کرتے ہیں، ایک دوسرے سے برأت کا اظہار کرتے ہیں، ایک دوسرے کو قتل کرتے ہیں وہ ولایت کا مسئلہ ہے۔ ان میں سے ہر ایک یہ سمجھے ہوئے ہے کہ وہ گروہ جو کتابِ خدا اور سنّتِ رسولؐ پر عامل ہے وہ اس ولایت کے حقدار نہیں ہیں بلکہ یہ لوگ اس کے زیادہ حقدار اور اولیٰ تر ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ جو شخص ان باتوں پر عمل کرے جس پر اہلِ قبلہ عمل پیرا ہیں جس میں کوئی اختلاف نہیں اور جن باتوں پر باہمی اختلاف ہے اُن کے لیے کتابِ خدا اور سنّتِ نبیؐ کی طرف جس نے رجوع کیا وہ سلامت رہے گا، جہنّم سے نجات پائے گا اور جس کو اللہ نے توفیق دی اور جس پر احسان فرمایا کہ ائمّہ اور اولی الامر کی معرفت سے اُس کے قلب کو روشن کر دیا اور بتا دیا کہ مخزنِ علم کہاں ہے، تو وہ اللہ کے نزدیک سعادتمند ہے، وہ اللہ کا ولی ہے۔ چنانچہ رسول اللہؐ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ہے:

"رحم اللہ امرءاً علم حقاً فقال فغنم او سکت فسلم"

یعنی: اللہ رحم فرمائے اُس شخص پر جس کو حق کا علم ہو اور وہ اس کو حاصل کرے یا خاموش رہے (اس کے خلاف کچھ نہ کہے۔)

ہم اہلِ بیت کا دعویٰ ہے کہ ائمّہ ہم میں سے ہیں اور خلافت بغیر ہم لوگوں میں آئے درست نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالےٰ نے از روئے کتابِ خدا و سنّتِ نبیؐ ہم ہی لوگوں کو اس کا اہل قرار دیا ہے اور علم ہم میں ہے اور ہم لوگ اس کے اہل ہیں اور پورا علم مع اپنے متعلقات کے ہمارے پاس ہے۔ قیامت تک جو حادثات رونما ہوتے رہیں گے حتّٰی کہ ایک خراش کے خوں بہا تک کا علم ہم لوگوں کے پاس ہے جسے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بولتے گئے ہیں اور حضرت علی علیہ السلام خود اپنے ہاتھ سے لکھتے گئے ہیں۔

اور قوم یہ سمجھتی ہے کہ وہ اس خلافت کے لیے ہم لوگوں سے زیادہ حقدار اور اولیٰ و بہتر ہیں اور حد یہ ہے کہ: اے معاویہ! تُو بھی اس امر کا دعویٰ کرتا ہے۔ سُن حضرت عمر بن خطّاب نے ایک مرتبہ میرے پدر بزرگوار کے پاس آدمی بھیجا کہ میرا ارادہ قرآن مجید کو کتابی شکل میں جمع کر دینے کا ہے، لہٰذا قرآن کی جو آیات تمھارے پاس لکھی ہوئی ہیں انھیں بھیج دو۔

تو آپؑ خود حضرت عمر کے پاس آئے اور فرمایا: واللہ، اگر ایسا ہوا تو تُو اُن کے (آیات کے) پہنچتے ہی مجھے مار دے گا۔

حضرت عمر نے پوچھا، یہ کیوں؟

آپؑ نے فرمایا: اس لیے کہ اللہ تعالیٰؔ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

"وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ" (سورۂ آلِ عمران آیت ۷)

ترجمۂ آیت: (اور علم میں راسخ)

اور اس سے اُس نے مجھے مراد لیا ہے نہ کہ تجھے۔ اور نہ تیرے اصحاب کو۔

یہ سُن کر حضرت عمر کو بہت غصّہ آیا اور بولے۔

علیؑ ابن ابی طالبؑ سمجھتے ہیں کہ اُن کے سوا اور کسی کے پاس علم ہی نہیں ہے۔ اچھا اب جن لوگوں نے قرآن کی تلاوت تھوڑی بہت بھی کی ہے وہ میرے پاس آئیں۔

چنانچہ جب کوئی شخص کچھ آیتیں آکر سُناتا اور اُس کے ساتھ کوئی بھی گواہی کے لیے ہوتا تو حضرت عمر اُسے لکھ لیا کرتے اور گواہ نہ ہوتا تو نہیں لکھتے تھے۔ لوگوں کا خیال تھا کہ قرآن مجید کا ایک کثیر حصّہ ضائع ہو گیا ہے۔

اس کے بعد حضرت عمر نے اپنے قاضیوں اور عاملوں کو حکم دیا کہ (کتابِ خدا اور سنّتِ رسولؐ کو چھوڑو) تم لوگوں کی نظر میں جو حق ہو اُس پر فیصلہ کر دیا کرو۔ اور مسلسل یہ ہوتا رہا کہ جب حضرت عمر اور اُن کے بعض والی جب کسی مشکل میں پھنس جاتے تو میرے پدرِ بزرگوار اُن کو اُس دلدل سے نکالتے تاکہ اس طرح ان لوگوں پر اپنی علمی برتری اور اپنے حق کو ثابت کر دیں

اور اپنی حجت تمام کر دیں، اور یہ بھی اکثر ہوتا کہ یہ قاضی لوگ اپنے خلیفہ کے پاس جمع ہوتے اور ایک ہی مسئلے میں ان کے فیصلے مختلف ہوتے اور یہ خلیفۂ وقت ان سب کو اپنے اپنے فیصلے جاری کرنے کی اجازت دے دیتا اس لیے کہ خود اس خلیفہ کو اللہ تعالیٰ نے نہ حکمت عطا کی تھی نہ فیصلے کی صلاحیت۔ اور اہلِ قبلہ میں سے جتنے ہمارے مخالفین تھے اُن کا ہر گروہ یہی سمجھتا رہا وہی لوگ خلافت وعلم کی کان ہیں ہم لوگ نہیں ہیں۔

خیر، جن لوگوں نے ہم لوگوں پر ظلم کیا، ہمارے حقوق سے انکار کیا اور ہماری گردنوں پر سوار ہو گئے، اور ہمارے خلاف لوگوں کو اسی طرح بھڑکایا جس طرح تُو کر رہا ہے ہم اُن لوگوں کے خلاف اللہ سے فریاد کرتے اور اُس سے مدد چاہتے ہیں، اِس لیے کہ اللہ ہی ہم لوگوں کے لیے کافی ہے اور وہ بہترین مددگار ہے۔

سُنو! یہ مسلمان تین طرح کے ہیں۔ ایک[1] وہ جو مومن ہے اور ہمارے حق کو پہچانتا ہے، ہمارے لیے سرِ تسلیم خم کرتا ہے اور ہمیں امام مانتا ہے۔ یہی لوگ نجات یافتہ اور اللہ کے محب اور اس کے دوستدار ہیں۔

دوسرا[2] وہ جو ناصبی ہے ہم لوگوں سے عداوت رکھتا ہے، ہم سے برأت کا اظہار کرتا ہے، ہم لوگوں پر لعنت کرتا ہے، ہمارے خون بہانے کو حلال سمجھتا ہے ہمارے حق سے انکار کرتا ہے اور ہم سے اظہارِ برأت کو ہی دینِ الٰہی سمجھتا ہے تو یہ کافر و مشرک و فاسق ہے۔ مگر اس کو علم نہیں ہوتا کہ وہ کفر و شرک کر رہا ہے جس طرح لوگ عدمِ معرفت کی بنا پر اللہ کو گالی دیتے ہیں اور اس بد علمی کی وجہ سے شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

تیسرا[3] گروہ، وہ ہے جو ان باتوں پر عمل کرتا ہے جس میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں اور اگر کوئی مشکل مسئلہ آجاتا ہے تو اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور دیکھتا ہے کہ اس میں حکمِ خدا کیا ہے، وہ ہم سے محبت کرتا ہے مگر ہم کو امام نہیں مانتا، اگرچہ ہمارے حق کو نہیں پہچانتا مگر ہم لوگوں سے دشمنی بھی نہیں رکھتا۔ پس ہم لوگ اُمید رکھتے ہیں کہ اللہ ایسے لوگوں کی مغفرت کرے گا اور انھیں جنّت میں جگہ دے گا۔ یہ لوگ کمزور قسم کے مسلمان ہیں۔

معاویہ نے جب یہ سب کچھ سُن لیا تو اور لوگوں میں سے ہر ایک کو ایک لاکھ درہم دیے جانے کا حکم دیا اور امام حسنؑ و امام حسینؑ و عبداللہ ابنِ جعفرؑ میں سے ہر ایک کو دس دس لاکھ درہم دیے جانے کا حکم دیا۔

(احتجاج طبرسی ص ۱۴۸-۱۴۷)

امام حسنؑ کی عمرو بن العاص سے حالتِ طواف میں بحث

ابنِ ابی الحدید معتزلی نے مدائنی سے روایت نقل کی ہے، اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ امام حسن علیہ السلام اور عمرو بن العاص دونوں طواف میں تھے کہ عمرو بن العاص نے امام حسن علیہ السلام سے کہا:

اے حسنؑ! تم نے سمجھ لیا تھا کہ دین تمھارے اور تمھارے باپ کے بغیر قائم ہی نہیں رہ سکتا، مگر اب دیکھا کہ اللہ نے معاویہ کے ذریعے دین کو کیسے قائم رکھا۔ اس میں کجی آگئی تھی اُس نے اس کو سیدھا کر دیا، یہ میلا ہو گیا تھا اُس نے اس کو صاف اور نمایاں کر دیا۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ اللہ قتلِ عثمان پر راضی ہے؟ کیا تمھیں حق ہے کہ تم انڈے کی طرح سفید جامۂ احرام پہن کر کولھو کے بیل کی طرح خانۂ کعبہ کا چکر لگاؤ جب کہ تم قاتلِ عثمان ہو؟ خدا کی قسم وہ یہ ساری اُلجھن کو دور کر دے گا، ساری مشکل کو آسان کر دے گا اور معاویہ تمھیں بھی وہیں بھیج دے گا جہاں اُس نے تمھارے باپ کو بھیجا ہے۔

امام حسن علیہ السلام نے جواب دیا: اے عمرو بن العاص سُن! جہنمیوں کی کچھ نشانیاں ہیں جن سے وہ پہچان لیے جاتے ہیں اور سب سے بڑی نشانی یہ ہے کہ وہ دوستانِ خدا کے دشمن اور دشمنانِ خدا کے دوست ہوتے ہیں۔ بخدا تو جانتا ہے کہ حضرت علیؑ نے کبھی ایک ساعت یا چشمِ زدن کے لیے بھی دین میں نہ رَیب کیا اور نہ کبھی اللہ کی ذات میں شک کیا۔ لہٰذا اے ابنِ اُمِّ عمرو! اپنی اِن باتوں سے باز آجا اور مجھ پر یہ حملے بند کر، ورنہ تجھے معلوم ہے کہ میں کمزور نہیں ہوں، میں تو قریش کے گلے کا گلوبند ہوں، میرا حسب و نسب ہر ایک جانتا ہے میں اپنے والدِ بزرگوار کے علاوہ کسی اور سے منسوب نہیں ہوں۔ اور تُو، وہ ہے کہ جسے تُو خود بھی جانتا ہے اور سبھی لوگ جانتے ہیں کہ قریش کے مَردوں میں سے بہت سے لوگوں نے دعویٰ کیا کہ تُو، اُن کے نطفے سے ہے۔ بالآخر قریش کا ایک قصاب جو ازروئے حسب سب سے پست اور سب سے زیادہ لائقِ ملامت تھا، غالب رہا۔ دیکھ، مجھ سے نہ اُلجھ تُو، مجسمِ نجاست و پلیدگی ہے اور ہم اہلِ بیت ہیں اللہ نے ہم لوگوں سے رِجس و پلیدگی کو دور ہی رکھا ہے اور اس طرح پاک و پاکیزہ رکھا ہے جو پاک رکھنے کا حق ہے۔

عمرو بن العاص سے کوئی جواب نہ بن پڑا اور وہ غمگین واپس ہوا۔

(نوٹ)

تذکرۂ سبطِ ابن جوزی میں ہے جو انھوں نے کلبی کی کتاب "مثالب" سے نقل کیا ہے کہ عمرو بن العاص کی ماں نابغہ رنڈی تھی اور مکے میں وہ اُن رنڈیوں میں سے تھی جو اپنی پہچان کے لیے اپنے گھروں پر جھنڈیاں نصب کیے ہوئے تھیں۔ چنانچہ اُس سے قریش کے کئی مردوں نے، جن میں ابولہب وامیہ بن خلف و ہشام بن مغیرہ و ابوسفیان بن حرب بھی تھے، ایک ہی طُہر (پاکی) میں سب نے زنا کیا۔ جب نابغہ کے حمل رہ گیا تو سب نے آپس میں بحث کی کہ یہ میرا نطفہ ہے اور جب اُس کے پیٹ سے عمرو پیدا ہوا تو سب نے دعویٰ کیا کہ یہ اُس کا لڑکا ہے۔ بالآخر سب تو خاموش ہو رہے مگر عاص بن مائل اور ابوسفیان بن حرب اس پر اڑے رہے بالآخر یہ دونوں فیصلے کے لیے نابغہ کے پاس گئے۔ نابغہ نے فیصلہ دے دیا کہ یہ نطفہ عاص کا ہے۔

• زمخشری نے بھی اپنی کتاب "ربیع الابرار" میں اس کو تحریر کیا ہے اور اس کے بعد یہ لکھا ہے کہ: اور لوگ کہتے ہیں کہ عمرو بن عاص کی شکل و صورت ابوسفیان سے بہت زیادہ ملتی تھی۔

(ربیع الابرار، زمخشری۔ کتاب المثالب کلبی "تذکرہ" سبطِ ابن جوزی ص۱۱۲)

۱۰ قریش کا باہمی تفاخر اور امام حسنؑ کا جواب:

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ قریش کے بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے آپس میں تفاخر کر رہے تھے اور امام حسن علیہ السلام بھی وہاں موجود تھے مگر خاموش تھے۔

معاویہ نے آپؑ سے کہا: اے ابو محمدؑ! تم کیوں نہیں بولتے؟ بخدا نہ تمھارے حسب نسب میں کوئی نقص ہے اور نہ ایسا ہے کہ تم میں قوّتِ گویائی نہیں۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: سُنو! یہ جس قدر فضیلتیں اور خوبیاں تم لوگوں نے اپنی اپنی بیان کی ہیں ان کا لُبِ لباب اور نچوڑ میرے اندر ہے۔

پھر آپؑ نے یہ شعر پڑھا:

فیمِ الکلام؟ وقد سبقت مبرّزا	تم لوگ کس سے بات کرو گے؟ میرا گھوڑا
سبق الجواد من المدی المتنفّس	میدانِ مقابلہ میں سب پر سبقت لیجائے گا

(۱۱) امام حسنؑ اور معاویہ کے درمیان مفاخرت

ابو حاتم کی روایت میں ہے کہ ایک دن معاویہ نے بڑے فخر و ناز سے کہا کہ میں بطحاءِ مکّے کا فرزند ہوں، میں اس کا فرزند ہوں جو سارے مکّے میں سب سے زیادہ سخی تھا اور جس کے اجداد سب سے زیادہ مکرّم تھے ۔ میں اُس کا فرزند ہوں جس نے قریش کے ہر چھوٹے بڑے کو سیادت بخشی۔

امام حسن علیہ السّلام نے فرمایا: اے معاویہ! کیا تُو میرے مقابلے میں فخر کی باتیں کرتا ہے؟ پھر سُن لے، میں اُس کا فرزند ہوں جو کرّۂ ارض کی رگِ حیات ہے، میں اُس کا فرزند ہوں جو مرکزِ تقویٰ ہے۔ میں اُس کا فرزند ہوں جو اللہ کی طرف سے ہادی بن کر آیا۔ میں اُس کا فرزند ہوں جو اپنے فضل و شرف اور حسب و نسب کی وجہ سے سارے اہلِ عالَم کا سردار ہے، میں اُس کا فرزند ہوں جس کی اطاعت اللہ کی اطاعت اور جس کی معصیت اللہ کی معصیت ہے۔ اب بتا کہ تیرے آبا و اجداد میرے آبا و اجداد کے مانند ہیں جن پر تُو میرے مقابلے میں فخر کرتا ہے۔ تیرے بزرگ، میرے بزرگ جیسے ہیں کہ جن پر تُو اپنی بڑائی جتاتا ہے۔ بول، تُو اِس پر ہاں کہتا ہے یا نہیں؟

معاویہ نے کہا، میں نہیں کہتا ہوں، یہ سب تو آپؑ کے مصدقہ فضائل ہیں۔

(مناقب ابنِ شہر آشوب)

(نوٹ) مصنّف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے بعض کتابوں میں دیکھا ہے کہ عروق الثریٰ (زمین کی رگِ حیات) سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السّلام ہیں اس لیے کہ آپؑ کی اولاد کثرت سے صحراؤں میں پھیلی ہوئی تھی۔ اور آپؑ نے معاویہ کے سامنے یہ اس لیے کہا کہ معاویہ اولادِ ابراہیم میں سے نہ تھا، بلکہ زنا کی اولاد تھا۔

(مناقب جلد ۲ صہ ۲۲، کشف الغمۃ جلد ۲ صہ ۱۵۲)

(۱۲) اللہ جلّ نے مجھے رذائل اور تجھے فضائل سے دور رکھا ہے

کتاب مناقب میں ہے کہ ایک مرتبہ معاویہ نے امام حسن علیہ السّلام سے کہا:

اے حسنؑ! میں تم سے زیادہ صاحبِ خیر ہوں۔

امام حسن علیہ السلام نے کہا: اے ہند کے بیٹے! یہ کیسے؟

اُس نے کہا: یہ اس طرح کہ سارے مسلمان مجھ پر متفق ہو گئے، مگر تم پر متفق نہیں ہوئے۔

آپؑ نے فرمایا: افسوس، اے ہند جگر خوارہ کے فرزند! سُن، تجھ پر جو لوگ متفق ہوئے وہ دو طرح کے ہیں۔ ایک وہ جو بخوشی و رضا متفق ہوئے ہیں اور ایک وہ جو زبردستی و بکراہت متفق ہوئے ہیں۔

وہ لوگ جو بخوشی متفق ہوئے اُنھوں نے اللہ تعالیٰ کی معصیت کا ارتکاب کیا اور وہ لوگ جو بکراہت متفق ہوئے وہ از روئے قرآن معذور ہیں۔ اور خدا کی قسم میں ہرگز یہ نہیں کہوں گا کہ میں خیر میں تجھ سے زیادہ ہوں اس لیے کہ تجھ میں خیر ہی کب ہے۔ لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ اللہ نے مجھے رذائل سے دُور رکھا ہے اور تجھے فضائل سے دُور رکھا ہے۔

• کتاب شیرازی میں ابنِ عباس سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسن ابنِ علی علیہ السلام اور یزید بن معاویہ بن ابی سفیان ایک جگہ بیٹھے ہوئے کھجوریں کھا رہے تھے۔

یزید نے کہا: اے حسنؑ! (تمھیں معلوم ہے کہ) میں کب سے تم سے بغض رکھتا ہوں

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: اے یزید! سُن، ابلیس تیرے باپ اور دادا کے نطفے میں شامل ہوگیا اور اسی نطفے نے تجھے ہماری دشمنی پر آمادہ کیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

" وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ " (سورۂ اسرا آیت ۶۳)

ترجمۂ آیت: (اور تو اُن کے اموال اور اولاد میں شریک ہوجا)

چنانچہ شیطان، حرب کے نطفے میں شریک ہوا تو اُس سے صخر پیدا ہوا اور اسی لیے وہ میرے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دشمن تھا۔

• ایک مرتبہ سعید بن سرح زیاد کے ظلم سے بھاگ کر امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں آیا۔ تو آپؑ نے زیاد کو ایک خط لکھا جس میں سعید بن سرح کے لیے سفارش کی۔ تو زیاد نے اس کے جواب میں آپؑ کو اس طرح خط لکھا:

" یہ خط زیاد بن ابی سفیان کا ہے حسنؑ بن فاطمہؑ کے نام:

امّا بعد: تمھارا خط مجھے ملا جس میں تم نے اپنا نام میرے نام سے پہلے لکھا ہے جبکہ تم مجھ سے طالبِ حاجت ہو۔ میں بادشاہ ہوں اور تم رعایا ہو" وغیرہ وغیرہ

اور اسی طرح کی بہت سی باتیں تحریر کیں۔ جب امام حسن علیہ السلام نے وہ خط

پڑھا تو مسکرائے اور وہ خط معاویہ کے پاس بھیج دیا۔

معاویہ نے زیاد کو خط لکھا، اسے تنبیہ کی اور حکم دیا کہ "میرے بھائی سعید کو اور اُن کے اہل و عیال کو رہا کر دو۔ اُن کا سارا مال و اسباب واپس کر دو، اور اُن کا گھر جو تم نے مسمار کر دیا ہے دوبارہ بنوا دو۔"

اس کے بعد لکھا کہ: "تمھارا خط جو حسنؑ کے نام ہے اس میں تُو نے انھیں حسنؑ بن فاطمہؑ لکھا ہے، حسنؑ بن علیؑ نہیں لکھا۔ وہ بنتِ رسول اللہؐ ہیں اگر تیرے پاس عقل ہے تو سوچ کہ یہ تو حسنؑ کے لیے باعثِ افتخار ہے۔

• لوگوں نے بیان کیا ہے کہ ایک دن امام حسن علیہ السلام معاویہ کے پاس گئے تو وہ لیٹا رہا، آپؑ اس کے پائینِ پا بیٹھ گئے۔

معاویہ نے کہا: اے ابو محمدؑ! کیا تم کو اس بات پر تعجب نہیں کہ عائشہ کی نظر میں مَیں خلافت کا اہل نہیں ہوں؟

آپؑ نے فرمایا: اور اس سے زیادہ تعجب تو مجھے اس امر پر ہے کہ تو لیٹا ہوا ہے اور ہمیں اپنے پاؤں کے پاس بٹھایا ہوا ہے۔

یہ سُن کر معاویہ شرمندہ ہو گیا اور اُٹھ بیٹھا اور معذرت طلب ہوا۔

(۱۳) مروانؑ سے فقروں کا تبادلہ

"عقد الفرید" میں مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ مروان بن حکم لعنہ نے امام حسن علیہ السلام سے معاویہ کے سامنے کہا:

اے حسنؑ! تمھاری مونچھوں پر بڑھاپے کا اثر جلد ہی آگیا۔

آپؑ نے فرمایا: ہاں، ہم گروہِ بنی ہاشم کے منہ سے خوشبو آتی ہے ان کے لب شیریں ہوتے ہیں اس لیے ہماری عورتیں اپنے رُخ ہمارے منہ کی طرف رکھتی ہیں اور ان کی سانس ہمارے منہ تک پہنچتی ہے اور تم گروہِ بنی اُمیّہ کے منہ سے بدبو آتی ہے اِس لیے تمھاری عورتیں اپنا رُخ منہ سے ہٹا کر تمھاری کنپٹی کی طرف رکھتی ہیں اور ادھر سانس لیتی ہیں اِس لیے تم لوگوں کی کنپٹی کے بالوں پر بڑھاپے کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔

نیز مروانؑ نے یہ بھی کہا کہ اے بنی ہاشم تم لوگوں میں ایک بُری خصلت ہے۔

آپؑ نے فرمایا: وہ کیا؟

مرؔوان نے کہا: شہوت

آپؑ نے فرمایا: خیر تم نے ہماری عورتوں کو تو چھوڑا اور ہمارے مردوں کے لیے یہ کہا مگر شہوت تم لوگوں کے مردوں میں نہیں عورتوں میں ہے اس لیے اُموی عورت کے لیے سوائے ہاشمی مرد کے اور کوئی تیار نہیں ہوتا۔ (عقد الفرید)

(۱۴) حبیب بن مسلمہ فہری سے گفتگو

کشف الغمہ اور مناقب میں مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ امام حسن علیہ السلام نے حبیب بن مسلمہ فہری سے فرمایا کبھی کبھی تم اطاعت کے خلاف راہ اختیار کر لیتے ہو۔

اُس نے جواب دیا مگر میری راہ آپؑ کے پدرِ بزرگوار کی طرف تو ہرگز نہیں۔

آپؑ نے فرمایا: ہاں مگر تم نے تھوڑی سی دنیا کے لیے معاویہ کی اطاعت کی مگر سوچو کہ بالفرض اگر وہ تمھاری دنیاوی زندگی میں تمھاری مدد کے لیے کھڑا ہے مگر آخرت میں تو وہ تمھیں لے بیٹھے گا۔ کم از کم اگر تم شر کے مرتکب ہوئے تو زبان سے تو کلمۂ خیر نکالتے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا" (سورۂ توبہ آیت ۱۰۲)

ترجمۂ آیت (اُنھوں نے نیک عمل کو بدعمل کے ساتھ مخلوط کر دیا۔)

مگر تم نے تو وہ کیا جو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۝"

(سورۃ المطففین آیت ۱۴)

ترجمۂ آیت: (بلکہ ان کے دل بدعملی کے سبب سے زنگ آلود ہو گئے ہیں۔ (وہ اعمال) جو انھوں نے کسب کیے ہیں۔) (مناقب جلد ۴ ص ۲۴)

(کشف الغمہ جلد ۲ ص ۱۵۱۔)

(۱۵) حوثرہ سے زیادہ تو تُو میرے لیے جنگ کے قابل ہے

کشف الغمہ میں مرقوم ہے کہ جب حوثرہ اسدی نے معاویہ پر خروج کیا تو معاویہ نے امام حسن علیہ السلام سے درخواست کی کہ آپؑ اُس سے جنگ کریں۔

امام حسن علیہ السّلام نے جواب دیا کہ میں نے تجھ سے جنگ نہ کی محض اس لیے تاکہ مسلمانوں کا خون نہ بہے ۔ تو پھر تیری طرف سے ہو کر بھلا میں اُس سے جنگ کس طرح کروں ۔ میں تو نہیں سمجھتا کہ یہ میرے لیے ممکن ہوگا کہ تیری طرف سے ہو کر ان لوگوں سے جنگ کروں جن سے زیادہ تو اس قابل ہے کہ تجھ سے جنگ کی جائے ۔

○ مجھ میں عظمت نہیں بلکہ اللہ کی عطا کردہ عزّت ہے :

ایک مرتبہ آپؑ سے کہا گیا کہ آپؑ میں عظمت ہے ۔

آپؑ نے فرمایا : نہیں ، بلکہ مجھ میں اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی عزّت ہے : جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے :

" وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ "

(سورۂ منافقون آیت ۸)

ترجمۂ آیت : (اور عزّت تو صرف اللہ کے لیے ہے اور اُس کے رسول کے لیے ہے اور مومنین کے لیے ہے ۔)

○ معاویہ تو چاہتا ہے کہ بنی ہاشم فقیر بن جائیں

ایک مرتبہ معاویہ نے کہا ، اگر کوئی ہاشمی سخی نہیں تو اسے اپنی قوم سے کوئی نسبت نہیں ، اگر کوئی زبیری شجاع نہیں تو اسے اپنی قوم سے کوئی مناسبت نہیں ، اگر کوئی اُموی حلیم و بُردبار نہیں تو اُسے اپنی قوم سے کوئی مناسبت نہیں ، اگر کوئی مخزومی فخر و مباہات نہ کرے تو اس کو بھی اپنی قوم سے کوئی نسبت نہیں ۔

جب یہ بات امام حسن علیہ السّلام تک پہنچی تو آپؑ نے فرمایا :

دیکھو ! اُس نے اپنی قوم کے لیے کیا فائدہ سوچا ہے ۔ وہ تو چاہتا ہے کہ بنی ہاشم سخاوت کرتے کرتے فقیر ہو جائیں ، بنی مخزوم فخر و ناز کریں اور وہ لوگ اُن کے دشمن بن جائیں اُنھیں بُرا کہنے لگیں ۔ بنی زبیر جنگ کرتے رہیں بالآخر فنا ہو جائیں ، اور بنی اُمیہ حلم و بُردباری اختیار کریں اور محبوبِ خلائق بن جائیں ۔

(۱۶) اسامہ بن زیدؓ اور عمرو بن عثمان کے درمیان باغ کا قضیہ

"امالی شیخ مفیدؒ" میں ہے کہ ایک مرتبہ جب معاویہ مدینے آیا تو عمرو بن عثمان بن عفان اور اسامہ بن زید نے مدینے کے ایک باغ کے متعلق فیصلہ کرانے کے لیے اُس کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کیا۔ دونوں کی آواز بلند ہوئی، اور دونوں اُلجھ پڑے۔

عمرو بن عثمان نے کہا، تو میرا غلام ہو کر مجھ سے اُلجھتا ہے۔

اُسامہ بن زید نے کہا، "واللہ" میں تیرا غلام تو نہیں ہوں اور نہ مجھے پسند ہے کہ میں تیری طرف منسوب ہوں، میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلام ہوں۔

عمرو بن عثمان نے لوگوں سے کہا، تم لوگ دیکھتے نہیں ہو کہ یہ غلام کس طرح میرے مدِ مقابل ہو رہا ہے؟

اس کے بعد عمرو بن عثمان، اسامہ بن زید کی طرف رُخ کر کے بولے؛

او حبشی زادے! تو کس قدر سرکش ہو گیا ہے۔

اُسامہ بن زید نے کہا، تم مجھ سے زیادہ سرکش ہو، تم تو میری ماں کا طعنہ دیتے ہو خدا کی قسم، میری ماں تمھاری ماں سے بہتر تھی۔ وہ اُمِ ایمن تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیز تھیں، جن کو آنحضرتؐ نے مختلف مواقع پر جنّت کی بشارت دی تھی، اور میرا باپ بھی تمھارے باپ سے بہتر تھا، وہ زید بن حارثہ تھا جو آنحضرتؐ کا غلام بھی تھا اور صحابی بھی۔ وہ جنگِ موتہ میں اللہؐ کی اطاعت اور اللہؐ کے رسولؐ کی فرمانبرداری کرتے ہوئے شہید ہوا، اور میں تیرے باپ پر، بلکہ اُن پر بھی جو تیرے باپ سے بہتر تھے یعنی ابوبکر اور عمر اور ابوعبیدہ پر، نیز مہاجرین وانصار کے سارے گروہوں پر امیر تھا۔ پھر اے عمرو بن عثمان! تم میرے مقابلے میں کس بات پر فخر کرتے ہو۔؟

عمرو بن عثمان نے لوگوں سے کہا، دیکھو! یہ غلام مجھے کس طرح جواب دے رہا ہے

یہ سُن کر مروان بن حکم لعؔ اُٹھا اور عمرو بن عثمان کے پہلو میں جا بیٹھا۔

یہ دیکھ کر امام حسنؑ اُٹھے اور اسامہ کے پہلو میں جا کر بیٹھ گئے۔ پھر اُدھر سعید بن عاص اُٹھا اور عمرو بن عثمان کے پہلو میں جا بیٹھا۔ یہ دیکھ کر عبداللہ بن جعفرؒ اُٹھے اور اُسامہ کے پہلو میں جا کر بیٹھ گئے۔ جب معاویہ نے یہ دیکھا کہ بنی ہاشم اور بنی اُمیّہ دونوں فریق

مدِ مقابل ہو گئے ہیں تو خوفزدہ ہوا کہ کہیں کوئی بڑی مصیبت نہ آجائے فوراً بولا کہ: مجھے اِس باغ کے متعلق ذاتی علم ہے۔

لوگوں نے کہا: بتاؤ تمھیں اس کے بارے میں کیا علم ہے اور ہم اس فیصلے پر راضی ہیں

معاویہ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ باغ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اُسامہ بن زید کو عطا فرما دیا تھا۔ لہٰذا اے اُسامہ! اُٹھو اور اس باغ کو اپنے قبضے میں لے لو اللہ تمھیں مبارک کرے۔

یہ سُن کر اُسامہ اور بنی ہاشم اُٹھے اور اُنھوں نے معاویہ سے کہا: اللہ تمھیں جزائے خیر سے نوازے۔

جب وہ لوگ چلے گئے تو عمرو بن عثمان نے کہا: ہم لوگ تو تمھیں اس فیصلے پر جزائے خیر کی دعا نہ دیں گے۔ تم نے تو عزیزداری کا پاس بھی نہ کیا اور جھٹلایا، ہماری حجتیں ختم کر دیں اور ہمارے دشمنوں کو شماتت وطعنہ زنی کا موقع دیا۔

معاویہ نے کہا: وائے ہو تجھ پر اے عمرو بن عثمان! جب میں نے بنی ہاشم کے ان جوانوں کو دیکھا کہ وہ میدان میں اُتر آئے تو مجھے محسوس ہوا کہ اُن کی آنکھیں جنگِ صفّین کی طرح مجھے گھور رہی ہیں۔ یہ دیکھ کر میری عقل خبط ہو گئی اور اے ابنِ عثمان! میں نے سمجھا کہ اب میری خیر نہیں ہے۔ اِن لوگوں نے تیرے باپ کا جو حشر کیا وہ مجھے معلوم ہے اور اب میری بھی جان لینے کے درپے تھے، بڑی مشکل سے میں نے جان بچانے کے لیے یہ ترکیب استعمال کی اور اپنی جان بچائی۔ اب تم واپس جاؤ میں انشاء اللہ تم کو اس باغ سے بہتر کوئی اور چیز دیدوں گا۔

(امالی شیخ مفید علیہ الرّحمہ)

—— • ابنِ ابی الحدید معتزلی کا بیان ہے کہ ابو جعفر محمّد بن حبیب نے امالی میں ابنِ عبّاس سے روایت کی ہے کہ عام الجماعت کے بعد ایک مرتبہ امام حسن علیہ السّلام، معاویہ کے پاس گئے، وہ لوگوں کے مجمع میں تنگ جگہ پر بیٹھا ہوا تھا اس لیے آپؑ اس کے پاؤں کے پاس بیٹھ گئے۔ معاویہ نے اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے کے بعد کہا: عائشہ پر مجھے بڑا تعجب ہے کہ وہ سمجھتی تھیں کہ مَیں اِس خلافت کا اہل نہیں ہوں اور جس مقام پر مَیں ہوں اُس کا مجھے حق نہیں تھا، مگر اللہ اُن کی مغفرت کرے بھلا اس سے ان کو کیا سروکار تھا۔ اس معاملے میں تو میرا جھگڑا ان کے باپ سے تھا جو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں) مگر اللہ نے مجھے ان سے چھٹکارا دلا دیا۔

امام حسن علیہ السّلام نے فرمایا: اور ایک اس سے بھی زیادہ تعجب خیز بات ہے

اے معاویہ!

اُس نے کہا: بخدا بتاؤ وہ کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: میں بتاؤں کہ اِس سے بھی زیادہ تعجب خیز بات کیا ہے؟

اُس نے کہا: ہاں ہاں بتاؤ وہ کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: کہ اس سے بھی تعجب خیز بات یہ ہے کہ تُو، صدرِ مجلس میں بیٹھا ہوا ہے اور مَیں تیرے پاؤں کے پاس بیٹھا ہوا ہوں۔

یہ سُن کر معاویہ زور سے ہنسا اور بولا: یا ابنِ اخی! مجھے خبر ملی ہے کہ تم پر قرض ہوگیا ہے

آپؑ نے فرمایا: ہاں قرض تو ہے۔

پوچھا، کتنا قرض ہے؟

فرمایا: ایک لاکھ۔

معاویہ نے کہا: اچھا، مَیں نے تمھیں تین لاکھ دینے کا حکم دیا۔ ایک لاکھ سے اپنا قرض ادا کردینا، ایک لاکھ اپنے اہل بیت میں تقسیم کردینا اور ایک لاکھ خود اپنے مصرف میں لینا اب جاؤ اور یہ رقم وصول کرلو۔

جب امام حسن علیہ السلام وہاں سے نکل کر آگئے تو یزیدؔ بن معاویہ نے اپنے باپ معاویہ سے کہا: خدا کی قسم جیسا آپ نے ان کا استقبال کیا ویسا استقبال کسی کا کرتے ہوئے تو مَیں نے آپ کو نہیں دیکھا۔ پھر آپ نے ان کو تین لاکھ کا حکم بھی دے دیا۔

معاویہ نے کہا: اے فرزند! دراصل یہ سارا حق تو انہی لوگوں کا ہے۔ لہٰذا، ان میں سے جو آئے اُس کی خاطر کرو۔ (شرح نہج البلاغہ ابنِ ابی الحدید معتزلی)

(نوٹ)

اور اسی کے ذیل میں سبطِ ابنِ جوزی نے "تذکرۃ الخواص" میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ:

محمدؔ بن اسحاق کا بیان ہے کہ جس زمانے میں مروان بن الحکم لعنہ والئ مدینہ تھا اس نے اپنا ایک پیغام رساں امام حسن علیہ السلام کے پاس بھیجا اور اُس سے کہا کہ جا کر امام حسنؑ سے کہہ دو کہ تمھارے باپ نے مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ ڈالا اور امیر المومنین کو قتل کیا (یعنی عثمان کو قتل کیا) علماء اور زہّاد یعنی خوارج کو نیست و نابود کیا اور تم اپنے پر نہیں دوسرے پر فخر کرتے ہو۔ تمھاری مثال یہ ہے کہ خچر سے پوچھا گیا کہ تیرا باپ کون ہے؟ تو اُس نے کہا: میرا بھائی گھوڑا ہے۔

پیغام رساں یہ پیغام لیکر امام حسن علیہ السلام کے پاس پہنچا اور بولا:

اے ابو محمدؑ! میں آپؑ کے پاس ایک ایسے شخص کا پیغام لایا ہوں جس کے اقتدار اور جس کی تلوار سے خوف آتا ہے، اگر وہ پیغام آپؑ سُننا پسند نہ کریں تو میں نہ بیان کروں اور اپنی جان آپؑ پر نچھاور کر دوں؟

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: نہیں (تُو نہ گھبرا) اللہ میرا مددگار ہے۔ بتا کیا پیغام ہے قاصد نے پیغام پہنچایا، تو آپؑ نے کہا کہ: مروانؔ سے جاکر کہہ دو کہ اگر تُو سچا ہے تو اللہ تجھے اس کی جزائے خیر دے گا، اور اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تجھ سے اس کا انتقام لے گا۔

پیغامبر یہ جواب لیکر واپس چلا تو امام حسین علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی۔

آپؑ نے پوچھا کہاں سے آرہے ہو؟

اُس نے کہا: آپؑ کے بھائی امام حسنؑ کے پاس سے۔

آپؑ نے پوچھا کیا کام تھا؟

اُس نے کہا مروانؔ کا ایک پیغام لیکر آیا تھا۔

آپؑ نے پوچھا، وہ پیغام کیا تھا۔؟

اُس نے کہا، میں آپؑ کو نہیں بتاؤں گا۔

آپؑ نے فرمایا: تجھے بتانا پڑے گا۔ ورنہ میں تیری جان لے لوں گا۔

یہ آواز سن کر امام حسن علیہ السلام باہر نکل آئے اور کہا، بھائی! اسے چھوڑ دو۔

امام حسین علیہ السلام نے کہا: واللہ، میں اسے نہ چھوڑوں گا، جبتک وہ پیغام نہ سُن لوں پیغامبر نے مجبوراً وہ پیغام سُنایا۔

امام حسین علیہ السلام نے کہا: جاکر مروانؔ سے کہہ دینا کہ حسینؑ ابنِ فاطمہؑ نے کہا ہے کہ اے اُس زرقاء کے فرزند! جو ذی مجاذ کے بازار میں اپنی طرف مردوں کو دعوت دیا کرتی تھی اور عکاظ کے بازار میں اپنے طوائف ہونے کی نشانی کے لیے جھنڈی نصب کیے ہوئے تھی اے اُس کے فرزند! جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے شہر بدر کر دیا تھا اور اُس پر لعنت کی تھی میں خوب جانتا ہوں کہ تُو کون ہے، تیری ماں کون تھی اور تیرا باپ کون تھا

الغرض وہ پیغامبر امام حسنؑ اور امام حسینؑ کا یہ جواب لیکر مروانؔ کے پاس آیا اور ان دونوں کا جواب سُنایا تو مروانؔ نے کہا: ابھی واپس جاؤ اور حسنؑ سے کہنا کہ: "میں گواہی دیتا ہوں کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے فرزند ہو اور حسینؑ سے کہنا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کے فرزند ہو۔" (اصمعی کا بیان ہے کہ مروانؔ کی ماں کا نام اُمیہ تھا اُمِ حبتل زرقا سے مشہور تھی ایامِ جاہلیت میں طوائف تھی اس کے گھر پر جھنڈی نصب تھی مروانؔ کے باپ کا پتہ نہ تھا مگر حکم کی طرف منسوب ہوگیا تھا

بحار الانوار

باب ۱۱

اصحابِ امام حسن علیہ السلام

اور آپ کے معاصرین کے حالات

ANSAR

① ـــ آپؑ کا ایک پُرمزاح دوست

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ابنِ امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے:
آپؑ نے فرمایا: حضرت امام حسن علیہ السلام کا ایک دوست قدرے پُرمزاح اور آپؑ سے کچھ کھُلا ڈھُلا بھی تھا جس کو چند دنوں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہونے میں تاخیر ہوئی۔ ایک دن جب وہ آیا تو آپؑ نے اُس کی خیریت دریافت کی اور پوچھا: کہو کس حال میں بسر ہوئی؟

اُس نے عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! میری مرضی، اللہ کی مرضی اور شیطانِ لعین کی مرضی کے خلاف بسر ہوئی۔

یہ سُن کر آپؑ مسکرائے اور فرمایا: یہ کیسے؟

اُس نے عرض کیا: اس طرح کہ اللہ کی مرضی یہ ہے کہ میں اُس کی اطاعت کروں، اُس کی نافرمانی نہ کروں، مگر ایسا نہ ہو سکا۔ شیطانؑ کی مرضی یہ ہے کہ میں اللہؐ کی نافرمانی کروں، اللہؐ کی اطاعت نہ کروں، مگر یہ بھی نہیں کیا۔ میری مرضی یہ ہے کہ مجھے کبھی موت نہ آئے، مگر یہ بھی نہیں ہو سکتا۔

یہ سن کر مجلس سے ایک شخص اُٹھا اور اُس نے عرض کی: فرزندِ رسولؐ! کیا وجہ ہے کہ ہم لوگ موت سے کراہت کرتے ہیں اُسے پسند نہیں کرتے؟

آپؑ نے فرمایا: اس لیے کہ تم لوگوں نے اپنی آخرت کو ویران اور اپنی دنیا کو آباد کر رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تم لوگوں کو آبادی چھوڑ کر ویرانے میں جانا پسند نہیں آتا۔

(معانی الاخبار شیخ صدوقؒ باب نوادر نمبر ۲۹ ص ۳۸۹)

② ـــ آپؑ کے اصحاب

اصحابِ امام حسن علیہ السلام میں سے چند کے نام یہ ہیں:

(۱) عبداللہؐ ابنِ جعفرؑ طیارؑ، (۲) مسلم بن عقیلؑ (۳) عبداللہ ابنِ عباسؓ۔

(۴) حبابہ بنتِ جعفر الوالبیہ، (۵) حذیفہ بن اسید۔ (۶) جارود بن ابی بشر۔ (۷) جارود بن منذر۔ (۸) قیس بن اشعث بن سوّاد۔ (۹) سفیان ابنِ ابی لیلیٰ ہمدانی۔ (۱۰) عمرو بن قیس مشرفی۔ (۱۱) ابو صالح کیسان بن کلیب۔ (۱۲) ابو مخنف لوط بن یحییٰ ازدی (۱۳) مسلم بطین۔ (۱۴) ابو رزین مسعود بن ابی وائل۔ (۱۵) ہلال بن یساف (۱۶) ابو اسحاق بن کلیب سبیعی۔

نیز ان کے علاوہ آپؑ کے وہ اصحاب جو آپؑ کے پدرِ بزرگوار کے خواص میں شامل تھے، مندرجہ ذیل ہیں:

حُجر، رشید، رفاعہ، کمیل، مسیّب، قیس، ابنِ واثلہ، ابنِ حمق، ابنِ ارقم ابنِ صرد، ابنِ عقلہ، جابر، دولی، حبّہ، عبایہ، جعید، سلیم، حبیب، اخنف اصبغ، اعور اور ان کے علاوہ بے شمار اصحاب تھے۔

(مناقب جلد ۴ صفحہ ۴۰)

۳ ۔ بچّے کی ولادت کی تہنیّت:

ابو برزہ اسلمی سے روایت ہے۔ ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ امام حسنؑ کے یہاں کسی صاحبزادے کی ولادت ہوئی تو مبارک باد کے لیے قریش کے لوگ آئے اور بولے:

لیجیے، آپؑ کو یہ شہسوار مبارک ہو۔

آپؑ نے فرمایا: یہ کیا کہا؟ بلکہ یہ کہو کہ تم اُس عطا کرنے والے (واہب العطایا) کا شکر ادا کرو۔ اللہ تمھیں یہ عطیہ مبارک کرے، اللہ اس کو جوان کرے اور تمھیں اس کی نیکی کی روزی دے۔

(کافی جلد ۶ صفحہ ۱۷ باب تہنیّت کتاب عقیقہ)

۴ ۔ بیٹے کی ولادت پر تہنیّت کا طریقہ:

حضرت ابو عبد اللہ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ: ایک شخص کے یہاں بیٹا پیدا ہوا تو کسی نے اُس کو تہنیّت دی کہ لو، یہ شہسوار تم کو مبارک ہو۔

امام حسن علیہ السّلام نے فرمایا: تجھے کیا معلوم کہ شہسوار ہوگا یا پاپیادہ چلے گا۔

اُس نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان، پھر کیا کہوں؟

آپؑ نے فرمایا: اس طرح کہو کہ "اُس واہب العطایا کا شکر ادا کرو" اللہ تمھیں یہ

عطیہ مبارک کرے، اس کو جوان کرے۔ اور تمھیں اس کی نیکی کی روزی دے۔

(کافی جلد ۶ ص۱۷ باب تہنیت کتاب عقیقہ)

۵ غسل کی مبارک باد دینے کا طریقہ

ابو مریم انصاری سے روایت ہے، ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسن علیہ السلام حمام سے غسل کر کے نکلے تو ایک آدمی نے آپؑ سے کہا: آپؑ کا استحمام اچھا ہو۔

آپؑ نے فرمایا: اے بد عقل! تو یہاں بیٹھا ہوا یہ کیا کہہ رہا ہے (میں غسل سے تو فارغ ہو چکا ہوں)۔

اُس نے کہا: خیر آپؑ کا حمیم اچھا ہو۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تجھے نہیں معلوم کہ حمیم پسینے کو کہتے ہیں۔

اُس نے کہا: خیر، آپؑ کا حمام اچھا ہو۔

آپؑ نے فرمایا: اگر میرا حمام اچھا ہوا تو پھر یہ میرے لیے کیا دعا ہے یہ دعا تو حمام کے لیے ہوئی۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اس طرح کہو " آپؑ کا نفیس حصہ پاک ہو گیا، اور آپؑ کا پاک و پاکیزہ حصہ نفیس ہو گیا۔"

(کافی جلد ۶ ص۵۰۰ باب حمام)

۶ آپؑ کے حاجب و دربان

مندرجہ ذیل افراد امام حسن علیہ السلام اور آپؑ کے پدر بزرگوار کے اصحاب بھی تھے اور حاجب و دربان بھی:

قیس بن ورقا المعروف بہ سفینہ، رشید ہجری۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ: میثم تمار بھی آپؑ کے حاجب و دربان تھے۔ (مناقب)

۷ آپؑ کے اصحاب

اصحابِ امام حسن علیہ السلام میں سفیان بن ابی لیلی ہمدانی و حذیفہ بن اُسید غفاری

اور ابو رزین اسدی کا شمار بھی ہے۔ (کتاب الاختصاص ص ۷)

(۸) امام حسن علیہ السلام کے حواری

علی بن اسباط نے اپنے باپ سے اور انھوں نے حضرت ابو الحسن امام موسیٰ الرضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ:

آپؑ نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی ندا دے گا کہ:

"حسنؑ بن علیؑ و ابنِ فاطمہؑ بنتِ محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے حواری کہاں ہیں"۔؟

یہ آواز سن کر سفیان بن ابی لیلی ہمدانی و حذیفہ بن اسید غفاری اپنی جگہ سے کھڑے ہوں گے۔ پھر ندا دی جائے گی کہ حسینؑ بن علیؑ کے حواری کہاں ہیں؟

یہ آواز سن کر وہ تمام لوگ اُٹھیں گے جنھوں نے آپؑ کا ساتھ نہیں چھوڑا اور آپؑ کے ساتھ شہید ہوئے۔ (الاختصاص ص ۶۱)

(۹) ابنِ عباس اور مدحِ علیؑ

خراش سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ معاویہ نے ابنِ عباس سے پوچھا کہ تم علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کے متعلق کیا کہتے ہو؟

ابنِ عباس نے جواب دیا: خدا کی قسم، ابو الحسن علیؑ ہدایت کے پرچم، تقوےٰ کی پناہ گاہ، حجتوں کے مرکز، بخشش و عطا کی بنیاد، عقل و دانش کے کوہِ بلند، ساری دُنیا کے لیے نشان، اندھیروں میں چراغ، حجتِ عظمےٰ کی طرف دعوت دینے والے، اللہ کی مضبوط رسّی سے متمسّک، شرف و بزرگی میں اعلیٰ، دین و تقوےٰ کے قائد اور ہر قمیص پہننے والے اور چادر اوڑھنے والے کے سردار، دخترِ رسولؐ کے شوہرِ نامدار، ہر نمازی و روزے دار سے افضل، ہر رونے اور ہنسنے والے سے زیادہ قابلِ فخر، دونوں قبلوں کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنے والے تھے۔

پس اب تُو ہی بتادے کہ کوئی مخلوقِ خدا میں اُن کے برابر ہے، یا آئندہ ہو سکتا ہے؟

خدا کی قسم، وہ میدانِ جنگ میں شیر کے مانند تھے اور تمام غزوات میں علمبردارِ لشکر تھے اُن کے دشمنوں

پر اللہ کی، اس کے ملائکہ کی اور تمام انسانوں کی قیامت تک لعنت ہو۔

(کتاب الروضہ۔ تاویل الآیات الظاہرہ)

(۱۰) ابنِ عبّاس کی معاویہ اور عمرو بن عاص سے سخت کلامی

عبدالملک بن مروان کا بیان ہے کہ ایک دن معاویہ کے پاس ہم لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے، قریش کی ایک جماعت اور بنی ہاشم کے چند افراد بھی تھے۔

معاویہ بولا: اے بنی ہاشم! تم لوگ ہم لوگوں کے مقابلے میں کس بات پر فخر کرتے ہو؟ کیا ہمارے اور تمھارے ماں باپ ایک نہیں، کیا ہمارا اور تمھارا گھر اور جائے پیدائش ایک نہیں ہے؟

ابنِ عبّاس نے جواب دیا: ہم لوگ تمھارے مقابلے میں اُسی چیز پر فخر کرتے ہیں جس پر تم لوگوں نے سارے قریش کے مقابلے میں فخر کیا ہے۔ اور قریش نے جس پر انصار کے مقابلے میں فخر کیا، اور انصار نے جس پر سارے عرب کے مقابلے میں فخر کیا اور عرب نے جس پر سارے عجم کے مقابلے میں فخر کیا اور وہ قابلِ فخر ذات رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ہے جس سے نہ تم انکار کر سکتے ہو اور جس سے نہ تم فرار کی کوئی راہ تلاش کر سکتے ہو۔

معاویہ نے کہا: اے ابنِ عباس! اللہ نے تمھاری زبان میں اتنی طاقت دیدی ہے کہ چاہو تو اپنے باطل کو بھی حق پر غالب کر دکھاؤ۔

ابنِ عبّاس نے کہا: چھوڑو ان باتوں کو، باطل میں اتنی طاقت نہیں جو حق پر غالب آجائے۔ اپنے دل سے حسد کو نکال دو، حسد بہت ہی بُری چیز ہے۔

معاویہ نے کہا: تم سچ کہتے ہو۔ میں صرف تمھاری چار باتوں کی وجہ سے تم سے محبّت کرتا ہوں، مگر تمھاری دیگر چار باتوں کو جسے میں نے معاف کردیا (مجھے پسند نہیں تھیں) وہ چار باتیں جن کی وجہ سے میں تم سے محبّت کرتا ہوں ان میں سے:

(۱) پہلی بات تو یہ کہ تم رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قرابتدار ہو۔

(۲) دوسری بات یہ کہ تم میرے خاندان کے ایک فرد ہو، میرے ہی گھرانے کے ہو اور عبدالمطّلب کی اولاد ہو۔

(۳) تیسری بات یہ کہ میرے والد تمھارے والد کے دوست تھے۔

(۴) چوتھی بات یہ کہ تم قریشی، زبانِ قریش کے دانشمند اور قریش کے فقیہ ہو۔

لیکن وہ چار باتیں جن کو مَیں ناپسند کرتا ہوں مگر مَیں نے معاف کر دیا:

(۱) پہلی بات یہ کہ: تم صفّین اور دیگر محاذوں پر میرے دشمن رہے۔

(۲) دوسری بات یہ کہ: تم نے عثمان کی مدد نہ کی، بُرا کیا۔

(۳) تیسری بات یہ کہ: تم نے اُمّ المومنین عائشہ کے خلاف سعی و کوشش کی۔

(۴) چوتھی بات یہ کہ: زیاد کو مجھ سے جُدا کرنے میں جو تم نے کام کیا، وہ سب تم کو خود معلوم ہے مگر مَیں نے اِن باتوں کی آنکھ و ناک کو توڑا، سب ختم کیا اور قرآن کی اِس آیت سے تمھارے عذر کا استخراج کیا کہ:

"خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَّ اٰخَرَ سَیِّئًا" (سورۂ توبہ آیت ۱۰۲)

ترجمۂ آیت: (ان لوگوں نے نیک و بد اعمال کو خلط ملط کر لیا ہے۔)

بہر حال یہ سمجھو کہ مَیں نے تمھارے پہلے چار اُمور کو قبول کیا آخری چار امور کو معاف کر دیا۔

یہ کہہ کر معاویہ خاموش ہوا تو ابنِ عبّاس بولے:

معاویہ سُنو! اگر قرابتِ رسول اللہؐ کی وجہ سے تم مجھ سے محبّت کرتے ہو، تو یہ محبّت تم پر اور ہر مسلمان جو اللہؐ اور اُس کے رسولؐ پر ایمان رکھتا ہے، پر واجب و لازم ہے اِس لیے کہ یہ اجرِ رسالت ہے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے جو روشنی اور واضح دلائل تم لوگوں تک پہنچائے، اس کے اجر کا تم لوگوں سے مطالبہ کیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے۔

"قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى"

(سورۂ شوریٰ آیت ۲۳)

ترجمۂ آیت: (اے رسولؐ! اپنی اُمّت سے) کہدو کہ جو کارِ رسالت مَیں نے انجام دیا ہے اس پر مَیں تم لوگوں سے کوئی اور اجر نہیں مانگتا، صرف اتنا کہ میرے اقربا سے محبّت کرنا) (یعنی دشمنی نہ رکھنا)۔

پس، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنی رسالت کا جو اجر طلب کیا اگر وہ کسی نے نہ دیا تو وہ نامراد و ناکامیاب اوندھے منھ جہنّم میں جائے گا۔

دوسری بات جو تو نے کہی کہ مَیں تمھارے خاندان کا ایک فرد ہوں، تمھارے کُنبے اور گھرانے سے ہوں تو یہ صحیح ہے۔ لیکن اس سے تو یہ چاہتا ہے کہ حقِّ قرابت وصول کرے تو بخدا وہ تو وصول کر چکا۔ اور (یومِ فتحِ مکّہ) یہ کہہ کر حقِّ قرابت ادا کر دیا گیا کہ:

"لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ"، "لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكَ فِيهِ الْيَوْم"

(یعنی) "جاؤ آج ہم نے تم سب کو معاف کیا" " آج اس میں تجھ پر کوئی گناہ نہیں ہے"

(۳) تیسری بات جو تم نے کہی کہ میرے والد اور تمھارے والد میں دوستی تھی۔ تو سچ ہے ایسا ہی تھا۔ اور بقولِ شاعر

سأحفظ من أخي أبي في حياته — مَیں اپنے والد کے بھائی سے لحاظ کروں گا
وَأحفظهُ من بعده في الأقارب — اس کی حیات ہی میں نہیں بلکہ اس کے مرنے کے بعد اس کے اعزا و اقارب کا بھی لحاظ رکھوں گا۔

ولستُ لمن لا يحفظ العهد وامقًا — اور مَیں ایسا نہیں ہوں کہ اس کا لحاظ نہ
ولا هو عند النائبات بصاحبي — کروں خواہ وہ مصائب کے وقت میرا ساتھ نہ دے۔

(۴) چوتھی بات جو تم نے کہی کہ مَیں لسانِ قریش و زعیمِ قریش و فقیہِ قریش ہوں، تو ان میں سے جو کچھ مجھے ملا وہ تمھیں بھی ملا، مگر تم اپنے سارے شرف و کرم کو بھول گئے اور بس مجھ پر اپنی فضیلت جتانے لگے: حالانکہ بقولِ شاعر:

وكلّ كريمٍ للكرام مفضّلٌ — ہر مکرّم دوسرے مکرّم لوگوں کو اپنے
يراه له أهلاً وان كان فاضلاً — اوپر فضیلت دیتا ہے اور انھیں اس کا اہل سمجھتا ہے خواہ وہ ان لوگوں سے زیادہ مکرّم کیوں نہ ہو۔

پھر تمھارا یہ کہنا کہ صفّین میں، مَیں تمھارا دشمن تھا تو خدا کی قسم اگر مَیں ایسا نہ کرتا تو دُنیا میں سب سے بڑا جاہل سمجھا جاتا۔ اور اے معاویہ! تو بتا، کیا تیرا دل یہ کہتا تھا کہ مَیں اپنے ابنِ عم امیر المومنینؑ و سیّد المسلمین کا ساتھ چھوڑ دوں گا جبکہ سارے مہاجرین و انصار اور منتخب نیکو کاروں کا مجمع اُن کے ساتھ تھا۔ کیوں اے معاویہ! سچ بتا، کیا تجھے میرے دین میں کوئی شک ہے یا مَیں کردار کا پختہ نہیں ہوں، یا مَیں جان چرانے والا ہوں۔

تم نے یہ بھی کہا ہے کہ مَیں نے عثمان کی مدد نہیں کی، تو آخر اُن لوگوں نے بھی تو مدد نہیں کی جو مجھ سے زیادہ اُن کے قریبی رشتے دار تھے۔ میرے سامنے تو اُن کے قریبی اور دُور کے دونوں طرح کے رشتے داروں کے عمل کا نمونہ تھا۔ اور پھر مَیں نے اُن پر کوئی زیادتی نہیں کی بلکہ اُن کو بچانے کی کوشش کی، جس طرح اور بامروّت لوگوں نے کی تھی۔

نیز تمھارا یہ کہنا کہ مَیں نے حضرت عائشہ کے خلاف سعی و کوشش کی۔ تو سُنو!

اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا تھا کہ "وہ اپنے گھر میں رہیں اور خود کو پردے میں رکھیں"۔ جب انھوں نے شرم وحیا کی چادر ہی اُتار دی اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کی تو مجھ سے بھی جو ہوسکا وہ کیا۔

تم نے یہ بھی کہا ہے کہ مَیں نے زیادؔ کو شریکِ نسب کرنے سے انکار کیا۔ تو یہ صرف مَیں نے ہی انکار نہیں کیا، بلکہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے بھی اس سے انکار کیا: چنانچہ آپؐ نے فرمایا:

"الولد للفراش و للعاھر الحجر"

یعنی (بیٹا شوہر کا ہوگا اور زانی کے لیے پتھر ہے)

اور اس کے علاوہ تمام اُمور میں تمھاری خوشی ہمیں محبوب ہے۔

عمرو بن العاص نے کہا: اے امیر المومنین! خدا کی قسم یہ ایک لمحے کے لیے بھی آپ کو پسند نہیں کرتا، صرف اِن کو زبان کی تیزی ملی ہے جس کو وہ جیسے اور جب چاہیں الٹ پلٹ کر دیں۔

ابنِ عبّاس نے کہا، دیکھو! یہ عمرو بن العاص ہم لوگوں کی ہڈّی اور گوشت کے درمیان اور لاٹھی (عصا) اور اس کے پوست کے مابین داخل ہونے کی کوشش کر رہا ہے۔ سنتے ہو، اس نے کیا کہا؟

مگر اے عمرو بن العاص! تجھے معلوم ہے کہ مَیں تجھ سے اللہ کی خوشنودی کے لیے بغض رکھتا ہوں اس لیے تجھ سے معذرت خواہی کیسی۔ کیونکہ تُو نے ہی کھڑے ہو کر تقریر کرتے ہوئے یہ اعلان کیا تھا کہ مَیں شانی محمدؐ (محمدؐ کا دشمن) ہوں اور تیرے اسی اعلان پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

"اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ" (سورۂ الکوثر آیت ۳)

ترجمۂ آیت: (اے محمدؐ!) بیشک تمھارا دشمن ہی ابتر و منقطع النّسل ہوگا)

لہٰذا (اے عمرو بن العاص!) تُو دین و دنیا دونوں میں ابتر ہے کیونکہ تُو شانیٔ محمدؐ ہے جاہلیت میں بھی تھا اور اسلام میں آنے کے بعد بھی۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ
يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ" (سورۂ مجادلہ آیت ۲۲)

(ترجمۂ آیت)
(تم کسی قوم کو نہ پاؤ گے جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان بھی رکھے اور اللہ اور اُس کے رسولؐ کے دشمنوں سے دوستی بھی رکھے۔)

اور تُو اللہؐ اور اُس کے رسولؐ کا دشمن پہلے بھی تھا اور اب بھی ہے۔ تُو نے رسول اللہؐ کے خلاف بڑی جدّوجہد کی اُن سے جنگ کے لیے سواروں اور پیدلوں کی فوج کو میدان میں لے آیا مگر جب اللہ کی فوج تجھ پر غالب آئی تو تیرا کید و مکر سب رکھا رہ گیا۔ تیری طاقت کمزور پڑ گئی اور تیرے دعوے جھوٹے ثابت ہوئے تو پھر تُو تھک کر بیٹھ گیا۔

اس کے بعد تُو نے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے بعد، اُن کے اہلِ بیتؑ کے خلاف پھر زور لگایا، پھر جدّوجہد شروع کی اور یہ اس لیے نہیں کی کہ تجھے معاویہ اور آلِ معاویہ سے بہت محبّت ہے، بلکہ اس لیے کہ تجھے اللہؐ اور اس کے رسولؐ سے دشمنی ہے۔ تیرے دل میں آلِ عبدِ مناف سے ازلی بغض وحسد ہے۔

عمرو بن العاص نے کچھ کہنا چاہا، مگر معاویہ نے روک دیا اور کہا: لیکن اے عمرو بن العاص! خدا کی قسم تم ان لوگوں میں نہیں ہو۔ اب تم اگر کچھ کہنا چاہتے ہو تو کہو، نہ کہنا چاہو تو نہ کہو۔

عمرو بن العاص نے خاموشی اختیار کی۔

ابنِ عبّاس بولے، اے معاویہ! تم اسے کیوں روکتے ہو؟ بولنے دو۔ خدا کی قسم میں اس کو ایسے گرم لوہے سے داغوں گا کہ اس کا داغ ودھبّہ تا قیامت نہ چھوٹے گا۔ غلام اور کنیزیں بھی کہانی بنالیں گے اور لوگوں کے مجمع میں اس کے تذکرے ہوں گے۔

پھر ابنِ عبّاس، عمرو بن العاص کی طرف متوجّہ ہوئے اور کہا: اے عمرو بن العاص شروع کرو، کیا کہنا چاہتے ہو۔

یہ سُن کر معاویہ نے فوراً اپنا ہاتھ ابنِ عبّاس کے منہ پر رکھ دیا اور کہا:

اے ابنِ عبّاس! میں تمھیں قسم دیتا ہوں کہ خاموش رہو۔

(اس کو خوف تھا کہ کہیں یہ باتیں اہلِ شام نہ سُن لیں)

پھر ابنِ عبّاس نے عمرو بن العاص سے کہا: او ذلیل غلام! تُو انتہائی قابلِ مذمّت ہے۔

اس کے بعد سب لوگ متفرّق ہوگئے۔ (خصال)

(۱۱) ابنِ عبّاس اور معاویہ کے مابین خلافت پر بحث

مجالسِ مفیدؒ میں مرقوم ہے کہ عبد ابنِ مصعب نے اپنے والد سے روایت کی ہے

اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ عبداللہ ابنِ عباس معاویہ بن ابوسفیانؓ کے دربار میں پہنچے تو معاویہ اُن کی طرف متوجہ ہوا اور بولا:

اے ابنِ عباس! جس طرح تم لوگوں نے نبوّت کو اپنے خاندان میں مخصوص کر لیا اسی طرح چاہتے ہو کہ امامت کو بھی اپنے ہی لیے محفوظ کر لو۔ خدا کی قسم نبوّت و امامت دونوں تا ابد ایک ہی گھر میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ پھر خلافت کے متعلق تم لوگوں کی دلیل بھی لوگوں پر مشتبہ ہے۔ تم لوگ یہی تو کہتے ہو کہ ہم اہلِ بیتِ نبیؐ ہیں لہٰذا نبوّت کی خلافت کا ہمارے علاوہ دوسروں کو کیا حق ہے یہ امر عدل کے خلاف ہے۔ مگر تم لوگوں کا یہ خیال غلط ہے۔ خلافت قبیلۂ قریش میں اُلٹ پھیر کر کے رائے عامّہ یا خاص لوگوں کے مشورے سے چلتی رہے گی۔ ہم نے تو ابتک لوگوں کو یہ آواز بلند کرتے نہیں دیکھا کہ کاش بنی ہاشم ہمارے والی ہوتے تو یہ ہمارے لیے دین و دُنیا (دونوں) کی بھلائی ہوتی۔ اور اگر کل تم لوگوں نے اُسے خود چھوڑ دیا تھا جیسا کہ تم لوگوں کا کہنا ہے تو پھر آج اس کے لیے تم لوگوں نے ہم سے کیوں جنگ کی۔ خدا کی قسم اے بنی ہاشم! اگر تم مالک (حاکم) بن جاتے تو تم لوگوں کی وجہ سے لوگ اتنے ہلاک ہوتے کہ جتنے قومِ عاد آندھی سے اور قومِ ثمود برق و باراں سے بھی ہلاک نہیں ہوئی تھی۔

ابنِ عباسؓ نے جواب دیا: اے معاویہ! تیرا یہ کہنا کہ ہم لوگ استحقاقِ خلافت کے لیے نبوّت سے دلیل لاتے ہیں تو یہ سچ ہے اگر لوگ خلافت کا استحقاق نبوّت کی وجہ سے پیدا نہیں ہوا تو پھر کس چیز سے پیدا ہوا ہے؟

پھر تیرا یہ کہنا کہ خلافت و نبوّت ایک گھر میں جمع نہیں ہو سکتیں، تو پھر اللہ تعالےٰ کا یہ قول کہاں رہ جائے گا کہ:

"اَمۡ یَحۡسُدُوۡنَ النَّاسَ عَلٰی مَاۤ اٰتٰہُمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ ۚ فَقَدۡ اٰتَیۡنَاۤ اٰلَ اِبۡرٰہِیۡمَ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَۃَ وَ اٰتَیۡنٰہُمۡ مُّلۡکًا عَظِیۡمًا ۔" (سورۃ النساء آیت ۵۴)

ترجمۂ آیت: (کیا وہ لوگوں سے اس (نعمت) پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے انھیں اپنے فضل سے عطا کی ہے۔ بیشک اللہ نے آلِ ابراہیم کو کتاب اور حکمت دی اور اُن کو بہت بڑی سلطنت عطا کی۔)

اس آیت میں کتاب سے مراد نبوّت اور حکمت سے مراد، سنّت اور ملک سے مراد، خلافت ہے اور ہم آلِ ابراہیم ہیں اور یہ قرآنی فیصلہ ہم لوگوں میں تا قیامت جاری رہے گا

تیرا یہ دعویٰ کہ ہماری دلیلیں مشتبہ ہیں تو ایسا نہیں ہے بلکہ ہماری دلیلیں

آفتاب سے زیادہ روشن اور ماہتاب سے زیادہ نورانی ہیں۔ کتابِ خدا ہمارے ساتھ ہے سنّتِ رسولؐ ہمارے اندر ہے اور یہ بات تجھے خوب معلوم ہے مگر یہ تیری ساری دشمنی اس لیے ہے کہ ہم لوگوں نے تیرے بھائی، چچا، ماموں اور تیرے دادا کو قتل کیا ہے تو اُن کی ارواح پر گریہ تو نہ کر جو جہنّم میں جا چکی ہیں، وہ خون جو شرک و کفر کی وجہ سے بہایا گیا ہے تو اس کا مطالبہ نہ کر!

تُو نے جو یہ بات کہی کہ لوگوں نے ہم لوگوں کو خلافت کیلئے آگے نہیں کیا۔ تو سُن! جتنا ان لوگوں نے ہم لوگوں کو محروم رکھا اس سے زیادہ وہ لوگ خود ہم لوگوں سے محروم رہے۔ ہر اقدام کا جب نتیجہ سامنے آتا ہے تو حق خود ثابت ہو جاتا ہے اور باطل مٹ جاتا ہے۔

نیز تیرا اس حکومت پر فخر کرنا جو مٹ جانے والی ہے اور جو باطل ذرائع سے تجھ تک پہنچی ہے۔ سُن! حکومت تو فرعون کی بھی تجھ سے پہلے رہ چکی ہے مگر اللہ جؔ نے اس کو بھی ہلاک کر دیا اور یاد رکھو اے بنی امیہ کہ جتنے عرصے تک تم لوگ حکومت کرو گے اس کے دو گنے عرصے تک تو تمہارے بعد ہم حکومت کریں گے۔ اگر تم لوگوں نے ایک دن حکومت کی تو ہم لوگ دو دن حکومت کریں گے اگر تم لوگوں نے ایک مہینہ حکومت کی تو ہم لوگ دو مہینے حکومت کریں گے

پھر تمھارا یہ کہنا کہ اگر ہم لوگوں کی حکومت ہوتی تو وہ قومِ عاد پر آندھی اور قومِ ثمود پر برق و باد سے زیادہ لوگوں کے لیے ہلاکت خیز ہوتی، یہ کہہ کر تم اللہ جؔ کے قول کو جھٹلا رہے ہو۔ وہ فرماتا ہے:

"وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ" (سورۂ انبیاء، آیت ۱۰۷)

ترجمۂ آیت: (اے رسولؐ! اور ہم نے تم کو عالمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔)

ہم آنحضرتؐ کے بہت ہی قریبی اہلبیت ہیں۔ یہ تمھارا مسلمانوں کی گردن پر سوار ہونا کھُلم کھُلا عذاب ہے۔ اور تمھارا لڑکا حکومت کرے گا اور پھر تمہارے باپ کی کوئی اور اولاد جو اللہ جؔ کی مخلوق کے لیے سرخ آندھی سے بھی زیادہ ہلاکت خیز ہوگی۔

پھر اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے ذریعے اس کا انتقام لے گا اور انجام متّقیوں کے حق میں ہوگا۔

۱۲ — سعد بن ابی وقاص اور فضائلِ علیؑ

"امالی" شیخ مفید رحؒ میں عبد اللہ ابنِ عبّاس کے ساتھی عکرمہ سے روایت مرقوم ہے اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ جب معاویہ نے حج کیا، تو مدینے میں آیا۔ سعد بن ابی وقاص نے اُس سے ملاقات کی اجازت چاہی۔

معاویہ نے اپنے ہمنشینوں سے کہا: جب یہ آ کر بیٹھ جائے تو تم لوگ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کی

بُرائی شروع کر دینا۔

یہ کہہ کر اُنھیں بلانے کی اجازت دی۔ وہ آکر معاویہ کے ساتھ ہی تخت پر بیٹھ گئے اور ادھر لوگوں نے حضرت علی بن ابی طالبؑ پر سب وشتم شروع کر دیا تو سعد بن ابی وقاصؓ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

معاویہ نے پوچھا: کیوں روتے ہو؟ کیا اس پر رو رہے ہو کہ تمھارے بھائی عثمان بن عفان کے قاتل کو بُرا کہا جا رہا ہے؟

سعدؓ نے کہا: بخدا میں رونے پر مجبور ہوں۔ جب ہم مہاجرین مکّے سے نکلے تھے تو پہلے اسی مسجد میں آکر ٹھہرے تھے یعنی مسجدِ رسولؐ میں اور اسی میں دن رات سوتے بیٹھتے رہے۔ پھر کچھ دنوں بعد ہم لوگوں کو اس میں سے نکال دیا گیا اور علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کو چھوڑ دیا گیا۔ یہ بات ہم لوگوں پر بہت گراں گذری، مگر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے اس سلسلے میں کسی کو کچھ کہنے کی جرأت نہ تھی۔ اتنے میں اُمّ المومنین عائشہ آگئیں۔ ہم لوگوں نے اُن سے کہا: اے اُمّ المومنین! ہم لوگ بھی تو ویسے ہی صحابی ہیں جیسے علیؑ صحابی ہیں، ہم لوگ بھی تو ویسے ہی مہاجر ہیں جیسے علیؑ مہاجر ہیں، لیکن ہم لوگوں کو تو مسجد سے نکال دیا گیا اور علیؑ کو چھوڑ دیا گیا۔ نہیں معلوم کہ ہم لوگوں سے اللہؐ ناراض ہو گیا ہے یا رسول اللہؐ ناراض ہو گئے ہیں۔ آپ آنحضرتؐ سے پوچھیں۔ ہم لوگوں کی تو کچھ پوچھنے کی جرأت نہیں ہوتی۔

حضرت عائشہ نے آنحضرتؐ سے اس کا ذکر کیا:

آنحضرتؐ نے فرمایا: اے عائشہ! خدا کی قسم، نہ میں نے ان لوگوں کو نکالا ہے اور نہ علیؑ کو چھوڑا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰؐ نے ان لوگوں کو نکالا ہے اور علیؑ کو چھوڑا ہے۔

اب دوسرا واقعہ سنو! غزوۂ خیبر میں ہم لوگوں میں سے شکست کھانے والوں نے شکست کھائی تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اعلان فرمایا:

"لَاُعْطِیَنَّ الرَّایَةَ الْیَوْمَ رَجُلاً یُحِبُّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یُحِبُّهُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ"

یعنی: (آج میں (اپنی فوج کا) عَلَم اس شخص کو دوں گا جو اللہؐ اور اُس کے رسولؐ سے محبّت کرتا ہو گا اور اللہؐ اور اس کا رسولؐ اُس سے محبّت کرتا ہو گا۔"

یہ فرما کر آنحضرتؐ نے علیؑ کو بُلوایا۔ وہ اُس وقت آشوبِ چشم میں مبتلا تھے جب علیؑ آئے تو آنحضرتؐ نے اپنا لعابِ دہن اُن کی آنکھوں میں لگا دیا۔ آنکھیں فوراً اچھی ہو گئیں تو اپنے

لشکر کا عَلَم اُن کو عطا فرمایا اور اللہ نے علیؑ کو فتح دی۔

تیسرا واقعہ سُنو! ہم لوگ غزوۂ تبوک کے لیے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ہمراہ چلے تو علیؑ ابنِ ابی طالبؑ رسول اللہؐ کو رخصت کرنے کے لیے آئے تو گریہ فرمانے لگے۔

آنحضرتؐ نے پوچھا، کیوں روتے ہو؟

عرض کی، یا حضرت، کیوں نہ گریہ کروں جب سے آپؐ مبعوث بر رسالت ہوئے سوائے اِس غزوے کے آپؐ نے مجھے کسی غزوے میں نہیں چھوڑا، ہمیشہ مجھے ساتھ لے گئے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: اے علیؑ! کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ

" تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الّا انّہٗ لا نبیّ بعدی۔"

یعنی: (تم کو مجھ سے وہی نسبت حاصل ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے نسبت حاصل تھی، علاوہ ازیں کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔)

حضرت علیؑ نے عرض کی: یا حضرت! اب میں خوش ہوں۔

(امالی شیخ مفیدؒ)

(۱۳) زینب بنتِ عبداللہؓ بن جعفر طیّار سے یزیدؔ بن معاویہ کا پیغام

"مناقب" کی بعض قدیم کتابوں میں روایت کی گئی ہے کہ جس وقت مروانؔ والیٔ مدینہ تھا، معاویہ نے اس کو خط لکھا کہ "میرے بیٹے یزیدؔ کے لیے عبدؐاللہ بن جعفرؓ کی دختر سے شادی کا پیغام دو۔ اس کے لیے عبدؐاللہ بن جعفرؓ جو مہر طلب کریں، مَیں دوں گا۔ نیز اس پر بھی لوگوں کا قرض ہو گا مَیں ادا کر دوں گا۔ پھر بنی ہاشم اور بنی اُمیّہ کے دو قبیلوں میں صلح بھی ہو جائے گی۔"

مرؔوان نے شادی کا پیغام ایک آدمی کے ذریعے بھیجا۔

عبدؐاللہ بن جعفرؓ نے کہا: ہم لوگوں کی عورتوں کا سارا اختیار حسنؑ ابنِ علیؑ کو ہے تم اُن کو یہ پیغام دو۔

یہ جواب پاکر مروانؔ خود امام حسن علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُس نے یزیدؔ کی شادی کا پیغام دیا۔

امام حسن علیہ السّلام نے فرمایا: تم اس کے لیے لوگوں کو جمع کرو۔

مروانؔ نے آدمی بھیجا اور جب دونوں قبیلوں بنی ہاشم اور بنی اُمیّہ کے لوگ جمع ہوگئے

تو مروانؔ کھڑا ہوا، پہلے حمد و ثنائے الٰہی بجالایا پھر بولا:

امابعد: امیرالمومنین معاویہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں زینب بنت عبداللہ بن جعفرؓ سے شادی کے لیے یزیدؔ بن معاویہ کا پیغام دوں۔ اور مہر (صداق) زینب کے باپ جو کہیں وہ منظور ہوگا۔ اس کے علاوہ ان پر جس قدر بھی قرض ہوگا وہ سب ادا کیا جائے گا اور بنی اُمیہ و بنی ہاشم کے درمیان صلح کر لی جائے گی۔ تم لوگ یقین کرو کہ یزیدؔ بن معاویہ ایسا کفو ہے کہ جس کا کوئی کفو نہیں۔ یزید کو اس رشتے پر جتنا ناز ہوگا اس سے زیادہ ہم لوگوں کو ناز ہوگا۔ اور یزیدؔ تو وہ ہے کہ جس کے صدقے میں بادل بھی اپنی پیاس بُجھاتے ہیں۔

یہ کہہ کر مروانؔ خاموش ہو گیا۔ پھر:

امام حسن علیہ السلام اُٹھے، حمد و ثنائے الٰہی بجالائے اس کے بعد فرمایا:

مروانؔ! تو نے جو یہ کہا کہ لڑکی کا باپ جو مہر کہے، دیا جائے گا، تو ہم لوگ اپنی ازواج اور ان کی دختروں کے مہر کے سلسلے میں سنتِ رسولؐ سے ہرگز تجاوز نہیں کرتے۔

نیز، تیرا یہ کہنا کہ لڑکی کے باپ پر جو قرض وغیرہ ہوگا وہ سب بھی ادا کر دیا جائیگا تو ہمارے خاندان کی لڑکیوں نے کب اپنے باپ کے قرضوں کو ادا کیا ہے۔

اب رہ گیا دونوں قبیلوں میں صلح، تو سُنو! ہم نے تم لوگوں سے دشمنی اللہ کے لیے کی ہے تو ہم لوگ دنیا کے لیے تم سے صلح نہیں کریں گے۔

تیرا یہ کہنا کہ یہ رشتہ یزیدؔ کے لیے جس قدر باعثِ فخر ہے اُس سے زیادہ ہم لوگوں کو یزیدؔ سے رشتہ کرنے میں فخر ہوگا۔ تو اگر حکومت نبوّت سے بڑھی ہوئی ہے، تب تو واقعتاً ہم لوگوں کو اس پر فخر ہوگا اور اگر نبوّت حکومت سے بڑھی ہوئی چیز ہے تو اس کو ہم لوگوں پر فخر ہوگا۔

پھر تمھارا یہ قول کہ بادل بھی یزیدؔ کی آب و تاب سے اپنی پیاس بجھاتا ہے۔ تو یہ بات آلِ رسولؐ کے سوا اور کسی کے لیے نہیں ہے۔ اور میری رائے ہے کہ میں زینب دخترِ عبداللہ بن جعفرؓ کی شادی اس کے ابنِ عم قاسم بن محمدؔ بن جعفرؓ سے کر دوں۔ اور میں اعلان کرتا ہوں کہ اس کا عقد اِس ہی (قاسم بن محمدؔ) سے کر دیا۔ اور اس کے مہر (صداق) میں میں نے اپنی مدینے کی فلاں جائیداد دیدی جس کی قیمت معاویہ مجھے دس ہزار دینے کے لیے تیّار تھا یہ مہر اس دختر کے لیے کافی ہوگا۔

یہ سُن کر مروانؔ نے کہا: اے بنی ہاشم! یہ غدّاری؟

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: ایک کے بدلے ایک۔

مروان نے یہ ساری کیفیت معاویہ کو لکھ بھیجی۔

معاویہ نے کہا: ہم لوگوں نے انھیں شادی کا پیغام دیا تو انھوں نے اسے رد کر دیا، لیکن اس کے باوجود اگر وہ لوگ ہمیں شادی کا پیغام دیں تو ہم ہرگز رد نہ کریں گے۔

(بعض کتب مناقب)

معاویہ کا مدینے میں خطبہ اور امام حسنؑ کی جوابی تقریر

کتاب "مناقب" میں یہ روایت بھی ہے کہ ایک مرتبہ معاویہ مدینے میں مقیم تھا۔ اُس نے دیکھا کہ امام حسن علیہ السلام کے گرد قریش کا ایک مجمعِ کثیر ہے اور لوگ اُن کی بڑی تعظیم کر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر اُس کے دل میں حسد کی آگ بھڑک اُٹھی اور اُس نے ابوالاسود دئلی اور ضحاک بن قیس فہری کو بُلوایا اور اُن دونوں سے امام حسن علیہ السلام کے متعلق مشورہ لیا۔ دراصل وہ چاہتا تھا کہ امام حسن علیہ السلام کو بحث میں زیر کرے۔

ابوالاسود نے کہا: یا امیرالمومنین آپ کی رائے ویسے تو بہتر ہے لیکن میرا خیال ہے کہ آپ ایسا نہ کریں، اس لیے کہ امیرالمومنین اُن کے متعلق جو بھی کہیں گے لوگ سمجھیں گے کہ یہ حسد سے کہہ رہے ہیں اور اس سے اُن کی وقعت اور بڑھ جائے گی۔ اور اے امیرالمومنین! ایک بات یہ بھی ہے کہ حسنؑ ابھی جوان ہیں مجھے معلوم ہے کہ اُن کا جواب کس انداز کا ہوگا، مجھے خوف ہے کہ وہ آپ کی بات آپ ہی پر پلٹا دیں گے اور آپ کا تیر آپ ہی پر واپس کر دیں گے، آپ کی کھال بھی اُدھیڑ دیں گے اور آپ کے عیوب ظاہر کریں گے۔ اُس وقت خود آپ کی گفتگو اُن کے لیے باعثِ فضل و شرف اور آپ کے لیے باعثِ ذلّت ہوگی۔ ہاں، اگر آپ اُن کے ادب میں کوئی عیب جانتے ہوتے یا اُن کے حسب و نسب میں کسی خرابی سے واقف ہوتے تو یہ اور بات تھی، مگر وہ تو انتہائی باادب اور مہذّب انسان اور خالص عرب بلکہ خلاصۂ عرب ہیں۔ اُن کا حسب و نسب پاک و طیّب ہے۔ لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ یا امیرالمومنین آپ ایسا نہ کریں۔

ضحاک بن قیس فہری نے مشورہ دیا کہ یا امیرالمومنین! آپ کی جو رائے ہے اُس پر بلا تاخیر عمل کریں، اس سے باز نہ آئیں۔ اس لیے کہ جب آپ اُن پر اپنے چُبھتے ہوئے فقرات کی بارش کریں گے اور اُن کی باتوں کا ٹھوس و محکم جواب دیں گے تو وہ آپ سے اس طرح دب جائیں گے جیسے کوئی بوڑھی اونٹنی کسی اونٹ سے دب جاتی ہے۔

معاویہ نے کہا: اچّھا میں ایسا ہی کروں گا۔

بالآخر جب جُمعے کا دن آیا تو معاویہ منبر پر گیا۔ پہلے حمد و ثنائے الٰہی بجالایا، پھر حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر دُرود بھیجا، اس کے بعد حضرت علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کا ذکر چھیڑا اور اُن کی منقصت کی اور کہا: اے لوگو! وہ (بوڑھا) جس کے سر کے بال سفید ہو گئے تھے، وہ قریش کے اُن بیوقوف و بد عقل لوگوں میں سے تھا جو تنگئ معاش میں ہمیشہ رہے، مقدّر اُن کو ستاتا رہا، اُن کے سروں پر شیطان سوار تھا اور اُن کی زبانوں سے گویا ہوتا تھا۔ اس نے اُن کے سینوں میں انڈے اور بچّے دیدیے تھے وہ اُن کے حلق میں داخل ہو گیا تھا۔ جس نے اُن کو لغزشوں میں مبتلا کر دیا تھا، بد کلامی کو اچھّا سمجھنے لگے تھے اُس نے اُن کے لیے راستے کو تاریک بنادیا تھا اور سرکشی اور ظلم اور جھوٹ و بہتان کی راہ پر لگائے ہوئے تھا۔ شیطان اُن کا شریک تھا وہ شیطان کے شریک تھے۔ پھر جس کا شریک شیطان ہو تو وہ اس کا بُرا شریک ہوگا، اور ہماری طرف سے وہی اُن کو ادب سکھانے کے لیے کافی ہے اور اللہؔ ہمارا مددگار ہے۔

معاویہ کی اس بیہودہ گوئی کو سُن کر امام حسن علیہ السّلام آگے بڑھے اور منبر کے بازو کو تھام کر کھڑے ہو گئے۔ اللہؔ کی حمد اور اس کے رسولؐ پر دُرود کے بعد فرمایا:

اے لوگو! جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے مگر جو نہیں پہچانتا اُس کو معلوم ہو کہ مَیں حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالب ہوں، مَیں اللہؔ کے نبیؐ کا فرزند ہوں، مَیں اُس کا فرزند ہوں جس کے لیے ساری زمین جائے سجدہ اور پاک و مطہر قرار دی گئی ہے مَیں سراجِ منیر کا فرزند ہوں، مَیں بشیر و نذیر کا فرزند ہوں، مَیں خاتم النّبیّین کا فرزند ہوں، مَیں سیّد المرسلین امام المتّقین اور رسولِ ربّ العالمین کا فرزند ہوں، مَیں اُس نبی کا فرزند ہوں جو سارے جنّ و انس کی طرف مبعوث ہوا، مَیں اُس کا فرزند ہوں جو تمام عالمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا تھا۔

معاویہ نے جب امام حسنؑ کی تعارفی تقریر سُنی تو غیظ میں بھر گیا، چاہا کہ ان کی بات کاٹ دے اس لیے کہا: اے حسنؑ! (ان باتوں کو چھوڑو) ذرا رُطب (کھجور) کی صفات بیان کرو

امام حسن علیہ السّلام نے فرمایا: اے معاویہ! تیری مرضی کے خلاف، ہوا اُس کو گرماتی ہے، دھوپ اس کو پکاتی ہے، رات اس کو ٹھنڈا کرتی اور لذیذ بناتی ہے۔

یہ کہہ کر آپؑ پھر اپنے پچھلے سلسلۂ کلام پر آ گئے اور فرمایا:

مَیں اُس کا فرزند ہوں جس کی دعائیں مستجاب تھیں، مَیں اُس کا فرزند ہوں جو صاحبِ شفاعت اور واجب الاطاعت ہے۔ مَیں اس کا فرزند ہوں جو سب سے پہلے قبر سے اُٹھایا جائے گا اور سب سے پہلے جنّت کا دروازہ کھٹکھٹائے گا، مَیں اُس کا فرزند ہوں جس کی فوج میں ملائکہ شامل ہو کر مقاتلہ کرتے تھے، جبکہ اس سے پہلے کسی نبی کے ساتھ ہو کر اُنھوں نے

مقاتلہ نہیں کیا، مَیں اس کا فرزند ہوں جس نے سارے گروہوں پر فتح پائی۔ مَیں اس کا فرزند ہوں جس کے سامنے مجبور ہو کر قریش سرافگندہ ہو گئے۔

معاویہ بولا: معلوم ہوتا ہے کہ تمھارا جی خلافت کو چاہتا ہے مگر وہ اب کہاں۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: جب تُو نے خلافت کی بات کہی ہے تو سُن، خلافت کا حق اُس کو ہے جو کتابِ خدا اور سنّتِ رسولؐ پر عامل ہو، اس کو خلافت کا کوئی حق نہیں پہنچتا جو کتابِ خدا کے خلاف عمل کرے اور سنّتِ رسولؐ کو معطل کر دے۔ اس کی مثال تو اس مرد کی سی ہے جس کو چند دنوں کی حکومت ملی ہو اور وہ اس سے فائدہ اُٹھائے، پھر اُس کی حکومت ختم ہو جائے اور اُس کا عذاب اس کی گردن پر رہ جائے۔

معاویہ نے کہا: مگر قریش کا کوئی فرد ایسا نہیں جس کو مَیں نے انعام و اکرام سے نہ نوازا ہو، یا اُس پر میرا دستِ شفقت نہ ہو۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، انہی لوگوں پر تو تیری نوازشیں ہیں جن کے ذریعے تجھے ذلّت کے بعد عزّت نصیب ہوئی، اور کم مائیگی کے بعد دولت حاصل ہوئی۔

امام حسن علیہ السلام نے اتنا فرما کر اپنا سابقہ سلسلۂ کلام پھر شروع کر دیا کہ:

مَیں اُس کا فرزند ہوں جس نے جوانی اور پیری دونوں میں قریش کی سرداری کی، مَیں اُس کا فرزند ہوں جو اپنے کرم و شرافت کی وجہ سے ساری دنیا کا سردار ہوا، مَیں اُس کا فرزند ہوں جو اپنے حقیقی جود، بلند شاخوں اور سابقہ فضائل کی وجہ سے اہلِ عالم کا سردار ہوا، مَیں اس کا فرزند ہوں جس کی رضا، اللہ کی رضا اور جس کی ناراضگی اللہ کی ناراضگی ہے۔

اے معاویہ! کیا تجھ میں جرأت ہے کہ اُن کے مقابلے میں اپنے خاندان کے کسی فرد کو پیش کرے۔؟

معاویہ نے کہا: مَیں تمھارے قول کی تصدیق کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ نہیں۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: سچ ہے، حق روشن ہوتا ہے اور باطل ماند پڑ جاتا ہے۔ جو حق پر ہے وہ کبھی نادم نہیں ہوتا، جو باطل پر ہے وہ ہمیشہ خائب و خاسر ہوتا ہے۔ حق کو صاحبانِ عقل پہچانتے ہیں۔

پھر معاویہ نے منبر سے اُتر کر امام حسن علیہ السلام کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر کہا:
اُس کا بُرا ہو جو تم سے بُرائی کرے۔

(بعض کتبِ مناقب)

(۱۴) صعصعہ بن صوحان اور معاویہ کا مکالمہ

عبداللہ یزید غسّانی سے روایت ہے کہ معاویہ کے پاس اہلِ عراق کا ایک وفد آیا، جس میں کوفے سے عدّی بن حاتم طائی اور بصرے سے احنف بن قیس اور صعصعہ بن صوحان شامل تھے۔

عمرو بن العاص نے معاویہ سے کہا: دیکھ! یہ وہ لوگ ہیں جو علیؑ کے شیعہ ہیں، انھوں نے اُن کی معیّت میں جنگِ جمل اور جنگِ صفّین میں مقاتلہ کیا تھا، لہٰذا ان لوگوں سے محتاط رہنا۔

معاویہ نے حکم دیا کہ ان لوگوں کو دربار میں اچھی جگہ پر بٹھانے کا انتظام کیا جائے۔ پھر اُس نے اِن لوگوں کا بڑی عزّت وتکریم کے ساتھ استقبال کیا۔ جب یہ وفد دربار میں آیا تو معاویہ بولا:

"خوش آمدید، خوش آمدید" تم لوگ ارضِ مقدّس پر آئے ہو۔ انبیاء و رسُل کی سرزمین پر آئے ہو۔ ایسی سرزمین پر آئے ہو کہ جس پر حشر ونشر کا میدان ہوگا۔

صعصعہ بن صوحان جو بڑے حاضر جواب تھے، برجستہ بولے: تم نے جو یہ کہا کہ یہ ارضِ مقدّس ہے، تو ٹھیک ہے، مگر زمین کتنی ہی مقدّس ہو اپنے اوپر بسنے والوں کو مقدّس نہیں بنادیتی، بلکہ ان میں تقدّس اعمالِ صالحہ سے آتا ہے۔ اور یہ کہنا کہ انبیاءؑ ورُسُلؑ کی سرزمین ہے تو انبیاءؑ ورُسُلؑ سے زیادہ تو اس سرزمین پر اہلِ نفاق واہلِ شرک وفراعین وظالم وجابر بستے تھے، اور یہ کہنا کہ یہ ارضِ حشر ونشر ہے، تو مومن کے لیے سرزمینِ محشر سے دور رہنے میں نہ کوئی نقصان ہے اور نہ منافق کے لیے سرزمینِ محشر سے قریب رہنے میں کوئی فائدہ ہے۔

معاویہ پھر بولا: اگر سارے لوگ ابوسفیان کی اولاد ہوتے تو ان میں سب کے سب چالاک اور ہوشیار ہوتے۔

صعصعہ نے برجستہ جواب دیا: یہ سارے انسان حضرت آدم علیہ السّلام سے پیدا ہوئے ہیں جو ابوسفیان سے افضل وبہتر تھے، مگر ان کی اولاد میں بھی احمق ومنافق وفاجر وفاسق، سرکش دیاگل سبھی پیدا ہوئے۔

یہ جواب سن کر معاویہ شرمندہ ہوگیا۔

(کتاب الاختصاص ص۶۴، ۶۵)

(۱۶) معاویہ کی مدینے میں آمد اور انصار کا استقبال سے مقاطعہ

سلیم بن قیس سے روایت ہے کہ معاویہ اپنے دورِ حکومت میں ایک مرتبہ حج کے لیے چلا تو اہلِ مدینہ نے بڑھ کر اُس کا استقبال کیا۔ اُس نے نظر اُٹھا کر دیکھا تو استقبال کرنے والوں میں سوائے قریشیوں کے اور کوئی نہ تھا۔ جب وہ سواری سے اُترا تو پوچھا کہ انصار کو کیا ہو گیا، وہ لوگ ہمارے استقبال کو کیوں نہیں آئے۔؟

کسی نے جواب دیا کہ وہ بیچارے بہت مفلس و محتاج ہیں، اُن کے پاس سواری وغیرہ کچھ نہیں کیسے آتے۔

معاویہ نے کہا: اُن کے آب پاشی کے جانور کہاں ہیں ؟

تو قیس بن سعد بن عبادہؓ جو انصار کے سردار بھی تھے اور سردار کے فرزند بھی تھے، نے جواب دیا: وہ تو اُن لوگوں نے غزوۂ اُحد اور اُس کے بعد والے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے غزوات میں ہی مٹا ڈالے، جب اُن لوگوں نے تجھے بھی مارا اور تیرے باپ کو بھی مارا اور تم لوگوں کی مرضی کے خلاف اسلام کا بول بالا ہو کر رہا۔

یہ سُن کر معاویہ خاموش ہو گیا۔

پھر قیس نے کہا: مگر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہم لوگوں کو بتا گئے تھے کہ آپؐ کے بعد ہم لوگوں سے اِس کا بدلہ لیا جائے گا۔

معاویہ نے پوچھا: تو رسول اللہؐ اس وقت کے لیے تم لوگوں کو کیا حکم دے گئے تھے؟

قیس نے کہا: آنحضرتؐ نے یہ حکم دیا تھا کہ تم لوگ صبر کرنا یہانتک کہ تم لوگ مجھ سے آکر ملاقات کرو۔

معاویہ نے کہا: پھر تم لوگ اُن کی ملاقات تک صبر کرو۔

○ عبداللہ ابنِ عبّاس سے گفتگو

ایک مرتبہ معاویہ قریش کے حلقے سے ہو کر گذرا، جب لوگوں نے اُسے آتے دیکھا تو تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے، مگر عبداللہ ابنِ عبّاس بیٹھے رہے۔

معاویہ نے پوچھا: ابنِ عبّاس! تمھارے حلقے کے سب لوگ تو مجھے دیکھ کر کھڑے ہو گئے مگر تم نہیں کھڑے ہوئے، ؟ صرف اس لیے کہ تمھارے دل میں اِس کا بغض ہے کہ مَیں نے جنگِ صفّین میں تم لوگوں سے جنگ کی تھی۔ تو اے ابنِ عبّاس! اپنے دل سے یہ بُغض نکال دو دیکھو عثمان مظلوم قتل ہوئے؟

ابنِ عبّاس نے کہا: مگر عمر ابنِ خطّاب بھی تو مظلوم قتل ہوئے تھے۔

معاویہ نے کہا: نہیں، وہ تو ایک کافر کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے۔

ابنِ عبّاس نے کہا: اور عثمان کو کس نے قتل کیا تھا؟

معاویہ نے کہا: اُن کو مسلمانوں نے قتل کیا تھا۔

ابنِ عبّاس نے کہا: پھر اِس سے تو تیری دلیل اور بھی باطل ہو گئی۔

معاویہ نے کہا: اچّھا سُنو! مَیں نے اپنی تمام قلمروِ حکومت میں یہ حکمنامہ جاری کر دیا ہے کہ کوئی شخص علیؑ اور اُن کے اہلِ بیتؑ کے مناقب و فضائل نہ بیان کرے۔ لہٰذا تم بھی اپنی زبان بند رکھو۔

ابنِ عبّاس نے کہا: اے معاویہ! کیا تُو ہمیں قرآن پڑھنے سے منع کرتا ہے؟

اُس نے کہا: نہیں۔

ابنِ عبّاس نے کہا: پھر کیا تُو اس کی تاویل و تفسیر سے منع کرتا ہے؟

اُس نے کہا: ہاں

ابنِ عبّاس نے کہا: پھر اِس کا مطلب تو یہ نکلا کہ ہم لوگ صرف قرآن کی تلاوت کرتے رہیں اور کسی سے یہ نہ پوچھیں کہ اللہ نے اس سے کیا مراد لیا ہے؟ اچّھا یہ بتاؤ کہ ہم لوگوں پر سب سے زیادہ واجب کیا ہے؟ صرف قراَتِ قرآن، یا اس پر عمل؟

معاویہ نے کہا: اس پر عمل۔

ابنِ عبّاس نے کہا: مگر ہم لوگ اس پر عمل کیسے کریں گے جبتک یہ نہ معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ اس سے کیا مراد لیتا ہے؟

معاویہ نے کہا: پوچھو، مگر صرف اُن لوگوں سے جو تمھارے اور تمھارے گھرانے کی تاویل و تفسیر کے علاوہ کوئی اور تاویل و تفسیر بیان کرتے ہوں۔

ابنِ عبّاس نے کہا: مگر قرآن تو نازل ہوا ہے ہمارے خاندان (گھرانے) میں اور ہم اس کا مطلب پوچھنے جائیں آلِ ابی سفیان سے؟ اے معاویہ! اِس سے تیرا مطلب تو یہ ہوا کہ تُو قرآن کے مطابق عبادت کرنے اور اس کے بتائے ہوتے حرام و حلال پر عمل کرنے سے ہمیں روکتا ہے؟

اگر اُمت آیاتِ قرآن کا مطلب کسی سے نہ پوچھے گی اور اسے یہ معلوم نہ ہوگا کہ اس کا مطلب کیا ہے تو پھر، وہ ہلاکت اور گمراہی میں مبتلا ہو جائے گی اور باہمی اختلاف پیدا ہو جائے گا۔

معاویہ نے کہا: نہیں۔ قرآن پڑھو اور اُس کی تاویل و تفسیر بھی کرو، مگر ان کی روایت نہ کرو جو اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے متعلق نازل کی ہیں۔

ابنِ عباس نے کہا: سچ ہے، اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے کہ:

"يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ٥"

(سورۂ توبہ آیت ۳۲)

ترجمۂ آیت: (وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں اور اللہ کو اس کے علاوہ منظور ہی نہیں ہے کہ وہ اپنے نور کو پورا کر کے رہے اگرچہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار گذرے۔)

معاویہ نے کہا: اے ابنِ عباس! خاموش ہو کر بیٹھو اور اپنی زبان کو روکو اور اگر تمھیں اس سلسلے میں زبان کھولنا ضروری ہی ہے تو علانیہ نہ کہو، پوشیدہ طریقے سے کہو تاکہ کوئی اور نہ سُنے۔

اس کے بعد معاویہ اپنے گھر واپس گیا اور اُس نے ابنِ عباس کے پاس ایک لاکھ درہم بھیج دیے۔

اس کے بعد معاویہ کی طرف سے ایک منادی نے اعلان کیا کہ جو شخص علیؑ ابنِ ابیطالبؑ کے مناقب اور اہلِ بیت کے فضائل میں کوئی حدیث بیان کرے گا اُس کے خون سے میں بری الذمہ ہوں۔

اِس اعلان کے بعد اہلِ کوفہ اس مصیبت میں سب سے زیادہ مبتلا ہوئے۔ کیونکہ ان میں شیعانِ علیؑ کی کثرت تھی۔ اور ستم بالائے ستم یہ کہ معاویہ نے زیاد بن ابیہ کو کوفے کا عامل بنا دیا اور اس کے متعلق کوفہ اور بصرہ دونوں کو کر دیا۔ وہ شیعوں کے پیچھے پڑ گیا اس لیے کہ وہ جانتا تھا کہ ان میں کون کون شیعانِ علیؑ میں سے ہیں۔ اور وہ ہر جگہ سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر انھیں قتل کرنے لگا۔ انھیں خوفزدہ کرنے لگا، اُن کے ہاتھ پاؤں کاٹنے لگا، پھانسی پر لٹکانے، اُن کی آنکھوں میں لوہے کی آگ میں دہکتی ہوئی سوئیاں پھروانے اور انھیں شہر بدر کرنے لگا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ سارے شیعانِ علیؑ نے عراق کو چھوڑ دیا اور وہاں کوئی معروف و مشہور شیعہ ایسا نہ رہ گیا جو قتل نہ کر دیا گیا ہو یا سولی پر نہ چڑھا دیا گیا ہو یا قید نہ کر دیا گیا ہو یا شہر بدر نہ کر دیا گیا ہو۔

نیز معاویہ نے تمام دیار و امصار کے عمّال کو یہ حکمنامہ جاری کر دیا کہ علیؑ اور اُن کے

اہلِ بیت کے شیعوں کی شہادت قبول نہ کی جائے اور یہ دیکھا جائے کہ عثمان اور ان کے گھرانے کے دوستدار، ان کے شیعہ اور محب کون ہیں اور وہ کون لوگ ہیں جو عثمان کے فضائل و مناقب کی حدیثیں روایت کرتے ہیں، ان کو اپنی مجلسوں میں نزدیک بٹھایا جائے۔ ان کو تقرب دیا جائے، ان کا اکرام کیا جائے اور ان کے فضائل و مناقب کی روایت کرنے والے کا نام اس کے باپ کا نام اس کے قبیلے کا نام اور اس کی بیان کی ہوئی روایت لکھ لی جائے۔

عمال نے ایسا ہی کیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ عثمان کے فضائل کی روایتوں کی کثرت ہو گئی لوگوں نے خود ساختہ روایتیں فضائلِ عثمان کی اس لیے بیان کرنی شروع کر دیں کہ اس پر ان کو انعام واکرام، خلعتیں اور زمینیں ملنے لگیں۔ اس لیے روایتیں گڑھنے کا آپس میں مقابلہ ہونے لگا۔ اب جو بھی عثمان کی منقبت اور فضیلتوں کی روایتیں گڑھ کر لاتا اُس کا نام لکھ لیا جاتا اور اس کو تقرب دیا جاتا، اور یہ سلسلہ ایک عرصۂ دراز تک چلتا رہا۔

وضعِ احادیث کا عمل (در منقبتِ معاویہ)

پھر معاویہ نے اپنے عمال کو حکمنامہ بھیجا کہ عثمان کے فضائل میں اب حدیثیں بہت زیادہ ہو چکی ہیں اور تمام دیار و امصار میں پھیل چکی ہیں اب تم لوگوں کو اس امر کی دعوت دو کہ وہ معاویہ کے فضائل و مناقب کی روایتوں کی طرف توجہ دیں، کیونکہ یہ مجھے بہت پسند آئیں گی انھیں دیکھ کر میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی اور اہل بیتِ نبیؐ کو گراں گذریں گی اور ان کی حجتوں کو باطل کر دیں گی۔

جب قاضیوں اور حاکموں نے معاویہ کا یہ حکمنامہ تمام لوگوں کو پڑھ کر سُنایا تو ہر علاقے اور ہر مسجد میں منبر پر معاویہ کے فضائل میں روایات بیان کی جانے لگیں۔ نیز تمام مکاتب کے اساتذہ کو وہ روایات دی گئیں تاکہ وہ اپنے اپنے مدرسوں میں بچّوں کو یہ روایات اسی طرح پڑھایا کریں جس طرح قرآن پڑھایا کرتے ہیں اور حد یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنی بیویوں اور لڑکیوں اور اپنے ملازموں تک کو یہ مصنوعی اور خود ساختہ روایتیں یاد کرا دیں۔

اور زیاد بن ابیہ لعن نے معاویہ کو خط لکھا کہ کچھ لوگ ابھی تک علیؑ کے دین اور اُن کی تعلیمات پر قائم ہیں۔

معاویہ نے اس کے جواب میں لکھا کہ ہر وہ شخص جو علیؑ کے دین اور اُن کی تعلیمات پر ہے ان سب کو قتل کر دو۔

زیاد بدنہاد (لعنۃ اللہ علیہ) نے ان سب کو قتل کر کے ان کے کان اور ناک تک کاٹ لیے۔ پھر معاویہ نے تمام شہروں کو حکمنامہ لکھ بھیجا کہ جس شخص کے متعلق یہ ثابت ہو جائے کہ یہ علیؑ اور اہلِ بیتؑ کا محب ہے اس کا نام رجسٹر سے محو کر دیا جائے۔

○ شیعانِ علیؑ کا قتلِ عام

اس کے بعد دوسرے خط میں لکھا کہ یہ بھی نگاہ میں رکھو کہ جس شخص پر یہ الزام ہو کہ وہ علیؑ سے محبت رکھتا ہے اُسے قتل کر دو، خواہ اس کے لیے ثبوت فراہم ہو یا نہ ہو۔ اس طرح بہت سے لوگ محض تہمت و گمان اور شبہے پر قتل کر دیے گئے اور اگر اس کے متعلق کسی کے منھ سے ایک لفظ بھی نکلتا تو اس کی گردن ماردی جاتی۔ حد یہ تھی کہ اگر کوئی شخص کفر و زندقہ کی بات بھی کرتا تو اس سے کوئی تعرض نہ کیا جاتا، بلکہ بجائے سزا کے اس کی تعظیم و تکریم کی جاتی، مگر کسی شہر میں شیعانِ علیؑ کی جان محفوظ نہ تھی خصوصاً کوفے اور بصرے میں، کہ اگر ان میں سے کوئی اپنے کسی قابلِ بھروسہ شخص سے پوشیدہ طور پر ملنا چاہتا تھا تو اسے اپنے خادموں اور غلاموں کے خوف سے گفتگو کی جرأت نہ ہوتی اور جب تک خود اس سے رازداری کا پختہ عہد و پیمان نہ لے لیتا بات نہ کرتا۔

یہ حالات روز بروز بڑھتے گئے۔ اور ان لوگوں کی جھوٹی احادیث خوب بڑھتی اور پھیلتی رہیں۔ اُن کے بچے یہ احادیث پڑھتے رہے اسی پر اُن کی نشوونما ہوتی رہی۔ اور اس میں سب سے زیادہ بڑھ چڑھ کر حصہ ان قاریوں نے لیا جن میں تصنع اور ظاہر داری تھی وہ دکھاوے کے لیے بڑے خشوع و خضوع کا اظہار کرتے اور نئی نئی حدیثیں وضع کرتے اور اس کے ذریعے وہ والیوں اور قاضیوں سے فائدہ اٹھاتے، ان کی مجلسوں میں تقرب حاصل کرتے، اُن سے انعام و اکرام پاتے، زمین و مکان پاتے۔

چنانچہ حالت یہاں تک جا پہنچی کہ یہ وضعی حدیثیں ان لوگوں کے نزدیک صحیح اور سچی سمجھی جانے لگیں۔ وہ لوگ اس کی روایت کرنے، اسے قبول کرنے، اسے پڑھنے پڑھانے اسے پسند کرنے لگے اور جو شخص اس کی رد کرتا اُس سے بغض اور دشمنی رکھنے لگے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان روایات کی صحت پر اُن کی جماعت کا اجماع ہو گیا اور وہ ایسے عبادت گذاروں اور دینداروں کے ہاتھوں تک پہنچ گئیں، جو ایسی احادیث کا وضع کرنا جائز نہیں سمجھتے تھے مگر اُنھوں نے بھی اسے قبول کر لیا اور صحیح سمجھنے لگے۔ اگر اُن کو علم ہوتا کہ یہ حدیثیں یقیناً وضعی ہیں تو ان کو بیان

کرنے سے اعراض کرتے اس کے قریب نہ جاتے، اس کو مسترد کرنے والوں سے بغض و دشمنی نہ رکھتے۔ اس دَور میں ان لوگوں کے نزدیک حق، باطل ہوچکا تھا اور باطل، حق بن گیا تھا جھوٹ سچ بن گیا تھا اور سچ، جھوٹ بن گیا تھا۔

امام حسن علیہ السلام کی وفات کے بعد تو یہ بلا اور یہ فتنہ مزید بڑھ گیا تھا۔ ہر ولیٔ خدا کو یا جان کا خطرہ تھا، یا قتل ہوچکا تھا، یا شہر بدر کیا جاچکا تھا۔

○ مقامِ منیٰ میں امام حسینؑ کا خطبہ

معاویہ کی موت سے دو سال قبل حضرت امام حسین علیہ السلام حج کے لیے تشریف لے گئے۔ آپؑ کے ساتھ عبداللہ بن جعفرؓ و عبداللہ بن عباسؓ بھی تھے۔ آپؑ نے مقامِ منیٰ میں بنی ہاشم کے مردوں، عورتوں، اُن کے غلاموں اور اُن دوستداروں کو جمع کیا خواہ اُنھوں نے حج کیا ہو یا حج نہ کیا ہو، نیز تمام دیار و امصار کے اُن لوگوں کو جو آپؑ کی اور آپؑ کے اہلِ بیت کی معرفت رکھتے تھے، پھر اصحابِ رسولؐ اور اُن کی اولاد اور انصار میں سے تابعین جو عبادت اور نیکی میں مشہور تھے ان میں سے کسی ایک کو نہ چھوڑا، سب کو جمع کیا، جن کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہوگئی تھی۔

امام حسین علیہ السلام ان کے درمیان خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے۔ پہلے حمد و ثنائے الٰہی بجالائے، پھر فرمایا:

امابعد: اس ظالم و سرکش نے جو ظلم و جور ہم پر اور ہمارے دوستداروں پر کیے ہیں وہ تمھیں معلوم ہے۔ تم نے خود دیکھا، خود مشاہدہ کیا اور تم لوگوں کو اس کی اطلاع ملی۔ اب مَیں تم لوگوں سے چند باتیں پوچھتا ہوں۔ اگر مَیں سچ کہوں تو اس کی تصدیق کرنا، اگر جھوٹ کہوں تو تکذیب و تردید کرنا۔ میری بات سُنو اور اس کو صیغۂ راز میں رکھو اپنے شہروں اور قبیلوں میں واپس جاؤ تو جن پر تم کو پورا بھروسہ ہو انھیں اس سے آگاہ کرو، اس لیے کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں حق کا دروازہ مسدود نہ ہوجائے، حالانکہ:

"وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ" (سورۂ صف آیت ۸)

ترجمۂ آیت: (اور اللہ اپنے نور کو مکمل کرکے رہے گا خواہ کافر ناپسند ہی کریں)

اس کے بعد امام حسین علیہ السلام نے کوئی ایسی آیت نہ چھوڑی جو قرآن میں اہلِ بیتؑ کے حق میں نازل ہوئی تھی سب بیان کیں اور اُنکی تفسیر بھی بیان فرمائی، اور نہ کوئی حدیث چھوڑی جو

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اُن کے پدر بزرگوار اور اُن کی مادرِ گرامی اور اُن کے اہلبیت کے حق میں فرمائی تھی بیان کیں، اور ہر ایک پر صحابہ کہتے رہے کہ خدا کی قسم ہم نے یہ سُنا ہے اور ہم اس کے شاہد ہیں اور تابعین کہتے تھے کہ ہم نے یہ اُن صحابہ سے سُنا ہے جو سچے اور معتمد تھے

اس کے بعد امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: مَیں تمھیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ جب واپس جاؤ تو جن لوگوں پر تمھیں وثوق و بھروسہ ہو اُن سے یہ سب کچھ ضرور بیان کرو۔ اس کے بعد امام حسین علیہ السلام منبر سے اترے اور مجمع متفرق و منتشر ہو گیا۔

(احتجاج طبرسی صفحہ ۱۵۰-۱۵۱)

۱۷ عبید اللہ ابنِ عبّاس کے بچّوں کا قتل

"مجالس" مفیدؒ اور "امالی" مفیدؒ میں مرقوم ہے کہ معاویہ بن ثعلبہ سے روایت ہے ان کا بیان ہے کہ جب معاویہ بن ابی سفیان کی حکومت ہر طرح سے مستحکم ہو چکی تو اُس نے بُسر بن ارطات کو شیعۂ امیر المومنین علیہ السلام کی تلاش میں حجاز کی جانب روانہ کیا اور مکّے پر اُس وقت عبید اللہ ابنِ عبّاس بن عبد المطّلب مقرّر تھے۔ بسر بن ارطات ان کو تو پکڑ نہ سکا مگر اُس کو اطّلاع ملی کہ عبید اللہ کے دو بچّے (بیٹے) اسی شہر میں موجود ہیں، اس نے اُن دونوں بچّوں کو تلاش کر کے گرفتار کرا لیا اور حکم دیا کہ ان دونوں کو ذبح کر دیا جائے اور وہ اس کے حکم پر ذبح کر دیے گئے۔ جب یہ خبر اُن بچّوں کی ماں کو پہنچی تو قریب تھا کہ اُن کی روح پرواز کر جاتی، اُنھوں نے اپنے دونوں بچّوں کا مرثیہ پڑھا:

اس واقعے کے کچھ عرصے کے بعد عبید اللہ ابنِ عبّاس ایک مرتبہ معاویہ کے پاس گئے تو بسر بن ارطات وہاں بیٹھا ہوا تھا۔

معاویہ نے عبید اللہ سے کہا: تم اِس بوڑھے کو پہچانتے ہو؟ یہ تمھارے دونوں بچّوں کا قاتل ہے۔

بسر نے کہا: ہاں مَیں نے ان دونوں کو قتل کیا ہے مگر اب اس بات کو چھوڑو۔

عبید اللہ نے کہا: کاش اِس وقت میرے پاس تلوار ہوتی۔

بسر نے کہا: لو۔ یہ میری تلوار ہے۔ (یہ کہہ کر اُس نے اپنی تلوار عبید اللہ کی طرف بڑھا دی۔)

مگر معاویہ نے فوراً روکا اور کہا؛ اے بوڑھے! تُو کتنا بڑا احمق ہے۔ اُس شخص کو تُو اپنی تلوار دے رہا ہے جس کے دو بچوں کو تُو نے قتل کیا ہے۔ شاید تجھے بنی ہاشم کی دلی کدورت کا عِلم نہیں ہے اگر تُو نے انھیں تلوار دے دی، تو یہ پہلے تو تجھے ماریں گے اِس کے بعد مجھ پر وار کریں گے۔

عبید اللہ بن عبّاس نے کہا سچ ہے، اگر یہ تلوار مجھے مل جاتی تو پہلے تو مَیں تجھے صاف کرتا، پھر اس کو (معاویہ کو) قتل کر دیتا۔ (مجالس مفیدؒ، امالی مفیدؒ)

۱۸ — حُجر بن عدیؓ کا قتل اور ایک تابعی کے تأثرات

"امالی" مفیدرحؒ میں حسن بن ابی الحسن بصری سے روایت ہے ان کا بیان ہے کہ: مَیں دَورِ معاویہ میں خراسان کے اندر فوج میں تھا اور ہم لوگ تابعین میں سے ایک شخص کے ماتحت تھے۔ اُس نے ایک دن ظہر کی نماز ہمارے ساتھ پڑھی، پھر منبر پر گیا حمد و ثنائے الٰہی بجالایا، اس کے بعد کہا؛

"اے لوگو! تاریخِ اسلام میں ایک عظیم حادثہ ہوگیا، اتنا عظیم حادثہ، کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی رحلت کے بعد آج تک اتنا عظیم حادثہ کبھی نہیں ہوا۔ مجھے اطّلاع ملی ہے کہ معاویہ نے حُجر بن عدیؓ اور اُن کے ساتھیوں کو قتل کرا دیا ہے۔ اب اگر مسلمانوں میں کچھ بھی غیرت ہے تو کچھ کریں اور اگر غیرت نہیں ہے تو مَیں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ میری روح جلد از جلد قبض کرلے۔

حسن بن ابی الحسن کا بیان ہے، خدا کی قسم، وہ دوسری نماز ہم لوگوں کے ساتھ نہیں پڑھ سکا اور اس کی موت پر شور و غوغا بلند ہوا۔ (امالی مفیدؒ)

۱۹ — حُجر بن عدیؓ کے قتل کی خبر سُن کر حضرت امام حسین علیہ السّلام نے فرمایا:

صالح بن کیسان سے روایت ہے کہ جب معاویہ نے حجر بن عدیؓ اور اُن کے اصحاب کو قتل کر دیا تو اسی سال حج پر گیا وہاں امام حسین علیہ السّلام سے اس کی ملاقات ہوئی تو اس نے کہا؛ اے ابو عبداللہؑ! مَیں نے حجر بن عدیؓ اور اس کے ساتھیوں اور تمھارے

باپ کے شیعوں کے ساتھ جو کچھ کیا ہے اس کی خبر تم تک پہنچی ؟

آپؑ نے پوچھا: تُو نے اُن لوگوں کے ساتھ کیا کیا ؟

معاویہ نے کہا: ہم نے اُن کو قتل کیا، اُن کو کفن دیا اور اُن کی نمازِ جنازہ پڑھی۔

امام حسین علیہ السلام یہ سن کر مسکرائے اور فرمایا: لیکن اے معاویہ! اگر ہم تیرے شیعوں کو قتل کرتے تو نہ انھیں کفن دیتے اور نہ اُن کی نمازِ جنازہ پڑھتے اور نہ انھیں قبر میں دفن کرتے۔

بیشک، مجھے اطلاع ملی ہے کہ تُو نے میرے پدرِ بزرگوار کو بُرا کہنا، ہم لوگوں کی منقصت کرنا اور بنی ہاشم پر اعتراض کرنا، اپنا شعار بنالیا ہے۔ اگر تُو ان میں عیب نکالتا ہے تو پہلے ذرا اپنے دل سے پوچھ کہ حق اُس کے ساتھ ہے یا حق اس کے خلاف ہے ؟ اگر تجھے اپنے نفس میں بنی ہاشم سے بھی بڑے عیوب نہ ملیں تو اُن سے چھوٹے بھی نہ ملیں گے۔

اے معاویہ! تُو اُس شخص (عمرو بن العاص) کی باتوں میں آگیا کہ نہ تو اُس کا اسلام ہی قدیم ہے اور نہ اُس کا نفاق جدید ہے۔ اُس کی نظر تیری بھلائی پر نہیں ہے لہٰذا تو خود اپنی بھلائی کی فکر کر یا پھر اُسے چھوڑ دے۔

(احتجاج طبرسیؒ ص۱۵۲، کشف الغمہ جلد۲ ص۲۰۵)

(۲۰) عمرو بن الحمق کا قتل

معاویہ بن عمار سے مرفوع روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ایک مرتبہ کہیں ایک فوجی دستہ بھیجا اور اِن لوگوں سے کہہ دیا کہ تم لوگ رات کے فلاں حصّے میں راستہ بھول جاؤ گے تو پھر اپنے بائیں جانب چلنا، آگے بڑھو گے تو تمھیں ایک شخص ملے گا۔ تم اُس سے راستہ پوچھو گے تو وہ کہے گا کہ جبتک تم لوگ ہماری غذا تناول نہ کرو گے مَیں راستہ نہ بتاؤں گا۔ پھر وہ ایک دنبہ ذبح کر کے تم لوگوں کو کھلائے گا اور اُٹھ کر تمھیں راستہ بتائے گا تم اُس سے میرا سلام کہنا اور میرا یہ پیغام دینا کہ "مدینے میں، مَیں ظہور کر چکا ہوں"

غرض وہ لوگ روانہ ہوئے اور واقعتاً وہ راستہ بھول گئے تو ان ہی میں سے ایک سپاہی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا تھا کہ تم راستہ بھول جاؤ تو بائیں جانب چل پڑنا۔ لہٰذا وہ لوگ بائیں جانب چل دیے، آگے بڑھے تو ایک شخص سے ملاقات ہوئی، جیسا کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا تھا۔ ان لوگوں نے اس سے راستہ پوچھا:

اُس نے جواب دیا: جبتک تم لوگ ہمارے یہاں کھانا نہ کھالو گے، مَیں راستہ نہ بتاؤں گا

اُن لوگوں نے اُس کے یہاں کھانا کھایا۔ پھر اُس نے انھیں راستہ بتایا، مگر اُس کو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا سلام کہنا بھول گئے۔

اُس شخص نے کہ جس کا نام عمرو بن الحمق تھا، پوچھا، کیا نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مدینے میں ظہور فرمایا ہے؟

ان لوگوں نے کہا: جی ہاں۔

یہ سن کر عمرو بن الحمق مدینے آکر آنحضرتؐ سے ملے اور ایک عرصے تک آپؐ کے ساتھ رہے پھر آنحضرتؐ نے ان کو حکم دیا کہ جس جگہ سے آئے ہو وہیں واپس جاؤ۔

پھر جب امیرالمومنین علیہ السّلام سر بر آرائے خلافت پر متمکّن ہوئے تو وہ آپؑ کے پاس کوفے آئے اور آپؑ کے ساتھ وہیں قیام کیا۔

ایک دن امیرالمومنین علیہ السّلام نے اُن سے پوچھا: کیا تمھارا کہیں گھر ہے؟

اُنھوں نے کہا: جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا: اس کو فروخت کردو اور ازد میں گھر بناؤ، اِس لیے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ آئندہ جب تم روپوش ہوگے تو تم کو تلاش کیا جائے گا، مگر قبیلۂ ازد میں تم انھیں نہ مل سکو گے، یہانتک کہ تم کوفے سے نکل کر قلعۂ موصل جانے لگو گے تو تمھارا گذر ایک ایسے شخص کی طرف سے ہوگا جو چلنے پھرنے سے معذور ہوگا، تم اُس کے پاس بیٹھو گے اور اُس سے پانی مانگو گے وہ تمھیں پانی پلائے گا اور تمھارا حال پوچھے گا، تم اپنا حال بتانا اور اس کو اسلام کی دعوت دینا، وہ اسلام قبول کرے گا، تم اُس کے گھٹنوں پر اپنا ہاتھ پھیرنا، اللہ تعالیٰ اس کو صحّت دے گا تو وہ اپنے پیروں پر چلنے لگے گا، اور وہ بھی تمھارے ساتھ ہو جائے گا۔

پھر تمھارا گذر ایک نابینا شخص کی طرف سے ہوگا جو سرِ راہ بیٹھا ہوگا، تم اس سے پانی مانگو گے، وہ تمھیں پانی پلائے گا، تمھارا حال پوچھے گا، تم اُس سے اپنا حال بتانا اور اُسے اسلام کی دعوت دینا۔ وہ اسلام قبول کرے گا۔ پھر تم اس کی دونوں آنکھوں پر اپنا ہاتھ مسح کردینا اللہ تعالیٰ اس کی آنکھوں میں بصارت عطا کردے گا۔ وہ بھی تمھارے ساتھ ہو جائے گا اور یہی دونوں تمھاری موت کے بعد تمھاری میّت کو قبر میں دفن کریں گے۔

پھر چند سوار تمھارا پیچھا کرتے ہوئے آئیں گے جب تم قلعے کے قریب فلاں مقام پر پہنچو گے تو وہ سوار قریب آجائیں گے تم اپنے گھوڑے سے اُتر کر غار میں چلے جانا، اس لیے کہ تمھارے خون میں فاسقانِ جنّ والانس دونوں شریک ہوں گے۔

چنانچہ، عمرو بن الحمق نے ویسا ہی کیا جیسا کہ امیرالمومنین ؑ نے فرمایا تھا۔

راوی کا بیان ہے کہ جب عمرو بن الحمق قلعے کے پاس پہنچے تو اُن دونوں ہمراہیوں سے کہنے لگے کہ ذرا اوپر چڑھ کر دیکھو کچھ نظر آرہا ہے ؟

اُنھوں نے دیکھا اور بتایا کہ ہاں چند سوار اِدھر آتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔

یہ سُن کر وہ اپنے گھوڑے سے اُترے اور گھوڑے کو آزاد چھوڑ دیا اور غار میں داخل ہو گئے، اندر پہنچتے ہی ایک کالے ناگ نے اُن کو ڈس لیا۔ اب وہ سوار بھی وہاں پہنچ گئے تو اُن کے گھوڑے کو آزاد پایا، تو پہچان گئے کہ یہ انہی کا گھوڑا ہے۔ اِدھر اُدھر تلاش کیا، جب نہیں پایا تو غار کے اندر گئے، دیکھا کہ وہ پڑے ہوئے ہیں۔ جب وہ اُن کے جسم کے کسی حصے کو ہاتھ لگاتے تو گوشت جُدا ہو کر ہاتھ میں آجاتا۔ مجبوراً ان لوگوں نے ان کا سر کاٹ لیا اور لاش وہیں چھوڑ دی۔ سر لیے ہوئے معاویہ کے پاس آئے۔ معاویہ نے اُن کا سر ایک نیزے پر نصب کر دیا۔

اسلام میں یہ پہلا سر تھا۔ جس کو نیزے پر نصب کیا گیا۔

(رجال کشی)

(۲۱) صعصعہ بن صوحان کا معاویہ کو برسرِ منبر ٹوکنا

ہشام بن سائب نے اپنے والد سے روایت کی، اُن کا بیان ہے کہ ایک دن معاویہ نے مسجدِ دمشق میں خطبہ دیا اور اُس دن وہاں علمائے قریش و خطبائے ربیعہ و صنادید و ملوکِ یمن موجود تھے۔

معاویہ نے اپنے خطبے میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلفاء کو مکرّم کیا ہے اُن کو جہنّم سے محفوظ رکھا ہے اور جنّت اُن کے لیے واجب و لازم کر دی ہے۔ پھر اُس نے مجھے بھی اُن خلفاء میں قرار دیا اور میرے انصار اہلِ شام کو حرمِ الٰہی کا محافظ اور نصرت و تائیدِ خدا وندِ عالم سے انھیں دشمنانِ خدا پر فتحیاب کیا۔

راوی کا بیان ہے، اُس وقت جامع مسجد میں اہلِ عراق میں سے احنف بن قیس اور صعصعہ بن صوحان بھی موجود تھے۔

احنف بن قیس نے صعصعہ سے کہا: کیا تم کچھ کہو گے، یا مجھے اُٹھنا پڑے گا۔

صعصعہ نے کہا، نہیں، مَیں کافی ہوں تمھیں اُٹھنے کی ضرورت نہیں۔

یہ کہہ کر صعصعہ بن صوحان اُٹھے اور اُنھوں نے کہا: اے ابو سفیان کے بیٹے! تُو نے تقریر کی اور بہت بلیغ تقریر کی، اور جو کچھ کہنا چاہا اس میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ مگر تُو نے کیسے

کہتا ہے کہ (اللہ نے تجھے خلیفہ بنایا ہے)۔ تُو تو زبردستی ہم پر حاوی ہوگیا اور جبراً ہم پر بادشاہ بن گیا اور بغیر حق کے ہم پر مسلّط ہوگیا۔ اور یہ جو اہلِ شام پر تُو اِترا رہا ہے اور پھولا ہوا ہے تُو اس سے زیادہ مخلوق کی اطاعت کرنے اور خالق کی نافرمانی کرنے والا ہے۔ یہ وہ قوم ہے کہ جن کے دین اور جن کے اجسام کو تُو نے مال و دولت کے عوض خرید لیا ہے۔ جب تک تُو انھیں دیتا رہے گا، تیرے حامی و مددگار رہیں گے جب دینا بند کر دے گا تو یہ بھی بیٹھ رہیں گے اور تجھے چھوڑ دیں گے۔

معاویہ نے کہا: ابنِ صوحان! خاموش، خدا کی قسم اس تحمّل و برداشت اور مہربانی سے تو یہی بہتر تھا کہ میں نے غصّے کو نہ پیا ہوتا، خصوصاً تم جیسوں سے میں نے ہاتھ روکا اور برداشت کیا۔ خبردار، اب ایسی بات منھ سے نہ نکالنا۔

یہ سُن کر صعصعہ بیٹھ گئے۔ (امالی مفیدؒ)

(۲۲) معاویہ اور حارثہ بن قدامہ سے فقروں کا تبادلہ

عبدالملک بن عمیر لخمی سے روایت ہے، اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حارثہ بن قدامہ سعدیؒ معاویہ کے پاس آیا تو معاویہ کے ساتھ احنف بن قیس اور حباب مجاشعی بھی تخت پر بیٹھے ہوئے تھے۔

معاویہ نے پوچھا، تم کون ہو؟

اُس نے جواب دیا، میں حارثہ بن قدامہ ہوں۔

(اور یہ شخص ایک بہت نجیب و شریف تھا۔)

معاویہ نے کہا، تمھیں کس چیز سے تشبیہ دی جائے۔ تم تو بس شہد کی مکھی معلوم ہوتے ہو۔

یہ سن کر حارثہ چراغ پا ہوگیا اور بولا: معاویہ خبردار! مجھ سے ایسی باتیں نہ کرنا اچھا تُو نے مجھے شہد کی مکھی سے تشبیہ دی ہے تو خیر، اس میں زہریلا ڈنک بھی ہے اور شہد بھی ہے، مگر معاویہ! اس کے معنٰی تو کتیا کے ہیں جو کتّوں کو دیکھ کر عوعو کرتی ہے۔ اور اُمیّہ تو امۃ کی تصغیر ہے جس کے معنٰی کنیز کے ہیں۔

معاویہ نے کہا: دیکھو! ایسا نہ کہو۔

حارثہ نے کہا کہ جب تو نے مجھے کہا تو میں نے تجھے بھی کہہ دیا۔

معاویہ نے کہا؛ اچھا، اب آؤ میرے ساتھ تخت پر بیٹھ جاؤ۔

حارثہ نے کہا؛ نہیں۔

معاویہ نے کہا؛ کیوں ؟

حارثہ نے جواب دیا؛ اس لیے کہ مَیں اِن دونوں کے ساتھ گفتگو میں شریک نہ ہوں گا

معاویہ نے کہا؛ تم قریب تو آؤ۔ مَیں تم سے چپکے چپکے بات کروں گا۔

حارثہ قریب گیا تو معاویہ نے کہا؛ اے حارثہ! مَیں نے اِن دونوں سے ان کے دین کو خرید لیا ہے۔

حارثہ نے کہا؛ اور مجھ سے بھی تو میرا دین خرید لے۔

معاویہ نے کہا؛ زور سے بات نہ کرو۔

(امالی مفیدؒ۔ احتجاج طبرسیؒ)

بحار الانوار

باب ۱۲

حلیۂ مبارک، سن شریف

شہادت اور دفن

ANSAR

(۱) تاریخِ ولادت وشہادت

امام حسن علیہ السّلام ماہِ رمضان ۲ سنہ ھ یعنی جس سال غزوۂ بدر واقع ہوا آپؑ اُسی سال تولّد ہوئے اور یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ آپؑ ۳ سنہ ھ میں تولّد ہوئے، اور ۴۹ سنہ ھ کے ماہِ صفر کی آخری تاریخوں میں آپؑ نے وفات (شہادت) پائی۔ وقتِ وفات آپؑ کا سن ۴۷ سینتالیس سال چندہ ماہ تھا۔ (کافی جلد ۱ ص ۴۶۱)

(۲) آپؑ ماہِ رمضان ۲ سنہ ھ میں تولّد ہوئے اور ماہِ صفر ۴۹ سنہ ھ میں مدینے کے اندر زہر سے شہید کیے گئے۔ وقتِ شہادت آپؑ کا سن سینتالیس سال تھا۔

(نوٹ) شہید علیہ الرّحمہ اپنی کتاب "الدروس" میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسن علیہ السّلام کی ولادت پندرہ ماہِ رمضان بروز سہ شنبہ ۲ سنہ ھ کو مدینے میں ہوئی۔

اور مفید علیہ الرّحمہ نے فرمایا ہے کہ آپؑ کی ولادت ۳ سنہ ھ میں ہوئی۔ اور مدینے ہی کے اندر ۷ صفر بروز پنجشنبہ ۴۹ سنہ ھ یا ۵۰ سنہ ھ میں زہر سے شہید کر دیے گئے۔ اُس وقت آپؑ کا سن سینتالیس یا اڑتالیس سال تھا۔

کفعمی علیہ الرّحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ امام حسن علیہ السّلام ۱۵ ماہِ رمضان بروز سہ شنبہ ۳ سنہ ھ میں تولّد ہوئے اور ۷ ماہِ صفر روز پنجشنبہ ۵۰ سنہ ھ میں درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ آپؑ کا نقشِ خاتم "العزۃ للہ" تھا۔ آپؑ کے پندرہ فرزند تھے چار ازواج اور چونسٹھ کنیزیں تھیں۔ آپ کے حاجب و دربان سفینہ نامی تھے۔

③ تاریخِ ولادت وشہادت

کتاب مناقب میں ہے کہ امام حسن علیہ السلام کی ولادت باسعادت مدینے کے اندر ۱۵، ماہِ رمضان سنہ غزوۂ اُحد ۳ سنہ ھ میں ہوئی، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ۲ سنہ ھ میں ہوئی۔ ولادت کے ساتویں دن حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ان کو حریرِ جنّت کے ایک پارچے میں لپیٹ کر نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں لائیں۔ اُس وقت حضرت جبرئیلؑ آنحضرتؐ کی خدمت میں نازل ہوئے۔ اُنھوں نے اُن کا نام "حسن" رکھا۔ اور عقیقے میں ایک مینڈھا ذبح فرمایا۔

امام حسن علیہ السلام نے اپنے جدِّ امجد کے ساتھ سات سال چند ماہ گذارے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مکمل آٹھ سال اور اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ تیس سال اور اُن کے بعد نو سال، اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مکمل دس سال زندگی بسر کی۔

○ آپؑ کا حلیۂ مبارک :

آپؑ متوسط القامت تھے، ریشِ مبارک گھنی تھی۔ ۲۱، ماہِ رمضان ۴۰ سنہ ھ بروز جمعہ وفاتِ (شہادتِ) امیر المومنین علیہ السلام کے بعد آپؑ کی بیعت کی گئی، آپؑ کے سردارِ لشکر عبیداللہ بن عبّاسؒ تھے۔ ان کے بعد قیس بن سعد بن عبادہ ہوئے۔ وقتِ بیعت آپؑ کا سن ۳۷ سال تھا۔ چار ماہ تین دن آپؑ کا دَورِ خلافتِ ظاہری رہا۔ اِس کے بعد آپؑ کے اور معاویہ کے درمیان ۴۱ سنہ ھ میں صلح ہوگئی اور آپؑ مدینے واپس آگئے اور وہاں دس سال زندہ رہے۔

نام، کنیت اور القاب

نام : اللہ تعالیٰ ج نے آپؑ کا نام "حسن" رکھا۔ توراۃ میں آپؑ کا نام شبّر ہے۔

کُنیَت : آپؑ کی کنیت ابو محمدؐ اور ابو القاسم ہے۔

القاب : آپؑ کے القاب۔ سیّد۔ سبط۔ امین۔ حجت۔ برّ۔ تقی۔ اثیر۔ زکی۔

مجتبیٰ، سبطِ اوّل اور زاہد ہیں۔

آپؑ کی والدۂ گرامی فاطمہؑ بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

آپؑ مظلوم رہے اور زہر سے درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ آپؑ نے مدینے میں معاویہ کی حکومت کے دسویں سال وفات پائی۔

چالیس روز تک بیمار رہے ۲۸ صفر ۵۰ھ میں، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ۴۹ھ میں آپؑ نے وفات پائی۔ وقتِ وفات آپؑ کا سن ۴۷ سال چند ماہ تھا بعض کہتے ہیں کہ ۴۸ سال تھا۔

معاویہ نے جُعدہ بنتِ محمدؐ ابنِ اشعث کندی کو جو ابوبکر بن ابی قحافہ کی بہن اُمِّ فروہ کی بیٹی تھی دس ہزار دینار اور سقی سورا و سوادِ کوفہ میں زمین کے دس قطعات اس شرط پر دیے کہ وہ امام حسنؑ کو زہر دے دے۔

امام حسین علیہ السلام نے آپؑ کو غسل دیا کفن پہنایا اور دفن کیا۔ آپؑ کی قبر بقیع میں آپؑ کی جدّۂ ماجدہ فاطمہ بنتِ اسدؑ کے پہلو میں ہے۔

(مناقب جلد ۴ ص ۲۸-۲۹)

(۴) تاریخِ ولادت کی تحقیق

کمال الدین ابنِ طلحہ نے اپنی کتاب "کشف الغمہ" میں تحریر کیا ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام کی ولادت میں جتنی روایات ملتی ہیں اُن میں صحیح ترین روایت یہ ہے کہ آپؑ ۱۵ ماہِ رمضان ۳ھ میں مدینے کے اندر پیدا ہوئے۔ اس لیے کہ آپؑ کے والد بزرگوار حضرت علی ابنِ ابی طالبؑ علیہ السلام کا عقد حضرت فاطمہؑ سے ماہِ ذی الحجہ ۲ھ میں ہوا اور امام حسن علیہ السلام اُن کی پہلی اولاد ہیں۔

- یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپؑ کی والدہ نے آپؑ کو چھ مہینے پر جنا۔ مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ جب آپؑ تولد ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی اطلاع دی گئی تو آپؐ نے اُن کو اپنی آغوش میں لیا اور کان میں اذان کہی۔

- جنابذی ابو محمد عبدالعزیز بن اخضر اور ابنِ خشّاب نے روایت کی ہے کہ آپؑ کی ولادت چھ مہینے پر ہوئی۔ اور چھ مہینے پر جو بچہ پیدا ہوا وہ زندہ نہیں رہا۔ سوائے امام حسنؑ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے۔

- دولابی نے اپنی کتاب "الذریۃ الطاہرہ" میں تحریر کیا ہے کہ حضرت علیؑ کا

عقد حضرت فاطمہؑ سے ہوا اور امام حسنؑ غزوۂ اُحد کے دو سال بعد پیدا ہوئے۔ غزوۂ اُحد اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینے کی طرف ہجرت کے درمیان دو سال چھ ماہ پندرہ دن کا عرصہ تھا۔ اس حساب سے امام حسنؑ کی ولادت ہجرت سے چار سال چھ ماہ پندرہ دن بعد ہوئی۔ اور غزوۂ اُحد اور غزوۂ بدر کے درمیان ایک سال چھ ماہ کا عرصہ تھا۔

● ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ امام حسنؑ ماہِ رمضان ۳ھ میں پیدا ہوئے۔

● آپؑ کی کنیت ابو محمدؐ ہے۔ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے عقیقے میں ایک مینڈھا ذبح کیا اور سر کے بال اُتروائے اور فرمایا کہ بال کے وزن کے برابر چاندی صدقے میں دی۔

● روایت میں ہے کہ حضرت فاطمہ زہراؑ نے امام حسنؑ کے عقیقے میں ایک مینڈھا ذبح کرنا چاہا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس کا عقیقہ نہ کرو، بلکہ تم صرف سر کے بال اُتروا دو اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی فی سبیل اللہ صدقہ کردو۔

● اسی کتاب میں ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسن علیہ السلام کے عقیقے میں ایک مینڈھا اور امام حسین علیہ السلام کے عقیقے میں بھی ایک مینڈھا ذبح کیا۔

● کنجی شافعی نے اپنی کتاب "کفایۃ الطالب" میں تحریر کیا ہے کہ حسنؑ ابنِ علیؑ کی کنیت ابو محمدؐ تھی۔ آپؑ مدینے میں ۳ھ ۱۵ ماہِ رمضان کی شب میں پیدا ہوئے۔ آپؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیحد مشابہ تھے۔

حلیۂ مبارک: ● احمد بن محمد بن ایوب مغیری سے ایک مرفوع روایت ہے کہ امام حسنؑ کا گورا سُرخ شربتی رنگ تھا، آنکھیں بڑی بڑی اور سیاہ، رُخسار (گال) پچکے ہوئے، سینے پر چھوٹے چھوٹے بال جو ناف تک چلے گئے تھے۔ ریشِ مبارک گھنی، سر پر کانوں تک زلفیں، گردن، جیسے چاندی کی صراحی، مضبوط جوڑ و بند، شانے چوڑے، میتوسط قدو قامت، ملیح صورت، چہرہ تمام لوگوں سے حسین۔ آپؑ سیاہ خضاب لگاتے بال گھونگریالے، غرض سراپا حسین وجمیل تھے۔

● حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ امام حسنؑ رسول اللہ سے سینے سے لیکر اوپر سر تک اور امام حسینؑ سینے سے لیکر پاؤں تک سب سے زیادہ مشابہ تھے۔

(کشف الغمہ جلد ۲ ص ۹۴)

۵ حالاتِ مرض وشہادت

کشف الغمہ میں مرقوم ہے کہ عبدالعزیز بن اخضر سے روایت ہے کہ امام حسنؑ نے ۵۸ سال کی عمر میں رحلت فرمائی، امام حسینؑ اور ان کے بھائی محمدؑ و عباسؑ نے ان کو غسل دیا۔ سعیدؓ بن العاص نے آپؑ کی نمازِ جنازہ پڑھائی یہ واقعہ ۴۹ھ کا ہے۔

(نوٹ) اس وقت سعید بن العاص والئ مدینہ اور طریقۂ مسلمین یہی تھا کہ جنائز کی نماز یا تو خلیفۃ المسلمین پڑھائے ورنہ والئ شہر یہ کام انجام دے تاہم امام حسن علیہ السلام کی نمازِ جنازہ پڑھانے کیلئے امام حسینؑ آگے بڑھے تو اُس نے کہا کہ جب اِس وقت یہی طریقہ ہے کہ والئ شہر یا خلیفۂ وقت اولیٰ بالمومنین ہے تو اُس کی موجودگی میں آپؑ نمازِ جنازہ نہیں پڑھا سکتے۔ اسی بناء پر سعید بن العاص نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔

حافظ نے حلیتہ الاولیاء میں عمرو بن اسحاق سے روایت ہے کہ: ایک مرتبہ میں حضرت امام حسن ابن علیؑ علیہ السلام کی عیادت کو گیا۔ اس وقت آپؑ کے پاس ایک اور شخص بھی موجود تھا۔ آپؑ نے اُس سے کہا! اے فلاں! جو پوچھنا ہو مجھ سے پوچھ لے۔

اُس نے کہا؛ نہیں، جبتک آپؑ صحتیاب نہ ہو جائیں گے میں آپؑ سے کچھ نہ پوچھوں گا۔

پھر آپؑ اندر تشریف لے گئے اور واپس آکر پھر فرمایا: پوچھ لو مجھ سے قبل اس کے کہ تم مجھ سے نہ پوچھ سکو۔

اُس نے کہا؛ نہیں، پہلے آپؑ کو اللہ صحتیاب کردے، پھر پوچھوں گا۔

آپؑ نے فرمایا: میری قے (اُلٹی) میں جگر کے ٹکڑے گرے ہیں مجھے بار بار زہر پلایا گیا ہے مگر اس مرتبہ کے جیسا زہر مجھے کبھی نہیں پلایا گیا۔

راوی کا بیان ہے کہ میں دوسرے دن پھر گیا تو آپؑ جانکنی کے عالم میں تھے۔ امام حسین علیہ السلام اُن کے بالینِ سر تھے

اُنھوں نے پوچھا: بھائی! یہ زہر آپؑ کو کس نے دیا ہے؟

امام حسنؑ نے کہا: کیوں؟ کیا تم اس کو قتل کروگے؟

امام حسینؑ نے کہا: جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا: جس پر میرا گمان ہے اگر وہی ہے تو وہ زیادہ طاقت ور ہے (تم اس کو قتل نہ کرسکو گے) اور اگر وہ نہیں ہے، بلکہ زہر دینے والا کوئی اور ہے تو مَیں نہیں چاہتا کہ میرے خون کے عوض وہ قتل ہو جو میرے قتل سے بری ہے۔

یہ کہہ کر آپؑ انتقال فرما گئے۔

● رقیہؓ بن مصقلہ سے روایت ہے کہ جب امام حسنؑ بن علیؑ کا وقتِ وفات قریب آیا تو آپؑ نے فرمایا: مجھے ذرا صحرا میں لے چلو۔ مَیں ملکوت السّماوات یعنی آیاتِ الٰہی دیکھنا چاہتا ہوں۔

جب آپؑ صحرا میں پہنچے تو فرمایا: "پروردگارا! مَیں اپنی جان تیرے سپرد کرنا چاہتا ہوں جو میرے لیے سب سے پیاری شے ہے۔"

(کشف الغمہؒ جلد ۲ صـ ۱۴۲ - ۱۶۲)

⑥ بسترِ مرگ پر امام حسنؑ کے پند و نصائح

جنادہ بن ابی اُمیہؒ سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ مَیں ایک مرتبہ امام حسنؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ جناب مرضِ موت میں مبتلا تھے۔ آپؑ کے سامنے ایک طشت رکھا ہوا تھا جس میں آپؑ بار بار خون تھوکتے تھے اور آپؑ کا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر رہا تھا یہ اس زہر کی وجہ سے تھا جو معاویہ نے آپؑ کو پلوایا تھا۔

مَیں نے عرض کیا: مولا! آپؑ اس کا علاج کیوں نہیں کرتے؟

آپؑ نے فرمایا: بندۂ خدا! موت کا کیا علاج ہے۔

مَیں نے کہا: "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ"

اس کے بعد آپؑ میری طرف متوجّہ ہوئے اور فرمایا: خدا کی قسم، رسول اللہؐ ہم لوگوں کو بتا گئے ہیں کہ اولادِ علیؑ و فاطمہؑ میں سے بارہ افراد (مع علیؑ) اِس امرِ امامت کے مالک ہوں گے اور ہم میں سے ہر ایک یا قتل ہوگا یا زہر سے شہید ہوگا۔

پھر وہ طشت اُٹھا لیا گیا اور آپؑ گریہ فرمانے لگے۔

راوی کا بیان ہے کہ مَیں نے عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! ہمیں کچھ نصیحتیں فرمائیے۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا (اے جنادہ!) سنو!

○ اِستعدّ لِسفرك وحَصِّل زادك قبل حُلول اَجلك واعلم اَنّكَ تطلب الدنيا والموت يَطلُبكَ۔

اپنے سفر کی تیاری کرلو اجل آنے سے پہلے زادِ سفر مہیا کرلو۔ اور جان لو کہ تم لوگ دنیا کے طالب ہو اور موت تمہاری طلب میں ہے۔

○ ولاتحمل همّ يومكَ الّذى لم يأت على يومكَ الّذى اَنتَ فيه

اور اپنے آج کے دن پر آنے والے دن (کل) کی فکر کا بوجھ نہ ڈالو۔

○ واعلم اَنّكَ لا تكسب مِنَ المالِ شيئًا فوق قُوتكَ اِلّا كنتَ فيه خازنًا لغيركَ

اور یہ بھی جان لو کہ اپنے اخراجات سے زیادہ جو دولت تم کماتے ہو اس کے تم خزینہ دار (خزانچی) ہو، دوسروں کیلئے۔

○ واعلم اَنّ فى حلالها حساب وفى حرامها عقاب وفِى الشُّبهات عتاب

اور تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ دنیا کی حلال کی کمائی کا حساب ہوگا اور کسبِ حرام پر عذاب اور مشتبہ کمائی پر عتاب ہوگا۔

○ فَانزل الدّنيا بِمنزلة المَيتة، خُذ مِنها ما يَكفِيكَ، فَاِن كان ذالك حلالًا كُنتَ قد زهدتَ فيها واِن كان حرامًا لم يَكن فيه وزر۔ فَاَخذتَ كما اَخذتَ مِنَ الميتةِ وَاِن كان العتاب فَاِنّ العتاب يسيرٌ۔

دنیا بمنزلۂ مردار ہے اس میں سے بس اتنا ہی لے لو جتنا تمھیں کافی ہوجائے اِس لیے کہ اگر یہ لینا حلال ہے تو بقیہ جو تم نے نہیں لیا اس میں زہد سے کام لیا ہے اور اگر حرام ہے تو اس کا بھی کوئی بوجھ تم پر (زیادہ) نہیں پڑے گا، اس لیے کہ تم نے اتنا ہی لیا ہے جتنا ایک مُردار کھایا جاسکتا ہے۔ اور اگر اِس پر عتاب بھی ہوگا تو وہ بہت معمولی سا۔ (زیادہ نہیں)

○ واعمل لِدُنياكَ كَاَنّكَ تعِيش اَبدًا واعمل لِاٰخِرتكَ كاَنّكَ تموت غدًا

اور اپنی دنیا کے لیے جو کام کرو تو اس طرح، گویا تمھیں ہمیشہ یہیں رہنا ہے (جلدی کی کیا ضرورت ہے کرلیں گے) اور جو کام تم اپنی آخرت کے لیے انجام دو تو اس کے لیے (جلدی کرو)

گویا تم کل ہی مر جاؤ گے۔

○ وَاِذا اَرَدتَ عِزًّا بِلا عشیرۃٍ وَهیبۃً بِلا سلطانٍ فَاخرُج من ذلِّ معصیۃ اللہ اِلیٰ عزِّ طاعۃ اللہ عَزَّ وَجَلَّ

اور اگر تمھیں بغیر قبیلہ و عشیرہ کے عزّت حاصل کرنا ہے اور بغیر سلطنت کے اپنے اندر رُعب و دبدبہ پیدا کرنا ہے تو اللہ تعالیٰ عزّ وجلّ کی معصیّت کی ذلّت سے نکل کر اطاعتِ الٰہی کی عزّت میں آجاؤ۔

○ وَ اِذا نازعتكَ اِلیٰ صُحبَۃ الرِّجال حاجۃٌ فَاصُحَبُ من اِذا صحبۃ زانكَ واذا اخدمۃ صانِكَ واذا اردتَ منہ معونۃً اعانكَ وان قُلتَ صدَّقَ قولكَ وَاِنْ صلت شدَّ صولكَ واِنْ مددتَ يدك بِفضل مدَّها واِنْ بَدتْ عنك ثلمۃ سدَّها واِنْ رأى منكَ حسنۃً عدَّها وَ اِنْ سألتہٗ اَعطاكَ وَاِنْ سكتَّ عنہُ اِبتداكَ وَاِنْ نزلتْ اِحدىٰ المدمّات بہ ساءكَ

اور اگر تمھیں لوگوں سے دوستی کی ضرورت بہت زیادہ پریشان کرے تو پھر ایسے کو دوست بناؤ کہ جس کی دوستی تمھیں زیب دے۔ اگر تم اس سے اعانت چاہو تو تمھاری مدد کرے، اگر تم کوئی بات کہو تو وہ تم کو سچّا سمجھے، اگر تم اس کی طرف اپنا ہاتھ بڑھاؤ تو وہ بھی تمھاری طرف مہربانی کا ہاتھ بڑھائے، اگر تم سے اُس کا کوئی نقصان ہو جائے تو وہ تمھیں معاف کر دے، اگر تم اس کے ساتھ کوئی نیکی کرو تو وہ اسے اہمیّت دے، اگر تم اس سے کچھ طلب کرو تو وہ عطا کرے، اگر تم خاموشی اور سکوت اختیار کرو تو وہ ابتدائے کلام کرے اگر تم کسی مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ تو اُس کو تمھاری پریشانی پر افسوس ہو۔

○ مَن لا تأتيك منہ البوائق ولا يختلفَ عليكَ منہ الطرائق ولا يخذلك عند الحقائق وان تنازعتما منقسمًا اٰثركَ ۰۰

ایسے شخص سے دوستی کرو جو تمھیں مصیبت میں مبتلا نہ کر دے۔ تمھیں غلط راہوں پر نہ ڈال دے، موقع آئے تو تمھارا ساتھ نہ چھوڑ دے، اگر کبھی تمھارے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہو جائے تو وہ تمھارے لیے ایثار سے کام لے

اس کے بعد امام حسن علیہ السلام کی سانس بند ہوگئی رنگ زرد ہوگیا، مجھے اُن کے متعلق خطرہ محسوس ہوا، اتنے میں امام حسین علیہ السلام اور اسود بن اسود آگئے۔ امام حسین علیہ السلام نے جھک کر اُن کی پیشانی کو بوسہ دیا اور اُن کے پاس بیٹھ گئے۔ آپس میں آہستہ آہستہ باتیں کرنے لگے تو ابوالاسود نے کہا: اِنَّا لِلّٰہ امام حسن علیہ السلام اب دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں۔

امام حسن علیہ السلام نے امام حسین علیہ السلام کو اپنا وصی بنایا، اور ماہ صفر کے آخری دنوں میں روز پنجشنبہ سنہ ۵۰ھ میں وفات پائی وقتِ وفات آپؑ کا سن ۴۷ سال تھا۔ آپؑ بقیع (جنّت البقیع) میں دفن کیے گئے۔ (کفایۃ الطالب)

⑦ سببِ وفات اور حضرت عائشہ کا یومِ بغل (خچّر والا دن)

"عیون المعجزات" سید مرتضیٰ علیہ الرحمہ، میں مرقوم ہے کہ امام حسن علیہ السلام بعثتِ سرورِ کائنات کے پندرہ سال اور چند ماہ بعد تولّد ہوئے۔ اُس وقت حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا گیارہ سال کی ہوچکی تھیں۔ آپؑ کی ولادت بھی بالکل اسی طرح ہوئی جس طرح آپؑ کے جدِّ امجد اور آپؑ کے پدر بزرگوار کی ولادت ہوئی تھی یعنی بالکل طاہر و مطہّر اور تسبیح و تہلیل کرتے ہوئے اور قرأتِ قرآن کرتے ہوئے تولّد ہوئے۔

اصحاب نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے روایت کی ہے کہ حضرت جبرئیلؑ امین آپؑ کی گہوارہ جنبانی کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی وفات کے وقت آپؑ ۷ سال اور چند ماہ کے تھے۔

امام ابو محمّد حسن علیہ السلام کا اِس دارِ دنیا سے مفارقت کا سبب یہ ہوا کہ: معاویہ نے جعدہ بنتِ محمّد بن اشعث (آپؑ کی زوجہ) کو دس ہزار دینار اور شعب سوار وسوادِ کوفہ میں زمین کے بہت سے قطعات دیے اور اس کے پاس زہر بھیج دیا۔ اُس نے وہ زہر آپؑ کے کھانے میں ملا دیا اور جب آپؑ کے سامنے رکھا تو آپؑ نے فرمایا:

"اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اور الحمد للہ" کہ اب جنّت میں مجھے اپنے جد حضرت محمدؐ سیّد المرسلینؐ اور اپنے پدرِ بزرگوار سیّد الوصیینؑ، اپنی والدہ گرامی سیّدہ نساء العالمینؑ، چچا جعفرؑ طیّار اور حضرت حمزہؑ سیّد الشہداء سے ملاقات کا موقع ملے گا۔

اور جب امام حسین علیہ السّلام اپنے بھائی کے پاس آئے اور پوچھا کہ بھائی جان آپؑ کا کیسا مزاج ہے ؟

امام حسن علیہ السّلام نے فرمایا : آج میرا اِس دنیا میں آخری دن ہے اور آخرت کا پہلا دن ہوگا۔ مجھے تمھاری جدائی اور دوسرے بھائیوں سے جدائی کا قلق ہے مگر استغفراللہ رسول اللہؐ و امیرالمومنینؑ و مادرِ گرامی و حضرت جعفر (طیّار)، و حضرت حمزہ کی ملاقات کی خواہش میں یہ فراق مجھے گوارا ہے۔

اس کے بعد آپؑ نے امام حسین علیہ السّلام کو وصیّتیں کیں، اسمِ اعظم اور انبیاءؑ کی میراث جو امیرالمومنین علیہ السّلام نے آپؑ کو سپرد کی تھیں اُن کے حوالے کیں اور فرمایا : اے برادر ! جب مَیں مر جاؤں تو مجھے غسل دینا، حنوط کرنا، کفن پہنانا اور مجھے میرے جد کی قبر پر لے جانا اور قبر کے پہلو میں دفن کر دینا، اگر لوگ مزاحمت کریں تو تمھیں اپنے جد رسول اللہؐ اور پدر، امیرالمومنینؑ اور مادرِ گرامی فاطمہ زہراؑ کے حق کی قسم کسی سے جھگڑا نہ کرنا فوراً میرا جنازہ بقیع لے جانا اور وہاں میری ماں کے پہلو میں دفن کر دینا۔

الغرض، جب امام حسین علیہ السّلام اپنے بھائی کے غسل و کفن وغیرہ سے فارغ ہوئے تو اُن کا جنازہ قبرِ رسولؐ کے پہلو میں دفن کرنے کے لیے لے چلے۔ ادھر مروانؒ بن حکمؒ جس کو رسول اللہؐ شہر بدر کر چکے تھے، وہ ایک خچّر پر سوار ہو کر اُمّ المومنین عائشہ کے پاس آیا اور کہا :

" اے اُمّ المومنین ! حسینؑ کا ارادہ ہے کہ وہ اپنے بھائی کو رسول اللہؐ کے پہلو میں دفن کریں اور اگر انھوں نے اُن کو وہاں دفن کر دیا تو خدا کی قسم وہ خصوصیّت اور امتیاز جو آپ کے والد ابوبکر اور اُن کے مصاحب عمر فاروق کو قیامت تک کے لیے حاصل ہے باقی نہ رہے گا

حضرت عائشہ نے کہا، پھر اے مروان ! مجھے کیا کرنا چاہیے ؟

مروانؒ نے کہا، آپ چلیں اور اُنھیں روک دیں۔

حضرت عائشہ نے کہا، کیسے چلوں ؟

مروانؒ نے کہا، آپ میرے اِس بغلے (خچّر) پر سوار ہو جائیں۔

یہ کہہ کر مروان اپنے خچّر سے اُتر پڑا اور حضرت عائشہ خچّر پر سوار ہو کر روانہ ہو گئیں اور لوگوں کو خصوصاً بنی اُمیّہ کو امام حسین علیہ السّلام کے مقابلے کے لیے اُبھارتی اور للکارتی چلیں کہ حسینؑ کو حسنؑ کے دفن کرنے سے روکو۔

جب عائشہ قبرِ رسولؐ کے پاس پہنچیں جہاں امام حسن علیہ السّلام کا جنازہ پہنچ چکا تھا تو اُنھوں نے خود کو خچّر سے گرا دیا اور کہا : خدا کی قسم، حسنؑ یہاں تا ابد دفن نہیں

ہو سکتے (اور اپنے بالوں کی طرف اشارہ کر کے کہا) ورنہ میں انھیں نوچ ڈالوں گی۔

یہ دیکھ کر بنی ہاشم جنگ وجدال پر آمادہ ہوگئے

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: خدا کے لیے تم لوگ میرے بھائی کی وصیت کو نہ چھوڑو اور جنازے کو بقیع کی طرف موڑ دو، اس لیے کہ بھائی نے مجھے قسم دلائی ہے کہ اگر لوگ مجھے میرے جد کے پہلو میں دفن کرنے سے مانع ہوں تو کسی سے جنگ کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور بقیع میں لے جا کر مادر گرامی کے پہلو میں مجھے سپردِ خاک کر دیا جائے۔

غرض بنی ہاشم نے جنازے کا رُخ موڑ دیا اور بقیع میں لیجا کر حضرت فاطمہؑ زہرا کے پہلو میں دفن کر دیا۔

اس کے بعد ابنِ عباس کھڑے ہوئے اور بولے: اے حمیراء! (عائشہ) آج تم نے یہ کوئی نئی بات نہیں کی ہے۔ ایک دن تم اونٹ پر نظر آئی تھیں اور آج خچر پر نظر آرہی ہو۔ کیا تمھارے لیے یہ کافی نہ تھا کہ لوگ تمھارے یومِ جمل کو یاد کریں کہ اب یومِ بغل (خچر) کو بھی یاد کریں گے کبھی تم اُس پر سوار ہوئی تھیں اور آج اِس پر سوار ہو۔ رسول اللہؐ تمھیں پردے میں بٹھا گئے تھے اور تم آنحضرتؐ کے بعد باہر نکل آئیں۔

کیا تم یہ چاہتی ہو کہ نورِ خدا کو بجھا دو؟ مگر اللہ نے یہ طے کر لیا ہے کہ وہ اپنے نور کو اتمام تک پہنچا کر رہے گا، خواہ مشرک کتنی ہی اس سے کراہت کریں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

حضرت عائشہ نے کہا تم دُور ہٹ جاؤ۔ تم پر اور تمھاری قوم پر اُف ہے۔

• روایت میں ہے کہ وقتِ وفات امام حسن علیہ السلام کا سن ۴۷ سال ایک ماہ کا تھا جس میں اُنھوں نے سات سال چھ ماہ رسول اللہؐ کے ساتھ بسر کیے اور اس کے بعد بقیہ (تیس سال) امیر المومنینؑ کے ساتھ اور دس سال آپؑ کے بعد گذارے

• روایت میں یہ بھی ہے کہ آپؑ اپنی والدہ حضرت سیدۃ نساء العالمین کے پہلو میں ایک ہی قبر میں دفن کیے گئے۔ (عیون المعجزات)

(۸) جُعدہ کا گھرانا اور اہلِ بیتؑ سے دشمنی

کتاب "کافی" اور کتاب عدہ میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: اشعث بن قیس، امیر المومنینؑ کے قتل میں شریک رہا۔ اُس کی بیٹی جُعدہ نے امام حسنؑ

کو زہر دیا اور اشعث کا بیٹا محمد بن اشعث امام حسینؑ کے قتل میں شریک رہا۔
(روضۃ الکافی جلد ۸ ص ۱۶۷)

۹ دفنِ امام حسنؑ پر حضرت عائشہ سے امام حسینؑ و محمد حنفیہؓ کی تلخ کلامی

محمد بن مسلم نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے اُن کا بیان ہے کہ میں نے آنجنابؑ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ جب امام حسن علیہ السلام کا وقتِ احتضار آیا تو آپؑ نے امام حسین علیہ السلام سے فرمایا: بھائی! میں تم سے چند وصیتیں کرتا ہوں ان کو دھیان میں رکھنا۔ سنو! جب میں مر جاؤں تو غسل و کفن وغیرہ کے بعد قبرِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لیجانا تاکہ میں ان سے اپنے عہد کو تازہ کر لوں، اس کے بعد میری ماں فاطمہ زہراؑ کی قبر پر لیجانا اور بقیع میں دفن کر دینا۔

اور تمھیں یاد رہے کہ حمیراء (عائشہ) میرے معاملے میں وہ اقدام کریں گی کہ جس سے لوگوں کو علم ہو جائے گا کہ اُن کو رسول اللہؐ اور اُن کے اہلِ بیتؑ سے کس قدر عداوت ہے۔

الغرض جب امام حسن علیہ السلام نے وفات پائی تو (غسل و کفن کے بعد) انھیں ایک تابوت میں رکھ کر لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس مصلے کے پاس لے گئے جہاں آنحضرتؐ نمازِ جنازہ پڑھایا کرتے تھے اور جب وہاں اُن کی نمازِ جنازہ ہو چکی تو جنازہ وہاں سے اُٹھایا اور مسجد میں لاکر قبرِ رسولؐ کے پاس رکھ دیا۔ جب حضرت عائشہ کو اس کی خبر ہوئی اور انھیں یہ بتایا گیا کہ لوگ امام حسنؑ کا جنازہ یہاں اس لیے لائے ہیں کہ آنحضرتؐ کے پہلو میں دفن کریں۔ تو وہ زین کسے ہوئے خچر پر سوار ہو کر تیزی کے ساتھ آئیں۔ اور اسلام میں یہ پہلی عورت ہے جو زین کسے ہوتے خچر پر سوار ہوئیں۔

الغرض انھوں نے (بنی ہاشم سے) پکار کر کہا، اپنی اولاد کو میرے حجرے (بیت) سے ہٹاؤ یہاں کوئی دفن نہ ہوگا۔ یہ رسولؐ کا زنان خانہ ہے اس کی پردہ دری نہ کرو۔

امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زنان خانے کی پردہ دری تو تم اور تمھارے باپ پہلے ہی کر چکے اور اس میں تم نے ایسے شخص کو دفن کیا ہے جس کا قرب رسول اللہؐ کو پسند نہ تھا۔ اے عائشہ! اللہ تعالے تم سے اس کی باز پرس کرے گا۔

خیر میرے بھائی نے مجھے ہدایت کی تھی کہ میں اُن کا جنازہ رسول اللہؐ کی قبر پر لاؤں تاکہ وہ اُنؐ سے اپنے عہد کو تازہ کر لیں۔ اور تمھیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ میرے بھائی (حسنؑ)

اللہ اور اس کے رسولؐ کی باتوں کا سب سے زیادہ علم رکھتے تھے۔ وہ کتابِ خدا کی آیات کی تاویل کے سب سے زیادہ عالم تھے اور یہ جانتے تھے کہ رسول اللہؐ کے گھر کی پردہ دری کس بات سے ہوتی ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّا اَنْ یُّؤْذَنَ لَکُمْ" (سورۃ احزاب آیت ۵۳)

ترجمۂ آیت: (اے اہلِ ایمان! تم لوگ رسولؐ کے گھروں میں بغیرِ اجازت نہ داخل ہوا کرو۔)

مگر تم نے رسول اللہؐ کی اجازت کے بغیر رسولؐ کے گھر میں اپنے عزیزوں کو داخل کرلیا۔ نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ" (سورۃ الحجرات آیت ۲)

ترجمۂ آیت (اے اہلِ ایمان! اپنی آوازیں رسولؐ کی آواز پر بلند نہ کرو۔)

اور تم نے اپنے باپ اور ان کے فاروق کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے گوشِ مبارک کے قریب کھدال اور بیلچے چلوائے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰی"

(سورۃ الحجرات آیت ۳)۔

ترجمۂ آیت (بیشک، جو لوگ رسول اللہؐ کے سامنے اپنی آوازوں کو نیچا رکھتے ہیں اللہ نے تقویٰ کے لیے ان کے دلوں کو آزما لیا ہے۔)

اور تم نے تو اپنے باپ اور ان کے فاروق کو رسول اللہؐ کے قریب بیدھڑک داخل کردیا جس سے ان کو اذیت پہنچی اور ان لوگوں نے اس حق کا پاس و لحاظ نہ کیا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی زبانی ان دونوں کو حکم دیا تھا کہ:

"اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَمْوَاتًا مَا حَرَّمَ مِنْهُمْ اَحْیَاءً"

ترجمۂ آیت (بیشک مومنین پر حالتِ زندگی میں جو کچھ حرام ہے وہ مرنے کے بعد بھی حرام ہے۔)

اور اے عائشہ! خدا کی قسم، اگر پہلوئے پیغمبرؐ میں دفنِ حسنؑ جائز ہوتا جو تمھیں ناپسند ہے، تو پھر تمھیں بھی معلوم ہو جاتا کہ تمھاری ناپسندیدگی کے باوجود کیسے نہیں دفن ہوتے (کون انھیں دفن ہونے سے روکتا تو ہم دیکھتے)۔

اس کے بعد محمدؒ ابنِ حنفیہؒ نے کہا: اے عائشہ! ایک دن تم خچر پر سوار ہو کر آئیں اور ایک دن تم اونٹ پر سوار ہو کر آئی تھیں عداوتِ بنی ہاشم میں تم اس قدر از خود رفتہ ہو کر تمھارے پاؤں زمین پر نہیں ٹک سکے۔

یہ سُن کر حضرت عائشہ نے محمدؒ ابنِ حنفیہؒ سے کہا: اے ابنِ حنفیہؒ! یہ فاطماؤں کی اولادیں تو بات کر رہی ہیں تم کیوں بول رہے ہو؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: تم محمدؐ کو فاطماؤں سے الگ کیوں سمجھ بیٹھیں، یہ تو تین فاطماؤں کی اولاد ہیں۔ فاطمہؑ بنتِ عمران بن عائذ بن عمرو بن مخزوم و فاطمہؑ بنتِ اسد بن ہاشم و فاطمہؑ بنتِ زائدہ بن الاصم بن رواحہ بن حجر بن معیص بن عامر۔

عائشہ نے کہا؛ خیر اب تم لوگ یہ جنازہ لیجاؤ، تم تو جھگڑالو لوگ ہو۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر امام حسین علیہ السلام اُن کے جنازے کو ان کی ماں کی قبر کے پاس لائے۔ انھیں تابوت سے نکالا اور وہیں بقیع میں دفن کر دیا۔

(کافی جلد ۱ ص ۳۰۲)

۱۰ سنِ وفات حسبِ روایتِ کافی

ابو بصیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے:

آپؑ نے فرمایا ۵۰ سنہ ھ میں امام حسن علیہ السلام نے وفات پائی اور اُس وقت آپؑ کا سن ۴۷ سال کا تھا۔ آپؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد چالیس سال زندہ رہے۔ (کافی جلد ۱ ص ۴۶۱)

۱۱ تاریخِ ولادت باسعادت

"تاریخ" مفید علیہ الرحمہ میں ہے کہ سیدنا ابو محمد حسنؑ بن علیؑ کی ولادت ۱۵ ماہِ رمضان ہجرت کے اٹھارہ ماہ بعد جنگِ بدر کے سال میں ہوئی۔

کتاب "دلائل الامامۃ" میں ہے کہ امام حسن علیہ السلام ۱۵ رمضان ۳ سنہ ھ میں

پیدا ہوئے اور یہی کتاب "تحفۃ الظرفا" اور کتاب الذخیرہ میں بھی مرقوم ہے

● کتاب "المجتبیٰ فی النسب" میں ہے کہ امام حسن علیہ السلام مدینے کے اندر ماہِ رمضان ۳ھ میں جنگِ بدر سے اُنّیس دن پہلے پیدا ہوئے۔

● کتاب تذکرہ میں ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام ۱۵ ماہِ رمضان ۳ھ میں پیدا ہوئے اور اسی سال جنگِ اُحد واقع ہوئی۔

● کتاب "موالید الائمہ" میں ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام ماہِ رمضان ۲ھ اور بعض روایات میں ہے کہ ۳ھ میں پیدا ہوئے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپؑ ۱۵ ماہِ رمضان بروز سہ شنبہ ۳ھ میں مدینے کے اندر پیدا ہوئے۔ اور یہ شاہ یزدجرد بن شہریار کی سلطنت کا زمانہ تھا۔

⑫ آپؑ کو اور آپؑ کی کنیز کو زہر دیا گیا

ہمارے اکثر اصحاب نے اپنے اسناد کے ساتھ ابوبکر حضرمی سے روایت کی ہے، ان کا بیان ہے کہ جعدہ بنتِ اشعث بن قیس کندی نے حضرت امام حسن علیہ السلام کو زہر دیا اور ان کی ایک کنیز کو بھی زہر دیا۔ کنیز نے تو قے کر کے اس زہر کو نکال دیا، مگر امام حسن علیہ السلام کے معدے میں وہ زہر رہ گیا نکل نہ سکا اور اس کے اندر زخم پیدا کر دیا اور آپ کا انتقال ہو گیا۔ (کافی باب مولدِ حسنؑ جلد ۱ ص ۴۶۲)

⑬ تاریخِ ولادت وشہادت اور مختلف روایات:

ہمارے بعض اصحاب کی تالیفات میں مرقوم ہے کہ جب امام حسن علیہ السلام کی مدّتِ حیات پوری ہو چکی اور وقتِ وفات قریب آیا تو زہر کا اثر سارے جسم میں پھیل گیا۔ بدن کا رنگ سبز ہو گیا تو امام حسین علیہ السلام نے کہا (بھائی!) کیا بات ہے؟ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپؑ کے جسم کا رنگ سبز ہو گیا ہے۔

یہ سُن کر امام حسن علیہ السلام نے گریہ فرمایا اور کہا: بھائی! ہمارے اور تمہارے دونوں کے متعلق حدیثِ رسولؐ صحیح ہے۔

یہ کہہ کر آپؑ نے بھائی کے گلے میں باہیں ڈالیں اور خوب جی بھر کر دیر تک روتے رہے۔

پھر امام حسین علیہ السّلام نے بھائی سے اس حدیث کے متعلق پوچھا کہ وہ کیا حدیث ہے؟

اُنھوں نے کہا: میرے جد نے مجھے بتایا تھا کہ جب مَیں شبِ معراج باغہائے جنّت میں داخل ہوا اور اہلِ ایمان کے قصور کی طرف سے گذرا تو مَیں نے وہاں دو عالیشان قصر دیکھے جو ایک دوسرے کے مقابل بالکل ایک ہی طرح کے بنے ہوئے تھے، فرق صرف یہ تھا کہ ایک زبرجد سبز سے بنا ہوا تھا اور دوسرا یاقوتِ سرخ کا بنا ہوا تھا۔ مَیں نے جبریلؑ سے پوچھا: اے جبریلؑ! یہ دونوں قصر کس کے ہیں؟

جبریلؑ نے عرض کیا، ایک حسنؑ کا اور دوسرا حسینؑ کا ہے۔

مَیں نے کہا: اے جبریلؑ! پھر یہ دونوں ایک ہی رنگ کے کیوں نہیں ہیں؟

جبریلؑ یہ سن کر خاموش ہو گئے، کوئی جواب نہیں دیا۔

مَیں نے کہا: کیوں خاموش ہو گئے، جواب کیوں نہیں دیتے؟

جبریلؑ نے کہا: آپؐ سے کہتے ہوئے کچھ جھجک محسوس کر رہا ہوں۔

مَیں نے کہا: تمھیں خدا کی قسم، بتاؤ کیا بات ہے؟

جبریلؑ نے کہا: اچھا، تو پھر سُن لیجیے۔ یہ سبز قصر حسنؑ کا اس لیے ہے کہ حسنؑ کو زہر سے شہید کیا جائے اور موت کے وقت اُن کے جسم کا رنگ سبز ہو جائے گا۔ اور یہ سرخ قصر حسینؑ کا اس لیے بنایا گیا ہے کہ حسینؑ قتل کر دیے جائیں گے اور اُن کا چہرہ خون سے سرخ ہو جائے گا۔

اس کے بعد امام حسنؑ اور امام حسینؑ دونوں رونے لگے اور جو لوگ وہاں موجود تھے اُن کا تو روتے روتے بُرا حال ہو گیا۔

● ابن ابی الحدید معتزلی نے ابوالحسن مدائنی سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ امام حسن علیہ السّلام کو چار بار زہر دیا گیا تھا۔ چنانچہ اُنھوں نے خود بتایا کہ مجھے کئی مرتبہ زہر دیا گیا، مگر اس مرتبہ کا زہر تو بہت ہی سخت ہے۔

● مدائنی نے جویریہ بن اسماء سے روایت کی ہے اُن کا بیان ہے کہ جب حضرت امام حسن علیہ السّلام کا انتقال ہوا اور ان کا جنازہ نکالا گیا تو مروانؔ بن حکم[۳] نے اُن کے جنازے کو کاندھا دیا۔

امام حسین علیہ السّلام نے کہا: آج تو ُ ان کے جنازے کو کاندھا دے رہا ہے مگر کل

تک تو تُو ان پر غصّے کے گھونٹ پیتا تھا۔ ؟

مروانؓ نے کہا: ہاں، مَیں ایسا ہی کرتا تھا، مگر مَیں نے دیکھا کہ وہ صبر و تحمّل کے ایک پہاڑ ہیں۔

پھر مدائنی نے آگے بڑھ کر لکھا ہے کہ اس امر میں اختلاف ہے کہ امام حسنؑ کا وقتِ وفات کیا سن تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ اُس وقت آپؑ کا سن ۴۸ سال کا تھا اور یہ حضرت امام جعفر بن محمّد علیہ السّلام سے مروی ہے۔ اور یہ روایت ہشّام بن سالم کی ہے۔ نیز کہا جاتا ہے کہ آپؑ کا سن ۴۶ سال کا تھا اور یہ بھی روایت امام جعفر بن محمّد علیہ السّلام سے ابوبصیر نے بیان کی ہے۔

ابوالفرج نے "مقاتل الطالبیین" میں تحریر کیا ہے کہ وقتِ وفات حضرت امام حسن علیہ السّلام کا سن کیا تھا اس میں اختلاف ہے۔

جمیل بن دراج نے حضرت امام جعفر ابنِ محمّد علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ وقتِ وفات آپؑ کا سن ۴۸ سال کا تھا اور ابوبصیر سے روایت ہے کہ وقتِ وفات امام حسن علیہ السّلام کا سن ۴۶ سال کا تھا۔

نیز انھوں نے لکھا ہے کہ سفیان ثوری نے حضرت امام جعفر بن محمّد علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ حسینؓ ابنِ علیؑ کا سن شہادت کے وقت ۵۸ سال کا تھا اور اسی طرح امام حسن علیہ السّلام کا بھی شہادت کے وقت یہی سن تھا لیکن ابوالفرج کا قول ہے کہ یہ محض وہم و گمان ہے۔ کیونکہ امام حسنؑ کی ولادت سنہ ۳ھ میں ہوئی اور شہادت سنہ ۵۱ھ میں۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں اِس حساب سے آپؑ کی مدّتِ عمر تقریباً ۴۸ سال ہوتی ہے

(۱۴) زہر شاہِ روم سے منگوایا گیا تھا

اعمش نے سالم بن ابی جعد سے روایت کی ہے اُن کا بیان ہے کہ ہم لوگوں میں سے ایک شخص نے بتایا کہ مَیں ایک روز امام حسن علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: فرزندِ رسولؐ! آپؑ نے تو ہم لوگوں کی گردنیں جھکا دیں اور ہم گروہِ شیعہ کو آپؑ نے غلام بنا دیا اب باقی بھی کچھ نہیں رہا۔

آپؑ نے فرمایا: وہ کیسے ؟

میں نے عرض کیا کہ آپؑ نے امرِ حکومت اس ظالم کے سپرد کر دیا۔

آپؑ نے فرمایا: میں نے حکومت اسی وقت سپرد کی ہے جب میں نے اپنا کوئی مددگار نہیں پایا اور واقعتاً اگر مجھے مددگار ملتے تو میں اُس سے دن رات مقاتلہ کرتا تا اینکہ اللہؑ ہمارے اور اس کے درمیان فیصلہ کر دیتا۔ لیکن میں نے بھی اہلِ کوفہ کو اچھی طرح پہچان لیا جو اُن میں سے فاسد اور خراب ہو چکے ہیں وہ ہمارے کس کام کے؟ نہ اُن کے پاس وفا ہے اور نہ ان کے قول و فعل کا کوئی اعتبار ہے۔ یہ لوگ مختلف الخیال ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم آپؑ کے ساتھ ہیں مگر ان کی تلواریں ہمارے خلاف کھنچی ہوئی ہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ ابھی وہ مجھ سے بات ہی کر رہے تھے کہ کھانسی کے ساتھ خون آگیا۔ آپؑ نے طشت منگوایا جو آپؑ کے سامنے رکھ دیا گیا تو وہ پورا طشت خون سے بھر گیا۔

میں نے عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! یہ کیا ہے؟ میں تو آپؑ کو تکلیف میں مبتلا دیکھ رہا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: ہاں اس ظالم نے میرے پاس اپنے جاسوس بھیجے جنھوں نے مجھے زہر پلا دیا جس کا اثر میرے جگر پر ہوا اور وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نکل رہا ہے جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو

میں نے عرض کیا: پھر آپؑ دوا کیوں نہیں کرتے؟

آپؑ نے فرمایا: مجھے اس سے قبل بھی دو مرتبہ زہر پلایا جا چکا ہے اور یہ تیسری بار پلایا ہے اور یہ زہر ایسا ہے جس کی کوئی دوا نہیں۔

اور مجھے یہ خبر ملی ہے کہ اس (معاویہ) نے بادشاہِ روم کو خط لکھا جس میں اس سے درخواست کی کہ مجھے ایک ایسا زہر بھیج دو جو قاتل ہو اور جسے پلایا جا سکے۔

تو اُس نے جواب میں لکھا کہ ہمارے دین میں یہ جائز نہیں ہے کہ جو شخص ہم سے مقاتلہ نہ کرتا ہو اس کے قتل کرنے میں ہم کسی طرح کی اعانت کریں۔

تو معاویہ نے پھر اس کو خط لکھا کہ یہ شخص (جس کو ہم زہر دینا چاہتے ہیں) اس کا فرزند ہے جو سرزمینِ تہامہ میں ظاہر ہوا تھا اور یہ اُس کا فرزند ہے جو اپنے پدر کے ملک کا طالب ہے۔ میں اس کے پاس ایسا جاسوس بھیجنا چاہتا ہوں جو یہ زہر اُس کو پلا دے اور اس طرح سارے اللہ کے بندے اور سارے اہلِ شہر اس سے نجات حاصل کریں۔

اور اس خط کے ساتھ اُس نے شاہِ روم کو بہت سے تحفے بھی بھیجے۔ تو شاہِ روم نے اس کو یہ شربت بھیج دیا۔ اس نے بذریعۂ جاسوس میرے یہاں بھیجا اور اس نے مجھ کو پلا دیا۔ اس کے لیے اس نے اس جاسوس سے بہت کچھ وعدے بھی کیے ہیں۔

۵ ـــــــ ایک روایت میں یہ ہے کہ معاویہ نے یہ زہر جعدہ بنتِ اشعث بن قیس زوجۂ حضرت امام حسن علیہ السّلام کو دیا اور اس سے کہا کہ تم امام حسنؑ کو یہ زہر پلادو اگر وہ مر گئے تو مَیں اپنے بیٹے یزیدؔ سے تمھارا عقد کردوں گا۔

جب جعدہ نے وہ زہر آپؑ کو پلایا اور امام حسنؑ کو موت آگئی تو وہ ملعونہ معاویہ کے پاس گئی اور کہا اب تو میرا عقد یزیدؔ سے کردے۔

معاویہ نے کہا: بھاگ جا یہاں سے۔ جو عورت حسنؑ کے لیے وفادار ثابت نہ ہو سکی تو وہ میرے بیٹے یزیدؔ سے کیا وفا کرسکتی ہے۔

(احتجاج طبرسیؒ صہ ۱۲۹)

(۱۵) ـــــ جگر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے اپنے پدر بزرگوار اور انھوں نے اُن کے جد حضرت علیؑ ابن الحسین علیہ السّلام سے روایت کی ہے۔ انھوں نے بیان فرمایا کہ جب حضرت امام حسن علیہ السّلام کو زہر پلایا گیا تو امام حسین علیہ السّلام میرے چچا امام حسن علیہ السّلام کے پاس گئے اور حال پوچھا۔

تو امام حسن علیہ السّلام نے فرمایا: اے بھائی! مجھے کئی مرتبہ زہر دیا جا چکا ہے مگر ایسا زہر کبھی نہیں دیا گیا تھا جس سے میرے جگر کے ٹکڑے کٹ کٹ کر گر رہے ہیں۔

امام حسین علیہ السّلام نے پوچھا: بھائی جان! یہ زہر آپؑ کو کس نے پلایا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: یہ پوچھ کر کیا کروگے۔ اگر یہ زہر اُس نے پلایا ہے جس پر میرا گمان ہے تو اللہ اس سے اِس کا حساب لے گا اور اگر کسی اور نے پلایا ہے تو مَیں نہیں چاہتا کہ اس سے مواخذہ ہو جو اِس جرم سے بری ہے۔

اس کے بعد آپؑ صرف تین دن زندہ رہے پھر انتقال فرمایا۔

(مروج الذہب)

(۱۶) ـــــ امام حسنؑ پر گریہ اور بقیع میں اُن کی زیارت کا ثواب (حدیثِ رسولؐ)

ابنِ عبّاس سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تشریف فرما تھے کہ سامنے سے امام حسن علیہ السّلام آتے ہوئے نظر آئے۔ آنحضرتؐ اُن کو دیکھتے ہی

گریہ فرمانے لگے، پھر فرمایا: اے میرے فرزند! اِدھر آؤ اِدھر آؤ۔
جب وہ قریب آئے تو آپؐ نے ان کو اپنے دائیں زانو پر بٹھالیا اور یہ حدیث آگے بڑھی اور اسی کے ذیل میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا:
"

وَاَمّا الحسنؑ فانہ ابنی وولدی ومنّی وقرّۃ عینی وضیاء قلبی وثمرۃ فؤادی وھو سیّد شباب اھل الجنّۃ وحجّۃ اللہ علی الاُمّۃ امرہ امری وقولہ قولی من تبعہ فانّہ منّی ومن عصاہ فلیس منّی

وانّی لمّا نظرت الیہ تذکّرتُ مایجری علیہ من الذُّلّ بعدی فلا یزال الامر بہ حتّی یقتل بالسّمِ ظلماً وعدواناً فعند ذالک تبکی الملائکۃ والسبع الشِّدّاد لموتہ ویبکیہ کلُّ شیءٍ حتّی الطّیر فی جوِّ السّماءِ والحِیتانِ فی جوف الماء فمن بکاہ لم تعم عینہ یوم تعمی العیون، ومن حزن علیہ لم یحزن قلبہ یوم تحزن القلوب ومن زارہ فی بقیعہ ثبت قدمہ علی الصّراط یوم تزلّ فیہ الاقدام۔

لیکن حسنؑ، یہ تو میرا بیٹا ہے میرا فرزند ہے یہ مجھ سے ہے، میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے میرے قلب کی ضیا ہے، میرا میوۂ دل ہے۔ یہ جوانانِ اہلِ جنّت کا سردار ہے امّت پر اللہ کی حجت ہے۔ اس کا حکم میرا حکم ہے اس کا قول میرا قول ہے جو اس کی اتّباع کرے وہ مجھ سے ہے اور جو اس کی نافرمانی کرے واس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔
جب مَیں نے اس کو آتے ہوئے دیکھا تو خیال کیا کہ ہائے میرے بعد اس پر کیا کیا افتاد آئے گی یہانتک کہ اس کو ظلم وستم کے ساتھ زہر سے شہید کردیا جائے گا۔ اس وقت ملائکہ اور سبع شِداد اس پر گریہ کریں گے بلکہ اس پر ہر شے گریہ کرے گی یہانتک کہ فضاؤں کے طیور اور پانی کی مچھلیاں بھی اس پر گریہ کُناں ہوں گی اور جو بھی اس پر گریہ کرے گا اس کی آنکھیں اس دن اندھی نہ ہوں گی جس دن تمام آنکھیں اندھی ہوں گی۔ جو اس پر محزون ہوگا وہ اس دن محزون نہ ہوگا جس دن تمام دل محزون ہوں گے جو اس کی زیارت بقیعہ میں کرے گا اس کے قدم صراط پر ثابت رہیں گے جس دن لوگوں کے قدم صراط پر لغزش کریں گے۔

(امالی مفیدؒ مجلس ۲۴ نمبر ۳)

(۱۷) اہلِ بیتؑ کے مصائب پر رسولؐ کا گریہ

محمد ابنِ عبدالرحمٰن نے اپنے والد سے اور انھوں نے حضرت علی ابنِ ابیطالب علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اور فاطمہ زہراؑ اور حسنؑ و حسینؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر تھے کہ آنحضرتؐ نے ہم لوگوں پر ایک نگاہ ڈالی اور گریہ فرمانے لگے۔

مَیں نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! آپؐ کیوں گریہ فرما رہے ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: میرے بعد تم لوگوں کے ساتھ جو سلوک کیا جائے گا اُسے سوچ کر گریہ کر رہا ہوں۔

مَیں نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! وہ کیا سلوک ہوگا؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: اس پر گریہ کرتا ہوں کہ تمھارے سر پر تلوار لگائی جائے گی، فاطمہؑ کے رُخسار پر طمانچے لگائے جائیں گے، حسنؑ کی ران پر نیزہ مارا جائے گا پھر انھیں زہر پلایا جائے گا اور حسینؑ قتل کر دیے جائیں گے۔

یہ سُن کر سارے اہلِ بیتؑ رونے لگے۔

مَیں نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! ہم لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے صرف بلاؤں اور مصیبتوں ہی کے لیے پیدا کیا ہے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ: اے علیؑ! یہ خوشخبری بھی سُن لو کہ

"لا یحبّك الّا مومن ولا یبغضك الّا منافق"

(تم سے نہیں محبت کرے گا مگر مومن اور تم سے نہیں بغض رکھے گا مگر منافق)

(امالی مفیدؒ ص ۱۳۴ ۔ مجلس ۲۸ نمبر ۲)

(۱۸) تاریخِ وفات میں اختلاف

تاریخِ مفیدرحؒ میں ہے کہ ۴۷ سنہ ھ ماہِ صفر کے صرف دو دن باقی تھے کہ میرے مولا و آقا حضرت ابومحمدؑ امام حسن علیہ السلام نے وفات پائی۔

کتاب "استیعاب" میں ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام کی تاریخِ وفات سنہ ۵ھ

(شہادت) میں اختلاف ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپؑ نے ۴۹ سنہ ھ میں وفات پائی۔

کوئی کہتا ہے کہ نہیں بلکہ ربیع الاوّل ۵۰ سنہ ھ میں وفات پائی جبکہ معاویہ کی حکومت کے دس سال گذر چکے تھے۔

بعض کہتے ہیں کہ ۵۱ سنہ ھ میں وفات ہوئی اور اپنے والدِ بزرگوار کے گھر بقیع الغرقد میں دفن کیے گئے۔ امیرِ مدینہ سعید بن العاص نے آپؑ کی نمازِ جنازہ پڑھائی جس کو آپؑ کے بھائی حسینؑ نے نماز کے لیے آگے بڑھا دیا تھا اور فرمایا تھا کہ اگر یہ دستور پہلے سے نہ ہوتا تو مَیں تجھ کو ہرگز آگے نہ بڑھاتا۔

اور امام حسن علیہ السلام کو ان کی زوجہ جعدہ بنتِ اشعث بن قیس نے زہر پلایا تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اُس نے نہیں بلکہ آپؑ کو جون بنتِ اشعث نے زہر پلایا۔ معاویہ نے اس سے ایک لاکھ درہم کا وعدہ کیا تھا اور یہ کہ اگر وہ ان کو قتل کر دے تو اپنے بیٹے یزیدؒ سے تیرا عقد کردوں گا مگر جب وہ آپؑ کو زہر سے شہید کر چکی تو معاویہ نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا۔

(استیعاب جلد ۱ ص ۳۷۶)

○ کتاب "الدر" میں ہے کہ وقتِ وفات آپؑ کی عمر ۴۵ سال تھی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ۴۹ سال چار ماہ انیس دن عمر تھی۔

یہ بھی روایت ہے کہ آپؑ نے اپنے جد کے ساتھ سات سال، اپنے والد کے ساتھ ۳۳ سال بسر کیے اس کے بعد دس سال زندہ رہے۔ (اس حساب سے آپؑ کی عمر پچاس سال ہوئی۔)

(۱۹) دوستوں کی جدائی پر گریہ

○ ۱ امام ابوالحسن علی ابنِ موسٰی الرضا علیہ السلام نے اپنے آبائے کرام سے روایت کی ہے کہ: جب امام حسن علیہ السلام کا وقتِ وفات قریب آیا تو آپؑ رونے لگے۔

لوگوں نے کہا: فرزندِ رسولؐ! آپؑ روتے ہیں جبکہ آپؑ تو رسول اللہؐ کے نواسے ہیں، آپؑ کے فضائل تو رسول اللہؐ نے کیا کچھ نہیں بیان فرمائے ہیں، پھر یہ کہ آپؑ نے پاپیادہ بیس حج کیے ہیں اور تین مرتبہ اپنے سارے مال کو نصف حصّہ کرکے راہِ خدا میں دیدیا تھا تا اینکہ ایک پاؤں کا جوتا آپؑ نے اپنے لیے رکھا اور دوسرے پاؤں کا راہِ خدا میں دیدیا۔

آپؑ نے فرمایا: میرے رونے کے دو سبب ہیں ایک ہول مطلع اور دوسرے دوستوں کی جدائی۔

○ ۱ (امالی۔ مفید۔ عیون الاخبار)

(۲۰) پہلی عورت جو خچر پر سوار ہوئی

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب حضرت امام حسینؑ ابن علیؑ نے یہ ارادہ کیا کہ امام حسنؑ کو رسول اللہؐ کے پہلو میں دفن کریں اور اس کے لیے آپؑ نے لوگوں کو جمع کیا تو ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ میں نے امام حسنؑ کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ حسینؑ سے کہہ دینا کہ میرے دفن کے سلسلے میں خونریزی نہ ہونے دیں اور اگر وہ یہ نہ بتاتا تو امام حسینؑ اپنے بھائی کو رسولؐ کے پہلو میں دفن کیے بغیر نہ رہتے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے انتقال کے بعد پہلی عورت جو خچر پر سوار ہوئی وہ عائشہ تھیں جو خچر پر سوار ہو کر مسجدِ رسولؐ میں آئیں اور پہلوئے رسولؐ میں امام حسنؑ کے دفن سے مانع ہوئیں۔ (علل الشرائع صدوق ۲۱۵)

(۲۱) زیارتِ قبرِ امام حسنؑ ہر شب جمعہ میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے پدر بزرگوار سے روایت کی ہے کہ ہر شبِ جمعہ میں امام حسین علیہ السلام اپنے بھائی امام حسن علیہ السلام کی قبر کی زیارت کے لیے جایا کرتے تھے۔ (قرب الاسناد)

(۲۲) حالاتِ وفات حسبِ روایت ابنِ عباس

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے اپنے اسناد کے ساتھ ابنِ عبّاس سے روایت کی ہے اُن کا بیان ہے کہ جس زمانے میں امام حسن علیہ السلام مرضِ موت میں مبتلا تھے حضرت امام حسین علیہ السلام اُن کے پاس آئے اور پوچھا: کیسا مزاج ہے؟

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: مَیں محسوس کر رہا ہوں کہ آج میرا دنیا کا آخری دن ہے اور آخرت کا پہلا دن ہوگا، اگرچہ مَیں جانتا ہوں کہ وقتِ معیّنہ سے پہلے موت نہیں آئے گی۔

مَیں اپنی مادرِ گرامی اور جدِّ امجد کی خدمت میں جانے والا ہوں، حالانکہ مجھے تمہارے فراق اور اپنے دیگر بھائیوں اور دوستوں کی جدائی ناگوار ہے مگر اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ، مَیں نے

یہ کیا کہہ دیا۔ مجھے تو رسول اللہؐ و امیر المومنین علیؑ ابنِ ابی طالبؑ اور اپنی مادرِ گرامی فاطمہؑ و حضرت حمزہؓ و حضرت جعفرؓ کی ملاقات کی زیادہ خواہش ہے اور اللہ تعالیٰؑ ہر مرنے والے کا قائم مقام ہر مصیبت پر صبر دیتا اور ہر نقصان کا تدارک ضرور کر دیتا ہے۔

بھائی! تم نے میرے جگر کے ٹکڑے طشت میں دیکھے۔ مجھے معلوم ہے کہ مجھ سے یہ دغا کس نے کی اور یہ بھی جانتا ہوں کہ یہ زہر کہاں سے آیا۔ بتاؤ کہ تم اس کے ساتھ کیا سلوک کرو گے؟

امام حسینؑ نے کہا: واللہ میں اُس کو قتل کر دوں گا۔

امام حسنؑ نے فرمایا: پھر تو میں تمہیں اس کا نام تا ابد نہ بتاؤں گا یہانتک کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کروں۔ لیکن اے بھائی یہ میرا وصیّت نامہ لکھ کر رکھ لو۔

وصیّت نامہ: یہ وہ وصیّت ہے جو حسنؑ ابنِ علیؑ نے اپنے بھائی حسینؑ ابنِ علیؑ کو کی ہے۔

وہ گواہی دیتے ہیں کہ اس اللہ کے سوا کوئی اللہ نہیں ہے وہ واحد ہے اُس کا کوئی شریک نہیں اور اُسی کی عبادت کرتے ہیں جو حقِ عبادت ہے اُس کے مُلک میں اُس کا کوئی شریک نہیں اور نہ اُس کا کوئی مُعین و مددگار ہے۔ اُس نے ہر شے کو پیدا کیا اور اُس کی تقدیر مقدّر کی۔ وہ سب سے زیادہ سزاوارِ عبادت ہے اور سب سے زیادہ مستحقِ حمد ہے۔ جس نے اس کی اطاعت کی اُس نے ہدایت پائی اور جس نے نافرمانی کی وہ گمراہ ہوا جس نے توبہ کر لی وہ ہدایت یافتہ بن گیا۔

اے حسینؑ! میں تم کو اپنے تمام پسماندگان اپنے اہل اپنی اولاد اور اپنے اہلبیت کے متعلق یہ وصیّت کرتا ہوں کہ اگر ان میں سے کسی سے کوئی خطا ہو جائے تو اُسے بحل کرنا اور ان میں سے کوئی نیکی کرے تو اسے قبول کر لینا۔ ان سب پر تم میرے قائم مقام ہو اور اُن سے والد کے برابر سلوک کرنا۔ اور مجھے رسول اللہؐ کے پہلو میں دفن کرنا کیونکہ میں اِس کا اُن لوگوں سے زیادہ مستحق ہوں اُن کے گھر میں بغیر اُن کی اجازت کے داخل کر دیئے گئے اور یہ بھی نہیں ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد کوئی اور کتاب آئی ہو جو قرآن کی ناسخ بن جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰؑ نے اپنی اس کتاب میں جو اُس نے نبیؐ پر نازل فرمائی ہے ارشاد فرمایا ہے:

"یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّا

اَنۡ یُّؤۡذَنَ لَکُمۡ ۔" (سورۃ الاحزاب آیت ۵۳)

ترجمۂ آیت: (اے اہلِ ایمان! تم نبیؐ کے گھروں میں مت داخل ہو جب تک کہ تمھیں اجازت نہ دے دی جائے۔)

خدا کی قسم، رسولؐ کی حیات میں اِن لوگوں کو بغیر اِذن داخل ہونے کی اجازت نہیں ملی تھی اور نہ بعدِ وفاتِ رسولؐ انھیں رسولؐ کے گھر میں بغیر اِذن داخل ہونے کی اجازت ملی ہے۔ ہاں ہم لوگوں کو اس کی اجازت ہے کہ رسولؐ کے بعد ان کے گھر پر وراثتاً تصرّف کر سکیں۔

لیکن اگر وہ عورت دفن کرنے سے مانع ہو تو مَیں تمھیں قسم دیتا ہوں اس قرابت داری کی جو اللہؔ نے تمھیں دی اور اس رشتے داری کی جو تمھیں رسول اللہؐ سے حاصل ہے کہ میرے دفن کے سلسلے میں ہرگز کوئی خون نہ بہے۔ مَیں یوں ہی رسول اللہؐ سے ملاقات کروں گا اور اُن سے فریاد کروں گا اور بتاؤں گا کہ آپؐ کے بعد لوگوں نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا۔"

اس کے بعد آپؑ انتقال فرما گئے۔

دفن کے حالات:

ابنِ عبّاس کا بیان ہے کہ پھر امام حسین علیہ السّلام نے مجھے اور عبداللہ ابنِ جعفر و علی بن عبداللہ بن عبّاس کو بلایا اور فرمایا کہ: اپنے چچازاد بھائی کو غسل دو۔

چنانچہ ہم لوگوں نے غسل دیا، حنوط کیا، کفن پہنایا پھر اُن کا جنازہ لیکر چلے اور مسجد میں لے جاکر نمازِ جنازہ پڑھی۔ اِس کے بعد امام حسینؑ نے حکم دیا کہ جس گھر میں رسولؐ اللہ دفن ہیں اُسے کھول دیا جائے۔

تو مرّوان بن حکم و آلِ ابی سفیّان اور اولادِ عثمان بن عفّان میں سے جو لوگ وہاں موجود تھے اُنھوں نے مزاحمت کی اور کہا: بیچارے امیرالمومنین شہید جو ظلم کے ساتھ قتل کردیے گئے وہ تو بقیع میں بدترین مقام پر دفن ہوں اور حسنؑ ابنِ علیؑ رسولؐ کے پہلو میں دفن کیے جائیں، یہ تو ہرگز نہ ہوگا جبتک کہ دونوں گروہوں کے درمیان تلواریں نہ ٹوٹیں، نیزے دو ٹکڑے نہ ہوں اور تیر ایک دوسرے کے جسموں میں پیوست نہ ہوں۔

امام حسین علیہ السّلام نے فرمایا: اُس ذات کی قسم جس نے مکّے کو حرم قرار دیا ہے

علیؓ و فاطمہؑ کے فرزند حسنؑ، رسول اللہؐ اور اُن کے گھر کے اُن لوگوں سے زیادہ حقدار ہیں جو بغیر اذن آنحضرتؐ کے گھر میں دفن کر دیے گئے ہیں۔ نیز اُس سے بھی زیادہ یہاں دفن ہونے کے حقدار ہیں جو گناہوں کا بوجھ اُٹھائے ہوئے تھا جس نے ابوذرؓ کو شہر بدر کیا، جس نے عمارؓ کے ساتھ بدسلوکی کی، جس نے عبداللہؓ سے زیادتی کی جو طریدِ رسولؐ (رسولؐ کا شہر بدر کیا ہوا) کا حامی و مددگار بنا اور اسے واپس بُلایا۔ لیکن رسولؐ کے بعد تم لوگوں کے ہاتھ حکومت لگ گئی دشمنوں اور ان کی اولادوں نے تم لوگوں کا ساتھ دیا۔

ابنِ عباس کا بیان ہے کہ پھر ہم لوگ امام حسنؑ کا جنازہ اٹھا کر اُن کی ماں فاطمہ زہراؑ کی قبر کے پاس لے گئے اور ان کے پہلو میں انھیں دفن کر دیا اور وہاں سے میں سب سے پہلا شخص تھا جو واپس چلا تو مجھے کچھ ادھر آنے والوں کے شور وغل کی آوازیں سنائی دیں۔ میں ڈرا کہ حسینؑ ابنِ علیؑ بڑھ کر آنے والوں کے مدِمقابل نہ ہو جائیں۔ میں آگے بڑھا تو دیکھا کہ ایک شخص آمادۂ فساد ہے۔ یہ دیکھ کر میں تیزی سے آگے بڑھ گیا تو دیکھا کہ عائشہ چالیس سواروں کو لیے ہوئے ایک خچر پر سوار اُن کی قیادت کرتی اور انھیں قتال کا حکم دیتی ہوئی چلی آرہی ہیں۔

مگر جب اُنھوں نے مجھے دیکھا تو آواز دی ہائے ابنِ عباس! ادھر آؤ ادھر آؤ تم لوگوں نے دنیا میں مجھے بہت دکھ دیے ہیں ایک مرتبہ کے بعد دوسری مرتبہ پھر اذیت پہنچائی ہے تم لوگوں کا ارادہ ہے کہ میرے گھر میں ایسے شخص کو دفن کرو جسے نہ میں چاہتی ہوں اور نہ پسند کرتی ہوں۔

میں نے کہا، ہائے افسوس، ایک دن تم اونٹ پر سوار ہو کر جنگ کے لیے آئی تھیں اور آج تم خچر پر سوار ہو کر آمادہ جنگ و جدال ہو۔ تم تو چاہتی ہو کہ نورِ خدا کو بجھا دو اور اولیائے خدا سے جنگ کرو اور رسول اللہؐ اور اُن کے پیارے نواسے کے درمیان جدائی ڈالو وہ اُن کے پہلو میں دفن نہ ہونے پائیں۔ خیر، اب واپس جاؤ اللہ نے تمھارا مقصد پورا کر دیا اور امام حسنؑ اپنی ماں کے پہلو میں دفن ہو گئے اور اس کے ذریعے اللہ سے اُن کا تقرب اور بڑھ گیا اور تم لوگوں کی اللہ سے دوری اور بڑھ گئی۔ افسوس۔۔ واپس جاؤ مجھے معلوم ہو گیا کہ تمھارے دل میں کیا بات چھپی ہوئی ہے۔

ابنِ عباس کا بیان ہے کہ یہ سُن کر اُنھوں نے نظر اُٹھائی اور میرے چہرے کی طرف دیکھا اور چیخ کر کہا: ابنِ عباس! کیا تم لوگ ابھی جمل کو نہیں بھولے۔؟ واقعاً تم لوگ بڑے کینہ پرور ہو۔

میں نے کہا: واللہ جب جنگِ جمل کو آسمان والے نہیں بھولے تو بھلا زمین والے کیسے بھول سکتے ہیں۔

یہ سن کر حضرت عائشہ واپس ہو گئیں۔

(۲۳) ارتکابِ جرم سے قبل سزا نہیں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے آپؑ نے فرمایا کہ ایک بار امام حسن علیہ السلام نے اپنے اہلِ خانہ سے کہا جس طرح رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو زہر سے شہید کیا گیا اسی طرح مَیں بھی زہر سے شہید کیا جاؤں گا۔

اہلِ خانہ مَیں سے کسی نے پوچھا، آپؑ کو کون زہر دے گا؟

آپؑ نے فرمایا: میری زوجہ جعدہ بنتِ اشعث بن قیس۔ معاویہ اس سے مل کر یہ سازش کرے گا اور اسے اِس کا حکم دے گا۔

اُنھوں نے کہا: پھر آپؑ اس کو گھر سے نکال دیں، اور اپنے آپ سے دُور ہٹا دیں۔

آپؑ نے فرمایا: کیسے نکال دوں؟ ابھی تو اُس سے جُرم صادر ہی نہیں ہوا اور اگر مَیں نکال بھی دوں تو اِس کے سوا مجھے کوئی دوسرا قتل نہیں کرے گا۔ پھر لوگوں کے سامنے اُس کے لیے ایک عذر بھی مہیّا ہو جائے گا۔

اس گفتگو کو کچھ ہی دن گذرے تھے کہ معاویہ نے جعدہ کو مالِ کثیر یعنی ایک لاکھ درہم دینے کا وعدہ کیا۔ نیز یہ بھی کہ یزیدؔ سے اس کا عقد کر دے گا اور اس کے ساتھ ہی اُس نے ایک زہر آلود شربت بھیجا تاکہ وہ امام حسنؑ کو وہ شربت پلا دے۔ (الخرائج والجرائح)

(۲۴) شیخین کا پہلوئے رسولؐ میں دفن ازروئے قرآن جائز نہیں تھا

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب امام حسنؑ کا وقتِ وفات قریب آیا تو آپؑ نے شدّت سے گریہ فرمایا اور کہا:

"مَیں ایک ایسے امرِ عظیم و ہولناک کی طرف جا رہا ہوں جس سے میرا سابقہ کبھی نہیں پڑا تھا۔"

پھر آپؑ نے وصیّت فرمائی کہ مجھے بقیع میں دفن کیا جائے اور فرمایا: اے اخی! تم مجھے تابوت میں رکھ کر میرے جد کی قبر پر پہنچا دینا تاکہ مَیں ان سے اپنے عہد کی تجدید کرلوں۔

اور وہاں سے اُٹھاکر مجھے میری جدّۂ ماجدہ فاطمہ رض بنتِ اسد کی قبر کے پاس لیجانا اور وہیں دفن کر دینا، اور اے میرے ماں جائے! تمھیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ اس طرح وہ لوگ یہ سمجھیں گے کہ تم مجھے رسول اللہ ص کے پہلو میں دفن کرنا چاہتے ہو۔ وہ بڑھ کر روکیں گے مگر تمھیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ میرے دفن کے سلسلے میں کسی کا خون نہ بہایا جائے۔

غرض جب امام حسین علیہ السلام اُن کو غسل وکفن دے چکے تو تابوت میں اُٹھا کر اپنے جد رسول اللہ ص کی قبر پر لے گئے تاکہ امام حسن ع تجدیدِ عہد کرلیں، اتنے میں مروان بن حکم ع چند بنی امیہ کو لیکر آیا اور بولا:

عثمان تو مدینے کے بالکل کنارے پر دفن ہوں اور حسن ع نبی ع کے پہلو میں دفن ہوں، یہ تو تاابد نہیں ہو سکتا۔

پھر حضرت عائشہ بھی ایک خچّر پر سوار ہو کر جا پہنچیں اور بولیں:

"تمھارا اور ہمارا کیا تعلق؟ تم لوگ میرے گھر میں ایسے کو دفن کرنا چاہتے ہو جس کو مَیں پسند ہی نہیں کرتی۔

یہ سُن کر ابنِ عبّاس نے مروان لع سے کہا: ہم ان کو یہاں دفن کرنا نہیں چاہتے کیونکہ امام حسن ع کو قبرِ رسول ص کی حرمت کا زیادہ خیال تھا کہ یہاں قبر کھودنے میں کھدال کی آواز سے رسول ص کو اذیّت ہوگی جیساکہ اس سے قبل دوسروں کی قبریں کھودنے میں آنحضرت ص کو اذیّت پہنچائی گئی اور وہ لوگ بِلا اذنِ رسول ص ان کے گھر میں داخل ہوئے۔ لہٰذا تم لوگ واپس جاؤ ہم امام حسن ع کی وصیّت کے مطابق انھیں بقیع میں دفن کریں گے۔

اس کے بعد عائشہ سے کہا: ہائے افسوس، ایک دن خچّر پر اور ایک دن جمل (اونٹ) پر۔ (ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے کہا: ایک دن خچّر پر سوار ہوئیں اور ایک دن اونٹ پر، اب اگر زندہ رہیں تو ہاتھی پر بھی سوار ہوگی۔)

ابنِ عبّاس کے اس فقرے کو ایک بغدادی شاعر ابن الحجّاج نے اپنے ایک قطعے میں اس طرح کہا ہے:

یا بنت ابی بکرٍ ★ لا کان ولا کنتِ — اے ابوبکر کی بیٹی! نہ تمھارے باپ کا حق تھا نہ تمھارا حق تھا۔

لكِ التسع من الثمن ★ وبالکل تملّکتِ — اِس حجرے میں تمھارا صرف نواں حصّہ تھا مگر تم پورے حجرے کی مالک بن گئیں۔

تجمّلتِ تبغّلتِ ★ — تم اونٹ پر سوار ہو چکیں، خچر پر سوار ہو چکیں۔

وَان عشتِ تفیّلتِ — آئندہ زندہ رہیں تو ہاتھی پر بھی سوار ہو جاؤ گی۔

(نوٹ) شاعر مذکور کا یہ کہنا کہ اس حجرے میں حضرت عائشہ کا نواں حصّہ تھا یہ صرف شاعرانہ تخیّل نہیں ہے بلکہ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کے متعلق فضّال بن الحسن بن فضّال کوفی اور ابوحنیفہ کے درمیان مناظرے میں واضح گفتگو ہوئی تھی: ملاحظہ ہو:

○ فضّال اور ابوحنیفہ کا مناظرہ:

فضّال نے ابوحنیفہ سے پوچھا: یہ بتائیے کہ یہ آیت قرآنی:

"یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّآ اَنْ یُّؤْذَنَ لَکُمْ" (سورۃ الاحزاب آیت ۵۳)

ترجمۂ آیت: (اے اہلِ ایمان! تم نبیؐ کے گھروں میں داخل نہ ہو جبتک کہ تم کو اذن نہ دیا جائے)

منسوخ ہے یا غیر منسوخ؟

اُنھوں نے کہا: یہ آیت غیر منسوخ ہے۔

- فضّال: اچھا یہ بتائیے کہ رسول اللہؐ کے بعد تمام لوگوں میں سب سے بہتر کون ہے حضرت ابوبکر ہیں، حضرت عمر ہیں یا حضرت علیؑ بن ابیطالبؑ ہیں؟
- ابوحنیفہ: کیا تمھیں اتنا بھی نہیں معلوم کہ وہ دونوں حضرات، رسول اللہؐ کی قبر کے پہلو میں مدفون ہیں؟ اب اس سے بڑھ کر تم ان دونوں کی کیا فضیلت اور کون سی دلیل چاہتے ہو؟
- فضّال: مگر ان دونوں نے یہ ظلم کیا ہے کہ اپنے دفن کے لیے ایسی جگہ کی وصیّت کی جس میں ان کا کوئی حق نہ تھا اور اگر بالفرض وہ جگہ اُن کی تھی بھی تو وہ رسول اللہؐ کو ہبہ کر چکے تھے اور یہ بھی بُرا کیا کہ اپنی ہِبہ شدہ جگہ رسول اللہؐ سے واپس لے لی اور رسول اللہؐ سے کیے ہوئے عہد کو توڑ دیا۔ اور آپ پہلے ہی اقرار کر چکے ہیں کہ آیت: "یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّآ اَنْ یُّؤْذَنَ لَکُمْ"، منسوخ نہیں ہوئی ہے۔ (پھر یہ رسول اللہؐ کے اذن کے بغیر اس میں کیسے داخل ہوئے)

یہ سُن کر ابوحنیفہ نے گردن جھکا لی، تھوڑی دیر سوچتے رہے پھر بولے:

ہاں یہ جگہ ان دونوں کی تو نہیں تھی مگر ان دونوں نے حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کے حصّے کو پیشِ نظر رکھ کر وصیّت کی اور اپنی بیٹیوں کے حقوق کی وجہ سے اس جگہ دفن ہونے کے مستحق تھے۔

• فضّال: آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے جب انتقال فرمایا تو نو ۹ ازواج چھوڑیں اور چونکہ آنحضرتؐ کی اولاد حضرت فاطمہؑ تھیں اس لیے ازواج کا میراث میں سے آٹھواں حصّہ ہوتا ہے۔ اور اس آٹھویں حصّے میں آپؐ نو ۹ ازواج۔ یعنی ہر زوجہ کو میراث میں سے بہتّرواں حصّہ تھا۔ اب ذرا اس حجرے کی پیمائش کر کے دیکھ لیں کتنا طول ہے اور کتنا عرض ہے۔ تو شاید ایک زوجہ کے حصّے میں ایک بالشت سے زیادہ زمین نہیں آئے گی۔ پھر ایک بالشت زمین میں ۲ دومرد کیسے مستحقِ دفن ہو گئے؟

علاوہ بریں عائشہ اور حفصہ کیسے رسولؐ کی میراث کی مستحق بن گئیں جبکہ فاطمہ زہراؑ کو یہ کہہ کر منع کر دیا گیا کہ انبیاءؑ کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ اس پر تو کئی طرح سے کھلا ہوا نقض وارد ہوتا ہے؟

ابوحنیفہ: اِس کو میری مجلس سے نکال باہر کرو۔ یہ تو خبیث رافضی ہے۔

(الخرائج والجرائح)

(۲۵) حالاتِ وفات حسبِ روایت مغیرہ

حریز نے مغیرہ سے روایت کی ہے کہ معاویہ نے جعدہ بنت اشعث بن قیس کے پاس پیغام بھیجا کہ اگر تم حسنؑ کو زہر دیکر ختم کر دو تو میں تمہارا عقد اپنے بیٹے یزید سے کر دوں گا۔ (اور اسے ایک لاکھ درہم بھی بھیجنے کا وعدہ کیا)

چنانچہ جعدہ نے امام حسن علیہ السلام کو زہر دے دیا، معاویہ نے اُسے رقم تو دیدی مگر یزید سے اس کا عقد نہیں کیا۔ اور آلِ طلحہ میں سے ایک شخص نے اس کو اپنی زوجیت میں رکھ لیا، اُس سے اس کی اولادیں ہوئیں۔ چنانچہ جب قریشی خاندانوں میں سے کسی سے ان کا جھگڑا ہوتا تو وہ (قریش) کہتے "اے شوہر کو زہر دینے والی کی اولاد"

عیسیٰ بن مہران نے اپنے اسناد کے ساتھ عمر بن اسحاق سے روایت کی ہے کہ میں ایک مرتبہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے ساتھ اُن کے گھر بیٹھا ہوا تھا کہ امام حسنؑ زنان خانے میں گئے، پھر جب واپس آئے تو فرمایا: مجھے کئی بار زہر دیا جا چکا تھا، مگر اب کی مرتبہ جیسا سخت

زہر مجھے کبھی نہیں دیا گیا تھا۔ میرے منھ سے جگر کے ٹکڑے گرے تو مَیں نے انھیں اپنی چھڑی سے کُرید کر دیکھا۔

امام حسین ؑ نے عرض کیا: یہ زہر آپؑ کو کس نے پلایا ہے؟

امام حسن ؑ نے فرمایا: تمھارا کیا ارادہ ہے؟ کیا تم اس کو قتل کرو گے؟ فرض کرو کہ جس پر میرا گمان ہے اگر وہی ہے تو اللہ تم سے زیادہ اُس سے باز پُرس کرنے پر قادر ہے۔ اور اگر وہ نہیں ہے تو مَیں نہیں چاہتا کہ ایک بیگناہ شخص کو سزا دی جائے۔

عبداللہ بن ابراہیم نے زیاد مخارقی سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ: جب امام حسن علیہ السلام کا وقتِ وفات قریب آیا تو آپؑ نے امام حسین علیہ السلام کو بُلایا اور فرمایا: اے بھائی! اب مَیں تم سے جدا ہو رہا ہوں اور اپنے رب سے ملاقات کروں گا، مجھے ایسا زہر پلایا گیا ہے کہ جس سے میرا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر طشت میں گر رہا ہے اور مجھے معلوم ہے کہ یہ زہر مجھے کس نے پلایا اور یہ کہاں سے آیا ہے، مگر صرف اللہ سے اس کا انصاف چاہوں گا تمھیں میرے حق کی قسم، تم اس سلسلے میں کوئی اقدام نہ کرنا۔ بلکہ انتظار کرو اور دیکھو کہ اللہ میرے معاملے میں کیا کرتا ہے۔

جب مَیں انتقال کر جاؤں تو میری آنکھیں بند کرنا، غسل دینا، کفن پہنانا اور ایک تابوت میں رکھ کر مجھے میرے جد کی قبر پر لے جانا۔ تاکہ مَیں اُن سے تجدیدِ عہد کر لوں، پھر وہاں سے مجھے میری جدّہ ماجدہ فاطمہ بنتِ اسدؑ کی قبر کے پاس لیجا کر دفن کر دینا۔ اور اے میرے ماں جائے! تم دیکھو گے یہ قوم یہ سمجھے گی کہ تم مجھے قبرِ رسولؐ کے پہلو میں دفن کرنا چاہتے ہو، اِس لیے وہ لوگ آگے بڑھ کر تم کو روکیں گے، مگر مَیں تمھیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں، تم میرے دفن کے سلسلے میں کسی کا خون نہ بہانا۔

اس کے بعد آپؑ نے اپنے اہل و عیال و اولاد و متروکات کے متعلق امام حسینؑ سے بالکل اسی طرح وصیّت کی جیسے امیرالمومنین ؑ اپنا قائم مقام مقرر کرتے وقت اُن کو وصیّت فرما چکے تھے اور شیعوں کو آگاہ کر دیا تھا کہ مَیں نے ان کو اپنا خلیفہ بنایا۔ اور اس طرح اپنے بعد کے لیے نیابت کی نشاندہی فرما دی تھی۔

جب امام حسن علیہ السلام رحلت فرما گئے تو امام حسین علیہ السلام نے ان کو غسل دیا، کفن پہنایا اور ایک تابوت میں رکھ کر لے چلے تو مروان ؒ اور بنی امیہ کے افراد جو اس کے ساتھ تھے کو یقین ہو گیا کہ یہ لوگ حسنؑ کو رسول اللہؐ کے پہلو میں دفن کرنے والے ہیں۔

یہ دیکھ کر سب جمع ہو گئے اور اپنے اسلحوں سے آراستہ ہو گئے۔ جب امام حسینؑ اس

تابوت کو لیے ہوئے قبرِ رسولؐ پر پہنچے تاکہ امام حسنؑ رسول اللہؐ سے اپنے عہد کو تازہ کرلیں، کہ اتنے میں سب لوگ یلغار کرتے ہوئے آگئے اور حضرت عائشہ بھی ایک خچر پر سوار ہو کر آئیں، اور ان لوگوں میں شامل ہوگئیں اور یہ کہنے لگیں کہ تم لوگوں کا مجھ سے کیا لگاؤ، تم لوگ میرے گھر میں ایسے شخص کو دفن کرنا چاہتے ہو جس کو میں پسند نہیں کرتی۔

پھر مروانؑ بولا: عثمان تو مدینے کے بالکل کنارے پر دفن ہوئے اور حسنؑ آنحضرتؐ کے پہلو میں دفن ہوں گے؟ یہ تو تابد نہیں ہو سکتا، میں ابھی تلوار اُٹھاتا ہوں۔

پھر بنی امیہ اور بنی ہاشم کے درمیان فساد کھڑا ہو گیا۔

یہ دیکھ کر ابنِ عبّاس تیزی سے آگے بڑھے اور مروان سے کہا: مروانؑ! واپس ہو جا ہم لوگوں کا ارادہ ان کو یہاں دفن کرنے کا نہیں ہے بلکہ چاہتے ہیں کہ انھیں قبرِ رسولؐ کی زیارت کرادیں، پھر انھیں واپس لیجائیں گے اور ان کی وصیّت کے مطابق انھیں ان کی جدّہ ماجدہ حضرت فاطمہؑ بنتِ اسد کے پہلو میں دفن کریں گے اور اگر یہ وصیّت کر جاتے کہ مجھے رسول اللہؐ کے پہلو میں دفن کرنا، تو پھر ہم دیکھ لیتے کہ تم انھیں یہاں کیسے دفن نہیں ہونے دیتے۔ اور ہمیں کیسے روک سکتے ہو۔ امام حسنؑ کو اللہ اور اس کے رسولؐ اور رسولؐ کی قبر کی حرمت کا زیادہ علم تھا وہ نہیں چاہتے تھے کہ رسول اللہؐ جہاں محوِ خواب ہیں وہاں میری قبر کھودنے کے لیے بیلچے اور کدال چلیں اور انھیں اذیّت ہو۔ جیسا کہ اس سے قبل دوسروں کے لیے کدال اور بیلچے چل چکے ہیں اور ان کے اذن کے بغیر وہاں دفن کر دیے گئے ہیں۔

اِس کے بعد ابنِ عبّاس عائشہ کی طرف متوجّہ ہوئے اور بولے۔ ہائے افسوس! ایک دن خچر پر اور ایک دن اونٹ پر، کیا تم نورِ خدا کو بجھا دینا اور اولیاء اللہ سے جنگ کرنا چاہتی ہو؟ واپس جاؤ۔ جس سے تم ڈرتی تھیں اللہؐ نے اس کا انتظام کر دیا ہے تمھاری مراد پوری ہوئی۔ خدا کی قسم اِسی گھر والے کامیاب و کامران ہوں گے خواہ اس میں کچھ وقت لگے۔

اور امام حسین علیہ السّلام نے فرمایا: خدا کی قسم، اگر میرے بھائی حسنؑ نے قسم نہ دیدی ہوتی کہ ان کے دفن کے معاملے میں خون نہ بہایا جائے تو تم لوگ دیکھ لیتے کہ یہ اللہ کی تلواریں کس طرح تمھیں ٹھکانے لگا دیتیں۔ اسی لیے کہ ہمارے اور تمھارے درمیان جو معاہدہ ہوا تھا اس کو تم لوگوں نے توڑ دیا اور صلح کی جو شرائط مقرر تھیں انھیں تم لوگوں نے معطل کر دیا۔

یہ کہہ کر آپؑ امام حسن علیہ السّلام کے جنازے کو لیکر بقیع میں گئے اور وہاں ان کی جدّہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنتِ اسدؑ بن ہاشم بن عبد مناف کے پہلو میں انھیں دفن کر دیا۔

(الارشاد ص ۱۷۴ - ۱۷۶)

جنازۂ امام حسنؑ پر تیروں کی بارش

مناقب میں بھی اختصار کے ساتھ مذکورہ روایت موجود ہے مگر اس میں اتنا اور ہے کہ: پھر ان لوگوں نے امام حسنؑ کے جنازے پر تیروں کی بارش شروع کر دی چنانچہ ۷۰ تیر آپؑ کے جنازے میں پیوست ہو گئے۔

اس کے بعد ابن عباسؓ نے حضرت عائشہ سے پکار کر کہا: تم اونٹ پر سوار ہو چکیں خچر پر سوار ہو چکیں اب اگر زندہ رہیں تو ہاتھی پر بھی سوار ہو لینا۔

(مناقب آلِ ابیطالب جلد ۴ صفحہ ۴۴۔ ۴۲۔ ۲۹)

(۲۶) سببِ وفات صاحبِ "الارشاد" کے نزدیک

کتاب "الارشاد" میں ہے کہ جب امام حسن علیہ السلام اور معاویہ کے درمیان صلح ہو چکی تو امام حسنؑ مدینے واپس آ گئے وہاں صبر و تحمل کے ساتھ کاظمین الغیظ کی طرح خانہ نشین ہو کر مشیّتِ باری کے منتظر رہے یہاں تک کہ معاویہ کی حکومت کے دس سال پورے ہو گئے اور اس نے لوگوں سے اپنے بیٹے یزیدؔ کے لیے بیعت حاصل کرنے کا ارادہ کیا اور جعدہ بنتِ اشعث بن قیس زوجۂ حضرت امام حسن علیہ السلام کے پاس اپنا جاسوس بھیجا جس نے اُسے امام حسنؑ کو زہر دینے پر تیار کر لیا۔ معاویہ نے اس سے یہ وعدہ کیا کہ (امام حسنؑ کے بعد) وہ اُس کا عقد اپنے بیٹے یزید سے کر دے گا۔

پھر اس کے پاس ایک لاکھ درہم بھی بھیج دیے۔

چنانچہ جعدہ نے امام حسنؑ کو زہر پلا دیا اور وہ چالیس دن بستر علالت پر رہے پھر ماہِ صفر ۵۰ھ میں رحلت فرما گئے۔ وقتِ وفات آپؑ کی عمر ۴۸ سال تھی آپؑ کی خلافت و امامت دس سال رہی۔ آپؑ کے بھائی اور آپؑ کے وصی امام حسین علیہ السلام نے آپؑ کو غسل دیا کفن پہنایا اور بقیع کے اندر اُن کی جدّہ ماجدہ فاطمہؑ بنتِ اسد بن ہاشم بن عبدِ مناف کی قبر کے پہلو میں دفن کر دیا۔

(الارشاد صفحہ ۱۷۴)

(۲۸) امام حسنؑ کو سونے کا بُرادہ پلایا گیا

کتاب "الانوار" میں ہے کہ امام حسن علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اس سے پہلے دو بار زہر دیا جاچکا ہے۔ یہ تیسری بار ہے۔

- یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپؑ کو سونے کا بُرادہ پلایا گیا تھا۔
- روضۃ الواعظین میں عمیر بن اسحاق کی روایت ہے کہ امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: مجھے کئی بار زہر پلایا جاچکا ہے مگر اس مرتبہ جیسا زہر تو مجھے اس سے قبل پلایا ہی نہیں گیا تھا اِس سے تو میرے جگر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر رہے ہیں میں نے اسے اپنی چھڑی سے الٹ پلٹ کر دیکھا ہے۔
- عبداللہ نے مخارقی سے روایت کی ہے کہ امام حسن ؑ نے امام حسین ؑ سے کہا: اے برادر! اب میں تم سے جدا ہورہا ہوں اور اپنے رب سے ملاقات کروں گا مجھے زہر پلایا گیا ہے اور میرے جگر کے ٹکڑے طشت میں گر رہے ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ زہر مجھے کس نے پلایا اور یہ کہاں سے آیا مگر میں اس کا شکوہ اللہ جل سے کروں گا۔

امام حسین ؑ نے پوچھا: یہ زہر آپؑ کو کس نے پلایا؟

آپؑ نے فرمایا: تم یہ پوچھ کر کیا کرو گے؟ کیا اُس کے قتل کرنے کا ارادہ ہے؟ اگر وہ وہی ہے جس پر مجھے گمان ہے تو تم جتنی سزا دو گے اس سے زیادہ اللہ اُس کو سزا دے گا۔ اور اگر یہ زہر پلانے والا وہ نہیں ہے تو میں نہیں چاہتا کہ کسی بے گناہ کو سزا ملے۔

- ایک روایت میں ہے کہ آپؑ نے فرمایا: تمھیں میرے حق کی قسم، اب اِس معاملے میں کوئی بات نہ کہنا۔ اور انتظار کرو۔ دیکھو کہ اللہ کی مشیت میرے لیے کیا ہے؟
- ایک روایت میں ہے کہ آپؑ نے فرمایا: میں تمھیں اللہ کی قسم دیتا ہوں ہرگز کسی کا خون نہ بہانا۔
- ربیع الابرار زمخشری اور عقد الفرید ابنِ عبدربہ میں مرقوم ہے کہ جب معاویہ کو امام حسنؑ کی موت کی خبر پہنچی تو وہ اور اس کے گرد جو لوگ تھے وہ سب سجدۂ شکر میں گر پڑے۔ پھر اُس نے اور اُس کے گرد بیٹھنے والوں نے تکبیر کہی اور

نعرۂ تکبیر کی آواز سن کر ابنِ عباسؓ اُس کے پاس گئے۔ تو :

معاویہ نے پوچھا : اے ابنِ عباس ! کیا ابو محمدؑ نے وفات پائی ؟

ابنِ عباسؓ نے کہا : ہاں ، اللہ ان پر اپنی رحمت نازل فرمائے ، میرے کانوں میں تم لوگوں کے سجدۂ شکر اور تکبیروں کی آوازیں پہنچیں ، مگر خدا کی قسم ان کی موت سے تمھاری قبر کا منھ تو بند نہیں ہو جائے گا ، اور اُن کی موت سے تمھاری عمر میں اضافہ بھی نہیں ہو جائے گا۔

معاویہ نے کہا : میرا خیال ہے کہ پسماندگان میں بہت چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے ہیں اور دولت بھی معمولی چھوڑی ہے۔

ابنِ عباسؓ نے کہا : امام حسنؑ اپنے بچوں کا سرپرست جس کو بنا گئے ہیں وہ تُو نہیں ہے کوئی اور ہے ۔ (تجھے کیا فکر پڑ گئی ۔)

• اور ایک روایت میں ہے کہ معاویہ نے کہا : ہم لوگ چھوٹے چھوٹے سے تھے ساتھ ساتھ بڑے ہوئے۔

ابنِ عباس نے کہا : مگر اب تو تم سردارِ قوم ہو جاؤ گے۔

معاویہ نے کہا : مگر ابھی حسینؑ ابن علیؑ جو موجود ہیں ۔

(ربیع الابرار زمخشری ۔ عقد الفرید ابنِ عبدربہ)

(۲۹) وقتِ احتضار

حکایت کی گئی ہے کہ جب امام حسن علیہ السلام کا وقتِ احتضار آیا تو امام حسینؑ نے ان سے کہا : اے برادر ! میں چاہتا ہوں آپؑ کا حال معلوم کروں کہ موت کیسے آتی ہے ؟

امام حسنؑ نے فرمایا : کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا ہے وہ فرماتے تھے کہ جبتک ہم اہلِ بیتؑ کے جسم میں روح رہتی ہے عقل بھی رہتی ہے غائب نہیں ہوتی ۔ اچھا تم میرے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دو ، جب ملک الموت آئے گا تو میں تم کو اشارہ کروں گا۔

امام حسینؑ نے اپنا ہاتھ اُن کے ہاتھ میں دے دیا ۔ تھوڑی دیر میں اُنھوں نے امام حسینؑ کے ہاتھ کو دبایا تو امام حسینؑ نے اپنا کان اُن کے منھ کے قریب کر دیا۔

امام حسنؑ نے کہا : موت کا فرشتہ آگیا ہے اور اس نے مجھے بشارت دی ہے کہ اے حسنؑ ! اللہ تم سے راضی ہے اور تمھارے جد شافع ہیں۔

(مناقب)

(۳۰) بھائی کی موت پر امام حسینؑ کا مرثیہ

امام حسین علیہ السّلام نے اپنے بھائی کی موت پر یہ شعر پڑھا:

ان لم امت اسفا عليك فقد (اے بھائی!) اگر میں آپؑ (کی موت) کے غم

اصبحت مشتاقا الى الموت میں (آپؑ کی جدائی پر) نہ مر سکا تو موت کا مشتاق ضرور بن گیا ہوں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ ایک دن امام حسنؑ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی آغوش میں بیٹھے ہوئے تھے کہ یک بیک سر اُٹھایا اور عرض کیا: بابا! جو شخص آپؐ کی موت کے بعد آپؐ کی زیارت کرے اُس کے لیے کیا ثواب ہے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا:

"يا بُنَيَّ! مَن أتاني زائراً بعد موتي فله الجنّة

وَمَن أتا أباكَ زائراً بعد موته فله الجنّة

وَمَن أتاكَ زائراً بعد موتكَ فله الجنّة"

یعنی اے فرزند! جو شخص میری موت کے بعد میری زیارت کو آئے گا اس کے لیے جنّت ہے۔

اور جو شخص تمھارے والد کی موت کے بعد اُن کی زیارت کو جائے گا اس کے لیے بھی جنّت ہے

اور جو شخص تمھاری موت کے بعد تمھاری زیارت کو جائے گا اس کے لیے بھی جنّت ہے

(مناقب صـ ۴۶-۴۵)

(۳۱) تاریخِ ولادت و وفاتِ شہادت

کشف الغمّہ میں کمال الدّین ابنِ طلحہ نے تحریر کیا ہے کہ امام حسنؑ نے ۶ ربیع الاوّل سنہ ۴۹ھ میں وفات پائی اور کہا جاتا ہے کہ سنہ ۵۰ھ میں اور اُس وقت آپؑ کی عمر ۴۷ سال تھی۔

• حافظ حنابدی کا بیان ہے کہ امام حسن علیہ السّلام ۱۵ رمضان سنہ ۳ھ میں پیدا ہوئے اور اُنھوں نے سنہ ۴۹ھ میں شہادت پائی۔ آپؑ کو کئی بار زہر پلایا گیا وہ چالیس دن بیمار رہے۔

• دولابی نے اپنی کتاب "العترة الطاهرة" میں تحریر کیا ہے کہ حضرت

علی علیہ السلام کا نکاح حضرت فاطمہؑ سے ہوا اور اُن سے جنگِ اُحد کے دو سال بعد امام حسنؑ پیدا ہوئے اور جنگِ اُحد اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مدینہ میں آمد کے درمیان دو سال چھ مہینے اور پندرہ دن کا فرق ہے۔ اس حساب سے امام حسنؑ کی ولادت ہجرت کے چار سال اور چھ ماہ بعد (یعنی ۵ سنہ ہجری میں) ہوئی

● یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ ماہِ رمضان ۳ سنہ ھ میں آپؑ کی ولادت ہوئی اور وقتِ وفات آپؑ کی عمر ۴۵ سال تھی۔ وفات کے بعد امام حسینؑ اور اُن کے دونوں بھائی محمدؑ و عباسؑ نے اُن کو غسل دیا۔ سعید بن العاص نے اُن کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ آپؑ کی وفات ۴۹ سنہ ھ میں ہوئی

● (شیخ محمدؒ یعقوب) کلینی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسنؑ بن علیؑ جنگِ بدر کے سال ۲ سنہ ھ میں پیدا ہوئے۔ اور یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ ۳ سنہ ھ میں تولّد ہوئے ۴۹ سنہ ھ ماہِ صفر کے آخری دنوں میں آپؑ کی وفات ہوئی۔ اُس وقت آپؑ کی عمر ۴۷ سال چند ماہ تھی۔

● ابنِ خشّاب نے تحریر کیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ: حضرت ابو محمد حسنؑ بن علیؑ کی عمر آپؑ کی وفات کے وقت ۴۷ سال تھی اور اُن کے بھائی حسینؑ ابنِ علیؑ اور اُن کی عمر میں صرف مدّتِ حمل کا فرق تھا۔ اور حضرت ابو عبداللہ امام حسینؑ کے حمل کی مدّت چھ ماہ تھی اور ایسا کوئی مولود نہیں جو چھ ماہ پر تولّد ہوا ہو اور پھر زندہ بھی رہا ہو سوائے حضرت امام حسینؑ ابن علیؑ اور حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ کے۔

حضرت ابو محمدؑ امام حسن علیہ السلام اپنے جد کے ساتھ سات سال اور جدِّ امجد کی وفاتِ شہادت کے بعد اپنے والد کے ساتھ تیس۳۰ سال اور امیر المومنینؑ کی وفاتِ شہادت کے بعد دس سال زندہ رہے۔ اس حساب سے آپؑ کی عمر ۴۷ سال ہوتی ہے۔ یہ ہے آپؑ کی عمر کے متعلق اختلاف۔

(کشف الغمۃ جلد ۲ صفحہ ۱۶۰ - ۱۶۱)

بحار الانوار

باب ۱۳

تعدادِ ازواج و اولاد

(۱) تعدادِ اولاد اور اُن کے حالات

کتاب الارشاد میں مرقوم ہے کہ

حضرت امام حسنؑ ابنِ علیؑ کی اولاد میں پسر و دختر سب مل کر پندرہ تھی۔ (جنکے نام یہ ہیں)

(۱) زید بن حسنؑ اور اُن کی بہن (۲) اُمّ الحسن اور (۳) اُمّ الحسین اور ان تینوں کی ماں اُمّ بشیر بنتِ ابومسعود بن عقبہ ابنِ عمر بن ثعلبہ خزرجی تھیں۔

(۴) حسن بن حسنؑ، ان کی ماں خولہ بنتِ منظور فزازی تھیں

(۵) عمرو بن حسنؑ، اور ان کے دونوں بھائی۔ (۶) قاسمؑ (۷) عبداللہ ان کی ماں اُمِ ولد تھیں۔ (۸) عبدالرحمٰن بن حسنؑ، ان کی ماں بھی اُمِ ولد تھیں۔

(۹) حسین بن حسنؑ الملقب بہ اثرمؑ اور ان کے بھائی (۱۰) طلحہ بن حسنؑ اور ان دونوں کی بہن (۱۱) فاطمہ بنتِ حسنؑ، ان لوگوں کی ماں اُمِ اسحاق بنتِ طلحہ بن عبیداللہ تیمی تھیں۔

(۱۲) نیز اُمِ عبداللہ و (۱۳) فاطمہ و (۱۴) اُمِ سلمہ و (۱۵) رقیہ، امام حسنؑ کی یہ دختران مختلف امّہات سے تھیں۔ (الارشاد ص ۱۷۶)

مگر کتاب اعلام الوریٰ میں ہے کہ امام حسن علیہ السلام کی سولہ ۱۶ اولادیں تھیں۔ اس میں انھوں نے ابوبکر کا اضافہ کیا ہے۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ عبداللہ بن حسنؑ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ شہید ہوئے۔

(۲) زید بن حسنؑ کی شخصیت

زید بن حسنؑ، رسول اللہؐ کے صدقات کے متولّی تھے۔ یہ امام حسنؑ کی

اولاد میں سب سے بڑے اور جلیل القدر، کریم الطبع، شریف النفس اور کثیر البر (سخی) تھے۔ شعراء نے ان کی مدح کی ہے۔ تمام اطراف سے لوگ اُن کے کرم سے فیضیاب ہوتے آئے تھے۔ اصحابِ سیر نے لکھا ہے کہ:

"زید بن حسنؑ صدقاتِ رسولؐ کے متولّی تھے۔ جب سلیمان بن عبد الملک خلیفہ بنا تو اُس نے اپنے مدینے کے عامل کو یہ لکھ بھیجا کہ "امّا بعد، جب میرا یہ حکمنامہ تمھیں ملے تو زید بن حسنؑ کو تولیت سے معزول کر دو اور اُن کی قوم میں سے فلاں فلاں کو متولّی بنا دو اور جن اُمور میں اس کو مدد درکار ہو تم اُس کی مدد کرو۔"
والسّلام۔

مگر جب عمر ابنِ عبد العزیز خلیفہ ہوا تو اُس کی طرف سے یہ حکمنامہ آیا:

"امّا بعد، زید بن حسنؑ شریف بنی ہاشم اور سن میں سب سے بڑے ہیں، جب یہ حکمنامہ تم کو ملے صدقاتِ رسولؐ اُن کو واپس کر دو۔ اور جو مدد اُن کو درکار ہو اُن کی مدد کرو۔" والسّلام

زید بن حسنؑ نے نوّے ۹۰ سال میں وفات پائی۔ مختلف شعراء نے اُن کے مرثیے کہے، جن میں اُن کے محامد و فضائل کا تذکرہ کیا ہے۔ (الارشاد صفحہ ۱۷۶-۱۷۷)

۳ زید بن حسنؑ کے بنی اُمیّہ سے تعلّقات

کتاب "الارشاد" میں یہ بھی ہے کہ زید بن حسنؑ نے اپنی عمر میں کبھی بھی دعوائے امامت نہیں کیا، اور نہ شیعوں میں سے کسی نے یا اُن کے علاوہ کسی نے اُن کی امامت کا دعویٰ کیا۔ وجہ یہ ہے کہ شیعوں میں دو گروہ ہیں۔ امامی اور زیدی۔ امامیّہ شیعہ امامت کے متعلق نص پر اعتماد کرتے ہیں اور اولادِ حسنؑ کے لیے نص بالاتفاق معدوم ہے اور اُن کی اولاد میں سے کسی نے کبھی دعوائے امامت نہیں کیا تاکہ اس میں شک واقع ہو۔ اور زیدی شیعہ حضرت علیؑ، حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کے بعد امامت کے لیے دعوت اور جہاد کو معیار قرار دیتے ہیں۔

زید بن حسنؑ بنی اُمیّہ سے صلح و آشتی کا رویّہ اختیار کیے ہوئے تھے اور اُن کی طرف سے بہت سے کاموں کی ذمّے داریاں سنبھالے ہوئے تھے۔ اُن کی رائے تھی کہ دشمنوں کے شر سے بچنے کے لیے تقیّہ کرنا چاہیے، اُن کی تالیفِ قلب اور مدارات

ہونی چاہیے۔ اور یہ بات زیدیوں کے معیارِ امامت کے بالکل خلاف تھی۔ جیسا کہ میں اوپر بتا چکا ہوں۔

اب رہ گئے حشویہ، تو بنی امیہ کی امامت ہی اُن کا دین و ایمان ہے۔ وہ کسی حال میں بھی اولادِ رسولؐ کو مستحقِ امامت نہیں سمجھتے۔ اور معتزلہ تو اُن کی رائے میں امامت کا حق اُسی کو ہے جو معتزلی خیالات رکھتا ہو، اور اُن میں سے بھی وہ جس کو لوگوں نے شوریٰ یا انتخاب سے امام بنایا ہو۔ اور زید بن حسنؑ جیسا کہ میں نے پہلے بتایا کہ وہ ان باتوں سے بالکل الگ تھے۔

اور خوارج کے نزدیک امامت کا حق اُسے ہرگز نہیں جو امیر المومنین علیہ السلام سے تولا اور دوستی رکھتا ہو۔ اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ زید بن حسنؑ اپنے اَب و جد سے تولا رکھتے تھے

○ حسن بن حسنؑ کے حالات

حسن بن حسنؑ، بھی ایک جلیل القدر رئیس، صاحبِ فضل و صاحبِ تقویٰ اور امیر المومنین علیہ السلام کے اوقاف کے متولّی تھے۔ حجاج بن یوسف سے ان کا ایک مرتبہ اُلجھاؤ پیدا ہو گیا تھا۔

زبیر بن بکار کا بیان ہے کہ حسن بن حسنؑ امیر المومنینؑ کے اوقاف کے متولّی اُن کے زمانے ہی سے تھے۔ ایک دن حجّاج بن یوسف جو اُس وقت والیٔ مدینہ تھا، اپنے خدم و حشم کے ساتھ چلا اور اُس نے حسن بن حسنؑ سے کہا کہ تم عمر بن علیؑ کو اس وقف میں شریک کر لو، آخر وہ بھی تمھارے چچا ہیں اور تمھارے خاندان کے ہیں۔

حسن بن حسنؑ نے کہا، حضرت علی علیہ السلام نے وقف میں جو شرط رکھی ہے میں اُس کے اندر تو تبدیلی نہیں کروں گا اور جس کو حضرت علی علیہ السلام نے شریک نہیں کیا میں اس کو ہرگز شریک نہ کروں گا۔

حجّاج بن یوسف نے کہا، اگر تم شریک نہ کرو گے تو میں جبراً ان کو شریک کر دوں گا۔

یہ سُن کر حسن بن حسنؑ نے حجّاج کو ذرا غافل پایا تو اُلٹے پاؤں واپس ہوئے اور عبدالملک کے پاس چلے گئے اور اُس کے دروازے پر پہنچ کر اذنِ باریابی کے لیے کھڑے ہو گئے۔ ادھر سے یحییٰ بن اُمِّ حکم کا گذر ہوا، جب اُس نے انھیں دیکھا تو پلٹ کر واپس آیا، انھیں سلام کیا آنے کی وجہ دریافت کی۔ اُنھوں نے وجہ بتائی تو اُس نے کہا، اچھا، میں امیر المومنین کے پاس جا کر تمھاری مدد کروں گا۔

جب حسن بن حسنؑ کو اِذنِ باریابی ملا اور یہ اندر گئے تو عبدالملک نے انھیں خوش آمدید کہا اور حال پوچھا۔ (حسن بن حسنؑ کے بال اُس وقت سفید ہو چکے تھے) یحییٰ بن اُمِ حَکم بھی وہیں دربار میں موجود تھا۔

عبدالملک نے کہا: اے ابو محمدؑ! تم بہت جلد بوڑھے ہو گئے۔

یحییٰ نے فوراً کہا: یہ کیوں نہ بوڑھے ہوں، اہلِ عراق کی آرزوؤں نے انھیں بوڑھا کر دیا۔ انھیں پریشان کرتے ہیں، اِن کے پاس آدمی بھیجتے ہیں کہ آپ خلافت کے لیے اُٹھ کھڑے ہوں۔

یہ سُن کر حسن بن حسنؑ نے یحییٰ کی طرف رُخ کیا اور کہا: واللہ تُو نے تو بڑی اچھی مدد کی (پھر کہا) ایسا نہیں ہے، بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ہم اہلِ بیت پر بڑھاپا جلد آجاتا ہے اور " عبدالملک یہ سب گفتگو سُن رہا تھا۔"

پھر عبدالملک نے کہا: خیر جانے دو۔ یہ بتاؤ کس کام کے لیے آنا ہوا؟

اُنھوں نے حجّاج کی بات کہہ سُنائی۔

اُس نے کہا: حجّاج کو یہ اختیار نہیں ہے۔ اُس کو لکھ دو کہ وہ اپنی حد سے تجاوز نہ کرے۔

اُس نے پروانہ لکھ دیا اور حسن بن حسنؑ کو کچھ اور بھی صلہ وانعام دیا۔

جب حسن بن حسنؑ دربار سے نکلے تو یحییٰ بن اُمِ حکم نے بڑھ کر اُن سے ملاقات کی۔ تو آپ نے اسے جِھڑکا کہ کیا تو نے یہی مجھ سے مدد کا وعدہ کیا تھا۔؟

یحییٰ نے کہا: آپ خفا نہ ہوں، یہ تو ہمیشہ آپ سے ڈرتا رہتا ہے اور اگر ڈرتا نہ ہوتا تو کبھی آپ کی حاجت پوری نہ کرتا، مَیں نے تو اُس پر آپ کا اور رُعب بٹھایا تھا۔ یہ مدد بھی

حسن بن حسنؑ بھی کربلا میں اپنے چچا کے ساتھ موجود تھے۔ جب امام حسینؑ شہید ہو گئے اور اُن کے باقی اہلِ بیتؑ اسیر کر لیے گئے تو اسماء بنتِ خارجہ آئی اور قیدیوں کے درمیان سے انھیں کھینچ لائی اور بولی، خدا کی قسم، خولہ کے بیٹے کے ساتھ مَیں یہ نہ ہونے دوں گی۔

عمرؑ بن سعدؑ نے کہا: ابی حسان کی بہن کے بیٹے کو چھوڑ دو۔

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ اسیر تھے، مگر زخمی ہو گئے تھے، اور انھوں نے زخموں سے شفا پائی۔

روایت کی گئی ہے کہ حسن بن حسنؑ نے اپنے چچا امام حسین علیہ السلام کے پاس پیغام دیا کہ آپؑ اپنی دوؑ بیٹیوں میں سے کسی ایک کی شادی مجھ سے کر دیں۔

امام حسین علیہ السّلام نے جواب دیا، بیٹے! ان میں سے جو تمھیں پسند ہو میں اُس کی شادی تم سے کر دوں گا۔

حسن بن حسنؑ شرم وحیا کے مارے کچھ نہ کہہ سکے۔

پھر امام حسین علیہ السّلام نے خود فرمایا: اچھا میں نے تم سے شادی کے لیے اپنی بیٹی فاطمہ کو منتخب کر دیا۔ یہ میری ماں فاطمہؑ بنتِ رسولؐ سے بہت مشابہ ہے۔

حسن بن حسنؑ کا پینتیس ۳۵ برس کے سِن میں انتقال ہوا اور ان کے بھائی زید بن حسنؑ زندہ تھے۔ اُنھوں نے اپنے سوتیلے بھائی ابراہیم بن محمدؑ بن طلحہ کو اپنا وصی بنایا۔

جب حسن بن حسنؑ کا انتقال ہوا تو اُن کی زوجہ فاطمہ بنتِ حسینؑ بن علیؑ نے اُن کی قبر پر ایک خیمہ نصب کر دیا۔ وہ رات بھر عبادت میں مصروف رہتیں اور دن کو روزہ رکھتیں۔ حُسن و جمال میں بالکل حورِ عین معلوم ہوتیں۔

جب اس خیمے کو ایک سال ہو گیا تو اُنھوں نے اپنے غلاموں سے کہا: جب رات ہو جائے تو یہ خیمہ اُکھاڑ لینا۔

مگر جب رات ہوئی اور وہ لوگ پہنچے کر خیمہ اُکھاڑ لیں، تو ایک آواز سُننے میں آئی کہ "جس کو تم لوگوں نے کھویا تھا، کیا اُسے پالیا؟" جواباً دوسری آواز آئی، "بلکہ نااُمید ہو کر واپس پلٹ رہے ہیں۔"

حسن بن حسنؑ نے مرتے دم تک کبھی دعوائے امامت نہیں کیا اور نہ کسی مدعی نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ امام ہیں جیسا کہ میں نے اُن کے بھائی کے حالات میں بیان کیا ہے۔

امام حسن علیہ السّلام کے دوسرے فرزند عمرو و قاسم و عبداللہ، یہ تینوں اپنے عمِّ محترم امام حسین علیہ السّلام ابن حضرت علی علیہ السّلام کے ساتھ کربلا میں شہید ہو گئے (اللہ اُن سے راضی رہے اور دینِ اسلام اور اہلِ اسلام کی طرف سے انھیں جزائے خیر دے۔)

- عبدالرحمٰن بن حسنؑ اپنے چچا کے ساتھ حج کو گئے تھے، مقامِ ابوا میں حالتِ احرام میں اُن کا انتقال ہو گیا۔ (اللہ اُن پر رحمت نازل فرمائے)
- حسین بن حسنؑ المعروف بہ اثرم، یہ بڑے صاحبِ فضل تھے۔ مگر ان کا تذکرہ کہیں نہیں ملتا۔
- طلحہ بن حسنؑ، یہ بڑے سخی اور جواد تھے۔

(الارشاد شیخ مفیدؒ صفحہ ۱۷۷ تا ۱۷۹)

(۴) تعدادِ اولاد و تعدادِ ازواج میں اختلاف

"مناقب ابنِ شہر آشوب" میں مرقوم ہے کہ امام حسن علیہ السلام کی اولاد میں سولہ[16] پسران و پانچ دختران تھیں جن کے نام یہ ہیں:

عبداللہ، عمر و قاسم۔ ان سب کی ماں اُمّ ولد تھیں۔

حسین اثرم اور حسن، ان دونوں کی والدہ خولہ بنتِ منظور فزاری تھیں۔

عقیل اور حسن، ان دونوں کی والدہ اُمّ بشیر بنتِ ابومسعود خزرجی تھیں۔

زید و عمر، ان دونوں کی والدہ ایک زنِ ثقفیہ تھیں۔

عبدالرحمٰن، ان کی والدہ اُمِ ولد تھیں۔

طلحہ و ابوبکر، ان دونوں کی والدہ اُمِ اسحاق بنتِ طلحہ تیمی تھیں۔

احمد و اسمٰعیل و حسن اصغر۔

اُمّ الحسن و اُمّ الحسین، یہ دونوں اُمّ بشیر خزاعیہ کے بطن سے تھیں۔

فاطمہ، یہ اُمِ اسحاق بنتِ طلحہ کے بطن سے تھیں۔

اُمّ عبداللہ و اُمِ سلمہ و رقیہ۔ یہ دختران مختلف امہات کے بطن سے تھیں۔

- امام حسن علیہ السلام کی اولاد کی تعداد، اُن کے نام، امہات و اولاد اور ان کی ترتیب میں بہت اختلاف ہے۔

- "کشف الغمہ" میں ہے کہ آپؑ کی اولاد میں پندرہ پسران اور ایک دختر اُمّ الحسن تھیں
- ابنِ خشاب نے کہا ہے کہ آپؑ کے گیارہ بیٹے اور ایک بیٹی تھیں۔
- حنابذی کا قول ہے کہ آپؑ کے بارہ پسران اور پانچ دختران تھیں۔
- سبطِ ابنِ جوزی نے واقدی اور ابنِ ہشام سے نقل کیا ہے کہ آپؑ کے پندرہ پسران اور آٹھ دختران تھیں۔

ان کے نام یہ ہیں:

- علی اکبر، علی اصغر، جعفر، فاطمہ، سکینہ، اُمّ الحسن، عبداللہ، قاسم، زید، عبدالرحمٰن، احمد، اسمٰعیل، حسین، عقیل، حسن اور یہی ابوعبداللہ حسن بن حسنؑ ہیں۔

سبطِ ابنِ جوزی نے باقی اولادوں کے نام نہیں لکھے۔

محمدؒ بن سعد نے "طبقات" میں اُن کی اولاد کی یہ تفصیل دی ہے کہ:

" امام حسن علیہ السلام کے پسران میں:

محمد اصغر، جعفر، حمزہ، فاطمہ، ان سب کی ماں اُمِ کلثوم بنتِ فضل بن عباس بن عبدالمطلب تھیں۔

۵۔ محمد اکبر (اور انِ ہی کی وجہ سے امام حسنؑ کی کنیت ابو محمد تھی) (۶) حسن، اِن دونوں بیٹوں کی ماں خولہ بنتِ منظور غطفانیہ تھیں۔

۷۔ زید، ۸۔ اُمِ الحسن، ۹۔ اُمِ الخیر، ان سب کی ماں اُمِ بشر بنتِ ابو مسعود انصاری تھیں جن کا نام عقبہ بن عمرو تھا۔

۱۰۔ اسمٰعیل، ۱۱۔ یعقوب، ان دونوں کی ماں جُعدہ بنتِ اشعث بن قیس تھی جس نے امام حسن علیہ السلام کو زہر پلایا تھا۔

۱۲۔ قاسم و ۱۳۔ ابوبکر و ۱۴۔ عبداللہ، یہ تین بیٹے امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کربلا میں شہید ہو گئے تھے، ان کی ماں اُمِ ولد تھیں۔ یہ تینوں بیٹے لاولد تھے

۱۵۔ حسین اثرم، ۱۶۔ عبدالرحمٰن، ۱۷۔ اُمِ سلمہ، یہ تینوں اُمِ ولد کے بطن سے تھے۔ ان کی کوئی اولاد نہ تھی۔

۱۸۔ عمر، یہ بھی اُمِ ولد کے بطن سے تھے، ان کی کوئی اولاد نہ تھی۔

۱۹۔ اُمِ عبدالرحمٰن، یہ امام محمد باقر علیہ السلام کی والدہ گرامی تھیں، جن کو سافیہ کہا جاتا تھا۔

۲۰۔ طلحہ، ان کے بھی کوئی اولاد نہ تھی۔ ان کی ماں اُمِ اسحاق بنتِ طلحہ بن عبیداللہ تیمی تھیں

۲۱۔ عبداللہ اصغر، ان کی ماں زینب بنتِ سبیع بن عبداللہ برادرِ جریر بن عبداللہ بجلی

امام حسنؑ کی اولاد میں زید بن حسنؑ اور حسن بن حسنؑ صرف ان دونوں صاحبزادوں کی نسل آگے بڑھی۔

بخاری میں ہے کہ جب حسن بن حسنؑ بن علیؑ ابنِ ابیطالبؑ کا انتقال ہوا تو ان کی زوجہ نے ان کی قبر پر ایک شامیانہ نصب کیا جو ایک سال تک نصب رہا۔ پھر اٹھا لیا گیا۔ تو ایک ندا دینے والے کی آواز سُنی گئی جو کہہ رہا تھا: " جس کو تم لوگوں نے کھویا تھا، کیا تم نے اُسے پالیا؟" دوسرے نے جواب دیا۔ " نہیں، بلکہ ہم لوگ نا اُمید واپس جا رہے ہیں"

○ عبداللہ بن عامر سے معاویہ کا فریب :

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ یزید بن معاویہ نے کسی طرح عبداللہ بن عامر کی زوجہ اُمِ خالد بنتِ ابی جندل کو دیکھ لیا تو اُس پر فریفتہ ہو گیا۔ اس کا ذکر اُس نے اپنے باپ معاویہ سے کیا۔ جب عبداللہ بن عامر معاویہ کے پاس کسی کام سے آیا تو اُس نے عبداللہ بن عامر سے کہا کہ میں نے طے کر لیا ہے کہ تمھیں بصرہ کا گورنر بنادوں اور اگر تمھاری کوئی زوجہ نہ ہوتی تو میں اپنی بیٹی رملہ سے تمھارا عقد بھی کر دیتا۔

یہ سُن کر عبداللہ بن عامر واپس ہو گیا اور اُس نے اپنی زوجہ کو رملہ کی لالچ میں طلاق دیدی۔ معاویہ نے ابوہریرہ کو بھیجا کہ وہ جاکر اُمِ خالد سے یزید کا پیغام دے دے اور مہر میں جو کچھ طلب کرے وہ قبول ہے۔

یہ خبر امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام اور عبداللہ بن جعفرؑ کو پہنچی ان حضرات نے بھی اپنا اپنا پیغام بھیجا۔ اُمِ خالد نے امام حسنؑ کو منتخب کیا۔ اور ان سے عقد بھی ہو گیا۔ (مناقب جلد ۴ ص ۳۸)

⑧ حالتِ احرام میں عبدالرحمٰن بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ کا انتقال

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ عبدالرحمٰن بن حسنؑ بن علیؑ مقامِ ابواء میں انتقال کر گئے اور حالتِ احرام میں تھے۔ آپ کے ساتھ امام حسنؑ و امام حسینؑ و عبداللہ بن جعفرؑ و عبداللہ بن عباسؓ و عبیداللہ بن عباس تھے۔ ان لوگوں نے ان کو کفن پہنایا، مگر حنوط نہیں کیا اور فرمایا کہ کتابِ علیؑ میں یہی مرقوم ہے۔ (کافی جلد ۴ ص ۳۶۸)

⑨ ازواج کی فہرست

ابوالحسن مدائنی کا بیان ہے کہ امام حسنؑ کثرت سے نکاح کرتے تھے، چنانچہ آپ کی ازواج کی فہرست درج ذیل کی جاتی ہے۔

۱۔ خولہ بنتِ منظور بن زیاد فزاریہ سے نکاح کیا اور اس سے حسن بن حسنؑ پیدا ہوئے

۲۔ اُمِ اسحاق بنتِ طلحہ ابنِ عبیداللہ سے عقد کیا اور اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام طلحہ رکھا۔

۳۔ اُمِ لبشر بنتِ ابی مسعود انصاری سے عقد کیا، اس سے زید پیدا ہوئے۔

۴۔ جُعدہ بنتِ اشعث سے نکاح کیا اور اسی نے آپ کو زہر دیا۔

۵۔ ہند بنتِ سہیل بن عمر۔

۶۔ حفصہ بنتِ عبدالرحمٰن ابن ابی بکر۔

۷۔ ایک زنِ کلبیہ سے نکاح کیا۔

۸۔ عمرو بن ابراہیم منقری کی لڑکیوں میں سے ایک لڑکی سے نکاح کیا۔

۹۔ ایک زنِ ثقفیہ سے نکاح کیا اور عمر پیدا ہوئے۔

۱۰۔ علقمہ بن زرارہ کی لڑکیوں میں سے ایک سے نکاح کیا۔

۱۱۔ آلِ ہمام بن مرہ میں بنی سیبان کی ایک عورت سے نکاح کیا تو اس کے متعلق کہا گیا کہ اُس کا عقیدہ خارجیوں جیسا ہے۔ تو آپ نے اسے طلاق دیدی۔ اور فرمایا مجھے پسند نہیں کہ جہنم کے انگاروں میں سے ایک انگارے کو گلے لگاؤں

تمام شد

مترجم سید حسن امداد ممتاز الافاضل